Maktaba Tul Ishaat.com

از کتاب البیوع تا کتاب الرھن

جلد ہشتم

# الفیض الجاری فی دروس البخاری

افادات درس صحیح بخاری

محدّث عصر حضرت اقدس مولانا محمد یونس صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

ضبط وترتیب

مولانا محمد ایوب سورتی
خادم حدیث نبوی دار العلوم فلاح دارین ترکیسر گجرات

MAKTABA-E-REHMANIA

# Maktaba Tul Ishaat

تمام فنون کے کتب ہمارے ویب سائٹ اور پلے سٹور سے فری ڈاون لوڈ کریں۔ ہم روزانہ کی بنیاد پر اس میں مزید نئے کتب شامل کر رہے ہیں نئے شامل شدہ کتب لیے روزانہ ہمارے پلے سٹور اور ویب سائٹ کو باقاعدگی سے چیک کیا کریں۔

## اپنی کتاب کو ہمارے ویب سائٹ پر شائع کرنے کے لیے رابطہ کریں

| | | |
|---|---|---|
| تفاسیر | خطبات | منطق |
| احادیث | سیرت | معانی |
| فقہ | تاریخ | تصوف |
| سوانح حیات | صرف | تقابل ادیان |
| درس نظامی | نحو | تجوید |
| لغت | فلسفہ | نعت |
| فتاوی | حکمت | تراجم |
| اصلاحی | بلاغت | تبلیغ ودعوت |
| آڈیو دروس | مناظرے | تمام فنون |

maktaba.tul.ishaatofficial@gmail.com

Maktaba Tul Ishaat.com

# الفیض الجاری

# فی

# دروسِ البخاری

جلد ہشتم

از کتاب البیوع تا کتاب الرھن


افادات درسِ صحیح بخاری

محدثِ عصر حضرت اقدس مولانا محمد یونس صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

ضبط و ترتیب

مولانا محمد ایوب سورتی
خادم حدیث نبوی دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر گجرات



مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

اِقرا سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون:042-37224228-37355743

MAKTABA-E-REHMANIA

Maktaba Tul Ishaat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق ملکیت بحق ناشر محفوظ ہیں

MAKTABA-E-REHMANIA

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

نام کتاب

# الفیض الجاری فی دروس البخاری

جلد ہشتم

ناشر

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

مطبع

خضر جاوید پرنٹرز لاہور

اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون: 042-37224228-37355743

## ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے پھر بھی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

## تنبیہ

ہمارے ادارے کا نام بغیر ہماری تحریری اجازت بطور ملنے کا پتہ، ڈسٹری بیوٹر، ناشر یا تقسیم کنندگان وغیرہ میں نہ لکھا جائے۔ بصورت دیگر اس کی تمام تر ذمہ داری کتاب طبع کروانے والے پر ہوگی۔ ادارہ ہذا اس کا جوابدہ نہ ہوگا اور ایسا کرنے والے کے خلاف ادارہ قانونی کارروائی کا حق رکھتا ہے،

Maktaba Tul Ishaat.com



# فہرس الموضوعات



| صفحاتِ بخاری | فہرست ابواب | صفحاتِ الفیض |
|---|---|---|
| | عرض مرتب (محمد ایوب سورتی) | ۱۵ |
| | مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ کی عظمت کا راز (حضرت مولانا عبد اللہ کاپودرویؒ) | ۱۷ |
| | شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ (حضرت مولانا بدر الحسن قاسمی) | ۲۰ |
| ۲۷۴ | كِتَابُ الْبُيُوعِ | ۲۳ |
| ۲۷۴ | بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللهِ تَعَالَى ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا﴾ | ۲۵ |
| ۲۷۵ | بَابُ الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ | ۳۰ |
| ۲۷۵ | بَابُ تَفْسِيرِ الْمُشَبَّهَاتِ | ۳۲ |
| ۲۷۶ | بَابُ مَا يُتَنَزَّهُ مِنَ الشُّبُهَاتِ | ۳۸ |
| ۲۷۶ | بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْوَسَاوِسَ وَنَحْوَهَا مِنَ الْمُشَبَّهَاتِ | ۳۹ |
| ۲۷۶ | بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا | ۴۰ |
| ۲۷۶ | بَابُ مَنْ لَمْ يُبَالِ مِنْ حَيْثُ كَسَبَ الْمَالَ | ۴۱ |
| ۲۷۷ | بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَزِّ | ۴۲ |
| ۲۷۷ | بَابُ الْخُرُوجِ فِي التِّجَارَةِ | ۴۴ |
| ۲۷۷ | بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَحْرِ | ۴۶ |
| ۲۷۷ | بَابُ قول الله وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا | ۴۷ |
| ۲۷۷ | بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ | ۴۸ |
| ۲۷۷ | بَابُ مَنْ أَحَبَّ الْبَسْطَ فِي الرِّزْقِ | ۵۰ |
| ۲۷۷ | بَابُ شِرَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم بِالنَّسِيئَةِ | ۵۱ |
| ۲۷۸ | بَابُ كَسْبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِهِ بِيَدِهِ | ۵۴ |
| ۲۷۸ | بَابُ السُّهُولَةِ وَالسَّمَاحَةِ فِي الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ | ۵۷ |
| ۲۷۸ | بَابُ مَنْ أَنْظَرَ مُوسِرًا | ۵۸ |
| ۲۷۹ | بَابُ مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا | ۶۱ |
| ۲۷۹ | بَابُ إِذَا بَيَّنَ الْبَيِّعَانِ وَلَمْ يَكْتُمَا وَنَصَحَا | ۶۲ |

Maktaba Tul Ishaat.com




| | | |
|---|---|---|
| ۲۷۹ | بَاب بَيْعِ الْخِلْطِ مِنَ التَّمْرِ | ٦٥ |
| ۲۷۹ | بَاب مَا قِيلَ فِي اللَّحَّامِ وَالْجَزَّارِ | ٦٦ |
| ۲۷۹ | بَاب مَا يَمْحَقُ الْكَذِبُ وَالْكِتْمَانُ فِي الْبَيْعِ | ٦٨ |
| ۲۷۹ | بَاب قَوْلِ اللهِ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا | ٦٨ |
| ۲۷۹ | بَاب آكِلِ الرِّبَا وَشَاهِدِهِ وَكَاتِبِهِ | ٦٩ |
| ۲۸۰ | بَاب مُوكِلِ الرِّبَا | ۷۱ |
| ۲۸۰ | بَاب يَمْحَقُ اللهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ | ۷۴ |
| ۲۸۰ | بَاب مَا يُكْرَهُ مِنَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ | ۷۵ |
| ۲۸۰ | بَاب مَا قِيلَ فِي الصَّوَّاغِ | ۷۶ |
| ۲۸۰ | بَاب ذِكْرِ الْقَيْنِ وَالْحَدَّادِ | ۷۸ |
| ۲۸۱ | بَاب الْخَيَّاطِ | ۸۰ |
| ۲۸۰ | بَاب النَّسَّاجِ | ۸۱ |
| ۲۸۰ | بَاب النَّجَّارِ | ۸۱ |
| ۲۸۱ | بَاب شِرَى الْحَوَائِجِ بِنَفْسِهِ | ۸۳ |
| ۲۸۱ | بَاب شِرَاءِ الدَّوَابِّ وَالْحَمِيرِ | ۸۳ |
| ۲۸۲ | بَاب الْأَسْوَاقِ الَّتِي كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ | ۸۸ |
| ۲۸۲ | بَاب شِرَاءِ الْإِبِلِ الْهِيمِ أَوِ الْأَجْرَبِ | ۸۹ |
| ۲۸۲ | بَاب بَيْعِ السِّلَاحِ فِي الْفِتْنَةِ وَغَيْرِهَا | ۹۱ |
| ۲۸۲ | بَاب فِي الْعَطَّارِ وَبَيْعِ الْمِسْكِ | ۹۳ |
| ۲۸۳ | بَاب ذِكْرِ الْحَجَّامِ | ۹۳ |
| ۲۸۳ | بَاب التِّجَارَةِ فِيمَا يُكْرَهُ لُبْسُهُ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ | ۹۴ |
| ۲۸۳ | بَاب صَاحِبُ السِّلْعَةِ أَحَقُّ بِالسَّوْمِ | ۹۷ |
| ۲۸۳ | بَاب كَمْ يَجُوزُ الْخِيَارُ | ۹۷ |
| ۲۸۳ | بَاب إِذَا لَمْ يُوَقِّتْ فِي الْخِيَارِ هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ | ۱۰۱ |
| ۲۸۳ | بَاب الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا | ۱۰۲ |
| ۲۸۳ | بَاب إِذَا خَيَّرَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ بَعْدَ الْبَيْعِ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ | ۱۰۷ |
| ۲۸۴ | بَاب إِذَا كَانَ الْبَائِعُ بِالْخِيَارِ هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ | ۱۰۹ |
| ۲۸۴ | بَاب إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا فَوَهَبَ مِنْ سَاعَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا | ۱۱۱ |

Maktaba Tul Ishaat.com




| | | |
|---|---|---|
| ۲۸۴ | بَاب مَا يُكْرَهُ مِنَ الْخِدَاعِ فِي الْبَيْعِ | ۱۱۳ |
| ۲۸۴ | بَاب مَا ذُكِرَ فِي الْأَسْوَاقِ | ۱۱۵ |
| ۲۸۵ | بَاب كَرَاهِيَةِ الصَّخَبِ فِي السُّوقِ | ۱۱۹ |
| ۲۸۵ | بَاب الْكَيْلِ عَلَى الْبَائِعِ وَالْمُعْطِي | ۱۲۲ |
| ۲۸۶ | بَاب مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْكَيْلِ | ۱۲۴ |
| ۲۸۶ | بَاب بَرَكَةِ صَاعِ النَّبِيِّ ﷺ وَمُدِّهِ | ۱۲۶ |
| ۲۸۶ | بَاب مَا يُذْكَرُ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ وَالْحُكْرَةِ | ۱۲۷ |
| ۲۸۶ | بَاب بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ وَبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ | ۱۳۱ |
| ۲۸۶ | بَاب مَنْ رَأَى إِذَا اشْتَرَى طَعَامًا جِزَافًا أَنْ لَا يَبِيعَهُ | ۱۳۳ |
| ۲۸۷ | بَاب إِذَا اشْتَرَى مَتَاعًا أَوْ دَابَّةً فَوَضَعَهُ عِنْدَ الْبَائِعِ | ۱۳۴ |
| ۲۸۷ | بَاب لَا يَبِيعُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا يَسُومُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ | ۱۳۶ |
| ۲۸۷ | بَاب بَيْعِ الْمُزَايَدَةِ | ۱۳۹ |
| ۲۸۷ | بَاب النَّجْشِ | ۱۴۱ |
| ۲۸۷ | بَاب بَيْعِ الْغَرَرِ وَحَبَلِ الْحَبَلَةِ | ۱۴۲ |
| ۲۸۷ | بَاب بَيْعِ الْمُلَامَسَةِ | ۱۴۴ |
| ۲۸۷ | بَاب بَيْعِ الْمُنَابَذَةِ | ۱۴۵ |
| ۲۸۸ | بَاب النَّهْيِ لِلْبَائِعِ أَنْ لَا يُحَفِّلَ الْإِبِلَ وَالْبَقَرَ وَالْغَنَمَ | ۱۴۶ |
| ۲۸۸ | بَاب إِنْ شَاءَ رَدَّ الْمُصَرَّاةَ وَفِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِنَ التَّمْرِ | ۱۵۶ |
| ۲۸۸ | بَاب بَيْعِ الْعَبْدِ الزَّانِي | ۱۵۷ |
| ۲۸۸ | بَاب الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ مَعَ النِّسَاءِ | ۱۶۰ |
| ۲۸۹ | بَاب هَلْ يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِغَيْرِ أَجْرٍ وَهَلْ يُعِينُهُ أَوْ يَنْصَحُهُ | ۱۶۱ |
| ۲۸۹ | بَاب مَنْ كَرِهَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِأَجْرٍ | ۱۶۳ |
| ۲۸۹ | بَاب لَا يَشْتَرِي حَاضِرٌ لِبَادٍ بِالسَّمْسَرَةِ | ۱۶۳ |
| ۲۸۹ | بَاب النَّهْيِ عَنْ تَلَقِّي الرُّكْبَانِ | ۱۶۴ |
| ۲۸۹ | بَاب مُنْتَهَى التَّلَقِّي | ۱۶۷ |
| ۲۹۰ | بَاب إِذَا اشْتَرَطَ فِي الْبَيْعِ شُرُوطًا لَا تَحِلُّ | ۱۶۸ |
| ۲۹۰ | بَاب بَيْعِ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ | ۱۷۲ |
| ۲۹۰ | بَاب بَيْعِ الزَّبِيبِ بِالزَّبِيبِ وَالطَّعَامِ بِالطَّعَامِ | ۱۷۳ |

Maktaba Tul Ishaat.com




| | | |
|---|---|---|
| ۲۹۰ | بَاب بَيْعِ الشَّعِيرِ بِالشَّعِيرِ | ۱۷۴ |
| ۲۹۰ | بَاب بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ | ۱۷۵ |
| ۲۹۰ | بَاب بَيْعِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ | ۱۷۵ |
| ۲۹۱ | بَاب بَيْعِ الدِّينَارِ بِالدِّينَارِ نَسَاءً | ۱۷۷ |
| ۲۹۱ | بَاب بَيْعِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسِيئَةً | ۱۸۱ |
| ۲۹۱ | بَاب بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ يَدًا بِيَدٍ | ۱۸۱ |
| ۲۹۱ | بَاب بَيْعِ الْمُزَابَنَةِ | ۱۸۲ |
| ۲۹۱ | بَاب بَيْعِ الثَّمَرِ عَلَى رُؤُوسِ النَّخْلِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ | ۱۸۹ |
| ۲۹۲ | بَاب تَفْسِيرِ الْعَرَايَا | ۱۹۱ |
| ۲۹۲ | بَاب بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا | ۱۹۴ |
| ۲۹۲ | بَاب بَيْعِ النَّخْلِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا | ۱۹۹ |
| ۲۹۳ | بَاب إِذَا بَاعَ الثِّمَارَ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا | ۲۰۰ |
| ۲۹۳ | بَاب شِرَاءِ الطَّعَامِ إِلَى أَجَلٍ | ۲۰۳ |
| ۲۹۳ | بَاب إِذَا أَرَادَ بَيْعَ تَمْرٍ بِتَمْرٍ خَيْرٍ مِنْهُ | ۲۰۳ |
| ۲۹۳ | بَاب مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ أَوْ أَرْضًا مَزْرُوعَةً أَوْ بِإِجَارَةٍ | ۲۰۴ |
| ۲۹۳ | بَاب بَيْعِ الزَّرْعِ بِالطَّعَامِ كَيْلًا | ۲۰۶ |
| ۲۹۳ | بَاب بَيْعِ النَّخْلِ بِأَصْلِهِ | ۲۰۷ |
| ۲۹۳ | بَاب بَيْعِ الْمُخَاضَرَةِ | ۲۰۷ |
| ۲۹۳ | بَاب بَيْعِ الْجُمَّارِ وَأَكْلِهِ | ۲۰۸ |
| ۲۹۴ | بَاب مَنْ أَجْرَى أَمْرَ الْأَمْصَارِ عَلَى مَا يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ | ۲۰۹ |
| ۲۹۴ | بَاب بَيْعِ الشَّرِيكِ مِنْ شَرِيكِهِ | ۲۱۲ |
| ۲۹۴ | بَاب بَيْعِ الْأَرْضِ وَالدُّورِ وَالْعُرُوضِ مُشَاعًا غَيْرَ مَقْسُومٍ | ۲۱۳ |
| ۲۹۴ | بَاب إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا لِغَيْرِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ فَرَضِيَ | ۲۱۳ |
| ۲۹۵ | بَاب الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ مَعَ الْمُشْرِكِينَ وَأَهْلِ الْحَرْبِ | ۲۱۶ |
| ۲۹۵ | بَاب شِرَاءِ الْمَمْلُوكِ مِنَ الْحَرْبِيِّ وَهِبَتِهِ وَعِتْقِهِ | ۲۱۷ |
| ۲۹۶ | بَاب جُلُودِ الْمَيْتَةِ قَبْلَ أَنْ تُدْبَغَ | ۲۲۶ |
| ۲۹۶ | بَاب قَتْلِ الْخِنْزِيرِ | ۲۲۸ |
| ۲۹۶ | بَاب لَا يُذَابُ شَحْمُ الْمَيْتَةِ وَلَا يُبَاعُ وَدَكُهُ | ۲۳۰ |

Maktaba Tul Ishaat.com




| | | |
|---|---|---|
| ۲۹۶ | بَاب بَيْعِ التَّصَاوِيرِ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا رُوحٌ وَمَا يُكْرَهُ مِنْ ذَلِكَ | ۲۳۳ |
| ۲۹۷ | بَاب تَحْرِيمِ التِّجَارَةِ فِي الْخَمْرِ | ۲۳۴ |
| ۲۹۷ | بَاب إِثْمِ مَنْ بَاعَ حُرًّا | ۲۳۴ |
| ۲۹۷ | بَاب أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْيَهُودَ بِبَيْعِ أَرَضِيهِمْ | ۲۳۵ |
| ۲۹۷ | بَاب بَيْعِ الْعَبِيدِ بِالْعَبْدِ وَالْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً | ۲۳۷ |
| ۲۹۷ | بَاب بَيْعِ الرَّقِيقِ | ۲۴۰ |
| ۲۹۷ | بَاب بَيْعِ الْمُدَبَّرِ | ۲۴۱ |
| ۲۹۷ | بَاب هَلْ يُسَافِرُ بِالْجَارِيَةِ قَبْلَ أَنْ يَسْتَبْرِئَهَا | ۲۴۳ |
| ۲۹۸ | بَاب بَيْعِ الْمَيْتَةِ وَالْأَصْنَامِ | ۲۴۵ |
| ۲۹۸ | بَاب ثَمَنِ الْكَلْبِ | ۲۴۷ |
| ۲۹۸ | كِتَاب السَّلَمِ | ۲۴۹ |
| ۲۹۸ | بَاب السَّلَمِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ | ۲۴۹ |
| ۲۹۸ | بَاب السَّلَمِ فِي وَزْنٍ مَعْلُومٍ | ۲۵۱ |
| ۲۹۹ | بَاب السَّلَمِ إِلَى مَنْ لَيْسَ عِنْدَهُ أَصْلٌ | ۲۵۳ |
| ۲۹۹ | بَاب السَّلَمِ فِي النَّخْلِ | ۲۵۷ |
| ۳۰۰ | بَاب الْكَفِيلِ فِي السَّلَمِ | ۲۵۸ |
| ۳۰۰ | بَاب الرَّهْنِ فِي السَّلَمِ | ۲۵۹ |
| ۳۰۰ | بَاب السَّلَمِ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ | ۲۶۰ |
| ۳۰۰ | بَاب السَّلَمِ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ | ۲۶۲ |
| ۳۰۰ | كِتَاب الشُّفْعَةِ | ۲۶۳ |
| ۳۰۰ | بَاب الشُّفْعَةِ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ فَلَا شُفْعَةَ | ۲۶۳ |
| ۳۰۰ | بَاب عَرْضِ الشُّفْعَةِ عَلَى صَاحِبِهَا قَبْلَ الْبَيْعِ | ۲۶۷ |
| ۳۰۰ | بَاب أَيُّ الْجِوَارِ أَقْرَبُ | ۲۷۰ |
| ۳۰۱ | فی الإجارات | ۲۷۲ |
| ۳۰۱ | بَاب اسْتِئْجَارِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ | ۲۷۲ |
| ۳۰۱ | بَاب رَعْيِ الْغَنَمِ عَلَى قَرَارِيطَ | ۲۷۵ |
| ۳۰۱ | بَاب اسْتِئْجَارِ الْمُشْرِكِينَ عِنْدَ الضَّرُورَةِ | ۲۷۶ |

Maktaba Tul Ishaat.com




| | | |
|---|---|---|
| ۳۰۱ | بَاب إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا لِيَعْمَلَ لَهُ بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ | ۲۷۸ |
| ۳۰۱ | بَاب الْأَجِيرِ فِي الْغَزْوِ | ۲۷۹ |
| ۳۰۱ | بَاب مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَبَيَّنَ لَهُ الْأَجَلَ وَلَمْ يُبَيِّنِ الْعَمَلَ | ۲۸۱ |
| ۳۰۲ | بَاب إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا عَلَى أَنْ يُقِيمَ حَائِطًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ جَازَ | ۲۸۲ |
| ۳۰۲ | بَاب الْإِجَارَةِ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ | ۲۸۲ |
| ۳۰۲ | بَاب الْإِجَارَةِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ | ۲۸۳ |
| ۳۰۲ | بَاب إِثْمِ مَنْ مَنَعَ أَجْرَ الْأَجِيرِ | ۲۸۵ |
| ۳۰۲ | بَاب الْإِجَارَةِ مِنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ | ۲۸۵ |
| ۳۰۲ | بَاب مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَتَرَكَ أَجْرَهُ | ۲۸۷ |
| ۳۰۳ | بَاب مَنْ آجَرَ نَفْسَهُ لِيَحْمِلَ عَلَى ظَهْرِهِ | ۲۸۹ |
| ۳۰۳ | بَاب أَجْرِ السَّمْسَرَةِ | ۲۹۱ |
| ۳۰۴ | بَاب هَلْ يُؤَاجِرُ الرَّجُلُ نَفْسَهُ مِنْ مُشْرِكٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ | ۲۹۲ |
| ۳۰۴ | بَاب مَا يُعْطَى فِي الرُّقْيَةِ عَلَى أَحْيَاءِ الْعَرَبِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ | ۲۹۳ |
| ۳۰۴ | بَاب ضَرِيبَةِ الْعَبْدِ وَتَعَاهُدِ ضَرَائِبِ الْإِمَاءِ | ۳۰۰ |
| ۳۰۴ | بَاب خَرَاجِ الْحَجَّامِ | ۳۰۱ |
| ۳۰۴ | بَاب مَنْ كَلَّمَ مَوَالِيَ الْعَبْدِ أَنْ يُخَفِّفُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ | ۳۰۲ |
| ۳۰۴ | بَاب كَسْبِ الْبَغِيِّ وَالْإِمَاءِ | ۳۰۳ |
| ۳۰۵ | بَاب عَسْبِ الْفَحْلِ | ۳۰۴ |
| ۳۰۵ | بَاب إِذَا اسْتَأْجَرَ أَرْضًا فَمَاتَ أَحَدُهُمَا | ۳۰۵ |
| ۳۰۵ | (کتاب الحوالة) | ۳۰۸ |
| ۳۰۵ | بَاب فِي الْحَوَالَةِ وَهَلْ يَرْجِعُ فِي الْحَوَالَةِ | ۳۰۸ |
| ۳۰۵ | بَاب إِذَا أَحَالَ عَلَى مَلِيٍّ فَلَيْسَ لَهُ رَدٌّ | ۳۱۲ |
| ۳۰۵ | بَاب إِذَا أَحَالَ دَيْنَ الْمَيِّتِ عَلَى رَجُلٍ جَازَ | ۳۱۴ |
| ۳۰۵ | کتاب الکفالة | ۳۱۶ |
| ۳۰۵ | بَاب الْكَفَالَةِ فِي الْقَرْضِ وَالدُّيُونِ بِالْأَبْدَانِ وَغَيْرِهَا | ۳۱۶ |
| ۳۰۶ | بَاب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ | ۳۲۲ |
| ۳۰۶ | بَاب مَنْ تَكَفَّلَ عَنْ مَيِّتٍ دَيْنًا فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ | ۳۲۵ |

Maktaba Tul Ishaat.com




| | | |
|---|---|---|
| ۳۰۷ | بَابُ جِوَارِ أَبِي بَكْرٍ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم وَعَقْدِهِ | ۳۲۷ |
| ۳۰۸ | كِتَابُ الْوَكَالَةِ | ۳۳۵ |
| ۳۰۸ | بَابُ وَكَالَةِ الشَّرِيكِ الشَّرِيكَ فِي الْقِسْمَةِ وَغَيْرِهَا | ۳۳۵ |
| ۳۰۸ | بَابُ إِذَا وَكَّلَ الْمُسْلِمُ حَرْبِيًّا فِي دَارِ الْحَرْبِ | ۳۳۷ |
| ۳۰۸ | بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الصَّرْفِ وَالْمِيزَانِ | ۳۴۰ |
| ۳۰۸ | بَابُ إِذَا أَبْصَرَ الرَّاعِي أَوِ الْوَكِيلُ شَاةً تَمُوتُ أَوْ شَيْئًا يَفْسُدُ | ۳۴۲ |
| ۳۰۹ | بَابُ وَكَالَةِ الشَّاهِدِ وَالْغَائِبِ جائزة | ۳۴۳ |
| ۳۰۹ | بَابُ الْوَكَالَةِ فِي قَضَاءِ الدُّيُونِ | ۳۴۵ |
| ۳۰۹ | بَابُ إِذَا وَهَبَ شَيْئًا لِوَكِيلٍ أَوْ شَفِيعِ قَوْمٍ جَازَ | ۳۴۶ |
| ۳۰۹ | بَابُ إِذَا وَكَّلَ رَجُلًا أَنْ يُعْطِيَ شَيْئًا وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ يُعْطِي | ۳۴۸ |
| ۳۱۰ | بَابُ وَكَالَةِ الْمَرْأَةِ الْإِمَامَ فِي النِّكَاحِ | ۳۵۱ |
| ۳۱۰ | بَابُ إِذَا وَكَّلَ رَجُلًا فَتَرَكَ الْوَكِيلُ شَيْئًا | ۳۵۲ |
| ۳۱۰ | بَابُ إِذَا بَاعَ الْوَكِيلُ شَيْئًا فَاسِدًا فَبَيْعُهُ مَرْدُودٌ | ۳۵۸ |
| ۳۱۱ | بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْوَقْفِ وَنَفَقَتِهِ | ۳۵۹ |
| ۳۱۱ | بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْحُدُودِ | ۳۶۰ |
| ۳۱۱ | بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْبُدْنِ وَتَعَاهُدِهَا | ۳۶۱ |
| ۳۱۱ | بَابُ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِوَكِيلِهِ ضَعْهُ حَيْثُ أَرَاكَ الله | ۳۶۲ |
| ۳۱۱ | بَابُ وَكَالَةِ الْأَمِينِ فِي الْخِزَانَةِ وَنَحْوِهَا | ۳۶۳ |
| ۳۱۱ | أبواب الحرث والمزارعة | ۳۶۴ |
| ۳۱۱ | بَابُ فَضْلِ الزَّرْعِ وَالْغَرْسِ إِذَا أُكِلَ مِنْهُ | ۳۶۴ |
| ۳۱۲ | بَابُ مَا يُحَذَّرُ مِنْ عَوَاقِبِ الِاشْتِغَالِ بِآلَةِ الزَّرْعِ | ۳۶۶ |
| ۳۱۲ | بَابُ اقْتِنَاءِ الْكَلْبِ لِلْحَرْثِ | ۳۶۷ |
| ۳۱۲ | بَابُ اسْتِعْمَالِ الْبَقَرِ لِلْحِرَاثَةِ | ۳۶۹ |
| ۳۱۲ | بَابُ إِذَا قَالَ اكْفِنِي مَؤُنَةَ النَّخْلِ أَوْ غَيْرِهِ وَتُشْرِكُنِي فِي الثَّمَرِ | ۳۷۱ |
| ۳۱۲ | بَابُ قَطْعِ الشَّجَرِ وَالنَّخْلِ | ۳۷۳ |
| ۳۱۲ | بَاب | ۳۷۵ |
| ۳۱۳ | بَابُ الْمُزَارَعَةِ بِالشَّطْرِ وَنَحْوِهِ | ۳۷۷ |

Maktaba Tul Ishaat.com




| | | |
|---|---|---|
| ۳۱۳ | بَاب إِذَا لَمْ يَشْتَرِطِ السِّنِينَ فِي الْمُزَارَعَةِ | ۳۸۱ |
| ۳۱۳ | بَاب | ۳۸۲ |
| ۳۱۳ | بَاب الْمُزَارَعَةِ مَعَ الْيَهُودِ | ۳۸۴ |
| ۳۱۳ | بَاب مَا يُكْرَهُ مِنَ الشُّرُوطِ فِي الْمُزَارَعَةِ | ۳۸۴ |
| ۳۱۳ | بَاب إِذَا زَرَعَ بِمَالِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ وَكَانَ فِي ذٰلِكَ صَلَاحٌ لَهُمْ | ۳۸۵ |
| ۳۱۴ | بَاب أَوْقَافِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم وَأَرْضِ الْخَرَاجِ | ۳۸۷ |
| ۳۱۴ | بَاب مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَوَاتًا | ۳۸۹ |
| ۳۱۴ | بَاب | ۳۹۲ |
| ۳۱۴ | بَاب إِذَا قَالَ رَبُّ الْأَرْضِ أُقِرُّكَ مَا أَقَرَّكَ اللهُ | ۳۹۴ |
| ۳۱۵ | بَاب مَا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم يُوَاسِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا | ۳۹۵ |
| ۳۱۵ | بَاب كِرَاءِ الْأَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ | ۳۹۸ |
| ۳۱۵ | بَاب | ۴۰۰ |
| ۳۱۶ | بَاب مَا جَاءَ فِي الْغَرْسِ | ۴۰۱ |
| ۳۱۶ | كتاب المساقاة | ۴۰۴ |
| ۳۱۶ | بَاب فِي الشُّرْبِ | ۴۰۵ |
| ۳۱۷ | بَاب مَنْ قَالَ إِنَّ صَاحِبَ الْمَاءِ أَحَقُّ بِالْمَاءِ حَتَّى يَرْوَى | ۴۰۷ |
| ۳۱۷ | بَاب مَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِي مِلْكِهِ لَمْ يَضْمَنْ | ۴۱۰ |
| ۳۱۷ | بَاب الْخُصُومَةِ فِي الْبِئْرِ وَالْقَضَاءِ فِيهَا | ۴۱۰ |
| ۳۱۷ | بَاب إِثْمِ مَنْ مَنَعَ ابْنَ السَّبِيلِ مِنَ الْمَاءِ | ۴۱۱ |
| ۳۱۷ | بَاب سَكْرِ الْأَنْهَارِ | ۴۱۲ |
| ۳۱۸ | بَاب شِرْبِ الْأَعْلَى قَبْلَ الْأَسْفَلِ | ۴۱۴ |
| ۳۱۸ | بَاب شِرْبِ الْأَعْلَى إِلَى الْكَعْبَيْنِ | ۴۱۵ |
| ۳۱۸ | بَاب فَضْلِ سَقْيِ الْمَاءِ | ۴۱۶ |
| ۳۱۸ | بَاب مَنْ رَأَى أَنَّ صَاحِبَ الْحَوْضِ وَالْقِرْبَةِ أَحَقُّ بِمَائِهِ | ۴۱۷ |
| ۳۱۹ | بَاب لَا حِمَى إِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ صلى الله عليه وآله وسلم | ۴۲۱ |
| ۳۱۹ | بَاب شُرْبِ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ مِنَ الْأَنْهَارِ | ۴۲۲ |
| ۳۱۹ | بَاب بَيْعِ الْحَطَبِ وَالْكَلَإِ | ۴۲۵ |
| ۳۲۰ | بَاب الْقَطَائِعِ | ۴۲۹ |

Maktaba Tul Ishaat.com




| | | |
|---|---|---|
| ۳۲۰ | بَاب كِتَابَةِ الْقَطَائِعِ | ۴۳۱ |
| ۳۲۰ | بَاب حَلَبِ الْإِبِلِ عَلَى الْمَاءِ | ۴۳۱ |
| ۳۲۰ | بَاب الرَّجُلِ يَكُونُ لَهُ مَمَرٌّ أَوْ شِرْبٌ فِي حَائِطٍ أَوْ فِي نَخْلٍ | ۴۳۲ |
| ۳۲۱ | كِتَاب فِي الِاسْتِقْرَاضِ وَأَدَاءِ الدُّيُونِ وَالْحَجْرِ وَالتَّفْلِيسِ | ۴۳۶ |
| ۳۲۱ | بَاب مَنْ اشْتَرَى بِالدَّيْنِ وَلَيْسَ عِنْدَهُ ثَمَنُهُ أَوْ لَيْسَ بِحَضْرَتِهِ | ۴۳۷ |
| ۳۲۱ | بَاب مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَهَا أَوْ إِتْلَافَهَا | ۴۳۸ |
| ۳۲۱ | بَاب أَدَاءِ الدُّيُونِ | ۴۳۹ |
| ۳۲۱ | بَاب اسْتِقْرَاضِ الْإِبِلِ | ۴۴۲ |
| ۳۲۱ | بَاب حُسْنِ التَّقَاضِي | ۴۴۳ |
| ۳۲۲ | بَاب هَلْ يُعْطَى أَكْبَرَ مِنْ سِنِّهِ | ۴۴۴ |
| ۳۲۲ | بَاب حُسْنِ الْقَضَاءِ | ۴۴۶ |
| ۳۲۲ | بَاب إِذَا قَضَى دُونَ حَقِّهِ أَوْ حَلَّلَهُ فَهُوَ جَائِزٌ | ۴۴۶ |
| ۳۲۲ | بَاب إِذَا قَاصَّ أَوْ جَازَفَهُ فِي الدَّيْنِ تَمْرًا بِتَمْرٍ أَوْ غَيْرِهِ | ۴۴۷ |
| ۳۲۲ | بَاب مَنْ اسْتَعَاذَ مِنَ الدَّيْنِ | ۴۴۹ |
| ۳۲۳ | بَاب الصَّلَاةِ عَلَى مَنْ تَرَكَ دَيْنًا | ۴۵۰ |
| ۳۲۳ | بَاب مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ | ۴۵۱ |
| ۳۲۳ | بَاب لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالٌ | ۴۵۲ |
| ۳۲۳ | بَاب إِذَا وَجَدَ مَالَهُ عِنْدَ مُفْلِسٍ | ۴۵۳ |
| ۳۲۳ | بَاب مَنْ أَخَّرَ الْغَرِيمَ إِلَى الْغَدِ أَوْ نَحْوِهِ وَلَمْ يَرَ ذَلِكَ مَطْلًا | ۴۵۶ |
| ۳۲۳ | بَاب مَنْ بَاعَ مَالَ الْمُفْلِسِ أَوِ الْمُعْدِمِ فَقَسَمَهُ بَيْنَ الْغُرَمَاءِ | ۴۵۶ |
| ۳۲۳ | بَاب إِذَا أَقْرَضَهُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى أَوْ أَجَّلَهُ فِي الْبَيْعِ | ۴۵۸ |
| ۳۲۴ | بَاب الشَّفَاعَةِ فِي وَضْعِ الدَّيْنِ | ۴۵۹ |
| ۳۲۴ | بَاب مَا يُنْهَى عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ | ۴۶۱ |
| ۳۲۴ | بَاب الْعَبْدُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَلَا يَعْمَلُ إِلَّا بِإِذْنِهِ | ۴۶۴ |
| ۳۲۴ | كتاب الخصومات | ۴۶۵ |
| ۳۲۴ | بَاب مَا يُذْكَرُ فِي الْإِشْخَاصِ وَالْخُصُومَةِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْيَهُودِ | ۴۶۵ |
| ۳۲۵ | بَاب مَنْ رَدَّ أَمْرَ السَّفِيهِ وَالضَّعِيفِ الْعَقْلِ | ۴۷۴ |

Maktaba Tul Ishaat.com




| | | |
|---|---|---|
| ۳۲۶ | بَاب كَلَامِ الْخُصُومِ بَعْضِهِمْ فِي بَعْضٍ | ۴۷۷ |
| ۳۲۶ | بَاب إِخْرَاجِ أَهْلِ الْمَعَاصِي وَالْخُصُومِ مِنَ الْبُيُوتِ بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ | ۴۸۰ |
| ۳۲۶ | بَاب دَعْوَى الْوَصِيِّ لِلْمَيِّتِ | ۴۸۱ |
| ۳۲۶ | بَاب التَّوَثُّقِ مِمَّنْ تُخْشَى مَعَرَّتُهُ | ۴۸۲ |
| ۳۲۷ | بَاب الرَّبْطِ وَالْحَبْسِ فِي الْحَرَمِ | ۴۸۳ |
| ۳۲۷ | بَاب فِي الْمُلَازَمَةِ | ۴۸۵ |
| ۳۲۷ | بَاب التَّقَاضِي | ۴۸۵ |
| ۳۲۷ | كِتَاب فِي اللُّقَطَةِ | ۴۸۷ |
| ۳۲۷ | بَاب إِذَا أَخْبَرَهُ رَبُّ اللُّقَطَةِ بِالْعَلَامَةِ دَفَعَ إِلَيْهِ | ۴۸۷ |
| ۳۲۷ | بَاب ضَالَّةِ الْإِبِلِ | ۴۹۱ |
| ۳۲۷ | بَاب ضَالَّةِ الْغَنَمِ | ۴۹۲ |
| ۳۲۸ | بَاب إِذَا لَمْ يُوجَدْ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ فَهِيَ لِمَنْ وَجَدَهَا | ۴۹۳ |
| ۳۲۸ | بَاب إِذَا وَجَدَ خَشَبَةً فِي الْبَحْرِ أَوْ سَوْطًا أَوْ نَحْوَهُ | ۴۹۴ |
| ۳۲۸ | بَاب إِذَا وَجَدَ تَمْرَةً فِي الطَّرِيقِ | ۴۹۵ |
| ۳۲۸ | بَاب كَيْفَ تُعَرَّفُ لُقَطَةُ أَهْلِ مَكَّةَ | ۴۹۶ |
| ۳۲۹ | بَاب لَا تُحْتَلَبُ مَاشِيَةُ أَحَدٍ بِغَيْرِ إِذْنٍ | ۴۹۸ |
| ۳۲۹ | بَاب إِذَا جَاءَ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ رَدَّهَا عَلَيْهِ | ۴۹۹ |
| ۳۲۹ | بَاب هَلْ يَأْخُذُ اللُّقَطَةَ وَلَا يَدَعُهَا تَضِيعُ | ۵۰۰ |
| ۳۲۹ | بَاب مَنْ عَرَّفَ اللُّقَطَةَ وَلَمْ يَدْفَعْهَا إِلَى السُّلْطَانِ | ۵۰۱ |
| ۳۲۹ | بَاب | ۵۰۱ |
| ۳۳۰ | أبواب الْمَظَالِمِ والقِصَاصِ | ۵۰۳ |
| ۳۳۰ | بَاب فِي الْمَظَالِمِ وَالْغَصْبِ | ۵۰۴ |
| ۳۳۰ | بَاب قِصَاصِ الْمَظَالِمِ | ۵۰۵ |
| ۳۳۰ | بَاب قَوْلِ اللهِ تَعَالَى أَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظَّالِمِينَ | ۵۰۷ |
| ۳۳۰ | بَاب لَا يَظْلِمُ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ وَلَا يُسْلِمُهُ | ۵۰۹ |
| ۳۳۰ | بَاب أَعِنْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا | ۵۱۰ |
| ۳۳۱ | بَاب نَصْرِ الْمَظْلُومِ | ۵۱۱ |

Maktaba Tul Ishaat.com




| | | |
|---|---|---|
| ۳۳۱ | بَابُ الْاِنْتِصَارِ مِنَ الظَّالِمِ | ۵۱۲ |
| ۳۳۱ | بَابُ عَفْوِ الْمَظْلُومِ | ۵۱۳ |
| ۳۳۱ | بَابٌ الظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ | ۵۱۳ |
| ۳۳۱ | بَابُ الْاِتِّقَاءِ وَالْحَذَرِ مِنْ دَعْوَةِ الْمَظْلُومِ | ۵۱۴ |
| ۳۳۱ | بَابُ مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ عِنْدَ الرَّجُلِ فَحَلَّلَهَا لَهُ | ۵۱۴ |
| ۳۳۱ | بَابُ إِذَا حَلَّلَهُ مِنْ ظُلْمِهِ فَلَا رُجُوعَ فِيهِ | ۵۱۵ |
| ۳۳۱ | بَابُ إِذَا أَذِنَ لَهُ أَوْ أَحَلَّهُ وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ هُوَ | ۵۱۶ |
| ۳۳۱ | بَابُ إِثْمِ مَنْ ظَلَمَ شَيْئًا مِنَ الْأَرْضِ | ۵۱۷ |
| ۳۳۲ | بَابُ إِذَا أَذِنَ إِنْسَانٌ لِآخَرَ شَيْئًا جَازَ | ۵۱۹ |
| ۳۳۲ | بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ | ۵۲۰ |
| ۳۳۲ | بَابُ إِثْمِ مَنْ خَاصَمَ فِي بَاطِلٍ وَهُوَ يَعْلَمُهُ | ۵۲۱ |
| ۳۳۲ | بَابُ إِذَا خَاصَمَ فَجَرَ | ۵۲۲ |
| ۳۳۲ | بَابُ قِصَاصِ الْمَظْلُومِ إِذَا وَجَدَ مَالَ ظَالِمِهِ | ۵۲۲ |
| ۳۳۳ | بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّقَائِفِ | ۵۲۶ |
| ۳۳۳ | بَابُ لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَهُ فِي جِدَارِهِ | ۵۲۶ |
| ۳۳۳ | بَابُ صَبِّ الْخَمْرِ فِي الطَّرِيقِ | ۵۲۸ |
| ۳۳۳ | بَابُ أَفْنِيَةِ الدُّورِ وَالْجُلُوسِ فِيهَا وَالْجُلُوسِ عَلَى الصُّعُدَاتِ | ۵۲۹ |
| ۳۳۳ | بَابُ الْآبَارِ عَلَى الطُّرُقِ إِذَا لَمْ يُتَأَذَّ بِهَا | ۵۳۰ |
| ۳۳۴ | بَابُ إِمَاطَةِ الْأَذَى | ۵۳۱ |
| ۳۳۴ | بَابُ الْغُرْفَةِ وَالْعُلِّيَّةِ الْمُشْرِفَةِ وَغَيْرِ الْمُشْرِفَةِ | ۵۳۱ |
| ۳۳۵ | بَابُ مَنْ عَقَلَ بَعِيرَهُ عَلَى الْبَلَاطِ أَوْ بَابِ الْمَسْجِدِ | ۵۴۲ |
| ۳۳۵ | بَابُ الْوُقُوفِ وَالْبَوْلِ عِنْدَ سُبَاطَةِ قَوْمٍ | ۵۴۳ |
| ۳۳۶ | بَابُ مَنْ أَخَذَ الْغُصْنَ وَمَا يُؤْذِي النَّاسَ فِي الطَّرِيقِ فَرَمَى بِهِ | ۵۴۳ |
| ۳۳۶ | بَابُ إِذَا اخْتَلَفُوا فِي الطَّرِيقِ الْمِيتَاءِ | ۵۴۴ |
| ۳۳۶ | بَابُ النُّهْبَى بِغَيْرِ إِذْنِ صَاحِبِهِ | ۵۴۴ |
| ۳۳۶ | بَابُ كَسْرِ الصَّلِيبِ وَقَتْلِ الْخِنْزِيرِ | ۵۴۸ |
| ۳۳۶ | بَابُ هَلْ تُكْسَرُ الدِّنَانُ الَّتِي فِيهَا الْخَمْرُ وَتُخَرَّقُ الزِّقَاقُ | ۵۴۹ |
| ۳۳۷ | بَابُ مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ | ۵۵۲ |

Maktaba Tul Ishaat.com




| | | |
|---|---|---|
| ۳۳۷ | بَاب إِذَا كَسَرَ قَصْعَةً أَوْ شَيْئًا لِغَيْرِهِ | ۵۵۲ |
| ۳۳۷ | بَاب إِذَا هَدَمَ حَائِطًا فَلْيَبْنِ مِثْلَهُ | ۵۵۴ |
| ۳۳۷ | (كِتَاب الشَّرِكَة) | ۵۵۶ |
| ۳۳۷ | بَاب الشَّرِكَةِ فِي الطَّعَامِ وَالنَّهْدِ وَالْعُرُوضِ | ۵۵۶ |
| ۳۳۸ | بَاب مَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا | ۵۶۱ |
| ۳۳۸ | بَاب قِسْمَةِ الْغَنَمِ | ۵۶۲ |
| ۳۳۸ | بَاب الْقِرَانِ فِي التَّمْرِ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ حَتَّى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ | ۵۶۴ |
| ۳۳۹ | بَاب تَقْوِيمِ الْأَشْيَاءِ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ بِقِيمَةِ عَدْلٍ | ۵۶۶ |
| ۳۳۹ | بَاب هَلْ يُقْرَعُ فِي الْقِسْمَةِ وَالِاسْتِهَامِ فِيهِ | ۵۶۸ |
| ۳۳۹ | بَاب شَرِكَةِ الْيَتِيمِ وَأَهْلِ الْمِيرَاثِ | ۵۶۹ |
| ۳۳۹ | بَاب الشَّرِكَةِ فِي الْأَرَضِينَ وَغَيْرِهَا | ۵۷۲ |
| ۳۳۹ | بَاب إِذَا اقْتَسَمَ الشُّرَكَاءُ الدُّورَ وَغَيْرَهَا | ۵۷۳ |
| ۳۳۹ | بَاب الِاشْتِرَاكِ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمَا يَكُونُ فِيهِ الصَّرْفُ | ۵۷۴ |
| ۳۴۰ | بَاب مُشَارَكَةِ الذِّمِّيِّ وَالْمُشْرِكِينَ فِي الْمُزَارَعَةِ | ۵۷۵ |
| ۳۴۰ | بَاب قِسْمَةِ الْغَنَمِ وَالْعَدْلِ فِيهَا | ۵۷۵ |
| ۳۴۰ | بَاب الشَّرِكَةِ فِي الطَّعَامِ وَغَيْرِهِ | ۵۷۶ |
| ۳۴۰ | بَاب الشَّرِكَةِ فِي الرَّقِيقِ | ۵۷۸ |
| ۳۴۰ | بَاب الِاشْتِرَاكِ فِي الْهَدْيِ وَالْبُدْنِ | ۵۷۸ |
| ۳۴۱ | بَاب مَنْ عَدَلَ عَشْرًا مِنَ الْغَنَمِ بِجَزُورٍ فِي الْقَسْمِ | ۵۸۱ |
| ۳۴۱ | كِتَاب الرَّهْنِ | ۵۸۳ |
| ۳۴۱ | بَاب فِي الرَّهْنِ فِي الْحَضَرِ | ۵۸۳ |
| ۳۴۱ | بَاب مَنْ رَهَنَ دِرْعَهُ | ۵۸۴ |
| ۳۴۱ | بَاب رَهْنِ السِّلَاحِ | ۵۸۵ |
| ۳۴۱ | بَاب الرَّهْنُ مَرْكُوبٌ وَمَحْلُوبٌ | ۵۸۶ |
| ۳۴۲ | بَاب الرَّهْنِ عِنْدَ الْيَهُودِ وَغَيْرِهِمْ | ۵۸۹ |
| ۳۴۲ | بَاب إِذَا اخْتَلَفَ الرَّاهِنُ وَالْمُرْتَهِنُ وَنَحْوُهُ | ۵۸۹ |

Maktaba Tul Ishaat.com



# عرض مرتب

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمدلله الذی بیده أزمّة الأمور، وبه تنحلّ العُقَدُ وتنشرح الصدور، والصلوة والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین إلی ممرّ الدهور، وعلی آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلی انقضاء العصور۔

أما بعد: اللہ تعالیٰ کا بے انتہا کرم و احسان ہے کہ محض اس کی توفیق سے الفیض الجاری جلد ہشتم (جو کتاب البیوع سے شروع ہو کر کتاب الرھن کے مباحث پر پوری ہو رہی ہے) تکمیل پذیر ہوئی۔

استاذ مکرم محدث العصر حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ اس دور کے اساتذۂ محققین اور علماء ربانیین میں تھے، آپ کا درس بخاری اپنے دور کا شہرۂ آفاق درس تھا، ہر سال متعدد فضلاء اپنے یہاں کے مدارس عربیہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر مظاہر علوم میں حضرت سے بخاری شریف پڑھنے آتے تھے، آپ کا درس جامع اور مدلل اور انتہائی محقق ہوتا تھا، حدیث کی شرح، رجال پر کلام، شراح کے اقوال اور خود اپنی عالمانہ اور ناقدانہ رائے پیش فرماتے، اور ہر سال ہی ذہین اور زود قلم طلبہ ان دروس کو ضبط تحریر میں لاتے۔

یہ جلد بیوع اور اس کے متعلقات پر مشتمل ہے، چونکہ عموماً بیوع کے مسائل اور اس کے قواعد اور اصول کا معاملاتی دنیا میں استعمال کم ہوتا ہے اس لئے بعض مرتبہ طلبہ کو اس کے سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے، کوشش کی گئی ہے کہ عناوین قائم کر کے یا پیراگراف بدل بدل کر یا قومہ لگا کر بات کو واضح کیا جائے۔

چونکہ الفیض الجاری کی جلدوں کی تعداد اور صفحات کی ضخامت بڑھتی جارہی ہے اور اہل علم خاص طور سے طلبہ کے لئے بہت سی جلدوں والی شرح کا خریدنا ان کو زیر بار کرتا ہے، اور یہ ضخامت متن بخاری اور اس کے ترجمہ کو مسلسل لکھنے سے ہو رہی ہے جبکہ حضرۃ الاستاذ بھی شرح کرتے ہوئے مشکل الفاظ کا ترجمہ کرتے ہی ہیں اس لئے اب اختصار کے پیش نظر حسب ذیل ترتیب اختیار کی جارہی ہے۔

(۱) جو روایت پہلی مرتبہ آئی ہے صرف اسی کا ترجمہ لکھا گیا۔

(۲) روایت اگر پہلے مع ترجمہ گزر چکی تو اس کا حوالہ لکھ دیا گیا۔

Maktaba Tul Ishaat.com



(۳) کبھی حوالہ لکھے بغیر بھی ترجمہ حذف کیا گیا تاکہ ایک سطر بچ جائے۔

(۴) کبھی روایت پہلی مرتبہ آئی مگر ترجمہ آسان ہے تب بھی ترجمہ حذف کر دیا گیا۔

(۵) کبھی ایک باب میں ایک مضمون کی کئی روایات ہوں جس کا ترجمہ تقریباً برابر سا ہو تو ایک روایت کا ترجمہ کر کے باقی کا ترجمہ حذف کر دیا گیا۔

جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا گیا کہ یہ سن ۱۹۸۲ء کا درس ہے جو کتاب المواقیت سے طبع ہو رہا ہے، ساتھ ہی اس میں جگہ جگہ اس تقریر سے بھی استفادہ کیا جارہا ہے جو سن ۱۹۹۶ء میں ضبط کی گئی اور جسے محترم مولانا رشید احمد (مقیم بلیک برن، یوکے) ابن حضرت مولانا ہاشم جوگواڑی مدظلہ نے کاغذ پر منتقل کیا ہے اور ہمیں حضرت مفتی شبیر صاحب مدظلہ کے ذریعہ ملی ہے۔

اس جلد میں ہم نے تبرکاً حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودرویؒ سابق رئیس دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر کا مضمون شامل کتاب کیا جو حضرۃ الاستاذ کے خصوصی کمالات کے بیان پر مشتمل ہے، ثانیاً ممتاز صاحب علم و قلم حضرت مولانا بدرالحسن قاسمی صاحب زید مجدہ (مقیم کویت) کا مضمون برائے تعارفِ کتاب شامل کیا جو خود حضرۃ الاستاذ کے فرمان پر تحقیقی نظر رکھتے ہیں ان کا تحریر کردہ تعارف اور ذکر خیر خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔

آخر میں اپنے تمام محسنین و متعلقین، دوست و احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے کسی بھی طرح اس میں ہمارا تعاون فرمایا، اللہ تعالیٰ محض اپنے کرم سے اس علمی سلسلہ کو قبول فرمائیں اور ہمت و توفیق عطا فرمائیں۔

تمام قارئین سے درخواست ہے کہ حضرۃ الاستاذ کی مغفرت تامہ اور درجات عالیہ میں ترقی کی دعاء فرمائیں اور مرتب کے حق میں خیر و عافیت اور بالخصوص اس سلسلہ کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے اور اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہونے کی ضرور دعاء کریں، واجرھم علی اللہ۔

والسلام　محمد ایوب سورتی عفا اللہ عنہ

خادم حدیث نبوی دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر، سورت

وخادم مجلس دعوۃ الحق یوکے، ودعوۃ الحق سورت، گجرات

۱۰/ محرم الحرام ۱۴۴۶ ہجری، ۱۶/ جولائی ۲۰۲۴ء

Maktaba Tul Ishaat.com



# حضرت شیخ محمد یونس صاحب جونپوریؒ کی عظمت کا راز

از حضرت مولانا عبد اللہ کاپودرویؒ

(شروع کا مضمون حذف کر کے)

(۱) حضرت شیخ پوری زندگی اپنے تمام اساتذہ اور بطور خاص اپنے ابتدائی اساتذۂ کرام کے احسان مند رہے، عالم اسلام کے ممتاز محدثین کی صف میں نمایاں مقام پالینے کے باوجود آپ ہمیشہ اپنی نجی اور درسی مجالس میں بڑے والہانہ اور عقیدت مندانہ انداز میں اپنے ابتدائی دور کے اساتذہ حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ، حضرت مولانا عبد الحلیم صاحبؒ وغیرہ کا تذکرہ کیا کرتے تھے، اسی طرح حضرت قاری صدیق صاحب باندویؒ کے ساتھ نیاز مندانہ ربط اور ان کے بعد ان کی اولاد کے ساتھ بھی آپ نے مخلصانہ اور خیر خواہانہ تعلق تادم حیات باقی رکھا اور ان بزرگوں کے اداروں کا بھی موقع بہ موقع تعاون فرماتے رہے اور اخیر عمر تک اپنے محسنین کے ایصال ثواب کے خاطر بکثرت صدقہ کرتے رہے، یہ تو وقت کے امیر المؤمنین فی الحدیث کا رویہ ہے، دوسری طرف ہمارے نوخیز فضلاء کی روش یہ ہے کہ ابتدائی اساتذہ تو کجا اپنے بڑے اساتذۂ کرام کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔

ے "پرانی راہ کیا چھوٹی کہ اب منزل نہیں ملتی"

(۲) مولانا مرحوم کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ مظاہر علوم سہارنپور میں آکر آپ نے اپنے اکابر خصوصًا حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی ذات میں اپنے آپ کو مٹا کر رکھ دیا تھا، آپ ایک غلام بے دام کی طرح اپنے وجود کو حوالے کر کے ان قدسی نفوس آقاؤں کے آستانے پر پڑ گئے تھے، اور "سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے" کی عملی تصویر بن گئے تھے، حتی کہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے ساتھ اپنے علمی اختلافات کے باب میں بھی انتہائی حزم واحتیاط سے کام لیا اور آپ کی محققانہ طبع رسا سوء ادب کی خارزار وادیوں سے کوسوں دور رہی، اس خود سپردگی اور فنائیت و بے نفسی کا نتیجہ تھا کہ ان دونوں بزرگوں کے علمی و عرفانی چشمے اپنے پورے بہاؤ اور وفور کے ساتھ حضرت شیخ علیہ الرحمہ کی طرف رواں دواں ہو گئے تھے جس کے اثرات عالم آشکارا ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com



مٹادے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے    کہ دانہ خاک میں مل کر گل وگلزار ہوتا ہے

(سید محمد مست کلکتوی)

(۳) اس محدث کبیر کی عظمتِ پائدار کا تیسرا راز اس راقم کے ناقص خیال میں حضرت مسیح الامتؒ کے ساتھ آپ کا نیاز مندانہ تعلق اور ان کے در پر رابطے کی حاضری ہے، بندے کے فرزند مولوی محمد سلمہ (جو جلال آباد میں ایک مدت مقیم رہے اور حضرتؒ سے نیاز مندانہ تعلق رکھتے تھے) نے بندے سے ذکر کیا کہ حضرت مرحوم اس زمانہ میں جب کہ آپ مسند حدیث پر جلوہ افروز ہو چکے تھے سہارنپور سے بذریعہ بس تنہا سفر کر کے جلال آباد حاضر ہوتے تھے اور کبھی کبھی کثرت ازدحام کی وجہ سے تقریباً دو گھنٹے کا یہ سفر کھڑے کھڑے طے کرتے، سراپا پیاس اور شوق بن کر حضرت مسیح الامتؒ کی مجلس میں پروانہ وار شریک ہوتے، اپنی تمام تر محدثانہ شان کو بالائے طاق رکھ کر حضرت مسیح الامت کے بالکل سامنے مجسمۂ ادب بن کر تا ختمِ مجلس بیٹھے رہتے، خدا ہی جانتا ہے کہ تھانوی انوار و معارف سے بھرپور گنجینۂ روحانیت و معرفت نے آپ کے دل میں کیا کچھ انڈیل دیا ہوگا۔

جس قلب کی آہوں نے دل پھونک دیئے لاکھوں    اس قلب میں یا اللہ کیا آگ بھری ہوگی

(۴) شیخؒ کی عظمت کا چوتھا راز حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ وہ والہانہ تعلق اور فداکارانہ محبت ہے جو آپ کے رگ وریشے میں سرایت کر گئی تھی، اسی شدت تعلق کا نتیجہ تھا کہ اتباع سنت آپ کی طبیعتِ ثانیہ بن چکی تھی اور درود پاک آپ کا وظیفۂ حیات، خود بھی اس کا بڑا اہتمام فرماتے اور اپنے شاگردوں، مریدوں کو بھی بار بار درود پاک کی تاکید فرماتے، اور بارہا آپ کو یہ کہتے سنا گیا کہ "بھائی! ہم نے جو کچھ پایا ہے درود پاک کی بدولت پایا ہے"۔

یہ چند احساسات تھے جو ایک امانت خیال کرتے ہوئے حوالۂ قرطاس کر دیئے گئے ہیں ورنہ جہاں تک حضرت کی عظیم شخصیت کا تعلق ہے تو "سفینہ چاہئے اس بحرِ بے کراں کے لئے"، اصحابِ قلم جس قدر غور وخوض کرتے جائیں گے اس نابغۂ روزگار ہستی کی عظمت وبلندی کی پرتیں اٹھتی چلی جائیں گی "وربک یخلق ما یشاء ویختار"۔

اخیر میں پھر ایک مرتبہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف صاحب کو اس اہم سیمینار کے انعقاد پر ہدیۂ تہنیت و تبریک پیش کرتا ہوں، دلی دعا ہے کہ یہ سیمینار اپنے مقصد میں بھرپور کامیاب ہو کر حضرت کے علوم معارف کی نشر واشاعت کا بہترین ذریعہ ثابت ہو۔

---

Maktaba Tul Ishaat.com



# شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوری

## ایک گوہر نایاب کی گم شدگی - ایک عہد زریں کا خاتمہ

از مولانا بدر الحسن القاسمی (کویت)

حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ ۱۳۵۵/۱۴۳۸ھ مطابق ۱۹۳۷/۲۰۱۷ء کی وفات ایک فرد کی نہیں ایک جہاں کی موت ہے، وہ بلاشبہ ان قدسی نفوس میں سے تھے جن کے بارے مین ہر کسی کا دل یہی چاہتا ہے کہ کاش یہ چشمۂ فیض کچھ عرصہ اور اسی طرح جاری رہتا، لیکن وقت موعود آجائے تو نہ کوئی تدبیر کارگر ہوتی ہے اور نہ لوگوں کی آرزوئیں اور تمنائیں، چنانچہ حکم الٰہی سے وہ اس دار فانی سے رخصت ہوگئے اور جان جان آفریں کے سپرد کردیں، إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت مولانا یونس صاحب نہ صرف ایک مدرس اور محدث تھے بلکہ ایک دائرۂ علم تھے، ان کی زندگی ہر قید وبند سے آزاد لیکن گیسوئے علم کی اسیر رہی، انہوں نے منقول و معقول سارے علوم ماہر اساتذہ سے حاصل کئے تھے اور اپنے سینہ میں محفوظ رکھا تھا اور اس میں وہ اپنے معاصرین سے فائق اور ممتاز تھے۔

علوم میں بھی اپنے اساتذہ کی طرح جامعیت اور دقتِ نظر سے بہرہ ور تھے اس لئے وہ اپنی وفات کے ساتھ علم وفن کا ایک کارواں اپنے ساتھ لے گئے۔

فَمَا كَانَ قَيْسٌ هُلْكُهُ هُلْكُ وَاحِدٍ وَ لٰكِنَّهُ بُنْيَانُ قَوْمٍ تَهَدَّمَا

یا دوسرے لفظوں میں:

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کا حشر ائمۂ محدثین کے زمرہ میں کرے اور ان کو فردوس بریں میں جگہ نصیب فرمائے، ان کے انتقال کی خبر کا شدت سے احساس مجھے اس لئے بھی ہو رہا ہے کہ ابھی رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں مدینہ طیبہ میں تھا تو ان کے نہایت مخلص شاگرد اور خادم خاص مولوی یونس رندیرا صاحب نے "نبراس

Maktaba Tul Ishaat.com



الساری" کی پہلی جلد لا کر دی جو مولانا کے درس حدیث سے ماخوذ شرح بخاری ہے اور مولانا کی اس تلقین کے ساتھ دی کہ کتاب کا نسخہ بدرالحسن قاسمی کو دو اس کا ذہن تنقیدی ہے وہ مفید مشورے دے گا، کہاں میں اور مولانا کے افادات پہ رائے زنی لیکن یہ ان کے عالمانہ تواضع کی بات تھی، اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ چند سال پہلے (۲۷ شعبان ۱۴۳۴ھ کو) حضرت مولانا محمد یونس صاحب سے مسجد نبوی میں ملاقات ہوئی وہ خاص کیفیت میں تھے، پہلے بزرگانہ نصیحت فرمائی پھر انتہائی شفقت سے پیش آئے، روایت حدیث کی اجازت بھی دی اور "الیواقیت الغالیہ" کی چوتھی جلد کا ایک نسخہ بھی عنایت فرمایا، رات میں میں نے کتاب پر ایک نظر ڈال لی تھی اگلے دن قیام گاہ پر حاضری ہوئی تو میں نے احادیث کی تصحیح وتضعیف کے بارے میں ان کے طریقہ کے بارے میں اپنے بعض طالب علمانہ اشکال ظاہر کئے تو اس کی وضاحت کی، میرے اشکال کا دائرہ بڑھتا گیا تو انہوں نے پوری کتاب پڑھ کر رائے دینے کے لئے کہا اور اپنی دوسری تحریروں کے بارے میں بھی یہی ارشاد فرمایا۔

پھر جب ان کے اسانید کا مجموعہ "الفرائد" چھپ کر آیا تو اس کے بارے میں بھی انہوں نے میرے مشورہ کو سراہا۔

"نبراس الساری" استفادہ کی غرض سے میں نے پڑھنا ہی شروع کیا تھا کہ آج اچانک ان کے انتقال کی خبر آئی کہ اب اس دار فانی میں ان کی زیارت ممکن نہیں رہی، إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ کی وفات سے نہ صرف برصغیر میں علم حدیث کی مسند سونی ہوگئی ہے اور صحیح معنوں میں "شیخ الحدیث" کہلانے کا کوئی مستحق باقی نہیں رہا۔

مولانا یونس صاحب کی حیثیت مینارۂ نور کی تھی، وہ اس عہد کا تسلسل تھے جس میں ایک طرف دار العلوم دیوبند کے نامور شیخ الحدیث مولانا فخر الدین احمد مرادآبادیؒ مسند حدیث پر براجمان تھے تو دوسری طرف سہارنپور میں حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی بابرکت ذات "شیخ الحدیث" کے منصب کا بھرم قائم کئے ہوئے تھی۔

استاذ محترم مولانا فخر الدین صاحب حضرت شیخ الہند محمود الحسن اور امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری کے علوم کے وارث وامین تھے اور جن کے درس کی شان یہ تھی کہ نامور محدث وفقیہ شیخ عبد الفتاح ابوغدہؒ کہنے لگے کہ میں

Maktaba Tul Ishaat.com



نے حدیث کے صرف ایک جزء کی تشریح میں تین دن تک ان کے درس میں شرکت کی۔

حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ اپنے محترم والد کے واسطہ سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے علوم کے وارث بنے اور دوسری طرف حضرت مولانا خلیل سہارنپوری کے دست راست رہے، بذل المجہود کی تدوین میں ان کے معاون رہے اور "اوجز المسالک" جیسی عظیم کتاب تصنیف کی اور "لامع الدراری"، الکوکب الدری" اور الابواب والتراجم جیسی بیش بہا کتابوں کی تدوین وترتیب کا کارنامہ انجام دیا۔

حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے علم وفضل کی سب سے بڑی شہادت تو یہی تھی کہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنی ہجرت کے ارادہ سے مدینہ طیبہ جانے سے پہلے ان کو اپنا جانشیں بنایا اور صحیح بخاری کی تدریس ان کے سپرد کی۔

ٹھیک اسی طرح کہ حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے سفر حجاج سے پہلے علامہ انور شاہ کشمیری کو اپنا جانشین بنایا اور بعد کے حالات نے ثابت کردیا کہ یہ انتخاب ہر لحاظ سے صحیح اور برمحل تھا۔

علامہ ابن الہمام کے بارے میں تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنی وفات سے پہلے علامہ قاسم بن قطلوبغا کو اپنا جانشیں بنایا تھا، اور اسی طرح حضرت امام شافعیؒ نے اپنے شاگرد محمد بن الحکم کی قربانیوں کے باوجود اپنی جانشینی کے لئے امام مزنی کا انتخاب فرمایا جو امام طحاوی کے حقیقی ماموں تھے۔

حضرت مولانا محمد یونس کو علم حدیث میں جو مہارت حاصل تھی اس کی نظیر عالم عرب میں بھی بمشکل ہی ملے گی بلکہ اتنی جامعیت رکھنے والی شخصیت شاید نہ مل سکے۔

انہوں نے اپنی ساری زندگی درس وتدریس میں گزاری، تصنیف وتالیف کی طرف انہوں نے توجہ نہیں کی، البتہ ان کے افادات درسی تقریروں اور اکابر اہل علم کی طرف سے استفسار کے جواب میں مراسلوں کی شکل میں محفوظ رہے جن کو ان کے بعض باہمت وعزیمت شاگردوں نے کتابی شکل میں شائع کردیا ہے اور اس طرح "الیواقیت الغالیہ" کی چار جلدیں منظر عام پر آگئیں اور "نبراس الساری" کے نام سے شرح بخاری کی اشاعت بھی شروع ہوگئی ہے۔

مولانا چونکہ روایتی تصنیف وتالیف کے طریقوں کے پابند نہیں رہے اس لئے ان کے "افادات" کی ترتیب

Maktaba Tul Ishaat.com



وتدوین کا عمل بڑی محنت اور خاص سلیقہ کا طالب ہے تا کہ عالمی طور پر ان کے اس ذخیرے کو عام کیا جاسکے۔

ان کے دسیوں رسائل ہیں جو "الیواقیت" کے مجموعہ میں محفوظ تو ہو گئے ہیں لیکن وہ اس وقت تک سربمہر ہی رہیں گے جب تک ان کو علاحدہ رسائل کی شکل میں شائع نہ کیا جائے اور عربی اور اردو کے افادات الگ الگ نہ کئے جائیں۔

مولانا محمد ایوب السورتی اپنی محنت پر لائق مبارک باد ہیں اور امید یہی ہے کہ ان رسائل کی تحقیق نئے انداز سے ترتیب اور طباعت واخراج کے جدید معیار کی رعایت کے ساتھ ان کو پیش کیا جائے گا۔

مولانا کی دقتِ نظر اور وسعت مطالعہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ "ارشاد القاصد" نامی رسالہ میں انہوں نے ۱۶۸ حدیثیں ایسی جمع کر دی ہیں جو صحیح بخاری میں ایک ہی سند کے ساتھ مکرر آئی ہیں جبکہ امام بخاری نے اس طرح کے تکرار کی نفی کی ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ بھی بمشکل ۲۲ حدیثیں پیش کر سکے ہیں۔

آپ سے علمی استفسار کرنے والوں کی فہرست میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ، مولانا عبد الجبار صاحبؒ، مولانا سید ابو الحسن علی ندوی صاحبؒ اور دیگر اہل علم شامل ہیں اور آپ نے ہر سوال کا جواب پوری تحقیق کے ساتھ دیا ہے۔

مولانا محدث تھے اصل مخاطب آپ کے طلبہ بن رہے ہیں، وسعت نظر کے بعد اور زندگی کا بیشتر حصہ علم حدیث کی خدمت میں اور محدثین عظام کے مسلک ومذہب کی تحقیق میں گزارنے کے بعد بعض مسائل میں ان کا رجحان محدثین کے مسلک کی طرف محسوس کیا جاسکتا ہے، اسی طرح احادیث کی تصحیح وتضعیف میں بھی ان پر مختلف ادوار گزرے ہیں جن سے ہر جگہ اتفاق ضروری نہیں ہے لیکن اس سے ان کے علمی مقام پر حرف نہیں آتا، اور جس طرح علامہ ابن الہمام کی انفرادی تحقیق اور شاذ اقوال ان کو فقہ حنفی کے دائرہ سے نہیں نکالتے اسی طرح دیگر محقق علماء کے ساتھ بھی معاملہ کرنا چاہئے چنانچہ علامہ قاسم بن قطلوبغا کا مشہور قول ہے کہ ہمارے استاذ کے شاذ اقوال فتوی کے لئے معتمد نہیں ہیں۔

حضرت مولانا یونس صاحب کی وفات ایک بہت بڑا سانحہ ہے، اللہ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔

---

Maktaba Tul Ishaat.com



بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

# (ص ۲۷۴) کِتَابُ الْبُیُوعِ

وقوله ﴿وَأَحَلَّ ٱللَّهُ ٱلۡبَيۡعَ وَحَرَّمَ ٱلرِّبَوٰاْ﴾ وقوله ﴿إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَٰرَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيۡنَكُمۡ﴾

**ترجمہ:** خرید وفروخت سے متعلق ابواب، اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان "اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور ربا کو حرام کیا ہے"، نیز اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان "مگر یہ کہ کوئی نقد تجارت ہو جو تم آپس میں کرو"۔

**تشریح:** امام بخاری عبادات کے بیان سے فارغ ہو کر معاملات کو شروع فرمارہے ہیں۔

دو چیزیں ہیں، ایک دین وآخرت، دوسرے دنیا، امام بخاری نے پہلے عبادات کو ذکر فرمایا اس لئے کہ اس کا تعلق دین سے ہے اور اب معاملات کو ذکر فرمایا کہ اس کا تعلق دنیا سے ہے، اور نکاح کو امام بخاری نے سب سے آخر میں رکھا اس لئے کہ اکل وشرب کی شہوت سے نکاح کی شہوت مؤخر ہوتی ہے، اور جنایات ومخاصمات کا مسئلہ سب سے آخر میں رکھا اس واسطے کہ جنایات ومخاصمات کا سارا قصہ اکل وشرب کے بعد ہوا کرتا ہے، جب انسان کا پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے تب جھگڑے اور مخاصمت کی بات سوجھا کرتی ہے ورنہ کون کسی سے جھگڑا کرتا ہے، آدمی کو اپنی پڑی ہوتی ہے۔

بیوع جمع کا صیغہ ہے جس کا مفرد بیع ہے، بیع کے معنی ہیں مبادلۃ المال بالمال بالتراضی، حافظ ابن حجر ارشاد فرماتے ہیں کہ بیع کے معنی ہیں نَقلُ مِلکٍ إلَی الغَیرِ بِثَمَنٍ، وَالشِّرَاءُ قَبُولُهُ، بیع ملک کو غیر کی طرف ثمن کے بدلہ میں نقل کرنا اور شراء کہتے ہیں اس کے قبول کرنے کو، ویسے بیع وشراء الفاظِ مشترکہ میں سے ہیں ایک دوسرے پر بولے جاتے ہیں، خرید وفروخت دونوں پر دونوں کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

بیع کا ثبوت کتاب وسنت سے ہے اور عقل بھی اس کی مقتضی ہے کہ بعض وقت انسان کو بعض ایسی چیزوں کی

Maktaba Tul Ishaat.com



ضرورت پیش آتی ہے جو اس کے پاس نہیں ہوتی ہیں اور دوسرا مجاناً ومفت دینے پر تیار نہیں ہوتا ہے لہذا ضرورت پیش آئی کہ بیع مشروع ہو تاکہ بدلہ دے کر وہ چیز حاصل کی جاسکے۔

مصنف بیوع بصیغۂ جمع اس لئے لائے ہیں کہ بیوع کی مختلف اقسام ہیں۔

مطلق بیع: بیع بالثمن ہو یعنی ایک طرف سے سامان اور دوسری طرف روپیہ وپیسہ ہو، عام طور سے یہی بیع رائج ہے۔

بیع مقایضہ: دونوں طرف سے سامان ہو۔

بیع صرف: دونوں طرف ثمن ہو۔

بیع سلم: مبیع مؤجل یعنی مؤخر ہو اور ثمن معجل ہو یعنی پیشگی دیا جائے۔

پھر ثمن کے اعتبار سے بھی اس کی کئی قسمیں ہیں۔

بیع مرابحہ: جتنے روپے کی چیز لی گئی ہے اس سے زائد میں فروخت کی جائے۔

بیع وضیعہ: جتنے روپے کی چیز لی گئی ہے اس سے کم میں بیچی جائے۔

بیع تولیہ: دام کے دام بیچی جائے یعنی جتنے میں خریدی اتنے میں فروخت کردے۔

اسی طرح سے بیع کی اور بھی قسمیں ہیں، بیع صحیح، بیع باطل اور بیع مکروہ وغیرہ جو بیوع کی کتابوں میں مشہور ومعروف ہیں۔

**وَقَوْلُهُ وَأَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا، وَقَوْلُهُ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا:** امام بخاری نے دو آیتیں ذکر فرمائی ہیں اور دونوں سے مقصود بیع کا ثابت کرنا ہے، لیکن بیع کی دو قسمیں ہیں، بیع مؤجل اور بیع معجل، امام بخاری نے آیت اولیٰ سے بیع مؤجل کو ثابت کیا ہے اور آیت ثانیہ سے بیع معجل کو ثابت فرمایا ہے۔

وَأَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ اپنے عموم کی وجہ سے تمام انواع بیع کے حلال ہونے کو مقتضی ہے لیکن شریعت مطہرہ نے بہت سی انواع کو حرام ومکروہ قرار دیا ہے اس لئے یہ کہا جائے گا کہ یہ عموم ان نصوص کی وجہ سے مخصوص ہو گیا ہے، یا ہو سکتا ہے کہ یہ آیت شریفہ بیوع محرمہ ومکروہہ وممنوعہ اور بیوع مباحہ کے بعد نازل ہوئی ہو تو اس صورت

Maktaba Tul Ishaat.com



میں وَأَحَلَّ اللهُ الْبَیْعَ سے مراد صرف وہی بیع ہوگی جو شریعت میں مباح ہوگی۔

إلا أن تكون تجارة حاضرة: تجارت حاضرہ ہو یعنی جانبین سے مبادلہ ہو رہا ہو۔

تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ: جس کو تم اپنے درمیان پھراتے ہو۔

## (ص ۲۷۴) بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللهِ تَعَالَى ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلاةُ فَانْتَشِرُوا

فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللهِ وَاذْكُرُوا اللهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾ وَقَوْلِهِ ﴿لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾

٢٠٤٦. حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أنا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: إِنَّكُمْ تَقُولُونَ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيثَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَتَقُولُونَ: مَا بَالُ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ لَا يُحَدِّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ؟ وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِينَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ وَكُنْتُ أَلْزَمُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى مِلْءِ بَطْنِي فَأَشْهَدُ إِذَا غَابُوا وَأَحْفَظُ إِذَا نَسُوا، وَكَانَ يَشْغَلُ إِخْوَتِي مِنَ الْأَنْصَارِ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ وَكُنْتُ امْرَءًا مِسْكِينًا مِنْ مَسَاكِينِ الصُّفَّةِ أَعِي حِينَ يَنْسَوْنَ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي حَدِيثٍ يُحَدِّثُهُ: إِنَّهُ لَنْ يَبْسُطَ أَحَدٌ ثَوْبَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هَذِهِ ثُمَّ يَجْمَعَ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ إِلَّا وَعَى مَا أَقُولُ، فَبَسَطْتُ نَمِرَةً عَلَيَّ حَتَّى إِذَا قَضَى رَسُولُ اللهِ ﷺ مَقَالَتَهُ جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِي فَمَا نَسِيتُ مِنْ مَقَالَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ تِلْكَ مِنْ شَيْءٍ.

٢٠٤٧. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ ثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ آخَى رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، فَقَالَ سَعْدُ بْنُ الرَّبِيعِ: إِنِّي أَكْثَرُ الْأَنْصَارِ مَالًا فَأَقْسِمُ لَكَ نِصْفَ مَالِي وَانْظُرْ أَيَّ زَوْجَتَيَّ هَوِيتَ نَزَلْتُ لَكَ عَنْهَا فَإِذَا حَلَّتْ تَزَوَّجْتَهَا، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: لَا حَاجَةَ لِي فِي ذَلِكَ هَلْ مِنْ سُوقٍ فِيهِ تِجَارَةٌ؟ قَالَ: سُوقُ قَيْنُقَاعَ، قَالَ: فَغَدَا إِلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَأَتَى بِأَقِطٍ وَسَمْنٍ، قَالَ: ثُمَّ تَابَعَ الْغُدُوَّ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَلَيْهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: تَزَوَّجْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَمَنْ؟ قَالَ: امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: كَمْ سُقْتَ؟ قَالَ: زِنَةَ نَوَاةٍ مِنْ

Maktaba Tul Ishaat.com



ذَهَبٍ - أَوْ نَوَاةَ ذَهَبٍ - فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

۲۰۴۸. حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ ثَنَا زُهَيْرٌ ثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ الْمَدِينَةَ فَآخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ وَكَانَ سَعْدٌ ذَا غِنًى فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ: أُقَاسِمُكَ مَالِي نِصْفَيْنِ وَأُزَوِّجُكَ، قَالَ: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ دُلُّونِي عَلَى السُّوقِ، فَمَا رَجَعَ حَتَّى اسْتَفْضَلَ أَقِطًا وَسَمْنًا فَأَتَى بِهِ أَهْلَ مَنْزِلِهِ، فَمَكَثْنَا يَسِيرًا - أَوْ مَا شَاءَ اللّٰهُ - فَجَاءَ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِنْ صُفْرَةٍ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: مَهْيَمْ؟ قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: مَا سُقْتَ إِلَيْهَا؟ قَالَ: نَوَاةً مِنْ ذَهَبٍ - أَوْ وَزْنَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ - قَالَ: أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

۲۰۴۹. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَتْ عُكَاظُ وَمَجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ فَكَأَنَّهُمْ تَأَثَّمُوا فِيهِ فَنَزَلَتْ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ﴾ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ، فَقَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ.

**ترجمہ:** باب، اللہ تعالیٰ نے سورۂ جمعہ میں یہ فرمایا: جب جمعہ کی نماز ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ، اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو خوب یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ، اور (ان کا حال یہ ہے کہ) جب وہ کوئی تجارت یا کھیل دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ دیتے ہیں، (اے نبی ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ جو اللہ کے یہاں ہے وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ پاک بہترین رزق دہندہ ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء میں یہ فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ باہمی رضامندی سے کوئی تجارت ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کا ترجمہ باب حفظ العلم میں گزر چکا

حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے بیان کیا کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے میرے اور سعد بن ربیعؓ کے مابین مواخات کرا دی (یعنی ان دونوں کو بھائی بھائی بنا دیا) سعد بن ربیعؓ نے (ان سے) کہا میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں میں آپ کو اپنا آدھا مال دیتا ہوں اور آپ میری دونوں بیویوں کو دیکھ لیں ان میں سے جو آپ کو پسند آئے میں آپ کی خاطر اس سے الگ ہو تا ہوں جب وہ حلال ہو جائے (یعنی عدت کے بعد) آپ اس سے نکاح کر لینا، راوی کہتا ہے کہ حضرت عبد الرحمنؓ نے جواب دیا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں (یہ بتاؤ کہ) تجارت کا کوئی بازار ہے؟ انہوں نے کہا کہ قینقاع کا بازار ہے، حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ سویرے بازار گئے اور پنیر اور گھی لائے، پھر وہ تو مسلسل بازار جاتے رہے، کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ابن عوفؓ (نبی پاک ﷺ کی خدمت میں) حاضر ہوئے، ان پر زرد خوشبو کا نشان تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا

Maktaba Tul Ishaat.com



تم نے نکاح کر لیا؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! آپ ﷺ نے پوچھا کہ کس سے کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ انصار کی ایک خاتون سے، آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ تم نے اس کو (مہر میں) کیا دیا؟ انہوں نے جواب میں یا تو یہ کہا کہ ایک گٹھلی کے برابر سونا دیا یا یہ فرمایا کہ سونے کی ایک گٹھلی دی، نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ ولیمہ کرو خواہ ایک بکری ہی کا ہو۔

حضرت انسؓ کی روایت کا ترجمہ اوپر جیسا ہے

حضرت ابن عباسؓ کا ترجمہ باب التجارة أيام الموسم میں گزر چکا

**تشریح:** فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ، الآية کو ذکر کر کے مصنف کا مقصود یہ جملہ ہے وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللهِ، اس سے مصنف بیع وتجارت کا جواز بیان کرنا چاہتے ہیں اس لئے کہ ابتغاء من فضل اللہ کے عموم میں بیع اور تجارت داخل ہے۔

بعض شراح نے یہ لکھا ہے کہ آیت کا ابتدائی حصہ بیع اور تجارت کے جواز پر دلالت کرتا ہے لیکن آخرِ آیت وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا بظاہر اس کے ممنوع ہونے کی طرف مشیر ہے۔

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ بیع وتجارت اس وقت ممنوع ہے جب اس میں خاص قید پائی جائے اور وہ یہ کہ ذکر اللہ کو چھوڑ کر آدمی بھاگ جائے اور اپنی تجارت میں لگ جائے ورنہ تجارت بہر حال جائز ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اصلاً وبالذات امام بخاری کا مقصود ان آیات کے ذکر کرنے سے وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللهِ ہے اور وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا کو مصنف نے ضمناً ذکر فرمایا ہے کیوں کہ اس کو مصنف نے آٹھ ترجموں کے بعد ایک مستقل ترجمہ کے ذیل میں ص ۲۷۷ پر ذکر فرمایا ہے، فرماتے ہیں باب وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا۔

**لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ:** اس میں إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً استثناء منقطع ہے أي لٰكِن أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً، مطلب یہ ہے کہ ناحق کسی کا مال کھالینا جائز نہیں ہے مثلاً غصب کر کے یا سرقہ کر کے یا ڈکیتی کر کے لے لیا جائے، ہاں اگر تجارت ہو مبادلہ ہو تو پھر جائز ہے مگر تجارت ومبادلہ بھی جانبین کی رضا کے ساتھ ہو، یہ نہیں کہ ایک طرف سے رضا ہو اور دوسری طرف سے رضا نہ ہو جیسے بعض امراء اور بادشاہ لوگ دوسرے غرباء کے اموال کو بلا ان کی رضا کے زبردستی خرید لیا کرتے تھے۔

**حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ:** اس حدیث میں وارد ہوا ہے وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِينَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ،

Maktaba Tul Ishaat.com



بِالْأَسْوَاقِ، یہ ہے ترجمۃ الباب کے مطابق اس لئے کہ صحابۂ کرام دورِ نبوی میں تجارت میں مشغول ہوتے تھے اور رسول پاک ﷺ اس پر کوئی نکیر نہیں فرماتے تھے، معلوم ہوا کہ تجارت میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

**فَمَا نَسِيتُ مِنْ مَقَالَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ تِلْكَ مِنْ شَيْءٍ:** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خاص وقت اور مجلس میں جو بات کہی گئی تھی ابو ہریرہؓ اس کو نہیں بھولے، لیکن یہی روایت کتاب العلم میں گزر چکی ہے اس کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ کو اس کے بعد سے احادیث نبویہ میں نسیان واقع ہی نہیں ہوا ہے، اب بظاہر ان دونوں روایتوں میں اختلاف ہے، (۱) بعض اس کو تعددِ واقعہ پر محمول کرتے ہیں، (۲) امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اصل میں کتاب العلم والی روایت کا تعلق مخصوص مقالہ سے ہے ورنہ حضرت ابو ہریرہؓ سے بعض روایات کا نسیان ہوا ہے چنانچہ میں کتاب العلم میں اس بات پر تنبیہ بھی کر آیا ہوں، علامہ ابن رشد نے بھی یہی جواب اختیار فرمایا ہے۔

لیکن یہ جواب مرجوح ہے اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ حدیث اپنی محفوظات کی کثرت کی دلیل کے طور پر پیش فرمائی ہے، اب اگر یہ حدیث اسی مجلس کے مقالہ کے ساتھ مخصوص ہو جائے تو اس سے حضرت ابو ہریرہؓ کا مقصود فوت ہو جاتا ہے، اس لئے یا تو تعدد پر محمول کیا جائے یا اس کی تاویل کی جائے۔

پھر اس کی تاویل مختلف طور پر کی گئی ہے، (۱) علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ تِلْكَ سے جنس مقالہ کی طرف اشارہ ہے یعنی حضور اکرم ﷺ کے مقالہ کی جتنی جنس تھی میں ان میں سے کوئی چیز بھی نہیں بھولا، (۲) علامہ سندی ارشاد فرماتے ہیں کہ مِنْ مَقَالَةِ میں مِنْ ابتداء غایت کے لئے ہو اور مقالۃ مصدر ہو اور مطلب یہ ہے کہ اُس وقت سے حضور اکرم ﷺ کا کوئی قول نہیں بھولا، (۳) ہمارے حضرت شیخ دامت برکاتہم ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ مِنْ اجلیہ ہے یعنی حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد گرامی کی برکت سے ایسا ہوا کہ پھر مجھے کبھی نسیان طاری نہیں ہوا۔

**آخَى رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ:** مواخات کے متعلق میں بیان کر چکا ہوں کہ دو مرتبہ یہ قصہ پیش آیا ہے ایک مرتبہ ہجرت سے پہلے اور دوسری مرتبہ ہجرت کے بعد، ہجرت سے پہلے مہاجرین کے درمیان مواخات ہوئی اور ہجرت کے بعد مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات ہوئی تھی۔

حضرت سعد بن ربیعؓ نے اس مواخات میں عجیب طرح کے ایثار کا ثبوت دیا فرمایا کہ میرا مال تقسیم کر لو اور

Maktaba Tul Ishaat.com



میری دو بیویاں ہیں جو تم کو پسند ہو میں تمہارے لئے اس کو چھوڑ دوں گا، حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے فرمایا کہ مجھے آپ کے مال کی ضرورت نہیں، بازار بتادیجئے، سوق قینقاع میں جاکر تجارت کرنے لگے، حق تعالیٰ نے برکت دی چنانچہ اس مال کی برکت سے انہوں نے ایک شادی بھی کرلی اور حضور ﷺ نے جب دیکھا کہ ان پر خوشی کے آثار اور شادی کے نشانات ہیں خلوق لگا ہوا ہے تو فرمایا مَہْیَمْ یہ کیا چیز ہے؟ کہنے لگے یا رسول اللہ! ایک انصاریہ عورت سے میں نے نکاح کرلیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں نکاح کرنے میں یہ اہتمام نہیں ہوتا تھا کہ فلانے حضرت جی کو نکاح میں ضرور شریک کرنا چاہئے ورنہ بغیر ان کے برکت ہی نہیں ہوسکتی ہے، نکاح کرلیا اور اطلاع بھی نہیں دی۔

**مَہْیَمْ:** بعض کہتے ہیں کہ یہ کلمۂ یمانیہ ہے ماھذا کے معنی میں۔

میرے دل میں یہ آتا ہے کہ مَہْیَمْ مخفف ہے ماھذا یا مرء کا، یہ کیا چیز ہے اے انسان۔

خلوق لگانے کی مالکیہ کے مسلک پر گنجائش ہوسکتی ہے کیوں کہ حضرات مالکیہ بعض صورتوں میں خلوق لگانے کی اجازت دیتے ہیں مگر جمہور علماء کے نزدیک مطلقاً اجازت نہیں ہوسکتی، اس لئے وہ اس کی تاویل کرتے ہیں کہ بیوی نے لگایا ہوگا اس کے ہاتھ سے لگ گیا ہوگا، اور ہوسکتا ہے کہ اس وقت تک ممانعت نہ ہوئی ہو، اور ہوسکتا ہے کہ بضرورتِ نکاح تھوڑا سا انہوں نے مباح سمجھ لیا ہو۔

**نَوَاةً مِنْ ذَهَبٍ:** نواۃ پانچ درہم کا نام ہے جیسے نش بیس درہم اور أوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔

امام احمد سے منقول ہے کہ نواۃ تین درہم اور ثلث درہم کا ہے، بعض مالکیہ کہتے ہیں کہ ربع دینار کا ہوتا ہے، اور بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ دس درہم کا ہوتا ہے، ہر ایک نے اپنے مطلب پر فٹ کرنے کی فکر کی ہے لیکن سب سے صحیح اور راجح قول پہلا ہی ہے واختارہ البخاری ونصّ علیہ فی کتابہ الأدب المفرد۔

**أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ:** مطلب یہ ہے کہ تم ولیمہ کرو چاہے مختصر سا ہی ہو، ایک بکری ہی ذبح کیوں نہ کردو۔

**فَقَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ:** اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اس آیت میں فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ کا لفظ بڑھایا ہے، یہ حدیث کتاب الحج میں ص ۲۳۸ پر گزر چکی ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۷۵) بَابُ الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ، ح وحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ ثَنَا أَبُو فَرْوَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ ثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي فَرْوَةَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي فَرْوَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيرٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَةٌ، فَمَنْ تَرَكَ مَا شُبِّهَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ لَهُ أَتْرَكَ، وَمَنِ اجْتَرَأَ عَلَى مَا يَشُكُّ فِيهِ مِنَ الْإِثْمِ أَوْشَكَ أَنْ يُوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ، وَالْمَعَاصِي حِمَى اللهِ مَنْ يَرْتَعْ حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ.

**ترجمہ:** باب، حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان کے درمیان کچھ چیزیں شبہ کی ہیں۔

روایت کا ترجمہ باب فضل من استبرأ لدینہ میں گزر چکا

**تشریح:** حدیث پاک سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اشیاء تین قسم کی ہیں، (۱) حلال بین، (۲) حرام بین، (۳) مشتبہات، مصنف نے الفاظِ حدیث ہی کو ترجمہ بنا کر اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ بیع وشراء میں بعض اوقات حلال وحرام شامل ہو جاتا ہے اس لئے جو حلال محض ہو اس کو اختیار کیا جائے اور جو حرام محض ہو اس سے پرہیز کرنا واجب ہے اور جو مشتبہات ہیں ان سے بچنا تقوے کا راستہ ہے۔

حضرات محدثین کرام نے عام طور سے اس حدیث پاک کو ابوابِ بیوع ہی میں ذکر کیا ہے اس لئے کہ اکثر شبہات معاملات میں واقع ہوا کرتے ہیں اور اس ترجمہ کے ذیل میں حضرت نعمان بن بشیرؓ کی حدیث ذکر فرمائی ہے جو اپنی جگہ متفق علیہ ہے اور کتاب الإیمان میں بَابِ فَضْلِ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ کے ذیل میں گزر چکی ہے، وہاں روایت پر روایتی حیثیت سے کلام گزر چکا ہے اور میں یہ بتا چکا ہوں کہ نعمان بن بشیرؓ کی یہ حدیث امام ابوداؤد کے نزدیک ان احادیث اربعہ میں سے ہے جن پر دین کا دار ومدار ہے اور جس کو ابوالحسن طاہر بن مفوز نے دو بیت میں جمع کیا ہے

عُمْدَةُ الدِّينِ عِنْدَنَا كَلِمَاتٌ أَرْبَعٌ مِنْ كَلَامِ خَيْرِ الْبَرِيَّهْ

اتَّقِ الشُّبُهَاتِ وَازْهَدْ وَدَعْ مَا لَيْسَ يَعْنِيكَ وَاعْمَلَنْ بِنِيَّهْ

Maktaba Tul Ishaat.com



اتَّقِ الشُّبُهَاتِ سے نعمان بن بشیرؓ کی اسی حدیث الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَةٌ کی طرف اشارہ کیا ہے، وَازْهَدْ سے ازهد فی الدنیا یحبک اللہ وازهد فیما فی أیدی الناس یحبک الناس کی طرف اشارہ فرمایا ہے، وَدَعْ مَا لَيْسَ يَعْنِيكَ سے حدیث من حسن إسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ کی طرف اشارہ کیا ہے، اور وَاعْمَلَنْ بِنِيَّةٍ سے حدیث إنما الأعمال بالنیات کی طرف اشارہ کیا ہے، اس کے علاوہ وہ حدیثیں جن پر اسلام کی بنیاد ہے اس میں اقوال علماء مختلف ہیں، بہت سے اقوال ابتداء کتاب میں بیان کئے جاچکے ہیں۔

**سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ:** اس روایت کے طرق میں نعمان بن بشیرؓ کے حضور اکرم ﷺ سے سماع کی تصریح ہے، یحیٰ بن معین اس کا انکار کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ سوائے شعبی کے طریق کے کہیں بھی اس کی تصریح وارد نہیں ہوئی ہے لیکن واقدی وغیرہ اہل مدینہ اثبات کرتے ہیں اور ان کا یہ قول صحیح ہے، اور میں مسلم میں تنبیہ کر آیا ہوں کہ عامر شعبی کے علاوہ دوسرے طریق سے بھی بعض روایتوں میں نعمان بن بشیرؓ کے حضور اکرم ﷺ سے حدیث سننے کی تصریح وارد ہوئی ہے اور وہ حدیث إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَرَجُلٌ تُوضَعُ فِي أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَةٌ يَغْلِي مِنْهَا دِمَاغُهُ أو کما قال ﷺ ہے۔

**الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ:** حلال بین وہ ہے جس کی حلت کسی نصِ خاص سے ثابت ہو یا نصِ عام کے تحت داخل ہو، اور حرام بین وہ ہے جس کی حرمت کسی نصِ خاص سے ثابت ہو یا کسی نصِ عام کے تحت داخل ہو، اور امور مشتبہہ وہ امور کہلاتے ہیں جس میں ادلّہ متعارض ہوں بعض دلائل سے ان کی حلت مستفاد ہوتی ہو اور بعض دلائل سے ان کی حرمت مستفاد ہوتی ہو، ان کو مشتبہ اسی لئے کہا گیا کہ اشتباہ شِبہ سے ماخوذ ہے اور شِبہ کہتے ہیں مِثل کو، چونکہ ان میں دونوں جانب کی مماثلت ومشابہت پائی جاتی ہے حلال کے ساتھ بھی اور حرام کے ساتھ بھی اس لئے ان کو مشتبہات کہا گیا ہے، امور مشتبہہ کے متعلق حدیث پاک میں یہ وارد ہے کہ اس سے آدمی کو اجتناب کرنا چاہئے۔

**فَمَنْ تَرَكَ مَا شُبِّهَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ أَتْرَكَ:** مطلب یہ ہے کہ دو طرح کے گناہ ہیں، بعض وہ ہیں جن کے گناہ ہونے میں شبہ ہے اور بعض وہ ہیں جن کا گناہ ہونا حرام ہونا ظاہر ہے، اگر کوئی آدمی ایسے امر سے اجتناب کرے جن کے گناہ ہونے میں شبہ ہو تو وہ کھلے ہوئے گناہوں سے بدرجۂ اولیٰ اجتناب

Maktaba Tul Ishaat.com



کرے گا، اور جو آدمی مشکوک امور پر جری ہو گا یقینی بات ہے کہ وہ کھلے ہوئے معاصی میں بھی واقع ہو جائے گا، کیوں کہ قاعدہ ہے مَنْ يَرْتَعْ حَوْلَ الْحِمَى يوشك أن يُوَاقِعَهُ۔

وَالْمَعَاصِي حِمَى اللهِ: معاصی اللہ کی حمیٰ ہیں، حمیٰ کہتے ہیں اس محاط جگہ کو جس کو عرب کے سلاطین و امراء گھیر دیا کرتے تھے جس میں انہیں کے جانور یا جس کو وہ اجازت دیں ان کے جانور چرا کرتے تھے، اور اگر کسی کا جانور جا پڑتا تھا تو اس کو سزا دی جاتی تھی۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال دے کر یہ بات سمجھائی ہے کہ جیسے دنیا میں بادشاہوں کے حمیٰ ہوتے ہیں کہ اس میں داخل ہونے والے پر دار گیر ہوتی ہے اور اس کو سزا دی جاتی ہے ایسے ہی معاصی میں داخل ہونے والا حق تعالیٰ کے یہاں مستحق مواخذہ اور عقاب ہوتا ہے، اور یہ سمجھ لو کہ معاصی کے قریب مشکوکات کا درجہ ہے، مشکوکات میں جب آدمی قدم رکھے گا تو معاصی میں بھی اس کے گر جانے کا خطرہ ہے، تم نہیں دیکھتے ہو کہ حمیٰ کے قریب جب جانور چرتا ہے تو بعض وقت کود کر اندر داخل ہو جایا کرتا ہے۔

## (ص ۲۷۵) باب تَفْسِيرِ الْمُشَبَّهَاتِ

وقال حسان بن أبي سنان: ما رأيت شيئا أهون من الورع، دع ما يريبك إلى ما لا يريبك.

۲۰۵۰. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَنَا سُفْيَانُ أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ ثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ جَاءَتْ فَزَعَمَتْ أَنَّهَا أَرْضَعَتْهُمَا، فَذَكَرَ لِلنَّبِيِّ فَأَعْرَضَ عَنْهُ وَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ؟ وَكَانَتْ تَحْتَهُ ابْنَةُ أَبِي إِهَابٍ التَّمِيمِيِّ.

۲۰۵۱. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ ثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ مِنِّي فَاقْبِضْهُ، قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَقَالَ: ابْنُ أَخِي قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ، فَقَامَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ: أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ، فَتَسَاوَقَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللهِ ابْنُ أَخِي كَانَ قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ، فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ، ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: احْتَجِبِي،

Maktaba Tul Ishaat.com



لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ فَمَا رَآهَا حَتَّى لَقِيَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ.

۲۰۵۲. حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ ثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْمِعْرَاضِ فَقَالَ: إِذَا أَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُلْ وَإِذَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَقَتَلَ فَلاَ تَأْكُلْ؛ فَإِنَّهُ وَقِيذٌ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أُرْسِلُ كَلْبِي وَأُسَمِّي فَأَجِدُ مَعَهُ عَلَى الصَّيْدِ كَلْبًا آخَرَ لَمْ أُسَمِّ عَلَيْهِ وَلاَ أَدْرِي أَيُّهُمَا أَخَذَ قَالَ: لاَ تَأْكُلْ إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى الآخَرِ.

**ترجمہ:** باب، مشتبہ چیزوں کی تشریح کا بیان۔

حسان بن ابی سنان نے بیان کیا کہ میں نے پرہیز گاری سے زیادہ آسان کوئی شیٔ نہیں دیکھی، (پرہیز گاری میں بس یہ کرنا ہے کہ) تم اس چیز کو ترک کردو جس میں تم کو شبہ ہو اور وہ چیز اختیار کرو جس میں شبہ نہ ہو۔

عقبہ بن حارثؓ کی روایت کا ترجمہ باب الرحلة فی المسئلة النازلة میں گزر چکا

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاصؓ کو وصیت کی کہ زمعہ کی باندی کا بیٹا میرا ہے تم اس کو لے لینا، جب فتح مکہ کا سال آیا تو اس کو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے لے لیا، انہوں نے کہا کہ یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے وہ اس کے بارے میں مجھے وصیت کر گئے ہیں، یہ سن کر عبد بن زمعہؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے اور میرے والد کی باندی کا بیٹا ہے ان کی ملک میں رہتے ہوئے پیدا ہوا ہے، پھر دونوں نبی کریم ﷺ کے پاس گئے، حضرت سعدؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے انہوں نے اس کے بارے میں مجھے وصیت کی تھی، عبد بن زمعہؓ نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے اور میرے والد کی باندی کا بیٹا ہے ان کی ملک میں پیدا ہوا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عبد بن زمعہ! وہ تمہارا بھائی ہے، پھر پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ بچہ بستر والے کو ملے گا (یعنی اس کو ملے گا جس کے نکاح یا ملک میں عورت ہو گی) اور زانی کو پتھر ملے گا یعنی وہ محروم ہو گا، پھر نبی پاک ﷺ نے ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہؓ سے فرمایا کہ تم اس سے پردہ کرو، یہ اس وجہ سے فرمایا کہ آپ ﷺ نے اس میں عتبہ کی شباہت دیکھی تو زمعہ کی باندی کے بیٹے نے حضرت سودہؓ کو نہیں دیکھا یعنی حضرت سودہؓ نے پردہ کیا یہاں تک کہ اس کی وفات ہو گئی۔

حضرت عدی بن حاتمؓ کی روایت کا ترجمہ باب إذا شرب الکلب فی الإناء میں گزر چکا

**تشریح:** چونکہ حدیث پاک کے طرق میں شبہات کے بارے میں یہ وارد ہوا ہے **لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ** ان شبہات کو بہت سے لوگ جانتے نہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ ان کو جانتے ہیں لہذا مصنف مشتبہات کی تفسیر فرمارہے ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com



مصنف نے اس باب میں جو روایتیں ذکر فرمائی ہیں ان کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشبہات وہ امور ہیں جن میں دلائل متعارض ہو جائیں بعض اباحت کے مقتضی ہوں تو بعض حرمت اور عدم جواز کے۔

**مشتبہات کے مختلف درجات:** پھر ان مشتبہات کے مختلف درجات ہیں، بعض مشتبہات ایسے ہیں کہ ان سے اجتناب کرنا واجب ہے اور بعض ایسے ہیں کہ ان سے اجتناب کرنا حقیقۃً تنطّع (حد سے زیادہ غلو) ہے اور وسوسہ کے باب میں داخل ہے اور بعض شبہات ایسے ہیں کہ جن سے اجتناب کرنا مستحب ہے۔

**مشتبہات کا ضابطہ:** اس کا ضابطہ یہ ہے کہ (۱) اگر شيئ میں اصل حرمت ہو اور پھر اس کی حلت میں شبہ پڑ جائے تو وہاں اجتناب کرنا واجب ہے، مثلاً شکار میں اصل حرمت ہے اور اباحت اس پر طاری ہوتی ہے، لہذا اگر شکار کے بارے میں شبہ ہو جائے کہ آیا اس کو اس کلب نے پکڑا ہے جس پر مُرسِل نے تسمیہ پڑھا، یا دوسرے کلب نے پکڑا جس پر مُرسِل نے تسمیہ نہیں پڑھا، یا یہ شبہ ہو جائے کہ کلب معلّم نے پکڑا یا غیر معلّم نے؟ تو چونکہ اصل حرمت تھی اور اباحت میں شک ہو گیا لہذا یہاں پر جانبِ حرمت کو غلبہ دیا جائے گا اور اجتناب کرنا واجب ہو گا، اسی لئے مصنف نے اس باب میں حضرت عدی بن حاتمؓ کی حدیث کلب معلّم کے متعلق ذکر فرمائی ہے۔

(۲) اور اگر اصل شيئ میں اباحت ہو اور پھر اس پر شک طاری ہو جائے تو اس صورت میں اس میں تنطّع (مبالغہ) کرنا حقیقۃً وسوسہ کے باب میں داخل ہے۔

مثال کے طور پر یہ سمجھئے کہ ایک آدمی پہلے سے باوضوء ہے لیکن صرف اس کو شبہ ہو جاتا ہے کہ وضو ٹوٹا یا نہیں ٹوٹا، تو اس شبہ کی وجہ سے وضو کے ٹوٹنے کا حکم لگانا وسوسہ اور تنطّع اور غلوفي الدين میں داخل ہے، اسی لئے مصنف نے بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْوَسَاوِسَ وَنَحْوَهَا مِنَ الْمُشَبَّهَاتِ کا ترجمہ منعقد کر کے حضرت عبد اللہ بن زید بن عاصم المازنیؓ کی حدیثِ الرَّجُلُ يَجِدُ فِي الصَّلَاةِ شَيْئًا أَيَقْطَعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ لَا ذکر فرمائی ہے۔

(۳) تیسری وہ چیز ہے جس میں تردد ہو حظر واباحت میں، دلائل میں تعارض پیدا ہو جائے وہاں پر تردد کی شکل میں اولیٰ اور بہتر اور افضل یہ ہے کہ اجتناب کیا جائے، اسی لئے مصنف نے بَاب مَا يُتَنَزَّهُ مِنَ الشُّبُهَاتِ کا ترجمہ منعقد کیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مصنف نے تین تراجم منعقد کئے ہیں، پہلا ہے بَاب تَفْسِيرِ الْمُشَبَّهَاتِ، دوسرا ہے بَاب مَا

Maktaba Tul Ishaat.com



يَتَنَزَّهُ مِنَ الشُّبهاتِ، تیسرا ہے بَاب مَنْ لَمْ يَرَ الْوَسَاوِسَ وَنَحْوَهَا مِنَ الْمُشَبَّهَاتِ۔

پہلے ترجمہ سے امام بخاری نے مشتبہات کی تفسیر کی ہے، اور دوسرے ترجمہ سے یہ بتلایا ہے کہ وہ مشتبہات جن میں دلائل متعارض ہوں اور اصل حرمت ہو تو وہاں پر اجتناب کرنا واجب ہے، اور جہاں پر تردد ہو حظر واباحت میں ان سے اجتناب کرنا اولیٰ وافضل اور بہتر ہے، اور تیسری شکل جہاں اصل اباحت ہے اور منع اس پر طاری ہوتا ہے وہاں پر اجتناب کرنے کو مصنف وسوسہ قرار دیتے ہیں۔

**وَقَالَ حَسَّانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ مَارَأَيْتُ شَيْئًا أَهْوَنَ مِنَ الْوَرَعِ:** یہ اثر امام احمد بن حنبل نے کتاب الزہد میں اور ابونعیم نے کتاب حلیۃ الاولیاء میں موصولاً روایت کیا ہے۔

یونس بن عبید نے فرمایا کہ ورع سے زیادہ سخت چیز مجھے کوئی نظر نہیں آئی تو اس پر حسان نے فرمایا کہ مجھے تو سب سے زیادہ آسان چیز ورع ہی نظر آتی ہے، یونس نے پوچھا کیسے؟ فرمایا اس طرح کہ جس چیز میں مجھے شک ہوا میں نے فوراً اس کو چھوڑ دیا، حقیقت یہ ہے کہ حسان نے یہ اپنے عالی مقام کے اعتبار سے گفتگو کی ہے ورنہ بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ ان کو ان چیزوں سے اجتناب کرنا بڑا دشوار ہوتا ہے۔

**دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ:** چھوڑدو اس امر کو جو تم کو شک وشبہ اور قلق واضطراب میں ڈالے دراں حالے کہ تم مائل ہونے والے ہو ایسے امر کی طرف جو تم کو شک وشبہ میں نہ ڈالے۔

یَرِیبُک یاء کے فتحہ کے ساتھ ہے اور یہی مشہور ہے، ویسے اس کا ضمہ بھی جائز ہے ما یُرِیبک، أی ما أوقعک فی الریب والشک۔

یہ جملہ خاص طور سے حضور اکرم ﷺ سے مرفوعاً نقل کیا گیا ہے، احمد وترمذی ونسائی وابن حبان وحاکم وابویعلیٰ نے حضرت حسن بن علیؓ سے نقل فرمایا ہے، اس حدیث کی ابن حبان اور ترمذی وحاکم نے تصحیح فرمائی ہے، حضرت عطیہ سعدی سے ترمذی شریف میں ایک روایت ہے لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُتَّقِينَ حَتَّى يَدَعَ مَا لَا بَأْسَ بِهِ حَذَرًا مِمَّا بِهِ الْبَأْسُ۔

**قَالَ: كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ:** یعنی کیف تصیبها وقد قیل أنها أختک من الرضاعة، یہاں پر دلائل میں تعارض پیدا ہو گیا اس لئے کہ اس عورت کے کہنے سے شبہ پیدا ہو گیا ہو سکتا ہے کہ وہ صادقہ ہو اور خواہ مخواہ

Maktaba Tul Ishaat.com



آدمی حرام میں واقع ہو جائے، یہ تقریر ان لوگوں کے مسلک پر ہے جو ایک عورت کے قول سے شہادتِ رضاعت کو ثابت نہیں مانتے ہیں، اور جن لوگوں کے نزدیک شہادتِ رضاعت میں ایک عورت کا قول معتبر ہے ان کے نزدیک تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

نصاب شہادت کیا ہے؟ میں اس کو کتاب العلم میں بیان کر چکا ہوں، امام احمد فرماتے ہیں کہ ایک مرضعہ کی شہادت کافی ہے، امام مالک کے یہاں دو عورتیں ضروری ہیں، امام شافعی کے یہاں چار اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ شہادت ہے لہذا اس میں بابِ شہادت یعنی نصابِ شہادت ضروری ہے یا دو رجل شاہدِ عدل گواہی دیں یا رجل وامرأتان گواہی دیں، اور اس روایت کو حضرات احناف ورع و تقویٰ پر محمول فرماتے ہیں۔

**فَتَسَاوَقَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ:** یعنی دونوں ایک دوسرے کو چلاتے ہوئے حضور ﷺ کی طرف چلے ذهبا إلى النبي ﷺ سائقين۔

**هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ:** اس حدیث پاک سے ائمہ ثلاثہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ باندی کے فراش ہونے کے لئے اس کے آقا کا اس سے وطی کر لینا اور اس وطی کا اقرار کر لینا کافی ہو جائے گا۔

حضرات حنفیہ ثبوتِ نسب کے واسطے دِعْوۃ (دعوی) ضروری مانتے ہیں جس کی شرح یہ ہے کہ آقا یہ کہے کہ یہ بچہ جو میری باندی سے پیدا ہوا ہے میرے نطفہ سے ہے اور میرا ہے، ہاں اس کے بعد جتنے بچے پیدا ہوں گے وہ بغیر دعوی کے ثابت النسب شمار کئے جائیں گے۔

یہ حدیث واقعۃً اپنے ظاہر کے اعتبار سے ائمہ ثلاثہ کی شہادت دیتی ہے خصوصاً کتاب المغازی میں جو لفظ آرہا ہے وہ تو ائمہ ثلاثہ کے مسلک پر صریح دلیل ہے اس میں واقع ہوا ہے هو أخوك يا عبد۔

لیکن حضرات احناف اس روایت کا جواب یہ دیتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے هو لك فرما کر یہ بتلایا تھا کہ وہ تمہاری ملک ہے، چنانچہ امام طحاوی اور طبری نے اس کی یہی توجیہ فرمائی ہے، اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ باپ کی باندی سے بچہ پیدا ہوا اور وہ باپ سے نہ ہو بلکہ غیر سے ہو تو وہ باندی کی طرح سے مملوک ہوا کرتا ہے، اور بھلا حضور اکرم ﷺ زمعہ کا بیٹا ثابت کرنے کے بعد حضرت سودہؓ سے یہ کیوں فرماتے کہ تم ان سے پردہ کرو، محض اس وجہ سے کہ اس بچہ میں عتبہ کی شہادت موجود تھی، اور حضور اکرم ﷺ سے خود منقول ہے احْتَجِبِي مِنْهُ يا

Maktaba Tul Ishaat.com



سَوْدَۃُ فَإِنَّهُ لَیْسَ لَکِ بِأَخٍ رواه أحمد والنسائی والحاکم وغیرھم، مازری اور منذری اور بیہقی وغیرہ نے اس زیادتی پر کلام کیا ہے لیکن حافظ ابن حجر نے اس کے حسن الاسناد ہونے کا اعتراف فرمایا ہے۔

ائمۂ ثلاثہ کی طرف سے یہ کہا گیا کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت سودہؓ سے بربناء تقویٰ احتجاب کے لئے فرمایا تھا اور مطلب یہ تھا کہ وہ تمہارا حقیقی بھائی نہیں اس لئے کہ تمہارے باپ کے نطفہ سے نہیں مگر شریعت کا حکم یہ ہے الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ اس واسطے بہر حال اس کو زمعہ ہی کا بیٹا قرار دیا جارہا ہے، تو لَیْسَ لَکِ بِأَخٍ کہنا اور ھو أخوک کہنا دونوں صحیح ہو سکتا ہے، لَیْسَ لَکِ بِأَخٍ فی الحقیقة لأنه لیس من نطفة أبیک اور ھو أخوک اس معنی کر کہ تمہارے باپ کے فراش پر پیدا ہوا ہے، من ولد علی فراش أحد فھو ابنه لہٰذا وہ تمہارے باپ کا بیٹا ہے اور جب تمہارے باپ کا بیٹا ہے تو تمہارا بھائی ہے، واقعہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں مجھ کو حضرات جمہور ہی کا مسلک اقویٰ وارجح معلوم ہوتا ہے ویسے اس مسئلہ کے متعلق قدرے تفصیل کتاب المغازی میں آرہی ہے۔

**الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ:** یہاں بھی حنفیہ اور جمہور کا اختلاف ہے، حضرات جمہور فرماتے ہیں کہ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ کے لئے شرط یہ ہے کہ مابین الزوجین لقاء کا امکان ہو، لہٰذا اگر کسی مشرقی نے مغربیہ سے شادی کرلی اور لقاء کی کوئی صورت نہیں تو بچہ پیدا ہونے پر صاحبِ فراش کا نہیں ہوگا، حنفیہ اس مسئلہ میں بالکل ظاہر حدیث پر اڑ گئے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی مشرقی مغربیہ سے یا کوئی مغربی مشرقیہ سے نکاح کرتا ہے اور ایسی مدت میں کہ اس مدت میں بچہ ہو سکتا ہے تو وہ زوج ہی کا قرار دیا جائے گا، ہو سکتا ہے کہ کسی اور طرح سے اجتماع ہو جائے یا جن تابع ہو یا اللہ تعالیٰ شانہ کرامت کے ذریعہ سے اس کو وہاں تک پہنچادے۔

**وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ:** للعاھر أی للزانی، الحجر أی الحرمان، عاہر کے لئے حجر ہے، اس کے دو مطلب ہیں جیسے ہمارے عرف میں کہتے ہیں ڈلے پتھر لو، خاک پتھر ملا؟ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کو سنگسار کیا جائے گا لیکن مطلب اول ہی کو علماء نے راجح قرار دیا ہے اس لئے کہ ہر عاہر سنگسار نہیں ہوتا بلکہ وہی عاہر سنگسار ہوتا ہے جو محصن ہو اور جو غیر محصن ہو وہ سنگسار نہیں ہوتا۔

**احْتَجِبِي مِنْهُ لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ:** اس حدیثِ پاک سے مصنف نے اپنا ترجمہ یوں ثابت کیا ہے کہ اِدھر تو حضور ﷺ نے اس بچہ کو زمعہ کے ساتھ لاحق فرمادیا اور اُدھر عتبہ سے مشابہت کی وجہ سے حضرت

Maktaba Tul Ishaat.com



سودہؓ کو اس سے احتجاب کا امر فرمادیا، تو یہاں دلائل میں تعارض ہو گیا مشابہت مقتضی ہے کہ عتبہ کا ہو اور فراش مقتضی ہے کہ زمعہ کا ہو۔

**سَأَلْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَنِ الْمِعْرَاضِ:** معراض ایک چوڑا سا تیر ہوتا ہے جو بیچ میں سے وزن دار ہوتا ہے، اور بعضوں نے کہا ہے کہ معراض ایک مخصوص قسم کا آلہ ہوتا ہے ایک لاٹھی سی ہوتی ہے جس کے نیچے چوڑا لوہا لگا ہوتا ہے، میرا خیال یہ ہے کہ یہ وہی ہے جس کو ہمارے پورب میں رانپا کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے وہ کچھوے وغیرہ کا شکار کرتے ہیں اور اس طرح کی چیزیں مارتے و کاٹتے رہتے ہیں۔

**فَإِنَّهُ وَقِيذٌ:** موقوذہ ہے جو بوجھ سے مرا ہو دھار سے نہیں۔

**قَالَ: لَا تَأْكُلْ:** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محض اس وجہ سے کہ تردد ہو گیا کہ آیا اس کلب معلم و مسمی علیہ نے شکار کیا ہے یا دوسرے کلب نے شکار کیا ہے فرمایا لَا تَأْكُلْ، کیوں کہ اصل صید میں حرمت ہے اور حلت میں شبہ ہو گیا تو حرمتِ ثابتہ حلتِ مشکوکہ کی وجہ سے زائل نہیں ہو گی۔

## (ص ۲۷۶) بَابُ مَا يُتَنَزَّهُ مِنَ الشُّبُهَاتِ

**۲۰۵۳. حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِتَمْرَةٍ مَسْقُوطَةٍ فَقَالَ: لَوْلَا أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً لَأَكَلْتُهَا.**

**وَقَالَ هَمَّامٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: أَجِدُ تَمْرَةً سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي.**

**ترجمہ:** باب، شبہ کی چیزوں سے احتراز کرنے کا بیان۔

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک پڑی ہوئی کھجور کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ کھجور صدقہ کی ہو سکتی ہے تو میں اس کو کھالیتا، ہمام نے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے روایت بیان کی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (بسا اوقات) میں اپنے بستر پر کھجور پڑی ہوئی پاتا ہوں۔

**تشریح:** امام بخاری نے اس باب سے ان شبہات کو بیان کیا ہے جن سے اجتناب واجب نہیں لیکن مستحب ہے، اور یہ وہ امور ہیں جو اپنی اصل کے اعتبار سے حظر و اباحت کے درمیان متردد فیہ ہیں جیسے مکان میں کوئی کھجور پڑا ہوا ہو، اب اگر اس بات پر نظر کی جائے کہ مکان میں چیز صاحبِ مکان ہی کی ہوتی ہے تب تو اس کے

Maktaba Tul Ishaat.com



کھا لینے میں کوئی حرج نہیں اور ظاہر یہی ہے، لیکن اگر اتفاق سے گھر میں صدقہ کا مال آگیا جس کو گھر والوں نے تقسیم کیا تو اب شک ہوتا ہے کہ شاید یہ صدقہ کا ہو، لیکن چونکہ اصل یہ ہے کہ مکان کی چیز مکان والے کی ہے اس لئے یہاں پر اس سے بچنا واجب نہیں ہاں اولیٰ واحوط یہ ہے کہ اجتناب کیا جائے کہ شاید یہ صدقہ ہی کا ہو۔

مَسْقُوطَةٍ: یہ خلاف قیاس ہے اصل ساقطۃ ہے، لیکن بعض وقت لازم کو متعدی کے طور پر استعمال کر لیتے ہیں اور مفعول بول کر فاعل مراد لیا کرتے ہیں یہاں بھی یہی صورت حال ہوئی ہے۔

## (ص ۲۷۶) بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْوَسَاوِسَ وَنَحْوَهَا مِنَ الْمُشَبَّهَاتِ

٢٠٥٤. حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ ثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: شُكِيَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ الرَّجُلُ يَجِدُ فِي الصَّلاَةِ شَيْئًا أَيَقْطَعُ الصَّلاَةَ؟ قَالَ: لاَ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا.

وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ: لاَ وُضُوءَ إِلاَّ فِيمَا وَجَدْتَ الرِّيحَ أَوْ سَمِعْتَ الصَّوْتَ.

٢٠٥٥. حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِيُّ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطُّفَاوِيُّ ثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ قَوْمًا قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ قَوْمًا يَأْتُونَنَا بِاللَّحْمِ لاَ نَدْرِي أَذَكَرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ أَمْ لاَ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: سَمُّوا اللهَ عَلَيْهِ وَكُلُوهُ.

**ترجمہ:** باب، اس موقف کا بیان کہ وسوسہ وغیرہ کا حکم مشتبہ چیز کے حکم کی مانند نہیں ہے۔

عباد بن تمیم کی روایت کا ترجمہ باب لایتوضأ من الشک حتی یستیقن میں گزر چکا

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ کچھ لوگوں نے آں حضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! بعض لوگ ہمارے یہاں گوشت لاتے ہیں، ہمیں نہیں معلوم ہوتا کہ انہوں نے (ذبح کرتے وقت) جانور پر اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس پر اللہ کا نام لو اور کھاؤ۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ جہاں اصل اباحت ہو اور اس کے بعد وسوسہ طاری ہو وہ شبہات کے باب میں داخل نہیں جس سے اجتناب کرنا بعض اوقات واجب اور بعض اوقات مستحب ہوتا ہے، بلکہ وہاں پر آدمی کا بچنا تنطع اور غلو کے باب میں داخل ہے۔

وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ: أی موصولاً بالإسناد السابق کمارواه أحمد والسراج۔

Maktaba Tul Ishaat.com



یہ صرف زہری کا قول نہیں جیسا کہ بعض شراح نے گمان کرلیا ہے بلکہ موصول ہے۔

**إنّ قومًا يأتوننا باللحمان:** اصل مسلم کے ذبیحہ میں حلت ہے اب وہاں یہ شک پیدا کرنا کہ شاید اللہ کا نام لیکر ذبح کیا ہو یا یوں ہی ذبح کرلیا ہو یہ صرف وسوسہ کا درجہ ہے اصل یہ ہے کہ وہ مباح اور حلال ہے، تمہارے ذمہ جو کام ہے تم اس کو کرو کہ اللہ کا نام لیکر اس کو کھالو۔

## (ص ۲۷۶) بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا

۲۰۵۶. حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ ثنا زَائِدَةُ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمٍ حَدَّثَنِي جَابِرٌ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أَقْبَلَتْ مِنَ الشَّامِ عِيرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا، فَالْتَفَتُوا إِلَيْهَا حَتَّى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلاَّ اثْنَي عَشَرَ رَجُلاً فَنَزَلَتْ ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا﴾.

**ترجمہ:** باب، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان "اور جب وہ کوئی تجارت یا تماشہ دیکھتے ہیں تو اس کی طرف چلے جاتے ہیں"۔

روایت کا ترجمہ باب إذا نفر الناس عن الإمام فی صلاۃ الجمعۃ میں گزر چکا

**تشریح:** اس ترجمہ کی غرض حافظ ابن حجر نے یہ بیان کی ہے کہ تجارت اگرچہ بذاتِ خود محمود ہے لیکن بعض اوقات یہی تجارت مذموم سمجھی جاتی ہے جب اس کو ایسے واجب امر پر مقدم کردیا جائے جس کو مقدم کرنا بیع و تجارت پر واجب ہو جیسے ذکرِ خداوندی، نماز وغیرہ۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری نے اس ترجمہ کے ذریعہ اس بات پر تنبیہ کی ہو کہ آدمی کو تجارت میں اتنا غلو نہ کرنا چاہئے کہ اس کی وجہ سے خدائے پاک کا ذکر چھوڑ بیٹھے، یا اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ تجارت ذکر کے وقت کے علاوہ میں ہونا چاہئے، ذکر و نماز کے اوقات میں ذکر کرنا چاہئے نماز پڑھنا چاہئے۔

**ایک اہم مسئلہ:** ایک مسئلہ بیان کردوں، باتوں میں بات یاد آتی ہے، بچپن میں اگر کسی نے کسی کا کوئی نقصان کردیا ہو تو بالغ ہونے کے بعد اس کے نقصان کا تاوان دینا واجب ہے۔

**بچپن کے دو قصے:** ہمارے یہاں ایک صدیق بابا ہیں میں نے بچپن میں ان کے کھیت میں سے گنّے توڑ لئے تھے، اب کی بار ابّا آئے تو میں نے ابّا سے کہا کہ میری طرف سے ان کو دس روپیہ دے دیجیو، کہنے لگے کہ

Maktaba Tul Ishaat.com



کیوں؟ میں نے کہا کہ ان کے کھیت میں سے بچپن میں گنّا توڑا تھا اور اس کا تاوان واجب ہے، کہنے لگے کہ بہت اچھا! باقی اگر وہ لیں گے تو دے دیں گے۔

ایک اور تقی بابا کو بھی میں نے اپنے ایک شاگرد سے کہا تھا کہ میری طرف سے دس روپیہ دینا، اس نے لے جا کر دیا، بڑے میاں بہت ہنسے، کہنے لگے کہ یہ کیسا ہے دس روپیہ؟ بتایا کہ انہوں نے کہا ہے کہ میں نے آپ کے کھیت میں ایک مرتبہ نقصان کر دیا تھا، کہنے لگے کہ لڑکے تو نقصان کرتے ہی ہیں، مطلب یہ ہے کہ بچوں کے نقصان کا کوئی تاوان تھوڑے لیتا ہے؟ دیہات میں بڑی سماحت (کشادہ دلی) ہوتی ہے، اس قسم کی چیزوں میں بس ویسے ہی لڑکوں کو ڈانٹ دیا یہی بدلہ ہو گیا اور معاف ہو گیا، لیکن مسئلہ یہی ہے۔

## (ص ۲۷۶) بَابُ مَنْ لَمْ يُبَالِ مِنْ حَيْثُ كَسَبَ الْمَالَ

**۲۰۵۷.** حَدَّثَنَا آدَمُ ثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ ثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ.

**ترجمہ:** باب، ایسے شخص کا ذکر جو مال کمانے میں حرام و حلال کی پرواہ نہ کرے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں پر وہ زمانہ آئے گا کہ انسان اس بات کی پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے جو مال لیا ہے آیا وہ حلال ہے یا حرام؟

**تشریح:** مقصد یہ ہے کہ آدمی کو تجارت میں احتیاط کرنی چاہئے اور ایسے مکاسب سے اجتناب کرنا چاہئے جو شریعت کی نگاہ میں مذموم اور ناجائز ہیں، حرام طریقوں اور مشکوک راستوں سے تجارت نہیں کرنا چاہئے، حلال طریقوں سے کرنا چاہئے اس لئے تصویر وغیرہ فروخت کر کے تجارت کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا ہے۔

**حَدَّثَنَا آدَمُ:** یہ حدیث اسی سند اور متن کے ساتھ ابھی ص ۲۷۹ پر آرہی ہے، حافظ ابن حجر کی رائے یہ ہے کہ یہاں پر تو بخاری نے ذکر کی ہے باقی ایک ورق کے بعد دوبارہ ذکر کرنا نساخ کی گڑبڑ ہے، چنانچہ نسفی کی روایت میں آنے والے مقام میں یہ روایت واقع نہیں ہوئی ہے لہٰذا یہ تکرار بخاری کی طرف سے نہیں ہے اور امام بخاری کی یہ عادت بھی نہیں کہ اتنی جلدی جلدی ایک متن وسند کے ساتھ تکرار کریں۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۷۷) بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَزِّ

وقول الله ﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ﴾

وقال قتادة: كان القوم يتبايعون ويتجرون، ولكنهم إذا نابهم حق من حقوق الله لم تلههم تجارة ولا بيع عن ذكر الله حتى يؤدوه إلى الله.

۲۰۵۸. حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ: كُنْتُ أَتَّجِرُ فِي الصَّرْفِ فَسَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ فَقَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ.

۲۰۵۹. ح وَحَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ ثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو ابْنُ دِينَارٍ وَعَامِرُ بْنُ مُصْعَبٍ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا الْمِنْهَالِ يَقُولُ: سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَزَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ عَنِ الصَّرْفِ فَقَالَا: كُنَّا تَاجِرَيْنِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَسَأَلْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الصَّرْفِ فَقَالَ: إِنْ كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَأْسَ، وَإِنْ كَانَ نَسِيئًا فَلَا يَصْلُحُ.

**ترجمہ:** باب، کپڑے (یا گیہوں یا خشکی) میں تجارت کرنے کا بیان۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں فرمایا "وہ لوگ جن کو خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی"۔

حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ صحابہ خرید و فروخت اور تجارت کرتے تھے لیکن اگر ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا کوئی حق آجاتا تو کسی قسم کی تجارت اور خرید و فروخت ان کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کرتی یہاں تک کہ وہ اللہ کا حق ادا کر لیتے۔

ابو منہال نے بیان کیا کہ میں سونے چاندی کی تجارت کرتا تھا تو میں نے حضرت زید بن ارقمؓ سے مسئلہ دریافت کیا انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (اس سند سے متن صرف اتنا ہی ہے تفصیل آئندہ حدیث میں آرہی ہے)۔

ابو منہال کہتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازبؓ اور حضرت زید بن ارقمؓ سے بیع صرف کے بارے میں دریافت کیا ان دونوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تجارت کرتے تھے ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیع صرف کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ہاتھوں ہاتھ (نقد) ہو تو کوئی حرج نہیں اور اگر ادھار ہو تو درست نہیں۔

**تشریح:** بَزّ باء اور زاء معجمہ کے ساتھ کپڑا اور بُرّ بمعنی گندم میں تجارت کا بیان، روایت الباب سے دونوں میں سے کسی ایک کا بھی ظاہراً ثبوت نہیں ہے لیکن امام بخاری نے روایت کے عموم سے ترجمہ ثابت کیا ہے، روایت کے الفاظ ہیں كُنَّا تَاجِرَيْنِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ یہ اپنے عموم کی وجہ سے تجارت فی البز اور

Maktaba Tul Ishaat.com



تجارت فی البر دونوں کو شامل ہے، ابن عساکر نے نسخہ میں التجارۃ فی البرّ ضمہ باء کے ساتھ ضبط کیا ہے اور اسی نسخہ کو صواب قرار دیا ہے اسی طرح سے حافظ شرف الدین دمیاطی نے ضبط کیا ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اگلا ترجمہ آرہا ہے بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَحْرِ اس کی مواخات کا مقتضیٰ یہ ہے کہ یہ التجارۃ فی البرّ ہو خشکی میں تجارت کے جواز کا بیان کرنا مقصود ہو۔

**وَقَوْلِ اللّٰهِ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ:** اس آیت کے یہاں پر ذکر کرنے سے مقصد یہ ہے کہ تجارت کرنا خوب جائز ہے مگر ایسا انہاک نہ ہونا چاہئے کہ آدمی اللہ کے ذکر سے غافل ہو جائے۔

**وَقَالَ قَتَادَةُ كَانَ الْقَوْمُ يَتَبَايَعُونَ وَيَتَّجِرُونَ:** اس اثر کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں لَمْ أَقِفْ عَلَيْهِ مَوْصُولًا عَنْهُ، وَقَدْ وَقَعَ لِي مِنْ كَلَامِ ابْنِ عُمَرَ أَخْرَجَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْهُ۔

اثر کا مطلب یہ ہے کہ صحابۂ کرامؓ بیع وشراء اور تجارت کرتے تھے لیکن جب اللہ کا کوئی حق سامنے آجاتا تھا تو تجارت وبیع انکو اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی، جب تک اللہ کا حق نہ ادا کر دیں اپنی تجارت وغیرہ میں مشغول نہیں ہوتے تھے۔

**ایک بڑے میاں کی کرامت:** ایک بڑے میاں تھے وزیر علی ان کا نام تھا لوگ ان کو بابا کہتے تھے، ان کے متعلق یہ معروف تھا کہ جب نماز کا وقت آجاتا تو اپنے بیلوں کو چھوڑ دیتے تھے اور یہ کہہ دیتے تھے کہ یہیں رہنا ہم نماز پڑھنے جارہے ہیں، کہیں جانا مت اور بیل وہیں رہتے تھے، بعض وقت ایسا ہوتا تھا کہ غلہ گاہا جاتا تھا اس پر بیل پھراتے ہیں غلہ نیچے آجاتا ہے بھس اوپر آجاتا ہے، ظہر کی نماز کا وقت آیا بیلوں کو کہا کہ ہم جارہے ہیں نماز پڑھنے کے لئے، یہیں رہنا، چلے مت جانا، اور بھس کھانا، غلہ نہ کھانا، بیل وہیں رہتے تھے کہیں نہیں جاتے تھے اور بڑے میاں آتے تھے نماز پڑھ کر اور پھر واپس جاتے تھے، ان کو میں نے بھی بچپن میں دیکھا ہے۔

**كُنَّا تَاجِرَيْنِ:** ابھی میں نے جیسا کہ بتلایا امام بخاری نے اسی سے اپنا ترجمہ ثابت کیا ہے نبہ علیہ الحافظ ابن حجر والعلامۃ العینی، حافظ قطب الدین حلبی نے اشکال کیا ہے کہ روایت سے ترجمہ ثابت نہیں ہوتا ہے لیکن حافظ اور عینی کی تقریر سے یہ اشکال دور ہو جاتا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۷۷) بَابُ الْخُرُوجِ فِي التِّجَارَةِ

وقول الله تعالى ﴿فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ﴾

۲۰۶۰. حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ أَنَّ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ اسْتَأْذَنَ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ، وَكَأَنَّهُ كَانَ مَشْغُولاً فَرَجَعَ أَبُو مُوسَى فَفَرَغَ عُمَرُ فَقَالَ: أَلَمْ أَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ؟ ائْذَنُوا لَهُ، قِيلَ: قَدْ رَجَعَ، فَدَعَاهُ فَقَالَ: كُنَّا نُؤْمَرُ بِذَلِكَ، فَقَالَ: تَأْتِينِي عَلَى ذَلِكَ بِالْبَيِّنَةِ، فَانْطَلَقَ إِلَى مَجْلِسِ الْأَنْصَارِ فَسَأَلَهُمْ فَقَالُوا: لَا يَشْهَدُ لَكَ عَلَى هَذَا إِلَّا أَصْغَرُنَا أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ، فَذَهَبَ بِأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، فَقَالَ عُمَرُ: أَخَفِيَ عَلَيَّ مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ أَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ - يَعْنِي الْخُرُوجَ إِلَى التِّجَارَةِ.

**ترجمہ:** باب، تجارت کے لئے گھر سے باہر نکلنے کا بیان۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ جمعہ میں فرمایا "(جب نماز ہو جائے) تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو!"

روایت کا ترجمہ تشریح کے ذیل میں آجائے گا

**تشریح:** علامہ ابن منیر فرماتے ہیں کہ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ تجارت کے لئے نقل و حرکت کرنا اگرچہ دور جانا پڑے جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور جو بعض لوگ بہت زیادہ غلو کرتے ہیں کہ بازار میں جاتے ہی نہیں ہیں ان پر امام بخاری نے تردید فرمائی ہے۔

**أَنَّ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ اسْتَأْذَنَ:** حضرت عمرؓ کے یہاں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ تشریف لے گئے، عمرؓ ہی نے بلایا تھا تین مرتبہ اجازت چاہی جب تیسری مرتبہ اجازت نہیں ملی تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ لوٹ گئے، حضرت عمرؓ مشغول تھے، جب فراغت ہوئی تو پوچھا کہ کیا ابو موسیٰ کی آواز آرہی تھی؟ معلوم ہوا کہ وہ تو لوٹ گئے، بلوایا اور حضرت عمرؓ نے واپس جانے کا سبب پوچھا انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے ہم کو یہی حکم تھا إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ بس کیا تھا، جوش فاروقی کی تو کوئی حد ہی نہیں رہی، فرمانے لگے تَأْتِينِي عَلَى ذَلِكَ بِالْبَيِّنَةِ گواہ پیش کرو کہ حضور نے یہ فرمایا ہے ورنہ تمہاری اچھی خبر لوں گا، حضرت ابو موسیٰؓ گھبرا گئے اتفاقاً انصار کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے انہوں نے ان کی جو بدحالی دیکھی تو

Maktaba Tul Ishaat.com



پوچھا کہ کیا بات ہے؟ سارا واقعہ عرض کیا، حضرت ابی بن کعبؓ اس مجلس میں تشریف فرما تھے فرمایا لَا يَشْهَدُ لَکَ عَلَى هٰذَا إِلَّا أَصْغَرُنَا ابو سعید خدریؓ ان میں سب سے زیادہ نو عمر تھے تشریف لے گئے اور انہوں نے جا کر شہادت دی، دوسرے وقت میں حضرت ابی بن کعبؓ نے حضرت عمرؓ کی خبر لی کہنے لگے یا ابن الخطاب لا تکن نکالًا علی أصحاب رسول اللہ ﷺ اے خطاب کے لونڈے! اصحابِ رسول اللہ ﷺ کیلئے عذاب نہ بن جا۔

مگر ابن خطابؓ کا غصہ اللہ کے واسطے تھا اس خطرہ اور خوف کی وجہ سے کہ کوئی کہیں جھوٹی روایتیں نہ گھڑنے لگے، فرمانے لگے سُبْحَانَ اللهِ إِنَّمَا سَمِعْتُ شَيْئًا فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَثَبَّتَ میں نے ایک بات سنی تھی تحقیق مقصود تھی، امام بخاری کی کتاب الادب المفرد میں یہ واقعہ مذکور ہے اس میں ہے فَقَالَ عُمَرُ لِأَبِي مُوسَى وَاللّٰهِ إِنْ كُنْتَ لَأَمِينًا عَلَى حَدِيثِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَلٰكِنْ أَحْبَبْتُ أَنْ أَسْتَثْبِتَ، موطا میں ہے حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ سے فرمایا أَمَا إِنِّي لَمْ أَتَّهِمْكَ وَلٰكِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَتَقَوَّلَ النَّاسُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، یہ ہے اصل بنیاد کہ میں نے تم کو متہم نہیں سمجھا لیکن مجھے یہ خطرہ ہوا کہ کہیں لوگ حضور اکرم ﷺ پر افتراء پردازی نہ کرنے لگیں۔

امام بخاری نے کتاب الاستیذان میں لکھا ہے أراد عمر التثبت لا أنه لا يجوز خبر الواحد، حضرت عمرؓ نے جو بینہ طلب کیا تھا اس کا مقصود صرف یہ تھا کہ تحقیق ہو جائے، باقی اس لئے بینہ طلب نہیں کیا تھا کہ ان کے نزدیک ایک آدمی کی خبر غیر مقبول تھی۔

یہاں خبر واحد سے مراد خبر واحد اصطلاحی نہیں بلکہ فردِ واحد کی خبر ہے، ورنہ خبر واحد اصطلاح میں وہ خبر ہے جو خبر متواتر اور خبر عزیز کے مقابل میں استعمال کی جاتی ہے، اصل میں متواتر وہ خبر ہے جس کو نقل کرنے والی ایسی بڑی جماعت ہو جن کا تواطؤ علی الکذب عادۃً محال ہو، اس کے علاوہ جتنی اخبار ہیں سب اخبار آحاد ہیں۔

پھر اخبار آحاد کی کئی تقسیم کی ہیں، اگر کہیں پر تفرد ہے تو اس کو خبر غریب کہا جاتا ہے اور اگر ہر طبقہ میں دو ناقل ہیں تو وہ خبر عزیز کہلاتی ہے ورنہ اس سے زائد ہونے کی صورت میں خبر مشہور کہلاتی ہے۔

اصولِ احناف پر جو روایت قرون ثلاثہ میں حدِ تواتر کو پہنچے وہ متواتر ہے، اور جو قرونِ ثلاثہ میں حدِ تواتر کو نہ پہنچے بلکہ قرنِ ثانی یا ثالث میں حدِ تواتر کو پہنچی ہو اس کو خبر مشہور کہا جاتا ہے، اور اس کے علاوہ آحاد ہیں۔

**أَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ:** یعنی تجارت میں مشغولی نے مجھے غافل کر دیا ہے، یہ ہے مقصود بالترجمہ۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۷۷) بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَحْرِ

وقال مطر: لا بأس به، وما ذكره الله في القرآن إلا بحق ثم تلا ﴿وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ﴾، الفلك، السفن، الواحد والجمع سواء.

وقال مجاهد: تمخر السفن من الريح، ولا تمخر الريح من السفن إلا الفُلْك العظام.

۲۰۶۱. وَقَالَ اللَّيْثُ: ثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلاً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ خَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

**ترجمہ:** باب، سمندر میں تجارت کرنے کا بیان، مطر بن طہمان نے کہا کہ سمندر میں تجارت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں سمندر کا ذکر حق کے ساتھ کیا ہے پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی "اور تم کشتیوں کو دیکھو گے اس حال میں کہ وہ پانی کو چیرتی ہیں اور اس لئے تاکہ تم اللہ کا رزق تلاش کرو"، فُلک کشتیوں کو کہتے ہیں اس کا مفرد اور جمع دونوں فُلک ہی ہے، مجاہد نے کہا: کشتیاں ہوا کو چیرتی ہیں مگر وہی کشتیاں چیرتی ہیں جو بڑی ہوتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا کہ وہ سمندر کے سفر میں گیا اور اس نے اپنا کام کیا اور راوی نے باقی حدیث بیان کی۔

(عبد اللہ بن صالح نے مجھ سے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے لیث بن سعد نے یہ حدیث بیان کی)۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ جیسے تجارت فی البرّ جائز ہے ایسے ہی تجارت فی البحر بھی جائز ہے۔

اس پر تنبیہ کرنے کی دو وجہ ہے، (۱) اول یہ کہ حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت عمر بن عبد العزیز سے منقول ہے کہ ان حضرات نے سمندر کے سفر سے منع کیا ہے، قاضی عیاض نے ارشاد فرمایا کہ ان حضرات نے سمندر کا سفر تجارت کی نیت سے کرنے سے منع کیا ہے، (۲) اور دوسری وجہ یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ایک روایت نقل فرمائی ہے لا یركب البحرَ إلا حاجٌّ أو معتمرٌ أو غازٍ في سبيل الله فإن تحتَ البحرِ نارًا وتحت النارِ بحرًا، مگر یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے اور اس کی سند دو مجہول راویوں پر مشتمل ہے، امام بخاری نے اس پر رد کیا ہے۔

**وَقَالَ مَطَرٌ لَا بَأْسَ بِهِ:** یہ مطر ورّاق ہے اور بعض نسخوں میں مطرف واقع ہوا ہے یہ تصحیف ہے۔

**وَمَا ذَكَرَهُ اللهُ فِي الْقُرْآنِ إِلَّا بِحَقٍّ:** یعنی خدائے پاک نے تجارت فی البحر کو قرآن میں ذکر کیا ہے،

Maktaba Tul Ishaat.com



اگر یہ حق اور صواب نہ ہوتا تو اللہ میاں کیوں ذکر فرماتے؟ اور اس کے بعد انہوں نے یہ آیت شریفہ پڑھی وَتَرَى الْفُلْکَ مَوَاخِرَ فِیهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ اور تم دیکھو گے کشتیوں کو اس کے اندر کہ پانی کے سینہ کو چاک کر رہی ہوں گی تاکہ تم اللہ کے فضل کو تلاش کرو۔

وَالْفُلْکُ السُّفُنُ، الْوَاحِدُ وَالْجَمْعُ سَوَاءٌ: امام بخاری نے بتلا دیا کہ فلک جمع ومفرد دونوں طرح استعمال کیا گیا ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَمْخَرُ السُّفُنُ مِنَ الرِّيحِ: ہمارے نسخوں میں اسی طرح سے من الریح واقع ہوا ہے اس صورت میں السفن مرفوع ہے اور تقدیر عبارت ہے کہ کشتیاں پانی کے سینہ کو چاک کرتی ہیں ہوا کی مدد سے اور نہیں چاک کرتی ہیں ہوا کو وہ کشتیاں مگر جو بڑی بڑی ہوتی ہیں۔

اور بعض نسخوں میں مِنْ کا لفظ نہیں ہے اس صورت میں السفن مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں اور منصوب بھی۔

اگر السُّفُنَ کو منصوب پڑھا جائے تب اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ کشتیوں کو ہوائیں پھاڑ دیتی ہیں لیکن ہوائیں بڑی کشتیوں کو پھاڑتی ہیں چھوٹی کو نہیں پھاڑتی ہیں اس کو الٹ دیتی ہیں۔

اور اگر السُّفُنُ مرفوع پڑھا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ کشتیاں ہواؤں کو چاک کرتی ہیں لیکن ہواؤں کو بڑی کشتیاں چاک کرتی ہیں چھوٹی کشتیوں کو ہوا روک دیتی ہے۔

وَقَالَ اللَّيْثُ: یہ حدیث کتاب الزکوۃ میں گزر چکی ہے اور آئندہ مکمل ابواب الکفالہ میں آرہی ہے۔

## (ص ۲۷۷) بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا

وقوله ﴿ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ ﴾. وقال قتادة: كانوا يتجرون، ولكنهم كانوا إذا نابهم حق من حقوق الله لم تلههم تجارة ولا بيع عن ذكر الله حتى يؤدوه إلى الله.

٢٠٦٢. حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: أَقْبَلَتْ عِيرٌ وَنَحْنُ نُصَلِّي يَوْمَ الْجُمُعَةِ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَانْفَضَّ النَّاسُ إِلَّا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ ﴿ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ﴾.

Maktaba Tul Ishaat.com



**ترجمہ:** باب، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور جب وہ کوئی تجارت یا تماشہ دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں"، باقی آیت اور روایت وغیرہ کا ترجمہ گزر چکا ہے۔

**تشریح:** غور سے سنو! یہ باب ابھی چار باب پہلے گزر چکا ہے یہ عین تکرار ہے، اور جو روایت وہاں ذکر کی تھی وہی روایت یہاں پر بھی ذکر فرمائی ہے اور مصنف سے اس طرح کا تکرار بہت ہی مستبعد ہے، ہو سکتا ہے کہ یہ تکرار بعض نساخ کی گڑبڑ سے ہوا ہو۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اصل میں آیت کا ایک منطوق ہے اور ایک مفہوم ہے، آیت کا منطوق یہ ہے کہ اللہ کے ذکر کے وقت تجارت کرنا مذموم ہے اور آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اللہ کا ذکر نہ ہو رہا ہو تو اس وقت تجارت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، امام بخاری نے یہاں پر ترجمہ منطوق آیت پر نظر کرتے ہوئے منعقد کیا ہے اور یہ بتلانا مقصود ہے کہ ذکر اللہ کے وقت تجارت میں مصروف ہونا مذموم ہے، اور ترجمۂ گزشتہ مفہوم آیت پر نظر کرتے ہوئے منعقد کیا ہے یعنی اگر ذکر اللہ کا وقت نہ ہو تو پھر تجارت کرنے میں کوئی مضائقہ کی بات نہیں ہے، اور اس کا عکس بھی ہو سکتا ہے یعنی پہلی جگہ ترجمہ منطوق آیت پر نظر کرتے ہوئے منعقد کیا ہو اور یہاں پر مفہوم آیت پر نظر کرتے ہوئے منعقد کیا ہو۔

آگے آیت آ رہی ہے رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ یہ بھی اسی صفحہ کی پہلی سطر میں بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَرِّ کے ذیل میں گزر چکی ہے، یہ تکرار عجیب وغریب ہے اور بعض نسخوں میں دونوں ترجموں میں آیت اور قتادہ کا قول ہے، اور بعض نسخوں میں ایک جگہ ہے اور دوسری جگہ نہیں یعنی پہلی جگہ ہے دوسری جگہ نہیں، اور بعض نسخوں میں دوسری جگہ ہے پہلی جگہ نہیں ہے، بہر حال اگر تکرار دونوں جگہ ہو تو یہ تکرار ہی ہے اور کسی ناسخ یا کاتب کی طرف سے یہ تکرار آیا ہے۔

## (ص ۲۷۷) بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ

۲۰۶۳۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ، وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ،

Maktaba Tul Ishaat.com



وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ، لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا.

٢٠٦٤. حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَلَهَا نِصْفُ أَجْرِهِ.

**ترجمہ:** باب، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر کا بیان "خرچ کرو اپنی کمائی ہوئی عمدہ چیزوں میں سے"۔

روایت کا ترجمہ باب من أمر خادمه بالصدقة میں گزر چکا ہے

**تشریح:** امام بخاری نے پہلے یہ بیان فرمایا تھا کہ ذکر اللہ کے وقت تجارت میں مشغول ہونا مذموم ہے، اب فرماتے ہیں کہ خدائے پاک کا یہ حکم ہے کہ جو تم نے طیب مال کمایا ہے اس کو خرچ کرتے رہو، اس باب کے ذریعہ سے گویا پابندی عائد کی جارہی ہے اور لگام لگائی جارہی ہے کہ جب اللہ کی طرف سے یہ حکم ہے کہ پاک کمائی کو صرف کرو تو انسان اگر حکم خداوندی کی تابعداری کرے گا تو اس کی وجہ سے مال کا لالچ اور اس کی حرص دل سے نکل جائے گی اور جب مال کی لالچ اور اس کی حرص دل سے نکل جائے گی تو وہ اللہ کے ذکر اور نماز کے اوقات میں تجارت اور بیع میں مصروف نہیں ہوگا۔

**حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:** یہ حدیث اسی سند کے ساتھ کتاب الزکوۃ میں ص ۱۹۲ پر گزر چکی ہے۔

**حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ:** یہ حدیث اسی سند کے ساتھ کتاب النفقات میں ص ۸۰۷ پر آرہی ہے، فرق یہ ہے کہ یہاں مصنف نے حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ کہا ہے یحی کو والد جعفر کی طرف منسوب کیا ہے اور وہاں صرف حدثنا یحی کہا ہے، اب علامہ کرمانی شارح بخاری کو کتاب النفقات کی شرح کرتے ہوئے یہ تردد پیش آگیا کہ یحی سے مراد آیا یحی بن موسی البلخی ہیں جن کا لقب "ختّ" ہے یا یحی بن جعفر بیکندی ہیں، صحیح یہ ہے کہ یہ یحی بن جعفر بن اعین بیکندی ہیں کما جزم بذلک الإمام المزی فی الأطراف والعلامة العینی فی شرح البخاری، حافظ ابن حجر کا طرز النکات الظراف میں اسی بات پر دلالت کرتا ہے، اس لئے کہ حافظ ابن حجر نے امام مزی پر کوئی تنقید نہیں کی ہے اور یہ نہیں کہا کہ یہاں پر یحی بن جعفر ہیں اور وہاں پر یحی بن موسی البلخی جن کا لقب "خت" ہے وہ مراد ہے، تو یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جو بیک سند و متن مکرر ہے۔

اس حدیث پاک میں یہ وارد ہوا ہے کہ عورت اگر اپنے خاوند کی کمائی سے بلا اذن خرچ کرتی ہے تو اس کو

Maktaba Tul Ishaat.com



نصف اجر ملتا ہے، لیکن پہلی روایت میں گزرا ہے إذا أنفقتِ المرأۃُ مِن طعامِ بیتِھا غیرَ مُفسِدۃٍ کان لَھا أجرُھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو پورا اجر ملتا ہے، اصل بات یہ ہے کہ دو چیزوں پر اجر مرتب ہوتا ہے، ایک کمانے پر اور دوسرے انفاق پر، دونوں کو ملاؤ تو مکمل اجر ہے اور اگر دونوں کو الگ الگ کرلو تو گویا انفاق کا اجر آدھا ہوگیا اور کمانے کا اجر آدھا ہوگیا، اس روایت میں انفاق اور کمانے دونوں پر نظر کرکے عورت کے اجر کو نصف اجر قرار دیا گیا ہے اور پہلی روایت میں صرف انفاق پر نظر کرتے ہوئے اس کو کل اجر قرار دیا گیا اسی لئے فرمایا کَانَ لَھا أجرُھا بِمَا أنفَقَتْ اس کو انفاق کا اجر ملے گا اور اس کے زوج کو کسب و کمائی کا اجر ملے گا۔

## (ص ۲۷۷) بَابُ مَنْ أَحَبَّ الْبَسْطَ فِي الرِّزْقِ

۲۰۶۵. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ الْكِرْمَانِيُّ ثَنَا حَسَّانُ ثَنَا يُونُسُ قَالَ مُحَمَّدٌ - هُوَ الزُّهْرِيُّ - عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ رِزْقُهُ أَوْ يُنْسَأَ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ جو شخص رزق میں فراخی چاہتا ہو اس کو کیا کرنا چاہئے؟

حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کو اس بات سے خوشی ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی اور عمر میں درازی کی جائے اس کو رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئے۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی رزق میں بسط کا طالب ہو تو سنت میں اس کی اصل موجود ہے، حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا مَنْ سَرَّہُ أنْ یُبسَطَ لَہُ رِزقُہُ أو یُنسَأَ لَہُ فِي أثَرِہِ فَلْیَصِلْ رَحِمَہُ، صلہ رحمی کو حضور ﷺ نے برکت فی الرزق اور رزق بڑھنے کا سبب بتایا ہے، اور رزق بڑھنے کا سبب تلقین کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اگر کوئی رزق بڑھنے کا طریقہ اختیار کرتا ہے تو اس کے لئے گنجائش ہے۔

البتہ ایک کتاب ہے الأنوار لأعمال الأبرار شافعیہ کی، اس میں لکھا ہوا ہے یستحب ترک التبسّط فی الحلال بلا حاجۃ بلاضرورت حلال میں آدمی کو بہت زیادہ بسط و کشادگی پسند نہیں کرنا چاہئے۔

مَنْ سَرَّہُ أنْ یُبسَطَ لَہُ رِزقُہُ أو یُنسَأَ لَہُ فِي أثَرِہِ فَلْیَصِلْ رَحِمَہُ: أثر کا اطلاق آثار قدم پر ہوتا ہے اور آثارِ اقدام اس وقت تک رہتے ہیں جب تک آدمی زندہ رہے اور جب زندگی ختم ہوجاتی ہے تو اس کی

Maktaba Tul Ishaat.com



مدت ختم ہو جایا کرتی ہے، اس لئے بعض احادیث میں أثرہ کے بجائے وینسأ له فی أجله آیا ہے اس کی اجل کو مؤخر کر دیا جائے، مدت اس کی مؤخر کر دی جائے یعنی حیات بڑھادی جائے تو صلہ رحمی کرے۔

اس پر اشکال یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے إن أجل الله إذا جاء لا یؤخر جب عمر پوری ہوتی ہے تو تاخیر نہیں ہوتی اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اجل میں تاخیر ہو جاتی ہے، اس کے علماء نے مختلف جوابات دیئے ہیں۔

حاصل اجوبہ یہ ہے کہ اس حدیث میں دو احتمال ہیں، یا یہ حقیقت پر محمول ہے یا مجاز پر؟

اگر حقیقت پر محمول کیا جائے تو اشکال وارد ہوتا ہے لیکن اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اصل میں تقدیر کی دو قسمیں ہیں، تقدیر مبرم اور تقدیر معلق، تقدیر مبرم کے اعتبار سے تو کہا گیا إن أجل الله إذا جاء لا یؤخر اور تقدیر معلق کے اعتبار سے کہا گیا ہے أوْ يُنسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ اجل اور اثر میں تاخیر کر دی جایا کرتی ہے، فرشتوں کو لوح محفوظ میں یہ لکھ کر بتلا دیا جاتا ہے کہ اگر اس شخص نے صلہ رحمی کی تو ساٹھ سال عمر دی جائے گی ورنہ چالیس سال عمر دی جائے گی، باقی صلہ رحمی کرے گا یا نہیں کرے گا اس سے لوح محفوظ ساکت ہوتا ہے وہ علم الٰہی میں ہوتا ہے، اللہ کے علم میں جو بات ہے وہ قطعی اور یقینی ہے وہاں کمی وبیشی اور تقدیم وتاخیر کا سوال نہیں پیدا ہوتا ہے۔

اور اگر اس کو مجاز پر محمول کیا جائے تو پھر اس میں کئی قول ہیں، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے مراد برکت فی العمر ہے، تھوڑی سی عمر میں اتنی توفیق ہو جاتی ہے جتنا لمبی عمر میں دوسروں کو توفیق نہیں ہوا کرتی ہے، امام نووی نے اسی کو اختیار کیا ہے، اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس سے مراد بقاء ذکرِ جمیل ہے، ایسا آدمی بعد میں خیر کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے ایسا تھا ویسا تھا، طبرانی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد ذریت طیبہ ہے، اچھی ذریت اچھی اولاد اللہ تعالیٰ نصیب فرماتے ہیں۔

## (ص ۲۷۷) بَابُ شِرَي النَّبِيِّ ﷺ بِالنَّسِيئَةِ

۲۰۶۶. حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ فَقَالَ: حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ رَجُلٍ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ.

Maktaba Tul Ishaat.com



۲۰۶۷. حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ ثَنَا هِشَامٌ ثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَوْشَبٍ ثَنَا أَسْبَاطُ أَبُو الْيَسَعِ الْبَصْرِيُّ ثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ مَشَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِخُبْزِ شَعِيرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ ﷺ دِرْعًا لَهُ بِالْمَدِينَةِ عِنْدَ يَهُودِيٍّ وَأَخَذَ مِنْهُ شَعِيرًا لأَهْلِهِ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: مَا أَمْسَى عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ صَاعُ بُرٍّ وَلاَ صَاعُ حَبٍّ وَإِنَّ عِنْدَهُ لَتِسْعَ نِسْوَةٍ.

**ترجمہ:** باب، نبی پاک ﷺ کے ادھار خریدنے کا بیان۔

اعمش کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابراہیم نخعی کے یہاں ادھار معاملے میں رہن رکھنے کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ مجھ سے اسود نے حدیث بیان کی اور انہوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی کہ نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی سے مدت مقرر کر کے ادھار غلہ خریدا اور لوہے کی ایک زرہ اس کے پاس گروی رکھی۔

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس جو کی ایک روٹی اور ایسی چربی لیکر گئے جس کی بو خراب ہو گئی تھی، نیز نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں ایک یہودی کے پاس زرہ گروی رکھی اور اس سے اپنے گھر والوں کے لئے جو خریدے اور میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ محمد (ﷺ) کے گھر والوں کے یہاں (بعض) شام (ایسی بھی آئی کہ) نہ ایک صاع گیہوں تھا نہ ایک صاع غلہ جب کہ آپ ﷺ کے نکاح میں نو بیویاں تھیں۔

**تشریح:** اس باب کی غرض میں تین قول ہیں، (۱) سرکار دو عالم ﷺ نے ادھار خریدا ہے لہٰذا امت کے واسطے شاہراہ عمل موجود ہے اور وہ ادھار خرید سکتی ہے، امام ابن بطال فرماتے ہیں کہ ادھار خریدنا بالاجماع والاتفاق جائز ہے۔

(۲) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ چونکہ ادھار دَین کے قبیل سے ہے اور حضور اکرم ﷺ نے دَین سے پناہ چاہی ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ کسی آدمی کو یہ خیال گزرے کہ ادھار لینا جائز نہ ہونا چاہئے، تو امام بخاری نے اس پر تنبیہ فرمادی کہ ادھار لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، اور دَین سے سرکار دو عالم ﷺ نے اس کے عواقب پر نظر کرتے ہوئے پناہ چاہی ہے، اس لئے کہ آدمی اگر دَین ادا کئے بغیر مرتا ہے تو وہ ماسور و مقید رہتا ہے صاحب الدین ماسور بدینہ مضمون حدیث ہے۔

(۳) ہمارے شیخ دامت برکاتہم ارشاد فرماتے ہیں کہ اصل میں ابوداؤد شریف میں ایک حدیث حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ایک قافلہ سے غلہ خریدا اور اس کے بعد وہیں

Maktaba Tul Ishaat.com



نفع پر فروخت کر دیا پھر اس نفع کو آپ نے بنو المطلب کے ارامی (بیواؤں) پر صدقہ کر دیا اور ارشاد فرمایا لاأشتری إلا وعندی ثمنه میں جو چیز خرید تا ہوں اس کی قیمت میرے پاس موجود ہوتی ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ادھار نہیں خریدتے تھے اس لئے امام بخاری نے اس کی تردید کی اور یہ بتلایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھار خریدا ہے حتی کہ آپ کی جب وفات ہوئی تو زرہ مبارک اس ادھار میں رہن میں رکھی ہوئی تھی۔

**حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ:** یہ حدیث امام بخاری نے دس بلکہ اس سے زائد جگہوں میں تخریج فرمائی ہے۔

**ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ:** ابراہیم سے مراد ابراہیم نخعی ہیں، ہم نے ابراہیم نخعی سے سلم میں رہن رکھنے کے مسئلہ میں گفتگو کی۔

محشی فرماتے ہیں أی السلف ادھار کے مسئلہ میں ہم نے رہن کی گفتگو کی یعنی سنت میں اس کی کوئی اصل موجود ہے یا نہیں؟ محشی کہتے ہیں ولم یرد به السلم العرفی الذی هو بیع الدین بالعین اس سے سلم عرفی کو مراد نہیں لیا ہے جس کا نام بیع الدین بالعین ہے اور محشی نے اس تفسیر کی نسبت فتح الباری اور عینی کی طرف کی ہے، قسطلانی میں بھی یہ تفسیر موجود ہے۔

لیکن میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے، امام بخاری نے اس کو سلم عرفی پر محمول فرمایا ہے چنانچہ آگے ص ۳۰۰ پر ترجمہ منعقد کیا ہے بَابُ الرَّهْنِ فِي السَّلَمِ، معلوم ہوا کہ اگر اس کو ظاہر پر محمول کیا جائے تو اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں۔

**رہن فی السلم کا مطلب:** اصل میں سَلَمْ میں رب السلم روپیہ دیتا ہے اور مُسلَم الیہ لیتا ہے اور یہ وعدہ ہو جاتا ہے کہ وہ مسلم فیہ کو فلاں وقت مثلاً ایک مہینہ کے بعد دے دے گا، لیکن بعض وقت خطرہ ہوتا ہے کہ مُسلَم الیہ رب السلم کا مال لیکر غائب نہ ہو جائے اس لئے ضرورت پیش آتی ہے وثیقہ کی، اب اگر رب السلم مسلم الیہ سے یہ کہے کہ صاحب! آپ نے جو میرے پانچ ہزار روپیہ لیے ہیں ۱۰۰ کوئنٹل گیہوں کے لئے تو وثیقہ اور اعتماد کے طور پر میرے پاس کوئی چیز رکھ دیجئے، کیا پتہ آپ وقت پر نہ ادا کر پائیں اور میرا روپیہ مارا جائے، تو شریعت میں اس کی اصل موجود ہے، اس طرح رہن لیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے تیس صاع جَو ادھار لیا تھا اور قیمت فوری طور پر موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کے بدلہ میں اپنی زرہ مبارک اس کے

Maktaba Tul Ishaat.com



یہاں وثیقہ کے طور پر رہن رکھ دی تھی۔

غالب گمان یہ ہے کہ شراح کرام نے یہاں پر رہن فی السلم کو رہن فی السلف پر اس لئے محمول کیا ہے تاکہ روایت ترجمہ کے ساتھ بالکل منطبق ہو جائے، لیکن یہ کچھ ضروری نہیں، روایت کا تعلق اصل میں اشتراء بالنسیۂ ہی سے ہے لیکن ابراہیم نخعی نے اسی سے رہن فی السلم کو بھی ثابت فرمایا ہے۔

**أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى طَعَامًا:** یہ حدیث اسی سند کے ساتھ کتاب الاستخراج میں ص ۳۲۱ پر آرہی ہے، یہ طعام تیس صاع جَو تھا جیسا کہ نسائی شریف میں وارد ہوا ہے اور رجل یہودی کا نام ابوالشحم ہے جیسا کہ بیہقی کی ایک روایت میں وارد ہوا ہے۔

**وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ:** إهالة ہمزہ کا کسرہ اور ہاء کی تخفیف، علامہ داؤدی فرماتے ہیں کہ یہ دنبہ کی چربی کا نام ہے، اصل میں اہالہ کہتے ہیں اس چربی کو جو پگھلا دی گئی ہو اور سنخہ جس میں طول مکث کی وجہ سے بو پیدا ہو گئی ہو۔

**وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ مَا أَمْسَى عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ الخ:** اس میں شراح کا اختلاف ہے کہ یہ کس کا مقولہ ہے؟ علامہ کرمانی وعینی فرماتے ہیں کہ یہ قتادہ کا مقولہ ہے اور سَمِعْتُهُ کی ضمیر انسؓ کی طرف عائد ہے، لیکن حافظ ابن حجر اور علامہ سندی کی رائے ہے کہ یہ حضرت انسؓ کا مقولہ ہے اور سَمِعْتُهُ کی ضمیر رسول اکرم ﷺ کی طرف عائد ہے چنانچہ مسند احمد اور ابن ماجہ وغیرہ میں وارد ہوا ہے عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ مِرَارًا وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا أَصْبَحَ عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ صَاعُ حَبٍّ وَلَا صَاعُ تَمْرٍ وَإِنَّ لَهُ يَوْمَئِذٍ لَتِسْعَ نِسْوَةٍ، اور اس میں کوئی استبعاد نہیں کہ حضور ﷺ تعلیم امت اور ان کی تسلی کے واسطے اس طرح کی بات بیان کردیں کہ تم لوگوں پر اگر فقر وفاقہ آئے تو تنگ ہونے اور گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ آل محمد ﷺ پر ایسی حالت گزر چکی ہے کہ ان کے پاس شام کے وقت نہ ایک صاع جَو ہوتا تھا اور نہ کوئی اور غلہ ہوتا تھا حالانکہ ان کے پاس نو بیویاں تھیں۔

## (ص ۲۷۸) بَاب كَسْبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِهِ بِيَدِهِ

۲۰۶۸. حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ثَنِي عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ

Maktaba Tul Ishaat.com



أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا اسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ قَالَ: لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي أَنَّ حِرْفَتِي لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَؤُونَةِ أَهْلِي وَشُغِلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَسَيَأْكُلُ آلُ أَبِي بَكْرٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ.

٢٠٦٩. حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ ثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ ثَنَا سَعِيدٌ ثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ عُمَّالَ أَنْفُسِهِمْ، فَكَانَ يَكُونُ لَهُمْ أَرْوَاحٌ، فَقِيلَ لَهُمْ: لَوِ اغْتَسَلْتُمْ.

رَوَاهُ هَمَّامٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ.

٢٠٧٠. حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَإِنَّ نَبِيَّ اللهِ دَاوُدَ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ.

٢٠٧١. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ نَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّ دَاوُدَ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهِ.

٢٠٧٢. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ له مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ.

٢٠٧٣. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى ثَنَا وَكِيعٌ ثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ.

قَالَ أَبُو نُعَيْمٍ: ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَوَابٍ، وَثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ، الحديث.

**ترجمہ:** باب، آدمی کے مال کمانے اور اپنے ہاتھ سے کام کرنے کا بیان۔

ترجمہ تشریح کے ذیل میں موجود ہے

**تشریح:** امام بخاری نے پہلے کسب کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی ہیں کمانے کے اور کمانا مختلف صورتوں سے ہو سکتا ہے، اس کے بعد فرمایا وَعَمَلِهِ بِيَدِهِ اور ہاتھ سے کام کرنا، یہ من قبیل عطف الخاص علی العام ہے اور اس سے بظاہر صنعت کا ثبوت ہوتا ہے، ممکن ہے کہ امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے صنعت و حرفت کا جواز ثابت فرمایا ہو۔

Maktaba Tul Ishaat.com



اصول مکاسب: کمانے کے اصل مشہور طریقے تین ہیں، زراعت، تجارت اور صنعت وحرفت۔

اس میں اختلاف ہے کہ اطیب المکاسب (سب سے بہترین کمائی) کون سی ہے؟

قاضی ماوردیؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے اصول کے مطابق تجارت ہے لیکن میرے (یعنی ماوردی کے) نزدیک افضل زراعت ہے، اس لئے کہ اس میں زارع دانہ زمین میں ڈال دیتا ہے اور پھر اللہ پر توکل کر کے بیٹھ جاتا ہے حق تعالیٰ ہی اس کو اگاتے ہیں اور بڑھاتے ہیں اور پھر اس میں غلہ ڈالتے ہیں۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں صواب یہ ہے کہ صنعت وحرفت سب سے افضل ہے، حضرت مقدامؓ کی روایت میں بخاری شریف میں تصریح وارد ہوئی ہے مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ وَإِنَّ نَبِيَّ اللهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، روایات میں وارد ہوا ہے كَانَ يَنْسِجُ الدُّرُوعَ حضرت داؤد علیہ السلام زرہیں بنایا کرتے تھے اور بنا کر فروخت کیا کرتے تھے۔

حنفیہ کے مسلک میں تھوڑی سی تفصیل ہے، ہمارے فقہاء جیسے صاحبِ بحر نے لکھا ہے کہ افضل المکاسب جہاد ہے اس کے بعد تجارت ہے پھر زراعت اور پھر صنعت وحرفت ہے۔

ہمارے حضرت شیخ دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ جہاد کو مکاسب میں شمار کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا ہے، جہاد کا اصل مقصود اعلاء کلمۃ اللہ ہے ہاں ضمنی طور پر اس میں اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے بعض وقت رزق بھی مل جاتا ہے لیکن فقہاء کرامؒ نے جب اس کو مکسبہ میں داخل کیا ہے تو ان کے سامنے بھی کوئی وجہ ہوگی۔

میرا خیال یہ ہے کہ ان کے سامنے ایک دوسری روایت ہے وَجُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلَى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي وَمَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ رواه أحمد عن ابن عمر۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں کوئی قانون کلی نہیں ہر شخص کے لئے ایک ہی کمائی افضل ہو یہ بعید معلوم ہوتا ہے، ممکن ہے کہ کسی کے لئے زراعت بہتر ہو تو کسی کے لئے تجارت اور کسی کے لئے صنعت وحرفت۔

لَمَّا اسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ: حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بنا دیئے گئے تو دوسرے دن صبح کو کپڑے لاد کر بازار کی طرف چلے، راستہ میں حضرت عمرؓ اور ابو عبیدہؓ سے ملاقات ہوگئی، پوچھنے لگے کہ کہاں جا رہے ہو؟ کہنے لگے کہ بازار جا رہا ہوں تجارت کروں گا، اور فرمایا کہ میری قوم جانتی ہے کہ میری حرفت میرے اہل وعیال

Maktaba Tul Ishaat.com



۔ کہ خرچ سے عاجز نہیں تھی یعنی میں جو کام کرتا تھا اس میں میرے گھر والوں کا خرچ چل جاتا تھا، حضرت عمرؓ اور ابو عبیدہؓ نے کہا کہ آپ تو مسلمانوں کے امیر ہو چکے ہیں ان کی ذمہ داری آپ پر آچکی ہے اگر آپ اپنی تجارت میں لگ گئے تو مسلمانوں کی ذمہ داری کیسے پوری کر سکیں گے؟ فرمایا کہ پھر میں اپنے بچوں کو کہاں سے کھلاؤں گا؟ انہوں نے کہا کہ ہم بیت المال سے وظیفہ آپ کے لئے مقرر کریں گے، چنانچہ ہر دن آمدنی کا ایک حصہ جو ان کے گھر والوں کے لئے کافی ہو جائے مقرر کر دیا تھا۔

**لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي أَنَّ حِرْفَتِي لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ:** بعضوں نے اس حرفت کا مطلب یہ سمجھا کہ مسلمانوں کے مال میں تجارت کریں گے، لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ جب وہ بیت المال کے مال میں تجارت کر سکتے تھے تو پھر امیر المؤمنین ہوتے ہوئے اپنے مال میں کیوں تجارت نہیں کر سکتے تھے، اس لئے راجح وہ مطلب ہے جو قاضی بیضاوی، علامہ ابن اثیر جزری اور علامہ سیوطی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے امور کی اصلاح کی فکر کریں گے اور ان کی روزی وغیرہ کا بیت المال سے انتظام کریں گے اور اسی سے ان کو وظیفہ ملے گا۔

**كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ عُمَّالَ أَنْفُسِهِمْ:** معلوم ہوا کہ کسب میں کوئی عیب کی بات نہیں۔

**مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ:** ہاتھ کی کمائی سب سے زیادہ طیب ہے اس واسطے کہ اس میں شک وشبہ کا موقع نہیں ہوتا ہے۔

## (ص ۲۷۸) بَابُ السُّهُولَةِ وَالسَّمَاحَةِ فِي الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ وَمَنْ طَلَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِي عَفَافٍ

۲۰۷۴. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ ثَنَا أَبُو غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ ثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: رَحِمَ اللهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ وَإِذَا اشْتَرَى وَإِذَا اقْتَضَى.

**ترجمہ:** باب، خرید وفروخت میں آسانی اور نرمی کا معاملہ کرنے کا بیان۔
اور اس بات کا بیان کہ جس کو اپنا حق مانگنا ہو وہ شرافت سے مانگے۔

**تشریح:** سهولة: نرمی، سماحة: دل کی وسعت، شراء: خریدنا، بیع: فروخت کرنا۔

Maktaba Tul Ishaat.com



مقصد یہ ہے کہ خرید و فروخت میں نرمی اور دل کی وسعت سے کام لینا چاہئے، اگر اتفاق سے بائع کا کچھ نقصان ہو رہا ہو تو دل میں ذرا وسعت رکھے اور اگر مشتری کا کچھ جا رہا ہو تو قیمت کچھ کم کر دے اور سختی کا معاملہ نہ کرے۔

**وَمَنْ طَلَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِي عَفَافٍ:** یہ جملہ ایک حدیث پاک کا ٹکڑا ہے جو امام ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت ابن عمرؓ و عائشہؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے مَنْ طَلَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِي عَفَافٍ وَافٍ أَوْ غَيْرِ وَافٍ جو اپنے حق کا مطالبہ کرے اس کو عفت یعنی جائز طریقہ سے طلب کرے چاہے پورا ملے اور چاہے پورا نہ ملے، ایسے طریقے اختیار نہ کرے جو شریعت کی نگاہ میں ناجائز ہیں۔

**رَحِمَ اللهُ رَجُلًا سَمْحًا:** اللہ تعالیٰ رحم کرے اس انسان پر جو نرمی کرتا ہے بیع میں اور خرید نے میں اور مطالبہ میں۔

**رَحِمَ اللهُ:** یہ کلمۂ دعائیہ ہے یا جملۂ خبریہ؟ ابن حبیب مالکی اور ابن بطال اس کو کلمۂ دعائیہ مانتے ہیں اسی کو علامہ احمد بن نصر داؤدی نے راجح قرار دیا ہے، بعض شراح کی رائے ہے کہ یہ جملۂ خبریہ ہے، حافظ ابن حجر نے بعض دیگر روایات کی بناء پر اسی کو راجح قرار دیا ہے۔

## (ص ۲۷۸) بَابُ مَنْ أَنْظَرَ مُوسِرًا

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ ثَنَا زُهَيْرٌ ثَنَا مَنْصُورٌ أَنَّ رِبْعِيَّ بْنَ حِرَاشٍ حَدَّثَهُ أَنَّ حُذَيْفَةَ حَدَّثَهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: تَلَقَّتِ الْمَلَائِكَةُ رُوحَ رَجُلٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَقَالُوا: أَعَمِلْتَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا؟ قَالَ: كُنْتُ آمُرُ فِتْيَانِي أَنْ يُنْظِرُوا وَيَتَجَاوَزُوا عَنِ الْمُوسِرِ، قَالَ: قَالَ: فَتَجَاوَزُوا عَنْهُ. وَقَالَ أَبُو مَالِكٍ عَنْ رِبْعِيٍّ بْنِ حِرَاشٍ: كُنْتُ أُيَسِّرُ عَلَى الْمُوسِرِ وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ. تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رِبْعِيٍّ. وَقَالَ أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رِبْعِيٍّ: فَأُنْظِرُ الْمُوسِرَ وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ. وَقَالَ نُعَيْمُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنْ رِبْعِيٍّ: فَأَقْبَلُ مِنَ الْمُوسِرِ وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ.

**ترجمہ:** باب، مالدار کو مہلت دینے کا بیان۔

حضرت حذیفہؓ نے بیان کیا کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلی امت کے ایک شخص کی روح کو فرشتوں نے قبض کیا اور اس سے کہا کہ تو نے کوئی نیکی کا کام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں اپنے کارندوں کو یہ حکم دیتا تھا کہ وہ مال دار کو مہلت دیں اور

Maktaba Tul Ishaat.com



درگزر کریں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتوں نے اس سے درگزر کیا۔

ابومالک نے ربعی بن حراش سے روایت بیان کی اس میں یہ ہے کہ اس شخص نے فرشتوں سے یہ کہا کہ میں مال دار کو آسانی دیتا تھا اور غریب کو مہلت دیتا تھا، ابومالک کی متابعت شعبہ نے کی ہے، انہوں نے عبدالملک سے روایت بیان کی اور انہوں نے ربعی سے، ابوعوانہ نے عبدالملک کے واسطے سے ربعی سے روایت بیان کی اس میں یہ ہے: میں مال دار کو مہلت دیتا تھا اور تنگ دست سے درگزر کرتا تھا۔

نعیم بن ابی ہند نے ربعی سے یہ الفاظ نقل کئے کہ میں مال دار سے (وعدہ) قبول کرتا تھا اور تنگ دست سے درگزر کرتا تھا۔

**تشریح:** یہ باب اس شخص کی فضیلت کے بیان میں ہے جو کسی مالدار کو مہلت دے دے۔

إنظار کے معنی ہیں تاخیر المطالبہ، موسر مالدار کو کہا جاتا ہے۔

شریعت کی نگاہ میں موسر کون شخص ہے؟ اس کے متعلق میں کتاب الزکوۃ میں کلام کرچکا ہوں۔

**مالداری کے درجات:** حضرات حنفیہ کے یہاں یسار یعنی مالداری اور غنیٰ کے تین درجے ہیں،

(۱) پہلا درجہ وہ ہے جو موجبِ زکوۃ ہو، اور اس کی شرح یہ ہے کہ آدمی مالک ہو نصابِ نامی کا جس پر حولانِ حول ہو رہا ہو، (۲) دوسرا درجہ وہ ہے جو مانع عن اخذ الزکوۃ ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی نصاب کے مقدار کا مالک ہو، (۳) تیسرا درجہ وہ ہے جو سوال سے مانع ہے، اس کی شرح میں ہمارے فقہاء کے یہاں دو قول ہیں جیسا کہ علامہ عینی نے نقل کیا ہے، ایک یہ کہ پچاس درہم اس کے پاس ہو، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے پاس شام کا کھانا ہو یہی اکثر فقہاء احناف نے اختیار کیا ہے اور ابوداؤد کی روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

امام شافعی اور امام مالک فرماتے ہیں کہ جس کے پاس قدرِ کفایت موجود ہو، اب آیا کفایۃ العمر الغالب مراد ہے یا کفایۃ السَّنَۃ مراد ہے؟ دونوں قول ہیں۔

حضرات حنابلہ فرماتے ہیں کہ اگر رقم ہو تو غنیٰ یہ ہے کہ آدمی پچاس درہم کا مالک ہو جیسا کہ سنن کی روایت میں وارد ہوا ہے اور اگر رقم کے علاوہ ہو تو غنیٰ یہ ہے کہ قدرِ کفایت یعنی ایک سال کی کفایت کا سامان موجود ہو۔

**ترجمہ پر ایک اشکال:** اس ترجمہ پر بظاہر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ۱۔ انظار وامہال کا محتاج تو معسر اور تنگ دست ہوتا ہے نہ کہ مالدار، پھر مصنف نے اس ترجمہ سے کیا مراد لیا ہے؟

نیز ۲۔ حدیث پاک میں وارد ہوا ہے مَطَلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ غنی آدمی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ

Maktaba Tul Ishaat.com



اگر کسی غنی پر کسی شخص کا دَین ہو تو وہ غنی مستحق انظار و امہال نہیں ہے اس کو مہلت نہ دینی چاہئے، وہ شخص ٹال مٹول اور ظلم کا ارتکاب کر رہا ہے، اس کے دو جواب ہیں۔

(۱) جواب یہ ہے کہ بسا اوقات مالدار شخص بھی باوجود مالدار ہونے کے فوری طور پر دَین ادا نہیں کر پاتا ہے اِس کے پیسے اِدھر اُدھر پھنسے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے وہ بھی انظار و امہال کا محتاج ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ انظارِ موسر سے مراد یہ ہے کہ اس کو اتنی مہلت دی جائے کہ وہ اپنے مقام سے لا کر قیمت ادا کر دے۔

اس تقریر سے ان شاء اللہ وہ اشکال جاتا رہے گا جو صاحب فیض الباری نے اس مقام پر کیا ہے کہ اصل میں امام بخاری کی عادت یہ ہے کہ روایت میں جو الفاظ آجاتے ہیں اسی پر ترجمہ منعقد کر دیا کرتے ہیں، صاحبِ فیض الباری کے نزدیک روایت میں راجح یہ ہے أَقْبَلُ مِنَ الْمُوسِرِ وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ، لیکن چونکہ روایت میں انظارِ موسر کا بھی ذکر ہے اس لئے امام بخاری نے محض لفظِ روایت پر نظر کرتے ہوئے یہ ترجمہ منعقد کر دیا۔

امام بخاری کا یہ قاعدہ تو ایک مسلم حقیقت ہے اور میں کئی جگہ اس پر تنبیہ کر آیا ہوں لیکن اس ترجمہ پر محض لفظ کے پابند ہونے اور کسی معنی کو ملحوظ نہ رکھنے کا قول یہ بعید معلوم ہوتا ہے، بخاری جیسا شخص جو اپنی بالغ نظری میں ایک مسلم شخصیت ہے اس کے بارے میں اس طرح کا گمان کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے۔

**كُنْتُ آمُرُ فِتْيَانِي أَنْ يُنْظِرُوا وَيَتَجَاوَزُوا عَنِ الْمُوسِرِ:** موسر کو مہلت دینے کی صورت تو معلوم ہو گئی اور اس سے تجاوز کی مثلاً ایک شکل یہ ہے کہ وہ اگر بہت زیادہ عمدہ دراہم و دنانیر اور سکے نہیں پیش کر سکا تو اس پر مماکست اور زیادہ سختی نہ کی جائے بلکہ چشم پوشی کے ساتھ جیسا سکہ دے رہا ہے اس کو قبول کر لیا جائے۔

آج کل یہ بات ہم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکتی ہے کہ کھرا اور کھوٹا سکہ کیا ہوتا ہے؟ اُس زمانہ میں سونے چاندی کے سکے چلتے تھے اور پھر اس کے ڈھالنے کے لئے اس میں کچھ ملاوٹ کی جاتی تھی، ملاوٹ کبھی بہت تھوڑی ہوتی تھی اس کی وجہ سے وہ سکہ کھرا ہی رہتا تھا اور کبھی ذرا مقدار بڑھ جاتی تھی، پھر زیوف اور عمدہ سکوں کے درمیان میں وہ داخل ہو جاتا تھا اور ملا کر دے دیا جاتا جیسا کہ تم نے ہدایہ وغیرہ میں پڑھا ہوگا۔

**قَالَ فَتَجَاوَزُوا عَنْهُ:** حق تعالیٰ کے یہاں جزاء من جنس العمل ہے، دنیا میں وہ تجاوز اور درگزر کا معاملہ

Maktaba Tul Ishaat.com



کرتا تھا تو حق تعالیٰ ذو الجلال والاکرام کی طرف سے یہ حکم ہوا کہ اس سے تجاوز کرو، جیسا آدمی دنیا میں کرتا ہے ویسے ہی اس کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے۔

كُنْتُ أُيَسِّرُ عَلَى الْمُوسِرِ وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ: میں موسر پر نرمی کرتا تھا اس پر تنگی نہیں ڈالتا تھا جیسا وہ پیش کر دے لے لیتا تھا اور تنگ دست کو مہلت دیتا تھا۔

## (ص ۲۷۹) بَابُ مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا

۲۰۷۵. حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ ثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ ثَنِي الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: كَانَ تَاجِرٌ يُدَايِنُ النَّاسَ فَإِذَا رَأَى مُعْسِرًا قَالَ لِفِتْيَانِهِ: تَجَاوَزُوا عَنْهُ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا، فَتَجَاوَزَ اللهُ عَنْهُ.

**ترجمہ:** باب، تنگ دست کو مہلت دینے کا بیان۔

**تشریح:** یہ باب اس شخص کی فضیلت کے بیان میں ہے جو کسی تنگ دست کو مہلت دے۔

اِنظارِ معسر ایک مسلمہ مسئلہ ہے اور شریعت کے واجبات میں سے ہے۔

**تین مسائل جن میں مستحب کا درجہ واجب سے بڑھا ہوا ہے:** علامہ شہاب الدین قرافی وغیرہ نے نقل فرمایا ہے کہ معسر یعنی تنگ دست کا انظار یعنی مطالبہ میں تاخیر تا وقتِ قدرت واجب ہے اور اِبراء یعنی اس سے مطالبہ کو بالکلیہ ساقط کر دینا مستحب ہے، اور (۱) یہ ان مسائل میں سے ہے جہاں مستحب کا درجہ واجب سے بڑھا ہوا ہے، اس کی دو مثالیں اور ہیں، (۲) سلام اور رد السلام، سلام کرنا سنت ہے اور رد السلام یعنی سلام کا جواب دینا واجب ہے مگر فقہاء نے لکھا ہے کہ یہاں پر سنت کا درجہ واجب سے بڑھا ہوا ہے، (۳) تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ نماز کیلئے دخول وقت کے بعد وضو کرنا واجب ہے اور قبل از وقت وضو کر لینا مستحب ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ یہاں پر مستحب کا درجہ واجب سے بڑھا ہوا ہے، ہو سکتا ہے کہ کوئی اور جزئیہ ہو جو اس وقت احقر کو مستحضر نہ ہو۔

فَإِذَا رَأَى مُعْسِرًا: جب کسی تنگ دست کو دیکھتا تو اپنے غلاموں سے کہہ دیتا دیکھو اس سے درگزر کا معاملہ کرنا، یہ تجاوز؛ اِنظار، وضیعہ، حسن تقاضی اور اِبراء سب کو شامل ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



تجاوز کرنے کا کیا مطلب؟ مہلت دے دینا، تاخیر سے مطالبہ کرنا، یا مطلب یہ ہے کہ مطالبہ میں کچھ ذرا کمی کر دینا اگر پانچ سو کا ہے تو ڈھائی سو کا کرلینا، حسن تقاضی مطالبہ کرنے میں ذرا نرم انداز اختیار کرنا یہ نہیں کہ چھاتی پر سوار ہو جائے اور اسی طرح سے اس میں ان شاء اللہ اسقاط بھی داخل ہو سکتا ہے۔

**لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا:** شاید اللہ ہم سے تجاوز اور درگزر کا معاملہ کرے، حق تعالیٰ نے تجاوز کا معاملہ کیا اس لئے قرض دار کے ساتھ سختی اور درشتی کا معاملہ نہ کرنا چاہئے۔

## (ص ۲۷۹) بَابُ إِذَا بَيَّنَ الْبَيِّعَانِ وَلَمْ يَكْتُمَا وَنَصَحَا

ويذكر عن العدّاء بن خالد قال: كتب لي النبي ﷺ: هذا ما اشترى محمد رسول الله من العدّاء بن خالد بيع المسلم المسلم لا داء ولا خُبثة ولا غائلة. وقال قتادة: الغائلة الزنا والسرقة والإباق.

وقيل لإبراهيم: إن بعض النخّاسين يسمّي آريَّ خراسان وسجستان، فيقول: جاء أمس من خراسان وجاء اليوم من سجستان فكرهه كراهية شديدة.

وقال عقبة بن عامر: لا يحل لامرئ يبيع سلعة يعلم أن بها داء إلا أخبره.

۲۰۷۶. حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ رَفَعَهُ إِلَى حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا - أَوْ قَالَ: حَتَّى يَتَفَرَّقَا - فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ خرید و فروخت کرنے والوں کو اپنے مال کا عیب بیان کر دینا چاہئے، چھپانا نہیں چاہئے اور باہم خیر خواہی کرنی چاہئے۔

عداء بن خالدؓ سے نقل کیا گیا ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک دستاویز لکھ کر دی جس میں لکھا تھا کہ یہ وہ (غلام) ہے جس کو محمد رسول اللہ ﷺ نے عداء بن خالد سے خریدا، ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان سے بیع کی طرح، اس میں نہ تو کوئی بیماری ہے، نہ کوئی اخلاقی برائی ہے اور نہ بھاگنے کا مرض، قتادہ نے کہا کہ غائلہ کے معنی زنا، چوری اور بھاگنے کے ہیں۔

حضرت ابراہیم نخعی سے کہا گیا کہ بعض دلال (اپنے) اصطبل کا نام خراسان اور سجستان رکھتے ہیں پھر وہ کہتا ہے کہ (یہ گھوڑا) کل خراسان سے آیا ہے (یا یہ کہ) آج سجستان سے آیا ہے تو ابراہیم نے اس کو بہت برا سمجھا۔

Maktaba Tul Ishaat.com



عقبہ بن عامر نے کہا کسی انسان کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ ایسا سامان بیچے جس میں کسی عیب کو جانتا ہو مگر یہ کہ اسکو بتادے۔

حضرت حکیم بن حزامؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خرید و فروخت کرنے والے دونوں فریقوں کو (ایجاب کرنے اور قبول کرنے کا) اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں یا یہ فرمایا کہ یہاں تک کہ وہ جدا ہو جائیں، اگر وہ سچ بولیں گے اور عیب بیان کردیں گے تو ان کو ان کی بیع میں برکت دے دی جائے گی اور اگر دونوں چھپائیں گے اور جھوٹ بولیں گے تو ان کی بیع کی برکت ختم کردی جائے گی۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اگر بائع اور مشتری مبیع اور ثمن کی حقیقت واضح کردے اور اس کے کھوٹ و عیب کو بیان کردے کتمان نہ کرے بلکہ ہر ایک دوسرے کی خیر خواہی کرے تو اس بیع میں برکت ہوتی ہے، اور اگر کتمان کرتے ہیں تو اس برکت کو حق تعالیٰ شانہ اٹھالیتے ہیں۔

اگر دونوں نے کتمان کیا تب تو برکت کا مرتفع ہو جانا بالکل کھلی ہوئی بات ہے لیکن اگر ایک طرف سے کتمان ہو اور دوسری طرف سے نصیحت و خیر خواہی ہو تو کیا برکت اٹھ جائے گی یا نہیں؟ اس میں دونوں ہی احتمال ہیں، ممکن ہے کہ یہ کتمان برکت کے اٹھا دینے کا سبب ہو یہ اور بات ہے کہ نصیحت کرنے والے کو اس کی نصیحت و خیر خواہی کا ثواب ملے گا اور کتمان کرنے والے اور دھوکہ دینے والے کو اس کی پاداش ملے گی۔

**وَيُذْكَرُ عَنِ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ:** عداء بن خالد بن ہوذہؓ کی یہ روایت امام ترمذی ونسائی وابن ماجہ وطحاوی وطبرانی وابن جارود وابن مندہ ودار قطنی وابن سعد وابن شاہین نے موصولاً تخریج فرمائی ہے۔

مگر عجیب بات یہ ہے کہ بخاری نقل کرتے ہیں كَتَبَ لِي النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هَذَا مَا اشْتَرَى مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مِنَ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مشتری اور عداء بن خالدؓ کو بائع قرار دیا گیا ہے لیکن مذکورہ بالا تمام مخرجینِ احادیث کی کتابوں میں اس کا عکس وارد ہوا ہے ان میں ہے هَذَا مَا اشْتَرَى العدّاء بن خالد بن هوذة من محمد رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشترى منه عبداً أو أمة الحديث، ہاں بخاری میں جو صورت واقع ہوئی ہے وہ حنفیہ کی تین کتابوں شروط خصاف، شروط طحاوی، تعلیق ابی بکر الرازی اور شہید سمرقندی کی کتابوں میں واقع ہوا ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ اس میں راجح کیا ہے؟

(۱) قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ سنن کی کتابوں میں جو واقع ہوا ہے یعنی مشتری عداء بن خالدؓ اور بائع رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہی صواب ہے، علامہ مطرزی نے المغرب میں اسی کو صواب قرار دیا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



(۲) محشی نے نقل کیا ہے کہ بخاری کی یہ روایت زیادہ ارجح ہے اس لئے کہ وہ بخاری میں واقع ہے اور کرمانی اور عینی کا حوالہ دیا ہے، کرمانی تو میرے سامنے اس وقت نہیں مگر عینی میں یہ کلام موجود نہیں ہے۔

(۳) بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ بیع مقایضہ ہے جانبین سے سامان تھا اور بیع مقایضہ میں ہر ایک بائع اور ہر ایک مشتری ہوتا ہے۔

(۴) چوتھا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اصل میں حدیثِ بخاری میں اشتری بیع کے معنی میں مستعمل ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو ادبًا مقدم کر دیا گیا ہے۔

(۵) صاحبِ مصابیح علامہ بدر الدین دمامینی نے ایک جواب یہ دیا ہے کہ ممکن ہے یہ واقعہ متعدد ہو، لیکن یہ جواب انتہائی بعید ہے۔

**بَيْعَ الْمُسْلِمِ الْمُسْلِمَ:** أی هذا بیعُ الْمُسلِمِ الْمُسلِمَ مطلب یہ ہے کہ مسلمان مسلمان سے بیع کر رہا ہے اور مسلم اسلام سے ماخوذ ہے اور اسلام سِلم سے ماخوذ ہے سِلم صلح اور مصالحت اور سلامتی کو چاہتا ہے لہذا مسلمان کی بیع ایسی ہونی چاہئے کہ اس میں کوئی دغل اور کھوٹ نہ ہو، اور یہ ہو سکتا ہے کہ اس کو بَیْعَ الْمُسْلِمِ الْمُسْلِمَ نصب سے پڑھا جائے اور مفعول مطلق قرار دیا جائے اشتری کا، جب اشتری باعَ کے معنی میں ہو۔

**لَا دَاءَ:** اس میں کوئی مرض نہیں، **وَ لَا خِبْثَةَ:** اور نہ اس میں کوئی خبث ہے یعنی یہ سرقہ اور غصب کا مال نہیں ہے، **وَ لَا غَائِلَةَ:** اس میں غائلہ نہیں ہے یعنی اس غلام یا باندی میں کوئی خاص عیب نہیں، قتادہ فرماتے ہیں کہ غائلہ سے مراد زنا، سرقہ اور اباق ہے یعنی یہ عیوب اس میں نہیں۔

**وَقِيلَ لِإِبْرَاهِيمَ:** ابراہیم نخعی کا یہ اثر سعید بن منصور نے موصولاً روایت کیا ہے۔

**نخّاس:** دلّال، **آرِيَّ:** اصطبل الدواب، یہاں اسی طرح واقع ہوا ہے، بظاہر یُسَمَّی الْآرِيَّ ہونا چاہئے یا پھر یُسَمِّي آرِيَّهُ ہونا چاہئے اضافت الی الضمیر کے ساتھ، چنانچہ سعید بن منصور کی روایت میں یُسَمِّي آرِيَّهُ ہی واقع ہوا ہے، اپنے اصطبل کا نام انہوں نے خراسان اور سجستان رکھ رکھا ہے اور جب گھوڑا لاتے ہیں فروخت کرنے کے لئے تو کہتے ہیں کہ کل یہ خراسان سے آیا، کل یہ سجستان سے آیا، اور اس سے مقصود مشتری کو دھوکہ میں ڈالنا ہوتا ہے تاکہ وہ یہ سمجھ جائے کہ فلاں ملک کا یہ گھوڑا ہے لہذا خرید لینا چاہئے، ابراہیم نخعی نے اس طرح

Maktaba Tul Ishaat.com



کے فعل کو نہایت ہی ناپسند کیا کیوں کہ لوگوں کو اس سے دھوکہ میں ڈالنا ہے دغا کرنا ہے۔

ویسے میں ایک ضمنی بات سناتا ہوں ایک بہت بڑے عالم کے متعلق میں نے یہ سنا کہ ان کی دو الماریاں تھیں، ایک کا نام انہوں نے رکھا تھا کلکتہ اور دوسرے کا بمبئی اور جب کوئی شخص ان سے کتاب مانگتا تو وہ جس الماری کی کتاب ہوتی اس کا نام دے دیتے کہ وہ تو کلکتہ میں ہے وہ تو بمبئی میں ہے، غالبًا اس کا منشاء یہ تھا کہ لوگ کتاب عاریۃً لے جاتے ہیں اور واپسی کے وقت غائب۔

**وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ:** عقبہ بن عامرؓ کی یہ روایت امام احمد، ابن ماجہ اور حاکم نے موصولاً تخریج کی ہے۔

**لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يَبِيعُ سِلْعَةً يَعْلَمُ أَنَّ بِهَا دَاءً إِلَّا أَخْبَرَهُ:** کسی مسلمان کے لئے یہ حلال نہیں کہ سامان فروخت کرے اور اس میں کوئی عیب بھی جانتا ہو مگر یہ کہ اس کی خبر کردے یعنی وہ عیب بتلا دینا چاہئے۔

بچو! یہ عجیب بات ہے، بچپن میں میں نے ایک چاقو خریدا تو چاقو فروش نے کہا کہ تم اس کے بجائے یہ لے لو اگرچہ اس کی قیمت دو آنے زیادہ ہے کیوں کہ دیکھو اس کا پکڑنے کا دستہ ہے، ادھر سے اس میں شگاف ہے اور میں بچہ تھا، جلدی میں خرید رہا تھا اور یہ اس سے اچھا ہے، اور اب بڑے بڑے مسلمانوں میں بھی یہ بات نہیں ہے۔

**حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ:** اس روایت کی شرح ترجمہ کے ذیل میں کی جاچکی ہے۔

## (ص ۲۷۹) بَابُ بَيْعِ الْخِلْطِ مِنَ التَّمْرِ

**۲۰۷۷. حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ ثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: كُنَّا نُرْزَقُ تَمْرَ الْجَمْعِ وَهُوَ الْخِلْطُ مِنَ التَّمْرِ، وَكُنَّا نَبِيعُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا صَاعَيْنِ بِصَاعٍ وَلَا دِرْهَمَيْنِ بِدِرْهَمٍ.**

**ترجمہ:** باب، مخلوط کھجور فروخت کرنے کا بیان۔

حضرت ابو سعید خدریؓ نے بیان کیا کہ ہمیں مخلوط کھجور دی جاتی تھیں اور ہم دو صاع ایک صاع کے بدلے بیچتے تھے تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ دو صاع ایک صاع کے بدلے اور دو درہم ایک درہم کے بدلے مت بیچو۔

**تشریح:** خِلط بمعنی المخلوط وہ تمر جس میں ردّی اور جید سبھی موجود ہوں لیکن اکثر ردّی ہوں، امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ مخلوط تمر کو فروخت کرنا کتمان کے باب میں داخل نہیں اس لئے کہ مشتری خود ہی دیکھ رہا

Maktaba Tul Ishaat.com



ہے کہ اس میں اکثر ردی ہیں اور بعض جید ہیں۔

**لَا صَاعَيْنِ بِصَاعٍ وَلَا دِرْهَمَيْنِ بِدِرْهَمٍ:** ای لاتبیعوا صاعین بصاع ولا درھمین بدرھم

اس واسطے کہ ان کی جنس ایک ہے لہٰذا اس میں جید وردی میں مساوات ضروری ہے۔

## (ص ۲۷۹) بَابُ مَاقِيلَ فِي اللَّحَّامِ وَالْجَزَّارِ

**۲۰۷۸. حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ ثَنَا أَبِي ثَنَا الْأَعْمَشُ ثَنِي شَقِيقٌ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُكْنَى أَبَا شُعَيْبٍ فَقَالَ لِغُلَامٍ لَهُ قَصَّابٍ: اجْعَلْ لِي طَعَامًا يَكْفِي خَمْسَةً فَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَدْعُوَ النَّبِيَّ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةٍ؛ فَإِنِّي قَدْ عَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْجُوعَ، فَدَعَاهُمْ فَجَاءَ مَعَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ هَذَا قَدْ تَبِعَنَا فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَأْذَنَ لَهُ فَأْذَنْ لَهُ وَإِنْ شِئْتَ أَنْ يَرْجِعَ رَجَعَ، فَقَالَ: لَا بَلْ قَدْ أَذِنْتُ لَهُ.**

**ترجمہ:** باب، گوشت فروش اور قصاب کا بیان۔

حضرت ابو مسعودؓ نے بیان کیا کہ انصار کا ایک شخص جس کی کنیت ابوشعیب تھی آیا اور اس نے اپنے ایک غلام سے جو کہ قصاب تھا یہ کہا کہ میرے لئے پانچ افراد کے کھانے کے بقدر گوشت تیار کرو، میرا ارادہ ہے کہ میں نبی پاک ﷺ سمیت پانچ آدمیوں کی دعوت کروں کیوں کہ میں نے آپ ﷺ کے چہرے پر بھوک کا اثر دیکھا ہے پھر اس شخص نے ان کو بلایا، ان کے ساتھ ایک صاحب اور آگئے تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ یہ صاحب ہمارے پیچھے آگئے ہیں، اگر آپ چاہیں تو ان کو اجازت دیں اور اگر آپ چاہیں کہ یہ واپس ہو جائیں تو یہ واپس ہو جائیں گے انہوں نے کہا کہ نہیں میں نے ان کو بھی اجازت دی۔

**تشریح:** عرب میں تین لفظ استعمال کئے جاتے ہیں، لحّام، جزّار اور قصّاب، اور ہر ایک کے الگ الگ معنی ہیں، لحّام وہ شخص جو گوشت فروخت کرتا ہو چاہے کسی جانور کا ہو، جزّار وہ شخص جو اونٹ کاٹتا ہو، قصّاب وہ شخص جو بکری کاٹتا ہو، لیکن بعض وقت قصّاب کا اطلاق جزّار پر بھی ہوتا ہے۔

روایت میں قصّاب ہی کا لفظ ہے لہٰذا ترجمہ کا ایک جزء ثابت ہو گیا لیکن لحّام کیسے ثابت ہوا؟ بعض کہتے ہیں کہ امام بخاری نے بالقیاس ثابت کیا ہے اس لئے کہ سارے بہر حال گوشت ہی فروخت کرتے ہیں چاہے وہ کسی جانور کا ہو، کوئی خاص قسم کا گوشت فروخت کرتا ہے اور کوئی عام قسم کا گوشت فروخت کرتا ہے۔

لیکن قیاس بخاری کے نزدیک حجت ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے، میری رائے میں امام بخاری قیاس کے

Maktaba Tul Ishaat.com



داؤد ظاہری کی طرح منکر ہیں اس لئے میں یہ کہوں گا کہ امام بخاری نے روایت الباب کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ فرمایا ہے چنانچہ یہی روایت ص ۳۳۵ پر آئے گی اس میں غلام لحّام کا لفظ وارد ہوا ہے، امام بخاری کا مقصد اس ترجمۃ الباب سے یہ ہے کہ لحام و جزار کے کسب کی اصل سنت میں موجود ہے، عہد نبوت میں یہ صنعات موجود تھیں اور آپ نے ان پر تقریر فرمائی۔

**ترجمۃ الباب سے متعلق گفتگو:** حافظ ابن حجر نے یہاں اس ترجمہ کو ذکر کرنے کے متعلق یہ لکھا ہے کہ اکثر نسخ میں یہ باب یہیں واقع ہوا ہے لیکن ابن السکن کی روایت میں پانچ باب کے بعد جہاں صنعات کے تراجم آرہے ہیں وہاں پر واقع ہوا ہے، حافظ فرماتے ہیں کہ یہی زیادہ لائق و مناسب ہے اس لئے کہ صنعات کے تراجم سے اس کا تعلق ہے لہٰذا جہاں صنعت و حرفت کے تراجم آرہے ہیں وہیں یہ ترجمہ بھی آنا چاہئے۔

ہمارے حضرت شیخ دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ یہ ترجمہ اگر یہاں موجود ہو تو موجود ہونے کی ایک مخصوص حکمت ہے اور وہ یہ کہ امام بخاری نے یہاں یہ ترجمہ بحیثیتِ صنعت و حرفت کے ذکر نہیں فرمایا بلکہ بَیْعُ الْخِلْطِ مِنَ التَّمْرِ کے جواز کی ایک نظیر پیش کی ہے کہ دیکھو جب گوشت فروخت کرنے والا بیچتا ہے تو گوشت کے ساتھ ہڈی بھی ہوتی ہے اور خریدنے والا اس کو لیتا ہے، یہاں پر بھی ہڈی بیان کرنے کی ضرورت نہیں پیش آتی ہے جیسے مخلوط تمر فروخت کرنے والے کے ذمہ یہ بیان کرنا ضروری نہیں ہے کہ صاحب! یہ تو ردی ہے اور یہ جید، اس لئے کہ مشتری خود ہی سب کو دیکھ رہا ہے، مگر حضرت والا دامت برکاتہم کا یہ جواب اسی وقت تسلیم کیا جاسکتا ہے جب یہ مان لیا جائے کہ جیسے ہمارے زمانہ میں گوشت کے ساتھ ہڈی بھی بیچی جاتی ہے اور وزن میں آتی ہے ایسے ہی قدیم زمانہ میں بھی دستور تھا، ہم نے یہ سنا ہے کہ خود اس ہندوستان میں ایک زمانہ وہ تھا کہ ہڈی الگ کردی جایا کرتی تھی اور صرف گوشت فروخت کیا جاتا تھا تو بہت ممکن ہے کہ عرب میں بھی یہ معمول رہا ہو۔

**خَامِسَ خَمْسَةٍ:** یعنی حضور پانچ کے پانچویں ہوں گے، یعنی آپ اپنے ایک فرد ہوں گے جس سے پانچ کا عدد مکمل ہوجائے۔

**إِنَّ هٰذَا قَدْ تَبِعَنَا:** یہ آدمی ہمارے پیچھے آگیا، مدعو نہیں تھا اگر آپ اجازت دیں تو آجائے، اس شخص نے اجازت دے دی، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی طفیلی بن کر ساتھ ہوجائے تو اصل مدعوین کو اطلاع کر

Maktaba Tul Ishaat.com



دینی چاہئے کہ یہ فلاں شخص آئے ہوئے ہیں، اگر آپ اجازت دیں تو شریک ہو ورنہ شریک نہ ہو۔

یوں بلا دعوت کے داخل ہونا اور کھانا شریعت میں ممنوع ہے من مَشى إلى طعام لم يُدع إليه مَشى فاسقًا وأكل حرامًا، ودخل سارقًا وخرج مغيرًا کا لفظ وارد ہوا ہے، لہذا اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

## (ص ۲۷۹) بَاب مَا يَمْحَقُ الْكَذِبُ وَالْكِتْمَانُ فِي الْبَيْعِ

۲۰۷۹. حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ أَبَا الْخَلِيلِ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا - أَوْ قَالَ: حَتَّى يَتَفَرَّقَا - فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ بیع میں دروغ گوئی اور عیب کو چھپانا برکت ختم کر دیتا ہے۔

حدیث کا ترجمہ دو باب قبل حدیث نمبر ۲۰۷۹ کے تحت گزر چکا ہے

**تشریح:** بیع و شراء میں دروغ گوئی اور عیب کو چھپانا برکت کو ختم کر دیتا ہے۔

**وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا:** اگر دونوں کتمان و کذب کرتے ہیں تو دونوں کی بیع کی برکت جاتی رہتی ہے۔ (مزید تشریح دو باب پہلے گزر چکی ہے)

## (ص ۲۷۹) بَاب قَوْلِ اللهِ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

۲۰۸۰. حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ ثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ ثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ بِمَا أَخَذَ الْمَالَ أَمِنْ حَلَالٍ أَمْ مِنْ حَرَامٍ.

**ترجمہ:** باب، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان "اے ایمان والو! سود مت کھاؤ بڑھا بڑھا کر اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ"۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ انسان اس بات کی پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے مال کس طریقہ سے کمایا: حلال طریقہ سے، یا حرام طریقہ سے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**تشریح:** ربا کی دو قسمیں ہیں، ایک ربا صوری اور دوسرا ربا حقیقی، ربا صوری یہ ہے کہ ایک کے بدلہ میں ڈیڑھ یا دو لے لیا جائے، اور ربا حقیقی ربا نسیئہ کا نام ہے، ایک آدمی کسی شخص سے دو ہزار روپیہ دو ماہ کی مدت پر ادھار لیتا ہے، قرض دینے والا یہ کہتا ہے کہ اگر تم نے دو ماہ کی مدت میں دے دیا تو فبہا ورنہ تم کو ہر مہینہ سو روپیہ پر دو روپیہ دینے پڑیں گے، اب مدت بڑھتی جاتی ہے اور پیسے بڑھتے چلے جاتے ہیں، یہ ہے ربا اضعافاً مضاعفہ کہ بسا اوقات آدمی کی ساری جائداد اس کے ضمن میں ختم ہو جاتی ہے لیکن پھر بھی وہ اس سود سے بری نہیں ہوتا، اسی لئے اس ربا کو ربا حقیقی کہا گیا ہے، اور حدیث میں إِنَّمَا الرِّبَا فِي النسيئة اور لَا رِبَا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ جو وارد ہوا ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ حقیقی ربا تو ربا نسیئہ ہے کہ یہ سارے موجودات کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور قرض لینے والا بیچارا خالی محض ہو جاتا ہے۔

**عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ:** امام بخاری یہ حدیث ابھی قریباً ہی ص ۲۷۶ پر اسی سند و متن کے ساتھ نقل کر آئے ہیں، حافظ ابن حجر کی رائے یہ ہے کہ یہاں پر یہ بظاہر کسی ناسخ کی طرف سے ہے، امام بخاری کی یہ عادت نہیں کہ پندرہ باب کے بعد پھر روایت کو مع السند والمتن مکرر ذکر فرمادیں، ہمارے حضرت شیخ دامت برکاتہم کی رائے یہ ہے کہ یہ باب بمنزلہ کتاب الربا کے ہے لہٰذا اس میں حدیث ہونے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

## (ص ۲۷۹) بَابُ آكِلِ الرِّبَا أَو شَاهِدِهِ وَ كَاتِبِهِ

وقوله تعالى ﴿ ٱلَّذِينَ يَأۡكُلُونَ ٱلرِّبَوٰاْ لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ ٱلَّذِي يَتَخَبَّطُهُ ٱلشَّيۡطَٰنُ مِنَ ٱلۡمَسِّۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمۡ قَالُوٓاْ إِنَّمَا ٱلۡبَيۡعُ مِثۡلُ ٱلرِّبَوٰاْۗ ﴾ الى قوله ﴿ أَصۡحَٰبُ ٱلنَّارِۖ هُمۡ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴾.

۲۰۸۱. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ثَنَا غُنْدَرٌ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا نَزَلَتْ آخِرُ الْبَقَرَةِ قَرَأَهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِمْ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ.

۲۰۸۲. حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ ثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي فَأَخْرَجَانِي إِلَى أَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ، فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى نَهْرٍ مِنْ دَمٍ فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ وَعَلَى وَسَطِ النَّهْرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ، فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهْرِ فَإِذَا أَرَادَ الرَّجُلُ أَنْ

Maktaba Tul Ishaat.com



يَخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ، فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمَى فِي فِيهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ: الَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّهَرِ آكِلُ الرِّبَا.

**ترجمہ:** باب، سود کھانے والے، سود پر گواہ بننے والے اور سود کا معاملہ لکھنے والے کا بیان، نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "جو سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے روز) نہیں کھڑے ہوں گے مگر اس شخص کے کھڑے ہونے کی مانند جس کو شیطان نے چھو کر بدحواس بنادیا ہو، ایسا اس لئے ہے کہ انہوں نے یہ کہا کہ بیع سود کی مانند ہے حالانکہ بیع کو اللہ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے تو جس کے پاس اس کے رب کی طرف نصیحت آجائے اور وہ باز آجائے تو جو سود وہ سابق میں لے چکا وہ اسی کا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جو لوگ پھر سود لیں گے وہ جہنم والے ہیں اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے"۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں نازل ہوئیں تو نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مسجد میں صحابہ کو وہ آیتیں سنائیں پھر شراب کی تجارت کی حرمت بیان کی۔

حضرت سمرہ بن جندبؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ میں نے آج رات دو لوگوں کو دیکھا جو میرے پاس آئے اور مجھے ارض مقدسہ یعنی ملک شام لے گئے تو ہم چلے یہاں تک کہ ہم خون کی ایک نہر پر آئے جس میں ایک شخص کھڑا ہوا تھا اور نہر کے کنارے ایک دیگر شخص تھا جس کے سامنے پتھر تھے جو شخص نہر میں تھا وہ آگے بڑھا اور جب اس نے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تو اس شخص نے اس کے منہ پر ایک پتھر دے مارا اور اس کو وہیں دھکیل دیا جہاں وہ تھا تو جب جب وہ نکلنے کے لئے آتا وہ اس کے منہ پر ایک پتھر مارتا اور وہ سابقہ مقام پر واپس پہنچ جاتا، میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ جس کو تم نے نہر میں دیکھا وہ سود خور ہے۔

**تشریح:** ترجمہ کی غرض اکل ربا، شاہدِ ربا اور کاتبِ ربا کی مذمت بیان کرنا ہے، لیکن مصنف نے اس باب میں جو روایت ذکر فرمائی ہے اس میں آکل الربا کی مذمت تو نکلتی ہے مگر شاہد و کاتب کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، اب یا تو یہ کہا جائے عام شراح کے طرز پر کہ امام نے ترجمہ کو بالقیاس ثابت فرمایا ہے اس لئے کہ ربا کی شہادت دینے والے اور اس کی کتابت کرنے والے بھی حقیقۃً آکلِ ربا کی اعانت کرنے والے ہیں تو گویا خود وہ ربا کھانے والے ہیں یا پھر یہ کہا جائے کہ حضرت امام نے بعض دیگر روایات کی طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ مسلم شریف میں وارد ہوا ہے لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ۔

**وَقَوْلِهِ تَعَالَى الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا الخ:** بعض علماء فرماتے ہیں کہ چونکہ سود کھانے والا بلا وجہ لوگوں کا مال کھاتا ہے تو اس کی وجہ سے قبر میں اس کا پیٹ بڑھ جائے گا وہ اٹھنا چاہے گا تو اٹھ نہیں

Maktaba Tul Ishaat.com



پائے گا اور اگر بمشقتِ تام اٹھے گا تو اس کے ہوش وحواس باختہ ہوں گے، ایسا کیوں ہوگا؟ اس لئے کہ انہوں نے یوں کہا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا بیع بھی تو ربا جیسی ہی ہے اور جب بیع ربا کے مشابہ ہے اور قاعدہ ہے کہ مشبہ بہ کا جو حکم ہوتا ہے وہ مشبہ کا حکم ہوتا ہے تو جب مشبہ مباح ہے تو مشبہ بہ بدرجۂ اولیٰ مباح ہوگا، حالانکہ یہ تشبیہ غلط ہے اللہ نے اس کی تردید کی اور فرمایا وَأَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور ربا کو حرام فرمایا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ: یہ روایت اسی سند کے ساتھ کتاب التفسیر میں آرہی ہے، آخرِ بقرہ سے مراد وہ آیات ہیں جن کا تعلق ربا سے ہے۔

اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے تحریم ربا فرمائی گئی ہے اور پھر تجارت فی الخمر کی تحریم کی گئی ہے حالانکہ خمر کی تحریم ربا سے بہت پہلے نازل ہو چکی تھی، قاضی عیاض نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔

ایک یہ کہ ممکن ہے کہ تحریم ذاتِ خمر تحریم ربا سے مقدم ہو لیکن تحریم تجارتِ فی الخمر تحریم ربا سے مؤخر ہو، یعنی اولاً شراب کی حرمت نازل ہوئی پھر سود کی حرمت پھر شراب کی تجارت کی حرمت نازل ہوئی ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے حضور ﷺ نے جب ربا کی تحریم کا اعلان فرمایا تو خمر کی حرمت کا بھی اعلان فرمادیا تاکہ لوگ اس سے بھی اچھی طرح اجتناب کریں، اور تکرار کیوں کیا؟ تاکید کے لئے۔

رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي: سود کھانے والے حضور ﷺ کو نہر دم میں دکھلائے گئے، وجہ اس کی یہ ہے کہ سود کھانے والا لوگوں کا خون چوستا ہے تو اس کو سزا بھی یہ دی جائے گی کہ خون کی نہر میں اس کو مقید کیا جائے گا، خدا کی پناہ!

## (ص ۲۸۰) بَابُ مُوكِلِ الرِّبَا

لقول الله تعالى ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَذَرُواْ مَا بَقِيَ مِنَ ٱلرِّبَوٰٓاْ﴾ إلى قوله ﴿مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾. قال ابن عباس: هذه آخر آية نزلت على النبي ﷺ.

۲۰۸۳. حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: رَأَيْتُ أَبِي اشْتَرَى عَبْدًا حَجَّامًا فَأَمَرَ بِمَحَاجِمِهِ فَكُسِرَتْ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَثَمَنِ الدَّمِ وَنَهَى عَنِ الْوَاشِمَةِ

Maktaba Tul Ishaat.com



وَالْمَوْشُومَةِ وَآكِلِ الرِّبَا وَمُوكِلِهِ وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ.

**ترجمہ:** باب، سود کھلانے والے (کے گناہ) کا بیان، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم مؤمن ہو تو جو سود باقی ہے اس کو وصول مت کرو، (اگر تم اس پر عمل نہیں کرتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان سن لو، اور اگر تم توبہ کرتے ہو تو تمہارے اصل مال تمہارے ہی رہیں گے، نہ تم ظلم کروگے اور نہ تمہارے اوپر ظلم کیا جائے گا اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو آسانی ہونے تک اس کو مہلت دینی چاہئے اور اگر تم صدقہ کرو تو تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانتے ہو اور اس دن سے ڈرو جس دن تم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤگے)، پھر ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا"، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ پر نازل ہونے والی یہ آخری آیت ہے۔

حضرت عون بن جحیفہ نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ میرے والد نے ایک پچھنے لگانے والا غلام خریدا اور اس کے پچھنے لگانے کے آلات توڑنے کا حکم دیا جو کہ توڑ دیئے گئے، میں نے ان سے (اس کا سبب) دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ نبی پاک ﷺ نے کتے اور خون کے ثمن سے منع فرمایا، گوندنے والی اور گندوانے والی عورت (یعنی گوندنے کے عمل) سے منع فرمایا، سود کھانے والے اور سود کھلانے والے (یعنی سودی لین دین) سے منع فرمایا اور تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی۔

**تشریح:** امام بخاری نے بابِ گزشتہ میں آکلِ ربا، شاہدِ ربا اور کاتبِ ربا کی مذمت بیان کی ہے اب اس باب سے ربا دینے والے کھلانے والے کی مذمت بیان فرمارہے ہیں، موکل الربا کی مذمت کو آیت اور روایت سے ثابت کیا ہے، فرماتے ہیں یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِینَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ۔

آیت سے موکلِ ربا کی مذمت کیسے مستفاد ہوتی ہے؟ حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ ربا کا کھلانے والا آکلِ ربا کی اعانت کرنے والا ہے اور آکلِ ربا کی مذمت آیت سے نکلتی ہے تو موکلِ ربا کی مذمت بھی نکل آئی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا کے عموم سے ثابت کیا ہے جو ربا باقی ہو اس کو چھوڑ دو، یہ حکم اس شخص کو بھی ہے جو حقدار ہے ربا کا یعنی آکلِ ربا اور اس شخص کو بھی ہے جس کے ذمہ ربا ہے وہ ربا دینے سے صاف انکار کردے کہ ہم سود نہیں دیں گے۔

**قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هٰذِهِ آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ:** حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آیاتِ ربا آخری آیات ہیں جو حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوئی ہیں لیکن کتاب التفسیر میں ابن عباسؓ ہی کی روایت میں آرہا ہے کہ سب سے آخر

Maktaba Tul Ishaat.com



میں وَاتَّقُوا یَوْمًا تُرْجَعُونَ فِیهِ إِلَی اللهِ الآیۃ نازل ہوئی ہے۔

اب اشکال یہ ہے کہ ابن عباسؓ کے دونوں بیان میں تعارض ہوگیا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے بعد ہی وَاتَّقُوا یَوْمًا تُرْجَعُونَ فِیهِ إِلَی اللهِ ہے اور دونوں آیتیں ایک ساتھ نازل ہوئی ہیں لہٰذا ھٰذِہٖ آخِرُ آیَةٍ نَزَلَتْ عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنے میں کوئی اشکال نہیں۔

مگر اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ کی روایت بخاری و مسلم میں ہے آخِرُ آیَةٍ أُنْزِلَتْ آیَةُ الْکَلَالَةِ سب سے آخری آیت آیۃ الکلالہ نازل ہوئی ہے، علامہ کرمانی نے یہ جواب دیا ہے کہ جس کو جو علم ہوا اس نے اپنے علم کے اعتبار سے کہہ دیا، ابن عباسؓ نے اپنا علم بیان کیا اور حضرت براءؓ نے اپنا علم بیان کیا۔

لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ بابِ میراث میں سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت آیۃ الکلالہ ہے اور ویسے علی الاطلاق سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت آیتِ ربا ہے، یہی ارجح ہے۔

**فَأَمَرَ بِمَحَاجِمِهٖ فَكُسِرَتْ:** یہ ٹکڑا یہاں پر بظاہر کسی کاتب کی غلطی ہے، حافظ ابن حجر کے نسخہ میں نہیں اور تصریح کی ہے کہ سیاق میں اختصار ہے، اواخرِ بیوع میں یہ روایت اس زیادتی کے ساتھ آرہی ہے۔

**نَهَی النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ:** کتے کا فروخت کرنا (۱) جمہور علماء امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام مالک کے یہاں ناجائز اور حرام ہے، (۲) امام ابو حنیفہ، ابراہیم نخعی، عطاء اور صاحبین وغیرہ فرماتے ہیں کہ جو کلاب منتفع بہ ہیں یعنی کلاب معلّمہ ان کی بیع جائز ہے علامہ سرخسی نے اسی کو اختیار کیا ہے، (۳) صاحبِ ہدایہ کی رائے ہے کہ بیع الکلاب مطلقاً جائز ہے اس لئے کہ گو فی الوقت وہ منتفع بہ نہیں مگر فی المآل تو اس سے انتفاع حاصل کیا جاسکتا ہے، تعلیم دے کر اس کو کام میں لایا جاسکتا ہے۔

مانعین نے روایت الباب سے استدلال کیا ہے، مبیحین اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ نسائی وغیرہ کی بعض روایات میں کلب معلم کا استثناء کیا گیا ہے لیکن امام نسائی نے اس کے منکر ہونے کا حکم لگایا ہے، امام طحاوی اس روایت کا جواب "المشکل" میں یہ دیتے ہیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضور پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے قتل کلاب کا حکم دیا تھا اور جب کلاب کے معاملہ میں سہولت ہوگئی تو پھر یہ حکم بھی مرتفع ہوگیا، دوسرا جواب طحاوی ہی نے یہ دیا ہے کہ اصل میں یہ ممانعت خساست کی بناء پر ہے کتا بھی بھلا کوئی ایسی چیز ہے کہ اس پر آدمی پیسہ لے، لہٰذا تنبیہ

Maktaba Tul Ishaat.com



کی جارہی ہے کہ کتے کے سلسلہ میں آدمی کو یہ چاہئے کہ مسامحت سے کام لے، اگر کسی کو باغ کی حفاظت یا جانوروں کی حفاظت کے لئے ضرورت ہو تو ویسے ہی مفت دے دینا چاہئے۔

**وَثَمَنِ الدَّمِ:** اگر دم سے مراد حقیقۃً خون ہے تو وہ چونکہ مال نہیں اس لئے ممانعت اپنے ظاہر پر ہے، اور اگر اس سے مراد حجامت ہے تو پھر اس صورت میں مسئلہ اختلافی ہے۔

اکثر علماء فرماتے ہیں کہ اجرتِ حجام جائز ہے، امام احمد بن حنبلؒ کراہت کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ حجام سے پچھنے بھی لگواؤں گا اور اجرت بھی دوں گا اور اس سے کہہ دوں گا أَطْعِمْهُ نَاضِحَکَ أَوْ رَقِیْقَکَ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے کیا ہے، سرکار ﷺ نے ثمن دم سے منع بھی فرمایا اور ادھر پچھنے بھی لگوائے۔

اصل بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مختلف قسم کے لوگ پیدا کئے ہیں اور مختلف پیشے بھی بنائے ہیں جن کی انسانوں کو ضرورت ہے، تو شریعت دونوں باتوں کا لحاظ رکھتی ہے، پیشوں کے درجات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے اور اس کی اباحت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے، چونکہ حجامت اور پچھنا لگوانا ایک ایسا پیشہ ہے کہ اس کی ضرورت پیش آتی ہے اس لئے اس کی اباحت کی روایات اور اصول بیان کئے گئے اور یہ پیشہ دنی ہے اس لئے اس کی دناءت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ثمن دم سے منع کیا گیا ہے۔

**وَنَهَى عَنِ الْوَاشِمَةِ وَالْمَوْشُوْمَةِ:** واشمۃ وشم سے ماخوذ ہے وشم کہتے ہیں گودنے کو، عورتیں اپنے بدن گدواتی ہیں سوئی سے اور اس میں نیل اور کوئی چیز بھر دیتی ہے وہ حصہ بدن کا ناپاک ہو جاتا ہے، اور موشومۃ جس کو گودا جائے۔

**وَآكِلِ الرِّبَا وَمُوْكِلِهِ وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ:** یہی روایت اواخرِ بیوع اور طلاق میں آرہی ہے اس میں ہے وَلَعَنَ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَآكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهُ۔

## (ص ۲۸۰) بَابٌ يَمْحَقُ اللهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ

وَاللهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ

۲۰۸۴. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: الْحَلِفُ مُنَفِّقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِلْبَرَكَةِ.

Maktaba Tul Ishaat.com



**ترجمہ:** باب، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان "اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کی افزائش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے گناہ گار کو پسند نہیں کرتا"۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (جھوٹی) قسم تجارت کے سامان کے فروخت کا سبب ہے اور برکت کو مٹانے والی ہے۔

**تشریح:** اللہ تعالیٰ شانہ ربا کو باطل فرمادیتے ہیں اور صدقات میں زیادتی اور اضافہ فرماتے ہیں۔

مصنف کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ ربا اور سود لینے میں کوئی برکت نہیں ہوتی ہے اگرچہ ظاہراً مال میں فراوانی ہوتی ہے لہذا ایسے مال سے کیا فائدہ کہ صورۃً تو بہت کچھ ہو اور حقیقت میں کچھ نہ ہو، ذراسی بات کوئی پیش آجائے اور سارا مال اس کی نذر ہو جاتا ہے، ہاں صدقات دو اللہ تعالیٰ کم سے کم ایک کا دس گنا دیں گے اور بڑھانے پر آئیں گے تو سات سو تک پہنچائیں گے اور اس سے آگے اضعافاً مضاعفۃً دینے پر قادر ہے۔

**اَلْحَلِفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مَمْحَقَةٌ لِلْبَرَكَةِ:** حَلِف بفتح الحاء وکسر اللام، اس کی تفسیر ہے الیمین الکاذبۃ اسی طرح تمام شراح کرمانی، حافظ ابن حجر، عینی، قسطلانی، زین زکریا اور سیوطی وغیرہ نے ضبط کیا ہے اور اس کی شرح کی ہے، علامہ سندی فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے مطلقاً یمین مراد ہو چاہے کاذبہ ہو یا صادقہ ہو، اس لئے کہ دنیا کے لئے حق تعالیٰ کا نام استعمال کرنا کراہت سے خالی نہیں، لیکن مسند احمد میں الحلف کی جگہ الیمین الکاذبۃ کا لفظ وارد ہوا ہے جو شراح کی کھلی ہوئی تائید کرتا ہے اور علامہ سندی کے احتمال کو رد کرتا ہے۔

**مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ:** مَنْفَقَةٌ اور مَمْحَقَةٌ میم اور فا کے زبر سے، چالو کرنے والی ہے سامان کو اور مٹادینے والی ہے برکت کو، اور مُنْفِقَةٌ اور مُمْحِقَةٌ اسم فاعل کے وزن پر بھی پڑھا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ جھوٹی قسم سے اگرچہ سامان کی ترویج ہو جاتی ہے اور جلدی نکل جاتا ہے لیکن برکت نہیں ہوتی ہے۔

## (ص ۲۸۰) بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ

۲۰۸۵. حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ ثَنَا هُشَيْمٌ أَنَا الْعَوَّامُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى أَنَّ رَجُلًا أَقَامَ سِلْعَةً وَهُوَ فِي السُّوقِ فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَقَدْ أَعْطَى بِهَا مَا لَمْ يُعْطَ لِيُوقِعَ فِيهَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَنَزَلَتْ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ الآيَة.

Maktaba Tul Ishaat.com



**ترجمہ:** باب، بیع میں قسم کھانے کی کراہت کا بیان۔

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰؓ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے بازار میں اپنا سامان لگایا اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ اس نے (اپنے بائع کو) سامان کے بدلے جو قیمت دی ہے تم نے اتنی قیمت بھی نہیں لگائی، وہ ایک مسلمان کو دھوکہ دینا چاہتا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا کہ جو لوگ اللہ کے عہد کے بدلے اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑا عوض لیتے ہیں (ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں قیامت کے دن، اللہ تعالیٰ نہ ان سے بات کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف نظر رحمت کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے)۔

**تشریح:** امام بخاری نے پہلے باب میں جو روایت ذکر فرمائی اس سے یہ معلوم ہوا کہ جھوٹی قسم برکت کو ختم کر دیتی ہے تو اسی سے یہ بات بھی نکل آئی کہ ربا مال کو ختم کر دیتا ہے اس واسطے کہ اکثر سود خوار جھوٹ بولا کرتے ہیں، اب مصنف یہ بتلاتے ہیں کہ بیع میں جھوٹی قسم مکروہ ہے، اس لئے کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو بیع میں قسم جھوٹی ہوگی یا سچی؟ اگر جھوٹی قسم ہے تو وہ حرام ہے اور اگر سچی قسم ہے تو بھی مکروہ تنزیہی ہے کہ بلاوجہ حق تعالیٰ کے نام کا دنیا کے لئے ابتذال اور استعمال کیا جارہا ہے۔

**أَنَّ رَجُلًا أَقَامَ سِلْعَةً:** ایک آدمی نے ایک سامان بازار میں قائم کیا یعنی سامان لگایا۔

## (ص ۲۸۰) بَابُ مَا قِيلَ فِي الصَّوَّاغِ

**وقال طاوس عن ابن عباس: قال النبي ﷺ: لا يختلى خلاها، قال العباس: إلّا الإذخر؛ فإنه لقينهم وبيوتهم، فقال: إلّا الإذخر.**

۲۰۸۶. حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَنَا عَبْدُ اللهِ أَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ ابْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا قَالَ: كَانَتْ لِي شَارِفٌ مِنْ نَصِيبِي مِنَ الْمَغْنَمِ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَعْطَانِي شَارِفًا مِنَ الْخُمُسِ، فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَاعَدْتُ رَجُلًا صَوَّاغًا مِنْ بَنِي قَيْنُقَاعَ أَنْ يَرْتَحِلَ مَعِي فَنَأْتِيَ بِإِذْخِرٍ أَرَدْتُ أَنْ أَبِيعَهُ مِنَ الصَّوَّاغِينَ وَأَسْتَعِينَ بِهِ فِي وَلِيمَةِ عُرْسِي.

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ ثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ اللهَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا لِأَحَدٍ بَعْدِي، وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا وَلَا

Maktaba Tul Ishaat.com



يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلاَ يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلاَ يُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلاَّ لِمُعَرِّفٍ، فَقَالَ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: إِلاَّ الإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَلِسُقُفِ بُيُوتِنَا، فَقَالَ: إِلاَّ الإِذْخِرَ، فَقَالَ عِكْرِمَةُ: هَلْ تَدْرِي مَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا؟ هُوَ أَنْ تُنَحِّيَهُ مِنَ الظِّلِّ وَتَنْزِلَ مَكَانَهُ. قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ خَالِدٍ: لِصَاغَتِنَا وَقُبُورِنَا.

**ترجمہ:** باب، سنار کے بارے میں جو کہا گیا ہے اس کا بیان۔

حضرت طاؤس نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت بیان کی کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ کی (تر) گھاس نہ کاٹی جائے، حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ علاوہ اذخر کے، کیوں کہ وہ ہمارے سناروں اور لوہاروں کی ضرورت کی چیز ہے اور گھروں میں بھی کام آتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے اذخر کے علاوہ۔

حضرت علیؓ نے بیان کیا کہ میرے پاس ایک تین سالہ اونٹنی تھی جو مالِ غنیمت میں سے میرے حصہ میں آئی تھی اور ایک تین سالہ اونٹنی نبی پاک ﷺ نے مجھے خمس میں سے دی تھی تو جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی صاحب زادی کو رخصتی کے بعد اپنے گھر لانے کا ارادہ کیا تو میں نے بنی قینقاع کے ایک سنار سے طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم اذخر لیکر آئیں، میرا ارادہ یہ تھا کہ اس کو سنار کے ہاتھ فروخت کروں اور اس (کے مول) سے اپنی شادی کے ولیمہ میں مدد حاصل کروں۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت کا ترجمہ باب الإذخر والحشیش فی القبر میں گزر چکا

(آگے روایت میں ہے) حضرت عکرمہ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ شکار کو بھگانے کے کیا معنی ہیں؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم اس کو سایہ سے بھگادو اور اس کی جگہ خود لے لو۔ عبد الوہاب نے خالد سے لِصَاغَتِنَا وَقُبُورِنَا کے الفاظ نقل کئے کہ اذخر ہمارے سناروں کی ضرورت کی چیز ہے اور ہماری قبروں میں استعمال ہوتی ہے۔

**تشریح:** صُوَّاغ صاد کے ضمہ کے ساتھ جمع ہے صائغ کی، صائغ زرگر (سنار) کو کہا جاتا ہے۔

امام بخاری نے یہاں سے حرفتوں اور صنعتوں کے لئے تراجم منعقد کئے ہیں، اور مقصود ان تراجم سے یہ ہے کہ یہ حِرَف اور صنائع یعنی صیاغت، حدّادی، خیّاطی، نسّاجی اور نجّاری وغیرہ سب عہد نبوت میں موجود تھیں، سرکار دو عالم ﷺ نے ان کی تقریر فرمائی ہے لہذا ان صنائع (پیشوں) میں کوئی اشکال نہیں، یہ مباح اور جائز ہیں۔

اور خاص طور سے اس ترجمہ کے انعقاد کا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسند احمد اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں وارد ہوا ہے أَكْذَبُ النَّاسِ الصَّبَّاغُونَ وَالصَّوَّاغُونَ سب سے زیادہ جھوٹے رنگریز ہوتے ہیں اور زرگر، اس سے بظاہر اس صنف کی مذمت نکلتی ہے لہذا امام بخاری نے اس روایت کی تردید فرمائی ہے، امام ابن جوزی نے اس روایت کو کتاب العلل المتناھیة میں نقل کیا ہے، ابن طاہر نے تذکرۃ الموضوعات میں اس کا تذکرہ فرمایا

Maktaba Tul Ishaat.com



ہے، واقعہ یہ ہے کہ وہ روایت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی ہے۔

اور اگر ثابت ہو جائے تو جمع کی صورت یہ ہے کہ بات یہی ہے کہ واقعۃً یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں مگر جھوٹ بولنا انکا اپنا فعل ہے اس سے زرگری اور رنگ ریزی کے فن پر کیا اشکال پڑتا ہے، آدمی کام کرے اور سچ بولے۔

حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: امام بخاری نے یہاں یہ روایت مختصراً ذکر فرمائی ہے اور بعینہ اسی سند کے ساتھ ابواب خمس میں مکمل ذکر کی ہے اور کتاب المغازی میں بھی آرہی ہے وہاں تھوڑا سا کلام بھی آئے گا۔

## (ص ۲۸۰) بَابُ ذِكْرِ الْقَيْنِ وَالْحَدَّادِ

۲۰۸۷. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ: كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ قَالَ: لَا أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ، فَقُلْتُ: لَا أَكْفُرُ حَتَّى يُمِيتَكَ اللَّهُ ثُمَّ تُبْعَثَ، قَالَ: دَعْنِي حَتَّى أَمُوتَ وَأُبْعَثَ فَسَأُوتَى مَالًا وَوَلَدًا فَأَقْضِيكَ، فَنَزَلَتْ ﴿أَفَرَءَيْتَ ٱلَّذِى كَفَرَ بِـَٔايَـٰتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا﴾.

**ترجمہ:** باب، لوہار کا بیان۔

حضرت خبابؓ نے بیان کیا کہ میں زمانۂ جاہلیت میں لوہار تھا اور عاص بن وائل پر میرا کچھ قرض تھا میں اس کے پاس تقاضا کرنے آیا تو اس نے کہا کہ میں تم کو اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک کہ تم محمد ﷺ کے ساتھ کفر نہ کرو، میں نے کہا کہ میں کفر نہیں کروں گا یہاں تک کہ اللہ تم کو موت دے اور پھر تم دوبارہ زندہ کئے جاؤ، وہ کہنے لگا کہ پھر مجھے چھوڑ دو یہاں تک کہ میں مروں اور دوبارہ زندہ کیا جاؤں (وہاں) مجھے مال ملے گا اور اولاد دی جائے گی اور میں تمہارا قرض دے دوں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی "کہ کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور اس نے یہ کہا کہ مجھے ضرور بالضرور مال اور اولاد ملیں گے، کیا وہ آگاہ ہو گیا ہے غیب سے یا اس نے رحمٰن سے کوئی عہد کر لیا ہے"۔

**تشریح:** بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حدّاد یعنی آہن گر (لوہار) اور قین دونوں ایک ہی ہیں۔

بعضوں نے کہا ہے کہ قین کہتے ہیں سِنان (برچھی) بنانے والے کو اور حداد مطلقاً آہن گر کو کہا جاتا ہے۔

بعض حضرات جیسے علامہ عینی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ یہ عطف تفسیری ہے، اصل میں قین ایک لفظ مشترک ہے جو غلام و باندی اور حداد دونوں پر بولا جاتا ہے، مصنف نے اس اشتراک کو دور کرنے کے لئے بطور

Maktaba Tul Ishaat.com



تفسیر کے حداد کا لفظ آگے بڑھایا ہے۔

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ (۱) فن حدادی عہد نبوت میں موجود تھا اور سرکار دو عالم ﷺ نے اس کی تقریر فرمائی کوئی نکیر نہیں فرمائی ہے معلوم ہوا کہ یہ فن جائز ہے۔

(۲) ایک روایت میں یہ وارد ہوا ہے کہ جلیس صالح کی مثال مشک فروش کی ہے کہ آدمی وہاں سے خوشبو خرید لے گا یا وہ کوئی ایکا دپھایہ دے دے گا یا کم از کم اس کے پاس بیٹھے رہنے تک خوشبو سے دماغ کو راحت پہنچتی رہے گی، اور جلیس سوء کی مثال کیر حداد لوہار کی بھٹی جیسی ہے کہ وہاں بیٹھنے والا خطرہ میں ہوتا ہے کہ کہیں کوئی چنگاری اس کے کپڑوں کو یا اس کے بدن کو نہ جلادے یا کم از کم دھویں کی بدبو سے دماغ پریشان ہوتا ہی رہتا ہے، اس سے بظاہر حدادی اور آہن گری کی کچھ مذمت سی محسوس ہوتی ہے تو امام بخاری نے اس کا جواز ثابت کیا۔

اور روایت مذمت پر محمول نہیں بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ آہن گر کے کام کا تعلق آگ اور دھویں سے ہے لہذا اگر کوئی آگ اور دھویں کا کام کرنے والے کے پاس بیٹھے گا تو آگ اور دھواں جو اثر دکھاتا ہے وہی اثر اس کو پہنچے گا، ایسے ہی برا آدمی ہے کہ اس میں برائی اور تکلیف کی چیزیں ہوتی ہیں لہذا اس کا جلیس تکلیف کی چیزوں اور برائیوں میں مبتلا ہوگا۔

**كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ:** یہ ہے مقصود بالترجمہ، مصنف نے روایت قین کی ذکر کی ہے اور ترجمہ میں قین وحداد دونوں کو ذکر کیا ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کی رائے میں حداد و قین ہم معنی ہیں۔

**فِي الْجَاهِلِيَّةِ:** اس پر اشکال ہوتا ہے کہ اگر وہ جاہلیت کے زمانہ میں فن حدادی کرتے تھے تو اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ اسلام کے زمانہ میں بھی انہوں نے یہی کام کیا ہے تاکہ اس کو حدیث تقریری بناکر جواز کی دلیل میں پیش کیا جاسکے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ روایت کا سیاق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ فن جائز ہے اس واسطے کہ جاہلیت کے زمانہ میں خبابؓ قین اور حداد تھے اور انہوں نے عاص بن وائل سہمی کا کوئی تیر یا تلوار بنایا ہوگا اس کی اجرت کا تقاضہ کرنے کے لئے آئے اور اب یہ مسلمان ہوچکے تھے، اگر یہ فن ناجائز تھا تو مسلمان ہوجانے کے بعد اس فن کی اجرت کا تقاضہ کرنے کے لئے کیوں آتے؟ اجرت کا مطالبہ کرنا اور حضور ﷺ کا سکوت دلیل جواز ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۸۱) بَابُ الْخَيَّاطِ

۲۰۸۸. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ، قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ فَقَرَّبَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ خُبْزًا وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَيِ الْقَصْعَةِ، فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ.

**ترجمہ:** باب، درزی کا بیان۔

حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ ایک درزی نے رسول اللہ ﷺ کو ایک کھانے کی دعوت دی جو اس نے تیار کیا تھا حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ اس دعوت میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ میں بھی گیا اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روٹی اور شوربا پیش کیا جس میں کدو تھا اور سکھائے ہوئے گوشت کے ٹکڑے تھے میں نے نبی پاک ﷺ کو دیکھا کہ آپ پیالے کے کناروں میں کدو تلاش کر رہے تھے حضرت انسؓ نے فرمایا کہ بس اس دن سے میں برابر کدو کو پسند کرتا ہوں۔

**تشریح:** خیاط درزی کو کہا جاتا ہے، یہ صنعت بظاہر جائز نہ ہونی چاہئے اس لئے کہ عام طور سے دھاگہ درزی کی طرف سے ہوتا ہے اور اس کی مقدار معلوم نہیں ہوتی ہے تو اس میں ایک مجہول چیز شامل ہو گئی اور جب جہالت معاملہ میں داخل ہو جائے تو پھر معاملہ فاسد ہو جاتا ہے، لیکن چونکہ عہد نبوت سے اس کا تعامل چلا آرہا ہے اور ضرورت اس کی داعی ہے اس لئے یہ فن جائز ہے۔

**دُبَّاءٌ:** لوکی، کدو **وَقَدِيدٌ:** گوشت کے ٹکڑے۔

**فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ:** اس دن سے مجھ کو دباء محبوب ہو گیا تھا۔

میں نے قدید کی تفسیر گوشت کے ٹکڑے سے کی یہ گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے، گوشت کو نمک لگا کر دھوپ میں خشک کر لیتے ہیں اور بوقت ضرورت اس کو پکا لیتے ہیں۔

قاضی ابو یوسف کے متعلق منقول ہے کہ جب انہوں نے یہ حدیث پاک بیان کی تو ایک عامی شخص نے یہ کہہ دیا کہ مجھے تو پسند نہیں، قاضی صاحب نے تلوار اٹھالی اور فرمایا تب إلى الله وإلا أقتلك توبہ کر ورنہ تیری گردن اڑادوں گا، حضور ایک چیز کو پسند کریں اور تو کہتا ہے کہ میں اس کو پسند نہیں کرتا ہوں، أستغفر الله۔

مؤمن کی شان یہ ہونی چاہئے کہ جو سردارِ دو جہاں ﷺ کو پسند ہو ایک دم سے وہ پسند ہو جانا چاہئے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۸۰) بَابُ النَّسَّاجِ

۲۰۸۹. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ بِبُرْدَةٍ - قَالَ: أَتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ؟ فَقِيلَ لَهُ: نَعَمْ هِيَ الشَّمْلَةُ مَنْسُوجٌ فِي حَاشِيَتِهَا - قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي نَسَجْتُ هٰذِهِ بِيَدِي أَكْسُوكَهَا، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: يَا رَسُولَ اللهِ اكْسُنِيهَا، فَقَالَ: نَعَمْ، فَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْمَجْلِسِ ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ: مَا أَحْسَنْتَ سَأَلْتَهَا إِيَّاهُ وَلَقَدْ عَرَفْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَائِلًا، فَقَالَ الرَّجُلُ: وَاللهِ مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا لِتَكُونَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوتُ، قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ.

**ترجمہ:** باب، کپڑا بُننے والے کا بیان۔

روایت کا ترجمہ باب من استعد الکفن فی زمن النبی ﷺ میں گزر چکا

**تشریح:** نسّاج کہتے ہیں نور باف کو، کپڑا بُننے والے کو، جلاہا کو، فنِ نساجی کا ثبوت بھی عہد نبوت میں موجود ہے۔

**مَنْسُوجٌ فِي حَاشِيَتِهَا:** یعنی اس کے اطراف ترپے ہوئے تھے۔

**مُحْتَاجًا إِلَيْهَا:** احتیاج قرائن حال سے معلوم ہوا، یا یہ راوی کا ظن وگمان ہے۔

**ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ:** یہ ہیں سید السادات ﷺ کہ جود وسخا میں مزاج مبارک ایسا کہ ضرورت کی چیز ہے مگر سائل کے سوال کو رد نہیں کیا گیا۔

## (ص ۲۸۰) بَابُ النَّجَّارِ

۲۰۹۰. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: أَتَى رِجَالٌ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يَسْأَلُونَهُ عَنِ الْمِنْبَرِ، فَقَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى فُلَانَةَ - امْرَأَةٍ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ - أَنْ مُرِي غُلَامَكِ النَّجَّارَ يَعْمَلُ لِي أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ، فَأَمَرَتْهُ يَعْمَلُهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ ثُمَّ جَاءَ بِهَا فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ بِهَا فَأَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ فَجَلَسَ عَلَيْهِ.

Maktaba Tul Ishaat.com



۲۰۹۱. حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَتْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ: يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ؟ فَإِنَّ لِي غُلَامًا نَجَّارًا، قَالَ: إِنْ شِئْتِ، قَالَ: فَعَمِلَتْ لَهُ الْمِنْبَرَ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ الَّذِي صُنِعَ فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتَّى كَادَتْ أَنْ تَنْشَقَّ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى أَخَذَهَا فَضَمَّهَا إِلَيْهِ فَجَعَلَتْ تَئِنُّ أَنِينَ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّتُ حَتَّى اسْتَقَرَّتْ قَالَ: بَكَتْ عَلَى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ.

**ترجمہ:** باب، بڑھئی کا بیان۔

روایت کا ترجمہ باب الصلاۃ فی السطوح والمنبر والخشب میں گزر چکا

حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت میں آگے ہے: جب جمعہ کا دن آیا تو نبی پاک ﷺ اس منبر پر تشریف فرما ہوئے جو تیار کیا گیا تھا تو وہ جو کھجور کا تنہ جس کے پاس پیغمبر ﷺ خطبہ دیا کرتے تھے بلند آواز سے رونے لگا یہاں تک کہ وہ پھٹنے کے قریب ہو گیا، آپ ﷺ (منبر سے) اترے، اسکو (اپنے دست مبارک سے) پکڑا اور اپنے سینے سے لگایا، تو وہ اس بچہ کی مانند رونے لگا جس کو چپ کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ پر سکون ہو گیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تنہ اس ذکر پر رویا جس کو وہ سنا کرتا تھا۔

**تشریح:** نجار: بڑھئی، ابو نعیم کی روایت میں باب النجارۃ واقع ہوا ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ متن کا لفظ اشبہ ہے اس لئے کہ ما قبل میں تراجم اسی طرح کے ہیں، خیاط، نساج، تو یہاں بھی نجار ہونا چاہئے، یعنی وہاں پر تراجم صیغۂ مبالغہ کے لفظ سے ذکر کئے گئے ہیں تو یہاں بھی اسی صیغہ کے ساتھ ہونا چاہئے مصدر کے ساتھ نہیں۔

**مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ:** غابہ ایک مقام کا نام ہے، طرفاء جھاؤ کو کہتے ہیں۔

**فَعَمِلَتْ لَهُ الْمِنْبَرَ:** منبر کس سن میں بنا؟ اسکے متعلق وضاحت سے ابتدائے کتاب میں کلام ہو چکا ہے۔

**فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ:** جس پر ٹیک لگا کر سرکار دو عالم ﷺ خطبہ دے رہے تھے پکار کر رویا، حضور ﷺ تشریف لائے اور دست شریف رکھا اور اس سے اپنا سینہ لگایا جب جا کر وہ خاموش ہوا اسی کے متعلق مولانائے روم فرماتے ہیں

استن حنانہ در ہجر رسول — نالہ میزد ہمچو ارباب عقول

سرور عالم ﷺ کے فراق میں وہ ستون بھی حنین اور چیخ و پکار کر رہا تھا، پھر ہم مسلمانوں کو آنحضور ﷺ سے کتنی محبت رکھنی چاہئے غور کا مقام ہے، اللہ ہم سب کو حضور کی محبت نصیب فرماوے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۸۱) بَابُ شِرَى الْحَوَائِجِ بِنَفْسِهِ

وقال ابن عمر: اشترى النبي ﷺ جملا من عمر، واشترى ابن عمر بنفسه. وقال عبد الرحمن بن أبي بكر: جاء مشرك بغنم فاشترى النبي ﷺ منه شاة واشترى من جابر بعيرا.

۲۰۹۲. حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى ثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ: اشْتَرَى رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا بِنَسِيئَةٍ وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ.

**ترجمہ:** باب، امام کا اپنی ضرورت کی چیزیں خود خریدنا۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصد ظاہر ہے کہ امام بذاتِ خود اپنی ضروریات کو خرید سکتا ہے، اس پر تنبیہ کرنے کی ضرورت اسلئے پیش آئی کہ ممکن ہے کوئی آدمی یہ سمجھے کہ امام کا بذاتِ خود بازاروں میں جانا اور وہاں سے ضروریات کو خرید کر لانا مروت کے خلاف ہے امام کو تو طریق مروت اختیار کرنا چاہیے، مصنف نے بتلا دیا کہ امام کا اپنی ضروریات کو بذاتِ خود خریدنا قادح فی المروۃ نہیں ہے، اس کو خلاف مروت شمار نہیں کیا جائے گا۔

اشْتَرَى النَّبِيُّ ﷺ جَمَلًا مِنْ عُمَرَ: جملِ عمر کے خریدنے کا قصہ ص ۲۸۴ پر آرہا ہے۔

وَاشْتَرَى ابنُ عُمَرَ بِنَفْسِهِ: ابن عمرؓ کے اشتراء کا قصہ اگلے صفحہ یعنی ص ۲۸۲ پر آرہا ہے۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: حضرت عبد الرحمنؓ والی روایت ص ۲۹۵ پر آرہی ہے اور اشتراء بعیر کا قصہ اگلے باب میں آرہا ہے۔

اشْتَرَى رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا: سرکار دوعالم ﷺ نے ایک یہودی سے تیس صاع جَو خریدا، تیس صاع کی تحدید بخاری شریف میں واقع ہوئی ہے اور آپ نے زرہ مبارک اسکے پاس رہن رکھی۔

## (ص ۲۸۱) بَابُ شِرَاءِ الدَّوَابِّ وَالْحَمِيرِ

وإذا اشترى دابة أو جملا وهو عليه هل يكون ذلك قبضا قبل أن ينزل؟ وقال ابن عمر: قال النبي ﷺ لعمر: بعنيه - يعني جملا صعبا -.

۲۰۹۳. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ ثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ

Maktaba Tul Ishaat.com



قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزَاةٍ فَأَبْطَأَ بِي جَمَلِي وَأَعْيَا فَأَتَى عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: جَابِرٌ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: مَا شَأْنُكَ؟ قُلْتُ: أَبْطَأَ عَلَيَّ جَمَلِي وَأَعْيَا فَتَخَلَّفْتُ، فَنَزَلَ يَحْجُنُهُ بِمِحْجَنِهِ ثُمَّ قَالَ: ارْكَبْ فَرَكِبْتُ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَكُفُّهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، قَالَ: تَزَوَّجْتَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا؟ قُلْتُ: بَلْ ثَيِّبًا، قَالَ: أَفَلَا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ؟ قُلْتُ: إِنَّ لِي أَخَوَاتٍ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ امْرَأَةً تَجْمَعُهُنَّ وَتَمْشُطُهُنَّ وَتَقُومُ عَلَيْهِنَّ، قَالَ: أَمَا إِنَّكَ قَادِمٌ، فَإِذَا قَدِمْتَ فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ، ثُمَّ قَالَ: أَتَبِيعُ جَمَلَكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، فَاشْتَرَاهُ مِنِّي بِأُوقِيَّةٍ ثُمَّ قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَبْلِي وَقَدِمْتُ بِالْغَدَاةِ فَجِئْنَا إِلَى الْمَسْجِدِ فَوَجَدْتُهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، قَالَ: الْآنَ قَدِمْتَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَدَعْ جَمَلَكَ وَادْخُلْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ، فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ فَأَمَرَ بِلَالًا أَنْ يَزِنَ لِي أُوقِيَّةً، فَوَزَنَ لِي بِلَالٌ فَأَرْجَحَ فِي الْمِيزَانِ، فَانْطَلَقْتُ حَتَّى وَلَّيْتُ فَقَالَ: ادْعُوا لِي جَابِرًا، قُلْتُ: الْآنَ يَرُدُّ عَلَيَّ الْجَمَلَ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْهُ، قَالَ: خُذْ جَمَلَكَ وَلَكَ ثَمَنُهُ.

**ترجمہ:** باب، چوپائے اور گدھے خریدنے کا بیان، نیز اس بات کا بیان کہ اگر کوئی شخص چوپایہ یا اونٹ ایسے وقت خریدے جب کہ مالک اس پر سوار ہو تو اس خریدنے سے مالک کے اترنے سے قبل (خریدار کا) قبضہ ہو جائے گا؟

حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی پاک ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ یہ مجھے بیچ دو یعنی سرکش اونٹ۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے بیان کیا کہ میں ایک غزوہ میں نبی پاک ﷺ کے ساتھ تھا میرا اونٹ مجھے سست رفتاری کے ساتھ لیکر چلا یہاں تک کہ تھک گیا، حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور آپ نے میرا نام لیکر پکارا، میں نے کہا حاضر ہوں، آپ نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ میرا اونٹ مجھے سست رفتاری سے لیکر چلا یہاں تک کہ تھک گیا، اس طرح میں پیچھے رہ گیا، آپ ﷺ سواری سے اتر کر اسے اپنی چھڑی سے چبھونے لگے، پھر آپ نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جاؤ، میں سوار ہو گیا، پھر تو میں نے دیکھا کہ میں اس کو رسول اللہ ﷺ سے آگے نکلنے سے روک رہا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے نکاح کر لیا؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں، آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کنواری سے کیا یا ثیبہ (طلاق یافتہ یا بیوہ) سے؟ میں نے عرض کیا کہ ثیبہ سے کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کنواری لڑکی سے کیوں نہیں کیا؟ کہ تم اس کے ساتھ کھیلتے اور وہ تمہارے ساتھ کھیلتی، میں نے عرض کیا کہ حضور! میری سات بہنیں ہیں، میں نے چاہا کہ ایسی عورت سے نکاح کروں جو ان کو جوڑ کر رکھے، ان کے سر میں کنگھی کرے اور ان کی دیکھ بھال کرے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم (اہلیہ کے پاس) پہنچنے والے ہو، جب پہنچو تو سمجھداری سے کام لو، سمجھداری سے کام لو۔

پھر فرمایا کہ کیا تم اپنا اونٹ فروخت کرتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے اس اونٹ کو مجھ سے ایک اوقیہ چاندی

Maktaba Tul Ishaat.com



میں خرید لیا، پھر رسول اللہ ﷺ مجھ سے پہلے مدینہ منورہ پہنچ گئے اور میں اگلے دن صبح کے وقت پہنچا، ہم مسجد میں آئے تو میں نے آپ ﷺ کو مسجد کے دروازے پر پایا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اب پہنچے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنا اونٹ چھوڑ دو اور دو رکعت نماز پڑھو، میں (مسجد میں) داخل ہوا اور میں نے نماز پڑھی، آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ مجھے اوقیہ چاندی تول کر دے دے، بلالؓ نے میرے لئے چاندی تولی اور تول جھکا کر کی، میں وہاں سے چلا یہاں تک کہ جب میں نے رخ پھیرا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جابر کو بلاؤ، میں نے دل میں کہا کہ اب آپ ﷺ میرا اونٹ واپس کریں گے اور مجھے اس (اونٹ سے یا پیغمبر ﷺ سے معاملے کے ختم ہونے) سے زیادہ ناپسند کوئی چیز نہیں تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنا اونٹ لو اور اس کا ثمن بھی تمہارا ہے۔

**تشریح:** حیوانات کا خرید نا جائز ہے، حمیر کا ذکر دواب کے بعد تخصیص بعد التعمیم ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ حدیث پاک میں حمیر کا ذکر نہیں ہے مصنف نے اس کو کیسے ثابت فرمایا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ روایت میں اشتراء جمل کا قصہ مذکور ہے اور جمل احدی الدواب ہے اور حمیر بھی احدی الدواب ہے لہذا جیسے جمل خریدا جاسکتا ہے حمیر بھی خریدا جاسکتا ہے۔

**وَإِذَا اشْتَرَى دَابَّةً أَوْ جَمَلًا وَهُوَ عَلَيْهِ:** امام بخاری نے ضمنی طور پر یہ ایک اور مسئلہ بیان کر دیا ہے کہ کسی شخص نے کسی سے اس کا کوئی جانور خریدا اور بائع جانور پر سوار تھا تو آیا اس خریدنے ہی کی وجہ سے قبضہ ہو جائے گا یا بائع کا اس سے اترنا بھی ضروری ہے؟ امام بخاری نے شرط ذکر فرمائی اور جواب شرط حذف فرما دیا البتہ مادۃ الجواب ذکر کر دیا وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ سے، حضرت ابن عمرؓ اپنے والد حضرت عمرؓ کے اونٹ پر سوار تھے حضرت رسول اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ عمر! یہ اونٹ میرے ہاتھ فروخت کر دو، حضرت عمرؓ نے حضور اکرم ﷺ کو اونٹ فروخت کر دیا، حضور ﷺ نے فرمایا هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ تَصْنَعُ بِهِ مَا شِئْتَ عبد اللہ یہ اونٹ تمہارا ہے جو چاہو تم اس کے ساتھ کرو۔

اونٹ پر ابن البائع سوار تھا تو گویا بائع سوار تھا اس لئے کہ باپ بیٹا بانٹے ہوئے نہیں تھے جبکہ خصوصاً بیٹا نو عمر بھی ہو تو گویا بائع دابہ پر سوار ہے، اور پھر حضور اکرم ﷺ نے خرید کر ابن عمرؓ کے حوالہ کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ قبضہ کے واسطے یہ ضروری نہیں ہے کہ قبضہ تصرف بائع سے خالی ہو جائے بلکہ بائع کے تصرف میں ہوتے ہوئے بھی قبضہ ہو جائے گا۔

Maktaba Tul Ishaat.com



ایسا لگتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک قبضہ کے لئے ایجاب وقبول کافی ہے، یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ عین ایجاب وقبول ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایجاب وقبول پر قبضہ مرتب ہو جاتا ہے ھکذا قال العلامۃ الکشمیری۔

قبضہ کی حقیقت علماء کے نزدیک کیا ہے؟ میں پہلے وہ بیان کروں گا اور پھر امام بخاری کے بارے میں بخاری کے سب سے بڑے شارح علامہ ابن حجر کی رائے پیش کروں گا۔

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ قبضہ کی حقیقت کیا ہے؟

(۱) حضرات حنفیہ اور مالکیہ فرماتے ہیں کہ قبضہ کی حقیقت تخلیہ ہے، تخلیہ کا مطلب یہ ہے کہ مالک، اپنے علائق ملک کو اٹھالے اور ایسی صورت پیدا کردے کہ مشتری اگر اس کو لینا چاہے تو اس کے لینے میں کوئی روک ٹوک واقع نہ ہو، مثال کے طور پر یہ سمجھو کہ ہمارے فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی گھوڑا فروخت کیا اور وہ جنگل میں چر رہا ہے اور مشتری اس کے پکڑنے پر قادر ہے تو یہ قبضہ ہو گیا۔

(۲) امام شافعی اور امام احمد بن حنبل ارشاد فرماتے ہیں کہ مکانات وباغات اور زمینوں میں صرف تخلیہ سے قبضہ بن جائے گا لیکن منقولات میں نقل وتحویل ضروری ہے صرف تخلیہ قبضہ کے ہونے کے لئے کافی نہیں۔

امام بخاری کی رائے کیا ہے؟ حافظ ابن حجر کا کلام اس سلسلہ میں مضطرب ہے، حافظ صاحب نے یہاں پر تو امام بخاری کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ قبضہ کے لئے صرف تخلیہ کافی ہے، اور وہ تخلیہ اس طرح سے ہو گیا کہ ابن عمرؓ باوا کے اونٹ پر سوار تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باپ سے وہ اونٹ خریدا اور خریدنے کے بعد ابن عمرؓ سے فرما دیا ھُوَ لَکَ یَا عَبْدَ اللهِ، اس کا مطلب یہ ہے کہ عبد اللہ! تم نیابۃً میری طرف سے قبضہ کرو اور اس کے بعد ہبۃً قبضہ کرو، یہی ایک قبضہ دو قبضوں کے قائم مقام ہو جائے گا، قبضۂ مشتری کے نیابۃً ووکالۃً اور اس کے بعد قبضۂ موہوب لہ کے۔

مگر حافظ ابن حجر نے ایک دوسرے مقام پر آگے چل کر یہ لکھا ہے کہ امام بخاری منقولات میں محض تخلیہ کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ ان کے نزدیک نقل وتحویل ضروری ہے، چنانچہ انہوں نے بَاب مَنْ رَأَى إِذَا اشْتَرَى طَعَامًا جِزَافًا أَنْ لَا يَبِيعَهُ حَتَّى يُؤْوِيَهُ إِلَى رَحْلِهِ وَالْأَدَبِ فِي ذَلِكَ میں یہ مضمون لکھا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حافظ کا کلام مضطرب ہے اور امام بخاری کا کلام بھی اس میں کچھ مختلف سا ہے، یہاں کا مضمون

Maktaba Tul Ishaat.com



علامہ انور شاہ کشمیری کی تقریر کی شہادت دیتا ہے، اور جو تقریر ہم نے حافظ کے طرز پر کی ہے اس لحاظ سے یہاں کی تقریر کی شہادت دیتا ہے، مگر آگے جو باب ص ۲۸۶ پر آرہا ہے وہ حافظ کے دوسرے کلام کی شہادت دیتا ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ امام بخاری کے نزدیک قبضہ کی حقیقت میں تین قول ہیں، (۱) علامہ انور شاہ کشمیری کی رائے یہ ہے کہ ان کے نزدیک قبضہ بس ایجاب وقبول کے بعد محقق ہو جاتا ہے، (۲) حافظ نے یہاں پر امام بخاری کا مسلک یہ بیان کیا ہے کہ ان کے نزدیک قبضہ کے تحقق کے لئے تخلیہ کافی ہے، اور (۳) آگے چل کر یہ بتلایا ہے کہ منقولات میں قبضہ کے لئے ایسی جگہ پر اس شیٔ کو منتقل کرنا ضروری ہے جو بائع کے تصرف میں نہ ہو جیسا کہ امام شافعی کا مسلک ہے۔

اگر شاہ صاحب کی بات لی جائے تب امام بخاری کا مسلک قبضہ کے مسئلہ میں بہت ہی زیادہ وسعت والا ہے اور سب سے زیادہ تنگ مسلک شافعی واحمد کا ہے اور اوسط المذاہب حنفیہ اور مالکیہ کا ہے، اور اگر دوسرا قول لیا جائے تو پھر بخاری اوسط المذاہب کے قائل ہیں، اور اگر تیسرا قول لیا جائے تو امام بخاری اضیق المذاہب کے قائل ہیں۔

بہت ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ امام بخاری نے نقل وتحویل کو ایک مخصوص صورت میں ضروری قرار دیا ہو اور وہ اس صورت میں جب کہ طعام جزافاً خریدا گیا ہو چنانچہ آئندہ **مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيعُهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ** روایت ذکر کی ہے اور پھر آگے باب قائم فرمایا **مَنْ رَأَى إِذَا اشْتَرَى طَعَامًا جِزَافًا أَنْ لَا يَبِيعَهُ حَتَّى يُؤْوِيَهُ إِلَى رَحْلِهِ وَالْأَدَبِ فِي ذَٰلِكَ**۔

**كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزَاةٍ:** یہ واقعہ غزوۂ ذات الرقاع کا ہے جیسا کہ واقدی، ابن سعد، ابن حبان وغیرہ نے تصریح فرمائی ہے اور ابن اسحاق کی ایک روایت میں جو حضرت جابرؓ ہی سے مروی ہے اس کی تصریح وارد ہوئی ہے، غزوۂ ذات الرقاع سن ۴ھ میں واقع ہوا ہے۔

**فَأَبْطَأَ بِي جَمَلِي:** میرے اونٹ کو ابطاء اور تاخر طاری ہو گیا یعنی وہ چلنے کے اندر رکنے لگا۔

**وَأَعْيَا:** اور اس پر اعیاء طاری ہو گیا یعنی ذہاب سے عاجز ہو جانا طاری ہو گیا۔

**فَنَزَلَ يَحْجُنُهُ بِمِحْجَنِهِ:** حضور اکرم ﷺ نے اپنے محجن شریف سے اتر کر اس کو مارا۔

**مِحْجَن** وہ لاٹھی جس کا سر امڑا ہوا ہوتا ہے، فرمایا اِرْکَبْ، یوں کہتے ہیں کہ اس کے بعد تو اتنا تیز گام ہو گیا کہ

Maktaba Tul Ishaat.com



میں اس کی لگام کو روکتا تھا کہ حضور سے آگے نہ بڑھ جائے۔

إِنَّكَ قَادِمٌ فَإِذَا قَدِمْتَ فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ: آپ نے فرمایا تم گھر پہنچنے والے ہو ذرا ہوشمندی کا اہتمام کرنا، کَیس کی تفسیر بعضوں نے جماع کے ساتھ کی ہے اور بعضوں نے ولد کے ساتھ کی ہے، اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہوشمندی کا مطلب یہ ہے کہ سفر سے جارہے ہو، بیوی کا تقاضہ ہوگا ذرا دیکھ لینا ایام حیض نہ چل رہے ہوں، ایسا نہ ہو کہ غلبہ کی وجہ سے حیض کے زمانہ میں بیوی کے ساتھ مشغول ہو جاؤ۔

پھر فرمایا کہ کیا تم اپنا اونٹ بیچتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہاں، آپ نے اوقیہ میں خرید لیا۔

روایات میں بڑا اختلاف ہے کہ ثمن جمل جابر کیا تھا؟ امام بخاری نے ابواب اشتراط میں اکثر طرق کو جمع کرکے اپنی رائے پیش کی ہے، نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ اس شراء میں ذہاب الی المدینہ کی شرط لگی ہوئی تھی؟ یا بطور اعارہ کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ کہہ دیا تھا کہ تم اس اونٹ پر سوار ہو کر جاسکتے ہو۔

امام بخاری کی رائے ہے الاشتراط أکثر، یہ مسئلہ ابوابِ اشتراط میں آئے گا اور ان شاء اللہ کتاب البیوع میں بھی، اور میں بیان کروں گا کہ اگر بیع میں شرط لگادی جائے تو بیع فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ ویسے یہ مسئلہ ماقبل میں بیان بھی کیا جاچکا ہے۔

## (ص ۲۸۲) بَابُ الْأَسْوَاقِ الَّتِي كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَتَبَايَعَ بِهَا النَّاسُ فِي الْإِسْلَامِ

۲۰۹۴. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَتْ عُكَاظٌ وَمَجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ تَأَثَّمُوا مِنَ التِّجَارَةِ فِيهَا، فَأَنْزَلَ اللهُ ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ ﴾ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَذَا.

**ترجمہ:** باب، ان بازاروں کا بیان جو زمانہ جاہلیت میں لگتے تھے اور پھر اسلام قبول کرنے کے بعد لوگوں نے ان میں خرید و فروخت کی۔

**تشریح:** چونکہ جاہلیت کے زمانہ میں جو بازار ہوا کرتے تھے اس میں جہاں جائز چیزوں کی بیع وشراء

Maktaba Tul Ishaat.com



ہوتی تھی ویسے ہی ناجائز چیزیں بھی فروخت ہوتی تھیں، اور جیسے جائز کام کئے جاتے تھے بہت سے ناجائز امور کا ارتکاب بھی ہوتا تھا، اس سے بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اسلام میں ایسے مواقع میں بیع وشراء نہ ہونی چاہئے، تو امام بخاری فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانہ میں جہاں بیع وشراء اور خرید وفروخت ہوتی تھی اسلام آجانے کے بعد وہاں اسلام کے قانون کے مطابق خرید وفروخت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

## (ص ۲۸۲) بَابُ شِرَاءِ الْإِبِلِ الْهِيمِ أَوِ الْأَجْرَبِ

الهائم المخالف للقصد في كل شيء.

۲۰۹۵. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ ثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: قَالَ عَمْرٌو: كَانَ هَاهُنَا رَجُلٌ اسْمُهُ نَوَّاسٌ وَكَانَتْ عِنْدَهُ إِبِلٌ هِيمٌ، فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ فَاشْتَرَى تِلْكَ الْإِبِلَ مِنْ شَرِيكٍ لَهُ فَجَاءَ إِلَيْهِ شَرِيكُهُ فَقَالَ: بِعْنَا تِلْكَ الْإِبِلَ، فَقَالَ: مِمَّنْ بِعْتَهَا؟ فقَالَ: مِنْ شَيْخٍ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ: وَيْحَكَ ذَاكَ وَاللهِ ابْنُ عُمَرَ، فَجَاءَهُ فَقَالَ: إِنَّ شَرِيكِي بَاعَكَ إِبِلاً هِيمًا وَلَمْ يَعْرِفْكَ، قَالَ: فَاسْتَقْهَا، فَلَمَّا ذَهَبَ يَسْتَاقُهَا قَالَ: دَعْهَا، رَضِينَا بِقَضَاءِ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَا عَدْوَى. سَمِعَ سُفْيَانُ عَمْرًا.

**ترجمہ:** باب، ہیام نامی (تونس کی) بیماری والے یا خارش زدہ اونٹ کو خریدنے کا بیان۔

ترجمہ تشریح کے ذیل میں آرہا ہے

**تشریح:** یہ باب ابلِ ہیم یا خارشی اونٹ خریدنے کے جواز کے بیان میں ہے۔

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ عیب دار چیز کا فروخت کرنا جائز ہے اگرچہ بائع نے اس وقت عیب کا اظہار نہ کیا ہو البتہ عیب کے بعد مشتری کو اختیار ہوگا۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ مقصد یہ ہے کہ اگر مشتری نے کوئی عیب دار چیز خریدی اور اس کے بعد عیب پر مطلع ہوگیا اور وہ راضی ہوگیا تو اب خیار عیب ساقط ہوگیا اور بیع نافذ ہوجائے گی۔

**الْإِبِلِ الْهِيمِ:** ھِیم جمع ہے أھیم کی أھیم وہ اونٹ کہلاتا ہے جس کو ایک مرض لاحق ہوجاتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ پانی بہت پیتا ہے اور سورج کی طرف منہ کرکے گھومتا رہتا ہے اور اس کے بول وروث میں

Maktaba Tul Ishaat.com



سے خمیر کی بو آتی ہے، عرب والوں کا یہ خیال تھا کہ جو اس کے بول وروث کو سونگھ لے گا اس کو بھی یہی مرض لاحق ہو جائے گا تو گویا یہ ایک متعدی مرض ہے۔

**الْأَجْرَبِ:** خارشی اونٹ، خارش کے متعلق بھی متعدی ہونے کا ان لوگوں کے یہاں خیال تھا۔

**الْهَائِمُ الْمُخَالِفُ لِلْقَصْدِ فِي كُلِّ شَيْءٍ:** ہائم وہ ہے جو ہر چیز میں طرز معتدل کا مخالف ہو، مصنف پر یہاں ابن التین وغیرہ نے یہ اشکال کیا ہے کہ ھائم ھیم کا واحد اور مفرد نہیں ہے، بخاری نے نہ معلوم یہاں کیوں ھائم کو ذکر کر دیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن جریر طبری ارشاد فرماتے ہیں کہ ھیم کا مفرد أھیم بھی آتا ہے اور ھائم بھی، اب امام بخاری پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا ہے۔

**قَالَ عَمْرٌو:** عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ یہاں ایک آدمی رہتا تھا جس کا نام نوّاس تھا اس کے پاس ایک ابل ھیم تھا حضرت ابن عمرؓ تشریف لے گئے اور وہ اونٹ نواس کے ایک شریک سے خرید لائے، اس شریک نے آکر نواس کو یہ خبر دی کہ ہم نے اس اونٹ کو فروخت کر دیا، نواس نے پوچھا کہ کس سے بیچا؟ کہنے لگا کہ ایسے ایسے قسم کے ایک بڑے میاں تھے فرمانے لگے کہ اللہ تجھ پر رحم کرے ارے بخدا یہ تو ابن عمرؓ ہیں، نواس آئے اور انہوں نے کہا کہ میرے شریک نے آپ سے ابل ھیم فروخت کیا ہے آپ کو پہچانا نہیں، فرمایا فَاسْتَقْهَا لے جاؤ، جب اس نے واپس لے جانے کا ارادہ کیا تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا دَعْهَا چھوڑ دو، رَضِينَا بِقَضَاءِ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَا عَدْوَى ہم حضور ﷺ کے فیصلے لَا عَدْوَى پر راضی ہیں۔

**رَضِينَا بِقَضَاءِ رَسُولِ اللهِ ﷺ: لَا عَدْوَى:** ابن عمرؓ کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے؟ اس میں شراح کا اختلاف ہے، (۱) علامہ داؤدی فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ حضور نے اعتداء اور ظلم سے منع کیا ہے لہذا جب معاملۂ بیع ہو چکا تو اب ہم خواہ مخواہ تم پر کیوں ظلم کریں کہ ہم تمہارے اونٹ کو واپس کریں، (۲) علامہ ابن التین فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ میں اس بیع پر راضی ہوں اگرچہ یہ معیب ہے اور میں حاکم کے یہاں تمہارے خلاف تعدیہ اور مقدمہ دائر نہیں کروں گا، (۳) لیکن اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اصل میں ابلِ ھیم وہ اونٹ کہلاتا ہے جس کو داء الھیام عارض ہو جائے اور داء الھیام کے بارے میں چونکہ یہ خیال تھا کہ یہ متعدی ہوتا ہے لہذا ابن عمرؓ نے فرمادیا کہ اگرچہ لوگوں کا یہ خیال ہے لیکن ہم تو حضور ﷺ کے فیصلے لَا عَدْوَى پر راضی ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com



سرکارِ دوجہاں ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے لَا عَدْوَى یعنی مرض میں تعدیہ نہیں، لیکن دوسری طرف یہ ارشاد بھی وارد ہے فِرَّ مِنَ الْمَجْذُومِ فِرَارَكَ مِنَ الْأَسَدِ مجذوم سے ایسے بھاگو جیسے تم شیر سے بھاگتے ہو، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ مرض میں تعدیہ ہوتا ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ اصل میں ذاتِ مرض میں تعدیہ کی شان نہیں ہے لیکن کبھی شک کے درجہ میں ایسا ہوتا ہے کہ غیر مریض بھی مریض ہو جایا کرتا ہے، یا یوں کہیے کہ مرض بذاتِ خود متعدی نہیں ہوتا، یہ نہیں کہ ایک کا مرض اڑ کر دوسرے کو لگ جائے، البتہ اللہ اگر چاہتے ہیں تو ہو جاتا ہے۔

## (ص ۲۸۲) بَابُ بَيْعِ السِّلَاحِ فِي الْفِتْنَةِ وَغَيْرِهَا

وكره عمران بن حصين بيعه في الفتنة.

۲۰۹۶. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرِ بْنِ أَفْلَحَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَامَ حُنَيْنٍ فَأَعْطَاهُ - يَعْنِي دِرْعًا - فَبِعْتُ الدِّرْعَ فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلِمَةَ؛ فَإِنَّهُ أَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ.

**ترجمہ:** باب، فتنے اور غیر فتنے کے ایام میں ہتھیار فروخت کرنے کا بیان۔

حضرت عمران بن حصینؓ نے فتنے کے دنوں میں ہتھیار فروخت کرنے کو مکروہ سمجھا ہے۔

حضرت ابو قتادہؓ نے بیان کیا کہ ہم حنین کے سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے آپ ﷺ نے مجھ کو ایک زرہ دی اور میں نے اس کے بدلے بنو سلمہ کے محلّہ میں ایک باغ خریدا اور یہ میرا پہلا مال تھا جو میں نے اسلام لانے کے بعد ذخیرہ کیا۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ فتنہ اور غیر فتنہ کے زمانہ میں ہتھیار فروخت کرنا جائز ہے، غیر فتنہ میں ہتھیار کی فروختگی کا جواز روایت الباب سے ثابت ہے، البتہ فتنہ کے زمانہ میں بیع کا جواز امام بخاری نے کیسے ثابت فرمایا ہے؟ یہ چیز غور طلب ہے، بعض لوگوں نے روایت الباب ہی سے اثبات کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ مشرکین اور مسلمین کے درمیان جنگ قائم تھی۔

حضرت ابو قتادہؓ نے وہ زرہ فروخت کی، اس میں کوئی تفصیل نہیں کہ انہوں نے کس کے ہاتھ فروخت کی؟ مسلمان کے ہاتھ یا کافر کے ہاتھ؟ بہرحال روایت کا اطلاق اس بات کو چاہتا ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں یعنی جنگ کے

Maktaba Tul Ishaat.com



قیام کے زمانہ میں سلاح کو فروخت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر کا کلام کچھ گڑبڑ سا ہے، یہاں ترجمہ کی شرح میں فتنہ سے ان حروب کو مراد لیا ہے جو مسلمانوں میں آپس میں واقع ہوتی ہیں اور روایت میں حرب بین المسلمین والکفار کا تذکرہ ہے حرب بین المسلمین کا تذکرہ نہیں ہے، لہٰذا روایت الباب سے جواز بیع السلاح فی الفتنۃ ثابت کرنا بڑا مشکل ہے۔

ہاں البتہ اگر فتنہ سے مراد جنگ کو لیا جائے تو پھر بات واضح ہو جاتی ہے اور حاصل یہ ہے کہ جس زمانہ میں جنگ ہو رہی ہو اس وقت اگر کوئی ہتھیار فروخت کرتا ہے تو جائز ہے تو جب غیر فتنہ کا زمانہ ہو یعنی جنگ نہ چل رہی ہو اس وقت تو بدرجۂ اولیٰ فروخت کرنا جائز ہوگا۔

**وَكَرِهَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ بَيْعَهُ فِي الْفِتْنَةِ:** امام بخاری نے اس کلام کو ذکر فرما کر غالباً سفیان ثوری کے قول بیع حلالک ممن شئت پر تردید کی ہے، گویا یہ بتلایا ہے کہ بس فتنہ کے زمانہ میں فروخت نہیں کرنا چاہئے، اب میں یہ کہتا ہوں کہ امام بخاری نے ترجمہ مبہم اور مجمل رکھا ہے اور حضرت عمران بن حصین کا اثر ذکر کر کے اس بات پر تنبیہ فرمادی کہ فتنہ کے زمانہ میں ہتھیار کا فروخت کرنا مکروہ ہے اور ابو قتادہؓ کی روایت مرفوعہ ذکر کر کے اس بات پر تنبیہ کردی کہ ہاں! غیر فتنہ کے زمانہ میں بیع سلاح میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

فتنہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان جنگ ہو رہی ہو اور غیر فتنہ یہ ہے کہ مابین المسلمین جنگ نہ ہو، اور مسلم و کافر کے درمیان جنگ ہونا یہ فتنہ نہیں ہے، خلاصہ یہ نکلا کہ اگر مسلمانوں کے مابین فتنہ ہو رہا ہو تب تو بنص عمران بن حصینؓ ہتھیار کا فروخت کرنا مکروہ ہے اور سفیان ثوری کے قول کی تردید مقصود ہے، اور اگر مسلمانوں کے درمیان جنگ نہ ہو رہی ہو اور فتنہ کا زمانہ نہ ہو تو پھر فروخت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، جنگ حنین ہوئی حضرت ابو قتادہؓ کو سَلَب ملا، سلاح ملا، زرہ ملی اور انہوں نے فروخت کردیا۔

**فَبِعْتُ الدِّرْعَ فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا:** میں نے زرہ فروخت کردی اور اس سے بنو سلمہ میں ایک باغ خریدا وہ سب سے پہلا مال ہے جو میں نے اسلام میں جمع کیا۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۸۲) بَابٌ فِي الْعَطَّارِ وَبَيْعِ الْمِسْكِ

۲۰۹۷. حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللهِ سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ ابْنَ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السَّوْءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ وَكِيرِ الْحَدَّادِ لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ تَشْتَرِيهِ وإِمَّا تَجِدُ رِيحَهُ، وَكِيرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَيْتَكَ أَوْ ثَوْبَكَ أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً.

**ترجمہ:** باب، عطار کا بیان اور مشک فروخت کرنے کا بیان۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اچھے ہم نشین اور برے ہم نشین کی مثال مشک فروش اور لوہار کی بھٹی کی مانند ہے، مشک فروش سے تم محروم نہیں رہو گے یا تو تم مشک خریدو گے یا اس کی خوشبو پاؤ گے، اور لوہار کی بھٹی یا تمہارے جسم یا کپڑے کو جلائے گی یا تم اس کی بدبو محسوس کرو گے۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ جیسے فن نساجی وغیرہ جائز ہے ایسے ہی عطاری اور عطر فروشی بھی جائز ہے، اس باب کو بظاہر ابواب الصنعات کے ساتھ ملحق ہونا چاہئے تھا لیکن غالباً بیع المسک کی وجہ سے امام بخاری نے اس کو یہاں پر ذکر فرمادیا۔

مِسک کی بیع جائز ہے ائمہ اربعہ میں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ سلف صالح میں تھوڑا سا اختلاف تھا، حسن بصری اور عطاء وغیرہ اس کے عدم طہارت کے قائل تھے اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان حضرات کے یہاں اس کی بیع ناجائز ہو لیکن یہ اختلاف ختم ہو گیا اب اس پر اجماع منعقد ہو گیا کہ وہ طاہر ہے اور اس کی بیع جائز ہے۔

## (ص ۲۸۳) بَابُ ذِكْرِ الْحَجَّامِ

۲۰۹۸. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: حَجَمَ أَبُو طَيْبَةَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ، وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُخَفِّفُوا مِنْ خَرَاجِهِ.

۲۰۹۹. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا خَالِدٌ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ ثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَعْطَى الَّذِي حَجَمَهُ، وَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُعْطِهِ.

**ترجمہ:** باب، پچھنے لگانے والے کا بیان۔

Maktaba Tul Ishaat.com



حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ ابو طیبہ نے رسول اللہ ﷺ کو پچھنے لگائے، آپ ﷺ نے اس کو ایک صاع کھجور دینے کا حکم دیا اور اس کے مالکوں سے اس کا ٹیکس کم کرنے کے لئے کہا۔

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ پیغمبر ﷺ نے پچھنے لگوائے اور جس نے پچھنے لگائے تھے اس کو اجرت عطا کی، اگر یہ پیشہ حرام ہوتا تو آپ ﷺ اس کو اجرت نہ دیتے۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصود اس کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ یہ بھی صنائع اور حرف میں سے ہے، اس کی تحسین مقصود نہیں بلکہ صرف جواز بیان کرنا ہے، ویسے بعض ائمہ اس صنعت و حرفت کو مکروہ قرار دیتے ہیں جیسا کہ حنابلہ کا قول ہے اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اجرتِ حجامت کے بارے میں ارشاد فرمایا اعلِفْهُ النَّاضِحَ وأَطْعِمْهُ الرَّقِيقَ، اسی طرح کل کے سبق میں حدیث گزری نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَثَمَنِ الدَّمِ، لیکن اباحت کے قائلین یہ کہتے ہیں کہ یہ صنعت اپنی جگہ دنی تو ضرور ہے مگر اس میں کوئی شرعی قباحت و کراہت نہیں ہے اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ نے پچھنے لگوائے اور پھر اس کی اجرت بھی عطا فرمائی اور نہی عن ثمن الدم والی روایت یا تو عین دم پر محمول ہے یا پھر منسوخ ہے۔

**أَنْ يُخَفِّفُوا مِنْ خَرَاجِهِ:** اس خراج سے مراد خراجِ رؤس ہے جو آقاؤں کی طرف سے اپنے غلاموں پر مقرر کیا جاتا ہے تاکہ وہ روزانہ یا ہر مہینہ ایک مخصوص مقدار آقاؤں کو عطا کرتے رہیں۔

## (ص ۲۸۳) بَابُ التِّجَارَةِ فِيمَا يُكْرَهُ لُبْسُهُ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

۲۱۰۰. حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى عُمَرَ بِحُلَّةِ حَرِيرٍ - أَوْ سِيَرَاءَ - فَرَآهَا عَلَيْهِ فَقَالَ: إِنِّي لَمْ أُرْسِلْ بِهَا إِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا إِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لاَ خَلاَقَ لَهُ إِنَّمَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لِتَسْتَمْتِعَ بِهَا - يَعْنِي تَبِيعُهَا.

۲۱۰۱. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ، فَلَمَّا رَآهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْهُ، فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَتُوبُ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ مَاذَا أَذْنَبْتُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَا بَالُ هَذِهِ النُّمْرُقَةِ؟ قُلْتُ: اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ أَصْحَابَ

Maktaba Tul Ishaat.com



هَذِهِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعَذَّبُونَ فَيُقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ، وَقَالَ: إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ هَذِهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ.

**ترجمہ:** باب، جن چیزوں کا پہننا مردوں اور عورتوں کے لئے مکروہ ہے ان کی تجارت کا بیان۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی حدیث کا ترجمہ باب یلبس أحسن مایجد میں گزر چکا

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے ایک تکیہ خریدا تھا جس میں تصویریں تھیں جب اس تکیے کو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اندر داخل نہیں ہوئے، میں نے آپ کے روئے مبارک پر ناگواری محسوس کرلی، میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں اللہ اور اس کے رسول کے سامنے توبہ کرتی ہوں، میں نے کیا قصور کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تکیہ کیسا ہے؟ میں نے کہا کہ یہ تکیہ میں نے آپ کے لئے خریدا تھا تا کہ آپ اس پر ٹیک لگا کر تشریف رکھیں اور اس کو تکیہ بنائیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز ان تصویروں کے مالکوں کو عذاب دیا جائے گا ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا تھا اس کو زندہ کرو اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس گھر میں تصویریں ہوتی ہیں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ (۱) جن چیزوں کا پہننا مرد و عورت کے لئے مکروہ ہے اگر وہ دوسری طرح سے استعمال میں آسکتے ہوں تو ان کی بیع و شراء جائز ہے، (۲) یا یوں کہئے کہ جواز بیع کا دار و مدار مالیت پر ہے اس کے مباح اللبس ہونے پر نہیں ہے، (۳) اور بہت ممکن ہے کہ امام بخاری یہ بتلانا چاہتے ہوں کہ تجارت اس شیٔ کی مکروہ ہے جس کا پہننا مرد و عورت دونوں کے حق میں ممنوع ہو، اور اگر علی الاطلاق ممنوع نہیں ہے بلکہ بعض کے لئے منع ہے اور بعض کے لئے منع نہیں تو پھر اس کی تجارت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

مثلاً ریشمی کپڑا مردوں کو پہننا ممنوع ہے عورتوں کے لئے ممنوع نہیں ہے لہذا اس کی تجارت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اسی طرح مصوّر کپڑا جب تک صورت باقی رہے اس کا استعمال نہ مرد کے لئے مباح ہے اور نہ عورت کے لئے لیکن اگر صورت کاٹ دی جائے تو پھر اس کا استعمال مباح ہے۔

یہ جو دوسری روایت مصنف نے ثوبِ مصوّر کی نقل کی ہے اس سے پہلی ہی غرض معلوم ہوتی ہے یعنی مصنف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ دار و مدار مالیت پر ہے اگرچہ کسی شیٔ کا پہننا مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے بھی مکروہ ہو لیکن اس کی بیع و شراء جائز ہے، اس لئے کہ اس سے اگر کسی اور طرح نفع اندوز ہو سکتے ہیں تو پھر وہ مال ہے اور مال کی بیع میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



مصنف نے اس باب میں دو روایتیں ذکر کی ہیں، روایتِ ثانیہ پورے ترجمہ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ کے لئے مُثبِت ہے لیکن روایتِ اولیٰ پورے ترجمہ کے لئے مُثبت نہیں ہے اس میں حلۂ سیراء کا ذکر ہے اور حلۂ سیراء وہ حلہ کہلاتا ہے جس میں حریر کے قیود (دھاگے) ہوں، مقصود یہاں پر خالص حریر کا حلہ ہے اور خالص حریر کا حلہ مرد کے حق میں ممنوع ہے عورت کے لئے استعمال مباح ہے۔

چنانچہ امام اسماعیلی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ روایت اولی سے ترجمہ کا ایک جزء یعنی التِّجَارَةِ فِيمَا يُكْرَهُ لُبْسُهُ لِلرِّجَالِ تو ثابت ہوتا ہے لیکن ترجمہ کا دوسرا جزء التِّجَارَةِ فِيمَا يُكْرَهُ لُبْسُهُ لِلنِّسَاءِ ثابت نہیں ہوتا ہے۔

اس کا (۱) جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے یہاں پر ترجمہ مجموعۂ روایات سے ثابت فرمایا ہے اور یہ امام بخاری کے اصول تراجم میں سے ہے، یہ ضروری نہیں کہ ہر ہر روایت مستقلاً مکمل ترجمہ کیلئے مُثبِت ہو بلکہ جتنی روایتیں باب میں ذکر کی گئی ہیں اگر سب مل کر مثبت ہو جائیں تو کافی ہے، (۲) دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ امام بخاری نے مَا يُكْرَهُ لُبْسُهُ لِلنِّسَاءِ کو قیاساً ثابت کیا ہے مَا يُكْرَهُ لُبْسُهُ لِلرِّجَالِ پر لیکن یہ انہی لوگوں کے مسلک پر صحیح ہو سکتا ہے جو بخاری کو قائسین میں شمار کرتے ہیں، (۳) تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ کراہت عام ہے چاہے کراہتِ تحریمی ہو یا تنزیہی، ریشمی لباس مردوں کے حق میں مکروہ تحریمی ہے اور عورتوں کے حق میں خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہے، اگر یہ جواب چل جاتا ہے تب دونوں روایتیں مکمل ترجمہ کیلئے مثبت ہو جائیں گی۔

**نُمْرُقَةٌ:** تکیہ یا گدا۔

**إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعَذَّبُونَ:** اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ شانہ کی صفتِ خاصہ میں مضاہات ومشابہت اختیار کی لہٰذا ان سے کہا جائے گا أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ یعنی تم نے جو تصویریں بنائی ہیں اس میں روح پھونکو اور حیات ڈالو۔

**إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ:** جن مکانوں میں صورتیں ہوتی ہیں فرشتے اس میں داخل نہیں ہوتے ہیں، آیا یہ حکم عام ہے چاہے صورتِ مباحہ ہو یا غیر مباحہ؟ یا جن صورتوں کی شریعت میں اباحت ہے وہ مستثنیٰ ہیں اور فرشتوں کے دخول سے مانع نہیں ہیں؟

امام نووی اور قرطبی عموم کی طرف مائل ہیں، امام خطابی تخصیص کے قائل ہیں، لہٰذا ایسی صورت جو مُمتہن

Maktaba Tul Ishaat.com



وندا اس یعنی پاؤں سے روندی جاتی ہو اس کی چونکہ اجازت ہے تو وہ مانع عن دخول الملائکہ نہیں ہوگی، اسی طرح جو رقم فی الثوب کا درجہ رکھتی ہے یعنی جو کھڑے ہو کر دیکھنے والے کو نظر نہ آتی ہو اس کے اعضاء ممتاز نہ ہوتے ہوں اس کی اجازت ہوگی۔

علامہ شامی نے اس مسئلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ ہمارے ائمہ کے کلام کا مقتضٰی بھی یہی ہے یعنی اس میں تخصیص ہے، ہمارے قدماء سے اس میں کوئی بات نہیں ملتی ہے، علامہ انور شاہ کشمیری کا رجحان کچھ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تعمیم کے قائل ہیں اور ان کا خیال یہ ہے کہ فرشتوں کو صورتوں سے کچھ ذاتی نفرت ہے۔

## (ص ۲۸۳) بَابُ صَاحِبُ السِّلْعَةِ أَحَقُّ بِالسَّوْمِ

۲۱۰۲. حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُونِي بِحَائِطِكُمْ وَفِيهِ خِرَبٌ وَنَخْلٌ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ سامان کا مالک اس کی قیمت متعین کرنے کا زیادہ حقدار ہے۔

**تشریح:** سامان والا بھاؤ کرنے کا زیادہ حق دار ہے، یعنی جس کا سامان ہو وہ قیمت بتانے کا زیادہ حق دار ہے، علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ متفق علیہا ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بات تو یہی ہے لیکن واجب نہیں ہے بلکہ مشتری بھی بھاؤ کر سکتا ہے، چنانچہ حضور ﷺ نے جب حضرت جابرؓ کے اونٹ کے خریدنے کا ارادہ فرمایا تھا تو بار بار آپ فرماتے أتبیع بکذا؟ وہ کہتے ہاں، پھر آپ فرماتے أتبیع بکذا؟ وہ کہتے ہاں، اسی لئے مصنف نے أَحَقُّ فرمایا، یہ نہیں فرمایا کہ وہی بھاؤ کر سکتا ہے اور دوسرا نہیں کر سکتا ہے۔

**عَنْ أَنَسٍ:** حضرت انسؓ کی یہ روایت ابواب المساجد میں گزر چکی ہے۔

## (ص ۲۸۳) بَابٌ كَمْ يَجُوزُ الْخِيَارُ

۲۱۰۳. حَدَّثَنَا صَدَقَةُ أَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ سَمِعْتُ نَافِعًا عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ فِي بَيْعِهِمَا مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ يَكُونُ الْبَيْعُ خِيَارًا.

Maktaba Tul Ishaat.com



قَالَ نَافِعٌ: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا يُعْجِبُهُ فَارَقَ صَاحِبَهُ.

۲۱۰۴. حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ ثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا. وَزَادَ أَحْمَدُ ثَنَا بَهْزٌ قَالَ: قَالَ هَمَّامٌ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِأَبِي التَّيَّاحِ فَقَالَ: كُنْتُ مَعَ أَبِي الْخَلِيلِ لَمَّا حَدَّثَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَارِثِ هٰذَا الْحَدِيثَ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ خیار شرط کتنے وقت کا ہو سکتا ہے؟

حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ بائع اور مشتری کو اپنی بیع میں اختیار ہوگا جب تک کہ وہ جدا نہ ہو جائیں یا پھر یہ کہ بیع میں خیار شرط ہو، نافع نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمرؓ جب کوئی ایسی چیز خریدتے جو ان کو پسند ہوتی تو بائع سے جدا ہو جاتے تھے۔

حضرت حکیم بن حزامؓ نے بیان کیا کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ بائع اور مشتری کو اختیار ہے جب تک کہ وہ جدا نہ ہو جائیں۔

**تشریح:** حافظ ابن حجرؒ نے اس ترجمہ کے ذیل میں دو احتمال ذکر کئے ہیں، اوّل یہ کہ کتنی مدت تک خیار شرط جائز ہے، دوسرا احتمال یہ کہ متبایعین بیع کریں تو تخایر کے (کتنی) مرتبہ ہوگا؟ یعنی جو لوگ خیار مجلس کے قائل ہیں ان کے مسلک پر جب بائع اور مشتری معاملہ کرتے ہیں تو بعض وقت بائع اور مشتری ایک دوسرے کو کہتے ہیں اختر؟ یہ تخایر کہلاتا ہے، تو آیا یہ تخایر ایک مرتبہ کافی ہے یا تین مرتبہ کہنا پڑے گا؟ چونکہ ہمام کی روایت میں تین مرتبہ تذکرہ وارد ہے لیکن وہ روایت ثابت نہیں ہے یعنی زیادتی اس لئے امام بخاری نے ترجمہ کو احتمالِ ابہام پر رکھا اور استفہام کے درجہ میں ترجمہ منعقد کیا ہے۔

ان دونوں احتمالوں میں سے جو حافظ ابن حجرؒ نے ذکر فرمایا ہے میرے نزدیک احتمال اوّل ہی ارجح ہے اور حافظ نے بھی اپنے کلام کی ابتداء اسی سے کی ہے۔

امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب میں مدتِ خیار شرط کا مسئلہ ذکر فرمایا ہے، خیارِ شرط میں تین مسئلے ہیں۔

اوّل مسئلہ یہ ہے کہ آیا خیارِ شرط جائز ہے یا نہیں؟ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر جائز ہے تو اس کی مدت کتنی ہوگی؟ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ آیا اگر مدتِ مجہولہ ہو یا خیار علی الابد ہو تو مباح اور جائز ہے یا نہیں؟

**پہلا مسئلہ:** خیارِ شرط ائمۂ اربعہ اور جمہور سلف وخلف کے یہاں مباح ہے، علامہ ابو الولید بن رشد المالکی نے سفیان ثوری اور ابن شبرمہ اور بعض ظاہریہ سے عدم جواز نقل کیا ہے اور اس کی علت یہ نقل کی ہے کہ یہ

Maktaba Tul Ishaat.com



غرر ہے، لیکن سفیان ثوری سے اس مسئلہ کے نقل کرنے میں تامل ہے ان سے یہ منقول ہے کہ خیار مشتری کے ساتھ خاص ہے بائع کو خیار نہیں ہے اور اس مقصد کے لئے امام بخاری نے آئندہ ص ۲۸۴ پر بَاب إِذَا كَانَ الْبَائِعُ بِالْخِيَارِ هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ کا ترجمہ منعقد کیا ہے جیسا کہ میں اس پر تنبیہ بھی کروں گا، مزید یہ کہ علامہ شمس الدین بن ابی عمر المقدسی نے شافی شرح مقنع میں اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ خیارِ شرط بیع میں جائز ہے۔

دوسرا مسئلہ: آیا خیارِ شرط کی کوئی خاص مدت ہے کہ اس کے بعد جائز نہیں ہے یا یہ کہ فریقین جتنی مدت پر راضی ہو جائیں جائز ہے یا اس میں کوئی تفصیل ہے؟ علماء کے اس میں تین قول ہیں۔

(۱) امام ابو حنیفہ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ خیارِ شرط کی کل مدت تین دن ہے اس سے زائد شرط نہیں لگائی جاسکتی ہے، (۲) صاحبین، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور ابن منذر فرماتے ہیں کہ مدتِ معلومہ اگر ہو تو مطلقاً جائز ہے چاہے وہ مدت قلیل ہو یا کثیر ہو، (۳) امام مالک فرماتے ہیں کہ خیارِ شرط کا دار و مدار حاجت پر ہے لہذا جیسی چیز ہوگی ویسی ہی مدت مقرر کی جاسکتی ہے، اگر کوئی آدمی کپڑا خریدتا ہے تو اس صورت میں ایک دو دن کافی ہے اور اگر باندی خریدتا ہے تو ایک ہفتہ کافی ہے اور اگر مکان خریدتا ہے تو ایک ماہ کافی ہے کیوں کہ خیار اس لئے لگایا جاتا ہے تاکہ جو خیر من الامرین ہو یعنی امضاء البیع یا فسخ البیع اس کو متعاقدین اختیار کرلیں، مکان کا ایک ماہ میں تجربہ کیا جاسکتا ہے باندی کا ایک ہفتہ میں تجربہ ہو سکتا ہے کپڑے کا ایک دو دن میں اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

امام بخاری نے اس مسئلہ میں کوئی تحدید نہیں فرمائی ہے بلکہ كَمْ يَجُوزُ الْخِيَارُ علی الاطلاق ذکر کر کے حدیث إِنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ فِي بَيْعِهِمَا مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ يَكُونُ الْبَيْعُ خِيَارًا ذکر فرمادی ہے جس میں اطلاق ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے جیسا کہ علامہ ابن منیر شارح بخاری نے ارشاد فرمایا ہے کہ امام بخاری عدم تحدید کی طرف مائل معلوم ہوتے ہیں اور ان کی رائے یہ ہے کہ دار و مدار حاجت پر ہے اس لئے کہ سامان متفاوت ہوتے ہیں ہر ایک کے لئے ایک ہی قانون مقرر نہیں کیا جاسکتا ہے، لیکن جو حضرات تین دن کے قائل ہیں وہ بیہقی کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں الْخِيَارُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ خیار تین دن تک ہے۔

تیسرا مسئلہ: مدتِ مجہولہ درست ہے یا نہیں؟ اس کے لئے ایک مستقل ترجمہ بَاب إِذَا لَمْ يُوَقِّتْ فِي الْخِيَارِ هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ منعقد فرمایا ہے وہیں پر کلام آرہا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**إِنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ فِي بَيْعِهِمَا مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا:** متبایعین کو اختیار ہے اپنی بیع میں جب تک دونوں جدانہ ہوں، اس تفرق سے مراد آیا تفرق ابدان ہے یا تفرق اقوال؟ امام بخاری نے چونکہ اس کے لئے ایک مستقل ترجمہ ایک باب کے بعد منعقد فرمایا ہے بَابُ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا اس لئے اسی کے ذیل میں کلام کیا جائے گا۔

**أَوْ يَكُونُ الْبَيْعُ خِيَارًا:** یا بیع خیار ہو، اس بیع خیار سے کیا مراد ہے؟ اس کی تفسیر میں دو قول ہیں۔

امام بخاری کا ترجمہ اس بات کا مقتضی ہے کہ انہوں نے اس سے خیار شرط مراد لی ہے اور مطلب یہ ہے کہ بیع اگر خیارِ شرط کے ساتھ ہو تو پھر اس صورت میں اختیار تفرق تک منتہی نہیں ہوتا ہے بلکہ تفرق کے بعد بھی باقی رہتا ہے، گویا أَوْ یہاں إلا أن کے معنی میں ہے اور یہ استثناء ہے مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا کے مفہوم سے۔

اور یہ مفہوم کہ تفرق کے بعد اختیار ختم ہو جاتا ہے أَوْ يَكُونُ الْبَيْعُ خِيَارًا سے لیا گیا ہے، یعنی اگر بیع خیار ہو تو پھر اس صورت میں تفرق کے بعد بھی اختیار باقی رہتا ہے اور خیار سے مراد خیارِ شرط ہوگا۔

دوسرے حضرات نے جو خیارِ مجلس کے قائل ہیں أَوْ يَكُونُ الْبَيْعُ خِيَارًا کا مطلب یہ قرار دیا ہے کہ یا بیع تخایر ہو یعنی خیارِ متعاقدین کے لئے قاطع دو چیزیں ہیں، یا تفرق یا تخایر، اور تخایر یہ ہے کہ احد المتعاقدین دوسرے سے کہے اختَرْ اختَرْ، اب اگر دوسرا اختَرْتُ کہے تو اس کے بعد خیارِ مجلس منقطع ہو جائے گا۔

**وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا يُعْجِبُهُ فَارَقَ صَاحِبَهُ:** ابن عمرؓ جب کوئی چیز خریدتے اور اچھی لگتی تو اپنے صاحب سے جدا ہو جایا کرتے تھے أی خشیة أن يستقيل له کہ کہیں اس کا صاحب اقالہ نہ کرلے، واپس نہ لے لے۔

**وَزَادَ أَحْمَدُ:** یہ احمد کون ہیں؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ امام احمد بن حنبل ہیں، حافظ ابن حجر رماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت مسند احمد میں نہیں ملی، حافظ کی رائے یہ ہے کہ یہ احمد بن سعید دارمی ہیں، امام ابو عوانہ نے ان کے طریق سے یہ روایت موصولاً تخریج فرمائی ہے۔

مصنف نے حکیم بن حزامؓ کا جو طریق یہاں نقل فرمایا ہے بظاہر یہ حدیث مصنف کے ترجمہ کے مطابق نہیں اس لئے کہ مصنف نے ترجمہ میں یہ بیان کیا ہے کہ خیارِ شرط کی کتنی مدت ہوگی؟ اور حکیم بن حزامؓ کی اس روایت

Maktaba Tul Ishaat.com



میں خیارِ شرط کی مدت کی طرف کوئی اشارہ موجود نہیں ہے تو پھر مصنف نے یہ روایت یہاں پر کیوں ذکر فرمائی ہے؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ غالبًا مصنف ابن عمرؓ اور حکیم بن حزامؓ کی حدیث کو ایک سمجھ رہے ہیں اور ابن عمرؓ کی روایت میں أَوْ يَكُونُ الْبَيْعُ خِيَارًا کا لفظ واقع ہوا ہے لہٰذا مصنف یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شرط حکیم بن حزامؓ کی روایت میں بھی ملحوظ ہے چونکہ دونوں ایک ہی مسئلہ نقل کرتے ہیں اور دونوں قصے ایک ہی ہیں۔

## (ص ۲۸۳) بَابُ إِذَا لَمْ يُوَقِّتْ فِي الْخِيَارِ هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ

**۲۱۰۵. حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ يَقُولُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ اخْتَرْ، وَرُبَّمَا قَالَ: أَوْ يَكُونُ بَيْعَ خِيَارٍ.**

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ اگر خیار شرط کی مدت مقرر نہ کی ہو تو کیا بیع جائز ہو گی؟

**تشریح:** اگر خیار موقت نہ ہو یعنی خیار مؤبد ہو یا خیار مجہول ہو تو آیا بیع جائز ہو گی یا نہیں؟ اس میں علماء کے چار قول ہیں، (۱) امام شافعی فرماتے ہیں کہ ناجائز ہے، امام احمد بن حنبل کا یہی صحیح قول ہے، (۲) امام احمد ایک روایت میں اور اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ جائز ہے، (۳) امام مالک فرماتے ہیں کہ بیع تو صحیح ہو جائے گی لیکن ایک ایسی مدت مقرر کر دی جائے گی جس میں وہ سلعہ اور سامان کا اندازہ لگایا جا سکے اور اس کی تحقیق اور اس کا امتحان ہو سکے، (۴) امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر تین دن سے زائد کی مدت لگا دی گئی تو اس صورت میں اگر ان لوگوں نے شرط ہی ساقط کر دی یا تین دن سے پہلے پہلے زائد کو حذف کر دیا تو اس صورت میں بیع صحیح ہو جائے گی اس لئے کہ جو چیز مبطل تھی اس کا اسقاط پایا گیا لہٰذا بیع صحیح ہو جائے گی۔

امام بخاری نے اس سلسلہ میں کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے، غالبًا اس لئے کہ مسئلہ اختلافیہ ہے لیکن امام کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت بھی جائز ہے جیسا کہ احمد کی ایک دوسری روایت اور اسحاق کا مذہب ہے اس لئے کہ روایت میں أَوْ يَكُونُ الْبَيْعُ خِيَارًا علی الاطلاق واقع ہوا ہے اس میں کسی مدت کی تحقیق و تقیید نہیں کی گئی ہے۔

**أَوْ يَكُونُ الْبَيْعُ خِيَارًا، أَوْ يَكُونُ بَيْعَ خِيَارٍ:** یا یہ کہ بیع خیار ہو، میں بتلا چکا ہوں کہ أَوْ: إِلَّا أَنْ کے معنی میں ہے اور اس استثناء کا تعلق یا تو الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا سے ہے یا مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا کے مفہوم سے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



اگر اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا سے ہے تب تو اس صورت میں یہ أَوْ اپنے اصلی معنی پر ہے إلا أن کے معنی میں نہیں ہے، اور مطلب یہ ہے کہ متبایعین کو اختیار ہے جب تک کہ تفرق نہ ہو یا بیع تخایر نہ ہو۔

اور اگر یہ إلا أن کے معنی میں ہے تو اس صورت میں یہ استثناء ہے مفہومِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا سے۔

خلاصہ یہ ہے کہ متبایعین کو اختیار ہے تاوقتِ تفرق اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ تفرق کے بعد اختیار ختم ہو جاتا ہے، پھر اس سے استثناء کیا گیا کہ اگر بیع خیارِ شرط ہو تو پھر تفرق کے بعد بھی اختیار باقی رہتا ہے۔

## (ص ۲۸۳) بَابُ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا

وبه قال ابن عمر وشريح والشعبي وطاوس وابن أبي مليكة.

۲۱۰۶. حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَنَا حَبَّانُ هُوَ ابْنُ هِلَالٍ ثَنَا شُعْبَةُ قَالَ قَتَادَةُ: أَخْبَرَنِي عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ سَمِعْتُ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا.

۲۱۰۷. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: اَلْمُتَبَايِعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ بائع اور مشتری کو اختیار ہے جب تک کہ دونوں جدا نہ ہو جائیں، حضرت ابن عمرؓ، شریح، شعبی، طاؤس، عطاء اور ابن ابی ملیکہ نے یہی کہا ہے۔

**تشریح:** امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے خیارِ مجلس کا مسئلہ بیان کیا ہے۔

بیوع میں مختلف خیارات ہوتے ہیں، مشہور تین خیار ہیں، (۱) خیارِ شرط، (۲) خیارِ رویت، (۳) خیارِ عیب، اور ویسے بہت سے فقہاء نے تیرہ خیار لکھے ہیں اور بعضوں نے سترہ تک پہنچایا ہے، ان سب میں ایک خیار جو مختلف فیہ ہے (۴) خیارِ مجلس کہلاتا ہے، شافعیہ اور اسی طرح حنابلہ کے یہاں درست ہے اور مالکیہ حنفیہ انکار کرتے ہیں۔

اس باب میں امام بخاری نے خیارِ مجلس ہی کا مسئلہ بیان کیا ہے اور اس کی تفسیر یہ ہے کہ جب بائع اور مشتری نے کسی مجلس میں عقد کر لیا تو اب جب تک مجلس میں دونوں موجود رہیں ہر ایک کو امضاءِ بیع اور ختم بیع کا حق

Maktaba Tul Ishaat.com



حاصل ہوتا ہے، لہذا اگر بائع چاہے تو یہ کہہ سکتا ہے کہ میری چیز واپس کر دو، اور مشتری اگر چاہے تو یہ کہہ سکتا ہے کہ میرے دام اور میری قیمت واپس کر دو، لیکن جب مجلس سے تفرق ہو گیا اور دونوں الگ اور جدا ہو گئے تو پھر کوئی اختیار نہیں رہتا ہے، بائع صاف کہہ دے گا کہ معاملہ ختم ہو گیا آپ کو دام واپس لینے کا کوئی حق نہیں ہے اور اگر بائع مطالبہ واپسی کا کرتا ہے تو مشتری کہہ سکتا ہے کہ معاملہ ختم ہو چکا اور مکمل ہو چکا آپ کو اپنی چیز واپس لینے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

امام مالک اور امام ابو حنیفہ خیارِ مجلس کا انکار کرتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ خیارِ مجلس کوئی چیز نہیں ہے، امام بخاری نے خیارِ مجلس کے قائلین کی موافقت کی ہے، ان حضرات کا استدلال حضرت حکیم بن حزامؓ کی روایت اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا اور اسی طرح حضرت ابن عمرؓ کی حدیث اَلْمُتَبَایِعَانِ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِیَارِ عَلٰی صَاحِبِهٖ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا إِلَّا بَیْعَ الْخِیَارِ سے ہے، یہ حضرات فرماتے ہیں کہ ان حدیثوں میں تفرق سے مراد تفرق ابدان ہے اور مطلب یہ ہے کہ تا تفرقِ ابدان اختیار ہوتا ہے اور جب تفرق ابدان ہو جائے تو پھر اختیار ختم ہو جاتا ہے۔

جو حضرات خیارِ مجلس کے قائل نہیں ہیں وہ ان روایتوں کے مختلف جوابات دیتے ہیں۔

(۱) تفرق بالا قوال ہی اصل ہے:　　ایک جواب جو حنفیہ کے یہاں مشہور ہے یہ ہے کہ یہاں پر تفرق سے مراد تفرق بالا قوال ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب بائع نے ایجاب کیا تو اب مشتری کو اختیار ہے چاہے قبول کرے اور چاہے قبول نہ کرے، اسی طرح سے اگر مشتری نے سامان خریدنے کے لئے ایجاب کیا تو بائع کو حق ہے کہ قبول کرے نہ کرے، لیکن ایجابِ موجب کے بعد جب دوسرے نے قبول کر لیا تو اب تفرق اقوال ہو گیا، اس تفرق کے بعد خیار باقی نہیں رہے گا چاہے تفرق ابدان ہو یا نہ ہو۔

یہ توجیہ امام محمد کی ہے اور انہوں نے ابراہیم نخعی سے نقل کی ہے اور اس کی سند میں یہ پیش کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَإِنْ یَتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰهُ کُلًّا من سعته، یعنی اگر خاوند اپنی بیوی سے یوں کہتا ہے طلقتکِ علی ألف اب اگر اس نے قبول کر لیا تو طلاق واقع ہو گئی، جیسے یہاں اتحاد مجلس کے باوجود طلاق واقع ہو گئی چاہے وہ دونوں ایک مجلس ہی میں موجود ہوں کیوں تفرق اقوال ہو گیا ایسے ہی اگر متبایعین مجلس میں موجود رہیں لیکن تفرق

Maktaba Tul Ishaat.com



اقوال ہو جائے یعنی ایک طرف سے ایجاب پایا جائے بائع یہ کہے بعت هذا العبد بألف اور مشتری یہ کہے قبلتُ تو اب عقد تام ہو گیا باوجود مجلس میں موجود ہونے کے اختیار ختم ہو گیا، کیوں کہ اقوال میں تفرق پایا گیا۔

مگر یہ توجیہ کچھ خلاف ظاہر معلوم ہوتی ہے، اس لئے کہ تفرق کا لفظ جب بولا جاتا ہے تو اس سے علی التبادر تفرق ابدان ہی مراد ہوا کرتا ہے۔

مگر اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ ایجاب و قبول ارکانِ بیع ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ جب رکنِ شیٔ محقق ہو جائے تو شیٔ محقق ہو جاتی ہے لہذا ایجاب و قبول کے تحقق کے بعد بیع محقق ہو گئی اور جب بیع محقق ہو گئی تو دام بائع کے ہو گئے اور سامان مشتری کا ہو گیا، اس قاعدۂ شرعیہ کی مجبوری کی وجہ سے یہاں پر تفرق کو تفرقِ اقوال پر محمول کیا گیا، اور تفرق جیسے تفرقِ ابدان کے لئے استعمال ہوتا ہے ویسے ہی تفرقِ اقوال کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، ابھی ہم نے آیتِ کریمہ وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا من سعته پڑھی ہے۔

امام محمد کے کلام کی یہ تشریح اسی طرح سے امام طحاوی وغیرہ نے کی ہے۔

(۲) متبایعین کا مقدارِ قیمت و ثمن میں اختلاف: محقق ابن ہمام نے یہاں ایک اور مطلب بیان کیا ہے کہ اس تفرق بالاقوال سے مراد متبایعین کا مقدارِ قیمت و ثمن میں اختلاف ہے، مثلاً ایک کہتا ہے ألف اور دوسرا کہتا ہے خمس مائة تو اس صورت میں اختیار ختم ہو جاتا ہے، کیوں کہ اختلاف کی وجہ سے دونوں ایک چیز پر متفق نہیں ہوئے لہذا بیع کہاں سے باقی رہ سکتی ہے؟ مگر ابن ہمام کی یہ توجیہ امام محمد کے اس کلام سے جو انہوں نے مؤطا میں ذکر فرمایا ہے کچھ جوڑ نہیں کھاتی ہے اس لئے امام طحاوی کی ہی توجیہ ارجح و اقویٰ ہے، بہر حال علامہ ابن ہمام کا کلام حدیث کا ایک مستقل دوسرا جواب بن سکتا ہے گو بعید ہی سہی۔

(۳) تفرق بالابدان سے بھی تفرق بالاقوال ہی مراد ہے: علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ تفرق سے مراد تفرقِ ابدان ہی ہے لیکن یہ کنایہ ہے اس کی حقیقی مراد تفرق بالاقوال سے، خلاصہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں تفرق سے مراد تفرق بالابدان ہے اور تفرق بالابدان بول کر تفرق بالاقوال مراد لیا گیا ہے، اس لئے کہ تفرق بالاقوال سبب ہے تفرق بالابدان کا تو مسبب بول کر سبب مراد لیا گیا ہے، دیکھو جب بائع نے ایجاب کیا اور مشتری نے قبول کر لیا تو اقوال میں تفرق پایا گیا اس کے بعد بائع کو وہاں ٹھہرا رہنا لازم نہیں اور نہ

Maktaba Tul Ishaat.com



مشتری کو ٹھہرا رہنا لازم ہے، مشتری ہٹ سکتا ہے بائع اپنی جگہ چھوڑ سکتا ہے، تو چونکہ تفرق بالا قوال ذریعہ اور سبب بنتا ہے تفرق بالابدان کا اس لئے تفرق ابدان بول کر بطورِ کنایہ تفرقِ اقوال مراد لیا گیا ہے۔

(۴) متبایعین سے مراد متساومین ہے: بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ حدیث پاک میں تفرق سے مراد تفرقِ ابدان ہی ہے لیکن متبایعین سے مراد متساومین ہے، اور مطلب یہ ہے کہ اگر بائع اور مشتری بھاؤ تاؤ کر رہے ہوں اور بائع نے مثلاً یوں کہا کہ یہ سامان میں ایک ہزار کا فروخت کرتا ہوں تو اب مشتری کو مجلس میں ہوتے ہوئے یہ اختیار ہے کہ قبول کرلے، لیکن اگر مجلس سے ہٹ گیا اور پھر آکر یہ کہنے لگے کہ میں اسی ایک ہزار کے بدلے وہ چیز خریدنا چاہتا ہوں تو یہ ضروری نہیں ہے کہ بائع اس کو قبول کرے، بلکہ بائع یہ کہہ سکتا ہے کہ پہلی بات ختم ہوگئی اب معاملہ از سرنو ہوگا، میں اب ایک ہزار کی نہیں دیتا بلکہ ڈیڑھ ہزار میں دوں گا۔

یہ توجیہ عیسیٰ بن ابان نے اختیار کی ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو ہمیں یہ پتہ ہی نہ چلتا کہ مشتری کو قبول کرنے کا حق کب تک حاصل ہے؟ اس حدیث نے بتلا دیا کہ مجلس کے اندر اندر قبول کرنے کا حق حاصل ہے ورنہ اگر مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا کی قید نہ ہوتی اور مطلقاً اَلْمُتَبَايِعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ کہہ دیا جاتا تو ہمیشہ کے لئے مشتری کو قبول کرنے کا اختیار حاصل ہوتا، آج ایک ہزار کا معلوم کیا دس مہینے کے بعد جب اس کی قیمت پانچ ہزار ہو چکی ہوگی جا کر یہ کہیں گے کہ صاحب! ایک ہزار میں دے دیجئے اس لئے کہ آپ نے دس ماہ قبل کہا تھا کہ یہ سامان ایک ہزار کا ہے، اسی طرح اگر بائع نے یہ کہہ دیا کہ میں ایک ہزار کا یہ سامان فروخت کرتا ہوں تو مجلس کے اندر اندر اپنے اس ایجاب سے رجوع کر سکتا ہے اور یہ کہہ سکتا ہے کہ میں تو نہیں بیچتا ہوں لیکن اگر مشتری نے قبول کرلیا اور مجلس ختم ہوگئی تو اب بائع صاحب کو یہ کہنے کا حق حاصل نہیں ہے کہ میں نہیں مانتا ہوں۔

اس توجیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بھاؤ تاؤ کرنے والوں کو مجلس میں بھاؤ تاؤ کرتے ہوئے قبول کرنے کا اختیار ہوتا ہے اور تفرقِ مجلس کے بعد پھر وہ اختیار ختم ہو جاتا ہے، یہ توجیہ قاضی ابو یوسف سے منقول ہے اور ابن خویز منداد نے امام مالک سے یہ توجیہ نقل فرمائی ہے۔

اس پر یہ اشکال کیا گیا ہے کہ صاحب! متبایعین تو حقیقۃً وہ دو آدمی کہلاتے ہیں جو فی الواقع بیع و شراء کر رہے

Maktaba Tul Ishaat.com



ہوں، متساومین کو متبایعین کہنا ایک معنیٰ مجازی ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں جہاں الفاظ کے حقیقی معنی مراد ہوتے ہیں وہیں دوسرے دلائل کی بناء پر بعض وقت مجازی معنی بھی مراد لئے جایا کرتے ہیں۔

(۵) امر استحبابی ہے: بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ تفرق سے مراد تفرق بالابدان ہی ہے اور خیار سے مراد خیار مجلس ہے لیکن یہ حکم ایجابی نہیں ہے بلکہ استحبابی ہے، اور مطلب یہ ہے کہ جب تک بائع اور مشتری مجلس میں موجود رہیں اس وقت تک مشتری اور بائع کو اختیار ہے، اگر بائع کسی وجہ سے چاہے بیع کو ختم کرنا تو مشتری کو قبول کرلینا چاہئے اور اگر مشتری کسی وجہ سے شراء ختم کرنا چاہے تو بائع کو قبول کرلینا چاہئے اس لئے کہ ابھی مجلس میں سب موجود ہیں اور نہ سامان میں کوئی تغیر ہوا ہے اور نہ پیسوں میں کوئی تصرف ہوا ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ابن عمرؓ جب کوئی چیز خریدتے تھے اگر وہ اچھی چیز لگتی تو اس کے صاحب سے جدا ہو جایا کرتے تھے کَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا يُعْجِبُهُ فَارَقَ صَاحِبَهُ، معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم ایجابی ہے، جلدی سے ڈر کے مارے ابن عمرؓ اپنی جگہ چھوڑ دیتے تھے، نیز ترمذی شریف میں ہے وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يُفَارِقَ صَاحِبَه خشية أن يستقيله یعنی متبایعین کو مجلس میں اختیار ہوتا ہے اور اس خوف کی وجہ سے کہ کہیں دوسرا شخص عقد کو فسخ نہ کردے وہاں سے جلدی سے بھاگنا اور ہٹنا جائز نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر حکم ایجابی مانا جائے گا تو ابن عمرؓ پر اعتراض وارد ہوگا کہ حضرت ابن عمرؓ نے دوسرے کے حق واجب کو فوت کرنے کے لئے جلدی سے مجلس تبدیل کردی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خیارِ مجلس ایک محقق اور واجب امر ہے اور مجلس کے اندر اندر ہر ایک کو عقد کے امضاء کا حق حاصل ہوتا ہے، اقالہ کے خوف کی وجہ سے مفارقت مجلس کی اجازت نہیں ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ حدیث کی یہ زیادتی خیارِ مجلس کی نہایت قوی دلیل ہے لیکن چونکہ اہل مدینہ نے اس کے خلاف پر عمل کیا ہے اور ان کا اس کے خلاف عمل کرنا ایک حجت قویہ ہے اس واسطے ہم نے اس روایت کو چھوڑ دیا ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ الابّی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث خود اس بات کی دلیل ہے کہ خیارِ مجلس کوئی چیز نہیں ہے اس لئے کہ اگر خیار مجلس ہوتا اور کوئی چیز معتبر ہوتی تو اب تک معاملہ تام ہی نہیں ہوا اور جب معاملہ تام نہیں ہوا ہے

Maktaba Tul Ishaat.com



تو اقالہ کے خوف سے مجلس چھوڑنے کے کیا معنی؟ حالانکہ روایت میں ہے خشيةَ أن يستقيله اقالہ کے خوف کی وجہ سے مجلس نہ چھوڑے، معلوم ہوتا ہے کہ نفسِ ایجاب وقبول سے بیع مکمل ہوگئی معاملہ تام ہوگیا اب شارع علیہ الصلوۃ والسلام یوں کہتے ہیں کہ یہ مناسب نہیں کہ مجلس کو اقالہ کے خوف کی وجہ سے کوئی چھوڑ دے بلکہ تھوڑی دیر توقف کرے، ہوسکتا ہے کہ کسی کی رائے تبدیل ہوجائے اور وہ معاملہ کو فسخ کرنا چاہے۔

ایک اشکال یہ ہے کہ حدیث میں لَا يَحِلُّ وارد ہوا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ لفظِ حلال سے مراد یہاں افضل واولیٰ ہے کیوں کہ حضرت ابن عمرؓ مجلس چھوڑ کر ہٹ جایا کرتے تھے اب اگر لَا يَحِلُّ سے مراد یحرم ہو تو لازم یہ آئے گا کہ ابن عمرؓ کسی امر حرام کا ارتکاب کرتے تھے وحاشاہ من ذلک، یہ جواب حضرت شیخ الہند کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

(۶) حدیث بابِ اقالہ پر محمول ہے: چھٹا جواب حضرت شیخ الہند سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ حدیث بابِ اقالہ پر محمول ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر متبایعین نے عقد کرلیا تو جب تک دونوں ایک مجلس میں ہوں اور اقالہ کرنا چاہیں تو دوسرے کو اس پر انکار نہیں کرنا چاہئے بلکہ بیع کو ختم کردینی چاہئے اقالہ قبول کرلینا چاہئے، مَنْ أَقَالَ نَادِمًا بَيْعَتَهُ أَقَالَهُ اللهُ عَثْرَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حدیث نبوی ہے۔

## (ص ۲۸۳) بَابُ إِذَا خَيَّرَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ بَعْدَ الْبَيْعِ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ

۲۱۰۸. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا تَبَايَعَ الرَّجُلَانِ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا وَكَانَا جَمِيعًا، أَوْ يُخَيِّرُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ فَتَبَايَعَا عَلَى ذَلِكَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ، وَإِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ أَنْ تَبَايَعَا وَلَمْ يَتْرُكْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا الْبَيْعَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ جب بائع اور مشتری میں سے کوئی فریق بیع کے بعد دوسرے فریق کو اختیار کرنے (نظر ثانی کرنے) کا موقع دے دے تو بیع واجب ہوجاتی ہے۔

**تشریح:** امام بخاری نے ماقبل میں یہ مسئلہ بیان فرمایا تھا کہ جیسے ایجاب بیع میں تفرقِ ابدان کو دخل ہے ایسے ہی ایجابِ بیع میں تخایر کو بھی دخل ہے، لہٰذا اگر متبایعین نے معاملہ کیا اور ایک دوسرے سے کہتا ہے اخترْ

Maktaba Tul Ishaat.com



اور دوسرے نے کہہ دیا اختَرتُ تو اب اس صورت میں بیع واجب ہو گئی اور پھر کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ وہ معاملہ کو ختم کردے اور فسخ کردے۔

اس مسئلہ میں امام شافعی کا یہی مسلک ہے، امام احمد بن حنبل کی دو روایتیں ہیں ایک روایت میں امام شافعی کے ساتھ ہیں اور دوسری روایت میں فرماتے ہیں کہ تا انتہاء مجلس دوسرے کو حق فسخ حاصل ہے وہ چاہے تو ختم کردے، امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے امام احمد بن حنبل کی اس دوسری روایت کی تردید فرمائی ہے۔

**حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ:** غور سے سنو! لیث بن سعد کے طریق سے جو روایت مروی ہے وہ خیارِ مجلس کے باب میں نہایت واضح روایت ہے، امام خطابی وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ثبوتِ خیار کے باب میں سب سے واضح دلیل ہے اور مخالف کی ہر تاویل کے لئے مبطل ہے، اس لئے کہ اس میں صاف یہ فرمایا گیا ہے کہ متبایعین جب تک مجلس میں موجود ہوں اور تفرق نہ ہو تب تک اختیار ہے اور تفرق ہو جانے پر خیار ختم اور بیع باق (مکمل) ہو جاتی ہے، اسی طرح اگر متبایعین تخایر کرتے ہیں تو اس صورت میں بیع باق ہو جاتی ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں إِذَا تَبَايَعَ الرَّجُلَانِ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ جب دو آدمیوں نے بیع کی تو ہر ایک کو اختیار ہے مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا جب تک مجلس سے الگ نہ ہوں وَكَانَا جَمِيعًا اور مجلس میں موجود ہوں أَوْ يُخَيِّرُ أَحَدُهُمَا الآخَرَ یا یہ کہ ایک دوسرے کو اختیار دے یعنی اس سے اختَرْ اختَرْ کہے، فَتَبَايَعَا عَلَى ذَالِكَ پس بیع کی انہوں نے اس پر یعنی اختیار پر فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ پس بیع واجب ہو گئی، خلاصہ یہ ہے کہ اختیار تفرق تک رہتا ہے یا تخایر تک اس کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔

وَإِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ أَنْ تَبَايَعَا وَلَمْ يَتْرُكْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا الْبَيْعَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ اور اگر بیع کر لینے کے بعد تفرق کر لیا اور کسی نے بیع کو چھوڑا نہیں تو بیع واجب ہو گئی، واقعہ یہ ہے کہ یہ حدیث بابِ خیارِ مجلس میں نہایت واضح دلیل ہے اور اس کا مجھ کو کوئی تشفی بخش جواب معلوم نہیں ہو سکا۔

البتہ امام طحاوی نے مشکل الآثار میں اس کی کچھ توجیہ و تاویل کرنے کی کوشش کی ہے جس کا خلاصہ جو میں سمجھا ہوں اور جسے میں ابھی بیان کر چکا ہوں یہ ہے کہ اصل میں حدیث پاک میں تفرق سے مراد تفرق بالاقوال ہے اور مطلب یہ ہے کہ تفرق اقوال سے پہلے پہلے اختیار ہوتا ہے اور تفرق اقوال کے بعد اختیار ختم ہو جاتا ہے

Maktaba Tul Ishaat.com



الا یہ کہ بیع خیار شرط ہو، ایک دوسرے کو اختیار دے دے اور پھر خیارِ شرط پر معاملہ ہو جائے تو اس صورت میں اختیار باقی رہتا ہے۔

مگر اس میں اشکال یہ ہے کہ آگے فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ کا مطلب ہے وجب سببہ اس کا سبب منعقد ہو گیا کہ ایک طرف سے ایجاب اور دوسری طرف سے قبول ہے اگر خیار والا اپنے خیار کو ساقط کر دے تو بیع باقی ہو جائے گی، بس یہ ایک توجیہ امام طحاوی نے مشکل الآثار میں کی ہے اور وہیں سے صاحب المعتصر من المختصر علامہ قاضی ابو المحاسن یوسف بن موسی مَلَطی حنفی نے نقل فرمائی ہے۔

## (ص ۲۸۴) بَابُ إِذَا كَانَ الْبَائِعُ بِالْخِيَارِ هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ

۲۱۰۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ أنا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: كُلُّ بَيِّعَيْنِ لَا بَيْعَ بَيْنَهُمَا حَتَّى يَتَفَرَّقَا إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ.

۲۱۱۰. حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ ثَنَا حَبَّانُ ثَنَا هَمَّامٌ ثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ حتى يَتَفَرَّقَا - قَالَ هَمَّامٌ: وَجَدْتُ فِي كِتَابِي يَخْتَارُ ثَلَاثَ مِرَارٍ - فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا فَعَسَى أَنْ يَرْبَحَا رِبْحًا وَيَمْحَقَا بَرَكَةَ بَيْعِهِمَا.

قَالَ: وَحَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْحَارِثِ يُحَدِّثُ بِهَذَا الْحَدِيثِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ اگر خیار شرط بائع کو حاصل ہو تو بیع تام ہوگی یا نہیں؟

حضرت ابن عمرؓ کی روایت کا ترجمہ ما قبل میں کئی بار گزر چکا ہے

حضرت حکیم بن حزامؓ کی روایت کا ترجمہ باب إذا بين البيعان ولم يكتما ونصحا میں گزر چکا

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ اگر بائع کو خیارِ شرط حاصل ہو تو کیا بیع جائز ہو جائے گی؟

اس مسئلہ میں تھوڑا سا اختلاف ہے کہ آیا خیارِ شرط بائع اور مشتری دونوں کا حق ہے یا صرف مشتری کا حق ہے؟ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ دونوں کا حق ہے، سفیان ثوری سے منقول ہے کہ صرف مشتری کا حق ہے بائع کے پاس تو چیز موجود ہے وہ ہر وقت دیکھ رہا ہے، اس کو اختیار حاصل کرنے کا کیا مطلب ہے؟ ہاں مشتری کو ضرورت

Maktaba Tul Ishaat.com



پڑتی ہے کہ وہ اس کا اندازہ لگائے اور تحقیق کرے کہ میرے قابل بھی ہے یا نہیں؟ ٹھیک ہے یا نہیں؟ وہ اس کا محتاج ہے، امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے جمہور علماء کی تائید فرمائی ہے اور ثوری پر رد کیا ہے۔

جمہور کی طرف سے جواب یہ ہے کہ بسا اوقات بائع کو بھی بعد میں ایسے حالات پیش آجاتے ہیں کہ وہ مجبور ہو جاتا ہے کہ اب بیع کو ختم کردے، مثلاً ایک سامان رکھا ہوا ہے وقتی طور پر مشتری آتا ہے اس سے معاملہ کرتا ہے بائع نے عجلت میں اس سے کہہ دیا کہ ہاں صاحب! یہ اتنے کا ہے لے جاؤ، وہ لے گیا، بعد میں خیال آیا کہ یہ تو میرے کام کی چیز تھی روزانہ میرے کام آتی ہے، یا گھر کے کسی بچہ یا گھر والوں میں سے کسی نے کہا کہ ارے یہ تو ہمارے کام کی چیز تھی آپ نے یہ کیا کیا؟ تو اب اس صورت میں بائع کو بھی بہر حال اختیار ہو سکتا ہے اور وہ بھی کہہ سکتا ہے کہ مجھے تین دن تک غور و تامل کرنے کا اختیار ہے میں اگر چاہوں گا تو امضاءِ بیع کروں گا اور چاہوں گا تو فسخ بیع کردوں گا۔

**كُلُّ بَيِّعَيْنِ لَا بَيْعَ بَيْنَهُمَا:** یعنی بیع ان دونوں کے درمیان لازم نہیں یہاں تک کہ تفرق ہو جائے۔

**إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ:** سوائے بیع خیار کے کہ وہ تفرق کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

بَيِّعَيْنِ میں بائع اور مشتری دونوں داخل ہیں اور یہ کہا جارہا ہے کہ ان کی بیع باقی نہیں ہوتی، لازم نہیں ہوتی تا آنکہ تفرق ہو جائے اور تفرق کے بعد اگر بیع خیار ہو تو اختیار باقی رہتا ہے، اس میں بائع اور مشتری میں سے کسی ایک کی تخصیص نہیں کی گئی ہے، معلوم ہوا کہ جیسے خیارِ شرط مشتری کو حاصل ہو سکتا ہے ایسے ہی بائع کو بھی حاصل ہو سکتا ہے۔

**وَجَدْتُ فِي كِتَابِي 'يَخْتَارُ' ثَلَاثَ مِرَارٍ:** اور ایک نسخہ میں ہے بِخِيَارٍ ثَلَاث مرار، اور ایک نسخہ میں ہے بِخِيَارٍ ثَلَاث مرار، یعنی روایت یوں بن جائے گی اَلْبَيِّعَانِ بِخِيَارٍ ثَلَاث مرار، اَلْبَيِّعَانِ بِخِيَارٍ ثَلَاثِ مرار اور اَلْبَيِّعَانِ يَخْتَارُ ثَلَاثَ مِرَارٍ یہ جو ہمام کہتے ہیں کہ میری کتاب میں يَخْتَارُ ثَلَاثَ مِرَارٍ ہے یہ غیر محفوظ لفظ ہے، بس حدیث کے محفوظ الفاظ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا ہیں، علامہ ابن التین وغیرہ نے يَخْتَارُ ثَلَاثَ مِرَارٍ کو ہمام کا قول غیر محفوظ قرار دیا ہے اور جمہور علماء نے اس کے خلاف ہی نقل کیا ہے، امام ابوداؤد نے بھی اس کی تضعیف فرمائی ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۸۴) بَابُ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا فَوَهَبَ مِنْ سَاعَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا وَلَمْ يُنْكِرِ الْبَائِعُ عَلَى الْمُشْتَرِي أَوِ اشْتَرَى عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ

وقال طاوس فيمن يشتري السلعة على الرضا ثم باعها: وجبت له والربح له.

۲۱۱۱. وَقَالَ لَنَا الْحُمَيْدِيُّ ثَنَا سُفْيَانُ ثَنَا عَمْرٌو عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَكُنْتُ عَلَى بَكْرٍ صَعْبٍ لِعُمَرَ فَكَانَ يَغْلِبُنِي فَيَتَقَدَّمُ أَمَامَ الْقَوْمِ فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعُمَرَ: بِعْنِيهِ، فَقَالَ: هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: بِعْنِيهِ، فَبَاعَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ تَصْنَعُ بِهِ مَا شِئْتَ.

۲۱۱۲. وَقَالَ اللَّيْثُ ثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: بِعْتُ مِنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ مَالاً بِالْوَادِي بِمَالٍ لَهُ بِخَيْبَرَ، فَلَمَّا تَبَايَعْنَا رَجَعْتُ عَلَى عَقِبِي حَتَّى خَرَجْتُ مِنْ بَيْتِهِ خَشْيَةَ أَنْ يُرَادَّنِي الْبَيْعَ، وَكَانَتِ السُّنَّةُ أَنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ حَتَّى يَتَفَرَّقَا، قَالَ عَبْدُ اللهِ: فَلَمَّا وَجَبَ بَيْعِي وَبَيْعُهُ رَأَيْتُ أَنِّي قَدْ غَبَنْتُهُ بِأَنِّي سُقْتُهُ إِلَى أَرْضِ ثَمُودٍ بِثَلَاثِ لَيَالٍ وَسَاقَنِي إِلَى الْمَدِينَةِ بِثَلَاثِ لَيَالٍ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ اگر کسی نے کوئی چیز خریدی اور تفرق سے قبل فوراً ہی اس کو ہبہ کر دیا اور بائع نے اس کو برا نہیں سمجھا یا کسی نے غلام خریدا اور اسے آزاد کر دیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

حضرت طاؤس نے اس شخص کے بارے میں جس نے رضامندی سے سامان خریدا اور پھر اس کو فروخت کر دیا یہ فرمایا کہ وہ سامان مشتری کا ہو گیا اور نفع کا مالک بھی وہی ہے۔

حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ ایک سفر میں ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے میں حضرت عمرؓ کے ایک سرکش نوجوان اونٹ پر سوار تھا وہ میرے اوپر غالب آتا اور لوگوں سے آگے نکل جاتا تھا حضرت عمرؓ اس کو ڈانٹتے اور پیچھے کرتے تھے وہ پھر آگے نکل جاتا حضرت عمرؓ پھر اس کو ڈانٹتے اور پیچھے لوٹاتے تو نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اس اونٹ کو مجھے بیچ دو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! وہ آپ کے لئے ہدیہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو مجھے بیچ دو تو انہوں نے وہ رسول اللہ ﷺ کو بیچ دیا پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ اے عبد اللہ! یہ اونٹ تمہارے لئے ہدیہ ہے اب تم اس کے ساتھ جو چاہے کرو۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ میں نے امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کو وادیٔ قریٰ کی ایک زمین ان کی خیبر کی ایک زمین کے بدلے فروخت کی، جب ہم معاملہ کر چکے تو میں الٹے پاؤں لوٹا یہاں تک کہ ان کے گھر سے نکل گیا اس ڈر سے کہ کہیں وہ

Maktaba Tul Ishaat.com



مجھ سے اس بیع کو ختم نہ کر دیں، اور معمول یہ تھا کہ بائع اور مشتری کو اختیار ہوتا تھا یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ جب میری اور ان کی بیع لازم ہوگئی تو میری سمجھ میں آیا کہ میں نے ان کے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے جس میں وہ نقصان میں ہیں، اس طرح کہ میں ان کو تین رات کی مسافت کے بہ قدر قوم ثمود کے علاقہ کی طرف لے گیا اور وہ مجھے تین رات کی مسافت کے بہ قدر مدینہ منورہ کی طرف لے آئے۔

**تشریح:** غور سے سنو! امام بخاری خیارِ مجلس کے قائل ہیں اور انہوں نے اس پر استدلال حضرت عثمانؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے قصہ سے کیا ہے کہ ان دونوں حضرات نے زمین کا معاملہ کیا اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ایجاب و قبول کے بعد جلدی سے وہاں سے ہٹ گئے اور گھر سے نکل گئے، فرماتے ہیں خَرَجْتُ مِنْ بَيْتِهِ، خَشْيَةَ أَنْ يُرَادَّنِي الْبَيْعَ۔

اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ خیار مجلس کوئی چیز نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اسی باب کی پہلی حدیث میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے ایک سفر میں ان کا اونٹ خریدا اور ساتھ کے ساتھ اس میں تصرف فرما دیا هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ تَصْنَعُ بِهِ مَا شِئْتَ عبد اللہ یہ اونٹ تمہارا ہے تم جو چاہو کرو، اگر خیارِ مجلس کوئی چیز ہوتی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس کے اندر ہی اس میں فوری تصرف کیسے فرما دیتے؟

علامہ ابن منیر فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے اس کا جواب دیا ہے، حاصل یہ ہے کہ یہاں یہ معاملہ اس لئے صحیح ہو گیا کہ بائع نے مشتری پر کوئی نکیر نہیں کی، حضرت عمرؓ نے اپنا اونٹ فروخت کیا تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مشتری تھے آپ نے اس میں تصرف کیا اور حضرت عمرؓ نے کوئی انکار نہیں کیا گویا حضرت عمرؓ کی طرف سے رضا پائی گئی اور جب بائع راضی ہے تو مشتری کا مجلس ہی میں تصرف کر لینا معتبر ہوگا۔

لیکن علامہ ابن التین فرماتے ہیں کہ یہ امام بخاری نے تعسف اور زیادتی سے کام لیا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ چیز بعید ہے کہ کسی کے حق میں آپ تصرف کریں۔

حافظ ابن حجر نے اس کا یہ جواب دیا کہ ممکن ہے مجلس میں اختلاف ہو گیا ہو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ہٹ گئے ہوں یا حضرت عمرؓ آگے چلے گئے ہوں، لیکن روایت کے الفاظ اس توجیہ سے اباء کرتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا ایک قاعدۂ کلیہ ہے اور حضرت عمرؓ کا قصہ ایک واقعۂ مخصوصہ عینیہ ہے اور واقعاتِ مخصوصہ عینیہ کے ذریعہ سے قواعد کلیہ پر اشکال نہیں کیا جاسکتا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



لیکن مخالف یہ کہہ سکتا ہے کہ اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَالَمْ یَتَفَرَّقَا یقیناً قاعدۂ کلیہ ہے لیکن اس کو نص فی خیار المجلس قرار دینا کوئی معنی نہیں رکھتا ہے، اس لئے کہ ۱۔ روایت اپنی جگہ پر محتمل ہے کہ جیسے اس سے خیار مجلس مراد لیا جاسکتا ہے ایسے ہی اس سے خیار قبول بھی مراد لیا جاسکتا ہے، ۲۔ نیز جیسے متبایعین سے حقیقی متبایعین مراد ہوسکتے ہیں ایسے ہی اس سے متساومین بھی مراد ہوسکتے ہیں، ۳۔ نیز جیسے اس کو حکم ایجابی مانا جاسکتا ہے ایسے ہی احتمال ہے کہ یہ حکم استحبابی ہو، غرضکہ یہ محتمل روایت ہے۔

**وَقَالَ طَاوٗسٌ فِیمَنْ یَشْتَرِي السِّلْعَةَ عَلَى الرِّضَا:** اگر کوئی آدمی سامان خریدتا ہے بائع کی رضا سے پھر وہیں فروخت کردیتا ہے تو بیع واجب ہوجائے گی اور نفع کا مالک مشتری ہوگا۔

**مَالًا بِالْوَادِي بِمَالٍ لَهُ بِخَيْبَرَ:** وادی سے مراد کوئی وادی معہود ہے قالہ الکرمانی، لیکن حافظ فرماتے ہیں کہ اس سے وادئ قریٰ مراد ہے۔

**فَلَمَّا تَبَايَعْنَا رَجَعْتُ عَلَى عَقِبِي:** جب معاملہ کیا تو میں ایک دم الٹے قدم لوٹا اور ان کے گھر سے نکل گیا اس خوف کی وجہ سے کہ کہیں وہ بیع توڑ نہ دیں۔

**فَلَمَّا وَجَبَ بَيْعِي وَبَيْعُهُ الخ:** جب میری اور ان کی بیع واجب ہوگئی تو مجھے خیال گزرا کہ میں نے ان کو خسارہ میں ڈال دیا، ان کو دیار ثمود کی طرف تین رات کی مسافت دور ڈال دیا اس لئے کہ وادئ قریٰ حجر کے قریب ہے جو دیار ثمود ہے، وَسَاقَنِي إِلَى الْمَدِينَةِ بِثَلَاثِ لَيَالٍ اور انہوں نے مجھے مدینہ کے قریب کردیا تین رات کی مسافت کے بقدر۔

## (ص ۲۸۴) بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْخِدَاعِ فِي الْبَيْعِ

**۲۱۱۳. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوعِ فَقَالَ: إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ: لَا خِلَابَةَ.**

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ بیع میں دھوکہ دہی مکروہ ہے۔

حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ پیغمبر ﷺ کے سامنے ایک شخص نے یہ کہا کہ اس کو بیع کے معاملات میں دھوکہ ہوتا ہے آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جب تم بیع کرو تو یہ کہہ دو لا خلابة کہ دھوکہ نہیں کرنا چاہیے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**تشریح:** ترجمہ کا مقصد ظاہر ہے کہ بیع میں دھوکہ دینا مکروہ ہے، لیکن اس دھوکہ دینے کی وجہ سے بیع فسخ نہیں ہوگی جیسا کہ قصۂ مذکورہ فی الحدیث دلالت کرتا ہے۔

اگر کسی آدمی نے بیع وشراء میں دھوکہ دے دیا تو آیا نقصان اور غبن ہو جانے کی صورت میں اختیار حاصل ہوگا یا نہیں؟ حنفیہ وشافعیہ فرماتے ہیں کہ کوئی اختیار نہیں ہوگا یہی مالکیہ کا ایک قول ہے، ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ اگر نقصان ثلث القیمۃ کے بقدر ہو تو اختیار حاصل ہوگا، حنابلہ کے دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ نقصانِ ثلث القیمۃ پر اختیار حاصل ہوگا چاہے بیع کا امضاء کرے اور چاہے فسخ کر دے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ نقصان بسدس القیمۃ پر خیار حاصل ہوگا۔

**أَنَّ رَجُلًا ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوعِ:** ایک آدمی کا حضور سے تذکرہ کیا گیا کہ ان کو بیوع میں دھوکہ لگتا ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ، یہ رجل حضرت حبان بن منقذؓ ہیں کہیں جنگ اور لڑائی میں ان کو چوٹ لگ گئی تھی اس کی وجہ سے ان کے دماغ پر اثر پڑ گیا تھا دس کا پانچ ہی یاد رہا کرتا تھا، اور بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ ان کے والد حضرت منقذ بن عمروؓ کا ہے، بہر حال ان کے گھر والوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ ان کو بیع سے منع فرما دیں انہوں نے اپنی مجبوری کا اظہار کیا کہ یا رسول اللہ! بیع وشراء سے میری طبیعت نہیں مانتی، آپ نے فرمایا کہ اچھا جب تم بیع کا معاملہ کیا کرو تو لَا خِلَابَةَ کہہ دیا کرو، چنانچہ وہ اسی طرح لَا خِلَابَةَ کہہ دیا کرتے تھے۔

**کیا بالغ پر حجر درست ہے؟** اب یہاں پر دو مسئلے ہیں، اول یہ کہ بالغ پر حجر اور پابندی عائد کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ ائمۂ ثلاثہ اور صاحبین کہتے ہیں کہ پابندی عائد کی جا سکتی ہے، امام ابو حنیفہ نے اس کا انکار کیا ہے اور وہ یہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اس کی آدمیت کا اِہدار (ساقط کرنا) لازم آتا ہے ہاں صرف صبی، غلام اور مجنون پر پابندی عائد کی جائے گی، ائمۂ ثلاثہ اور صاحبین کا استدلال آیتِ کریمہ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمْ سے ہے، صاحبِ درِ مختار نے لکھا ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہی ہے۔

**لَا خِلَابَةَ کہنے کا کیا اثر مرتب ہوگا؟** دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر عقد ختم ہوتے ہوئے یوں کہہ دیا گیا لَا خِلَابَةَ تو آیا اس کہنے کا کوئی اثر ہوگا یا نہیں؟ جمہور علماء جس میں امام مالک، امام شافعی اور ابو حنیفہ شامل ہیں

Maktaba Tul Ishaat.com



فرماتے ہیں کہ اس کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا، امام احمد بن حنبل کی اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ کوئی اثر نہیں ہوگا اسی کو موفق وغیرہ نے اختیار کیا ہے، اور دوسری روایت یہ ہے کہ اگر بائع نے دھوکہ دیا ہے تو اس کا اثر مرتب ہوگا اور مشتری کو اختیار ہوگا چاہے بیع کو باقی رکھے اور چاہے فسخ کر دے۔

حنابلہ نے اس روایت کے لئے یہ حدیث پاک دلیل میں پیش کی ہے، جمہور کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ اس آدمی کی خصوصیت ہے، محمد بن حسن نے اس کو خصوصیت ہی پر محمول کیا ہے، قاضی ابن عربی نے مالکیہ میں سے اور علامہ موفق نے حنابلہ میں سے یہی مطلب بیان کیا ہے، نووی اور ابن عبدالبر نے بھی خصوصیت کا جواب نقل کیا ہے، صحابہؓ کا دور خیر القرون تھا لوگ دھوکہ وغیرہ کرتے نہیں تھے، اس واسطے جب یہ بیچارے معاملہ کرتے ہوئے لَا خِلَابَةَ کہہ دیتے تھے تو لوگ ان کی رعایت اور خیال کیا کرتے تھے۔

## (ص ۲۸۴) بَاب مَا ذُكِرَ فِي الْأَسْوَاقِ

وقال عبد الرحمن بن عوف: لما قدمنا المدينة قلت: هل من سوق فيه تجارة؟ قال: سوق قينقاع. وقال أنس: قال عبد الرحمن: دُلّوني على السوق. وقال عمر: ألهاني الصفق بالأسواق.

٢١١٤. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَإِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ وَفِيهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ؟ قَالَ: يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ.

٢١١٥. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: صَلَاةُ أَحَدِكُمْ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي سُوقِهِ وَبَيْتِهِ بِضْعًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً، وَذَلِكَ بِأَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رُفِعَ بِهَا دَرَجَةً أَوْ حُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ، وَالْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ، مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيهِ مَا لَمْ يُؤْذِ فِيهِ وَقَالَ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ.

٢١١٦. حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي

Maktaba Tul Ishaat.com



السُّوقِ فَقَالَ رَجُلٌ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّمَا دَعَوْتُ هَذَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: سَمُّوا بِاسْمِي وَلاَ تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي.

۲۱۱۷. حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: دَعَا رَجُلٌ بِالْبَقِيعِ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: لَمْ أَعْنِكَ، قَالَ: سَمُّوا بِاسْمِي وَلاَ تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي

۲۱۱۸. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ الدَّوْسِيِّ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي طَائِفَةِ النَّهَارِ لاَ يُكَلِّمُنِي وَلاَ أُكَلِّمُهُ حَتَّى أَتَى سُوقَ بَنِي قَيْنُقَاعَ فَجَلَسَ بِفِنَاءِ بَيْتِ فَاطِمَةَ فَقَالَ: أَثَمَّ لُكَعُ أَثَمَّ لُكَعُ؟ فَحَبَسَتْهُ شَيْئًا فَظَنَنْتُ أَنَّهَا تُلْبِسُهُ سِخَابًا أَوْ تُغَسِّلُهُ فَجَاءَ يَشْتَدُّ حَتَّى عَانَقَهُ وَقَبَّلَهُ وَقَالَ: اللَّهُمَّ أَحْبِبْهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ.

قَالَ سُفْيَانُ: قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: أَخْبَرَنِي أَنَّهُ رَأَى نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ أَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ.

۲۱۱۹. حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ ثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ ثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ ثَنَا ابْنُ عُمَرَ أَنَّهُمْ كَانُوا يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مِنَ الرُّكْبَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَيَبْعَثُ عَلَيْهِمْ مَنْ يَمْنَعُهُمْ أَنْ يَبِيعُوهُ حَيْثُ اشْتَرَوْهُ حَتَّى يَنْقُلُوهُ حَيْثُ يُبَاعُ الطَّعَامُ.

۲۱۲۰. وقَالَ: وَثَنَا ابْنُ عُمَرَ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُبَاعَ الطَّعَامُ إِذَا اشْتَرَاهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ.

**ترجمہ:** باب، بازاروں کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے اس کا بیان۔

باب کی سات روایات میں تین روایات نمبر ۳ و ۵ کا ترجمہ گزر چکا ہے

حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے بیان کیا کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو میں نے یہ دریافت کیا کہ کیا یہاں کوئی بازار ہے جس میں تجارت ہوتی ہو؟ تو کسی نے بتایا کہ قینقاع کا بازار ہے، حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے یہ کہا کہ مجھے بازار بتادو، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بازاروں میں خرید وفروخت نے مجھے مشغول کر دیا۔

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک لشکر خانۂ کعبہ پر حملہ کرے گا جب وہ لوگ مقام بیداء میں ہوں گے تو ان کے اول سے آخر تک سب کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، وہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا کہ ان کے اول وآخر کو کیسے دھنسا دیا جائے گا جب کہ ان میں بازار والے بھی ہوں گے اور ان کے ساتھ وہ لوگ بھی ہوں گے جو ان سے موافقت نہیں رکھتے ہوں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ (اس وقت دنیا میں اللہ کی عادت کے مطابق) ان کے اول وآخر کو دھنسا دیا جائے گا، پھر (آخرت میں) وہ اپنی نیتوں کے لحاظ سے اٹھائے جائیں گے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ پیغمبر ﷺ بازار میں تھے کہ ایک شخص نے ابوالقاسم کہہ کر آواز دی، آپ علیہ السلام اس کی جانب متوجہ ہوئے تو اس نے کہا کہ میں نے (آپ کو نہیں) بلکہ اُس شخص کو پکارا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ میرے نام پر نام تو رکھ لیا کرو مگر میری کنیت اختیار نہ کرو۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ پیغمبر ﷺ دن کے ایک حصہ میں گھر سے نکلے حال یہ تھا کہ راستہ میں نہ آپ مجھ سے گفتگو فرماتے تھے اور نہ میں نے آپ سے کچھ کہا یہاں تک کہ قینقاع کا بازار آگیا، آپ ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر کے باہر صحن میں بیٹھ گئے اور آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ کیا گھر میں بچہ ہے؟ کیا گھر میں بچہ ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے کچھ دیر ان کو روکے رکھا، میں نے سمجھا کہ یا تو وہ بچہ کو ہار پہنا رہی ہیں یا نہلا رہی ہیں پھر وہ دوڑتے ہوئے آئے یہاں تک کہ حضور ﷺ نے ان کو گلے سے لگایا اور چوما اور فرمایا کہ اے اللہ! اس سے محبت فرما اور جو اس سے محبت رکھے اس سے بھی محبت فرما۔

سفیان کہتے ہیں کہ ان کو عبید اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ انہوں نے نافع کو ایک رکعت وتر پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ صحابہؓ حضور ﷺ کے زمانہ میں قافلے والوں سے غلہ خریدتے تھے تو آپ ﷺ ان کے پاس قاصد بھیجتے جو غلہ کو اسی جگہ فروخت کرنے سے روکتا جس جگہ انہوں نے خریدا تھا (اور ان سے یہ کہتا کہ وہ غلہ اس وقت تک فروخت نہ کریں) جب تک کہ وہ غلہ کو اس بازار میں منتقل نہ کرلیں جہاں غلہ عام طور پر بیچا جاتا ہے۔

اور فرمایا کہ پیغمبر ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ غلہ خریدنے کے بعد وصول کرنے (قبضے) سے قبل فروخت کیا جائے۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ تجارت گاہوں میں اور اسواق میں داخل ہونا اشراف کے لئے جائز ہے، غالبًا امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے خَیْرُ الْبِقَاعِ الْمَسَاجِدُ وَشَرُّ الْبِقَاعِ الْأَسْوَاقُ أخرجه ابن حبان والحاكم کی تضعیف کی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اسواق کو شر البقاع مخصوص اسباب کی بناء پر قرار دیا گیا ہے وہ یہ کہ وہاں آدمی جھوٹی قسمیں کھاتا ہے دھوکہ دیتا ہے لغو اور فواحش میں مبتلا ہوتا ہے، ورنہ بذاتِ خود کسی زمین میں کوئی فساد اور خرابی نہیں، اگر اسواق میں شریعت کے مطابق عمل کیا جائے تو پھر اس میں کوئی ذاتی شر باقی نہیں رہتا ہے۔

**عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ:** محمد بن سوقہ کی بخاری شریف میں صرف یہی ایک روایت ہے۔

**وَفِيهِمْ أَسْوَاقُهُمْ:** اسی سے مصنف نے اپنا ترجمہ ثابت فرمایا ہے۔

**يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ:** مطلب یہ ہے کہ جب خدائے پاک کا عذاب آتا ہے تو عام ہوتا ہے، اور سب کو جو ایک ساتھ دھنسا دیا جائے گا وہ اس لئے کہ سب کی موت قریب

Maktaba Tul Ishaat.com



ہوگئی ہوگی سب کا وقت آگیا ہوگا، البتہ ہر ایک کا معاملہ ایک نہیں ہوتا جس کی جیسی نیت ہوتی ہے آخرت میں اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ ہوگا۔

**سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي:** عرب میں دستور یہ تھا کہ تعظیم کے لئے صاحب الاسم کو اس کا نام لیکر نہیں پکارتے تھے بلکہ کنیت بول کر پکارتے تھے، اب اگر حضور ﷺ کی کنیت مشترک ہوجائے تو اس میں بسا اوقات آنحضور ﷺ کو اشتباہ لگے گا اور آپ کو التفات کی وجہ سے تکلیف ہوگی اور یہ تکلیف بعض وقت منادی کو دینی نقصان پہنچنے کا سبب بن سکتی ہے اس لئے آپ نے اپنی کنیت سے منع فرمادیا۔

یہ ممانعت عام ہے یا خاص؟ ظاہریہ اور شافعیہ کہتے ہیں کہ ممانعت عام ہے عہد نبوت میں بھی منع تھا اور اس کے بعد بھی، لیکن امام مالک، حنفیہ اور جمہور علماء فرماتے ہیں کہ عہد نبوت میں اس مخصوص علت کی وجہ سے ممانعت تھی جو بیان ہوئی اور جب وہ علت مرتفع ہوگئی تو اب یہ ممانعت باقی نہیں رہی، چنانچہ حضرت علیؓ نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا تھا کہ یارسول اللہ! اگر آپ کے بعد میری کوئی اولاد ہو تو اس کا نام آپ کے نام پر اور اس کی کنیت آپ کی کنیت پر رکھوں، آپ نے اجازت دے دی، یہ حدیث ابوداؤد شریف میں وارد ہوئی ہے۔

**دَعَا رَجُلٌ بِالْبَقِيعِ:** علامہ ابن التین فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں سوق کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

علامہ کرمانی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ بقیع میں بازار تھا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس طریق کو یہاں لاکر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ طریق گزشتہ میں جس سوق کا ذکر وارد ہوا ہے اس سوق کا محل وقوع بقیع غرقد تھا۔

**عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ الدَّوْسِيِّ:** یہ حدیث مصنف نے اسی سند سے کتاب الادب المفرد میں روایت فرمائی ہے، حضور ﷺ دن کے ایک حصہ میں چلے نہ آپ مجھ سے بات کررہے تھے اور نہ میں آپ سے یہاں تک کہ آپ بازار قینقاع تشریف لے آئے پس آپ حضرت فاطمہؓ کے گھر کے سامنے کے حصہ میں بیٹھ گئے۔

اس حدیث میں یہاں سقوط واقع ہوا ہے جو مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے، اس کے الفاظ ہیں حَتَّى جَاءَ سُوقَ بَنِي قَيْنُقَاعَ ثُمَّ انْصَرَفَ حَتَّى أَتَى فِنَاءَ فَاطِمَةَ حضرت فاطمہؓ کا مکان مبارک سوقِ بنو قینقاع میں نہیں تھا بلکہ وہ تو حضور ﷺ کے مکان کے آس پاس ہی تھا۔

Maktaba Tul Ishaat.com



یہی روایت بخاری نے الادب المفرد میں تخریج کی ہے اس میں فَجَلَسَ بِفِنَاءِ بَيْتِ فَاطِمَةَ کے بجائے واقع ہوا ہے حَتّٰى أَتَى فِنَاءَ عَائِشَةَ فَجَلَسَ فِيهِ، یہ کاتب کی غلطی ہے، عائشہؓ کے گھر کے سامنے یہ قصہ نہیں پیش آیا ہے اور وہاں أَثَمَّ لُكَعُ؟ أَثَمَّ لُكَعُ؟ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

أَثَمَّ لُكَعُ؟ أَثَمَّ لُكَعُ؟ لکع کا لفظ دو معنوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، کبھی صغیر اور ننھے منھے کے لئے اور کبھی لئیم اور کمینہ کے معنی میں، امام خطابی وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہاں پر معنی اول مراد ہے اور اس سے مراد یا امام حسنؓ ہیں یا امام حسینؓ علی ماقیل۔

حضرت الاستاذ مولانا امیر احمد نے ترمذی شریف میں یہاں ترجمہ فرمایا تھا کیا ننھا ہے؟ اور بعض علماء متاخرین نے لکع کا ترجمہ لئیم سے کیا ہے، بہت ممکن ہے کہ اس معنی کے لحاظ سے یہ ترجمہ کیا ہو کہ بچوں کے مزاج میں کھیل کود اور ذرا شرارت وغیرہ ہوتی ہے اس لئے کہہ دیا ہو ورنہ حقیقی لوم مراد نہیں ہے۔

فَحَبَسَتْهُ شَيْئًا فَظَنَنْتُ أَنَّهَا تُلْبِسُهُ سِخَابًا أَوْ تُغَسِّلُهُ: حضرت فاطمہؓ نے تھوڑی دیر کے لئے بچہ کو روک لیا میرا خیال یہ ہوا کہ شاید انہیں کچھ پہنا رہی ہیں ہار وغیرہ یا ان کو غسل دے رہی ہیں۔

فَجَاءَ يَشْتَدُّ حَتّٰى عَانَقَهُ وَقَبَّلَهُ: دوڑے ہوئے آئے، حضور ﷺ نے اپنے نواسے سے معانقہ کیا اور تقبیل کی اور فرمایا اے اللہ! اس سے محبت فرما اور جو اس سے محبت کرے اس سے بھی محبت فرما، اور ہم بھی حسنینؓ سے محبت کرتے ہیں۔

كَانُوا يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ: بعض لوگوں نے امام بخاری پر اشکال کیا ہے کہ یہ روایت ترجمۃ الباب کے مطابق نہیں اسلئے کہ اس میں بازار کا کوئی تذکرہ ہی نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ مصنف نے اپنا مدعا كَانُوا يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مِنَ الرُّكْبَانِ سے ثابت کیا ہے اسلئے کہ بازار ہر اس جگہ پر بولا جاتا ہے جہاں بیع وشراء ہوتا ہے۔

## (ص ۲۸۵) بَابُ كَرَاهِيَةِ الصَّخَبِ فِي السُّوقِ

۲۱۲۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ ثَنَا فُلَيْحٌ ثَنَا هِلَالٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ لَقِيتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ قُلْتُ: أَخْبِرْنِي عَنْ صِفَةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي التَّوْرَاةِ، قَالَ: أَجَلْ وَاللّٰهِ إِنَّهُ لَمَوْصُوفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ

Maktaba Tul Ishaat.com



صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ ﴿ يَأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴾ وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّينَ أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا صَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَغْفِرُ وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللَّهُ حَتَّى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَتَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنٌ عُمْيٌ وَآذَانٌ صُمٌّ وَقُلُوبٌ غُلْفٌ.

تَابَعَهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ هِلَالٍ، وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ هِلَالٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ سَلَامٍ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: غُلْفٌ كُلُّ شَيْءٍ فِي غِلَافٍ فَهُوَ أَغْلَفُ سَيْفٌ أَغْلَفُ وَقَوْسٌ غَلْفَاءُ وَرَجُلٌ أَغْلَفُ إِذَا لَمْ يَكُنْ مَخْتُونًا.

**ترجمہ:** باب، بازار میں شور وغل کی کراہت کا بیان۔

حضرت عطاء بن یسار نے بیان کیا کہ میری ملاقات حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے وہ اوصاف بتادیجئے جو تورات میں ہیں انہوں نے کہا کہ ضرور، اللہ کی قسم تورات میں آپ کی بعض صفات تو وہی ہیں جو خود قرآن میں ہیں جیسے یہ کہ اے پیغمبر ﷺ! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے (اور مزید یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے) امیوں کا محافظ بنا کر بھیجا ہے (اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ) تم میرے بندے اور رسول ہو، میں نے تمہارا نام متوکل رکھا (اور یہ بھی ہے کہ) نہ آپ بد خلق ہوں گے، نہ سخت مزاج ہوں گے (یہ مضمون قرآن میں بھی آیا ہے) اور نہ بازاروں میں شور وغل کرنے والے ہوں گے، نیز آپ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے نہیں ہوں گے بلکہ معاف کرنے والے اور درگزر کرنے والے ہوں گے، اللہ تعالیٰ آپ کی روح اس وقت تک قبض نہیں کرے گا جب تک کہ آپ کے ذریعہ کج روی کی شکار ملت کو سیدھا نہ کردے اس طرح کہ وہ لا الہ الا اللہ کہنے والے ہوجائیں، وہ اس کلمۂ توحید کے ذریعہ اندھی آنکھوں کو، بہرے کانوں کو اور بند دلوں کو کھولیں گے۔

فلیح بن سلیمان کی متابعت عبد العزیز بن ابی سلمہ نے کی ہے انہوں نے روایت بیان کی ہلال بن علی سے، سعید بن ابی ہلال نے ہلال سے انہوں نے عطاء بن یسار سے روایت بیان کی انہوں نے حضرت عبد اللہ بن سلامؓ سے۔

امام بخاری کہتے ہیں کہ غُلْفٌ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو غلاف میں ہو، کہا جاتا ہے سَيْفٌ أَغْلَفُ جب کہ وہ غلاف میں ہو اور کہا جاتا ہے قَوْسٌ غَلْفَاءُ جب کہ وہ بھی غلاف میں ہو اور کہا جاتا ہے رَجُلٌ أَغْلَفُ جب کہ وہ مختون نہ ہو۔

**تشریح:** شور وشغب کرنا تو اپنی جگہ خود ہی ناپسندیدہ اور منکر ہے، حضرت لقمانؑ نے اپنے صاحب زادے سے کہا تھا إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ اور پھر بازاروں میں بازاریوں کے ساتھ مل کر شور وشغب کرنا اور بھی ناپسندیدہ ہے، مصنف کا مقصد یہ ہے کہ بازار میں آدمی وقار سے رہے شور وشغب نہ کرے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



مصنف نے الصَّخَبِ فِي السُّوقِ کی کراہیت پر دلیل یہ پیش کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اوصاف میں یہ وارد ہوا ہے کہ آپ صخّاب فی الاسواق نہیں ہیں اور یہ کلمہ مدح کے مقام میں مذکور ہے تو معلوم ہوا کہ اس کا خلاف غیر ممدوح اور مذموم ہوگا۔

**لَقِيتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ:** عبد اللہ بن عمروؓ سے سوال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کو یرموک میں کچھ اہل کتاب سے بعض صحائف مل گئے تھے جس کی وجہ سے انہیں جہاں کتاب وسنت کا علم حاصل تھا وہیں کتب قدیمہ توراۃ وغیرہ کا بھی علم حاصل ہو گیا تھا، فرمایا وَاللهِ إِنَّهُ لَمَوْصُوفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ حضور اکرم ﷺ کی توراۃ میں وہ صفات بیان کی گئی ہیں جن میں سے بعض صفات قرآن پاک میں مذکور ہیں، پھر اس کے بعد پہلے وہ صفات بیان کیں جو قرآن پاک میں موجود ہیں اور قرآن ہی کے الفاظ میں مذکور ہیں یَا أَیُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا اور پھر اسی کے تابع کر کے ان اوصاف کا تذکرہ فرمایا جو توراۃ میں مذکور ہیں، اور وہ ہیں حِرْزًا لِلْأُمِّيِّينَ محافظ ہیں امیین کے لئے، أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ تم میرے بندے اور رسول ہو میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے، لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ بد خلق نہیں ہیں شدید فی الکلام نہیں ہیں شدید مزاج والے نہیں ہیں، وَلَا صَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ اور نہ بازاروں میں شور وشغب کرتے ہیں، وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں بلکہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتے ہیں، صل من قطعک واعف عن من ظلمک وأحسن إلی من أساء إلیک پر عمل فرماتے ہیں اور اس کی تلقین وتعلیم فرماتے ہیں اسی کو شیخ سعدی نے کہا ہے

بدی رابدی سہل باشد جزاء　　اگر مردی اَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَاء

**وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللهُ حَتَّى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ:** اور اللہ تعالیٰ ان کو نہیں اٹھائیں گے یہاں تک کہ ٹیڑھی ملت کو درست فرما دیں گے، ٹیڑھی ملت سے مراد عرب ہیں جو بت پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے بایں طور کہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کہنے لگیں گے اور اس کلمہ کے ذریعہ سے آنکھیں کھل جائیں گی جو اندھی ہوں گی اور بہرے کان شنوا ہو جائیں گے اور جن قلوب پر غلاف چڑھا ہوا ہے وہ غلاف ہٹ جائے گا۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۸۵) بَابُ الْكَيْلِ عَلَى الْبَائِعِ وَالْمُعْطِي

وقول الله تعالى ﴿ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ﴾ يعني كالوا لهم أو وزنوا لهم كقوله ﴿يَسْمَعُونَكُمْ﴾ يسمعون لكم. وقال النبي ﷺ: اكتالوا حتى تستوفوا. ويذكر عن عثمان أن النبي ﷺ قال له: إذا بعت فكِل وإذا ابتعت فاكتل.

۲۱۲۲. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلاَ يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ.

حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُغِيرَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: تُوُفِّيَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَاسْتَعَنْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى غُرَمَائِهِ أَنْ يَضَعُوا مِنْ دَيْنِهِ، فَطَلَبَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيْهِمْ فَلَمْ يَفْعَلُوا فَقَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: اذْهَبْ فَصَنِّفْ تَمْرَكَ أَصْنَافًا الْعَجْوَةَ عَلَى حِدَةٍ وَعَذْقَ زَيْدٍ عَلَى حِدَةٍ ثُمَّ أَرْسِلْ إِلَيَّ، فَفَعَلْتُ ثُمَّ أَرْسَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَجَاءَ فَجَلَسَ عَلَى أَعْلاَهُ أَوْ فِي وَسَطِهِ ثُمَّ قَالَ: كِلْ لِلْقَوْمِ فَكِلْتُهُمْ حَتَّى أَوْفَيْتُهُمُ الَّذِي لَهُمْ وَبَقِيَ تَمْرِي كَأَنَّهُ لَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ شَيْءٌ. وَقَالَ فِرَاسٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ: ثَنِي جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَمَا زَالَ يَكِيلُ لَهُمْ حَتَّى أَدَّى. وَقَالَ هِشَامٌ عَنْ وَهْبٍ عَنْ جَابِرٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: جُذَّ لَهُ فَأَوْفِ لَهُ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ ناپنے کی ذمہ داری بائع اور معطی پر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی وجہ سے کہ جب وہ لوگوں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کمی کرتے ہیں یعنی جب دوسروں کے لئے ناپتے یا تولتے ہیں، جیسے قرآن کریم میں دوسری جگہ یَسْمَعُونَکُمْ فرمایا گیا وہاں بھی یَسْمَعُونَ لَکُمْ مراد ہے یعنی کیا وہ تمہاری بات سنتے ہیں؟ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ ناپ کراؤ یہاں تک کہ پورا وصول کرلو، حضرت عثمانؓ سے روایت بیان کی جاتی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ جب تم بیچو تو ناپ کر دو اور جب خریدو تو ناپ کرا کرلو۔

حضرت ابن عمرؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو غلہ خریدے وہ اسکو قبضہ کرنے تک فروخت نہ کرے۔

حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ (میرے والد) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن حرامؓ کی وفات ہو گئی جب کہ ان پر قرض تھا، میں نے قرض خواہوں کے معاملہ میں نبی پاک ﷺ سے مدد طلب کی کہ وہ کچھ قرض معاف کردیں، نبی کریم ﷺ نے ان سے سفارش کی لیکن انہوں نے معاف نہیں کیا (قرض خواہ یہودی تھے)، تو پیغمبر ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم جاؤ اور اپنی کھجوروں کی انواع کو چھانٹ کر الگ الگ کرو، "عجوہ" کھجور کو الگ، "عذق زید" (نامی کھجور) کو الگ اور پھر مجھے خبر کرو، حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا اور پھر پیغمبر ﷺ کو خبر کی، آپ ﷺ کھجور کے (ڈھیر کے) اوپر کی جانب یا درمیان میں تشریف فرما ہوئے، پھر آپ

Maktaba Tul Ishaat.com



صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو ناپ کر دو تو میں نے ان کو ناپ کر دیا یہاں تک کہ میں نے ان کا وہ حق مکمل ادا کر دیا جو ان کا تھا اور میری کھجور اسی طرح باقی رہ گئیں جیسے ان میں سے کچھ کم ہی نہیں ہوئیں۔

فراس نے شعبی کے واسطے سے حضرت جابرؓ سے یہ روایت بیان کی کہ وہ لوگوں کو برابر ناپ کر دیتے رہے یہاں تک کہ ان کا قرض ادا کر دیا، ہشام نے وہب سے روایت بیان کی انہوں نے حضرت جابرؓ سے انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرض خواہ کے لئے کھجور توڑو اور اس کو پورا ادا کرو۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ کیل کی ذمہ داری معطی پر ہے چاہے وہ بائع ہو یا اور کوئی ہو مثلاً دَین کا ادا کرنے والا ہو، یہ ایک قانون کلی ہے، اور کیل ہی کے حکم میں وزن بھی ہے، لہٰذا اگر کسی کے ذمہ وزن ہو تو وزن کی ذمہ داری اور اس کی اجرت اسی شخص پر ہوگی جو دینے والا ہے، بس مختصر یہ ہے کہ جو معطی ہے اس کے ذمہ کیل اور وزن ہے، اب یا تو وہ خود کیل ووزن کرے یا دوسروں کے ذریعہ سے کیل ووزن کرائے، یہی تمام فقہاء امصار کا مسلک ہے۔

**وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ:** مصنف نے یہ بتلا دیا کہ یہ من باب الحذف والایصال ہے اصل میں ہے كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوا لَهُمْ، اسی لئے فرماتے ہیں يَعْنِي كَالُوا لَهُمْ أَوْ وَزَنُوا لَهُمْ۔

**كَقَوْلِهِ يَسْمَعُونَكُمْ، يَسْمَعُونَ لَكُمْ:** یعنی قرآن پاک میں جیسے يَسْمَعُونَكُمْ میں حذف وایصال کیا گیا ہے، اصل میں يَسْمَعُونَ لَكُمْ ہے، لام کو حذف کر کے فعل کو مفعول تک پہنچا دیا گیا ایسے ہی یہاں بھی کیا گیا ہے، مصنف نے اس سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ کیل ووزن معطی کے ذمہ ہے اس واسطے کہ یہ آیت شریفہ بیچنے والوں کے متعلق ہے جو معطی ہوتے ہیں۔

**اكْتَالُوا حَتَّى تَسْتَوْفُوا:** تم لوگ کیل طلب کرو یہاں تک کہ استیفاء کرلو، کیل کہتے ہیں ناپنے کو اور اکتیال کہتے ہیں نپوانے کو، تو معلوم ہوا کہ لینے والے کے ذمہ کیل نہیں ہے بلکہ کیل دینے والے کے ذمہ ہے۔

**وَيُذْكَرُ عَنْ عُثْمَانَ:** یہ حدیث ابن ماجہ، دار قطنی اور بزار نے موصولاً تخریج کی ہے، جب بیچو تو کیل کرو اور جب خریدو تو کیل کراؤ، حضور نے کیل کا خطاب بائع کو کیا ہے جو موفی دَین ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ کیل معطی کے ذمہ ہے۔

**مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيعُهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ:** جو آدمی غلہ فروخت کرے اس کو نہ بیچے یہاں تک

Maktaba Tul Ishaat.com



کہ اس کا استیفاء کرلے یعنی اس کو بائع سے حاصل کرلے یعنی بائع اس کو دے دے، اب بائع کے ذمہ جب دینا ہے اور کیل ذریعہ ہے دینے کا تو کیل بائع کے ذمہ ہوگا۔

**اذْهَبْ فَصَنِّفْ تَمْرَكَ أَصْنَافًا:** حضور ﷺ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ جاؤ اور اپنے تمر کے اصناف کو الگ کرلو، امام نووی نے لکھا ہے کہ مدینہ کے تمور ایک سو بیس (۱۲۰) اقسام پر ہیں، حافظ ابن حجر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی قسمیں اس سے بھی کہیں زیادہ ہیں، عجوہ کا شمار مدینہ کی بہترین تمور میں ہوتا ہے۔

**ثُمَّ قَالَ كِلْ لِلْقَوْمِ:** حضور اکرم ﷺ نے حضرت جابرؓ کو کیل کا امر فرمایا جن کے ذمہ دَین تھا، معلوم ہوا کہ کیل معطی کے ذمہ ہے حضرت جابرؓ کہتے ہیں فَكِلْتُهُمْ حَتَّى أَوْفَيْتُهُمُ الَّذِي لَهُمْ میں نے ان کیلئے کیل کیا۔

**وَبَقِيَ تَمْرِي كَأَنَّهُ لَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ شَيْءٌ:** اور میرا تمر باقی رہا کہ اس میں سے کوئی چیز نہیں گھٹی۔

مطلب یہ ہے کہ بہت کافی حصہ باقی رہ گیا گویا کہ سارا ہی محفوظ رہا، کتنا باقی رہا؟ بعض روایات میں یہ ہے کہ جس پر حضور اکرم ﷺ تشریف فرما تھے اس میں تو کوئی کمی ہی نہیں آئی اور بعض روایات میں ہے کہ تیرہ وسق باقی رہ گیا اور بعض میں یہ ہے کہ بارہ وسق باقی رہ گیا، ان روایات میں تعارض نہیں ہے چونکہ مختلف اصناف کی مختلف ڈھیریں لگی ہوئی تھیں لہذا ممکن ہے کہ جس پر سرور دو جہاں ﷺ نے قدم اقدس رکھا ہوا اس میں تو ذرہ برابر کمی نہ آئی ہو اور بعضوں میں تیرہ وسق رہ گیا ہو اور بعضوں میں سترہ وسق باقی رہ گیا ہو۔

## (ص ۲۸۶) بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْكَيْلِ

۲۱۲۳. حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى ثَنَا الْوَلِيدُ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: كِيلُوا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ.

**ترجمہ:** باب، اس موقع کا بیان جس میں ناپنا مستحب ہے۔

حضرت مقدام بن معدیکربؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنا غلہ ناپا کرو اس سے تمہیں برکت حاصل ہوگی۔

**تشریح:** امام بخاری نے بابِ گزشتہ میں کیلِ واجب کو بیان کیا تھا کہ وہ معطی کے ذمہ ہے چاہے وہ بائع ہو یا دَین کا ادا کرنے والا ہو اور اِس باب سے کیلِ مستحب کو بیان فرما رہے ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com



کونسا کیل مستحب ہے؟ عام شراح ابن بطال وغیرہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے کیل فی النفقات مراد ہے، اور مطلب یہ ہے کہ آدمی کو جب کوئی چیز خرچ کرنی ہو تو ایک اندازہ سے ناپ کر خرچ کرنا چاہئے کیوں کہ بے ترتیب خرچ کرنے سے بعض وقت چیز زائد خرچ ہو جائے گی ضائع ہو جائے گی۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کیل فی المبیعات ہے اور مطلب یہ ہے کہ بیع وشراء میں کیل کرنا چاہئے اور حضور اکرم ﷺ کے حکم کا اتباع کرنا چاہئے، لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ امام بخاری نے اس کے تحت حضرت مقدامؓ کی حدیث ذکر کی ہے كِيلُوا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ یہ حدیث حافظ کی تقریر کے مطابق نہیں پڑتی ہے، مزید یہ ہے کہ مبیعات میں کیل مستحب نہیں ہے بلکہ واجب ہے اس لئے راجح یہ ہے کہ اس سے مراد کیل فی النفقات ہے۔

اب یہاں ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ روایت الباب میں وارد ہے كِيلُوا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ اور دوسری جگہ بخاری شریف ہی میں حضرت عائشہؓ کی حدیث میں وارد ہوا ہے كَانَ عِنْدِي شَطْرُ شَعِيرٍ آكُلُ مِنْهُ حَتَّى طَالَ عَلَيَّ فَكِلْتُهُ فَفَنِيَ یعنی میرے پاس تھوڑا سا جو تھا میں اس سے کھاتی رہی یہاں تک کہ ایک طویل زمانہ گزر گیا میں نے اس کو کیل کر دیا تو جلدی سے ختم ہو گیا۔

علماء نے اس کا جواب دیا ہے کہ اصل میں انہوں نے ماقبی کا کیل کیا تھا، اس صورت میں یہ اکتیال چونکہ اختبار وامتحان کی نیت سے ہوا تھا تو گویا اعتماد اور توکل جاتا رہا اس لئے برکت بھی جاتی رہی۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہاں ترجمہ میں کیل مستحب سے مراد کیل فی النفقات ہے آدمی جو خرچ کرے ناپ کر خرچ کرے اور باقی حصہ کو مجہول چھوڑ دے اللہ پر توکل کرے، اور جہاں بے برکتی ہوئی ہے ماقبی کے کیل کرنے میں ہوئی ہے۔

**كِيلُوا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ:** بزار کی روایت میں بسندِ ضعیف وارد ہوا ہے قوتوا طعامکم، بزار نے ابراہیم بن عبد اللہ بن الجنید سے نقل کیا ہے کہ بعض اہل علم فرماتے تھے کہ اس کی تفسیر تصغیر الارغفہ ہے چھوٹی چھوٹی روٹی پکائی جائے، یہی امام ابن اثیر جزری نے اوزاعی سے نقل کیا ہے، دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ قوتوا طعامکم، کیلوا طعامکم کے ہم معنی ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۸۶) بَاب بَرَكَة صَاعِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم وَمُدِّهِ

فيه عن عائشة عن النبي ﷺ.

٢١٢٤. حَدَّثَنَا مُوسَى ثَنَا وُهَيْبٌ ثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ الأَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لَهَا وَحَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ وَدَعَوْتُ لَهَا فِي مُدِّهَا وَصَاعِهَا مِثْلَ مَا دَعَا إِبْرَاهِيمُ لِمَكَّةَ.

٢١٢٥. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مِكْيَالِهِمْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِي صَاعِهِمْ وَمُدِّهِمْ - يَعْنِي أَهْلَ الْمَدِينَةِ.

**ترجمہ:** باب، پیغمبر ﷺ کے صاع اور اہل مدینہ کے مد کی برکت کا بیان۔

اس باب میں حضرت عائشہؓ نے بھی مرفوع حدیث بیان کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ نے مکہ مکرمہ کو اللہ کے حکم سے حرم قرار دیا اور اس کے لئے دعا کی اور مدینہ منورہ کو (اللہ کے حکم سے) میں حرم قرار دیتا ہوں، جیسے حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کے حرم ہونے کا اعلان کیا اور میں نے اس کے مد اور صاع کے لئے دعا کی جیسے حضرت ابراہیمؑ نے مکہ مکرمہ کے لئے کی۔

حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! اہل مدینہ کے پیمانہ میں برکت عطا فرما، ان کے صاع اور مد میں برکت عطا فرما، آپ نے اس سے اہل مدینہ کو مراد لیا۔

**تشریح:** امام بخاری نے غالباً اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ماقبل میں جس کیل کو موجب برکت بتلایا گیا ہے وہ کیل حضور اکرم ﷺ کے صاع ومد سے کرنا ہے، اگر آپ ﷺ کے صاع یا آپ کے مد سے کیل کیا جائے یا جو صاع ومد آپ کے صاع ومد کے مطابق ہو اس سے کیل کیا جائے تو اس میں برکت ہوگی اور جو اس کے خلاف ہو اس میں برکت نہ ہوگی۔

لیکن روایت الباب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی تحدید نہیں ہے، حضور اکرم ﷺ نے تو مکیال اہل مدینہ کے لئے دعا کی تھی اور یوں فرمایا تھا اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مِكْيَالِهِمْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِي صَاعِهِمْ وَمُدِّهِمْ لہٰذا اہل مدینہ کے صاع ومد سے چاہے وہ حضور ﷺ کے صاع ومد کے مطابق ہو یا اس سے کم وبیش ہو کیل کرنا موجب برکت ہوگا، امام بخاری نے ترجمہ میں صاعِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم وَمُدِّهِ کی تصریح غالباً اس لئے فرمائی ہے کہ اہل

Maktaba Tul Ishaat.com



مدینہ کا صاع ظاہر ہے کہ حضور صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے صاع ومد کے برابر ہی ہوگا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: امام بخاری نے یہ حدیث اسی سند سے کتاب الاعتصام میں تخریج فرمائی ہے اور متن بھی یہی ہے تو یہ حدیث مکرر ہے بیک سند ومتن۔

## (ص ۲۸۶) بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ وَالْحُكْرَةِ

۲۱۲۶. حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مُجَازَفَةً يُضْرَبُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنْ يَبِيعُوهُ حَتَّى يُؤْوُوهُ إِلَى رِحَالِهِمْ.

۲۱۲۷. حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثَنَا وُهَيْبٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى أَنْ يَبِيعَ الرَّجُلُ طَعَامًا حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ، قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: كَيْفَ ذَاكَ؟ قَالَ: ذَاكَ دَرَاهِمُ بِدَرَاهِمَ وَالطَّعَامُ مُرْجَأٌ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: مُرْجَوْنَ مُؤَخَّرُونَ.

۲۱۲۸. حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ.

۲۱۲۹. حَدَّثَنَا عَلِيٌّ ثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: كَانَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ يُحَدِّثُهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ صَرْفٌ؟ فَقَالَ طَلْحَةُ: أَنَا حَتَّى يَجِيءَ خَازِنُنَا مِنَ الْغَابَةِ - قَالَ سُفْيَانُ: هُوَ الَّذِي حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ لَيْسَ فِيهِ زِيَادَةٌ - قَالَ: أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يُخْبِرُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: الذَّهَبُ بِالْوَرِقِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ.

**ترجمہ:** باب، غلے کی بیع اور غلے کے احتکار (عوام کو نقصان پہنچانے کے لئے غلے کو روکنے) کا بیان۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے زمانہ میں دیکھا کہ اندازے سے غلہ خریدنے والوں کو (سزا کے طور پر) مارا جاتا تھا اس بات پر کہ وہ غلے کو اپنے ٹھکانوں تک لانے سے قبل فروخت کریں۔

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص قبضہ سے قبل غلہ خریدے، میں

Maktaba Tul Ishaat.com



نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ایسی صورت میں دراہم کے بدلے دراہم کی بیع ہو جاتی ہے اور غلہ مؤخر ہو جاتا ہے۔

امام بخاری کہتے ہیں کہ مُرْجَوْنَ کے معنی مُؤَخَّرُوْنَ کے ہیں کہ ان کا معاملہ مؤخر کیا جائے گا۔

حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ جس نے غلہ خریدا ہو وہ اس کو قبضے سے قبل فروخت نہ کرے۔

حضرت مالک بن اوسؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے یہ کہا کہ کیا کسی کے پاس دینار سے بدلنے کے لئے درہم ہیں؟ حضرت طلحہؓ نے کہا کہ میرے پاس ہیں (لیکن تمہیں انتظار کرنا ہوگا) یہاں تک کہ جنگل سے ہمارا خزانچی آجائے۔

سفیان بن عیینہ نے کہا کہ ہم نے روایت کے جو الفاظ زہری سے یاد کئے ہیں وہ یہی ہیں اس روایت میں کوئی اضافہ نہیں ہے۔

زہری کہتے ہیں کہ ان کو مالک بن اوس نے خبر دی، انہوں نے حضرت عمر بن خطابؓ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سونا سونے کے بدلے سود ہے مگر جب کہ نقد ہو، گیہوں گیہوں کے بدلے سود ہے مگر جب کہ نقد ہو، کھجور کھجور کے بدلے سود ہے مگر جب کہ نقد ہو، جَو جَو کے بدلے سود ہے مگر جب کہ نقد ہو۔

**تشریح:** ترجمہ کے دو جزء ہیں، ایک بیع الطعام اور دوسرے حکرہ، روایاتِ باب میں بیع الطعام کا ذکر ہے، حاصل اس کا یہ ہے کہ بیع طعام قبل الاستیفاء وایواء الی الرحل جائز نہیں ہے، اس مسئلہ کو میں ان شاء اللہ اگلے باب میں بیان کروں گا کہ آیا طعام کی بیع قبل القبض و قبل الاستیفاء جائز ہے یا جائز نہیں ہے؟

دوسرا جزء ہے وَالْحُكْرَةِ، حکرہ کے معنی لغت میں آتے ہیں سامان کو بیع سے روک لینا، اور اصطلاح میں احتکار وحکرہ یہ کہلاتا ہے کہ گرانی کے زمانہ میں مزید گرانی کی امید پر غلہ کو بلاضرورت روک لینا۔

اس باب میں جو روایات ذکر فرمائی ہیں اس میں حکرہ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، اب امام بخاری کا مقصود کیا ہے؟ اور روایاتِ باب سے وہ مقصود کیسے ثابت ہوتا ہے؟ یہ چیز محتاج تقریر ہے۔

حافظ ابن حجر کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ترجمہ کی دو غرض ہو سکتی ہے اور دونوں متضاد ہیں۔

اول غرض یہ کہ امام بخاری حکرہ کا جواز بیان کرنا چاہتے ہیں اور حضرت معمر بن عبد اللہ عدویؓ کی حدیث عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ کی تردید کرنا چاہتے ہیں، مصنف نے اس کی تردید یوں ثابت فرمائی ہے کہ حضور پاک ﷺ نے تا استیفاءِ طعام بیع سے منع فرمایا ہے، اب یہ جو استیفاء تک بیع کو مؤخر کیا گیا یہ بھی تو تھوڑی دیر کے لئے حبس وحکرہ ہو گیا، معلوم ہو گیا کہ احتکار طعام میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



دوسری غرض حافظ ابن حجر نے بر سبیل احتمال یہ بیان فرمائی ہے کہ احادیث میں جو حکرہ سے منع کیا گیا ہے یہ ایک مخصوص قسم کا حکرہ ہے، تھوڑی دیر کے لئے بیع کو مؤخر کر دینا کہ آدمی نے بائع سے خریدا اور اس کو اس کے بعد اپنے یہاں سے منتقل کیا یہ حکرۂ منہیہ میں داخل نہیں ہے، بلکہ حکرہ جو منہی ہے اس کی حد اور ہے اور وہ دوسری جگہ سے معلوم کی جائے گی اور وہ وہی ہے جو حضراتِ فقہاء نے بیان کی ہے کہ آدمی گرانی کی امید پر ضرورت کے موقع پر غلہ کو روک لے اور فروخت نہ کرے۔

**احتکار کن چیزوں میں متحقق ہوتا ہے؟** احتکار کے مکروہ اور ناجائز ہونے اور حرمت پر اتفاق ہے لیکن اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا کس چیز میں احتکار ناجائز ہے؟ (۱) امام مالک، سفیان ثوری اور قاضی ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ہر شیٔ میں ناجائز ہے جب تک کہ احتکار سے لوگوں کو ضرر ہوتا ہو صرف فواکہ مستثنیٰ ہیں، (۲) امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام محمد فرماتے ہیں کہ اقوات میں احتکار ناجائز ہے، قُوت یعنی غذاء جس پر دار و مدار ہو انسان کا، حنفیہ کے یہاں یہی قول مفتی بہ ہے، اور اگر آدمی کی زمین کا غلہ ہو تو اس میں حضراتِ حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے یہاں احتکار نہیں، آدمی اس کو روک سکتا ہے، اسی طرح سے اگر کوئی آدمی دوسرے شہر سے غلہ لے آیا ہے جس کو مجلوب کہا جاتا ہے تو اس میں بھی احتکار ائمۂ اربعہ کے یہاں ممنوع نہیں ہے، قاضی ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ممنوع ہے، (۳) امام محمد فرماتے ہیں کہ اگر عادتاً دوسرے شہر سے غلہ آتا ہے تب تو اس میں احتکار ناجائز ہے اور اگر عادتاً باہر سے غلہ نہیں آتا ہے تو یہ ناجائز نہیں، صاحب درمختار کہتے ہیں وھو المختار، اسی طرح سے قوتِ بہائم، اعلافِ حیوانات میں حنفیہ کے یہاں احتکار نہیں ہے یہی حنابلہ کا مسلک ہے۔

**نَهٰى أَنْ يَبِيعَ الرَّجُلُ طَعَامًا حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ:** ابن عباسؓ نے حضور اکرم ﷺ کی یہ ممانعت نقل کی کہ آپ نے بیع طعام قبل الاستیفاء سے منع کیا ہے، اس پر طاؤس نے پوچھا کہ حضور نے کیوں منع کیا ہے؟ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اصل میں یہ بیع دراہم کی دراہم سے ہو جائے گی، طعام تو موجود ہے نہیں تو گویا ایک درہم کے بدلے میں دو درہم لے لئے اور یہ رباء کی شکل ہے۔

مثال کے طور پر سمجھئے کہ ایک آدمی بازار جاتا ہے غلہ والے سے دس من غلہ خرید لیا اور پیسے ابھی دیئے نہیں کہ وہیں ہاتھ کے ہاتھ خود اسی بائع کے ہاتھ یا دوسرے کسی آدمی کے ہاتھ اس کو مزید نفع کے ساتھ فروخت کر سکتا

Maktaba Tul Ishaat.com



ہے، دس ہزار روپے کا غلہ لیا تھا اور پندرہ ہزار میں فروخت کر دیتا ہے تو غلہ اس کے ہاتھ میں آیا نہیں مگر اس نے دس ہزار کو پندرہ ہزار میں فروخت کر دیا یہ ربا کی شکل ہے اس لئے شارع علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا ہے۔

روایت میں لفظ مُرْجًا وارد ہوا ہے اور قرآن کا یہ لغت ہے مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللهِ اس لئے امام بخاری کا ذہن ادھر منتقل ہو گیا اور فرمادیا کہ اس کے معنی ہے مُؤَخَّرُوْنَ۔

**مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيعُهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ:** جو آدمی غلہ خریدے اس کو تا آنکہ اپنے قبضہ میں نہ کرلے بیچے نہیں، معلوم ہوا کہ بیع طعام قبل القبض کی گنجائش نہیں ہے اور اتنی دیر کی تاخیر احتکار منہی عنہ میں داخل نہیں ہے۔

**قَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ صَرْفٌ؟** مالک بن اوس فرماتے ہیں مَنْ كَانَ عِنْدَهُ صَرْفٌ؟ کان کی زیادتی اسی طرح ہندوستانی نسخوں میں ہے عام نسخ مصریہ میں یہ زیادتی نہیں اس کے الفاظ ہیں مَنْ عِنْدَهُ صَرْفٌ؟ مطلب یہ ہے کہ کس کے پاس دراہم ہیں جو اس کے بدلہ دنانیر کی بیع صرف کرلے؟ فَقَالَ طَلْحَةُ: أَنَا، طلحہؓ نے فرمایا کہ میں بیع صرف کروں گا لیکن تم اپنی طرف سے پیش کر دو اور اس کا بدلہ میں اس وقت دوں گا جب میرا خازن غابہ سے آجائے گا، غابہ عوالی مدینہ میں مدینہ کے قریب ایک جگہ ہے۔

**قَالَ سُفْيَانُ هُوَ الَّذِي حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ لَيْسَ فِيهِ زِيَادَةٌ:** سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ہم نے زہری سے یہی یاد کیا ہے، یہی کا اشارہ آگے آنے والے مرفوع کلام کی طرف ہے، سفیان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں زہری سے صرف مرفوع حدیث پہنچی ہے اور باقی حصہ ہم کو نہیں پہنچا ہے۔

**لَيْسَ فِيهِ زِيَادَةٌ:** یعنی اس میں مالک بن اوس اور طلحہؓ کی گفتگو کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

**الذَّهَبُ بِالْوَرِقِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ:** سونا چاندی کے بدلہ میں ربا ہے مگر یہ کہ یداً بید ہو، بُر: بُر کے بدلہ میں ربا ہے الا یہ کہ یداً بید ہو الیٰ آخرہ، اس حدیث میں اتنا ہی ہے، دوسرے طریق میں یہ ہے کہ جس وقت مالک بن اوس نے کہا مَنْ عِنْدَهُ صَرْفٌ؟ تو حضرت طلحہؓ نے کہہ دیا أَنَا حَتَّى يَجِيءَ خَازِنُنَا مِنَ الْغَابَةِ تو حضرت عمرؓ نے فوراً روک دیا اور یہ فرمایا کہ تم اس وقت تک مالک بن اوس سے ان کی چیز نہیں لے سکتے جب تک کہ تم فوری طور پر ان کو اس کا بدلہ نہ دے دو، اسلئے کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے الذَّهَبُ بِالْوَرِقِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ۔

Maktaba Tul Ishaat.com



ربا کی دو قسمیں ہیں، ایک ربا فضلی اور دوسرا ربا نسیئہ، ربا فضلی کے واسطے اتحادِ جنس شرط ہے لہٰذا اگر جنس متحد ہو تو ایک طرف زیادتی اور دوسری طرف کمی ناجائز ہے اس لئے چاندی کی بیع چاندی سے متفاضلاً جائز نہیں، دوسرا ہے ربا نسیئہ، ربا نسیئہ میں اختلافِ جنس کو بھی دخل ہے، اگر جنس مختلف ہو جائے تو وہاں بھی ربا ناجائز ہے ہاں البتہ جنس مختلف ہو اور نسیئہ نہ ہو بلکہ نقد معاملہ ہو رہا ہو تو اس صورت میں زیادتی میں کوئی حرج کی بات نہیں، ایک طرف سے ایک اشرفی ہو دوسری طرف سے پندرہ درہم ہوں تو یہ جائز ہے بشرطیکہ نقداً نقدی معاملہ ہو رہا ہو۔

## (ص ۲۸٦) بَابُ بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ وَبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ

۲۱۳۰. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ ثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: الَّذِي حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ سَمِعَ طَاوُسًا يَقُولُ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: أَمَّا الَّذِي نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ فَهُوَ الطَّعَامُ أَنْ يُبَاعَ حَتَّى يُقْبَضَ.

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَلَا أَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا مِثْلَهُ.

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ. زَادَ إِسْمَاعِيلُ: مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ.

**ترجمہ:** باب، قبضے سے قبل غلے کی بیع اور جو چیز تمہارے پاس نہ ہو اس کی بیع کا بیان۔

**تشریح:** امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب میں دو مسئلے ذکر کئے ہیں، ایک مسئلہ بیع الطعام قبل القبض کا جو روایاتِ باب میں مصرح ہے، دوسرا مسئلہ بیع مالیس عند البائع کا ہے جو روایاتِ باب میں مصرح نہیں ہے۔

(۱) چونکہ لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ والی روایت جو سنن میں حکیم بن حزامؓ وغیرہ سے منقول ہے امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں تھی اس لئے اس کو ذکر تو نہیں فرمائی البتہ اس کے مضمون کو اپنی روایت سے ثابت فرمادیا، اس واسطے کہ جب بیع قبل القبض سے منع کیا گیا ہے تو جو چیز انسان کے پاس نہ ہو اس کی بیع بدرجۂ اولیٰ ناجائز ہوگی۔

(۲) بیع قبل القبض منع ہے، اسکی علت کیا ہے؟ وہ علت غرر ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ شئ ضائع ہو جائے۔

پھر اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا بیع قبل القبض صرف طعام ہی کی ممنوع ہے یا اس کے حکم میں ساری چیزیں ہیں یا بعض چیزیں مستثنیٰ ہیں؟

Maktaba Tul Ishaat.com



(۱) امام شافعی اور امام محمد فرماتے ہیں کہ جیسے طعام کی بیع قبل القبض ناجائز ہے ایسے ہی باقی اشیاء کی بھی بیع قبل القبض ناجائز ہے، یہی حضرت ابن عباسؓ کی رائے ہے فرماتے ہیں وَلَا أَحْسَبُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا مِثْلَهُ، (۲) امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ کسی چیز کی بیع قبل القبض جائز نہیں ہے سوائے عقار یعنی زمین کے، اور وجہ یہ ہے کہ اس میں غرر نادر ہوتا ہے، (۳) امام مالک فرماتے ہیں کہ ممانعت صرف طعام کے ساتھ خاص ہے اور باقی اشیاء کی بیع قبل القبض جائز ہے، (۴) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ممانعت مکیل و موزون و معدود کے ساتھ خاص ہے اور باقی اشیاء کی بیع قبل القبض جائز ہے۔

بہر حال ان ائمہ نے یا تو مطلقاً ہر شیٔ کو قبل القبض بیچنے سے منع کیا ہے یا بعض اشیاء کو منع کیا ہے اور بعض کی اجازت دی ہے، لیکن (۵) عثمان بتی فقیہ بصرہ نے سب کے مخالف ایک نیا قول اختیار کیا کہ ہر چیز کی بیع قبل القبض جائز ہے، ان کا یہ قول صریح حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہے، امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے غالباً عثمان بتی پر رد فرمایا ہے۔

**قَالَ الَّذِي حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ سَمِعَ طَاوُسًا يَقُولُ:** غالباً سفیان بن عیینہ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ عمرو بن دینار کی روایت میں بس اتنا ہی مضمون مذکور ہے جو ہم نے نقل کیا ہے یعنی وہ طاؤس عن ابن عباسؓ صرف أَمَّا الَّذِي نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ فَهُوَ الطَّعَامُ أَنْ يُبَاعَ حَتَّى يُقْبَضَ نقل کرتے ہیں۔

لیکن عمرو بن دینار کے علاوہ دوسرے حضرات طاؤس سے جب روایت نقل کرتے ہیں تو اس میں کچھ زیادتی بھی نقل کرتے ہیں، مثلاً یہی کہ طاؤس نے ابن عباسؓ سے یہ پوچھا کہ بیع الطعام قبل القبض سے کیوں منع کیا گیا ہے؟ تو حضرت ابن عباسؓ نے اس کا جواب دیا ذَاكَ دَرَاهِمُ بِدَرَاهِمَ وَالطَّعَامُ مُرْجَأٌ جیسا کہ بابِ گزشتہ میں ابھی بطریق وہیب عن ابن طاؤس عن ابیہ عن ابن عباس گزر چکا ہے۔

**مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ:** اسماعیل کی روایت میں ہے فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ۔

یہ جو مصنف زَادَ إِسْمَاعِيلُ کہہ رہے ہیں اس سے کونسی زیادتی مراد ہے؟ کچھ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے اس واسطے کہ دونوں روایتیں عبد اللہ بن مسلمہ اور اسماعیل بن ابی اویس کی یکساں معلوم ہوتی ہیں، غالباً زیادتی سے بخاری کی مراد یہ ہے کہ عبد اللہ بن مسلمہ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ کہہ رہے ہیں اور اسماعیل بن ابی اویس حَتَّى يَقْبِضَهُ کہہ

Maktaba Tul Ishaat.com



رہے ہیں، لفظ استیفاء سے لفظِ قبض زیادہ انص علی المراد ہے یعنی اس سے مدعا زیادہ واضح طور پر سمجھ میں آتا ہے۔

## (ص ۲۸۶) بَابُ مَنْ رَأَى إِذَا اشْتَرَى طَعَامًا جِزَافًا أَنْ لَا يَبِيعَهُ حَتَّى يُؤْوِيَهُ إِلَى رَحْلِهِ وَالْأَدَبِ فِي ذَلِكَ

۲۱۳۱. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عبد الله بْنَ عُمَرَ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ النَّاسَ فِي عَهْدِ النبي ﷺ يَبْتَاعُونَ جِزَافًا - يَعْنِي الطَّعَامَ - يُضْرَبُونَ أَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِمْ حَتَّى يُؤْوُوهُ إِلَى رِحَالِهِمْ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ جو شخص غلہ اندازے سے خریدے وہ اس کو اپنے ٹھکانے پر لانے سے قبل فروخت نہ کرے اور اس کے خلاف کرنے پر تادیب کا بیان۔

**تشریح:** طعام کی بیع دو طرح ہوتی ہے، کبھی کیل و وزن کے ساتھ اور کبھی یوں ہی اٹکل کے ساتھ۔ اگر کیل و وزن کے ساتھ ہو تو اس کا حکم معلوم ہو گیا کہ اس کی بیع قبل القبض جائز نہیں ہے، لیکن اگر اٹکل کے ساتھ بیع ہوئی ہے تو آیا مشتری قبل القبض اس کی بیع کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، جمہور علماء فرماتے ہیں کہ جیسے مکیل و موزون کی بیع قبل القبض جائز نہیں ہے ایسے ہی جزاف و اٹکل کی بیع بھی قبل القبض جائز نہیں، امام مالک مشہور قول میں اور امام اوزاعی، اسحاق بن راہویہ، احمد بن حنبل ایک روایت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ممانعت مکیل و موزون کے ساتھ خاص ہے جزاف کے ساتھ نہیں، لہذا اگر کوئی جزافاً اور اٹکل سے کوئی چیز خریدے تو اس کی بیع قبل القبض جائز ہے، امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے جمہور کی تائید کی ہے اور مجوزین پر رد فرمایا ہے۔

**حَتَّى يُؤْوِيَهُ إِلَى رَحْلِهِ:** ایواء الی الرحل کی قید جمہور کے یہاں معتبر نہیں، حدیث میں یہ قید اس لئے لگی ہے کہ عام طور سے ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جب کوئی چیز خریدتا ہے تو اپنے مکان منتقل کر دیتا ہے، ورنہ مقصود یہ ہے کہ مشتری ایک چیز خرید کر اپنے قبضہ میں کر لے یعنی ایسی جگہ پر منتقل کر دے جو بائع کے قبضہ میں نہ ہو اور اس کے تصرف میں نہ ہو۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**وَالْأَدَبِ فِي ذَلِكَ:** یعنی اگر کوئی اس کے خلاف کرے تو اس کو زجر وسرزنش کی جائے، تادیب کی جائے، تعزیر کی جائے۔

## (ص ۲۸۷) بَابُ إِذَا اشْتَرَى مَتَاعًا أَوْ دَابَّةً فَوَضَعَهُ عِنْدَ الْبَائِعِ أَوْ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ

وقال ابن عمر: ما أدركت الصفقة حيًّا مجموعًا فهو من المبتاع.

۲۱۳۲ . حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَقَلَّ يَوْمٌ كَانَ يَأْتِي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ إِلاَّ يَأْتِي فِيهِ بَيْتَ أَبِي بَكْرٍ أَحَدَ طَرَفَيِ النَّهَارِ، فَلَمَّا أُذِنَ لَهُ فِي الْخُرُوجِ إِلَى الْمَدِينَةِ لَمْ يَرُعْنَا إِلاَّ وَقَدْ أَتَانَا ظُهْرًا فَخُبِّرَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ: مَا جَاءَنَا النَّبِيُّ ﷺ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ إِلاَّ مِنْ حَدَثٍ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ لأَبِي بَكْرٍ: أَخْرِجْ مَا عِنْدَكَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَايَ - يَعْنِي عَائِشَةَ وَأَسْمَاءَ - قَالَ: أَشَعَرْتَ أَنَّهُ قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ قَالَ: الصُّحْبَةَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: الصُّحْبَةَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ عِنْدِي نَاقَتَيْنِ أَعْدَدْتُهُمَا لِلْخُرُوجِ فَخُذْ إِحْدَاهُمَا، قَالَ: قَدْ أَخَذْتُهَا بِالثَّمَنِ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ جب کوئی سامان یا جانور خریدے اور اس کو بائع کے پاس ہی رکھ دے (اور وہ مبیع ضائع ہو جائے یا عیب دار ہو جائے) یا قبضے سے قبل (وہ مبیع اگر جاندار تھی) مر جائے تو کیا حکم ہے؟

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جس چیز میں عقد بیع اس حال میں ہو کہ وہ چیز زندہ اور مکمل ہو تو وہ خریدار کا مال سمجھی جائے گی۔

دوسری روایت کا ترجمہ باب المسجد یکون فی الطریق من غیر ضرر بالناس میں گزر چکا

**تشریح:** یہاں ترجمہ میں تین نسخے ہیں۔

(۱) پہلا نسخہ شروح کا ہے إِذَا اشْتَرَى مَتَاعًا أَوْ دَابَّةً فَوَضَعَهُ عِنْدَ الْبَائِعِ أَو مَاتَ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ، اگر کسی آدمی نے کوئی سامان یا جانور خرید ا اور اسکو بائع کے پاس چھوڑ دیا یا وہ سامان قبل القبض ہلاک ہو گیا تو کس کا نقصان ہوا؟

(۲) دوسرا نسخہ محشی نے نقل کیا ہے إِذَا اشْتَرَى مَتَاعًا أَوْ دَابَّةً فَوَضَعَهُ عِنْدَ الْبَائِعِ فضاع أَوْ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ، اس نسخہ میں ضاع ہے أی فضاع المتاع أو مات أی هلكت الدابة قبل القبض فالضمان علی من؟ أعلی المشتری أو علی البائع؟

Maktaba Tul Ishaat.com



ان دونوں ترجموں کا مقصد مصنف نے ابن عمرؓ کا اثر مَا أَدْرَكَتِ الصَّفْقَةُ حَيًّا مَجْمُوعًا فَهُوَ مِنَ الْمُبْتَاعِ نقل کر کے یہ بتلا دیا کہ مشتری کا مال ضائع ہوا۔

(۳) تیسرا نسخہ ہندوستانی ہے إِذَا اشْتَرَى مَتَاعًا أَوْ دَابَّةً فَوَضَعَهُ عِنْدَ الْبَائِعِ فَبَاعَ أَوْ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ اگر کسی نے کوئی سامان یا دابہ خریدا اور اس کو بائع کے پاس چھوڑ دیا پھر مشتری نے اس چیز کو بیچ ڈالا یعنی اس میں تصرف فی المبیع کیا یا وہ شیئ مر گئی یعنی ہلاک ہو گئی بائع کے پاس ہوتے ہوئے قبل قبض المشتری تو کس کا مال ضائع ہوا؟ ابن عمرؓ کے اثر سے معلوم ہوا کہ مشتری کا مال ضائع ہوا۔

بہر حال امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ اگر مبیع قبل القبض ہلاک ہو جائے تو کس کا مال ضائع ہوا؟ بائع کا مال ضائع ہوا یا مشتری کا؟ یا اس میں کوئی تفصیل ہے؟ اس میں علماء کے چار قول ہیں۔

(۱) امام ابو حنیفہ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ بائع کا مال ضائع ہوا ہے، (۲) اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ مشتری کا مال ضائع ہوا ہے یہی بخاری کا رجحان ہے، (۳) امام مالک فرماتے ہیں کہ اشیاء دو طرح کی ہیں، ظاہر الہلاک اور خفی الہلاک، ظاہر الہلاک جیسے حیوانات ہیں اور خفی الہلاک جیسے غلہ اور کپڑا ہے، جس چیز کا ہلاک ظاہر ہو وہ تو مشتری کا مال ہے اور جس چیز کا ہلاک خفی ہو وہ بائع کا مال ہے، لہذا اگر نقصان ہو گیا اور بائع کہتا ہے کہ جو غلہ خریدا تھا نہیں رہا ختم ہو گیا تو بائع کا نقصان ہوا، اور اگر جانور مر گیا دنیا دیکھ رہی ہے کہ واقع میں مرا ہوا ہے تو اس صورت میں مشتری کا مال ضائع ہوا، (۴) امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اگر مکیل یا موزون یا معدود ہو تب بائع کے مال کا نقصان ہوا اور اس کے ماسوا اگر ہو تو وہ مشتری کا مال ہے اور اس کا نقصان ہوا۔

**وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَا أَدْرَكَتِ الصَّفْقَةُ حَيًّا مَجْمُوعًا فَهُوَ مِنَ الْمُبْتَاعِ:** یہ اثر امام طحاوی نے معانی الآثار اور مشکل الآثار میں موصولاً روایت فرمایا ہے، جس چیز پر صفقہ واقع ہو دراں حالے کہ وہ زندہ ہو اور سالم من المعائب ہو تو وہ مشتری کا مال ہے، لہذا بیع کے بعد وہ مشتری کا مال بن چکا، اگر اس پر کوئی ضرر اور آفت آتی ہے تو مشتری کا مال ضائع ہوا۔

**قَالَ قَدْ أَخَذْتُهَا بِالثَّمَنِ:** حضور اکرم ﷺ نے ناقہ خرید کر حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس ہی چھوڑ دی، اس سے معلوم ہوا کہ سامان خرید کر اگر بائع کے پاس چھوڑ دیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، یہ ہے

Maktaba Tul Ishaat.com



ترجمہ کا جزء اول، اب رہا جزء ثانی وہ یہ ہے کہ سامان یا جانور قبل القبض ہلاک ہو جائے تو کس کا نقصان ہوا؟ امام بخاری نے اس میں کوئی فیصلہ نہیں فرمایا ہے لیکن ابن عمرؓ کا اثر ذکر کرنا اس بات کی طرف مشیر ہے کہ ان کے نزدیک مشتری کے مال کا نقصان ہوا، روایت مرفوعہ سے یہ مضمون کیسے ثابت ہوتا ہے؟

(۱) بعض شارحین فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے استدلالی طور پر ثابت کیا ہے، اس لئے کہ سرکار دوعالم ﷺ سے یہ بعید ہے کہ آپ نے ناقہ خرید کر صدیق اکبرؓ کے پاس چھوڑ دی ہو اور اگر وہ ناقہ ضائع ہو جاتی تو آپ یہ فرمادیتے کہ ثمن تمہارا ضائع ہوا اس لئے کہ ناقہ تمہارے پاس ضائع ہوئی ہے۔

(۲) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اشْتَرَى مَتَاعًا أَوْ دَابَّةً فَوَضَعَهُ عِنْدَ الْبَائِعِ کو روایت الباب سے ثابت کیا ہے، اب رہ جاتا ہے دوسرا اجزء أَوْ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ اس کو مصنف نے بر سبیل احتمال ذکر فرمایا ہے، لہٰذا بخاری کے ذمہ قطعی طور پر یہ بات نہیں ڈالی جاسکتی ہے کہ وہ اس مسئلہ میں اس بات کے قائل ہیں کہ اگر موت قبل القبض ہو جائے تو مشتری کا مال گیا، لیکن ابن عمرؓ کا اثر لانا اس بات کی طرف مشیر ہے کہ ان کی رائے یہی ہے کہ مشتری کے مال کا نقصان ہوا ہے۔

(۳) ہمارے حضرت شیخ دامت برکاتہم ارشاد فرماتے ہیں کہ امام بخاری کا ترجمہ سے مقصود صرف یہ بتلانا ہے کہ اگر کوئی سامان یا جانور خرید کر بائع کے پاس چھوڑ دیا جائے تو یہ جائز ہے، آگے بخاری ایک اور بات کہتے ہیں باع أَوْ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ یعنی مشتری نے اس میں کوئی تصرف کر لیا یا وہ سامان ہلاک ہو گیا تو کس کا ہلاک ہوا؟ اس کا جواب ابن عمرؓ کے اثر سے معلوم ہو گیا کہ مشتری کے مال کا نقصان ہوا۔

## (ص ۲۸۷) بَابُ لَا يَبِيعُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا يَسُومُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ حَتَّى يَأْذَنَ لَهُ أَوْ يَتْرُكَ

۲۱۳۳. حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ.

۲۱۳۴. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ ثَنَا سُفْيَانُ ثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ

Maktaba Tul Ishaat.com



أَخِيهِ، وَلَا تَسْأَلُ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَكْفَأَ مَا فِي إِنَائِهَا.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ اپنے بھائی کی بیع پر بیع اور اس کے بھاؤ تاؤ پر بھاؤ تاؤ نہیں کرنا چاہئے، ہاں اگر وہ اجازت دے دے یا معاملہ ترک کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال فروخت کرے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ (گاہک کو دھوکہ دینے کے لئے) قیمت بڑھا کر نہ لگاؤ، اور فرمایا کہ بھائی کی بیع پر بیع اور بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح نہ دو، اور فرمایا کہ عورت (کسی شادی شدہ شخص سے نکاح کے لئے شرط کے طور پر) اپنی بہن (سوتن) کو طلاق دینے کا مطالبہ نہ کرے اس خیال سے کہ اس کے برتن میں جو کچھ ہے اس کو (اپنے برتن میں) الٹ لے۔

**تشریح:** کسی کی بیع پر بیع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی نے ایک شخص سے کوئی سامان خریدا بشرط الخیار اب دوسرا آدمی مشتری سے آکر یہ کہتا ہے کہ یہ بیع فسخ کر دے اور یہی سامان میں تیرے ہاتھ پہلے سے زیادہ سستا دے دوں گا، اسی طرح شراء علی شراء اخیہ منہی عنہ ہے جس کی شکل یہ ہے کہ بائع کو اختیار ہو اور دوسرا مشتری آتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ تم بیع فسخ کر دو یہی سامان میں تم سے پہلے سے زیادہ قیمت دے کر لے لوں گا۔

سوم علی سوم اخیہ یہ ہے کہ دو آدمی بھاؤ تاؤ کر رہے ہیں مشتری کا رجحان ہو گیا اس کے بعد تیسرا آدمی خریدنے کے لئے داخل ہو جاتا ہے، یہ صورت بلکہ تینوں صورتیں بالاتفاق منہی عنہ ہیں، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر اس طرح سے بیع واقع ہو گئی تو صحیح ہو گی یا نہیں؟ (۱) امام شافعی اور امام ابو حنیفہ صحت کے قائل ہیں، (۲) داؤد ظاہری کہتے ہیں کہ یہ بیع باطل ہے اس لئے کہ منہی عنہ ہے، (۳) امام احمد اور امام مالک کے دونوں قول ہیں جواز اور عدم جواز کے۔

عدم جواز کے قائلین منع کے اطلاق سے استدلال کرتے ہیں اور بظاہر مصنف کا رجحان بھی کچھ اس طرف ہے، جواز کے قائلین یہ کہتے ہیں کہ یہاں پر ممانعت کا تعلق ذات مال سے نہیں ہے بلکہ خارج امر سے ہے کہ دوسرے کو اذیت پہنچے گی اس واسطے اس بیع میں کراہت کا ارتکاب لازم آئے گا، مگر چونکہ عوضین میں کوئی خرابی نہیں ہے لہذا بیع فاسد نہیں ہو گی بلکہ صحیح ہو جائے گی۔

امام بخاری پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ انہوں نے اس باب میں دو روایتیں ایک ابن عمرؓ اور دوسری ابو ہریرہؓ سے

Maktaba Tul Ishaat.com



نقل کی ہیں دونوں میں بیع علی بیع اخیہ کی ممانعت تو مذکور ہے لیکن سوم علی سوم اخیہ کی ممانعت مذکور نہیں ہے۔

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ لَا يَبِيعُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ کی تفسیر میں شراح حدیث کے تین قول ہیں، (۱) قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بیع ہی ہے جس کو بیچنا کہتے ہیں، (۲) ابن حبیب مالکی فرماتے ہیں کہ اس سے شراء مراد ہے جس کو خریدنا کہتے ہیں، (۳) امام مالک سے منقول ہے کہ اس سے مراد سوم یعنی بھاؤ تاؤ کرنا ہے۔

مگر اس جواب پر اشکال یہ ہے کہ امام بخاری نے ترجمہ میں دو جزء ذکر کئے ہیں، اگر بیع سے مراد سوم لیا جائے تو پھر جزء اول بیع علی بیع اخیہ کی ممانعت ثابت نہیں ہوگی۔

اس لئے صحیح جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے بعض دیگر روایات کی طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ کتاب الشروط میں ایک روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے آرہی ہے اس میں سوم علی سوم اخیہ کی ممانعت بھی وارد ہوئی ہے۔

**لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ:** میں ابھی بتا چکا کہ حدیث کی شرح میں شراح حدیث اور ائمہ کے تین قول ہیں، پھر اخ سے مراد مسلم ہے مگر اس میں اختلاف ہے کہ بیع أخیہ میں اخ سے مراد اخ مسلم ہے؟ اور یہ قید احترازی ہے یا اتفاقی؟ اوزاعی اور ابو عبید بن حربویہ جو اکابرِ شافعیہ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ یہ قید احترازی ہے، لہٰذا اگر کسی ذمی کی بیع پر بیع کرنا ہو تو جائز ہے، جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ قید اتفاقی ہے احترازی نہیں ہے چونکہ عام طور سے دار الاسلام میں مسلمانوں کی بیع ہوا کرتی ہے لہٰذا وہاں پر بیع علی بیع اخیہ عامۃ الوجود ہے اس واسطے اس کا تذکرہ کر دیا گیا، یا مزید شناعت وقباحت بتلانا مقصود ہے۔

**عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ:** اس حدیث پاک میں کئی احکام مذکور ہیں۔

(۱) بیع حاضر للبادی کا ترجمہ مستقل ایک ورق بعد آرہا ہے۔

(۲) وَلَا تَنَاجَشُوا نجش کی ممانعت اسی صفحہ پر ایک باب کے بعد آرہی ہے۔

(۳) وَلَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ یہ ہے مقصود بذکرہ۔

(۴) وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ اس کا تعلق ابواب نکاح سے ہے وہاں بھی "رکون" یعنی رجحان کی قید کو ملحوظ رکھا ہے، اور اگر رجحان نہ ہو یوں ہی باتیں چل رہی ہوں، پیغامات آرہے ہوں تو پھر گنجائش ہے۔

(۵) وَلَا تَسْأَلُ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَكْفَأَ مَا فِي إِنَائِهَا کوئی عورت کسی خاطب سے یوں نہ کہے کہ صاحب!

Maktaba Tul Ishaat.com



میں تمہارے ساتھ نکاح اس وقت کروں گی جب تم اپنی پہلی بیوی کو طلاق دو، عورتیں یہ طلاق اس وقت چاہا کرتی ہیں جب ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ خاوند جو کچھ کمائے سب میرے ہاتھ میں آئے۔ لِتَكْفَأَ مَا فِي إِنَائِهَا تاکہ الٹ لے جو کچھ اس دوسری کے برتن میں ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر ایک کو اس کی تقدیر سے ملتا ہے۔

## (ص ۲۸۷) بَابُ بَيْعِ الْمُزَايَدَةِ

**وقال عطاء: أدركت الناس لا يرون بأسا ببيع المغانم فيمن يزيد.**

**۲۱۳۵. حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَا عَبْدُ اللهِ أَنَا الْحُسَيْنُ الْمُكْتِبُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَجُلاً أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ فَاحْتَاجَ، فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي؟ فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بِكَذَا وَكَذَا فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ.**

**ترجمہ:** باب، نیلامی کی بیع کا بیان، حضرت عطاء نے بیان کیا کہ میں نے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ مالِ غنیمت کو بولی لگا کر فروخت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے اپنے ایک غلام کو مدبر بنایا پھر وہ ضرورت مند ہو گیا تو نبی کریم ﷺ نے اس کو لیا اور فرمایا کہ اس کو مجھ سے کون خریدے گا؟ تو اس کو نعیم بن عبد اللہؓ نے اتنے اتنے (آٹھ سو درہم) میں خرید لیا اور آپ ﷺ نے اس (ثمن) کو ان (مالک) کے حوالے کر دیا۔

**تشریح:** بیع مزایدہ یعنی نیلام کی بیع، نیلام کی بیع میں علماء کے تین قول ہیں، (۱) ائمہ اربعہ فرماتے ہیں کہ جائز ہے، (۲) ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے، (۳) اوزاعی اور اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ غنائم و مواریث میں جائز ہے، امام بخاری کا رجحان بظاہر ائمہ اربعہ کے قول کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن مصنف کا عطاء کے قول أَدْرَكْتُ النَّاسَ لَا يَرَوْنَ بَأْسًا بِبَيْعِ الْمَغَانِمِ فِيمَنْ يَزِيدُ کا ذکر بظاہر کچھ قول ثالث کی طرف مشیر ہے۔

اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ مصنف نے عطاء کا قول صرف یہ بتلانے کے لئے ذکر کیا ہو کہ بیع مزایدہ معروف تھی اور مغانم کی تصریح اس لئے کی کہ عام طور سے غنائم ہی میں یہ بیع واقع ہوا کرتی تھی، اسی وجہ سے بعض روایات میں وارد ہوا ہے نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يَبِيعَ أَحَدُكُمْ عَلَى بَيْعِ أَحَدٍ حَتَّى يَذَرَ إِلَّا الْغَنَائِمَ وَالْمَوَارِيثَ أخرجه ابن خُزَيْمَة وابن الْجَارُودِ چونکہ عام طور سے بیع من یزید یعنی نیلام کی بیع غنائم و مواریث

Maktaba Tul Ishaat.com



میں ہوتی ہے اس لئے حدیث کی تخصیص کی گئی ہے۔

ابراہیم نخعی نے جو مطلقاً کراہت کا قول اختیار کیا ہے اس کی دلیل مسند بزار کی ایک روایت ہے أن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نهى عن بيع المزايدة مگر یہ روایت ثابت نہیں اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے، امام بخاری نے ترجمہ سے غالباً اس کی تردید فرمائی ہے اور جمہور کی تائید کی ہے۔

نیلام کی بیع: بیع علی بیع اخیہ میں داخل نہیں، گویا یہ بیع: بیع علی بیع اخیہ سے بمنزلہ استثناء کے الگ کرلی گئی ہے، بیع مزایدہ کے سلسلہ میں سنن ابوداؤد وترمذی وغیرہ میں ایک صریح روایت وارد ہوئی ہے کہ ایک صحابی نے حضور کے یہاں افلاس کا شکوہ کیا، حضور نے فرمایا کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ انہوں نے ایک چٹائی اور ایک پیالہ پیش کیا، آپ نے فرمایا مَنْ يَشْتَرِي هَذَا الحلس والقدح؟ ایک صحابی نے ایک درہم پیش کیا، آپ نے فرمایا مَنْ يَزِيدُ عَلَى دِرْهَمٍ؟ دوسرے صحابی نے دو درہم پیش کر دیئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو درہم میں اس کو فروخت کر دیا قال الترمذی هذا حديث حسن۔

**أَنَّ رَجُلاً أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ:** آزاد کرنے والے 'ابو مذکور' ہیں اور جس غلام کو مدبر بنایا تھا ان کا نام 'یعقوب قبطی' ہے۔

**فَقَالَ مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي؟** امام اسماعیلی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس روایت میں بیع مزایدہ کا کوئی ذکر ہی نہیں؟ علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي کہنا اور سامان کو استقصاء کے لئے پیش کرنا دلیل ہے کہ یہ بیع مزایدہ تھی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ مفالیس کی بیع ہے اور مفلسین کی بیع عام طور سے مزایدہ اور نیلام ہی کے لئے ہوتی ہے اور مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ مفلس کو زائد سے زائد نفع پہنچ جائے۔

**فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بِكَذَا وَكَذَا:** نعیم بن عبد اللہ نے ان کو آٹھ سو درہم میں خرید لیا، اس سے بیع مدبر کا مسئلہ بھی نکلتا ہے میں یہ مسئلہ مسلم میں بیان کر چکا ہوں اور ان شاء اللہ آئندہ جہاں آئے گا وہاں بیان کروں گا۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۸۷) بَابُ النَّجْشِ

ومن قال: لايجوز ذالك البيع، وقال ابن أبي أوفى: الناجش آكل الربا، خائن، وهو خداع باطل لا يحلّ. قال النبي ﷺ: الخديعة في النار، ومن عمل عملًا ليس عليه أمرنا فهو ردّ.

٢١٣٦. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ عَنِ النَّجْشِ.

**ترجمہ:** باب، نجش یعنی مشتری کو دھوکہ دینے کے لئے سامان کی زیادہ قیمت لگانے کا بیان، نیز اس شخص کے موقف کا بیان جو یہ کہتا ہے کہ اس طرح کی بیع درست نہیں، حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰؓ نے بیان کیا کہ نجش کرنے والا سود کھانے والے اور خیانت کرنے والے کے حکم میں ہے اور ایسا کرنا دھوکہ دہی ہے اور باطل ہے، حلال نہیں ہے، پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ دھوکہ دہی جہنم میں ہے اور جس نے کوئی ایسا کام کیا جو ہمارے دین میں نہیں وہ اس کے منھ پر مار دیا جائے گا۔

حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ پیغمبر ﷺ نے نجش سے منع فرمایا ہے۔

**تشریح:** النَّجْشُ و النَّجَشُ جیم کا سکون اور فتح دونوں جائز ہے، لغت میں نجش بولا جاتا ہے شکار کے ابھارنے کو تاکہ شکاری اس کا شکار کرلے، اصطلاحِ بیوع میں نجش یہ ہے کہ آدمی ثمن میں اضافہ کرتا جائے اور خریدنے کا ارادہ نہ ہو بلکہ مقصود یہ ہو کہ مشتری کو دھوکہ لگ جائے اور زیادہ دام میں خریدلے۔

نجش کی تین شکلیں ہیں، (۱) بائع کسی کو پہلے ہی سے متعین کرلے اس صورت میں دونوں گنہگار ہوں گے، (۲) بلا تعین کے ہی آدمی خواہ مخواہ ثمن میں اضافہ کر رہا ہے اس صورت میں ناجش گنہگار ہوگا، (۳) بائع خود ہی اپنی طرف سے ثمن میں اضافہ کردے مثلاً جھوٹ میں یوں کہہ دے کہ میں نے اتنے کی خریدی ہے، مشتری بیچارا مجبور ہو کر اس سے کچھ زائد میں خریدلے، اس صورت میں بائع گنہگار ہوگا۔

نجش کی حرمت پر اتفاق ہے لیکن اگر عقد ہوگیا تو اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

علماء کے اس میں چار قول ہیں، (۱) امام ابو حنیفہ، شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ عقد صحیح ہوگیا، (۲) ظاہر یہ کہتے ہیں کہ یہ عقد صحیح نہیں ہوگا یہی امام مالک کی ایک روایت ہے، (۳) امام احمد بن حنبل کا مشہور قول یہ ہے کہ اگر بائع کی مواطات یعنی موافقت ہو کہ اس نے دلّال کو تیار کیا ہو اس کی وجہ سے یہ صورت پیش آئی ہے تو یہ ناجائز ہے، (۴) مالکیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ ایسی صورت میں مشتری کو اختیار ہوگا چاہے بیع باقی رکھے اور چاہے بیع فسخ کردے، یہی شافعیہ کی ایک وجہ ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**وَمَنْ قَالَ لَا يَجُوزُ ذٰلِكَ الْبَيْعُ:** مصنف نے یہ فرما کر داؤد ظاہری کی تائید کی ہے۔

**وَقَالَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى: النَّاجِشُ آكِلُ رِبًا خَائِنٌ:** اس کو مصنف نے آئندہ موصولاً تخریج فرمایا ہے، ابن ابی اوفیٰؓ کہتے ہیں کہ ناجش آکل ربا خائن ہے، آکل ربا اس لئے قرار دیا ہے کہ جیسے سود خوار بلا کسی چیز کے زیادتی لیتا ہے ایسے ہی ناجش بھی بعض وقت نجش پر کچھ پیسے لیتا ہے تو یہ سود کا درجہ رکھتا ہے، خائن دھوکے باز۔

**وَهُوَ خِدَاعٌ بَاطِلٌ لَا يَحِلُّ:** یہ امام بخاری کا تفقہ اور ان کا قول ہے۔

**قَالَ النَّبِيُّ ﷺ الْخَدِيعَةُ فِي النَّارِ:** یہ روایت ابن عدی نے کتاب الکامل میں موصولاً تخریج کی ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں بلفظ المکر والخدیعة فی النار روایت فرمایا ہے۔

**وَمَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ:** یہ حدیث بخاری اور مسلم میں وارد ہوئی ہے۔

**نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ النَّجْشِ:** ایک حدیث میں ہے وَلَا تَنَاجَشُوا تم لوگ نجش نہ کرو۔

اس کے اطلاق سے داؤد ظاہری نے عدم جواز پر استدلال کیا ہے، جمہور علماء جو بیع کی صحت کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ یہاں پر نفس عوضین میں کوئی خرابی نہیں ہے خرابی خارج سے آئی ہے اس لئے اگر متعاقدین راضی ہو جائیں گے تو بیع باقی رہے گی صحیح ہو جائے گی البتہ یہ فعل گنہگار ہونے کا سبب بنے گا۔

## (ص ۲۸۷) بَابُ بَيْعِ الْغَرَرِ وَحَبَلِ الْحَبَلَةِ

**۲۱۳۷. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ وَكَانَ بَيْعًا يَتَبَايَعُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الْجَزُورَ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ ثُمَّ تُنْتَجَ الَّتِي فِي بَطْنِهَا.**

**ترجمہ:** باب، دھوکہ کی بیع اور حمل کے حمل کی بیع کا بیان۔

حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حمل کے حمل کی بیع سے منع فرمایا، یہ ایک قسم کی بیع تھی جس کو زمانہ جاہلیت میں لوگ کیا کرتے تھے کہ ایک شخص اونٹ خریدتا تھا اور ثمن کی ادائیگی کی مدت یہ ہوتی تھی کہ اونٹنی بچہ جنے پھر وہ بچہ جو کہ ابھی شکم مادر میں ہے بڑا ہونے کے بعد بچہ جنے۔

**تشریح:** غرر کہتے ہیں دھوکہ کو، بیع غرر ہر وہ بیع کہلاتی ہے جس میں دھوکہ ہو جیسے سمک فی الماء کی بیع،

Maktaba Tul Ishaat.com



طیر فی الہواء کی بیع، لبن فی الضرع کی بیع، حمل کی بیع، یہ قاعدۂ کلیہ ہے، مصنف نے جو روایت ذکر کی ہے اس سے ترجمہ کا دوسرا اجزء یعنی بیع حبل الحبلہ کا ثبوت ہوتا ہے البتہ چونکہ اس میں غرر ہے لہذا اسی سے بیع غرر کا بھی حکم نکل آتا ہے، ویسے بیع غرر کی ممانعت کے سلسلہ میں خاص طور سے مسلم وغیرہ میں ایک مستقل روایت نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ وارد ہوئی ہے۔

وَحَبَلِ الْحَبَلَةِ: حَبَلِ حاء اور باء دونوں کے فتحہ کے ساتھ اور بعضوں نے حَبْل بفتح الحاء وسکون الباء پڑھا ہے، قاضی عیاض وغیرہ نے اس کو غلط قرار دیا ہے، حَبَلة جمع ہے حابل کی بمعنی حامل، حبل کا اطلاق آدمیات میں ہوتا ہے اور حمل کا اطلاق آدمیات اور غیر آدمیات دونوں میں ہوتا ہے، امام نووی نے اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ حبل آدمیات کے ساتھ خاص ہے، ابو عبید کہتے ہیں کہ سوائے حدیث باب کے اور کہیں بھی حبل کا اطلاق غیر آدمی میں وارد نہیں ہوا ہے لیکن صاحب محکم وغیرہ نے غیر انسان میں بھی حبل کا اطلاق ثابت فرمایا ہے۔

بیع حبل الحبلہ سے کیا مراد ہے؟

علامہ ابن التین نے خلاصہ کے طور پر لکھا ہے کہ اس میں چار قول ہیں، (۱) یا اس سے مراد بیع جنین ہے، (۲) یا یہ بیع الی اجل ہے، پھر اگر بیع الی اجل ہو تو اس صورت میں غایت، (۳) یا ولادۃ الام ہوگی، (۴) یا ولادۃ ولد الام ہوگی، یہ احتمال بیع الی اجل کا حضرت ابن عمرؓ اور امام مالک سے منقول ہے اور یہی امام شافعی سے مروی ہے اور اجل ولادۃ الولد ہے یا ولادۃ ولد الولد ہے۔

مثلاً ایک آدمی کسی کو اپنا سامان فروخت کرتا ہے مگر مشتری یہ کہتا ہے کہ اس کی قیمت اس وقت ادا کروں گا جب اس اونٹنی کے بچہ پیدا ہو جائے یا اس بچہ کے بچہ پیدا ہو جائے، یہ بیع الی اجل ہے۔

اور اگر بیع الجنین مراد ہو تو اس میں بھی دو احتمال ہے، یا بیع جنین مراد ہے یا بیع جنین الجنین مراد ہے۔

امام نووی نے ابو عبیدہ معمر بن مثنی اور ابو عبید القاسم بن سلام، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ سے نقل کیا ہے کہ اس سے بیع الجنین مراد ہے، اور مطلب یہ ہے کہ حاملہ اونٹنی کے حمل کو فروخت کیا جائے، لیکن حافظ ابن حجر نے ان سارے ہی حضرات سے مع اضافۂ ابن حبیب اور امام ترمذی کے چوتھی صورت نقل کی ہے یعنی اس سے مراد بیع جنین الجنین ہے، امام ترمذی نے اس کی تصریح کی ہے کہ اس سے مراد بیع نتاج النتاج ہے، یہی

Maktaba Tul Ishaat.com



صاحب ہدایہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے، حافظ ہی کا بیان زیادہ اقویٰ وارجح ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ ممانعت کی چار صورتیں ہیں، یا اس کو مبیع بنایا جائے یا غایۃ البیع بنایا جائے، پھر غایت یا ولادۃ الام ہے یا ولادۃ ولد الام ہے، اگر مبیع بنایا جائے تو اس صورت میں مبیع یا جنین ہے یا جنین الجنین ہے۔

یہ چاروں صورتیں ممنوع ہیں اسلئے کہ غرر پر مشتمل ہیں۔

**وَكَانَ بَيْعًا يَتَبَايَعُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ:** یہ جاہلیت کی ایک بیع ہے کہ آدمی اونٹ فروخت کرتا تھا یہاں تک کہ ناقہ کو بچہ پیدا ہو جائے اور پھر اس بچہ کو بچہ پیدا ہو جائے جو ناقہ کے بطن میں ہے یہ تفسیر مالک اور شافعی کی تائید کرتی ہے۔

## (ص ۲۸۷) بَابُ بَيْعِ الْمُلَامَسَةِ

وقال أنس: نهى النبي ﷺ عنه.

٢١٣٨. حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ ثَنِي اللَّيْثُ ثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُنَابَذَةِ وَهِيَ طَرْحُ الرَّجُلِ ثَوْبَهُ بِالْبَيْعِ إِلَى الرَّجُلِ قَبْلَ أَنْ يُقَلِّبَهُ أَوْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ، وَنَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُلَامَسَةُ لَمْسُ الثَّوْبِ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ.

٢١٣٩. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ ثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: نُهِيَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ أَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ ثُمَّ يَرْفَعَهُ عَلَى مَنْكِبِهِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ.

**ترجمہ:** باب، بیع ملامسہ کا بیان۔

حضرت انسؓ نے نبی کریم ﷺ سے اس کی ممانعت نقل کی ہے۔

دونوں روایت کا ترجمہ باب مایستر من العورۃ میں گزر چکا

**تشریح:** امام بخاری نے دو ترجمے منعقد کئے ہیں بَابُ بَيْعِ الْمُلَامَسَةِ اور بَابُ بَيْعِ الْمُنَابَذَةِ۔

یہ دونوں بیوع اہل جاہلیت میں سے ہے جیسے بیع حبل الحبلہ جاہلیت کے بیوع میں سے ہے، ان دونوں کے ممنوع ہونے پر اجماع اور اتفاق ہے۔

بیع ملامسہ کی تفسیر میں اختلاف ہے، (۱) بعض حضرات کہتے ہیں کہ نفس لمس کو بیع قرار دیا جاتا تھا، مشتری

Maktaba Tul Ishaat.com



کوئی چیز چھوڑ دے بس اس کو چھوڑ دینا ہی بیع ہوگیا، یہ تفسیر امام احمد کے ظاہر کلام سے سمجھ میں آتی ہے، (۲) بعض کہتے ہیں کہ اصل میں مشتری کے چھوڑ دینے کو خیارِ مجلس کے لئے قاطع سمجھا گیا تھا یہ دوسری تفسیر ہے، (۳) امام شافعی سے منقول ہے کہ اصل میں بائع مشتری سے یہ کہتا تھا کہ دیکھو میں کپڑے کا یہ گٹھر فروخت کر رہا ہوں اس میں سے جو کپڑا تم کو لینا ہے لے لو لیکن تمہارا چھوڑ دینا تمہاری نظر کے قائم مقام ہوگا، چونکہ یہ سب صورتیں غرر پر مشتمل ہیں اس لئے حضور اکرم ﷺ نے اس سے منع کر دیا۔

وَهِيَ طَرْحُ الرَّجُلِ ثَوْبَهُ بِالْبَيْعِ إِلَى الرَّجُلِ قَبْلَ أَنْ يُقَلِّبَهُ أَوْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ: یہ تفسیر امام شافعی کی تائید کرتی ہے۔

وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ: لماس اور نباذ سے آپ کی کتاب الصلوۃ میں ملاقات ہو چکی ہے اور میں وہاں ان دونوں حضرات کا تعارف کرا چکا ہوں۔

## (ص ۲۸۷) بَابُ بَيْعِ الْمُنَابَذَةِ

وقال أنس: نهى النبي ﷺ عنه.

۲۱۴۰. حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ثَنِي مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ وَعَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ.

۲۱۴۱. وحَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ ثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى ثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ.

**ترجمہ:** باب، بیع منابذہ کا بیان، حضرت انسؓ نے پیغمبر ﷺ سے اس کی ممانعت نقل کی ہے۔

**تشریح:** یہ وہی نباذ ہے جس کو یہاں پر منابذہ کہا گیا ہے، بیع منابذہ بھی ممنوع اور اس کی تفسیر میں بھی اختلاف ہے، (۱) نفسِ نبذ کو بیع قرار دیا جائے، بائع کوئی چیز اٹھا کر مشتری کے پاس پھینک دے بیع ہوگئی، چونکہ اس میں دوسرے کی رضا نہیں ہوتی ہے اس واسطے شارع نے اس سے منع کر دیا، یہ شکل صاحب ہدایہ کے کلام میں موجود ہے، (۲) متعاقدین نے معاملہ کیا اور بائع نے اٹھا کر مشتری کے ہاتھ میں سامان رکھ دیا یا اس کی طرف

Maktaba Tul Ishaat.com



پھینک دیا تو خیار مجلس قطع ہوگیا، یہ شکل شافعیہ وغیرہ کے مسلک پر صحیح ہوتی ہے، (۳) مشتری بائع سے یوں کہے کہ جو کپڑا تم میری طرف پھینک دوگے میں اسے خرید لوں گا، یہ تفسیر امام احمد کے کلام سے ظاہر ہوتی ہے اور اسی کے قریب قریب مالک واوزاعی نے کہا ہے۔

بیع منابذہ میں بیع الحصاۃ بھی داخل ہے جو مسلم شریف میں وارد ہوئی ہے مثلاً ایک کہتا ہے کہ دیکھو کپڑے کے کئی گٹھر رکھے ہوئے ہیں میں تمہارے ہاتھ وہ گٹھر فروخت کرتا ہوں جس پر تمہاری کنکری پڑ جائے وہ تمہاری ہے، اب اس نے پھینکا تو کسی پر بھی کنکری پڑ جائے اس میں بعد میں منازعت کا امکان ہوتا ہے۔

اسی طرح ایک آدمی زمین فروخت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تمہارا پتھر جہاں جا کے پڑے گا وہاں تک کی زمین میں تمہارے ہاتھ اتنے ہزار میں فروخت کررہا ہوں اس میں بھی غرر ہے، بعض وقت پتھر بہت دور جا پڑتا ہے اور بعض وقت قریب ہی رہ جاتا ہے، اگر مارنے والا طاقتور ہے تو وہ کہیں پہنچا دے گا اور اگر مجھ جیسا ضعیف بازو والا ہے تو تیسری صف تک پہنچنا مشکل ہو جائے گا۔

## (ص ۲۸۸) بَابُ النَّهْيِ لِلْبَائِعِ أَنْ لَا يُحَفِّلَ الْإِبِلَ وَالْبَقَرَ وَالْغَنَمَ

وكلّ محفلّة والمصرّاة التي صرّي لبنها وحقن فيه وجمع فلم يحلب أياما. وأصل التصرية حبس الماء يقال منه: صرّيت الماء إذا حبسته.

٢١٤٢. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: لَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْلُبَهَا إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمْرٍ.

وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَمُجَاهِدٍ وَالْوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ وَمُوسَى بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ صَاعَ تَمْرٍ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ: صَاعًا مِنْ طَعَامٍ وَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثًا. وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ: صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، وَلَمْ يَذْكُرْ ثَلَاثًا وَالتَّمْرُ أَكْثَرُ.

٢١٤٢. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا مُعْتَمِرٌ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: ثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُحَفَّلَةً فَرَدَّهَا فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُلَقَّى الْبُيُوعُ.

Maktaba Tul Ishaat.com



۲۱۴۴. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ، وَلَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلَا تُصَرُّوا الْغَنَمَ، وَمَنِ ابْتَاعَهَا فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْلُبَهَا إِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِنَ التَّمْرِ.

**ترجمہ:** باب، بائع کے لئے اس ممانعت کا بیان کہ وہ اونٹنی، گائے، بکری اور دیگر کسی جانور کے تھن میں دودھ جمع نہ کرے، مصراۃ وہ جانور ہے جس کا دودھ تھنوں میں جمع کیا گیا ہو اور کئی دن تک اس کو دوہا نہ گیا ہو، تصریہ کے اصل معنی پانی کو روکنے کے ہیں، کہا جاتا ہے صَرَّيْتُ الْمَاءَ جب کہ آپ نے پانی کو روکا ہو۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ اونٹنی اور بکری میں تصریہ کا عمل نہ کرو اور جو تصریہ کے بعد خریدے گا اس کو دودھ دوہنے کے بعد دو باتوں کا اختیار ہوگا اگر چاہے تو اس کو روک لے اور اگر چاہے تو واپس کر دے اور ساتھ میں ایک صاع کھجور بھی دے۔

ابوصالح، مجاہد، ولید بن رباح اور موسیٰ بن یسار نے حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا کہ انہوں نے پیغمبر ﷺ سے ایک صاع کھجور کا حکم نقل کیا، بعض رواۃ نے حضرت ابن سیرین سے یہ نقل کیا کہ وہ ایک صاع غلہ دے اور اس کو تین دن تک اختیار حاصل ہوگا، اور بعض رواۃ نے حضرت ابن سیرین سے ایک صاع کھجور کا حکم نقل کیا اور تین دن کا ذکر نہیں کیا اور زیادہ روایات میں کھجور ہی کا ذکر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ جس نے ایسی بکری خریدی ہو جس کا دودھ گاہک کو دھوکہ دینے کے لئے روک کر رکھا گیا ہو تو اس کو اختیار ہے کہ اس بکری کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجور بھی دے دے، نیز نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ باہر سے آنے والے تاجروں سے شہر سے باہر ہی بیع کا معاملہ کیا جائے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تجارتی قافلوں سے، شہر سے باہر بالا بالا معاملہ نہ کرو، اور ان چیزوں سے منع فرمایا کہ کوئی شخص دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے، فقط قیمت بڑھانے کے لئے مول نہ لگاؤ، کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے، بکری کے دودھ کو تھنوں میں روک کر نہ رکھو (کہ گاہک کو زیادہ دودھ والی معلوم ہو) جو ایسی بکری خریدے گا اس کو بکری کا دودھ دوہ لینے کے بعد دو میں سے ایک بات کا اختیار ہوگا اگر وہ راضی ہے تو بکری کو رکھ لے اور اگر راضی نہیں ہے تو بکری کو لوٹا دے اور ساتھ میں ایک صاع کھجور بھی دے۔

**تشریح:** بائع کا تحفیل کرنا یعنی ابل، بقر اور غنم کے تھنوں میں دودھ کو جمع کر دینا ممنوع ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



النھی أن لا یحفل پر اشکال یہ ہے کہ نہی النہی اثبات ہوتا ہے تو جب نہی عدم تحفیل پر وارد ہوئی تو معلوم ہوا کہ تحفیل جائز ہے حالانکہ مصنف کا مقصود تحفیل کی حرمت بیان کرنی ہے۔

اس اشکال کے دو جواب ہیں، ایک یہ کہ "لا" زائدہ ہے چنانچہ ابونعیم نے المستخرج میں بلا "لا" کے نقل کیا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ "لا" نہی کی تفسیر کے لئے ہو، چونکہ پہلے النھی فرمایا تھا اب اسی کی تفسیر کر رہے ہیں أن لا یحفل الإبل والبقر والغنم۔

وکل محفلۃ اور ہر محفلہ کا یہی حکم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریہ اور تحفیل سے منع کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تھن میں دودھ کو روک دیا جائے، چونکہ یہ ممانعت بائع کے ساتھ خاص ہے اس لئے مصنف نے بائع کی قید لگائی، مالک اگر اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے تحفیل کرے تو یہ ممنوع نہیں ہے بشرطیکہ اس سے دابہ کو تکلیف نہ ہوتی ہو ورنہ تکلیفِ دابہ کی وجہ سے کراہت ہوگی۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ ممانعت آیا صرف بہیمۃ الانعام ابل، بقر اور غنم کے ساتھ خاص ہے یا عام ہے کہ اس میں مراۃ، اتان وفرس سبھی داخل ہیں، اس میں شافعیہ کے دو قول اور حنابلہ کی دو وجہیں ہیں، مالکیہ عموم کے قائل ہیں یہی امام شافعی کا ظاہر المذہب ہے اور حنابلہ میں سے ابن عقیل نے اسی کو اختیار فرمایا ہے، اور بعض دیگر حنابلہ تخصیص کے قائل ہیں، امام بخاری نے وکل محفلۃ کہہ کر تعمیم کے قائلین کی تائید کی ہے اور یہ بتلایا ہے کہ یہ ممانعت بہیمۃ الانعام کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

والمصراۃ التي صري لبنها وحقن فیه وجمع: مصراۃ کی تفسیر میں اختلاف ہے، (۱) امام ابوعبید وغیرہ فرماتے ہیں کہ مصراۃ تصریہ سے ماخوذ ہے اور تصریہ یہ ہے کہ لبن کو تھن میں روک دیا جائے، اصل میں تصریہ کا تعلق پانی کے روکنے پر آتا ہے، یہی امام بخاری کی رائے ہے۔ (۲) امام شافعی فرماتے ہیں ھو ربط أخلاف الناقۃ والشاۃ وترک حلبها حتی یجتمع لبنها فیکثر فیظن المشتري أن ذلک عادتها فیزید في ثمنها لما یری من کثرۃ لبنها یعنی بکری کے اخلاف تھن کو باندھ دیا جائے اور اس کو دو تین دن دوہا نہ جائے تاکہ دودھ اس کے تھن میں خوب جمع ہو جائے اور مشتری اس کی وجہ سے اس کے ثمن میں اضافہ کردے یہ سمجھ کر کہ یہ تو بہت دودھ والی ہے، امام شافعی نے کتاب الام میں اسی طرح کی تفسیر کی ہے اور وہ یہ فرماتے ہیں کہ مصراۃ محفلۃ کو کہتے ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com



امام ابوعبید القاسم بن سلام نے امام شافعی کی تفسیر پر اعتراض کیا ہے کہ اگر اس کے معنی ربط اخلاف الناقہ کے ہوتے تو حدیث میں مصراۃ کے بجائے مصرورۃ یا مصررۃ ہوتا، امام ابوالقاسم سہیلی نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ ہاں اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ اصل میں مُصَرَّرَۃ رہا ہو اور اس کے بعد تین راء کے جمع ہو جانے کی وجہ سے اس کو مصراۃ کر دیا گیا، امام خطابی کہتے ہیں کہ ابوعبید کا قول حسن ہے اور امام شافعی کا قول صحیح ہے یعنی غلط نہیں، عرب کا قاعدہ ہے کہ وہ دودھ کے جانوروں کے اخلاف کو اور تھنوں کو باندھ دیا کرتے ہیں، عرب کہتے ہیں العبد لایحسن الکرّ إنما یحسن الحلب و الصرّ (غلام کروفر سے زیادہ واقف نہیں ہوتا وہ تو دودھ دوہنے اور اخلافِ ناقہ کے باندھنے میں ماہر ہوتا ہے)۔

مالک بن نویرہ کہتا ہے

فَقُلْتُ لِقَوْمِي هَذِهِ صَدَقَاتُكُمْ　　مُصَرَّرَةٌ أَخْلَافُهَا لَمْ تُحَرَّرِ

اور فرماتے ہیں کہ اصل میں یہاں پر تین حرف ایک جنس کے جمع ہو گئے لہٰذا ایک کو الف سے بدل دیا گیا، مصررۃ کو مصراۃ کر دیا گیا، ایسے ہی جیسے اللہ تعالیٰ کے قول وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا کی اصل دسسھا ہے، ایک سین کو الف سے بدل دیا گیا ہے، امام سہیلی نے اس کی اور بھی بعض مثالیں پیش کی ہیں لیکن اس کے بعد فرماتے ہیں ولکنہ بعید فی المعنی معنوی اعتبار سے یہ چیز بعید ہے، امام بخاری نے یہاں پر جو تفسیر کی ہے وہ اہل لغت کی تفسیر کے موافق اور مطابق ہے چنانچہ فرماتے ہیں وَالْمُصَرَّاةُ الَّتِي صُرِّيَ لَبَنُهَا وَحُقِنَ فِيهِ مصراۃ وہ جانور ہے جس کے دودھ کو روک دیا گیا ہو اس کے تھن میں وَجُمِعَ اور جمع کر دیا گیا ہو فَلَمْ يُحْلَبْ أَيَّامًا پس چند ایام دوہا نہ جائے وَأَصْلُ التَّصْرِيَةِ حَبْسُ الْمَاءِ يُقَالُ مِنْهُ صَرَّيْتُ الْمَاءَ إِذَا حَبَسْتَهُ اسی سے صَرَّيْتُ الْمَاءَ ماخوذ ہے جبکہ آدمی پانی کو روک دے۔

یہ ممانعت تحریم کے لئے ہے، امام نووی نے لکھا ہے کہ تصریہ حرام ہے اس لئے کہ یہ غش اور دھوکہ ہے، اب اگر کسی آدمی نے تھن میں دودھ کو روک لیا تو اس صورت میں مصراۃ کی بیع صحیح تو ہو جائے گی لیکن مشتری کو اختیار حاصل ہوگا یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، جمہور علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ خریدنے والے کو اختیار حاصل ہوگا اگر چاہے تو جانور کو روک لے اور اگر چاہے تو واپس کر دے، اس لئے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا لَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَيْنَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا

Maktaba Tul Ishaat.com



تصریۃ الابل نہ کرو اور جس نے خریدا ہے اس کو بعد میں اختیار ہے چاہے تو روکے اور چاہے تو واپس کر دے، اور حدیث میں ابل اور غنم کی تصریح اس لئے کی گئی کہ عرب میں یہی دو جانور عامۃً پائے جاتے ہیں۔

مگر آیا تصریہ عیب ہے یا نہیں؟ امام طحاوی اور احناف کی ایک بڑی جماعت کہتی ہے کہ تصریہ عیب ہے اس صورت میں مشتری کو خیارِ عیب حاصل ہوگا، اور احناف ہی کی ایک دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ تصریہ عیب نہیں ہے اس طرح کا غبن اور دھوکہ بیوعات میں ہوتا ہی رہتا ہے لہذا اس کو حقِ رد حاصل نہیں ہے۔

یہ خیار کب سے حاصل ہوگا؟ جن حضرات نے اختیار دیا ان میں اختلاف ہے کہ یہ خیار کب سے حاصل ہوگا؟ جس وقت تصریہ کا علم ہوا ہے فی الفور اسی وقت سے اختیار حاصل ہوگا یا وقتِ عقد سے یا وقتِ تفرق سے ہوگا؟ شافعیہ کے دو قول ہیں، من حین العقد وقیل من حین التفرق، حنابلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب سے تصریہ کا علم ہوا ہے اس وقت سے اختیار حاصل ہوگا۔

کب واپس کرنا ضروری ہے؟ پھر آیا جب تصریہ کا علم ہوا تو فوراً واپس کرنا پڑے گا یا کیا؟ اس میں ان کے یہاں تین قول ہیں، امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ تین دن سے پہلے نہیں، جب تین دن ہو جائے تو اختیار حاصل ہے پہلے نہ رد کرنے کا حق اور نہ اس کے بعد روکنے کا حق، یہی شافعیہ اور مالکیہ کا ایک ایک قول ہے، شافعیہ کا اصح قول یہ ہے کہ تصریہ کا علم ہونے کے ساتھ ہی فوراً رد کرنا ضروری ہے، یہی حنابلہ اور بعض مدنیین کا قول ہے، اور بعض شافعیہ فرماتے ہیں کہ تین دن کے اندر جب چاہے رد کر سکتا ہے، ابو المحاسن رویانی نے یہ قول امام شافعی کے نص سے نقل کیا ہے، مالکیہ میں سے دسوقی ارشاد فرماتے ہیں کہ دو مرتبہ دودھ لینے کے بعد اگر تیسری مرتبہ دودھ لیا اور دو مرتبہ پر رضا ہوگئی تو اب رد کا حق نہیں ہے، گویا انہوں نے اس سے دوہنا مراد لیا ہے۔

صاع تمر کی واپسی کا مسئلہ: پھر حدیث میں ہے کہ ایک صاع تمر بھی واپس کرے، اس میں اختلاف ہے کہ آیا صاع تمر متعین ہے یا اس میں کوئی تفصیل ہے؟ (۱) شافعی واحمد فرماتے ہیں کہ یہ شرعی فیصلہ ہے اور ایک صاع متعین ہے کیوں کہ وارد ہوا ہے وردّ معها صاعاً من تمر، امام مالک کے یہاں ایک قول یہی ہے (۲) لیکن ان کا مشہور قول یہ ہے کہ غالب قوت البلد سے ایک صاع دے دے، لہذا شہر میں عام طور سے جو چیز کھائی جاتی ہے اس میں سے ایک صاع دینا پڑے گا، (۳) امام اشہب مالکی فرماتے ہیں کہ کچھ بھی نہیں دینا پڑے گا بس

Maktaba Tul Ishaat.com



جانور واپس کر دے، یہیں سے امام موفق کے کلام کا ضعف معلوم ہوتا ہے جو انہوں نے نقل کیا ہے کہ بہر حال مصراۃ کی حدیث ماننے والوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کے ساتھ اس کا بدل دینا پڑے گا، (۴) امام زفر احناف میں سے فرماتے ہیں کہ اگر گندم دے تو نصف صاع اور اگر اس کے علاوہ کچھ اور دے تو ایک صاع دینا پڑے گا، (۵) ابن ابی لیلیٰ اور قاضی ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ایک صاع دے یا نصف صاع گندم یا اس کی قیمت دے، ان کے یہاں ایک صاع کا دینا ضروری نہیں ہے قیمت دے دینا بھی کافی ہے۔

**صاع تمر کی واپسی کی دلیل:** جو لوگ مصراۃ کی حدیث کے قائل ہیں وہ ان روایتوں سے استدلال کرتے ہیں جن میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ آپ نے تصریۃ الابل سے منع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ لَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَيْنَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمْرٍ، ابن مسعودؓ سے منقول ہے مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُحَفَّلَةً فَرَدَّهَا فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا۔

**حدیث مصراۃ کے جوابات:** حضرات حنفیہ امام ابو حنیفہ، امام محمد، محمد بن شجاع اور عیسیٰ بن ابان وغیرہ حضرات نے حدیث مصراۃ پر عمل نہیں کیا ہے اور اس کو ترک کیا ہے، پھر یہ حضرات اس حدیث کے مختلف طریقوں سے مختلف جوابات دیتے ہیں، خلاصہ کے طور پر یہ سمجھ سکتے ہیں کہ چار یا پانچ جواب دیئے گئے ہیں۔

**(۱) روایت ضعیف ہے:** پہلا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ روایت ہی ضعیف ہے اور اس کی تضعیف کی کئی وجہیں بیان کی جاتی ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ اس کے متن میں اضطراب ہے، بعض روایات میں ہے فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا مِنْ تَمْرٍ جیسا کہ متفق علیہ حدیث میں ہے، بعض روایات میں ہے صَاعًا مِنْ طَعَامٍ لَا سَمْرَاءَ کما فی مسلم، اور بعض میں ہے رَدَّ مَعَهَا مِثْلَ أَوْ مِثْلَيْ لَبَنِهَا قَمْحًا کما فی أبی داؤد، بعض روایات میں وارد ہوا ہے رَدَّهَا وَمَعَهَا صَاعٌ مِنْ بُرٍّ کما فی مسند البزار، اس سے معلوم ہوا کہ مطلقاً حنطہ دینا پڑے گا حنطہ شامیہ وغیرہ کی کوئی قید نہیں لگی ہوئی ہے، اور بھی اس کے علاوہ بعض وجوہِ اضطراب ذکر کی گئی ہیں۔

مگر یہ وجہ ضعیف ہے اس لئے کہ اگر چہ روایتوں میں اختلاف ہے لیکن بہر حال ان روایتوں میں سے بعض کو بعض پر ترجیح حاصل ہے اور اضطراب کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر سب وجوہِ اضطراب مساوی ہوں تب مضر ہوتی ہیں اور

Maktaba Tul Ishaat.com



اگر بعض بعض سے ارجح ہوں تو راجح کو اختیار کر لیا جاتا ہے، فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا مِنْ تَمْرٍ چونکہ عام روایات میں وارد ہوا ہے لہذا یہ ارجح ہے۔

دوسری وجہ تضعیف یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ روایت شاذ ہے اور عام قوانین کے خلاف ہے، لہذا اس میں انقطاع باطن ہے اس لئے یہ روایت مردود ہے، ان وجوہ اور قوانین کا ذکر آگے تیسرے جواب میں آرہا ہے جس کی بناء پر اس روایت میں انقطاع باطن کا دعویٰ کیا گیا ہے، لیکن محدثین کرام فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مستقل ایک اصل ہے جس کا تعلق بیع مصراۃ سے ہے، اور یہ قاعدہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں جو قوانین ذکر کئے گئے ہیں اگر وہ جمع ہو سکتے ہیں تو فبہا اور اگر جمع نہ ہوں تو پھر ایک کی وجہ سے دوسرے کو رد نہیں کیا جائے گا بلکہ ہر ایک اپنی جگہ پر مستقل اصل اور حیثیت اختیار کرے گا۔

تیسری وجہ تضعیف بعض لوگوں نے عجیب وغریب بیان کی کہ جنابِ من! اس روایت کے راوی حضرت ابوہریرہؓ ہیں اور وہ غیر فقیہ ہیں لہذا ان کی اس روایت پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔

یہ جواب دیوار پر مار دینے کے قابل ہے، اس لئے کہ اس کا قائل چاہے بڑے سے بڑا ہو یا کوئی امام ہو ابوہریرہؓ ایک ایسی شخصیت کے مالک ہیں جن کو بحر الاحادیث کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، دنیائے حدیث میں سب سے زیادہ احادیث اسی ذاتِ گرامی سے مروی ہیں اور خلفاء راشدین کے عہد میں ان کا فتویٰ دینا منقول ہے پھر ان کو غیر فقیہ کیسے کہا جا سکتا ہے؟ محقق حنفیہ جو حنفیہ کے بیرسٹر ایٹ لا (barrister-at-law) کہلانے کے مستحق ہیں یعنی علامہ ابن ہمام انہوں نے التحریر میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ ابوہریرہؓ فقیہ تھے۔

قاضی ابن عربی نے ایک عجیب وغریب واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ بغداد میں یہی مسئلہ چل رہا تھا کہ ایک حنفی عالم نے جواب دیا کہ ابوہریرہؓ فقیہ نہیں اس لئے ان کی روایت مردود ہے، ایک سانپ گرا اور اس نے ایک دم ان کا تعاقب کیا لوگوں نے ان سے کہا تب إلى الله، جب انہوں نے توبہ کی تو وہ سانپ کہیں چلا گیا اور پتہ بھی نہیں چلا، واقعہ یہ ہے کہ یہ بڑی بے ادبی کا کلمہ ہے۔

مزید یہ ہے کہ صرف ابوہریرہؓ ہی سے یہ مضمون منقول نہیں بلکہ اس مضمون کے ناقل متعدد صحابہ کرامؓ ہیں، حضرت ابن عمرؓ سے ابوداؤد شریف میں اور حضرت انسؓ سے مسند ابی یعلیٰ میں اور عمرو بن عوفؓ سے خلافیاتِ

Maktaba Tul Ishaat.com


بیہقی میں یہ روایت نقل کی گئی ہے، بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فتویٰ منقول ہے مَنِ اشْتَرٰی شَاۃً مُحَفَّلَۃً فَرَدَّھَا فَلْیَرُدَّ مَعَھَا صَاعًا اور ابن مسعودؓ کے تفقہ کو تمام فقہاء احناف نے بالاجماع تسلیم کیا ہے لہٰذا اس جواب کو لپیٹ کر کسی طاق میں رکھ دینا چاہئے اور نسیًا منسیا کر دینا چاہئے۔

(۲) دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ روایت منسوخ ہے، اجمالی طور پر یہ جواب سیدنا امام ابو حنیفہ سے منقول ہے لیکن اس کی کوئی تفصیل حضرت امام سے نقل نہیں کی گئی ہے، امام صاحب کے متبعین نے اپنے اپنے فہم ودانست کے اعتبار سے اس روایت کے ناسخ کی تعیین کی ہے۔

۱۔ عیسیٰ بن ابان فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ غرامات مالیہ کا دستور تھا یعنی مالی جرمانہ لیا جایا کرتا تھا، جیسے بہز بن حکیم عن أبیه عن جده کی روایت میں وارد ہوا ہے فَإِنَّا آخِذُوھَا وَشَطْرَ مَالِهٖ غَرْمَةً مِنْ غَرَمَاتِ رَبِّنَا أخرجه أبو دَاوُد وَالنَّسَائِي، اور بھی اس طرح کی بعض روایات سنن وغیرہ میں وارد ہوئی ہیں، لیکن ان روایتوں پر محدثین نے اصولی کلام کیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ نسخ کے لئے تاریخ کا علم ہونا ضروری ہے اور یہاں تاریخ معلوم نہیں ہے۔

۲۔ محمد بن شجاع ثلجی فرماتے ہیں کہ اس کے لئے ناسخ حدیثِ اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا إِلَّا بَیْعَ الْخِیَارِ ہے اس لئے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اختیار تا تفرق ہوتا ہے اور تفرق کے بعد اختیار ختم ہو جاتا ہے اگر حدیثِ تصریہ کو تسلیم کیا جائے تو فرقت کے بعد بھی اختیار کو ماننا پڑتا ہے۔

لیکن یہ استدلال ضعیف ہے، اول اس لئے کہ حنفیہ نے حدیث اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ کو مؤول قرار دیا ہے اور تفرق سے تفرق بالابدان مراد ہی نہیں لیا ہے خصوصاً امام محمد نے، دوسرے اس وجہ سے بھی کہ امام طحاوی وغیرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس میں خیار عیب ثابت ہوتا ہے اور خیار عیب مجلس کے ساتھ خاص نہیں رہتا ہے بلکہ مجلس کے بعد بھی اس خیار کا تحقق ہوا کرتا ہے۔

مگر یہ مسئلہ ہے مختلف فیہا کہ آیا تصریہ عیب ہے یا نہیں؟ ابوزید دبوسی کی کتاب الاسرار کے اشارات میں یہ وارد ہے کہ ہمارے یہاں تصریہ عیب نہیں، صاحب الملتقی نے اسی کو اختیار کیا ہے لیکن علامہ اسبیجابی فرماتے ہیں کہ تصریہ عیب ہے فی الاصح، اور امام طحاوی نے جو مسلک حنفی کے سب سے بڑے بیرسٹر ہیں شرح آثار میں

Maktaba Tul Ishaat.com



یہ قول امام ابوحنیفہ اور امام محمد سے نقل کیا ہے، حسن بن زیاد نے کتاب المجرد میں اس کو نقل کیا ہے، اسی کو فقیہ ابواللیث سمرقندی نے اختیار فرمایا ہے۔

۳۔ امام طحاوی نے جواب دیا ہے کہ اس کے لئے ناسخ نہی عن بیع الدین بالدین ہے جس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور صاع تمر کی واپسی کے وجوب میں نہی عن بیع الدین بالدین لازم آتی ہے، اس واسطے کہ جب مشتری نے محفّلہ کا دودھ دوہ لیا تو اب دودھ اس کے یہاں دَین بن گیا، اب اگر اسکے ذمہ اسی لبن کے بدلہ میں تمر واجب کیا جائے تو یہ مستقل دوسرا دین ہو گیا، لہذا دین کی بیع دین سے ہوئی اور اس سے حدیث میں منع کیا گیا ہے۔

مگر حافظ ابن حجر وغیرہ فرماتے ہیں کہ نہی عن بیع الکالی بالکالی بھی حدیث ضعیف میں وارد ہے جسکی تفسیر نہی عن بیع الدین بالدین سے کی گئی ہے، اور پھر حدیث مصراۃ ایک مستقل حدیث اور مستقل قانون ہے جس کو بیع الدین بالدین کی ممانعت کی وجہ سے رد نہیں کیا جاسکتا ہے۔

(۴) تیسرا جواب بعض علماء نے یہ دیا ہے کہ حدیثِ مصراۃ کو ہم نے اس لئے چھوڑا کہ یہ شریعت کے اصول و قوانین ممہدہ کے خلاف ہے، (۱) اصلِ اول یہ کہ یہ قرآن پاک کے اصول کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ، اس کا جواب یہ ہے کہ آیت کریمہ میں یہ ذکر من باب الغرامات نہیں ہے، (۲) اصلِ ثانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُم جتنا تم پر اعتداء کیا ہے زیادتی کی ہے تم بھی اتنا ہی اس پر کرلو، (۳) اصل ثالث یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے من أعتق شقصًا قوِّم عليه نصيب شريكه إن كان موسرا معلوم ہوا کہ اگر کوئی چیز فروخت کرے تو اس میں قیمت کا اعتبار کیا جاتا ہے، (۴) اصل رابع یہ ہے الخراج بالضمان رواه أصحاب السنن عن عائشة، الخراج بالضمان کا مطلب یہ ہے کہ جس کے ضمان میں کوئی چیز ہو، غلام یا جانور، وہی اس کے نفع اور نقصان کا ذمہ دار ہوتا ہے، دیکھو ایک آدمی نے ایک بکری بشرط الخیار خریدی، گھر لے آیا، اس کے بعد وہ بکری ہلاک ہوگئی تو مشتری کا نقصان ہوا، اسی طرح ایک آدمی نے ایک غلام خرید کر کسی فیکٹری میں ملازم کر دیا اور وہ غلام بشرط الخیار خرید اگیا تھا یا یہ کہیے کہ بشرط الخیار نہیں خرید اگیا تھا اب جو کچھ وہ کما کر لائے گا مشتری اس کا مالک ہوگا، اب اگر اس میں کوئی عیب ظاہر ہو جائے تو اس صورت میں اس کی کمائی کو واپس کرنا مشتری کے ذمہ نہیں ہے جیسے اگر وہ غلام ہلاک ہو جاتا تو

Maktaba Tul Ishaat.com



مشتری کا مال ہلاک ہوتا، (۵) اصل خامس یہ ہے کہ مثلی شیٔ کا تاوان اگر وہ غیر منقطع ہو مثلی سے ادا کیا جاتا ہے اور غیر مثلی شیٔ کا قیمت سے، اسی طرح وہ مثلی شیٔ جو منقطع ہو چکی ہو اس کا تاوان بھی قیمت سے ادا کیا جایا کرتا ہے، اور لبن من المثلیات نہیں بلکہ من ذوات القیم ہے لہٰذا اگر واجب ہوتا تو اس کی قیمت واجب ہوتی، ظاہر ہے کہ ایک صاع تمر ہر جگہ لبن کی قیمت نہیں بن سکتی، کہیں زیادہ ہوتا ہے اور کہیں کم۔

نیز بعض علماء نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ خیار یا خیار شرط ہوتا ہے یا خیار عیب یا خیارِ رؤیت، خیارِ شرط تو ہے نہیں کیوں کہ شرط نہیں پائی گئی، خیارِ رؤیت اس لئے نہیں کہ سامنے دیکھ کر خرید رہا ہے، خیارِ عیب ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ میں بیان کر چکا ہوں جو ہمارے یہاں مختلف فیہا ہے۔

مگر واقعہ یہ ہے کہ اس جواب سے دل کو کوئی تشفی نہیں ہوتی اس لئے کہ بقول حافظ ابن حجر کے یہ روایت اگر معارض ہے تو قیاس الاصول کے نہ کہ اصول کے، اصول تو کتاب و سنت ہیں اور قیاس واجماع انہیں کی طرف عائد ہیں، لہٰذا اگر اصول اور قیاس الاصول میں تعارض ہو جائے تو اصول کو اختیار کیا جاتا ہے، اور حدیثِ مصراۃ ایک مستقل اصل ہے لہٰذا اس کو دوسرے اصول کے معارض قرار دے کر رد کرنے کے کوئی معنی نہیں ہے۔

(۴) حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی نے ایک جواب دیا ہے کہ یہ حدیث اصل میں استحباب پر محمول ہے یعنی ایک آدمی نے جب دوسرے شخص کا دودھ کا جانور خریدا اور اس نے اس کا دودھ دوہ لیا اسے استعمال کر لیا اب اگر وہ جانور واپس کرنا چاہتا ہے تو یہ چیز بڑی بے مروتی کی ہے کہ یوں ہی واپس کر دے لہٰذا ایک صاع تمر اس کو دے دینا چاہئے تاکہ بائع کا جی راضی ہو جائے۔

(۵) شیخ الہند کے شاگرد علامہ انور شاہ کشمیری نے ایک اور جواب دیا جس کو پانچواں جواب کہا جا سکتا ہے کہ اصل میں فیصلے دو طرح کے ہوتے ہیں، قضاء اور دیانت، احادیثِ مصراۃ میں جو مسئلہ مذکور ہے اس کا تعلق بابِ دیانت سے ہے بابِ قضاء سے نہیں ہے۔

**فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ:** یعنی دوہنے کے بعد اس کو اختیار ہے چاہے روکے اور چاہے واپس کر دے لیکن ایک صاع تمر دینا پڑے گا۔

پھر آگے بخاری نے رواۃ کا اختلاف بتایا ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ اکثر رواۃ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ نقل کرتے ہیں اور

Maktaba Tul Ishaat.com



بعض صَاعًا مِنْ طَعَامٍ نقل کرتے ہیں، بخاری نے اس میں فیصلہ کیا ہے کہ التَّمْرُ أَكْثَرُ من الطعام فهو أرجح۔

وَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلاثًا: بِالْخِيَارِ ثَلاثًا کے متعلق میں کلام کر چکا ہوں کہ آیا تین دن کے اندر جب چاہے، یا تین دن کے پورے ہونے پر اختیار ہے، یا جب علم ہوا اسی وقت واپس کرنا ضروری ہے۔

أَنْ تُلَقَّى الْبُيُوعُ: تلقی بیع، تلقی جلب، تلقی سلعہ اور تلقی رکبان سب ہم معنی ہیں اور تلقی رکبان کے متعلق امام بخاری نے اگلے صفحہ پر ترجمہ منعقد کیا ہے وہیں کلام آئے گا۔

## (ص ۲۸۸) بَابُ إِنْ شَاءَ رَدَّ الْمُصَرَّاةَ وَفِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِنَ التَّمْرِ

۲۱۴۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو ثَنَا الْمَكِّيُّ ثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي زِيَادٌ أَنَّ ثَابِتًا مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنِ اشْتَرَى غَنَمًا مُصَرَّاةً فَاحْتَلَبَهَا فَإِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ سَخِطَهَا فَفِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ مشتری اگر چاہے تو مصراۃ کو واپس کر سکتا ہے اور اس کے دودھ میں ایک صاع کھجور واجب ہوگی۔

**تشریح:** حلبہ بمعنی المحلوب ہے یا بمعنی الحلب؟ جمہور علماء کہتے ہیں کہ محلوب کے معنی میں ہے، ابن حزم فرماتے ہیں کہ یہاں جو طعام اور صاع واجب کیا گیا یہ حلب کے مقابل میں ہے لبن کے نہیں، لہذا اگر مشتری نے دودھ دوہ لیا اور دودھ قائم ہو تو اس صورت میں ایک صاع بھی دینا پڑے گا اور وہ دودھ بھی دینا پڑے گا، لیکن اس مسئلہ میں وہ جمہور علماء سے منفرد ہیں، یہ محلوب یعنی دودھ کے بدلے میں ہے۔

مصنف نے وَفِي حَلْبَتِهَا کہہ کر جمہور کی تائید کی ہے اور یہ بتلایا ہے کہ صاع تمر محلوب کے مقابل میں ہے حلب کے مقابل میں نہیں۔

اچھا اگر دودھ علی حالہا موجود ہو اور اس میں کوئی تغیر نہ ہو تو اس صورت میں دودھ کا واپس کر دینا کافی ہے یا صاع تمر دینا پڑے گا؟ حنابلہ فرماتے ہیں کہ دودھ کا واپس کر دینا کافی ہے صاع تمر واجب نہیں ہوگا، لیکن مالکیہ اور شافعیہ کہتے ہیں کہ مطلقاً لبن کا واپس کرنا کافی نہیں بلکہ صاع کا دینا واجب ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



پھر اگر کسی نے ایک ہی معاملہ میں کئی مصراۃ جانور خریدے تو آیا ہر جانور کی طرف سے ایک ایک صاع دینا پڑے گا یا سب کی طرف سے ایک صاع کافی ہو جائے گا؟ شافعی واحمد اور بعض مالکیہ کہتے ہیں کہ ہر ایک کی طرف سے ایک ایک صاع دینا پڑے گا، بعض مالکیہ کہتے ہیں کہ بس ایک صاع سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔

## (ص ۲۸۸) بَاب بَيعِ العَبدِ الزَّانِي

وقال شريح: إن شاء ردّ من الزنا.

٢١٤٦. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ ثَنَا اللَّيْثُ ثَنِي سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِذَا زَنَتِ الأَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا وَلاَ يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا وَلاَ يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ.

٢١٥٣ و٢١٥٤. حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الأَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصَنْ، قَالَ: إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَبِيعُوهَا وَلَوْ بِضَفِيرٍ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: لاَ أَدْرِي بَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ.

**ترجمہ:** باب، زانی غلام کی بیع کا بیان۔

حضرت شریح نے فرمایا کہ اگر مشتری چاہے تو زنا کی وجہ سے باندی کو واپس کر سکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب باندی زنا کرے اور اس کا زنا ظاہر ہو جائے تو اس کو کوڑے لگوائے اور عار نہ دلائے، پھر اگر وہ زنا کرے تو اس کو کوڑے لگوائے اور عار نہ دلائے، پھر اگر وہ تیسری بار زنا کرے تو اس کو فروخت کر دے اگرچہ بالوں کی ایک رسی کے بدلے میں ہو۔

**تشریح:** اس ترجمہ کی غرض کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ عبد زانی کی بیع اس کے عیب کے بیان کر دینے کے ساتھ جائز ہے۔

میرا خیال یہ ہے کہ اس ترجمہ کی ایک تو غرض صریح ہے اور ایک وہ غرض ہے جو اس ترجمہ سے مستفاد ہوتی ہے، غرض صریح وہی ہے جو حافظ ابن حجر نے بیان کی اور جو لفظِ ترجمہ سے سمجھ میں آتی ہے یعنی زانی غلام کی فروختگی جائز ہے، لیکن امام بخاری نے اس سے اس مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ عیب دار چیز کو بیچنا جائز ہے،

Maktaba Tul Ishaat.com



اگر بائع نے مشتری کو عیب پر اطلاع کردی تو اور بات ہے اور اگر اطلاع نہیں کی تو اطلاع پانے کے بعد مشتری کو اختیار ہوگا چاہے رکھے چاہے واپس کردے، اسی لئے مصنف فرماتے ہیں وَقَالَ شُرَیْحٌ إِنْ شَاءَ رَدَّ مِنَ الزِّنَا اگر چاہے تو عیبِ زنا کی وجہ سے غلام کو واپس کردے۔

زنا عیب ہے یا نہیں؟ امام مالک واحمد فرماتے ہیں کہ زنا عبد وامۃ دونوں میں عیب ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ جس چیز سے قیمت گھٹتی ہو وہ عیب ہے، امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ باندی میں عیب ہے اس لئے کہ اس سے مقصودِ اصلی استفراش ہوتا ہے اور غلام میں عیب نہیں الا یہ کہ زنا اس کی عادت بن جائے، اس لئے کہ اس صورت میں وہ اسی چکر میں پھرے گا اور مولیٰ کی خدمت نہیں کرپائے گا۔

**حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ یُوسُفَ:** یہ حدیث اسی سند کے ساتھ کتاب الحدود میں آرہی ہے۔

اگر باندی نے زنا کرلیا اور اس کا زنا ظاہر ہوگیا، ظاہر ہونے کی شکل یہ ہے کہ بینہ سے ثابت ہوجائے یا اقرار ہو یا حمل ظاہر ہوجائے اور حمل کا کوئی سببِ جائز نہ ہو، فرماتے ہیں فَلْیَجْلِدْهَا اس کو کوڑے لگائے۔

آیا غلام اور باندی کو حد جاری کرنے کا حق آقا کو ہے یا یہ حق حاکم ہے؟ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک آقا اپنے غلاموں پر حد جاری کرسکتا ہے، حنفیہ اس کو حاکم کا حق مانتے ہیں، حضرت علیؓ وغیرہ سے اسی طرح منقول ہے۔

**وَلَا یُثَرِّبْ:** تثریب وتوبیخ نہ کرے، اس کے مطلب میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ حد جاری کردینے کے بعد پھر خواہ مخواہ عار نہ دلائے، زجر وتوبیخ نہ کرے، امام خطابی فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ صرف زجر وتوبیخ اور تثریب پر اکتفاء نہ کرے بلکہ حد قائم کرے۔

**فَلْیَبِعْهَا:** یہ بیچنا کیسا ہے؟ جمہور علماء کہتے ہیں کہ یہ امر اباحت ہے یا زیادہ سے زیادہ استحباب پر محمول ہے، ابن حزم ظاہری کہتے ہیں کہ واجب ہے۔

اب یہ اشکال ہوتا ہے کہ جب زنا کے عیب کی وجہ سے آدمی خود اس کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتا تو اپنے بھائی کے لئے اس کو کیسے پسند کرسکتا ہے؟ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِأَخِیهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهِ، اس کا جواب یہ ہے کہ بعض وقت جگہ کی تبدیلی کی وجہ سے طبیعت وعادت بدل جاتی ہے، ممکن ہے کہ ایک جگہ ایسی صورت ہو اور دوسری جگہ نہ ہو، یا کوئی آقا اس کو پسند کرلے اور اپنے لئے فراش بنالے، اور ہوسکتا ہے کہ آقا

Maktaba Tul Ishaat.com



اتنا سخت اور کڑا ہو کہ باندی کوئی غلط حرکت کر ہی نہ سکتی ہو۔

**وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ:** یہ مبالغہ کے طور پر ہے، مطلب یہ ہے کہ اسے اپنے سے دور ہٹا دے چاہے تھوڑی سی قیمت کے بدلہ میں کیوں نہ ہو۔

**إِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصَنْ:** اگر باندی زنا کرلے اور محصن نہ ہو تو فرمایا کہ اس کو کوڑے لگاؤ۔

اس حدیث میں باندی کے کوڑے لگانے کے لئے یہ شرط لگائی گئی ہے کہ وہ محصن ہو، اسی بناء پر ابو ثور فرماتے ہیں کہ اگر محصنہ ہوگی تو اس کو رجم کیا جائے گا، جمہور علماء فرماتے ہیں کہ باندی چاہے محصنہ ہو یا غیر محصنہ بہر حال اس کو کوڑے ہی لگائے جائیں گے رجم نہیں کیا جائے گا، ﴿فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ﴾، اور جب محصن ہونے کی صورت میں یہ حکم ہے کہ ان کا عذاب نصف ما علی المحصنات ہوگا تو پھر غیر محصن ہونے کی صورت میں بدرجۂ اولیٰ ان کا یہ عذاب ہوگا۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ وَلَمْ تُحْصَنْ کی قید ثابت نہیں، امام مالک اسکے نقل کرنے میں منفرد ہیں، امام خطابی نے بھی اسکے شذوذ کی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن امام مالک اتنے بڑے شخص ہیں کہ انکا انفراد بذاتِ خود حجت ہے، دوسرے یہ کہ وہ منفرد نہیں بلکہ ان کی تین آدمی متابعت کرتے ہیں، ایک صالح بن کیسان جن کی روایت بخاری کتاب البیوع کے اواخر میں ہے اور امام مسلم نے بھی اس کی تخریج کی ہے، دوسرے سفیان بن عیینہ جن کی روایت نسائی اور ابن ماجہ نے تخریج کی ہے، تیسرے یحیٰ بن سعید قطان جن کی روایت امام نسائی نے تخریج فرمائی ہے۔

حضرت اقدس شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اصل میں باندیاں دو قسم کی ہیں، محصن اور غیر محصن، محصن کا حکم تو آیت سے معلوم ہو گیا اور غیر محصن کا حکم روایت سے معلوم ہو گیا۔

اور ہو سکتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ وَلَمْ تُحْصَنْ میں احصان عتق کے معنی میں ہو اور مطلب یہ ہے کہ باندی اگر آزاد نہ ہو اور زنا کرے تو اس کو کوڑے لگائے جائیں گے، پھر باندی کا احصان کیا ہے؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، مالک اور کوفیین کہتے ہیں کہ إحصانها الإسلام اور امام شافعی فرماتے ہیں إحصانها التزوج۔

**قَالَ ابْنُ شِهَابٍ لَا أَدْرِي بَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ:** علامہ ابو محمد بن حزم ظاہری نے بیع بعد الثالثۃ کو ترجیح دی ہے اس لئے کہ اکثر طرق حدیث میں یہی وارد ہوا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۸۸) بَابُ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ مَعَ النِّسَاءِ

۲۱۵۵. حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: قَالَتْ عَائِشَةُ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: اشْتَرِي وَأَعْتِقِي فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْعَشِيِّ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، مَا بَالُ أُنَاسٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ؟ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنِ اشْتَرَطَ مِئَةَ شَرْطٍ، شَرْطُ اللهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ.

۲۱۵٦. حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ أَبِي عَبَّادٍ ثَنَا هَمَّامٌ سَمِعْتُ نَافِعًا يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عَائِشَةَ سَاوَمَتْ بَرِيرَةَ، فَخَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَمَّا جَاءَ قَالَتْ: إِنَّهُمْ أَبَوْا أَنْ يَبِيعُوهَا إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطُوا الْوَلَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، قُلْتُ لِنَافِعٍ: حُرًّا كَانَ زَوْجُهَا أَوْ عَبْدًا؟ فَقَالَ: مَا يُدْرِينِي.

**ترجمہ:** باب، عورتوں کے ساتھ خرید وفروخت کرنے کا بیان۔

پہلی روایت کا ترجمہ باب ذکر البیع و الشراء فی المسجد میں گزر چکا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت بریرہؓ کو خریدنے کے لئے بھاؤ تاؤ کیا، آپ ﷺ نماز کے لئے تشریف لے گئے، جب آپ واپس تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ بریرہؓ کے مالکین اپنے لئے ولاء کی شرط منظور کرائے بغیر اس کو فروخت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں، پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ ولاء تو اسی کا ہوتا ہے جو آزاد کرتا ہے، ہمام کہتے ہیں کہ میں نے نافع سے کہا کہ ان کے شوہر آزاد تھے یا غلام؟ تو حضرت نے فرمایا کہ مجھے کیا معلوم!

**تشریح:** چونکہ عورتوں سے بات چیت کرنے میں خطرہ کا امکان ہوتا ہے جس کا تقاضہ یہ تھا کہ ان سے بیع وشراء کا معاملہ کرنا مردوں کے لئے جائز نہ ہونا چاہئے امام بخاری فرماتے ہیں کہ اختلافِ جنس کی صورت میں بھی بیع وشراء جائز ہے، عورتوں کے ساتھ خرید وفروخت کا معاملہ کیا جاسکتا ہے البتہ احتیاط کی جائے، اگر عورتوں سے خریدنا ہو تو بیچ میں کسی محرم عورت کا واسطہ بنالیا جائے۔

**فَقَالَ: مَا يُدْرِينِي:** مجھے کیا معلوم؟ اس میں روایات میں اختلاف ہے کہ ان کے زوج حر تھے یا عبد؟ دونوں طرح کی روایات وارد ہوئی ہیں، میرے نزدیک جمہور ہی کا قول اقویٰ معلوم ہوتا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۸۹) بَابٌ هَلْ يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِغَيْرِ أَجْرٍ وَهَلْ يُعِينُهُ أَوْ يَنْصَحُهُ

وقال النبي ﷺ: إذا استنصح أحدكم أخاه فلينصح له. ورخص فيه عطاء.

۲۱۵۷. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ سَمِعْتُ جَرِيرًا يَقُولُ: بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

۲۱۵۸. حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ، وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ، فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: مَا قَوْلُهُ لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ قَالَ: لَا يَكُونُ لَهُ سِمْسَارًا.

**ترجمہ:** باب، کیا کوئی شہری بغیر کسی عوض کے کسی دیہاتی کا مال فروخت کر سکتا ہے؟ اور کیا وہ دیہاتی کی مدد یا خیر خواہی کر سکتا ہے؟ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے خیر خواہی طلب کرے تو اس کو چاہئے کہ خیر خواہی کرے، نیز حضرت عطاء بن ابی رباح نے اس کی اجازت دی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تجارتی قافلوں سے شہر کے باہر مل کر معاملہ نہ کرو اور کوئی شہری شخص کسی دیہاتی کے مال کو فروخت نہ کرے، طاؤس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے عرض کیا کہ لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ کے کیا معنی ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ شہری شخص دلال نہ بنے۔

**تشریح:** حاضر جو حضر یعنی شہر کا رہنے والا ہو، بادی جو بدو (دیہات) کا رہنے والا ہو۔

حضور اکرم ﷺ نے بیع الحاضر للبادی سے منع کیا ہے جس کی تفسیر حنفیہ یہ کرتے ہیں کہ دیہات کا آدمی کوئی چیز فروخت کرنے کے لئے شہر میں لاتا ہے، حضری اس سے یہ کہتا ہے کہ تم اس کو میرے پاس رکھ دو جب قیمت بڑھ جائے گی تو میں گراں قیمت پر اس کو فروخت کر دوں گا۔

شافعیہ وحنابلہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم بدوی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کوئی شخص غریب الوطن ہو، باہر سے آیا ہوا ہو اور وہ شہر کے بھاؤ سے واقف نہ ہو، دھوکہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو اور کوئی حضری اس سے کہتا ہے کہ تم میرے پاس رکھ دو میں اس کو فروخت کر دوں گا تو یہ بیع حاضر للبادی ہو گی۔

مالکیہ بدو کی قید کو قیدِ احترازی مانتے ہیں، امام مالک سے منقول ہے کہ اگر کوئی بدوی کے مشابہ ہو وہ بھی اسی

Maktaba Tul Ishaat.com



حکم میں ہے۔

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا یہ ممانعت مطلقاً مکروہ ہے یا مطلقاً اباحت ہے یا اس میں کوئی تفصیل ہے؟

امام مالک سے نقل کیا گیا کہ مطلقاً بیع حاضر للبادی ممنوع ہے، عطاء و مجاہد فرماتے ہیں کہ مطلقاً جائز ہے، یہی امام احمد سے ایک روایت نقل کی گئی ہے اور علامہ موفق صاحبِ مغنی، امام نووی اور کرمانی نے امام ابو حنیفہ سے بھی یہی نقل کیا ہے، لیکن یہ نقل غلط ہے، امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر اہل بلد قحط اور تنگی میں مبتلا ہوں تب بیع حاضر للبادی مکروہ ہے ورنہ کوئی کراہت نہیں ہے بلکہ یہ من باب النصیحۃ للمسلم ہے، امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ حاجت یعنی اہل شہر جب محتاج ہوں اس وقت بیع حاضر للبادی مکروہ ہے ویسے کراہت نہیں۔

اچھا اگر باوجود کراہت و ممانعت کے بیع واقع ہوگئی تو منعقد ہوگی یا نہیں ہوگی؟ حنفیہ اور شافعیہ کے یہاں منعقد ہو جائے گی یہی امام احمد کی ایک روایت ہے مگر ان کا مشہور قول یہ ہے کہ یہ بیع باطل ہے، امام مالک کے بھی دونوں قول ہیں ایک قول بطلان کا اور دوسرا قول جواز کا ہے۔

امام بخاری اس مسئلہ میں ایک الگ تفصیل کرتے ہیں کہ بیع حاضر للبادی کی دو شکل ہے، ایک صورت یہ ہے کہ حاضر فروختگی پر اجرت لیتا ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ بغیر اجرت کے یوں ہی خیر خواہی کے طور پر بدوی کا سامان فروخت کرتا ہے، اگر بلا اجرت کے ہو تو یہ جائز ہے اس لئے کہ یہ من باب النصیحۃ للمسلم ہے اور اگر اجرت لیکر بیع کرتا ہے تو یہ مکروہ ہے، گویا ان کے نزدیک محل ممانعت اخذِ اجرت ہے، اگر اجرت نہ لے تو پھر یہ من باب النصیحۃ ہے اور جائز ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں هَلْ يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِغَيْرِ أَجْرٍ وَهَلْ يُعِينُهُ؟ کیا حاضر بادی کی بیع بلا اجرت کر دے اور کیا اس کی اعانت کرے أَوْ يَنْصَحُهُ؟ یا اس کی خیر خواہی کرے، یہ سوالیہ شکل رکھی ہے، امام بخاری نے اس کا جواب خود نہیں دیا بلکہ حدیث سے دیا، فرماتے ہیں وَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذَا اسْتَنْصَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهُ اگر کسی آدمی سے اس کا بھائی نصیحت اور خیر خواہی طلب کرے تو وہ اس کے لئے خیر خواہی کرے اور یہ بھی خیر خواہی کے باب میں داخل ہے۔

**وَرَخَّصَ فِيهِ عَطَاءٌ:** عطاء نے بیع حاضر للبادی کی اجازت دی ہے، لیکن عطاء سے دوسرا قول یہ

Maktaba Tul Ishaat.com



ہے کہ یہ بیع صحیح نہیں، حافظ ابن حجر نے ان دونوں میں جمع یوں کیا ہے کہ صحیح نہ ہونا محمول ہے کراہت پر اور رخصت محمول ہے اباحت پر، مطلب یہ ہے کہ ان کے یہاں کراہت تنزیہی ہے اور جائز ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے جو تفصیل اختیار کی ہے اس تفصیل پر عطاء کے قول کو اتارنا چاہئے، اگر بلا اجرت کے ہو تو مباح ہے اور اگر اجرت کے ساتھ ہو تو یہی لا یصح کا محمل ہے۔

**لَا یَکُونُ لَهُ سِمْسَارًا:** دلال نہ بنے۔

## (ص ۲۸۹) بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِأَجْرٍ

۲۱۵۹. حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ صَبَّاحٍ ثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ هُوَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ. وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ.

**ترجمہ:** باب، شہری باشندہ کا اجرت لیکر دیہاتی کے مال کو بیچنے کی کراہت کا بیان۔

**تشریح:** مسئلہ کے دو رخ تھے، پہلے جواز کا رخ بیان کیا اب کراہت کا رخ بیان کرتے ہیں، یعنی اگر اجرت لیکر حاضر شہری، بادی دیہاتی کی طرف سے بیع کرتا ہے تو یہ ہے محل کراہت و ممانعت۔

## (ص ۲۸۹) بَابُ لَا يَشْتَرِي حَاضِرٌ لِبَادٍ بِالسَّمْسَرَةِ

وكرهه ابن سيرين وإبراهيم للبائع والمشتري. وقال إبراهيم: إن العرب تقول بع لي ثوبا وهي تعني الشرى.

۲۱۶۰. حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَا يَبْتَاعُ الْمَرْءُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ.

۲۱۶۱. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ثَنَا مُعَاذٌ قَالَ ثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: نُهِينَا أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ.

Maktaba Tul Ishaat.com



**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کے لئے خریدنے کا معاملہ انجام نہ دے۔

حضرت ابن سیرین اور حضرت ابراہیم نخعی نے اس کو بائع اور مشتری دونوں کے لئے مکروہ کہا ہے، ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ عرب "بِعْ لِي ثَوْبًا" کہہ کر خریدنا مراد لیتے ہیں۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ جیسے بیع حاضر للبادی بالاجرۃ مکروہ ہے ایسے ہی شراء الحاضر للبادی بالاجرۃ مکروہ ہے، ایک دیہاتی آدمی آتا ہے اس کو کوئی سامان خریدنا ہے لیکن وہ بیچارا ڈرتا ہے کہ کہیں شہری لوگ اس کو لوٹ کھسوٹ نہ لیں اور سامان کا دام بہت زیادہ نہ لے لیں، اب وہ کسی شہری سے بات کرتا ہے شہری یہ کہتا ہے کہ ہاں صاحب! میں آپ کے لئے یہ سامان خرید تو دوں گا لیکن تھوڑی سی دلالی کے پیسے لوں گا، امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہ صورت مکروہ ہے، یہی ابن حبیب مالکی کی رائے ہے، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ صورت جائز ہے، امام مالک سے دونوں قول منقول ہے منع کا بھی اور جواز کا بھی، مصنف اپنی اسی تفصیل پر چلے ہیں کہ اجرت لیکر دلالی کرنا مکروہ ہے اور بلا اجرت کے کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

**وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ إِنَّ الْعَرَبَ تَقُولُ بِعْ لِي ثَوْبًا وَهِيَ تَعْنِي الشِّرَاءَ:** امام بخاری نے ابراہیم نخعی کا یہ قول نقل کرکے حدیث باب سے استدلال کرنے کی صورت متعین کی ہے، چونکہ حدیث میں وارد ہوا ہے وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ اس میں بیع کی تصریح ہے تو اس سے شراء الحاضر للبادی بالسمسرۃ کی کراہت کیسے اخذ ہو سکتی ہے؟ بخاری بتلاتے ہیں کہ اہل عرب کے یہاں بیع کا لفظ مشترک طریقہ پر خرید و فروخت دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے لہذا جیسے اس سے بیع حاضر للبادی کی ممانعت معلوم ہوتی ہے یعنی فروختگی کی ایسے ہی اس سے خریدنے کی بھی ممانعت نکلتی ہے۔

## (ص ۲۸۹) بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَلَقِّي الرُّكْبَانِ

وأن بيعه مردود لأن صاحبه عاص آثم إذا كان به عالما وهو خداع في البيع والخداع لا يجوز.

۲۱۶۲. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ ثَنَا عُبَيْدُ اللهِ الْعُمَرِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ التَّلَقِّي وَأَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ.

۲۱۶۳. حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ ثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى ثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ

Maktaba Tul Ishaat.com



مَا مَعْنَى قَوْلِهِ لَا يَبِيعَنَّ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ فَقَالَ: لَا يَكُنْ لَهُ سِمْسَارًا.

٢١٦٤. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ثَنَا التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: مَنِ اشْتَرَى مُحَفَّلَةً فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا، قَالَ: وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ تَلَقِّي الْبُيُوعِ.

٢١٦٥. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا تَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتَّى يُهْبَطَ بِهَا إِلَى السُّوقِ.

**ترجمہ:** باب، مالِ تجارت لیکر آنے والے قافلوں سے شہر سے باہر ملنے سے ممانعت کا بیان۔

اور اس بات کا بیان کہ اس کی بیع مردود ہے اور ایسا شخص۔ اگر اس ممانعت سے واقف تھا تو۔ نافرمان اور گناہ گار ہوگا، یہ چیز عقد بیع میں ایک دھوکہ ہے اور دھوکہ دہی جائز نہیں۔

**تشریح:** حدیث میں مختلف الفاظ وارد ہوئے ہیں، کہیں تلقی رکبان ہے کہیں تلقی البیوع ہے کہیں تلقی سلعہ ہے کہیں تلقی جلب ہے کہیں اور دوسرے الفاظ اس طرح کے وارد ہوئے ہیں، سب کا مطلب ایک ہی ہے کہ اگر باہر سے تاجر لوگ غلہ اور سامان وغیرہ لیکر آئیں تو شہر کے تجار کو شہر سے باہر نکل کر خریدنا ممنوع ہے اور اگر کسی آدمی نے خرید لیا تو یہ بیع مردود ہوگی یہ بخاری کی تصریح ہے۔

اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ تلقی رکبان مکروہ ہے مگر یہاں چند مسائل ہیں۔

**مسئلہ ۱:** تلقی رکبان کی ممانعت میں کس کی مصلحت پیش نظر ہے؟ (۱) امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک اس میں بائعین کی مصلحت ملحوظ ہے، (۲) امام مالک کے یہاں اہل بلد کی مصلحت ملحوظ ہے یہی بعض علماء نے حنفیہ سے بھی نقل کیا ہے، (۳) لیکن ابن ہمام کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دونوں کی مصلحت ملحوظ ہے۔

چنانچہ علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ تلقی رکبان دو شرطوں کے ساتھ مکروہ ہے، اول یہ کہ واردین کے سامنے نرخ میں کمی کی جائے دس کا سات ہی بتلایا جائے، دوسرے یہ کہ اہل بلد کو نقصان پہنچایا جائے خریدا بہت سستا اور فروخت کرے بہت مہنگا۔

**مسئلہ ۲:** اگر یہ بیع ہوگئی تو معتبر ہوگی یا نہیں؟ ظاہریہ کہتے ہیں کہ یہ بیع ناجائز ہے یہی امام احمد بن حنبل کی ایک روایت ہے، جمہور علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ بیع صحیح ہوگی۔

Maktaba Tul Ishaat.com



مسئلہ ۳: آیا مالکوں کو پتہ چلنے کے بعد اختیار ہوگا یا نہیں؟ امام مالک اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ کوئی اختیار نہیں ہوگا، بیوعات میں اس طرح کا خسارہ ہو ہی جایا کرتا ہے، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ بائعین کو اختیار حاصل ہوگا، پھر اس میں ان کے یہاں دو قول ہیں، ایک یہ کہ اگر غبن ہوا ہے تب اختیار ہوگا یہی امام شافعی کا ظاہر مذہب اور امام احمد کا مشہور قول ہے، شافعیہ میں سے امام نووی اور حنابلہ میں سے موفق نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ مطلقاً اختیار حاصل ہوگا چاہے غبن اور نقصان و خسارہ ہوا ہو اور چاہے نہ ہوا ہو، اس لئے کہ مسلم وغیرہ میں وارد ہوا ہے فَإِذَا أَتَى سَيِّدُهُ السُّوقَ فَهُوَ بِالْخِيَارِ اسی کے قریب الفاظ وارد ہوئے ہیں، علامہ موفق فرماتے ہیں کہ اگر از اول امر اختیار ہوتا اور غبن ملحوظ نہ ہوتا تو یہ کہا ہی نہ جاتا کہ جب آقا بازار آئے تب اختیار ہے بلکہ یہ کہہ دیا جاتا کہ بیع حاضر للبادی ممنوع ہے اور اگر کسی نے کر دیا تو اس صورت میں مالک کو اختیار ہوگا، امام بخاری نے بظاہر ظاہریہ کا مسلک اختیار کیا ہے اسی لئے صاف فرما دیا وَأَنَّ بَيْعَهُ مَرْدُودٌ۔

سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ: اس حدیث پاک پر یہ اشکال ہے کہ یہ روایت ترجمۃ الباب کے مطابق نہیں اس لئے کہ اس میں نہی عن تلقی الرکبان کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے یہ روایت یہاں لا کر اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہو۔

معمر کے تلامذہ میں اختلاف ہے، عبد الاعلی نقل کرتے ہیں لَا يَبِيعَنَّ حَاضِرٌ لِبَادٍ لیکن عبد الواحد نقل کرتے ہیں لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ، عبد الواحد کی روایت بَابُ هَلْ يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِغَيْرِ أَجْرٍ میں گزر چکی ہے، تو ہو سکتا ہے کہ دونوں ایک ہی روایت ہو صرف راویوں کا اختلاف ہو، لہٰذا مصنف نے یہ طریق یہاں ذکر کر کے عبد الواحد کے طریق کی طرف اشارہ کیا ہو، اقرب یہ تھا کہ یہ طریق بَابُ هَلْ يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِغَيْرِ أَجْرٍ میں ہوتا اور عبد الواحد کا طریق اس باب میں ہوتا، بہر حال امام بخاری کی طرف سے توجیہ کرنی ممکن ہے جیسا کہ ابھی کی جا چکی۔

عَنْ تَلَقِّي الْبُيُوعِ: أی تلقی أصحاب البیوع اور بیوع سے مراد مبیعات ہیں۔

وَلَا تَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتَّى يُهْبَطَ بِهَا إِلَى السُّوقِ: تم لوگ سامان کی تلقی نہ کرو، اس سے لے نہ لو یہاں تک کہ وہ سامان بازار میں پہنچ جائے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۸۹) بَابُ مُنْتَهَى التَّلَقِّي

۲۱۶۶. حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كُنَّا نَتَلَقَّى الرُّكْبَانَ فَنَشْتَرِي مِنْهُمُ الطَّعَامَ، فَنَهَانَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نَبِيعَهُ حَتَّى نَبْلُغَ بِهِ سُوقَ الطَّعَامِ.

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: هَذَا فِي أَعْلَى السُّوقِ، وَيُبَيِّنُهُ حَدِيثُ عُبَيْدِ اللهِ.

۲۱۶۷. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانُوا يَتَبَايَعُونَ الطَّعَامَ فِي أَعْلَى السُّوقِ فَيَبِيعُونَهُ فِي مَكَانِهِ، فَنَهَاهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِ حَتَّى يَنْقُلُوهُ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ بیرونِ شہر قافلوں سے معاملہ کرنے کی ممانعت کی حد کیا ہے؟

حضرت عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم قافلوں سے (شہر کے باہر) ملاقات کرتے تھے اور ان سے غلہ خریدتے تھے تو پیغمبر ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا کہ ہم اس کو بازار میں پہنچنے سے قبل فروخت کریں، امام بخاری کہتے ہیں کہ اس سے بازار کا کنارہ مراد ہے جس کی وضاحت عبید اللہ کی آنے والی حدیث سے ہوتی ہے۔

حضرت عبد اللہؓ نے بیان کیا کہ لوگ بازار کے کنارے غلہ خریدتے تھے اور اسی جگہ فروخت بھی کرتے تھے تو پیغمبر ﷺ نے ان کو اس بات سے منع فرمایا کہ وہ غلہ کو منتقل کرنے سے قبل فروخت نہ کریں۔

**تشریح:** امام بخاری اس ترجمۃ الباب سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ تلقی کی کہاں تک گنجائش ہے اور اس کے بعد ممانعت ہے، اکثر علماء فرماتے ہیں کہ تلقی کی گنجائش بازار کی ابتداء تک ہے، جہاں سے بازار شروع ہوتا ہے وہاں تک تلقی میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور بازار میں چاہے شہر ہی میں ہو تلقی ممنوع ہے، شافعیہ فرماتے ہیں کہ تلقی کا جواز شہر کے اندر اندر ہے لہذا شہر میں جہاں کہیں بھی رکبان سے تلقی کرکے ان سے سامان لیا جائے تو جائز ہے، ہاں شہر سے باہر نکل کر تلقی کرنا ممنوع ہے اور یہی محلِ ممانعت ہے۔

امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے اکثر علماء کی تائید کی ہے اسی لئے جو روایت پیش کی ہے اس میں تصریح ہے کہ فَنَهَانَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نَبِيعَهُ حَتَّى يَبْلُغَ بِهِ سُوقَ الطَّعَامِ اور پھر عبید اللہ کی حدیث ذکر کی ہے۔

**قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: هَذَا فِي أَعْلَى السُّوقِ:** یعنی ممانعت ابتداء سوق تک ہے، جہاں سے بازار شروع ہوتا ہے وہاں تک ہے ممانعت، یعنی اس کے باہر نکل کر اگر تلقی کی جائے تب ممانعت ہے، اور اگر سوق طعام میں پہنچ جائے یعنی بازار کی ابتداء جہاں سے ہوتی ہے وہاں تک تجار آجائیں تو پھر تلقی میں کوئی مضائقہ نہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**كَانُوا يَبْتَاعُونَ الطَّعَامَ فِي أَعْلَى السُّوقِ:** اس سے معلوم ہو گیا کہ اعلیٰ سوق میں سامان خریدنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور اعلی السوق سے مراد بازار کی ابتداء ہے جہاں سے بازار شروع ہوتا ہے۔

## (ص ۲۹۰) بَابُ إِذَا اشْتَرَطَ فِي الْبَيْعِ شُرُوطًا لَا تَحِلُّ

۲۱۶۸. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ نَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: جَاءَتْنِي بَرِيرَةُ فَقَالَتْ: كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ فِي كُلِّ عَامٍ وَقِيَّةٌ فَأَعِينِينِي، فَقُلْتُ: إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا لَهُمْ وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ، فَذَهَبَتْ بَرِيرَةُ إِلَى أَهْلِهَا فَقَالَتْ لَهُمْ فَأَبَوْا عَلَيْهَا، فَجَاءَتْ مِنْ عِنْدِهِمْ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ جَالِسٌ فَقَالَتْ: إِنِّي عَرَضْتُ ذَلِكِ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْوَلَاءُ لَهُمْ، فَسَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَخْبَرَتْ عَائِشَةُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: خُذِيهَا وَاشْتَرِطِي لَهُمُ الْوَلَاءَ فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، فَفَعَلَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللهِ؟ مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ مِئَةَ شَرْطٍ، قَضَاءُ اللهِ أَحَقُّ وَشَرْطُ اللهِ أَوْثَقُ وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ.

۲۱۶۹. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً فَتُعْتِقَهَا فَقَالَ أَهْلُهَا: نَبِيعُكِهَا عَلَى أَنَّ وَلَاءَهَا لَنَا، فَذَكَرَتْ ذَلِكِ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: لَا يَمْنَعُكِ ذَلِكِ؛ فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ اگر بیع میں ناجائز شرطیں لگائے تو کیا حکم ہے؟

روایت کا ترجمہ باب ذکر البیع والشراء فی المسجد میں گزر چکا

**تشریح:** لَا تَحِلُّ میں اختلاف ہے کہ یہ شروط کی صفت ہے یا إِذَا کا جواب ہے، علامہ عینی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ یہ شروط کی صفت ہے اور مطلب یہ ہے کہ بیع میں اگر ناجائز شرطیں لگالی جائیں تو وہ ناجائز شرطیں غیر معتبر ہوں گی اور ان کی وجہ سے بیع فاسد نہیں ہوگی، چنانچہ دیکھو قاعدہ ہے اَلْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ حضرت بریرہؓ کے آقاؤں نے حضرت عائشہؓ سے یہ شرط لگائی تھی کہ بریرہؓ کو خرید کر آزاد کردو لیکن ولاء کا استحقاق ہم کو حاصل ہوگا تو یہ شرط قانونِ شرع اَلْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ کے خلاف تھی، حضور اکرم ﷺ نے اس شرط کا کوئی اعتبار نہیں فرمایا

Maktaba Tul Ishaat.com



اور بیع کو معتبر مانا، معلوم ہوا کہ بیع اپنی جگہ پر صحیح ہے۔

ہمارے حضرت شیخ دامت برکاتہم ارشاد فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے لَا تَحِلُّ یہ إِذَا اشْتَرَطَ کا جواب ہو اور مطلب یہ ہو کہ اگر بیع میں ایک سے زائد شرطیں ہوں تب ناجائز ہے اور اگر ایک شرط ہو تو وہ جائز ہے، اس صورت میں امام بخاری نے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ یہ کہ اگر بیع میں ایک یا دو یا زیادہ شرط لگا دی گئی تو اس شرط کی وجہ سے بیع باطل ہو گی یا نہیں؟ یا شرط باطل ہو گی اور بیع باطل نہیں ہو گی؟ غرض یہ مسئلہ اختلافیہ ہے اس میں علماء کے تین قول ہیں۔

(۱) امام ابو حنیفہ، امام شافعی فرماتے ہیں کہ بیع میں شرط لگا دینے کی وجہ سے بیع باطل ہو جائے گی چاہے ایک شرط ہو چاہے دو، اس لئے کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے طبرانی میں ایک حدیث وارد ہے نهى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن بيع وشرط اور ترمذی وغیرہ میں نهى عن بيع وسلف وارد ہوا ہے۔

(۲) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اگر ایک شرط ہو تو جائز ہے اور اگر ایک شرط سے زائد ہو تو ناجائز ہے، انہوں نے جملِ جابر والے قصہ سے استدلال کیا ہے، جمہور علماء نے جملِ جابر کے قصہ کا جواب یہ دیا ہے کہ وہ افقار واعارہ تھا، شرط حقیقتِ عقد میں داخل نہیں تھی۔

واقعہ یہ ہے کہ جملِ جابر کے قصہ میں بڑا اختلاف ہے کہ آیا یہ اشتراط تھا یا نہیں تھا، بخاری کی رائے یہ ہے کہ اشتراط تھا چنانچہ کتاب الشروط میں امام بخاری نے تصریح کی ہے أَكْثَرُ الِاشْتِرَاطُ لیکن جمہور علماء اس کو شرط نہیں مانتے، اعارہ، افقار اور عاریت پر محمول کرتے ہیں۔

(۳) بعض ائمہ سے یہ منقول ہے کہ بیع اور شرط دونوں باطل ہو جائیں گی۔

(۴) امام مالک کا مسلک اس میں بڑا تفصیل طلب ہے، خلاصہ کے طور پر یہ ہے کہ ان کے یہاں بعض موقع پر بیع اور شرط دونوں باطل اور بعض موقع پر بیع و شرط دونوں جائز اور بعض مواقع پر بیع جائز اور شرط باطل ہو جاتی ہے، اس کی تفصیل ان کی کتبِ فروع سے معلوم کی جا سکتی ہے۔

**عَنْ عَائِشَةَ:** خُذِيهَا وَاشْتَرِطِي لَهُمُ الْوَلَاءَ حضرت عائشہؓ سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ لے لو اور ان کے لئے ولاء کی شرط لگا لو، اشکال یہ ہے کہ جمہور کے مسلک پر یہ شرط باطل ہے پھر حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس شرط

Maktaba Tul Ishaat.com



باطل کی اجازت کیسے دی؟ دوسرے اس میں مالکوں کا غرر ہے یعنی وہ دھوکہ میں پڑ جائیں گے۔

اسی اشکال کی بناء پر بعض علماء نے اس لفظ کے ثبوت ہی کا انکار کر دیا، یحی بن اکثم فرماتے ہیں کہ یہ ثابت نہیں، امام شافعی نے کتاب اختلاف الحدیث میں تصریح کی ہے کہ یہ لفظ وہم ہے اس کے راوی ہشام بن عروہ کو وہم ہوا ہے، لیکن محدث ابن خزیمہ نے اس کے غلط اور وہم قرار دینے والوں کی تردید کی ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ ثابت ہے، ثبوت کی صورت میں پھر علماء نے مختلف توجیہیں اور تاویلیں کی ہیں۔

(۱) امام مزنی سے خطابی نے نقل کیا ہے کہ وَاشْتَرِطِي لَهُم میں لام علیٰ کے معنی میں ہے أی وَاشْتَرِطِي علیهم الوَلَاءَ ان کے اوپر تم ولاء کی شرط لگالو یعنی ان کے خلاف شرط لگالو، جس کا مطلب یہ ہے کہ ولاء کا استحقاق تم کو نہیں ہوگا بلکہ ہم کو استحقاق حاصل ہوگا، یہی جواب امام بیہقی نے معرفۃ السنن والآثار اور مناقب الشافعی میں بروایتِ حرملہ امام شافعی سے نقل کیا ہے، لیکن امام نووی اور علامہ ابن تیمیہ نے اس جواب کی تضعیف کی ہے اس لئے کہ اگر اس کا مطلب وَاشْتَرِطِي علیهم الوَلَاءَ ہوتا تو پھر حضور اکرم ﷺ کو منبر پر کھڑے ہو کر اس کے ابطال کی ضرورت ہی کیا تھی۔

(۲) محمد بن شجاع ثلجی فرماتے ہیں کہ یہ کلام صورۃً امر ہے اور حقیقۃً نہی ہے اور مقصود زجر و توبیخ ہے، اس کی تائید اس روایت کے بعض دوسرے طرق سے ہوتی ہے جس میں وارد ہوا ہے دعیهم فلیشترطوا ما شاءوا ان کو چھوڑ دو جو جی میں آئے شرط لگالیں۔

(۳) امام طحاوی نے مزنی سے اور انہوں نے امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ اصل روایت ہے أشرِطي لهم الولاء أی أظهري لهم حکم الولاء ان کو ولاء کا حکم بتادو کہ ولاء کا استحقاق اس شخص کو ہوتا ہے جو غلام آزاد کرے، جو آزاد نہ کرے اس کو استحقاق حاصل نہیں ہوتا، لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ امام شافعی سے الام میں اور مزنی سے مختصرِ مزنی میں حدیث کے الفاظ وہی منقول ہیں جو مشہور ہیں یعنی وَاشْتَرِطِي۔

(۴) امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حضرت عائشہؓ کی خصوصیت ہے، علامہ تقی الدین بن دقیق العید نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ خصوصیت کا دعویٰ کافی نہیں اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔

(۵) علامہ ابو محمد بن حزم ظاہری کہتے ہیں کہ پہلے اس طرح کی شرط لگانا جائز تھا اس کے بعد حضور اکرم

Maktaba Tul Ishaat.com



صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر اس کو منسوخ کر دیا، لہذا پہلے جو حضرت عائشہؓ نے شرط لگائی وہ باجازت نبوی لگائی اور جائز تھی، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر اس کا نسخ فرما دیا، مگر یہ جواب یوں ہی سا معلوم ہوتا ہے سیاق اس سے اباء کرتا ہے۔

(۶) حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ بیع فاسد مفید ملک ہے۔

مگر یہ مسئلہ مختلف فیہ مسائل میں سے ہے اور پھر یہ حدیث خود مختلف المحامل ہے لہذا اس سے اس مسئلہ کا استنباط کرنا اور یہ کہنا کہ یہ شرط لگوانا اسلئے تھا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ بیع فاسد مفید ملک ہے۔ مجھ کو بعید معلوم ہوتا ہے۔

**مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ:** سو شرطیں بھی ہوں اگر کتاب اللہ میں نہ ہوں تو وہ باطل ہیں، پھر آپ نے فرمایا قَضَاءُ اللهِ أَحَقُّ وَشَرْطُ اللهِ أَوْثَقُ وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، اشکال یہ ہے کہ وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ تو کتاب اللہ میں ہے نہیں؟ علماء نے اس کے تین جواب دیئے ہیں۔

(۱) بعض حضرات کہتے ہیں کہ کتاب اللہ سے مراد یہاں پر حکم اللہ ہے چاہے قرآن میں ہو یا حضور کی زبان سے صادر ہو، (۲) بعض علماء فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کتاب اللہ سے چاہے نصًّا ثابت ہو اور چاہے اس کے کسی قانون کے تحت آ کر ثابت ہو، وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ کتاب اللہ کے قانون عام کے تحت آ کر ثابت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا اور رسول نے ہم کو یہ حکم دیا ہے وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، (۳) بعضوں نے تیسرا جواب یہ دیا ہے کہ کتاب اللہ سے مراد لوح محفوظ ہے اور یہ حکم لوح محفوظ میں مذکور ہے۔

**عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ:** یہ حدیث بڑی کثیر الفوائد ہے اور اس کے متعدد ٹکڑے آگے بھی آئیں گے اور بعض گزر بھی چکے ہیں اور میں اس کے بعض اجزاء پر تنبیہ بھی کر چکا ہوں، علماء نے اس حدیث کے فوائد کے سلسلہ میں مستقل کتابیں تالیف کیں، ابن خزیمہ اور ابن جریر طبری نے دو بڑی بڑی تالیف اس حدیث کے طرق اور اس سے مستنبط ہونے والے مسائل پر تصنیف فرمائی ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۹۰) بَابُ بَيْعِ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ

۲۱۷۰. حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ ثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ سَمِعَ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: الْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ.

**ترجمہ:** باب، کھجور کے بدلے کھجور کی بیع کا بیان۔

**تشریح:** امام بخاری یہاں سے ربویات کا بیان فرمارہے ہیں کہ ان کی بیع بھی جائز ہے، حدیث پاک میں چھ ربوی چیزوں کا تذکرہ وارد ہوا ہے، (۱) ذہب، (۲) فضہ، (۳) تمر، (۴) حنطہ، (۵) شعیر، (۶) ملح، چنانچہ مسلم شریف میں عبادہ بن صامتؓ کی روایت میں وارد ہوا ہے الذهب بالذهب و الفضة بالفضة و البرّ بالبرّ و الشعير بالشعير و التمر بالتَّمرِ وَ الْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ أو كما قال ﷺ۔

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ربا انہی اشیاء ستہ کے ساتھ خاص ہے یا یہ حکم معلول ہے کہ جہاں بھی علت ربا پائی جائے گی وہاں ربا کا تحقق ہوگا۔

(۱) ظاہریہ، مسروق، عطاء، طاؤس، شعبی، قتادہ اور عثمان بتی فرماتے ہیں کہ یہ حکم انہی اشیاء ستہ کے ساتھ خاص ہے معلول نہیں ہے، ائمہ اربعہ اور جمہور فرماتے ہیں کہ معلول ہے، پھر وہ علت کیا ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔

(۲) امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ ثمنین (ذہب وفضہ) میں علت وزن اور جنس ہے یعنی دونوں کا موزون ہونا اور ایک جنس ہونا اور باقی اشیاء اربعہ میں علت کیل اور جنس ہے، اسی کو ہمارے فقہاء اختصار کے طور پر یوں کہتے ہیں کہ علتِ ربا قدر اور جنس ہے یعنی موزون یا مکیل ہونا اور ایک جنس کا ہونا، لہذا جہاں اتحاد جنس ہو اور وہ شئی کیلی یا وزنی ہو وہاں پر ربا ہوگا اور ناجائز ہوگا، اور اگر کوئی چیز ایسی ہے کہ جنس کا اتحاد ہے لیکن کیلی یا وزنی نہیں ہے تو وہاں پر ربا نہیں ہوگا، یہ مُولی وغیرہ چونکہ بغیر تولے بکتی ہیں لہذا اس میں ربا نہیں ہے۔

(۳) امام مالک فرماتے ہیں کہ ثمنین کے اندر علت ثمنیت ہے اور باقی اشیائے اربعہ میں علت اقتیات وادّخار ہے، اقتیات کا مطلب یہ ہے کہ وہ غذاء کے طور پر استعمال ہو اور ادّخار کا مطلب یہ ہے کہ وہ ذخیرہ کی جاسکتی ہو، لہذا ان کے یہاں کمثریٰ (امرود) میں ربا نہیں اس واسطے کہ اس میں اقتیات تو ہے مگر اس کا ادّخار نہیں ہوتا ہے،

Maktaba Tul Ishaat.com



اور ان سے ایک قول یہ منقول ہے کہ اشیائے اربعہ میں علت صرف ادّخار ہے قوت ہونا گویا ضروری نہیں، لہٰذا چونے میں اس قول کی بناء پر ربا ہو گا۔

(۴) امام شافعی فرماتے ہیں کہ ثمنین میں علت ثمنین ہے اور باقی اشیاءِ اربعہ میں طعم ہے، جو مطعوم ہو اس میں امام شافعی کے یہاں مساوات ضروری ہے اور مفاضلہ ناجائز ہے۔

(۵) امام احمد بن حنبل کے اقوال مختلف ہیں، ایک قول میں وہ امام ابو حنیفہ کے ساتھ ہیں دوسرے قول میں امام شافعی کے ساتھ ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ ثمنین میں علت ثمنین ہے اور باقی اشیاءِ اربعہ میں کیل مع الطعم ہے، لہٰذا جو چیز ایسی ہو گی کہ مطعوم تو ہو لیکن مکیل نہ ہو اس میں ان کے یہاں ربا نہیں ہو گا مثلاً بیضہ (انڈے) ہیں وہ مطعوم ہیں مگر مکیل نہیں ہیں اس واسطے اس میں ربا ان کے یہاں نہیں ہو گا۔

**بَيْعِ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ:** امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ تمر کی تمر سے بیع یداً بید، سواءً بسواءٍ جائز ہے۔

**الْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ:** هَاءَ وَهَاءَ یعنی یداً بید، مطلب یہ ہے کہ اگر تقابض فی المجلس ہو تب تو ربا نہیں ہو گا اور اگر نسیئہ ہو جائے تو گو گیہوں کے بدلہ میں گیہوں ہی ہوں وہاں پر ربا کا تحقق ہو جائے گا۔

**ربا کی دو قسمیں:** ربا الفضل اور ربا نسیئہ، ربا الفضل یہ ہے کہ ایک کے بدلہ میں ڈیڑھ لے لیا جائے، ربا الفضل کی حرمت اتحاد جنس کے ساتھ خاص ہے، اگر اختلاف جنس ہو جائے تو ربا الفضل جائز ہے فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ، اور ربا النسیئہ یہ ہے کہ ایک طرف سے معاملہ نقد ہو اور دوسری طرف سے معاملہ ادھار ہو اس صورت میں ربا مطلقاً ناجائز ہے چاہے جنس کا اختلاف ہو یا اتحاد ہو، لہٰذا اس طرح سونے اور چاندی کی بیع بھی جائز نہیں اور سونے کی سونے سے اور چاندی کی چاندی سے بھی بیع جائز نہیں ہو گی۔

## (ص ۲۹۰) بَابُ بَيْعِ الزَّبِيبِ بِالزَّبِيبِ وَالطَّعَامِ بِالطَّعَامِ

۲۱۷۱. حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ، قَالَ: وَالْمُزَابَنَةُ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا وَبَيْعُ الزَّبِيبِ بِالْكَرْمِ كَيْلًا.

۲۱۷۲. حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ

Maktaba Tul Ishaat.com



الْمُزَابَنَةِ، قَالَ: وَالْمُزَابَنَةُ أَنْ يَبِيعَ الثَّمَرَ بِكَيْلٍ إِنْ زَادَ فَلِي وَإِنْ نَقَصَ فَعَلَيَّ.

۲۱۷۳. قَالَ: وَحَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا.

**ترجمہ:** باب، کشمش کی کشمش کے بدلے اور غلے کی غلے کے بدلے بیع کا بیان۔

حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع مزابنہ سے منع فرمایا اور بیع مزابنہ درخت پر لگی ہوئی کھجور کو خشک ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے ناپ کر فروخت کرنے اور کشمش کو انگور کے بدلے بیچنے کو کہتے ہیں۔

حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی پاک ﷺ نے بیع مزابنہ سے منع فرمایا، انہوں نے کہا کہ بیع مزابنہ یہ ہے کہ درخت پر لگے ہوئے پھل کو توڑے ہوئے پھلوں کے بدلے ناپ کر دے اس طرح (اور وہ یہ کہے) کہ اگر زیادہ نکلیں تو میری ہوں گی اور اگر کم نکلیں تو میرے ذمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے بیان کیا کہ نبی پاک ﷺ نے عرایا میں رخصت دی ہے۔

**تشریح:** زبیب کی بیع زبیب سے یداً بیدٍ سواءً بسواءٍ جائز ہے، اسی طرح غلہ کی غلہ سے بیع یداً بیدٍ سواءً بسواءٍ جائز ہے، سوال یہ ہے کہ روایت الباب میں زبیب کا ذکر ہے طعام کا کوئی ذکر نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے کتاب البیوع کے اواخر میں ص ۲۹۳ پر ایک روایت ذکر کی ہے اس میں طعام کا تذکرہ ہے۔

**وَالْمُزَابَنَةُ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا وَبَيْعُ الزَّبِيبِ بِالْكَرْمِ كَيْلًا:** مزابنہ بیچنا ہے ثمر کا تمر کے بدلہ میں جو مکیل ہو اور زبیب کا بیچنا ہے انگور کے بدلہ میں کیلاً، مطلب یہ ہے کہ ٹوٹے ہوئے پھل مکیل ہوں اور لگے ہوئے پھل اندازے سے لئے جائیں، چونکہ ان میں کمی بیشی کا احتمال ہے اس لئے حضور اکرم ﷺ نے اس سے منع کر دیا کہ احتمال ربا ہے، معلوم ہوا کہ جیسے حقیقتِ ربا نا جائز ہے ایسے ہی جہاں احتمال ربا ہو وہ بھی نا جائز ہے۔

**رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا:** البتہ حضور اکرم ﷺ نے عرایا کی اجازت دی ہے کہ ان کا خرص کر کے ان کو فروخت کیا جا سکتا ہے ٹوٹے ہوئے پھلوں کے بدلہ میں، عریہ کا بیان ان شاء اللہ آئندہ آرہا ہے۔

## (ص ۲۹۰) بَابُ بَيْعِ الشَّعِيرِ بِالشَّعِيرِ

۲۱۷۴. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ الْتَمَسَ صَرْفًا بِمِئَةِ دِينَارٍ فَدَعَانِي طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ فَتَرَاوَضْنَا حَتَّى اصْطَرَفَ مِنِّي، فَأَخَذَ الذَّهَبَ يُقَلِّبُهَا فِي يَدِهِ ثُمَّ قَالَ: حَتَّى يَأْتِيَ خَازِنِي مِنَ الْغَابَةِ، وَعُمَرُ يَسْمَعُ ذَلِكَ فَقَالَ: وَاللهِ لَا تُفَارِقُهُ حَتَّى تَأْخُذَ مِنْهُ، قَالَ رَسُولُ اللهِ

Maktaba Tul Ishaat.com



ﷺ: الذَّهَبُ بِالورق رِبًا إِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ.

**ترجمہ:** باب، جو کو جو کے بدلے فروخت کرنے کا بیان۔

حدیث کا ترجمہ باب مایذ کر فی بیع الطعام والحکرۃ میں گزر چکا ہے

**تشریح:** شعیر کی شعیر سے بیع یداً بید مِثلاً بمثل جائز ہے۔

## (ص ۲۹۰) بَاب بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ

۲۱۷۵. حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضلِ أنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ ثنا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ ثنا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرَةَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلاَّ سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ إِلاَّ سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْتُمْ.

**ترجمہ:** باب، سونے کو سونے کے بدلے فروخت کرنے کا بیان۔

حضرت ابو بکرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سونے کو سونے کے بدلے فروخت نہ کرو مگر یہ کہ برابر برابر ہو، چاندی کو چاندی کے بدلے فروخت نہ کرو مگر یہ کہ برابر ہو البتہ سونے کو چاندی کے بدلے اور چاندی کو سونے کے بدلے جس طرح چاہو فروخت کرو۔

**تشریح:** سونے کی سونے سے بیع جائز ہے بشرطیکہ طرفین میں مساوات ہو اور مجلس کے اندر تقابض ہو یعنی نسیئہ نہ ہو، اور اگر نسیئہ ہو جائے ایک طرف سے نقد اور دوسری طرف سے ادھار ہو تو یہ بیع ناجائز ہے، حضور اکرم ﷺ سے ارشاد منقول ہے لَا رِبًا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ اور بعض روایات میں یداً بیدٍ کی قید بھی لگی ہوئی ہے۔

## (ص ۲۹۰) بَاب بَيْعِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ

۲۱۷۶. حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعْدٍ ثنا عَمِّي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ثنا ابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمِّهِ ثني سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ حَدَّثَهُ مِثْلَ ذَلِكَ حَدِيثًا عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَلَقِيَهُ

Maktaba Tul Ishaat.com



عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ فَقَالَ: يَا أَبَا سَعِيدٍ مَا هَذَا الَّذِي تُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فِي الصَّرْفِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلٌ بِمِثْلٍ وَالْوَرِقُ بِالْوَرِقِ مِثْلٌ بِمِثْلٍ.

۲۱۷۷. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيعُوا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ.

**ترجمہ:** باب، چاندی کو چاندی کے بدلے فروخت کرنے کا بیان۔

حضرت سالم بن عبداللہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے حضرت ابن عمرؓ سے ایک مرفوع حدیث بیان کی، دراصل حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان سے ملاقات کی تھی اور اس میں یہ استفسار کیا تھا کہ اُس روایت کی کیا حقیقت ہے جو آپ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں؟ تب انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ میں نے بیع صرف کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سونے کو سونے کے بدلے فروخت نہ کرو مگر جب کہ سونا دونوں طرف برابر ہو ایک کو دوسرے سے زیادہ نہ کرو، اور چاندی کو چاندی کے بدلے فروخت نہ کرو مگر جب کہ چاندی دونوں طرف برابر ہو ان میں کسی کو دوسرے سے زیادہ نہ کرو، نیز ان میں سے غائب کو حاضر کے بدلے بھی فروخت نہ کرو۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ فضہ کی فضہ سے بیع مجلس کے اندر متساویا بشرط التقابض فی المجلس جائز ہے۔

**أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ حَدَّثَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ حَدِيثًا:** علامہ برماوی اور عینی وغیرہ فرماتے ہیں کہ مِثْلَ ذٰلِكَ سے ابوبکرہؓ کی حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو اس سے پہلے باب بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ میں گزر چکی ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس سے حضرت عمرؓ کی وہ حدیث مراد ہے جو ابھی باب بَيْعِ الشَّعِيرِ بِالشَّعِيرِ میں گزری ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام اسماعیلی کی روایت میں اسی طرح تفصیل وارد ہوئی ہے فالحق ماقاله ابن حجر وقول ابن حجر قوي كالحجر۔

**لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ:** اس سے مسئلہ مُدِّ عجوہ پر استدلال کیا گیا ہے، مسئلہ مُدِّ عجوہ کی تفصیل یہ ہے کہ ایک طرف سے مثلاً ایک مد عجوہ کھجور ہو اور ایک درہم ہو اور دوسری طرف دو درہم ہوں تو اس طرح کی بیع جائز ہوگی یا نہیں؟ اس میں تین قول ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com



(۱) امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ بیع ناجائز ہے۔

(۲) امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ یہ جائز ہے بشرطیکہ ذہب اور فضہ اُس ذہب اور فضہ سے زیادہ ہو جو سامان کے ساتھ لگا ہوا ہے، اگر اس کے مساوی ہو تو سامان ربا بن جائے گا، اور اگر اس سے کم ہو تو سامان اور بعض الذہب یا بعض الفضہ ربا بن جائے گا۔

مثلاً ایک جڑاؤ دار تلوار ہے جس کے اوپر چاندی یا سونا لگا ہوا ہے اس کو کوئی آدمی اشرفیوں کے بدلے میں خریدتا ہے تو اب سونے یا چاندی کا جڑاؤ اگر ان اشرفیوں یا دراہم کے برابر ہے جن کے بدلے میں خریدا جا رہا ہے تو یہ تلوار ربا ہو جائے گی، اور اگر جڑاؤ کم ہے تو تلوار اور اس کے ساتھ کچھ جڑاؤ ربا بن جائے گا، البتہ اگر ذہب یا فضہ منفصلہ زیادہ ہو تو ذہب اور فضہ؛ ذہب اور فضہ کے مقابل میں ہو جائیں گے اور جو زیادتی ہوگی وہ تلوار کے مقابل میں ہو جائے گی۔

(۳) امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر تابع ہو تب تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے، اور ان کے یہاں تابع کی تفسیر یہ ہے کہ سونے یا چاندی کا جڑاؤ ثلث یا اس سے کم کم ہو، اب اگر کوئی آدمی کوئی تلوار خریدتا ہے اور اس پر سونے کا جڑاؤ ہے اور خرید رہا ہے دنانیر کے بدلے میں تو یہ دیکھنا ہے کہ جتنے دنانیر کے بدلے میں وہ خرید رہا ہے اس کے ثلث یا اس سے کم جڑاؤ ہے یا زائد؟ اگر زائد ہے تو اب اس صورت میں وہ تابع نہیں لہٰذا جائز نہیں اور اگر ثلث یا اس سے کم ہے تو تابع ہے لہٰذا جائز ہے۔

جو لوگ یہ فرماتے ہیں کہ مطلقاً ناجائز ہے وہ حضرت فضالہ بن عبیدؓ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو مسلم شریف میں تم لوگ پڑھ چکے ہو کہ خیبر میں انہوں نے ایک تلوار خریدی تھی بارہ درہم کی جس پر جڑاؤ تھا جب ذہب کو جدا کیا تو وہ اس سے زیادہ نکلا جتنے کی خریدی تھی آنحضور ﷺ نے اس سے منع فرمادیا، حنفیہ کہتے ہیں کہ وہاں زیادتی کی وجہ سے منع کیا گیا ہے۔

## (ص ۲۹۱) بَاب بَیْعُ الدِّینَارِ بِالدِّینَارِ نَسَاءً

۲۱۷۸. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ ثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ ثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّ أَبَا صَالِحٍ

Maktaba Tul Ishaat.com



الزَّيَّاتَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدِ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: الدِّينَارُ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ.

۲۱۷۹. فَقُلْتُ لَهُ: فَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لَا يَقُولُهُ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: سَأَلْتُهُ فَقُلْتُ: سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ أَوْ وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللهِ؟ قَالَ: كُلُّ ذٰلِكَ لَا أَقُولُ وَأَنْتُمْ أَعْلَمُ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ مِنِّي وَلٰكِنَّنِي أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لَا رِبَا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ.

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ حَرْبٍ يَقُولُ: لَا رِبَا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ، قَالَ: هٰذَا عِنْدَنَا فِي الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ وَالْحِنْطَةِ بِالشَّعِيرِ مُتَفَاضِلًا لَا بَأْسَ بِهِ يَدًا بِيَدٍ وَلَا خَيْرَ فِيهِ نَسِيئَةً.

**ترجمہ:** باب، دینار کو دینار کے بدلے ادھار فروخت کرنے بیان۔

**تشریح:** مصنف نے ما قبل میں دو ترجمے منعقد کئے تھے بَاب بَيْعِ الذَّهبِ بِالذَّهبِ اور دوسرا باب بَيْعِ الْفِضَةِ بِالْفِضَةِ ان دونوں سے یہ بتلایا تھا کہ ثمنین کی بیع جائز ہے بشرطیکہ مساوات اور تقابض فی المجلس ہو، اب اس ترجمۃ الباب سے یہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر دینار کی بیع دینار سے ہو اور تقابض فی المجلس نہ ہو ایک طرف سے نقد ہو اور دوسری طرف سے ادھار ہو تو یہ ناجائز ہے اس کے ناجائز ہونے پر اجماع ہے۔

البتہ اس مسئلہ میں اختلاف تھا کہ ربا الفضل جائز ہے یا نہیں؟ یعنی ربا نسیئہ ہی کے ساتھ خاص ہے یا فضل کی صورت میں بھی پایا جاتا ہے اور نقد ہو تو بھی ربا کا تحقق ہو سکتا ہے اتحادِ جنس کی صورت میں؟

حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی رائے یہ تھی کہ ربا نسیئہ ہی کے ساتھ خاص ہے اور اگر ادھار نہ ہو تو اس صورت میں ایک کے بدلے میں دو اور تین لیا جاسکتا ہے، ان لوگوں کا استدلال لَا رِبَا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ سے ہے جو حضرت اسامہؓ روایت کرتے ہیں، بعض الفاظ میں ہے إِنَّمَا الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ۔

جمہور علماء کا استدلال یہ ہے کہ (۱) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا الدِّينَارُ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ اور مسلم میں اضافہ ہے مِثْلًا بِمِثْلٍ فمن زَادَ أَوِ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبَى، جو زیادتی کرے یا زیادتی کا طالب ہو اس نے ربا پر عمل کیا، اسی طرح حضور ﷺ کا ارشاد گزر چکا ہے الذَّهَبُ بِالْوَرِقِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ اگر یداً بید ہو تب تو وہ ربا نہیں ورنہ ربا ہے، اسی طرح عبادہ بن صامتؓ وغیرہ کی روایت میں یہ تصریح وارد ہوئی ہے الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتَّمرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ، ان روایات کی بناء پر جمہور علماء یوں فرماتے ہیں کہ اتحادِ جنس کی

Maktaba Tul Ishaat.com



صورت میں اگر مثلٌ بمثلٍ ہو اور تقابض فی المجلس ہو تو جائز ہے۔

استدلال اس طرح ہے کہ اس حدیث کا نص اس بات کو مقتضی ہے کہ اتحادِ جنس کی صورت میں تقابض فی المجلس کی شکل میں تو جواز ہے اور اگر تقابض فی المجلس نہ ہو تو جواز نہیں اور حدیثِ لَا رِبَا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ سے معلوم ہوتا ہے کہ ربا نسیئہ کے ساتھ خاص ہے اس کا مفہوم یہ نکلا کہ اگر نسیئہ کی شکل نہ ہو تو ربا جائز ہے، لہذا ایک دینار کے بدلے میں دو دینار لیا جاسکتا ہے، اور عبادہ بن صامتؓ وغیرہ کی روایتیں اپنے منطوق کے اعتبار سے اس کا معارضہ کرتی ہیں اس لئے کہ ان میں یہ تصریح ہے مثلٌ بمثلٍ ہونا چاہئے، اور یہ قاعدہ ہے کہ جب منطوق و مفہوم میں تعارض ہو جائے تو منطوق کو ترجیح ہوتی ہے، لہذا عبادہ بن صامتؓ وغیرہ کی روایتوں کو لَا رِبَا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ والی روایت پر ترجیح حاصل ہوگی۔

(۲) بعض دوسرے حضرات نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ اصل میں لَا رِبَا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ ابتداء میں تھا پھر منسوخ ہو گیا، مگر یہ جواب ضعیف ہے، نسخ کے لئے تاریخ کا ہونا ضروری ہے اور یہاں تاریخ معلوم نہیں۔

(۳) بعض حضرات نے یہ استدلال کیا ہے کہ لَا رِبَا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ میں نفی اعلیٰ و افضل مقصود ہے نفی ربا مقصود نہیں، بتلانا یہ ہے کہ سب سے بڑا ربا نسیئہ میں ہوتا ہے کہ بنیا اور مہاجن مدت بڑھائے چلا جاتا ہے اور اس کے اوپر ربا بڑھاتا چلا جاتا ہے حتی کہ بعض وقت قرض لینے والے کی تمام موجودات بھی اس ربا کی مقدار کو نہیں پہنچ پاتی ہیں، اسی لئے قرآن پاک میں لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وارد ہوا ہے، تو مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ سب سے بڑا ربا جو بڑے فساد کا سبب ہے اور غریب کو کنگال بنا کر رکھ دیتا ہے وہ نسیئہ ہی میں پایا جاتا ہے، اور ربا فضلی میں صرف اتنی سی بات ہوتی ہے کہ ایک کے بدلے میں ڈیڑھ لے لیا دو لے لیا قصہ ختم ہوا۔

(۴) چوتھا استدلال امام بخاری نے اپنے استاذ سلیمان بن حرب سے نقل کیا ہے کہ هَذَا عِنْدَنَا فِي الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ وَالْحِنْطَةِ بِالشَّعِيرِ مُتَفَاضِلًا، مطلب یہ ہے کہ ربا نسیئہ کے ساتھ خاص اس صورت میں ہے جب اجناس کا اختلاف ہو جائے، اختلافِ جنس کی صورت میں اگر ایک طرف نقد ہو اور دوسری طرف ادھار ہو تب تو ربا کا تحقق ہوگا اور اگر دونوں طرف سے نقدا نقد ہو تو پھر اس صورت میں ربا کا تحقق نہیں ہوگا چاہے ایک طرف سے زیادہ ہو اور دوسری طرف سے کم ہو اسلئے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے إِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ

Maktaba Tul Ishaat.com



**فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ** جب ان اصناف میں اختلاف ہو جائے تو تم جس طرح سے چاہو بیع کا معاملہ کر سکتے ہو۔

اس کے بعد یہ سنو کہ حضرت ابن عمرؓ نے تو اپنے قول سے رجوع کر لیا ہے البتہ ابن عباسؓ کے رجوع میں روایات مختلف ہیں امام بخاری نے تاریخ کبیر میں ایک روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بھی اپنے قول سے رجوع فرمایا ہے۔

**اَلدِّيْنَارُ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ:** یعنی جب ابوسعید خدریؓ نے الدِّيْنَارُ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ بیان فرمایا اور مثلاً بمثل اور یداً بید ہونا چاہئے تو اس پر ان کے شاگرد ابوصالح زیات نے یوں کہا کہ حضرت ابن عباسؓ تو اس کے قائل نہیں، وہ یوں فرماتے ہیں کہ ربا صرف اسی صورت میں پایا جاتا ہے جب احد العوضین ادھار ہو تو حضرت ابوسعیدؓ نے جواباً یہ فرمایا کہ میں نے خود ابن عباسؓ سے پوچھا تھا کہ تم یہ کہتے ہو کہ ربا صرف نسیئہ کے ساتھ خاص ہے یہ تم کس دلیل سے کہتے ہو؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے یا کتاب اللہ سے اخذ کیا ہے؟ **قَالَ كُلَّ ذٰلِكَ لَا أَقُوْلُ وَأَنْتُمْ أَعْلَمُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **مِنِّي**، وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات قدیم الصحبۃ ہیں برخلاف حضرت ابن عباسؓ کے کہ وہ فتح مکہ کے بعد آئے **وَلٰكِنَّنِي أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ أَنَّ النَّبِيَّ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **قَالَ لَا رِبَا إِلَّا فِي النَّسِيْئَةِ** اسامہؓ نے مجھے یہ بتلایا کہ لَا رِبَا إِلَّا فِي النَّسِيْئَةِ، اس لئے میں اس پر اعتماد کر کے یہ فتویٰ دیتا ہوں کہ ربا صرف نسیئہ کے ساتھ خاص ہے۔

حدیثِ لَا رِبَا إِلَّا فِي النَّسِيْئَةِ صحیح اور ثابت ہے اور اس کے مقابل میں دوسری حدیثیں جو اس بات کو مقتضی ہیں کہ ربا جیسے نسیئہ کی شکل میں پایا جاتا ہے ایسے ہی غیر نسیئہ کی شکل میں بھی پایا جاتا ہے وہ بھی ثابت اور صحیح ہیں اسلئے علماء نے ان دونوں روایتوں میں جمع کرنے کی صورت اختیار فرمائی ہے جس کو ابھی تفصیل سے بیان کر چکا۔

**هٰذَا عِنْدَنَا فِي الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ وَالْحِنْطَةِ بِالشَّعِيْرِ مُتَفَاضِلًا:** فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ ذہب بالورق کی شکل میں ہے یعنی حدیث لَا رِبَا إِلَّا فِي النَّسِيْئَةِ محمول ہے اختلافِ جنس پر، جب جنسین میں اختلاف ہو جائے تو پھر اس صورت میں تفاضل نقداً جائز ہے نساءً جائز نہیں ہے اسی کو فرمایا وَلَا بَأْسَ بِهِ يَدًا بِيَدٍ وَلَا خَيْرَ فِيْهِ نَسِيْئَةً۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۹۱) بَابُ بَيْعِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسِيئَةً

۲۱۸۰ و۲۱۸۱. حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ ثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي حَبِيبُ بْنُ ثَابِتٍ سَمِعْتُ أَبَا الْمِنْهَالِ قَالَ: سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَزَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ عَنِ الصَّرْفِ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَقُولُ: هَذَا خَيْرٌ مِنِّي فَكِلَاهُمَا يَقُولُ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ دَيْنًا.

**ترجمہ:** باب، چاندی کو سونے کے بدلے ادھار فروخت کرنے کا بیان۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ جیسے اتحاد جنس کی صورت میں نساءً (ادھار) جائز نہیں ایسے ہی اختلافِ جنس کی صورت میں بھی نساءٔ جائز نہیں ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے، لہذا یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ ایک طرف ایک دینار ہو اور دوسری طرف دس درہم ہوں اور ایک نقد ہو اور دوسرا ادھار۔

**فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَقُولُ: هَذَا خَيْرٌ مِنِّي:** دونوں حضرات نے اس فتوے کو اپنے سر پر سے ٹال دیا اور کہنے لگے کہ یہ مجھ سے بہتر ہے ان سے پوچھ لو، یہ حضراتِ صحابہؓ کی غایتِ تواضع ہے اور پھر دونوں حضرات نے یہ فرمایا نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ دَيْنًا حضور اکرم ﷺ نے سونے کی چاندی سے ادھار بیع کرنے سے منع فرمایا ہے معلوم ہوا کہ اختلافِ جنس کی صورت میں ربا نسیئہ کا تحقق ہوتا ہے۔

## (ص ۲۹۱) بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ يَدًا بِيَدٍ

۲۱۸۲. حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ ثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ أَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ عَنِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَأَمَرَنَا أَنْ نَبْتَاعَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْنَا وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْنَا.

**ترجمہ:** باب، سونے کو چاندی کے بدلے نقد بیچنے کا بیان۔

**تشریح:** اگر اختلافِ جنس ہو جائے اور نساءٔ نہ ہو دین کی شکل نہ ہو بلکہ نقداً نقد معاملہ ہو یداً بید ہو تو پھر اس صورت میں کوئی مضائقہ نہیں ہے یہ جائز ہے، امام بخاری نے اس کی دلیل میں حضرت ابو بکرہؓ کی روایت پیش کی ہے وَأَمَرَنَا أَنْ نَبْتَاعَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْنَا، وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْنَا حضور اکرم ﷺ نے

Maktaba Tul Ishaat.com



اختلافِ جنس کی صورت میں ذہب کی بیع فضہ سے اور فضہ کی بیع ذہب سے کرنے کی مطلقًا اجازت دی ہے کَیْفَ شِئْتُمَا چاہے متساویًا ہو اور چاہے متفاضلًا ہو، لہٰذا امام بخاری شرح فرماتے ہیں کہ جب روایتِ بالا سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ دین کی شکل میں جواز نہیں ہے تو لامحالہ ابو بکرہؓ کی روایت کا محل یہ ہو گا کہ دین نہ ہو بلکہ یَدًا بِیَدٍ ہو دونوں طرف سے نقدًا نقد ہو تب جائز ہو گا۔

مگر اس میں اشکال یہ ہے کہ ترجمہ میں یَدًا بِیَدٍ کی قید لگی ہوئی ہے اور روایت میں یہ قید نہیں ہے تو مصنف نے یہ قید کہاں سے اخذ فرمائی ہے؟ اس کے دو جواب ہیں، ایک جواب یہ ہے کہ مسلم شریف کی روایت میں یَدًا بِیَدٍ کی قید وارد ہوئی ہے مصنف نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ مصنف نے حدیث کی شرح فرمائی ہے اور یہ شرح کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ابھی براء بن عازبؓ اور زید بن ارقمؓ کی روایت میں گزرا ہے نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ دَيْنًا حضور اکرم ﷺ نے ذہب کی بیع ورق سے کرنے کو بطور دین کے منع کیا ہے، دین کی قید اس بات پر دلیل ہے کہ اگر دین کی شکل نہ ہو بلکہ دونوں طرف سے نقد ہو تو جائز ہے۔

## (ص ۲۹۱) بَابُ بَيْعِ الْمُزَابَنَةِ

وهي بيع التمر بالثمر وبيع الزبيب بالكرم وبيع العرايا. وقال أنس: نهى النبي عن المزابنة والمحاقلة.

۲۱۸۳. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَا تَبِيعُوا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ وَلَا تَبِيعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ.

۲۱۸۴. قَالَ سَالِمٌ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَخَّصَ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي بَيْعِ الْعَرِيَّةِ بِالرُّطَبِ أَوْ بِالتَّمْرِ، وَلَمْ يُرَخِّصْ فِي غَيْرِهِ.

۲۱۸۵. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ، وَالْمُزَابَنَةُ اشْتِرَاءُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا وَبَيْعُ الْكَرْمِ بِالزَّبِيبِ كَيْلًا.

۲۱۸۶. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُزَابَنَةُ اشْتِرَاءُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ فِي رُؤُوسِ

Maktaba Tul Ishaat.com



النَّخْلِ.

۲۱۸۷. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ.

۲۱۸۸. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَرْخَصَ لِصَاحِبِ الْعَرِيَّةِ أَنْ يَبِيعَهَا بِخَرْصِهَا.

**ترجمہ:** باب، بیع مزابنہ کا بیان۔

بیع مزابنہ یہ ہے کہ درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو توڑی ہوئی کھجوروں کے عوض، اور کشمش کو انگور کے عوض فروخت کیا جائے، اور عرایا درخت پر لگی ہوئی کھجور یا دیگر پھل جو کہ ہدیے اور صدقے میں ملے ہوں (تفصیل مستقل باب کے تحت آرہی ہے) کو فروخت کرنا، حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے بیع مزابنہ اور بیع محاقلہ سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھلوں کو فروخت مت کرو یہاں تک کہ ان کا کارآمد ہونا ظاہر ہو جائے اور درخت پر لگی ہوئی کھجور کو خشک کھجور کے بدلے فروخت مت کرو۔

حضرت زید بن ثابتؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بعد میں عریہ میں تازہ کھجور کے بدلے خشک کھجور کے بدلے معاملہ کی اجازت دی اور اس کے علاوہ میں اجازت نہیں دی۔ بقیہ روایات کا ترجمہ بھی اوپر جیسا ہے۔

**تشریح:** مزابنہ بابِ مفاعلہ کا مصدر ہے زبن سے ماخوذ ہے جس کے معنی دفع کرنے کے ہیں۔

بیع مزابنہ کی صورت یہ ہے کہ لدے ہوئے پھلوں کے بدلے میں ٹوٹے ہوئے پھلوں کو فروخت کیا جاتا ہے، درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کو چاہے وہ کھجور ہوں یا انگور ہوں ان کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور اس کا بدلہ مکیل یا موزون ہوتا ہے، حضور اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اس لئے کہ اس میں ربا کا احتمال ہے۔

اس کو بیع مزابنہ اس لئے کہتے ہیں کہ ہر ایک اپنے سے ضرر کو دفع کرنے کی فکر میں ہوتا ہے، یہ چاہتا ہے کہ میرا نفع ہو جائے اور دوسرا چاہتا ہے کہ میرا نفع ہو جائے، بیع مزابنہ کے ممنوع ہونے پر امت کا اجماع ہے۔

مصنف نے بیع مزابنہ کی شرح کی ہے وَهِيَ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ وَبَيْعُ الزَّبِيبِ بِالْكَرْمِ یہ کھجوروں کا فروخت کرنا ہے ان پھلوں کے بدلے میں جو درختوں پر لگے ہوئے ہیں اور کشمش کا فروخت کرنا ہے انگور کے بدلے میں جو درختوں پر لگے ہوئے ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**وَبَیْعُ الْعَرَایَا:** عرایا کی بیع، امام بخاری نے بیع عرایا کا تذکرہ بھی یہاں فرمادیا ہے۔ روایات پر نظر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ بیع مزابنہ ناجائز ہے مگر بیع عرایا جائز ہے، اب ترجمہ کی تقدیر ہوگی باب حکم بیع المزابنۃ وحکم بیع العرایا، روایاتِ باب سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع مزابنہ کا حکم عدم الجواز ہے اور بیع عرایا کا حکم جواز ہے۔

عرایا عریۃ کی جمع ہے، یہ یا ماخوذ ہے عَرِیَ یَعْرٰی سے جس کے معنی ہیں ننگے ہوجانے کے منفرد ہوجانے کے، چونکہ عریہ جو دیا جاتا ہے وہ باقی نخیل سے منفرد ہوجاتا ہے یا تحریم مزابنہ سے منفرد ہوتا ہے اس لئے اس کو عریہ کہتے ہیں، اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ ماخوذ ہے عَرٰی یَعْرُوْ عَرْوًا سے جس کے معنی ہیں قصد کرنے کے، اس کو عریہ اس لئے کہتے ہیں کہ صاحبِ عریہ اس کا قصد کرتا ہے، اس صورت میں عریہ فعیلہ کے وزن پر مفعولہ کے معنی میں اور پہلی صورت میں فعیلہ کے وزن پر فاعلہ کے معنی میں ہوگا۔

عریہ کی تفسیر اور اس کی بیع میں بھی اختلاف ہے۔

(۱) حنفیہ اور مالکیہ فرماتے ہیں کہ عریہ کے لئے موہوبہ ہونا شرط ہے، (۲) شافعیہ کے یہاں موہوبہ ہونا شرط نہیں، (۳) امام احمد بن حنبل کی دونوں روایتیں ہیں، اثرم نے ان سے جو تفصیل نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عریہ ہبہ کا نام ہے اور دوسرے حضرات نے ان سے جو تفصیل نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عریہ کے لئے موہوبہ ہونا شرط نہیں ہے، علامہ موفق الدین ابن قدامہ نے اسی کو ظاہر مذہبِ حنابلہ قرار دیا ہے۔

جو لوگ عریہ کے لئے موہوبہ ہونا شرط قرار دیتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ عریہ کی شکل یہ تھی کہ باغ والے؛ فقراء اور مساکین کو اپنے باغات میں سے ایک دو درخت اس کا پھل کھانے کے لئے دے دیا کرتے تھے، لیکن چونکہ عام طور سے باغات والے اپنے باغات میں رہا کرتے تھے اس لئے ان فقراء کے وہاں پر داخل ہونے سے ان کو اذیت اور تکلیف ہوا کرتی تھی، اس لئے یہ باغ والے ان سے کہتے تھے کہ درخت پر جتنے پھل لگے ہوئے ہیں ان کا اندازہ لگالو اور ہم تم کو اس کے بدلے میں ٹوٹے ہوئے پھل دے دیں گے، اور فقراء کے آنے جانے سے ان کو بھی تنگی اور دشواری ہوتی تھی کہ کہاں بار بار توڑنے جائیں اس تنگی سے وہ بچ جاتے تھے اور فقراء کا مقصود پھل کھانا تھا اس لئے وہ فروخت کرنا چاہتے تھے تو ان کو اجازت دے دی گئی کہ وہ اپنے ان درختوں پر لگے ہوئے

Maktaba Tul Ishaat.com



پھلوں کا اندازہ لگا کر ٹوٹے ہوئے پھلوں کے بدلے میں فروخت کر دیں۔

جو حضرات عریہ کے لئے موہوبہ ہونا شرط قرار نہیں دیتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ عریہ کی اور بھی صورتیں ہو سکتی ہیں، مثلاً امام مالک سے ایک صورت یہ نقل کی گئی ہے کہ آدمی کا باغ ہو اور اس میں ایک دو درخت کسی اور آدمی کے بھی ہیں، اس صورت میں باغ والا اپنے باغ میں رہتا ہے اور ایک دو درخت والا بھی بار بار باغ میں آتا ہے تو اس سے اس کو اور اس کے بچوں کو دشواری پیش آتی ہے، وہ باغ والا اس سے کہتا ہے کہ تمہارے ان دو درختوں پر جتنے پھل لگے ہوئے ہیں تم اس کا اندازہ لگا لو اور اس کے بدلے میں ہم سے ٹوٹے ہوئے پھل لے لو، لیکن مالکیہ کہتے ہیں کہ یہ عریہ نہیں ہے کیوں کہ امام مالک کے یہاں عریہ کے لئے موہوبہ ہونا شرط ہے، البتہ احمد بن حنبل نے اس کو عریہ کے حکم میں بایں معنی شمار کیا ہے کہ جیسے عریہ کی بیع کی اجازت دی گئی ہے یہاں بھی یہ صورت جوازِ بیع کے اندر داخل کی گئی ہے۔

امام شافعی سے عریہ کی اور بھی بعض شکلیں نقل کی گئی ہیں مثلاً ایک آدمی کسی باغ والے سے یہ کہتا ہے کہ مجھے تازے پھل کھانے کو جی چاہتا ہے آپ اپنے باغ میں سے ایک دو درخت کے پھل کا اندازہ لگائیے اور میرے ہاتھ ٹوٹے ہوئے پھلوں کے بدلے میں فروخت کر دیجئے ظاہر ہے کہ یہ صورت ہبہ کی نہیں ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عریہ کے لئے موہوبہ ہونا شرط ہے وہ اس کی پہلی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اہل لغت عریہ کی تفسیر عطیہ اور ہبہ سے کرتے ہیں، قاضی ابو الولید باجی اور قاضی ابو الولید ابن رشد نے جماعتِ اہل لغت سے یہ تفسیر نقل کی ہے، امام طحاوی اور صاحبِ ہدایہ نے بھی یہی تفسیر فرمائی ہے اور اس کی تائید صحابۂ کرام کے بیانات اور شعراء عرب کے کلام سے ہوتی ہے، امام طحاوی نے حضرت زید بن ثابتؓ سے ایک روایت نقل کی ہے رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا فِي النَّخْلَةِ وَالنَّخْلَتَيْنِ تُوهَبَانِ لِلرَّجُلِ یہ لفظ تُوهَبَانِ لِلرَّجُلِ اس بات کی دلیل ہے کہ عریہ ہبہ ہوتا ہے، اسی طرح بقول حضرت حسانؓ اور بقول ابو عبید القاسم بن سلام کے سوید بن صلت کا شعر ہے

لَيست بسنهاء وَلَا رجبية ‌ ‌ ‌ ‌ وَلَكِنْ عَرَايَا فِي السِّنِينَ الْجَوَائِحِ

یعنی وہ درخت سنہاء نہیں ہے جو ایک سال پھل دے اور دوسرے سال پھل نہ دے، وَلَا رجبية اور نہ کمزور ہے کہ اس کو ٹیک لگانے کی ضرورت پیش آئے لیکن وہ تو بطور عریہ، عطیہ اور ہبہ کے دیا جاتا ہے قحط کے سالوں میں، یعنی جب قحط ہو جاتا ہے اور فقراء تنگ اور پریشان ہوتے ہیں تو اربابِ اموال اپنے باغات کے درختوں میں

Maktaba Tul Ishaat.com



سے بعض درخت فقراء کو دے دیا کرتے ہیں تا کہ وہ اس کے پھل کھاتے رہیں۔

عریہ کی بیع جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے کہ عریہ کی بیع جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کتنے میں جائز ہے اور کتنے میں نہیں؟ اور کس سے جائز ہے اور کس سے نہیں؟ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ بیع عریہ جائز ہی نہیں ہے بلکہ یہ تو ہبۂ جدیدہ ہے، ائمۂ ثلاثہ جوازِ بیع کے قائل ہیں۔

کس کے ساتھ بیع کی جاسکتی ہے؟ امام مالک فرماتے ہیں کہ مُعْرِی یعنی واہب کے ساتھ ہو سکتی ہے اور کسی کے ساتھ نہیں، تو اب امام ابو حنیفہ اور امام مالک میں تعبیر اور ابتدائے امر کا فرق ہوا ورنہ انجام کے اعتبار سے دونوں کا مسلک ایک ہی بن جاتا ہے اس لئے کہ امام ابو حنیفہ کے یہاں یہ ہبۂ جدیدہ ہوتا ہے کہ مالک پہلے ہبہ میں قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کو واپس لیتا ہے اور اس کے بدلے میں دوسرا حصہ دے دیا کرتا ہے، امام مالک کے نزدیک یہی صورت بیع کی بن گئی، گویا معریٰ لہ نے مُعرِی کے ہاتھ اپنے پھلوں کو فروخت کر دیا۔

امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہیں کہ مُعْرٰی لہ کو اختیار ہے جس کے ساتھ چاہے بیع کرے، اس اعتبار سے اِن دونوں کا مسلک اُن دونوں حضرات کے مسلک سے بالکل مختلف ہے۔

کتنی مقدار میں بیع جائز ہے؟ اس میں اتفاق ہے کہ مادون خمسۃ اوسق میں جائز ہے اور اس میں بھی اتفاق ہے کہ مافوق خمسۃ اوسق میں ناجائز ہے، البتہ آیا پانچ وسق میں جائز ہے یا ناجائز؟ تینوں مذاہب میں دو دو قول ہیں، مالکیہ کا راجح مذہب یہ ہے کہ جائز ہے، شافعیہ اور حنابلہ کا راجح مذہب یہ ہے کہ ناجائز ہے۔

جو لوگ جواز کے قائل ہیں وہ یہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ أَوْ دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ میں أو تنویع کے واسطے ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ أو شکِ راوی کے لئے ہے، چنانچہ بخاری شریف میں ص ۳۲۰ پر یہی روایت آئے گی اور اسی طرح مسلم شریف میں بھی وارد ہوئی ہے اس میں تصریح ہے شَكَّ دَاوُدُ فِي ذَلِكَ داؤد بن حصین کو اس میں شک ہو گیا ہے، تو اب شافعیہ اور حنابلہ یوں فرماتے ہیں کہ پانچ وسق بیع مزابنہ میں بالیقین داخل ہے اور شک کی وجہ سے حرمت سے خارج نہیں ہوگا اور مادون خمسۃ اوسق بالیقین بیع مزابنہ کے قانون سے مستثنیٰ ہے۔

جو حضرات عریہ کی بیع کے جواز کے قائل ہیں ان لوگوں نے ان روایتوں سے استدلال کیا ہے جن سے بیع

Maktaba Tul Ishaat.com



عرایا کا جواز نکلتا ہے، مثلاً زید بن ثابتؓ کی روایت ہے رَخَّصَ بَعْدَ ذٰلِکَ فِي بَيْعِ الْعَرِيَّةِ بِالرُّطَبِ أَوْ بِالتَّمْرِ، اسی طرح حضور ﷺ کا ارشاد ہے نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَطِيبَ وَلَا يُبَاعُ شَيْءٌ مِنْهُ إِلَّا بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ إِلَّا الْعَرَايَا، اسی طرح اور بھی متعدد الفاظ وارد ہوئے ہیں نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ وَرَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا يَأْكُلُهَا أَهْلُهَا رُطَبًا۔

جو حضرات ممانعت کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ عریہ کی بیع باب مزابنہ میں داخل ہے کیوں کہ اس پر مزابنہ کی تعریف صادق آتی ہے نیز اس میں احتمالِ ربا ہے اور ربا اور احتمالِ ربا دونوں سے بچنا ضروری ہے۔

فریق مخالف نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جنابِ من! بیع عرایا بابِ مزابنہ سے مستثنیٰ ہے۔

اس کا احناف نے جواب دیا کہ یہ استثناء متصل نہیں بلکہ استثناء منقطع ہے اور یہ اصل میں ہبۂ جدیدہ ہے، واہب پہلے ہبہ کرتا ہے اور اس کے بعد تقابض نہ ہونے کی وجہ سے وہ چیز لے لیتا ہے اور اس کے بدلہ میں دوسرا ہبہ کر دیا کرتا ہے۔

مگر اس پر اشکال یہ ہے کہ یہ رجوع فی الہبہ ہوا اور رجوع فی الہبۃ والصدقۃ سے حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں ہبہ میں رجوع کا تحقق ہی نہیں ہوا اس لئے کہ ہبہ احراز سے مکمل ہوتا ہے نہ کہ تخلیہ سے، اور دلیل یہ ہے کہ مؤطا امام مالک میں ایک روایت ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت عائشہؓ کو بلا کر یہ فرمایا کہ بیٹی! تمہارے غنیٰ سے زیادہ مجھے کسی کا غنیٰ محبوب نہیں اور تمہارے فقر سے زیادہ کسی کا فقر میرے لئے شاق نہیں، میں نے غابہ سے تم کو بیس وسق دیا تھا فَلَوْ كُنْتِ جَدَدْتِيهِ وَاحْتَزْتِيهِ كَانَ لَكِ وَإِنَّمَا هُوَ الْيَوْمَ مَالُ وَارِثٍ اگر تم اسے توڑ لئے ہوتی اور اپنے قبضہ میں کر لیتی تب تو تمہارا ہو جاتا مگر اب تو وہ مالِ وارث بن گیا۔

آگے اس میں اشکال یہ ہے کہ جب احناف کے نزدیک عریہ ہبہ ہوتا ہے اور بیع عرایا حقیقۃً تبدیل ہبہ ہے تو اس میں پانچ وسق کی کیا تخصیص ہے؟ پانچ سے کم میں بھی ہو سکتا ہے اور پانچ سے زائد میں بھی ہو سکتا ہے دس وسق میں بھی ہو سکتا ہے پھر احادیث میں پانچ وسق ہی کی تخصیص کیوں وارد ہوئی ہے؟

امام طحاوی کے جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قید اتفاقی ہے، ممکن ہے کہ یہ کسی ایسی قوم کا معاملہ ہو جن کے یہاں پانچ وسق ہی ہو، حضرت شیخ الہند نے بھی یہی جواب اختیار کیا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



علامہ انور شاہ کشمیری نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اصل میں پانچ وسق کی مقدار قلیل ہے لہذا اس میں تو گنجائش دے دی گئی اور اس سے زائد میں گنجائش نہیں دی گئی تاکہ کہیں ربا کا دروازہ نہ کھل جائے۔

**قَالَ أَنَس نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ:** محاقلہ یعنی مزارعت اور مسئلہ مزارعت آئندہ آرہا ہے اور کتاب المغازی میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ اس پر کلام آئے گا۔

**قَالَ سَالِمٌ أَخْبَرَنِي عَبْدُاللهِ:** اسی طرح أَخْبَرَنِي بغیر واو کے بخاری کے ہندی نسخوں میں واقع ہوا ہے، شروح کے نسخوں میں ہے قَالَ سَالِمٌ وَأَخْبَرَنِي عَبْدُاللهِ، مطلب یہ ہے کہ سالم فرماتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن عمرؓ نے ایک یہ روایت نقل کی لَاتَبِيعُوا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ وَلَا تَبِيعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ یہ تو بلاواسطہ نقل کی اور سالم فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ نے مجھ سے ایک دوسری روایت نقل کی زید بن ثابتؓ کے واسطے سے۔

**أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَخَّصَ بَعْدَ ذَلِكَ فِي بَيْعِ الْعَرِيَّةِ بِالرُّطَبِ أَوْ بِالتَّمْرِ:** یہ أو کیسا ہے؟ اس میں اختلاف ہے، امام نووی کی رائے یہ ہے کہ أو شک راوی کے لئے ہے، راوی کو اس میں شک ہے کہ کس چیز سے عریہ کی بیع کی اجازت دی گئی تھی؟ تمر کے بدلے میں یا رطب کے بدلے میں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ أو تنویع کے لئے ہے اور دلیل یہ ہے کہ نسائی شریف میں وارد ہوا ہے بِالرُّطَبِ وَبِالتَّمْرِ واوَ کے ساتھ، عریہ کی بیع تمر کے ساتھ کرنا بالکل ظاہر ہے اور اس پر کوئی اشکال بھی نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ عریہ وہ درخت کہلاتا ہے جس پر پھل لگا ہوا ہو اور لگے ہوئے پھل ارطاب ہی ہوا کرتے ہیں یا ہونے والے ہوتے ہیں، تو اب رطب کی رطب سے بیع کرنے میں فائدہ کیا ہے؟ اس لئے ظاہر یہ ہے کہ یہ أو شکِ راوی ہی کے لئے ہے اور اصل لفظ تمر ہے۔

ابھی جو میں نے اشکال کیا اس کا ایک جواب ذہن میں آیا وہ یہ ہے کہ عریہ کے لئے ارطاب ہونا ضروری نہیں ہے، وہ تو ایک دو درخت دے دیئے جاتے ہیں جن پر پھل لگے ہوئے ہوتے ہیں کبھی پھل رطب کے حدود میں ابھی پہنچے بھی نہیں کہ بعض وقت آدمی کو ضرورت ہوتی ہے ارطاب کھانے کی، اب وہ یہ کہتا ہے کہ تم یہ پھل جو درخت پر لگے ہوئے ہیں مجھ سے خرید لو اور اس کے بدلے میں مجھے ٹوٹے ہوئے ارطاب دے دو۔

مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ توجیہ جی کو نہیں لگتی ہے اس واسطے کہ اگر پانچ وسق ارطاب ہوں گے تو تھوڑے دن میں

Maktaba Tul Ishaat.com



سڑ جائیں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ پانچ وسق سے کم کم کے اندر اجازت ہے لہذا اگر کوئی آدمی چاہے تو دو کیلو اور ایک کیلو کی بیع کر سکتا ہے۔

أَرْخَصَ لِصَاحِبِ الْعَرِيَّةِ أَنْ يَبِيعَهَا بِخَرْصِهَا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب عریہ کو اجازت دی کہ وہ عریہ کو فروخت کر دے اس کا تخمینہ لگا کر۔

## (ص ۲۹۱) بَابُ بَيْعِ الثَّمَرِ عَلَى رُؤُوسِ النَّخْلِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

۲۱۸۹. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ وَأَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَطِيبَ، وَلاَ يُبَاعُ شَيْءٌ مِنْهُ إِلاَّ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ إِلاَّ الْعَرَايَا.

۲۱۹۰. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكًا وَسَأَلَهُ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ الرَّبِيعِ أَحَدَّثَكَ دَاوُدُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ أَوْ دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ؟ قَالَ: نَعَمْ.

۲۱۹۱. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ ثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: سَمِعْتُ بُشَيْرًا قَالَ: سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ وَرَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا يَأْكُلُهَا أَهْلُهَا رُطَبًا. وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً أُخْرَى: إِلاَّ أَنَّهُ رَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ يَبِيعُهَا أَهْلُهَا بِخَرْصِهَا يَأْكُلُونَهَا رُطَبًا. قَالَ: هُوَ سَوَاءٌ. وَقَالَ سُفْيَانُ: قُلْتُ لِيَحْيَى وَأَنَا غُلاَمٌ: إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يَقُولُونَ: إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا، فَقَالَ: وَمَا يُدْرِي أَهْلَ مَكَّةَ؟ قُلْتُ: إِنَّهُمْ يَرْوُونَهُ عَنْ جَابِرٍ، فَسَكَتَ. قَالَ سُفْيَانُ: إِنَّمَا أَرَدْتُ أَنَّ جَابِرًا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ. قِيلَ لِسُفْيَانَ: وَلَيْسَ فِيهِ نَهْيٌ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهُ؟ قَالَ: لاَ.

**ترجمہ:** باب، درخت پر لگی ہوئی کھجور کو سونے اور چاندی کے عوض بیچنے کا بیان۔

حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو پکنے سے قبل فروخت کرنے سے منع فرمایا، اور اس بات سے منع فرمایا کہ (لگے ہوئے پھلوں کو) توڑے ہوئے پھل کے عوض بیچا جائے مگر یہ کہ دینار اور درہم کے عوض بیچنے کی اجازت ہے سوائے عرایا کے۔

عبید اللہ بن ربیع نے امام مالک سے دریافت کیا کہ کیا آپ سے ابوسفیان نے حضرت ابوہریرہؓ کے واسطے سے یہ روایت بیان کی

Maktaba Tul Ishaat.com



ہے کہ پیغمبر ﷺ نے عرایا کی بیع کی اجازت دی ہے جب کہ وہ پانچ وسق یا اس سے کم ہو؟ تو امام مالک نے جواب اثبات میں دیا۔

حضرت سہل بن ابی حثمہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے درخت پر لگی ہوئی کھجور کو توڑی ہوئی کھجوروں کے عوض بیچنے سے منع فرمایا، اور عریہ میں اس کی اجازت دی کہ اس کو اندازہ کر کے بیچا جائے تاکہ خریدار کے اہل وعیال تازہ کھجور کھائیں، سفیان بن عیینہ نے ایک دیگر موقع پر یہی بات ان الفاظ میں نقل کی "مگر یہ کہ آپ ﷺ نے عریہ میں رخصت دی ہے کہ اس کے مالک اندازہ کر کے فروخت کریں اور خریدار کے اہل خانہ تازہ کھجور کھا سکیں"، (حضرت سفیان سے الفاظ میں فرق کی وجہ پوچھی گئی تو) آپ نے یہ کہا کہ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے، حضرت سفیان نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے عرض کیا جب کہ میں نو عمر لڑکا تھا کہ اہل مکہ کہتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے عرایا کی بیع میں رخصت دی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اہل مکہ کو کیا معلوم! میں نے کہا کہ وہ اس کو حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں تو وہ خاموش ہو گئے، سفیان کہتے ہیں کہ اس سے میری غرض یہ تھی کہ حضرت جابرؓ اہل مدینہ میں سے ہیں، حضرت سفیان سے دریافت کیا گیا کہ کیا اس حدیث میں بدو صلاح یعنی پھل کے کارآمد ہونے سے قبل بیچنے کی ممانعت کا ذکر نہیں ہے؟ تو انہوں نے اس کا جواب نفی میں دیا۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ درختوں پر جو پھل لگے ہوئے ہوتے ہیں کھجور ہو یا کوئی اور چیز ان کو ذہب وفضہ کے بدلے میں فروخت کیا جا سکتا ہے، امام بخاری نے ذہب وفضہ کی قید محض روایت کے پیش نظر لگادی ہے ورنہ جیسے درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کو دنانیر ودراہم کے بدلے میں بیچا جا سکتا ہے ایسے ہی عروض وسامان کے بدلے میں بھی بیچا جا سکتا ہے اور غلہ کے بدلے میں بھی بیچا جا سکتا ہے۔

**رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ أَوْ دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ:** یہ وہ روایت آگئی، یہ أو شک راوی کے لئے ہے اور یہ شک داؤد بن حصین کو ہوا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں آئندہ آرہا ہے اور مسلم میں بھی وارد ہوا ہے۔

**نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ وَرَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا يَأْكُلُهَا أَهْلُهَا رُطَبًا:** حضور اکرم ﷺ نے ثمر کی بیع تمر کے بدلے میں کرنے سے منع کی ہے اور عریہ کی اجازت دی ہے کہ تخمینہ لگا کر اس عریہ کو فروخت کر دیا جائے اس عریہ کو اس کے اہل (خریدنے والے) کھائیں گے دراں حالے کہ وہ رطب ہوں۔

**قَالَ هُوَ سَوَاءٌ:** مطلب یہ ہے کہ دونوں روایت میں صرف لفظ ہی کا فرق ہے مطلب ایک ہے۔

**قَالَ سُفْيَانُ فَقُلْتُ لِيَحْيَى:** سفیان بن عیینہ کے اشکال کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے یحیی بن سعید

Maktaba Tul Ishaat.com



انصاری سے جب یہ حدیث سنی رَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ يَبِيعُهَا أَهْلُهَا بِخَرْصِهَا يَأْكُلُونَهَا رُطَبًا تو ان پر ایک اشکال کیا کہ اہل مکہ یہ روایت بس مختصراً إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا نقل کرتے ہیں، اور آپ جو نقل کرتے ہیں اس میں خرص کی قید لگاتے ہیں اسی طرح يَأْكُلُونَهَا رُطَبًا کی قید لگاتے ہیں جبکہ اہل مکہ کی روایت میں صرف ترخیص فی بیع العرایا کا ذکر ہے اور کسی قید کا تذکرہ نہیں ہے، فَقَالَ وَمَا يُدْرِي أَهْلَ مَكَّةَ؟

یحیٰ الانصاری نے فرمایا کہ اہل مکہ کو کیا پتہ؟ مطلب یہ ہے کہ وہ اصحاب النخیل والبساتین تھوڑے ہیں؟ مدینہ والے اصحاب النخیل والبساتین ہیں انہیں زیادہ حال معلوم ہے، قُلْتُ إِنَّهُمْ يَرْوُونَهُ عَنْ جَابِرٍ سفیان نے فرمایا کہ یہ لوگ جابرؓ سے نقل کرتے ہیں اور جابرؓ مدنی ہیں، فَسَكَتَ حضرت یحیٰ الانصاری خاموش ہو گئے۔

سفیان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات تو صحیح ہے کہ اہل مکہ باغات والے نہیں ہیں اور ان کو اتنی معلومات نہیں ہو سکتی جتنی معلومات اہل مدینہ کو ہو سکتی ہے، لیکن اہل مکہ یہ روایت حضرت جابرؓ سے نقل کرتے ہیں جو مدنی ہیں اسی وجہ سے یحیٰ الانصاری خاموش ہو گئے، لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ روایاتِ مطلقہ دوسری روایاتِ مقیدہ پر محمول کی جائیں گی۔

قِيلَ لِسُفْيَانَ وَلَيْسَ فِيهِ نَهْيٌ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ؟ قَالَ لَا: سفیان سے کسی نے پوچھا کہ اس حدیث میں نَهْيٌ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ نہیں ہے؟ فرمایا کہ ہاں نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ اس سند سے اس حدیث میں یہ حکم مذکور نہیں ہے لیکن دوسری اسانید سے یہ حکم دوسری روایات میں منقول ہے جیسا کہ ماقبل میں گزر بھی چکا ہے اور آئندہ بھی آ رہا ہے۔

## (ص ۲۹۲) بَابُ تَفْسِيرِ الْعَرَايَا

وقال مالك: العريّة أن يُعري الرجلُ الرجلَ النخلةَ ثم يتأذّى بدخوله عليه فرخّص له أن يشتريها منه بتمر. وقال ابن إدريس: لا تكون إلا بالكيل من التمر يدا بيد ولا تكون بالجزاف، ومما يُقوّيه قول سهل بن أبي حثمة: بالأوسق الموسّقة. وقال ابن إسحاق في حديثه عن نافع عن ابن عمر: كانت العرايا أن يُعري الرجل في ماله النخلة والنخلتين. وقال يزيد عن سفيان بن حسين: العرايا نخل كانت توهب

Maktaba Tul Ishaat.com



للمساكين فلا يستطيعون أن ينتظروا بها، رخّص لهم أن يبيعوها بما شاؤوا من التمر.

۲۱۹۲. حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ مُقَاتِلٍ ثَنَا عَبْدُ اللهِ أَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا كَيْلاً.

قَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ: وَالْعَرَايَا نَخَلاتٌ مَعْلُومَاتٌ يَأْتِيهَا فَيَشْتَرِيهَا.

**ترجمہ:** باب، عرایا کی تشریح کا بیان۔

عبارت کا ترجمہ تشریح کے ذیل میں آجائے گا

**تشریح:** چونکہ امام بخاری نے یہ بتلایا تھا کہ بیع مزابنہ جائز نہیں ہے اور بیع عرایا جائز ہے، لہذا اب یہ سوال پیدا ہوا کہ عریہ کہتے کسے ہیں؟ امام بخاری نے یہ ترجمہ عرایا کی تفسیر کے لئے منعقد فرمایا ہے اور اس میں سہل بن ابی حثمہؓ، ابن عمرؓ، امام مالک، امام شافعی، ابن اسحاق اور سفیان بن حسین وغیرہ کے اقوال پیش فرمائے ہیں جو آگے مذکور ہیں۔

**وَقَالَ مَالِكٌ: الْعَرِيَّةُ أَنْ يُعْرِيَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ النَّخْلَةَ:** عریّہ یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے شخص کو کھجور کا درخت دے پھر اس معریٰ لہ کے داخل ہونے سے اس باغ والے کو اذیت ہو تو اب اسے اجازت دی گئی ہے کہ وہ مُعرِی (درختوں کا مالک) اس مُعریٰ لہ (ضرورت مند شخص) سے تمر کے بدلے میں اسے خرید لے۔

امام مالک کی یہ تفسیر امام بخاری نے تعلیقاً اور ابن عبد البر نے بطریق ابن وہب موصولاً ذکر فرمائی ہے اور یہی تفسیر امام محمد نے امام مالک سے مؤطا میں ذکر کر کے ان کی موافقت فرمائی ہے۔

اور میں بیان کر چکا ہوں کہ امام مالک سے ایک دوسری تفسیر امام طحاوی نے نقل فرمائی ہے کہ کسی آدمی کے کھجور کے ایک دو درخت دوسرے کے باغ میں ہوں اور عادت یہ ہے کہ لوگ اپنے اہل و عیال کے ساتھ باغات میں پھلوں کے زمانہ میں چلے جایا کرتے ہیں، اب باغ والا ایک دو درخت والے کے کثرتِ دخول کی وجہ سے اس کو ناپسند کرتا تھا وہ اس سے کہتا تھا کہ میں تمہارے اِس درخت کے پھلوں کے بدلے میں کھجور دے دیتا ہوں تم اس کا اندازہ لگا لو، جتنا اندازہ ہو اتنا ہی میں تمہیں کیل کر کے دے دوں گا، اس کی شریعت میں اجازت دے دی گئی۔

لیکن حافظ ابن عبد البر وغیرہ فرماتے ہیں کہ امام مالک کے اصول پر یہ عریہ کی تفسیر نہیں ہے، کیوں کہ ان

Maktaba Tul Ishaat.com



کے یہاں بھی عریہ کے لئے موہوبہ ہونا شرط ہے اسی طرح دوسرے مالکیہ نے بھی کہا ہے یہی ان کا مشہور قول ان کے فقہاء اور متبعین نے اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

**وَقَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ الْعَرِيَّةُ لَا تَكُونُ إِلَّا بِالْكَيْلِ مِنَ التَّمْرِ يَدًا بِيَدٍ لَا يَكُونُ بِالْجِزَافِ:** ابن ادریس سے مراد امام محمد بن ادریس الشافعی ہیں کما قالہ البیہقی، فرماتے ہیں کہ عریہ میں جب بیع ہوگی تو اس صورت میں تمر مکیل ہونا چاہئے، یَدًا بِیَدٍ ہونا چاہئے، جزاف (اندازہ سے) نہ ہونا چاہئے، مطلب یہ ہے کہ درختوں پر لگے ہوئے پھل تو مخروص ہوں گے ان کا تخمینہ لگایا جائے گا وہاں کیل کی کوئی صورت نہیں ہے لیکن جو ٹوٹے ہوئے پھل ہوں گے ان کا کیل کیا جائے گا، دوسری بات یہ ہے کہ یَدًا بِیَدٍ ہو ہاتھ کے ہاتھ قبضہ کرنا پڑے گا۔

**وَمِمَّا يُقَوِّيهِ قَوْلُ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ بِالْأَوْسُقِ الْمُوَسَّقَةِ:** امام بخاری اس کی تائید پیش کرتے ہیں کہ سہل بن ابی حثمہؓ کی روایت میں بِالْأَوْسُقِ الْمُوَسَّقَةِ کا لفظ وارد ہوا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر ٹوٹے ہوئے پھل جزافا دے دیئے جائیں تو کافی نہیں۔

**وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ فِي حَدِيثِهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ:** ابن اسحاق نے عن نافع عن ابن عمرؓ نقل کیا کہ عرایا یہ تھی کہ آدمی اپنے مال میں سے ایک دو درخت کھانے کے لئے دوسرے کو دے دیا کرتا تھا، یہ امام مالک کی تفسیر کے قریب ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عریہ ہبہ کا نام ہے۔

**وَقَالَ يَزِيدُ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ الْعَرَايَا نَخْلٌ كَانَتْ تُوهَبُ لِلْمَسَاكِينِ:** اس سے صاف معلوم ہوا کہ عریہ کے لئے موہوبہ ہونا شرط ہے، بہر حال امام بخاری نے جتنی تفسیریں نقل کی ہیں ان سب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عریہ کے واسطے موہوبہ ہونا ضروری ہے گویا اتنے میں امام بخاری امام مالک کے ساتھ ہیں۔

اب آگے رہ جاتی ہے یہ بات کہ عریہ کی بیع کس کے ساتھ جائز ہے؟ صرف مُعرِی کے ساتھ خاص ہے یا جس کے ساتھ چاہے معریٰ لہ بیع کر سکتا ہے؟ امام بخاری اس مسئلہ میں خاموش اور ساکت نظر آتے ہیں۔

**فَيَشْتَرِيهَا:** یعنی یشتری ثمر تھا خریدنے والا آکر اس کا ثمرہ خرید لیا کرتا تھا، اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے یہاں بیع عریہ میں مُعرِی کی کوئی تخصیص نہیں ہے کوئی بھی آنے والا آکر خرید سکتا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۹۲) بَابُ بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا

وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عن عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ مِنْ بَنِي حَارِثَةَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: كَانَ النَّاسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَتَبَايَعُونَ الثِّمَارَ، فَإِذَا جَدَّ النَّاسُ وَحَضَرَ تَقَاضِيهِمْ قَالَ الْمُبْتَاعُ: إِنَّهُ أَصَابَ الثَّمَرَ الدُّمَانُ أَصَابَهُ مُرَاضٌ أَصَابَهُ قُشَامٌ عَاهَاتٌ يَحْتَجُّونَ بِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَمَّا كَثُرَتْ عِنْدَهُ الْخُصُومَةُ فِي ذَلِكَ: فَإِمَّا لَا فَلَا تَتَبَايَعُوا حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُ الثَّمَرِ، كَالْمَشُورَةِ يُشِيرُ بِهَا لِكَثْرَةِ خُصُومَتِهِمْ. قَالَ: وَأَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ لَمْ يَكُنْ يَبِيعُ ثِمَارَ أَرْضِهِ حَتَّى تَطْلُعَ الثُّرَيَّا فَيَتَبَيَّنَ الْأَصْفَرُ مِنَ الْأَحْمَرِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ ثنا حَكَّامٌ ثنا عَنْبَسَةُ عَنْ زَكَرِيَّاءَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ سَهْلٍ عَنْ زَيْدٍ.

٢١٩٣. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا - نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ.

٢١٩٤. حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ أَنَا عَبْدُ اللهِ أَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى أَنْ تُبَاعَ ثَمَرَةُ النَّخْلِ حَتَّى تَزْهُوَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: يَعْنِي حَتَّى تَحْمَرَّ.

٢١٩٥. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثنا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَلِيمِ بْنِ حَيَّانَ ثنا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُبَاعَ الثَّمَرَةُ حَتَّى تُشَقِّحَ - قَالَ: تَحْمَارُّ وَتَصْفَارُّ وَيُؤْكَلُ مِنْهَا.

**ترجمہ:** باب، پھلوں کو بدو صلاح یعنی پختگی ظاہر ہونے سے قبل بیچنے کا بیان۔

حضرت زید بن ثابتؓ نے بیان کیا کہ حضور ﷺ کے عہد میں لوگ پھلوں کو بیچا کرتے تھے جب خریدار پھلوں کو توڑ لیتے اور ثمن کے سلسلہ میں مالکین کی طرف سے تقاضے آتے تو خریدار کہتا کہ پھلوں میں سیاہ پڑنے کی بیماری ہو گئی، خراب ہونے اور سڑنے کا عارضہ ہو گیا، وقت سے پہلے ٹوٹنے اور جھڑنے کی بیماری لگ گئی، غرض وہ اسی قسم کی آفتوں کا ذکر کرتے اور ان بہانوں سے جھگڑے کرتے تھے، جب آپ ﷺ کے سامنے اس سلسلہ کے جھگڑے زیادہ پیش ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم یہ جھگڑے نہیں چھوڑتے ہو تو پھل کو بدو صلاح سے قبل فروخت نہ کرو گویا یہ صلاح تھی اور آپ ﷺ نے اس کا مشورہ ان کے جھگڑوں کی کثرت کے پیش نظر دیا تھا۔

ابوالزناد کہتے ہیں کہ مجھ سے خارجہ بن زید بن ثابتؓ نے بیان کیا کہ حضرت زید بن ثابتؓ اپنے باغ کے پھل اس وقت تک فروخت نہیں کرتے تھے جب تک کہ ثریا ستارہ نہ نکل جائے اور زرد کھجور سرخ کھجور سے ممتازنہ ہو جائے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



امام بخاری نے آگے اسی حدیث کی ایک دیگر سند ذکر کی ہے۔ اس کے بعد دو حدیث کا ترجمہ گزر چکا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے بیان کیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ پھلوں کو مشقح ہونے تک نہ بیچا جائے، پوچھا گیا کہ مشقح ہونے کے کیا معنی ہیں تو فرمایا کہ سرخ اور زرد ہو جائیں اور کھانے کے لائق ہو جائیں۔

**تشریح:** امام بخاری نے بیع الثمار قبل بدو الصلاح کا مسئلہ بیان فرمایا ہے، یہ مسئلہ میں کتاب الزکوۃ میں بیان بھی کر چکا ہوں اور وہاں یہ بتلایا تھا کہ کتاب البیوع میں یہ مسئلہ پھر آنے والا ہے اس میں دو باتیں بیان کرنی ہیں، اول یہ کہ بدو صلاح کیا چیز ہے؟ اور دوسرے یہ کہ بیع ثمار قبل بدو الصلاح کا کیا حکم ہے؟

محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں بدو صلاح یہ ہے کہ پھل آفات سے مامون ہو جائے، پھل جب ابتداءً بہت چھوٹا ہوتا ہے تو بعض وقت خشک ہو جاتا ہے، سیاہ ہو جاتا ہے، خراب ہو جاتا ہے یا کوئی اور چیز اس کو لگ جاتی ہے، جب وہ اپنی ایک خاص مقدار اور حد کو پہنچتا ہے تو پھر وہ خرابی سے مامون ہو جاتا ہے۔

حنابلہ اور مالکیہ فرماتے ہیں کہ بدو صلاح یہ ہے کہ اس میں پکنے کے آثار شروع ہو جائیں لہذا جو پھل ایسے ہیں کہ ان میں پکنے کے بعد رنگ میں تغیر ہوتا ہے وہاں بدو صلاح یہ ہے کہ رنگ تبدیل ہونا شروع ہو جائے اور جہاں رنگ کی تبدیلی پر دار و مدار نہیں ہوتا ہے وہاں یہ ہے کہ اس میں مٹھاس پیدا ہو جائے، امام شافعی کے مذہب میں ایک قول یہی ہے اور ایک قول یہ نقل کیا گیا ہے أن یتناهی عِظَمُها پوری حد کو پہنچ جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع ثمار قبل بدو صلاح سے منع فرمایا ہے اس کا مفہوم یہ نکلا کہ بیع ثمار بعد بدو صلاح جائز ہے، اب یہاں تین صورتیں ہیں۔

(۱) ایک صورت یہ ہے کہ بیع بشرط القطع ہو یہ مطلقاً جائز ہے چاہے قبل بدو الصلاح ہو چاہے بعد بدو الصلاح ہو اور اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ بیع بشرط الترک ہو یعنی مشتری یہ کہتا ہے کہ پھل درختوں ہی پر لگے رہیں گے، اگر قبل بدو الصلاح ہے تب تو یہ کسی کے یہاں بھی جائز نہیں ہے بالاجماع ناجائز ہے، اور اگر بعد بدو الصلاح ہے تو پھر اس صورت میں ائمۂ ثلاثہ کے یہاں جائز ہے امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ناجائز ہے، نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ بیعٍ و شرط، امام محمد فرماتے ہیں کہ اگر پھل متناهی العظم ہو چکا ہو یعنی اس کا بڑھنا پورا ہو چکا ہو تو اس کے بعد چھوڑ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے للعادۃ، چونکہ عادت ایسی ہے کہ چھوڑ دیا کرتے ہیں، تو گویا

Maktaba Tul Ishaat.com



امام محمد ترک کی صورت میں کسی درجہ میں ائمۂ ثلاثہ کے ساتھ ہو گئے کہ قبل البدو تو مطلقاً ناجائز ہے اور بعد البدو جائز ہے، لیکن ائمۂ ثلاثہ تو فرماتے ہیں کہ بعد البدو مطلقاً جائز ہے اور امام محمد فرماتے ہیں کہ جب وہ پورا ہو جائے تب جائز ہے۔

(۳) تیسری شکل یہ ہے کہ بغیر کسی قید کے بیع ہو جس کو بیع علی الاطلاق کہتے ہیں، اگر قبل بدو الصلاح ہو تو ائمۂ ثلاثہ کے یہاں ناجائز ہے اور حنفیہ کے یہاں جائز ہے اور اگر بعد بدو الصلاح ہو تو اس صورت میں سب کے یہاں جائز ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قبل بدو الصلاح میں ائمۂ ثلاثہ ناجائز کہتے ہیں اور حنفیہ جائز کہتے ہیں، اور بعد بدو الصلاح میں سارے ائمہ جائز کہتے ہیں۔

اب یہ سنو کہ بیع بشرط القطع تو ممانعت کے حدود سے بالاجماع خارج ہے اور جائز ہے اس سے بحث ہی نہیں، اور بیع بشرط الترک اگر قبل بدو الصلاح ہے تو یہ بھی بالاجماع خارج ہے، اور اگر بعد بدو الصلاح ہے تو بھی حضرات حنفیہ نے خارج کیا ہے، اب رہ جاتی ہے صرف تیسری صورت یعنی بیع علی الاطلاق اس میں ائمۂ ثلاثہ نے حدیث کے مفہوم و منطوق دونوں پر عمل کیا ہے، حدیث میں ہے نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، اس کا منطوق یہ ہے کہ بدو صلاح سے پہلے ثمرہ کی بیع ناجائز ہے اور مفہوم یہ ہے کہ بدو صلاح کے بعد ثمرہ کی بیع مطلقاً جائز ہے، مگر حنفیہ نے یہاں پر نہ حدیث کے منطوق پر عمل کیا ہے اور نہ مفہوم پر عمل کیا ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ بیع مطلق اگر ہے تو قبل بدو الصلاح بھی جائز ہے اور بعد بدو الصلاح بھی جائز ہے لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف پڑ گئی مفہوماً بھی اور منطوقاً بھی۔

اس لئے بعض لوگوں نے یہ جواب دیا کہ بیع مطلق اصل میں بیع بشرط القطع کے حکم میں داخل ہے، اس لئے کہ عام طور سے ایسا ہوتا ہے کہ جب مشتری پھل خریدتا ہے تو توڑ لیا کرتا ہے، اور جب بیع بشرط القطع جائز ہے تو بیع مطلق بھی جائز ہونی چاہئے، مگر سچی بات یہ ہے کہ یہ جواب دل کو نہیں لگتا ہے کیوں کہ کہاں یہ معمول ہے کہ مشتری خریدنے کے بعد فوراً پھل توڑ لیتا ہے بلکہ وہ تو اس کا انتظار کرتا ہے کہ پک جائے تب توڑوں گا۔

بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ اصل میں حضور اکرم ﷺ نے بیع قبل بدو الصلاح سے علی وجہ المشورۃ

Maktaba Tul Ishaat.com



مصلحۃً وارشاداً منع فرمایا ہے اس لئے کہ اگر اس سے پہلے پہلے بیع ہوگئی اور اتفاقاً آندھی چلی اور سارے پھل گر گئے تو بیچارے مشتری کا نقصان ہوگا۔

بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ حکم بیع سلم کے ساتھ خاص ہے، حضور اکرم ﷺ نے بیع سلم قبل بدو الصلاح کرنے سے منع فرمایا ہے، اس واسطے کہ عند الحنفیۃ سلم میں یہ ضروری ہے کہ مسلم فیہ من حین العقد الی حین حلول الاجل موجود ہو، لہٰذا جب بدو صلاح ہوگیا اور پھل موجود ہوگیا تو اب اس کے بعد بیع سلم کی جاسکتی ہے، لیکن فریق مخالف ممکن ہے کہ اس کو تسلیم نہ کرے اس لئے کہ ان لوگوں کے یہاں یہ ضروری نہیں ہے کہ جس وقت عقد سلم کیا جارہا ہو اس وقت مسلم فیہ موجود ہو بلکہ ان کے یہاں تو صرف یہ ضروری ہے کہ جس وقت حلول اجل ہورہا ہو اس وقت مسلم الیہ مسلم فیہ لاکر حاضر کردے۔

ایک جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ یہ قید اتفاقی ہے کیوں کہ عام طور سے یہ بیوعات ایسی ہی ہوا کرتی تھیں، عادۃً وہ قبل البدو بیچتے ہی نہیں تھے بلکہ بعد البدو ہی بیچتے تھے اس لئے حضور اکرم ﷺ نے منع فرمادیا، مگر شارع کے کلام کو بلا وجہ اتفاقی امر پر محمول کرنے کے بجائے تشریع پر محمول کرنا زیادہ اولیٰ واحوط ہے اس لئے اقرب الی الحدیث ائمۂ ثلاثہ ہی کا مسلک معلوم ہوتا ہے، اور حنفیہ میں سے شمس الائمہ سرخسی نے بھی اطلاق کی صورت میں یہی تفصیل اختیار کی ہے، سرخسی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ بشرط القطع ہو تو مطلقاً جائز ہے اور بشرط الترک ہو تو مطلقاً ناجائز ہے اور اگر علی الاطلاق ہو تو قبل البدو ناجائز اور بعد البدو جائز ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری نے بہت تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد اسی کو محمل حدیث قرار دیا ہے، یا پھر جو ہم نے ایک جواب دیا تھا کہ یہ نہی ارشادی ہے مشورہ کے طور پر حضور اکرم ﷺ نے مصلحۃً منع کیا ہے یہ جواب دیا جائے اور بخاری کا رجحان بھی کچھ اسی طرف معلوم ہوتا ہے جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔

یہ جو کچھ گفتگو مسئلہ کی ہوئی ہے بحیثیتِ مسالکِ ائمۂ اربعہ کے ہوئی ہے اور اگر ائمۂ اربعہ کے مسالک سے ہٹ کر گفتگو کریں تو یہاں دو متضاد مسالک اور ملتے ہیں۔

ابن ابی لیلیٰ اور سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ بیع الثمر قبل بدو الصلاح مطلقاً ناجائز ہے۔

یزید بن ابی حبیب کہتے ہیں کہ مطلقاً جائز ہے اگرچہ بشرط التبقیۃ ہی کیوں نہ ہو۔

Maktaba Tul Ishaat.com



وَقَالَ اللَّيْثُ: یہ روایت معلقاً نقل کی ہے ابوداؤد اور طحاوی نے اس کو موصولاً روایت فرمایا ہے۔

إِنَّهُ أَصَابَ الثَّمَرَ الدِّمَانُ أَصَابَهُ مُرَاضٌ أَصَابَهُ قُشَامٌ عَاهَاتٌ: لوگ عہد نبوی میں ثمار کی بیع کرتے تھے اور جب لوگ پھل توڑتے اور تقاضے کا وقت آتا یعنی بائعین تقاضہ کرتے اپنے داموں کا تو مشتری کہتا إِنَّهُ أَصَابَ الثَّمَرَ الدِّمَانُ پھلوں کے اندر دمان لگ گیا۔

دَمان: دال کے فتحہ اور میم کی خفت کے ساتھ ہے پھل کا سڑ جانا، پکنے سے پہلے پہلے کالا پڑ جانا۔

مِرَاض: مِراض کیا ہے؟ سوکھا پن، بعضوں نے کہا ہے کہ یہ مُراض بضم المیم ہے۔

قُشَام: قُشام بھی ایک بیماری ہے جس کی وجہ سے پھل خراب ہو جاتا ہے۔

عَاهَاتٌ يَحْتَجُّونَ بِهَا: یہ بیان ہے دمان، مراض اور قشام کا، یہ مختلف امراض ہیں جن سے پھل خراب ہو جاتے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے جب ان کی کثرتِ خصومات کو دیکھا تو فرمایا کہ اگر تم لوگ اس بیع کو چھوڑتے ہی نہیں ہو فَلَا تَتَبَايَعُوا حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُ الثَّمَرِ صلاح ثمر سے پہلے پہلے بیع نہ کرو۔

كَالْمَشُورَةِ يُشِيرُ بِهَا لِكَثْرَةِ خُصُومَتِهِمْ: حضور اکرم ﷺ کی یہ ممانعت بطور مشورہ کے تھی یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جو بدو صلاح سے پہلے بیع کرنے سے منع کیا ہے یہ ممانعت ارشادی اور تنزیہی ہے۔

أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ لَمْ يَكُنْ يَبِيعُ ثِمَارَ أَرْضِهِ: زید بن ثابتؓ کا معمول یہ تھا کہ وہ اپنے درختوں کے پھل اس وقت تک فروخت ہی نہیں کرتے تھے جب تک ثریا طلوع نہ ہو جائے، ثریا کے طلوع ہونے کے بعد پھلوں میں پکنے کے آثار شروع ہو جاتے تھے۔

امام ابوحنیفہ نے عطاء بن ابی رباح سے نقل کیا ہے إِذَا طَلَعَ النَّجْمُ صَبَاحًا رُفِعَتِ الْعَاهَةُ عَنِ الثِّمَارِ اس روایت کو امام طبرانی نے معجم صغیر میں تخریج فرمایا ہے۔

تَحْمَارُ وَتَصْفَارُ: یہ تشقیح کی تفسیر ہے، سرخ ہو جائے یا زرد ہو جائے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۹۲) بَابُ بَيْعِ النَّخْلِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا

۲۱۹۶. حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْهَيْثَمِ ثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ ثَنَا هُشَيْمٌ أَنَا حُمَيْدٌ ثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا وَعَنِ النَّخْلِ حَتَّى تَزْهُوَ، قِيلَ: وَمَا تَزْهُو؟ قَالَ: تَحْمَارُّ أَوْ تَصْفَارُّ. قال أبو عبد الله: كتبت أنا عن معلى بن منصور إلا أني لم أكتب هذا الحديث عنه.

**ترجمہ:** باب، کھجور کو بدو صلاح سے قبل فروخت کرنے کا بیان۔

حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے بدو صلاح سے قبل پھل کی بیع سے منع فرمایا اور پکنے سے قبل کھجور کی بیع سے منع فرمایا، پوچھا گیا کہ پکنے کے کیا معنی ہیں؟ تو حضرت انسؓ نے جواب دیا کہ پختہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ سرخ یا زرد ہو جائیں، امام بخاری فرماتے ہیں کہ معلّٰی بن منصور سے میں نے احادیث سنی اور لکھی ہیں لیکن خاص یہ حدیث ان سے براہ راست نہیں سنی۔

**تشریح:** ابھی امام بخاری نے ترجمہ منعقد کیا تھا بَابُ بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا اور اس کے بعد بَابُ بَيْعِ النَّخْلِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا کا ترجمہ منعقد کر دیا، پہلا ترجمہ عام ہے وہ اپنے عموم کی وجہ سے بیع نخیل کو بھی شامل ہے پھر مصنف نے خاص طور سے جو یہ ترجمہ منعقد کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں اس علاقہ میں نخیل کا کثرت سے وجود تھا، اکثر ان کے درخت کھجور ہی کے ہوتے تھے اس لئے خاص طور سے اہتمام شان کی وجہ سے مصنف نے یہ ترجمہ منعقد کیا ہے۔

بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ بابِ گزشتہ میں بیع ثمار کا ذکر ہے اور اس میں بیع الاصول یعنی درختوں کی بیع کا ذکر ہے، لیکن یہ جواب میرے نزدیک صحیح نہیں، اس واسطے کہ بیع الاصول میں بدو صلاح کی قید کی کوئی ضرورت ہی نہیں، ایک آدمی ایک درخت خرید رہا ہے پورا تنہ خرید رہا ہے وہ جیسے چاہے جب چاہے خرید سکتا ہے چاہے پھلوں میں بدو صلاح ہوا ہو اور چاہے نہ ہوا ہو اس لئے یہ صحیح نہیں، دوسرا اشکال اس پر یہ بھی ہوتا ہے کہ آگے امام بخاری نے ایک ترجمہ منعقد کیا ہے بَابُ بَيْعِ النَّخْلِ بِأَصْلِهِ اس صورت میں ترجمہ مکرر ہو جائے گا۔

بعض حضرات نے جواب دیا کہ یہاں اصل سے مراد اس کا تنہ اور درخت اور وہاں اصل سے مراد زمین ہے لیکن علامہ قسطلانی نے اس کا انکار کیا ہے اور میری بھی یہی رائے ہے، اور اس کی علت بیان کر چکا ہوں کہ اگر ذاتِ درخت کا فروخت کرنا مراد ہوتا تو اس صورت میں قبل بدو الصلاح کی قید لگانے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْهَيْثَمِ حَدَّثَنَا مُعَلَّى:** معلی بن منصور رازی حنفی قاضی ابو یوسف کے تلمیذ ہیں اور بخاری شریف میں ان کی صرف دو حدیثیں ہیں، ایک یہ اور دوسری کتاب التفسیر میں آرہی ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ امام بخاری کے کبارِ شیوخ میں سے ہیں۔

**تَحْمَارُّ أَوْ تَصْفَارُّ:** کہیں آتا ہے حَتّٰی تَحْمَرَّ او تصفرَّ اور کہیں آتا ہے تحْمَارُّ و تصْفَارُّ۔
علماء نے لکھا ہے کہ جب حمرة بفتح الحاء وضم المیم اور صفرة بفتح الصاد وضم الفاء کہا جائے تب اس کے معنی ہیں کہ اس میں سرخی اور زردی کے آثار شروع ہوگئے، اور اس کے بعد جب ذرا سرخی اور زردی متمکن ہو جائے تو کہتے ہیں احمرَّ و اصفرَّ اور جب تمکن میں اضافہ ہو جائے تو کہتے ہیں احمارَّ و اصفارَّ، اور یہ اختلافِ معنی مبنی ہے اختلاف و کثرتِ مبنیٰ پر، قاعدہ ہے زیادة اللفظ تدل علی زیادة المعنی۔

ہم نے جو شرح اور تفسیر بیان کی ہے یہ علامہ سفارینی نے نفثات الصدر المکمد فی شرح ثلاثیات المسند میں ذکر کی ہے، ممکن ہے کہ اس کے خلاف تم لوگ فیض الباری میں دیکھو تو کہنے لگو کہ استاذ صاحب نے کچھ الٹا بیان کر دیا ہو تا ہے ایسا نہیں، لیکن جہاں تک ممکن ہے کوشش یہی کی جاتی ہے کہ صحیح صحیح بیان ہو جائے اور ہم کوئی ضمانت نہیں لیتے ہیں آخر ہم انسان ہی ہیں۔

**قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: كَتَبْتُ أَنَا عَنْ مُعَلَّى بْنِ مَنْصُورٍ إِلَّا أَنِّي لَمْ أَكْتُبْ عَنْهُ هَذَا الْحَدِيثَ:** بخاری کا مقصود یہ ہے کہ معلی بن منصور میرے مشائخ میں سے ہیں اور میں نے ان سے حدیث لی ہے لیکن یہ حدیث میں ان سے براہ راست نہیں لکھ سکا اور نہیں سن سکا اس لئے علی بن ہیثم کے واسطے سے نقل کرتا ہوں۔

## (ص ۲۹۳) بَابُ إِذَا بَاعَ الثِّمَارَ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ فَهُوَ مِنَ الْبَائِعِ

۲۱۹۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى تُزْهِيَ، فَقِيلَ لَهُ: وَمَا تُزْهِي؟ قَالَ: حَتَّى تَحْمَرَّ، فَقَالَ رسول الله ﷺ: أَرَأَيْتَ إِنْ مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ بِمَ يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيهِ؟

۲۱۹۸۔ قَالَ اللَّيْثُ: ثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: لَوْ أَنَّ رَجُلًا ابْتَاعَ ثَمَرًا قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهُ ثُمَّ

Maktaba Tul Ishaat.com



أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ كَانَ مَا أَصَابَهُ عَلَى رَبِّهِ، أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: لاَ تبتاعوا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهَا، وَلاَ تَبِيعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ اگر کوئی شخص پھلوں کو بدو صلاح سے قبل فروخت کرے اور پھر پھلوں میں کوئی بیماری لگ جائے تو نقصان بائع کا ہوگا۔

**تشریح:** امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے ایک اور مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر بدو صلاح سے پہلے پہلے بیع ہو جائے اور اتفاق سے کوئی آفت آ جائے اور اس کی وجہ سے پھل ضائع ہو جائیں تو یہ بائع کا نقصان ہوا۔

جوائح جمع ہے جائحہ کی اور جائحہ کہتے ہیں آفت کو، یعنی اگر درختوں کے پھل کسی آفتِ سماوی کی وجہ سے ضائع ہو جائیں تو جتنے پھل ضائع ہو گئے ہیں ان کے بقدر قیمت ساقط کرنا بائع کے ذمہ ضروری ہے۔

امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے وضعِ جوائح کے مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے، اس مسئلہ میں علماء کے تین قول ہیں، (۱) امام احمد بن حنبل، امام ابوعبید القاسم بن سلام فرماتے ہیں کہ جتنا نقصان ہوا ہے سب کا وضع کرنا ضروری ہے، (۲) امام مالک، امام شافعی فی القدیم اور امام احمد ایک روایت میں فرماتے ہیں کہ اگر بقدرِ ثلث یا اس سے زائد نقصان ہو تب تو وضع کرنا ضروری ہے ورنہ اگر ثلث سے کم کا نقصان ہوا ہے تو کچھ بھی ضروری نہیں پھل تو بہر حال گرتے پڑتے رہتے ہی ہیں، (۳) امام ابوحنیفہ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ بائع کے ذمہ وضع جائحہ نہیں ہے نہ قلیل میں نہ کثیر میں۔

جو لوگ وضع جوائح کے قائل ہیں ان کا استدلال حضرت جابرؓ کی حدیث سے ہے أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِوَضْعِ الجوائح رواہ مسلم۔

جو حضرات ثلث کی قید لگاتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ قلیل مقدار پھل گرتا اور ٹوٹتا ہی رہتا ہے کبھی چڑیا گرا دیتی ہے کبھی ہوا چل گئی اس سے گر گیا کبھی اور کوئی بات پیدا ہو گئی اس سے گر گیا، لہٰذا وضع جائحہ کی کوئی حد ہونی چاہئے اس لئے اگر ثلث کے اندر اندر ہو تب تو وضع نہیں ہے اور اگر ثلث کو پہنچ جائے یا اس سے آگے تو اس صورت میں وضع کرنا ضروری ہوگا اور یہی ان کے نزدیک أَمَرَ بِوَضْعِ الجوائح کا محمل ہے۔

جو حضرات یہ فرماتے ہیں کہ وضع جائحہ واجب اور ضروری نہیں ہے وہ یہ فرماتے ہیں کہ أَمَرَ بِوَضْعِ الجوائح

Maktaba Tul Ishaat.com



کی روایت محمول ہے بیع ثمار قبل بدو الصلاح بغیر شرط القطع پر، یعنی درختوں کے پھلوں کو بدو صلاح سے پہلے بلا شرطِ قطع کے فروخت کر دیا گیا اور پھل ضائع ہوگئے تو یہ صورت چونکہ ناجائز ہوئی لہٰذا اس صورت میں بائع صاحب کا نقصان ہوا اور مشتری کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

امام طحاوی نے عدم وضعِ جوائح پر حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ ایک آدمی نے پھل خریدے اتفاق سے پھل ضائع ہوگئے ان کے اوپر دین کی کثرت ہوگئی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان پر صدقہ کرو لیکن وہ صدقہ اتنا نہیں ہو سکا جو ان کے دین کو ادا کر سکتا تو حضور ﷺ نے دائنین سے فرمادیا خُذُوا مَا وَجَدْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ إِلَّا ذَلِكَ، یہ روایت مسلم شریف میں موجود ہے آنحضور ﷺ نے وضع جائحہ کا کوئی فیصلہ نہیں فرمایا بلکہ دائنین کا دین دلوایا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر آفت کی وجہ سے پھل ضائع ہو جائے تو وہاں پر وضع کوئی چیز نہیں ہے، یعنی مشتری کو نقصان کا کوئی معاوضہ نہیں دیا جائے گا۔

امام بخاری نے جمہور کی توجیہ کو اختیار کیا ہے اسی لئے فرماتے ہیں إِذَا بَاعَ الثِّمَارَ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ فَهُوَ مِنَ الْبَائِعِ اگر بیع قبل بدو الصلاح ہوئی ہو اور کوئی آفت آجائے تو یہ بائع کا نقصان ہوا ہے، بہر حال اس ترجمہ سے بالاشارہ یہ ضرور نکلتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک بیع قبل الصلاح جائز ہے ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اس صورت میں اگر پھل ضائع ہو جائیں گے تو بائع کا نقصان سمجھا جائے گا۔

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَرَأَيْتَ إِنْ مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ بِمَ يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيهِ: اس کے رفع اور وقف میں اختلاف ہے، امام مالک مرفوعاً نقل کرتے ہیں اور محمد بن عباد نے عَنْ الدَّرَاوَرْدِيِّ عَنْ حُمَيْدٍ ان کی متابعت کی ہے، ابوزرعہ رازی، ابو حاتم رازی اور دار قطنی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے اور اس کا رفع صواب نہیں ہے، لیکن حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اگر اکثر لوگوں نے تفسیر کو موقوفاً نقل کیا ہے تو اس سے اس کا غیر مرفوع ہونا لازم نہیں آتا ہے۔

قَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ: لیث کی یہ روایت معلق ہے اس کو محمد بن یحیٰ الذہلی نے کتاب الزہریات میں موصولاً روایت کیا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۹۳) بَابُ شِرَاءِ الطَّعَامِ إِلَى أَجَلٍ

۲۱۹۹. حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ ثَنَا أَبِي ثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ: ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَفِ فَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ، ثُمَّ ثَنَا عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ.

**ترجمہ:** باب، غلے کو ادھار خریدنے کا بیان۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی غلہ خریدے اور دام کے متعلق یہ کہہ دے کہ میں فلاں وقت دوں گا تو شریعت وسنت میں اس کی اصل موجود ہے، علامہ انور شاہ کشمیری کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ بیع مطلق ہوگی اس کو بیع سلم نہیں کہا جاسکتا ہے۔

## (ص ۲۹۳) بَابُ إِذَا أَرَادَ بَيْعَ تَمْرٍ بِتَمْرٍ خَيْرٍ مِنْهُ

۲۲۰۱ و۲۲۰۲. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرَ، فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا؟ قَالَ: لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَا تَفْعَلْ، بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا.

**ترجمہ:** باب، کھجور کو اس سے اچھی کھجور کے عوض فروخت کرنے کا بیان۔

حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو خیبر کا مال وصول کرنے پر مامور فرمایا، وہ آپ کی خدمت میں عمدہ کھجور لیکر حاضر ہوا، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ایسا نہیں ہے، ہم تو اس (عمدہ کھجور) کا ایک صاع (مخلوط کھجور کے) دوصاع کے بدلے اور دو صاع تین صاع کے بدلے لیتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا مت کرو، مخلوط کھجور کو دراہم کے عوض بیچو اور پھر دراہم کے عوض عمدہ کھجور خریدلو۔

**تشریح:** ایک آدمی یہ چاہتا ہے کہ رڈی تمر فروخت کرکے اس کے بدلے اچھے تمر لے لے اور یہ

Maktaba Tul Ishaat.com



ظاہر بات ہے کہ اچھے تمر والا خوشی سے برابر سرابر پر راضی نہیں ہوگا تو اب کیا صورت کی جائے کہ بیع بھی ہو جائے اور آدمی ربا سے بھی محفوظ رہے، حدیث پاک میں اس کی صورت بتلادی گئی بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا، مخلوط تمر جس میں کافی رڈی ہوتے ہیں ان کو دراہم کے بدلے میں فروخت کردیا جائے اور اس کے بعد دراہم کے بدلے میں جنیب یعنی عمدہ قسم کا تمر خرید لیا جائے۔

**اِسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرَ:** یہ حضرت سواد بن غزیہؓ ہیں جو بنوعدی کے ایک فرد تھے جو انصار کا ایک قبیلہ ہے جیسا کہ دار قطنی میں اس کی تصریح واقع ہوئی ہے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مالک بن صعصعہؓ ہیں، مگر یہ مرجوح ہے کتاب الاعتصام میں تصریح آرہی ہے بَعَثَ أَخَا بَنِي عَدِيٍّ مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى خَيْبَرَ اور یہ روایت امام بخاری نے کتاب المغازی میں بھی دوسرے طریق سے تعلیقاً ذکر فرمائی ہے۔

**بِتَمْرٍ جَنِيبٍ:** جنیب علیٰ وزن عظیم، امام مالک فرماتے ہیں هُوَ الْكَبِيسُ گٹھا ہوا اور امام طحاوی فرماتے ہیں هُوَ الطَّيِّبُ عمدہ قسم کا۔

## (ص ۲۹۳) بَابُ قَبْضِ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ أَوْ أَرْضًا مَزْرُوعَةً أَوْ بِإِجَارَةٍ

۲۲۰۳. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَقَالَ لِي إِبْرَاهِيمُ ثَنَا هِشَامٌ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ يُخْبِرُ عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ: أَيُّمَا نَخْلٍ بِيعَتْ قَدْ أُبِّرَتْ لَمْ يُذْكَرِ الثَّمَرُ فَالثَّمَرُ لِلَّذِي أَبَّرَهَا، وَكَذَلِكَ الْعَبْدُ وَالْحَرْثُ، سَمَّى لَهُ نَافِعٌ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَ.

۲۲۰۴. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ فَثَمَرُهَا لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ اگر کوئی شخص گابھا کیا ہوا کھجور کا درخت یا کھیتی کی ہوئی زمین فروخت کرے یا کرایہ پر دے تو پھل یا کھیتی کس کی ہوگی؟

حضرت نافع نے فرمایا کہ کھجور کا جو درخت گابھا کر کے بیچا گیا ہو اور معاملہ میں پھل کا ذکر نہ آیا ہو تو پھل اسی کے ہوں گے جس نے گابھا کیا ہے، یہی حکم غلام اور کھیتی کا بھی ہے، نافع نے ان تینوں کا ذکر کیا۔ (دوسری روایت کا ترجمہ بھی اسی جیسا ہے)

**تشریح:** امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے نخلِ مؤبّرہ اور ارضِ مزروعہ کا مسئلہ بیان فرمایا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



أُبِرَتْ مُشَدَّدًا اور أُبِرَتْ مُخَفَّفًا دونوں پڑھنا جائز ہے، اِبار اور تابیر یہ کہلاتا ہے کہ نر کھجوروں کے پھول لیکر مادہ کھجوروں کے طلع یعنی گوپھے پر ڈال دیا جائے یہ تفسیر شراح نے کی ہے، اور ہندوستان کے بعض علاقوں میں یہ معمول ہے کہ نر کھجوروں کے پھولوں کو لیکر مادہ کھجوروں کے نیچے اچھالتے ہیں اس کی وجہ سے پھل عمدہ پیدا ہوتا ہے، سرکار دوعالم ﷺ جب ابتداءً مدینہ منورہ تشریف لائے اور صحابہؓ کا یہ معمول دیکھا تو آپ نے تابیر سے منع فرمادیا، صحابہؓ تو اطاعت کے پتلے تھے فوراً مان گئے لیکن پھل اس سال اچھے نہیں آئے، حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنے امور دنیا سے زیادہ واقف ہو مجھ سے دین کی بات معلوم کرو۔

حضور اکرم ﷺ نے نخلِ مؤبرہ کے متعلق مسئلہ یہ بیان فرمایا کہ اگر کسی آدمی نے کھجور کا ایسا درخت فروخت کردیا جس کی تابیر کی جاچکی ہے یعنی جس کو قش لگایا جاچکا ہے تو اس کا ثمر بائع کا ہوگا الا یہ کہ مشتری خریدتے وقت یہ شرط لگادے کہ جناب! جیسے میں تنہ خرید رہا ہوں ویسے پھل بھی خرید رہا ہوں تو اس صورت میں وہ مشتری کا ہو جائے گا، اور اگر شرط نہیں لگاتا ہے تو بائع کا رہے گا۔

حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ قبل التابیر اگر بیع ہوگی تو پھل مشتری کا ہوگا اور اگر بعد التابیر بیع ہوگی تو پھل بائع کا ہوگا الا یہ کہ مشتری شرط لگادے، یہی ائمۂ ثلاثہ کا مسلک ہے، امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ ہر حال میں بائع کا ہوگا قبل التابیر بھی اور بعد التابیر بھی، ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ ہر حال میں مشتری کا ہوگا۔

حضرات ائمۂ ثلاثہ نے حدیث کے مفہوم ومنطوق دونوں پر عمل کیا ہے، امام ابوحنیفہ نے حدیث کے منطوق پر عمل کیا لیکن مفہوم پر عمل نہیں کیا کہ بعد التابیر بیع پھل بائع کا ہو اور قبل التابیر پھل مشتری کا ہوگا اس لئے کہ امام ابوحنیفہ کے یہاں مفہوم مخالف معتبر نہیں، اور اس روایت میں جو تابیر کی قید لگائی ہوئی ہے حضرات حنفیہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ چونکہ عام طور سے بیع بعد التابیر ہوتی تھی اس لئے اس کی قید اتفاقی طور پر لگادی ہے، اور ابن ابی لیلیٰ کا مسلک تو حدیث کے بالکل مخالف ہے نہ مفہوم پر انہوں نے عمل کیا ہے اور نہ منطوق پر۔

أَوْ أَرْضًا مَزْرُوعَةً: یا کسی نے ارض مزروعہ بیچی، ارض مزروعہ کے بارے میں کوئی روایت صاف ہے نہیں باقی قیاس کا تقاضہ یہی ہے کہ اگر ارض مزروعہ بیچی گئی ہے تو زمین مشتری کی ہوگی اور زراعہ اور کاشت بائع کی ہوگی إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ۔

Maktaba Tul Ishaat.com



أَوْ بِإِجَارَةٍ: یا کسی شخص نے اجارہ پر زمین لی تو وہاں بھی یہی بات ہونی چاہئے کہ زمین مستأجر کی ہوگی اور اس میں جو اس وقت کھیتی کھڑی ہے وہ مالک کی ہوگی الا یہ کہ اجیر یہ کہے کہ ہم تو کھیتی بھی ساتھ لیں گے تب اتنے روپے دیں گے، اب اگر مالک راضی ہو جاتا ہے تو اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ جو کچھ وہ دے رہا ہے اس کچھ حصہ تو بدل ہے کھیتی کا اور کچھ حصہ اجرت کا ہے، مگر اس میں ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ اس صورت میں اجرت ہی مجہول ہوگئی اور ثمن بھی مجہول ہوگیا، اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ جہالت مفضی الی المنازعۃ نہیں ہے لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں۔

مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِرَتْ فَثَمَرُهَا لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ: امام بخاری نے یہ حدیث اسی سند سے کتاب الشروط میں نقل فرمائی ہے اور اسی مقدار پر اکتفاء فرمایا ہے اور یہی حدیث کتاب الشرب میں آرہی ہے بطریق لیث کے اور اس میں اس کے آگے اضافہ بھی ہے وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلَّذِي بَاعَهُ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ اس جزء پر کلام وہیں آئے گا۔

## (ص ۲۹۳) بَابُ بَيْعِ الزَّرْعِ بِالطَّعَامِ كَيْلًا

۲۲۰۵. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْمُزَابَنَةِ أَنْ يَبِيعَ ثَمَرَ حَائِطِهِ إِنْ كَانَ نَخْلًا بِتَمْرٍ كَيْلًا، وَإِنْ كَانَ كَرْمًا أَنْ يَبِيعَهُ بِزَبِيبٍ كَيْلًا، وَإِنْ كَانَ زَرْعًا أَنْ يَبِيعَهُ بِكَيْلِ طَعَامٍ، نَهَى عَنْ ذَلِكَ كُلِّهِ.

**ترجمہ:** باب، کھیت میں لگے ہوئے گیہوں کو کاٹے ہوئے گیہوں کے عوض بیچنے کا حکم۔

روایت کا ترجمہ باب بیع الزبیب بالزبیب میں گزر چکا

**تشریح:** کھیتی کی بیع مکیل طعام کے بدلے میں جائز ہے یا نہیں؟ روایات سے معلوم ہوگیا کہ یہ جائز نہیں ہے، کیوں کہ کھیتی دو حال سے خالی نہیں یا تو کھیتی کھڑی ہوگی یا کٹ چکی ہوگی اگر کھڑی ہو تب تو بالاجماع ناجائز ہے اور اگر کٹ چکی ہے تو اس صورت میں جمہور علماء کے یہاں ناجائز ہے اور حنفیہ جواز کے قائل ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۹۳) بَابُ بَیْعِ النَّخْلِ بِأَصْلِهِ

۲۲۰۶. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: أَيُّمَا امْرِئٍ أَبَّرَ نَخْلاً ثُمَّ بَاعَ أَصْلَهَا فَلِلَّذِي أَبَّرَ ثَمَرُ النَّخْلِ إِلاَّ أَنْ يَشْتَرِطَهُ الْمُبْتَاعُ.

**ترجمہ:** باب، کھجور کے درخت کو اصل سمیت فروخت کرنے کا بیان۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ اگر کھجور کے درخت ہی کی بیع کر دی جائے تو پھر اس صورت میں کیا حکم ہے؟ روایت نے یہ بتلا دیا کہ اگر بعد التابیر بیع ہوئی ہے تب تو ثمر بائع کا ہوگا إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهُ الْمُبْتَاعُ اور اگر قبل التابیر بیع ہوئی ہے تو اس صورت میں ثمر مشتری کا ہوگا، بہر حال امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے اصول اور ساق جڑ اور تنے کی بیع کو بیان فرمایا ہے، یہاں بیع ثمار کا تذکرہ نہیں فرمایا ہے۔

## (ص ۲۹۳) بَابُ بَیْعِ الْمُخَاضَرَةِ

۲۲۰۷. حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ وَهْبٍ ثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ ثَنِي أَبِي ثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ الأَنْصَارِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُخَاضَرَةِ وَالْمُلاَمَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ وَالْمُزَابَنَةِ.

۲۲۰۸. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثمر حَتَّى تَزْهُوَ، فَقُلْنَا لأَنَسٍ: مَا زَهْوُهَا؟ قَالَ تَحْمَرُّ أَوْ تَصْفَرُّ، أَرَأَيْتَ إِنْ مَنَعَ اللهُ الثَّمَرَةَ بِمَ تَسْتَحِلُّ مَالَ أَخِيكَ؟

**ترجمہ:** باب، کھیتی کو یا پھلوں کو پکنے سے قبل سبز ہونے کی حالت میں فروخت کرنے کا بیان۔

روایت کا ترجمہ کئی بار گزر چکا

**تشریح:** مخاضرہ یعنی کھڑی سبز کھیتی کی بیع کے بیان میں، اس کی تفسیر علماء نے بیع الثمار والحبوب قبل بدوّ الصلاح سے کی ہے، مسئلہ گزر چکا ہے کہ بدو صلاح سے پہلے بیع کا حکم کیا ہے؟ بعض چیزیں زمین میں پیدا ہوتی ہیں جیسے مولی، گاجر وغیرہ، آیا اگر اس کی بیع کی جائے تو کیا حکم ہے؟ اس مسئلہ میں تھوڑا سا اختلاف ہے۔

(۱) امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر اس کا پتہ اس قابل ہو گیا ہو کہ کاٹنے سے نیچے کا حصہ ضائع نہ ہو تب تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں، (۲) امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اختیار ہوگا کچھ نکلے نہ نکلے اگر مشتری راضی ہے تو ٹھیک ہے،

Maktaba Tul Ishaat.com



(۳) امام شافعی واحمد فرماتے ہیں کہ جو چیز سامنے آنکھوں کے نہیں ہے اس کی بیع جائز نہیں، لہذا اگر مُولی فروخت کرنی ہے تو کھڑی مولی فروخت نہیں کر سکتے ہیں اکھاڑ کر کرو، گاجر اگر فروخت کرنا ہے تو کھڑے گاجر فروخت نہیں کئے جاسکتے ہیں ان کو اکھاڑ کر کھود کر فروخت کیا جائے گا۔

**نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ:** محاقلہ مزارعت کے معنی میں ہے، فرق اتنا ہے کہ مزارعت میں بیج مالک دیتا ہے اور محاقلہ میں بیج عامر دیتا ہے۔

**وَالْمُخَاضَرَةِ:** اسماعیلی فرماتے ہیں قَالَ یونس بن القاسم: وَالْمُخَاضَرَةُ بَيْعُ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ تُطْعَمَ وَبَيْعُ الزَّرْعِ قَبْلَ أَنْ يَشْتَدَّ وَيُفْرَكَ مِنْهُ، نسائی شریف میں مخاضرہ کی تفسیر کی گئی ہے بَيْعُ الثَّمَرِ قَبْلَ أَنْ يزهو پختہ ہونے سے پہلے پھل بیچنا۔

## (ص ۲۹۳) بَابُ بَيْعِ الْجُمَّارِ وَأَكْلِهِ

۲۲۰۹. حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ ثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَأْكُلُ جُمَّارًا، فَقَالَ: مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةٌ كَالرَّجُلِ الْمُؤْمِنِ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ: هِيَ النَّخْلَةُ، فَإِذَا أَنَا أَحْدَثُهُمْ، قَالَ: هِيَ النَّخْلَةُ.

**ترجمہ:** باب، جُمّار یعنی درخت خرما کے گوند کی بیع اور اس کو کھانے کا بیان۔

روایت کا ترجمہ باب قول المحدث حدثنا وأخبرنا میں گزر چکا

**تشریح:** جُمّار کہتے ہیں قلب النخلہ کو، تنہ کھودتے ہیں اس میں سے برادہ نکلتا ہے سفید سا، شیریں ہوتا ہے، چونکہ اس طرح تنہ کھودنے سے تنہ ضائع ہو جاتا ہے لہذا اس کا تقاضہ یہ تھا کہ بیع جمار ناجائز ہو کیوں کہ یہ مستلزم ہے اضاعت مال کو، امام بخاری نے اس کا جواز بتلا دیا اور یہ ثابت فرمادیا کہ حضور ﷺ نے جمار کھایا ہے اور اس پر کوئی نکیر نہیں کی، معلوم ہوا کہ بیع جمار میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور رہا یہ اشکال کہ تنہ ضائع ہو جائے گا اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے تنہ پھل کے لئے ضائع ہو جائے لیکن دوسرے کام آسکتا ہے اس کی لکڑی ستون بن سکتی ہے شہتیر بن سکتی ہے جلانے کے کام آسکتی ہے اس کی سیڑھیاں بنالیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۹۴) بَابُ مَنْ أَجْرَى أَمْرَ الْأَمْصَارِ عَلَى مَا يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ فِي الْبُيُوعِ وَالْإِجَارَةِ وَالْمِكْيَالِ وَالْوَزْنِ وَسُنَنِهِمْ عَلَى نِيَّاتِهِمْ وَمَذَاهِبِهِمُ الْمَشْهُورَةِ

وقال شريح للغزّالين: سنّتكم بينكم ربحا. وقال عبد الوهاب عن أيوب عن محمد: لا بأس العشرة بأحد عشر ويأخذ للنفقة ربحا. وقال النبي ﷺ لهند: خذي ما يكفيكِ وولدكِ بالمعروف. وقال تعالى ﴿ وَمَن كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ﴾.

واكترى الحسن من عبد الله بن مرداس حمارا فقال: بكم؟ قال: بدانقين، فركبه، ثم جاء مرة أخرى فقال: الحمار الحمار، فركبه ولم يشارطه، فبعث إليه بنصف درهم.

٢٢١٠. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: حَجَمَ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَبُو طَيْبَةَ فَأَمَرَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ، وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُخَفِّفُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ.

٢٢١١. حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ هِنْدٌ أُمُّ مُعَاوِيَةَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ: إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ آخُذَ مِنْ مَالِهِ سِرًّا؟ قَالَ: خُذِي أَنْتِ وَبَنِيكِ مَا يَكْفِيكِ بِالْمَعْرُوفِ.

٢٢١٢. حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ ثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ ثَنَا هِشَامٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ: سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ فَرْقَدٍ قَالَ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ تَقُولُ ﴿ وَمَن كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَن كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ أُنْزِلَتْ فِي وَالِي الْيَتِيمِ الَّذِي يُقِيمُ عَلَيْهِ وَيُصْلِحُ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ فَقِيرًا أَكَلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ مختلف شہروں میں خرید وفروخت، کرایہ اور ناپ تول کے معاملہ میں، لوگوں کا جو معمول اور عرف ہے اور جو ان کے طریقے اور مقاصد ہیں اور معروف عادتیں ہیں ان کو انہیں پر برقرار رکھا جائے، قاضی شریح نے سوت کاتنے والوں اور سوت فروشوں سے کہا کہ تمہارے درمیان تمہارا معمول نفع کے لحاظ سے معتبر ہے، محمد بن سیرین نے فرمایا کہ اَلْعَشَرَةُ بِأَحَدَ عَشَرَ کے الفاظ سے بیع مرابحہ کرنے میں حرج نہیں اور بائع لاگت اور اخراجات کے لئے نفع لے سکتا ہے، پیغمبر ﷺ نے ہند بن عتبہ سے فرمایا کہ تم معروف طریقہ سے اتنا مال لے سکتی ہو جو تمہارے لئے اور تمہارے بچوں کے لئے کافی ہو، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو نادار ہو وہ معروف طریقہ سے یتیم کے مال میں سے کھا سکتا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



حضرت حسن بصری نے عبداللہ بن مرداس سے ایک گدھا کرایہ پر لیا حضرت حسن نے دریافت کیا کہ کتنی اجرت کے عوض دوگے؟ اس نے کہا کہ دو دانق کے عوض، تو آپ اس پر سوار ہوگئے، پھر دوسری مرتبہ آئے تو گدھے کو طلب کیا اور سوار ہوگئے اور کوئی اجرت طے نہیں کی، پھر اس کے پاس آدھا درہم بھجوایا۔

حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ ابوطیبہ نے رسول اللہ ﷺ کے پچھنے لگائے، آپ ﷺ نے اس کو ایک صاع کھجور دینے کا حکم دیا اور اس کے مالکین سے کہا کہ اس کا ٹیکس کم کردیں۔

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ حضرت معاویہؓ کی والدہ حضرت ہند بنت عتبہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ابوسفیان بخیل ہیں اگر میں ان کے مال میں سے خفیہ طور پر کچھ لے لوں تو کیا میرے اوپر کوئی گناہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اور تمہارے بیٹے اتنا لے سکتے ہیں جو معروف طریقہ سے کافی ہو۔

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ یہ آیت کریمہ "اور جو سرپرست مالدار ہو وہ تو یتیم کے مال سے پرہیز کرے اور جو نادار ہو وہ معروف طریقہ سے کھاسکتا ہے" فرمایا کہ یہ آیت یتیم کے سرپرست کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ یتیم کی دیکھ ریکھ کرتا ہو اور اس کے مال میں بہتری وترقی کی سعی کرتا ہو، اگر وہ غریب ہو تو اس میں سے عرف کے مطابق کھاسکتا ہے۔

**تشریح:** امام بخاری نے اس ترجمۃ سے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ شریعت میں عرف کا بھی اعتبار ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں

وَالْعُرْفُ فِي الشَّرْعِ لَهُ اعْتِبَارْ لِذَا عَلَيْهِ الْحُكْمُ قَدْ يُدَارْ

لہٰذا اگر کوئی آدمی کسی سے یہ کہتا ہے کہ جاؤ اور دو روپے کی چیز خرید کر لے آؤ تو جو نقد اس شہر میں رائج ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا، اب کوئی پاکستانی روپے ہندوستان میں استعمال کرنے لگے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا، اسی طرح وزن میں بھی اس علاقہ کے عرف کا اعتبار کیا جائے گا جہاں پر وہ معاملہ کیا جارہا ہے۔

اسی کو مصنف فرماتے ہیں کہ یہ باب اس شخص کے بیان میں ہے جس نے شہروں کے معاملہ کو جاری کیا ان لوگوں کے عرف پر جو ان کے درمیان دائر ہے، بیوع، اجارہ، مکیال اور اوزان میں اور جو ان کا طریقہ ہے ان کی نیتوں کے مطابق اور ان کے مشہور مذاہب کے مطابق۔

مطلب یہ ہے کہ کام کرنے والے لوگوں کا کچھ معمول ہوتا ہے، الفاظ بولتے ہیں اور اس سے خاص مقدار مراد لیتے ہیں، جیسے ہمارے علاقہ میں بچپن میں چھوٹے آم کی فروختگی کا طرز یہ تھا کہ کہتے تھے ایک سیکڑا دے دو تو ایک سو پچیس (۱۲۵) ملتا تھا، دو سیکڑے دے دو تو ڈھائی سو آم ملا کرتے تھے، یہ ایک معروف طریقہ تھا لہٰذا

Maktaba Tul Ishaat.com



وہاں ایک سیکڑا بولنے پر سوا سو آم ملتا اور جب سے دوسروں کا عمل دخل شروع ہوا ہے ہر چیز تول کر بکنے لگی ہے۔

**وَقَالَ شُرَيحٌ لِلْغَزَّالِينَ سُنَّتُكُمْ بَيْنَكُمْ رِبْحًا:** قاضی شریح نے غزالین سے جو سوت بناتے ہیں یوں فرمایا کہ جو تمہارے درمیان معمول ہو اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

**لَا بَأْسَ الْعَشَرَةُ بِأَحَدَ عَشَرَ:** اگر کہیں کا عرف یہ ہو کہ دس روپے کی چیز پر ایک روپیہ کا نفع لیا جاتا ہے اور مرابحۃً اس طرح بیچی جاتی ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، لہذا اگر کوئی یوں کہتا ہے کہ میں نے یہ چیز سو روپے کی لی ہے اور ہر دس پر ایک روپیہ زائد لوں گا تو اس طرح کی بیع جائز ہے۔

جمہور علماء اسی بات کے قائل ہیں، اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے کیوں کہ ثمن مجہول ہے، امام احمد بن حنبل سے منقول ہے کہ یہ بیع مکروہ ہے، علامہ موفق بن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں کہ انہوں نے کراہت تنزیہی مراد لی ہے اس لئے کہ یہ جہالت ایسی نہیں کہ دور نہ ہو سکے، ارے بھائی جب سو روپے کی چیز ہے اور ہر دس پر ایک روپیہ کا نفع لیا جارہا ہے تو دس دہائے سو، لہذا ایک سو میں دس حصہ ہوئے اب ہر حصہ پر ایک روپیہ بڑھا دو تو دس روپے بڑھ گئے، گویا مطلب یہ ہوا کہ سو روپے کی چیز ایک سو دس روپے میں بکے گی۔

**وَيَأْخُذُ لِلنَّفَقَةِ رِبْحًا:** فرماتے ہیں کہ جو خرچ لگا ہو اس پر بھی نفع لے سکتا ہے، جمہور علماء یہی فرماتے ہیں، اگر کوئی دہلی سے سامان لایا خرید ا دہلی میں پانچ سو کا اور یہاں لانے میں سو روپے اور لگ گئے پڑا چھ سو کا اس صورت میں اب وہ چھ سو کہہ کر فروخت کرے گا مگر یہ نہیں کہے گا کہ میں نے چھ سو میں خریدا ہے بلکہ یوں کہے گا کہ مجھے چھ سو کا پڑا ہے اور اس پر میں تم سے پچاس روپے یا پانچ یا دس یا بیس روپے نفع لوں گا، امام مالک فرماتے ہیں کہ اس نفقہ کا اجر لیا جا سکتا ہے جو سلعہ میں اضافہ کر دے جیسے رنگ، اور جس سے سامان میں اضافہ نہیں ہوتا ہے اس خرچ کا کوئی اعتبار نہیں ہے پھر تو بھائی بڑی مشکل پڑ جائے گی، دہلی آنے جانے کا خرچ ہی آج کل بہت کافی ہے اور اگر کوئی بمبئی سے سامان لاتا ہے تو اس کے دو چار سو تو آنے جانے میں ہی ختم ہو جائیں گے اس طرح اور سامان لا کر اسی دام میں فروخت کرے گا تو وہ اپنے کرایہ کو بھی وصول نہیں کر پائے گا۔

**وَاكْتَرَى الْحَسَنُ مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مِرْدَاسٍ حِمَارًا:** حسن بصری نے عبد اللہ بن مرداس سے ایک گدھا کرایہ پر لیا اور فرمایا کہ کتنی اجرت لوگے؟ کہنے لگے کہ دو دانق یعنی ایک ثلث درہم، سوار ہو کر چل

Maktaba Tul Ishaat.com



دیئے، دوسری مرتبہ تشریف لائے فَقَالَ الْحِمَارُ الْحِمَارُ پوچھا کہاں ہے انہوں نے پیش کر دیا، سوار ہو کر چل دیئے اور کوئی شرط نہیں لگائی، جب تشریف لائے تو نصف درہم دے دیا یعنی ایک دانق کا اضافہ کر دیا کیونکہ ایک درہم چھ دانق کا ہوا کرتا ہے، یہ دانق وہی ہے جسے دانگ کہا جاتا تھا کسی زمانہ میں، یہ اسی کی تعریب ہے۔

**حَجَمَ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَبُو طَيْبَةَ:** حضور اکرم ﷺ نے پچھنے لگوائے اور کوئی بات طے نہیں کی اور ایک صاع تمر دینے کا حکم دے دیا۔

**أُنْزِلَتْ فِي وَالِي الْيَتِيمِ الَّذِي يُقِيمُ عَلَيْهِ وَيُصْلِحُ فِي مَالِهِ:** کتاب التفسیر میں اس پر ان شاء اللہ کلام آئے گا کہ آیا ولی یتیم اس کے مال میں سے کھا سکتا ہے یا نہیں؟

## (ص ۲۹۴) بَابُ بَيْعِ الشَّرِيكِ مِنْ شَرِيكِهِ

۲۲۱۳۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: جَعَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ.

**ترجمہ:** باب، اپنے شریک کو اپنا حصہ فروخت کرنے کا بیان۔

حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر اس مال میں شفعہ مقرر فرمایا جو تقسیم نہ ہو اور جب حدود قائم ہو جائیں اور راستے بدل جائیں تو اب کوئی شفعہ نہیں۔

**تشریح:** بیع الشریک من شریکہ جائز ہے، دو آدمیوں میں ایک مکان مشترک ہے ایک شریک اپنا مکان فروخت کرنا چاہتا ہے تو اپنے شریک کو بیچ سکتا ہے۔

لیکن امام بخاری اس ترجمۃ الباب سے ایک اور بات پر تنبیہ کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ احد الشریکین کو اپنا حصہ فروخت کرنا ہو تو بہتر یہ ہے کہ اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کرے، اس واسطے کہ اپنے شریک کے ہاتھ فروخت نہیں کیا تو اس صورت میں اس شریک کا حق شفعہ دائر کرنا ممکن ہے لہذا ہو سکتا ہے کہ وہ حق شفعہ دائر کر کے لے لے، تو جو بات بعد میں ہونے والی ہے پہلے ہی سے اسے کیوں نہ کر لیا جائے۔

مصنف نے اس دعوے کو حضرت جابرؓ کی حدیث جَعَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا

Maktaba Tul Ishaat.com



وَقَعَتِ الحُدُودُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفعَةَ سے مؤید کیا، حاصل استدلال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے غیر منقسم چیز میں حق شفعہ دیا ہے اور شریک جب شفعہ کے ذریعہ چیز لیتا ہے تو لامحالہ قیمت ادا کرتا ہے اور جو چیز قیمت دے کرلی جائے وہ خریدنا کہلاتی ہے اور جس نے قیمت لے کر اپنی چیز دی ہے اس نے بیچا ہے، لہذا بیع الشریک من شریکہ ثابت ہوگیا، باقی شفعہ کا مسئلہ آئندہ آئے گا وہاں کلام ہوگا۔

## (ص ۲۹۴) بَابُ بَيعِ الأَرْضِ وَالدُّورِ وَالعُرُوضِ مُشَاعًا غَيرَ مَقسُومٍ

۲۲۱۴. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَضَى النَّبِيُّ ﷺ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ.

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بِهٰذَا، وَقَالَ: فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ. تَابَعَهُ هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ، وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

**ترجمہ:** باب، ایسی مشترکہ زمین، گھر اور سامان فروخت کرنے کا بیان جو تقسیم نہ کیا گیا ہو۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ زمین، مکانات اور سامان بلا تقسیم کے بھی فروخت کئے جاسکتے ہیں، حنفیہ کے یہاں بھی مسئلہ یہی ہے کہ بیع غیر منقسم جائز ہے لیکن ہبہ ہمارے یہاں مشاع کا جائز نہیں اس لئے کہ ہبہ کے لئے قبضہ شرط ہے اور مشاع پر قبضہ ہو نہیں پاتا ہے۔

**وَقَالَ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ:** اس میں اختلاف ہے کہ یہ لفظ کیا ہے؟ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ ہے یا فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ ہے، دونوں طرح کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

## (ص ۲۹۴) بَابُ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا لِغَيْرِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ فَرَضِيَ

۲۲۱۵. حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: خَرَجَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَمْشُونَ فَأَصَابَهُمُ الْمَطَرُ فَدَخَلُوا فِي غَارٍ فِي جَبَلٍ فَانْحَطَّتْ عَلَيْهِمْ

Maktaba Tul Ishaat.com



صَخْرَةٌ، قَالَ: فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: ادْعُوا اللّٰهَ بِأَفْضَلِ عَمَلٍ عَمِلْتُمُوهُ، فَقَالَ أَحَدُهُمْ: اللَّهُمَّ إِنِّي كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ فَكُنْتُ أَخْرُجُ فَأَرْعَى ثُمَّ أَجِيءُ فَأَحْلُبُ فَأَجِيءُ بِالْحِلَابِ فَآتِي بِهِ أَبَوَيَّ فَيَشْرَبَانِ ثُمَّ أَسْقِي الصِّبْيَةَ وَأَهْلِي وَامْرَأَتِي، فَاحْتَبَسْتُ لَيْلَةً فَجِئْتُ فَإِذَا هُمَا نَائِمَانِ قَالَ: فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَهُمَا وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ رِجْلَيَّ فَلَمْ يَزَلْ ذَلِكَ دَأْبِي وَدَأْبَهُمَا حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ، قَالَ: فَفُرِجَ عَنْهُمْ، فَقَالَ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ أُحِبُّ امْرَأَةً مِنْ بَنَاتِ عَمِّي كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرَّجُلُ النِّسَاءَ فَقَالَتْ: لَا تَنَالُ ذَاكَ مِنْهَا حَتَّى تُعْطِيَهَا مِئَةَ دِينَارٍ، فَسَعَيْتُ فِيهَا حَتَّى جَمَعْتُهَا فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتِ: اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَقُمْتُ وَتَرَكْتُهَا فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً، قَالَ: فَفَرَجَ عَنْهُمُ الثُّلُثَيْنِ، وَقَالَ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقٍ مِنْ ذُرَةٍ فَأَعْطَيْتُهُ وَأَبَى ذَاكَ أَنْ يَأْخُذَ فَعَمَدْتُ إِلَى ذَلِكَ الْفَرَقِ فَزَرَعْتُهُ حَتَّى اشْتَرَيْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرَاعِيهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَعْطِنِي حَقِّي، فَقُلْتُ: انْطَلِقْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيهَا، فَقَالَ: أَتَسْتَهْزِئُ بِي؟ قَالَ: قُلْتُ: مَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ وَلَكِنَّهَا لَكَ، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا، فَكُشِفَ عَنْهُمْ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ اگر کسی نے دوسرے کے واسطے اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز خریدی ہو اور پھر وہ شخص اس کو منظور کرلے تو کیا حکم ہے؟

حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ تین شخص سفر میں جارہے تھے کہ بارش آگئی، وہ ایک پہاڑ کی غار میں داخل ہوگئے، اوپر سے ایک چٹان ان کی غار کے منہ پر گر گئی، انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے ایسے عمل کے واسطے سے دعا کرو جو تمہارے اعمال میں سب سے بہتر ہو، تو ان میں سے ایک نے کہا کہ اے اللہ میرے دو بوڑھے ماں باپ تھے میں مویشی چرانے جاتا تھا اور جب واپس آتا تو دودھ دوہتا تھا اور دودھ لیکر ماں باپ کی خدمت میں آتا تھا وہ دونوں نوش کرتے تب میں بچوں کو، اہل خانہ کو اور بیوی کو پلاتا تھا، ایک شب مجھے تاخیر ہوگئی اور جب آیا تو وہ سو چکے تھے، میں نے ان کو جگانا مناسب نہ سمجھا حالانکہ بچے میرے پاؤں کے پاس رو رہے تھے، میں دودھ لئے خدمت میں حاضر رہا اور والدین سوتے رہے یہاں تک کہ صبح صادق ہوگئی، تو اے اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ میں نے یہ عمل آپ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا تو اس پتھر کو اتنا ہٹادیں کہ ہم اس سے آسمان دیکھ سکیں، راوی کہتا ہے کہ اس پتھر کو اتنا ہٹادیا گیا۔

دوسرے نے کہا کہ اے اللہ! میں چچا کی بیٹیوں میں سے ایک عورت سے اتنی زیادہ محبت کرتا تھا جتنی کوئی مرد عورت سے کر

Maktaba Tul Ishaat.com



سکتا ہے، اس نے کہا کہ تم مجھ سے اپنا مطلوب اس وقت تک پورا نہیں کر سکتے جب تک کہ مجھے سو دینار نہ دے دو، میں نے اس کی کوشش کی اور سو دینار جمع کر لئے لیکن جب میں اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا کہ اللہ سے ڈرو اور ناحق مہر مت توڑو، تو میں کھڑا ہو گیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا، اے اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ میں نے یہ عمل آپ کی رضا کے لئے کیا تو اس پتھر کو تھوڑا سا ہٹا دیں، راوی کہتا ہے کہ پتھر کو دو تہائی ہٹا دیا گیا۔

تیسرے شخص نے کہا کہ اے اللہ! اگر آپ یہ واقعہ جانتے ہیں کہ میں نے تین صاع مکئی پر ایک مزدور رکھا تھا جب میں وہ مزدوری اس کو دینے لگا تو اس نے لینے سے انکار کر دیا میں نے اس تین صاع مکئی پر توجہ صرف کی اور اس کی کاشت کی یہاں تک کہ میں نے اس سے گائیں اور چرواہا خریدے پھر وہ شخص آیا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے بندے! مجھے میرا حق دے دے میں نے کہا کہ ان گایوں اور چرواہے کے پاس جاؤ، بے شک وہ تمہارے ہیں، اس نے کہا کہ کیا تم میرے ساتھ مذاق کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ میں تم سے مذاق نہیں کر رہا ہوں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ تمہارے ہی ہیں، اے اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ میں نے یہ عمل آپ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو پتھر کو ہٹا دے، تو وہ پتھر پوری طرح ہٹا دیا گیا۔

**تشریح:** شراء الفضولی یعنی اگر کسی آدمی نے کسی کی طرف سے بلا توکیل کے کوئی سامان خرید لیا اور مشتریٰ لہ راضی ہو گیا تو یہ شراء معتبر ہے یا نہیں؟

(۱) امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد ایک روایت میں فرماتے ہیں کہ بیع فضولی اور شراء فضولی جائز ہے بشرطیکہ مالک اجازت دے دے، امام خطابی نے امام ابو حنیفہ سے نقل کیا ہے کہ بیع تو جائز ہے لیکن شراء جائز نہیں ہے، مگر خطابی کا یہ بیان ہدایہ کے بیان کے خلاف ہے، (۲) امام شافعی فرماتے ہیں کہ نہ بیع الفضولی جائز ہے اور نہ شراء الفضولی جائز ہے، (۳) امام احمد بن حنبل کا مشہور مسلک یہ ہے کہ بیع فضولی علی الصحیح جائز نہیں۔

شراء الفضولی کی دلیل میں وہی قصہ ہے کہ تین آدمی نکلے تھے اور ایک غار میں گھسے اتفاق سے ایک پتھر آپڑا، ہر ایک نے اپنے اعمال صالحہ کے ذریعہ اللہ کے جناب میں تقرب کیا اور پتھر ہٹ گیا اسی میں ایک شخص وہ بھی تھا جس نے ایک اجیر رکھا تھا ایک فرق ارز یا ذرہ کے بدلے میں اور جب دینے لگا تو وہ ناراض ہو کر چلا گیا، اس نے کیا کیا؟ اس کو بویا اور اس کے ذریعہ سے گائے اور چرواہا خریدا اور پھر اس کو بڑھایا، اور جب وہ آیا مطالبہ کرنے کے لئے تو کہا کہ یہ سب تو لے جا، چونکہ اس نے اجیر کی مکئی کو اس کے اذن کے بغیر بویا پھر بیچ کر اس کی قیمت سے غلام اور جانور خریدے اور جب اجیر آیا تو ان سب کو لے کر چلا گیا یہ اس کی رضا ہوئی۔

Maktaba Tul Ishaat.com



نیز بیع فضولی کے مسئلہ کا ثبوت عروہ بن الجعد البارقیؓ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے جو آئندہ بخاری شریف میں عنقریب غالبًا مناقب میں آرہی ہے، اسی طرح حکیم بن حزامؓ کی روایت سے جس کو ابوداؤد اور ترمذی نے تخریج فرمایا ہے کہ آنحضور ﷺ نے ان کو ایک دینار دیا اور فرمایا کہ جاؤ! قربانی خرید لاؤ! وہ گئے اور ایک دینار کی دو بکریاں خرید لیں پھر ایک بکری ایک دینار کی فروخت کردی اور ایک دینار اور ایک بکری لیکر آئے آنحضور ﷺ سے تذکرہ کیا آپ نے دینار کا صدقہ کردیا اور ان کو آپ نے ان کے معاملہ میں شرکت کی دعا دی۔

**فَاحْتَبَسْتُ لَيْلَةً:** اس میں اشکال یہ ہے کہ اس شخص نے والدین کا تو حق ادا کیا مگر اولاد کی حق تلفی کی تو ایک نیکی ہوئی اور ایک بدی ہوگئی، اس کا جواب یہ ہے کہ بیچارہ ناواقف رہا ہوگا، دوسرا جواب یہ ہے کہ بچوں کی تو عادت ہے کہ کھاپی کر بھی خواہ مخواہ شور مچایا کرتے ہیں جہاں کوئی چیز دیکھ لی ایک دم ان کے پیٹ میں درد شروع ہوجاتا ہے چاہے کھائے چاہے نہ کھائے۔

**حَتّٰى تُعْطِيَهَا مِائَةَ دِينَارٍ:** اس روایت میں مِائَةَ دِينَارٍ ہے اور عنقریب ص ۳۰۳ پر یہی روایت آرہی ہے اس میں ہے عشرین و مائة، اس کا جواب یہ ہے کہ مطالبہ تو عورت کی طرف سے سو دینار کا تھا مگر اس نے جمع کیا تھا ایک سو بیس دینار اور سب لے جاکر دے دیا تھا۔

**وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ:** مہر مت توڑ مگر اس کے حق کے ساتھ یعنی نکاح کے ساتھ۔

## (ص ۲۹۵) بَابُ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ مَعَ الْمُشْرِكِينَ وَأَهْلِ الْحَرْبِ

۲۲۱۶. حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ ثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ مُشْعَانٌّ طَوِيلٌ بِغَنَمٍ يَسُوقُهَا قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: بَيْعًا أَوْ عَطِيَّةً - أَوْ قَالَ: أَمْ هِبَةً - قَالَ: لَا بَلْ بَيْعٌ، فَاشْتَرٰى مِنْهُ شَاةً.

**ترجمہ:** باب، مشرکین اور حربی کافروں سے خرید و فروخت کرنے کا بیان۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ نے بیان کیا کہ ہم نبی پاک ﷺ کے ہمراہ تھے کہ ایک پراگندہ بال والا دراز قد مشرک بکریاں ہانکتا ہوا آیا، پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ یہ بکریاں برائے فروخت ہیں یا عطیہ ہیں؟ یا عطیہ کی جگہ ہبہ کا لفظ ارشاد فرمایا، اس نے کہا کہ نہیں، بلکہ بیچنے کے لئے ہیں تو آپ ﷺ نے اس سے ایک بکری خریدی۔

Maktaba Tul Ishaat.com


**تشریح:** امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ کفار کے ساتھ بیع وشراء کا معاملہ کرنا جائز ہے۔

علامہ ابن بطال وغیرہ نے لکھا ہے کہ البتہ ایسی چیزوں کے ساتھ معاملہ نہیں کرنا چاہئے جن کو وہ مسلمانوں کے خلاف استعمال کریں مثلاً ہتھیار وغیرہ ان کے ہاتھ فروخت نہ کرے، اس واسطے کہ آج لیں گے اور کل مسلمانوں کے خلاف استعمال کریں گے۔

**كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:** امام بخاری نے یہ روایت یہاں پر مختصراً ذکر فرمائی ہے اور اسی سند سے ابوابِ ہبہ میں مکمل طور پر آرہی ہے۔

**مُشْعَانٌ:** جس کے سر کے بال بہت زیادہ پراگندہ اور منتشر ہوں، فیض الباری میں مُشْعَانٌ کا ترجمہ مسٹنڈا کیا گیا ہے، میرا خیال یہ ہے کہ ناقل کو غلطی ہوئی ہے طَوِیلٌ کا ترجمہ کیا گیا ہوگا۔

**فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بَيْعًا أَمْ عَطِيَّةً أَوْ قَالَ أَمْ هِبَةً:** امام بخاری نے اس سے اپنا ترجمہ ثابت کیا ہے، حضور نے پوچھا کہ بیچ رہے ہو یا عطیہ دے رہے ہو یا ہبہ کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، بلکہ میں بیچ رہا ہوں تو آپ نے ان سے ایک بکری خرید لی، معلوم ہوا کہ مشرکین کے ساتھ بیع وشراء جائز ہے۔

## (ص ۲۹۵) بَابُ شِرَاءِ الْمَمْلُوكِ مِنَ الْحَرْبِيِّ وَهِبَتِهِ وَعِتْقِهِ

وقال النبي ﷺ لسلمان: كاتِب، وكان حرًّا فظلموه وباعوه، وسُبِيَ عمار وصهيب وبلال. وقال الله تعالى ﴿ وَٱللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي ٱلرِّزْقِ ۚ فَمَا ٱلَّذِينَ فُضِّلُوا۟ بِرَآدِّى رِزْقِهِمْ عَلَىٰ مَا مَلَكَتْ أَيْمَـٰنُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَآءٌ ۚ أَفَبِنِعْمَةِ ٱللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴾.

۲۲۱۷. حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَنَا شُعَيْبٌ أَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ بِسَارَةَ فَدَخَلَ بِهَا قَرْيَةً فِيهَا مَلِكٌ مِنَ الْمُلُوكِ - أَوْ جَبَّارٌ مِنَ الْجَبَابِرَةِ - فَقِيلَ: دَخَلَ إِبْرَاهِيمُ بِامْرَأَةٍ هِيَ مِنْ أَحْسَنِ النِّسَاءِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ مَنْ هَذِهِ الَّتِي مَعَكَ؟ قَالَ: أُخْتِي، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ: لَا تُكَذِّبِي حَدِيثِي فَإِنِّي أَخْبَرْتُهُمْ أَنَّكِ أُخْتِي وَاللَّهِ إِنْ عَلَى الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرُكِ، فَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ فَقَامَ إِلَيْهَا فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي فَقَالَتْ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلَى

Maktaba Tul Ishaat.com



زَوْجِي فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ الْكَافِرَ، فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ، قَالَ الْأَعْرَجُ: قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَتِ: اللّٰهُمَّ إِنْ يَمُتْ يُقَلْ هِيَ قَتَلَتْهُ فَأُرْسِلَ ثُمَّ قَامَ إِلَيْهَا فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وتُصَلِّي وَتَقُولُ: اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلَى زَوْجِي فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ هٰذَا الْكَافِرَ، فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَقَالَتِ: اللّٰهُمَّ إِنْ يَمُتْ يُقَلْ هِيَ قَتَلَتْهُ، فَأُرْسِلَ فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ فَقَالَ: وَاللّٰهِ مَا أَرْسَلْتُمْ إِلَيَّ إِلَّا شَيْطَانًا، ارْجِعُوهَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَأَعْطُوهَا آجَرَ، فَرَجَعَتْ إِلَى إِبْرَاهِيمَ فَقَالَتْ: أَشَعَرْتَ أَنَّ اللّٰهَ كَبَتَ الْكَافِرَ وَأَخْدَمَ وَلِيدَةً.

٢٢١٨. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: اخْتَصَمَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فِي غُلَامٍ، فَقَالَ سَعْدٌ: هٰذَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ابْنُ أَخِي عُتْبَةَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ انْظُرْ إِلَى شَبَهِهِ، وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: هٰذَا أَخِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِي مِنْ وَلِيدَتِهِ، فَنَظَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى شَبَهِهِ فَرَأَى شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ، فَقَالَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ، وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتَ زَمْعَةَ، فَلَمْ تَرَهُ سَوْدَةُ قَطُّ.

٢٢١٩. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ثَنَا غُنْدَرٌ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ لِصُهَيْبٍ: اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَدَّعِ إِلَى غَيْرِ أَبِيكَ، فَقَالَ صُهَيْبٌ: مَا يَسُرُّنِي أَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا وَأَنِّي قُلْتُ ذٰلِكَ، وَلٰكِنِّي سُرِقْتُ وَأَنَا صَبِيٌّ.

٢٢٢٠. حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ أُمُورًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ - أَوْ أَتَحَنَّتُ - بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صِلَةٍ وَعَتَاقَةٍ وَصَدَقَةٍ، هَلْ لِي فِيهَا أَجْرٌ؟ قَالَ حَكِيمٌ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ.

**ترجمہ:** باب، حربی کافر سے غلام خریدنے، اس کو ہبہ کرنے اور آزاد کرنے کا بیان۔

پیغمبر ﷺ نے حضرت سلمانؓ سے فرمایا کہ تم عقد کتابت کرلو، حضرت سلمانؓ اصل میں آزاد تھے ان پر لوگوں نے ظلم کیا اور ان کو فروخت کردیا، اسی طرح حضرت عمارؓ، صہیبؓ اور بلالؓ کو بھی ناحق گرفتار کیا گیا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "اللہ تعالیٰ نے رزق کے معاملہ میں تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے تو جن کو برتری دی گئی ہے وہ اپنے رزق کو اپنے غلاموں کے سپرد کرنے والے نہیں ہیں کہ وہ اور ان کے غلام اس مال میں یکساں ہو جائیں، کیا تم اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہو؟"

Maktaba Tul Ishaat.com



حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کو لیکر ہجرت فرمائی، آپ ان کے ساتھ ایک بستی میں داخل ہوئے جہاں ایک بادشاہ تھا یا یہ فرمایا کہ جہاں ایک ظالم وجابر شخص تھا، اس کو خبر دی گئی کہ ابراہیم نامی شخص ایک عورت کے ساتھ آئے ہیں جو کہ خوبصورت ترین عورتوں میں سے ہے، اس نے حضرت ابراہیمؑ کے پاس قاصد بھیج کر استفسار کیا کہ ابراہیم! یہ عورت کون ہے جو تمہارے ہمراہ ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ میری بہن ہے یعنی دینی بہن، پھر وہ حضرت سارہ کے پاس آئے اور ان سے یہ کہا کہ تم میری بات کو جھٹلانا مت، میں نے ان کو یہ بتایا ہے کہ تم میری بہن ہو، بخدا! اس زمین پر تمہارے اور میرے سوا کوئی مؤمن نہیں ہے، پھر ان کو بادشاہ کے یہاں بھیجا، وہ بادشاہ حضرت سارہ کی طرف بڑھا تو وہ وضو کر کے نماز میں مشغول ہوگئیں اور انہوں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ سچ ہے کہ میں آپ پر اور آپ کے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنی شرم گاہ کی اپنے شوہر کے علاوہ ہر ایک سے حفاظت کی ہے تو اس کافر کو میرے اوپر قابو نہ دے، یہ دعا کرتے ہی وہ زمین پر گرا اور گلا گھٹنے کی طرح اس کی آواز نکلنے لگی یہاں تک کہ اپنا پاؤں زمین پر رگڑنے لگا، عبد الرحمن اعرج کہتے ہیں کہ ابو سلمہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ حضرت سارہ نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو یہی کہا جائے گا کہ اس کو میں نے ہی قتل کیا ہے تو وہ اچھا ہو گیا، پھر ان کی طرف بڑھا تو وہ وضو کر کے نماز پڑھنے لگیں اور یہ دعا مانگنے لگیں اے اللہ! اگر میں تیرے اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور اپنے شوہر کے علاوہ سے میں نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی ہے تو اس کافر کو میرے اوپر مسلط نہ کر، تو وہ پھر گلا گھٹنے والے کی طرح آواز نکالنے لگا یہاں تک کہ وہ اپنا پاؤں زمین پر رگڑنے لگا۔

عبد الرحمن کہتے ہیں کہ ابو سلمہؓ نے بیان کیا کہ ان سے ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ حضرت سارہ نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو کہا جائے گا کہ میں نے ہی اسے قتل کیا ہے تو وہ دوسری بار میں یا تیسری بار میں جب اچھا ہوا تو کہنے لگا کہ خدا کی قسم! تم نے میرے پاس شیطان کو بھیجا ہے اس کو ابراہیم کے پاس لوٹا دو اور ہاجرہ کو بطور ہبہ اس کے سپرد کر دو، وہ حضرت ابراہیم کے پاس آئیں اور ان کو بتایا کہ کیا آپ کو معلوم ہوا کہ اللہ نے کافر کو ذلیل کیا اور خدمت کے لئے ایک لڑکی بھی دلوائی۔

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور عبد بن زمعہ کے درمیان ایک لڑکے کے سلسلہ میں تنازع ہوا، حضرت سعدؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی عتبہ کا بیٹا ہے اس نے مجھ سے تاکیداً کہا تھا کہ وہ اس کا بیٹا ہے، آپ اس کی شباہت دیکھیں اور عبد بن زمعہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے میرے والد کی باندی سے پیدا ہوا ہے جب کہ وہ والد کی فراش یعنی باندی تھی، رسول اللہ ﷺ نے شباہت پر غور فرمایا تو عتبہ کی شباہت کو نمایاں دیکھا، آپ نے فرمایا کہ اے عبد! وہ تمہارا بھائی ہے، بچہ فراش والے کا ہوتا ہے اور زانی کے لئے پتھر کی سزا ہے، اور حضرت سودہؓ سے فرمایا کہ اے سودہ بنت زمعہ! تم اس سے پردہ کرو، تو حضرت سودہؓ نے اس کو کبھی نہیں دیکھا۔

Maktaba Tul Ishaat.com



حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضرت صہیبؓ سے کہا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنے والد کے علاوہ کسی اور سے نسب مت جوڑو تو حضرت صہیبؓ نے فرمایا کہ اگر پوری دنیا بھی دی جائے تو ایسا کہنا منظور نہ ہوگا لیکن معاملہ یہ ہے کہ مجھے بچپن میں چرالیا گیا تھا۔

آخری روایت کا ترجمہ باب من تصدق فی الشرک ثم أسلم میں گزر چکا

**تشریح:** مصنف اس ترجمۃ الباب سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ حربی کے قبضہ میں جو چیزیں ہوتی ہیں اس میں وہ مالکانہ تصرف کر سکتا ہے اس کا بیع، ہبہ، عتق وغیرہ سب نافذ ہے، مصنف نے اس کے لئے جو دلائل پیش کئے ہیں مجموعۂ ترجمہ مجموعۂ روایات سے ثابت ہے، آپ نے حضرت سلمانؓ سے فرمایا کاتب اپنی کتابت کا معاملہ کرلو اور ان کو لوگوں نے بیچ کر فروخت کر ڈالا تھا، اسی طرح سے حضرت عمارؓ، صہیبؓ اور بلالؓ خرید کر آزاد کئے گئے وغیرہ وغیرہ، اور حضرت ابراہیم خلیلؑ نے جبار کا ہدیہ قبول کیا۔

**وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِسَلْمَانَ كَاتِبْ وَكَانَ حُرًّا فَظَلَمُوهُ وَبَاعُوهُ:** امام بخاری نے بڑے اختصار سے کام لیا، حضرت سلمان فارسیؓ اصل میں فارس کے رہنے والے تھے اصفہان میں ایک گاؤں تھا "زی" وہاں کا جو سردار تھا یہ اس کے لڑکے تھے، اس کے بعد یہ نصرانیوں کے ایک گرجا کے پاس کسی ضرورت کی بناء پر گئے، ان کی عبادت پسند آگئی اور ان کے دین و مسلک کو اختیار کر لیا، ان کے والد نے بیڑیاں لگادی، انہوں نے معلوم کر لیا تھا کہ اصل دین نصرانیت شام میں ہے لہٰذا ان سے معلومات رکھتے رہے، گرجا والوں نے اطلاع کی کہ کچھ لوگ اُدھر کے آئے ہوئے ہیں حضرت سلمان فارسیؓ نے کسی طرح بیڑیاں اتاریں اور ان کے ساتھ ملکِ شام روانہ ہو گئے، پھر یکے بعد دیگرے راہبوں کے پاس پہنچتے رہے حتی کہ آخری راہب نے حضرت نبی پاک ﷺ کی بعثت کی خبر دی، اتفاق سے وادی القریٰ کے کچھ یہودی آئے ہوئے تھے ان کے پاس گائے بکریاں وغیرہ تھیں ان سے کہا کہ تم یہ سارا لے لو اور مجھے اپنے ساتھ لے چلو، ان لوگوں نے ان کا سامان بھی لے لیا اور ان کے ساتھ دغابازی کی اور لے جا کر ان کو فروخت کر ڈالا، غرض کہ یہ فروخت پر فروخت ہوتے ہوئے بنو قریظہ کے ایک یہودی کے پاس پہنچ گئے، باغ کے اندر کام کر رہے تھے ایک درخت پر چڑھے ہوئے تھے اتنے میں ایک یہودی بولا قَاتَلَ اللهُ بَنِي قَيْلَةَ وَاللهِ إِنَّهُمُ الْآنَ لَمُجْتَمِعُونَ بِقُبَاءَ عَلَى رَجُلٍ قَدِمَ عَلَيْهِمْ مِنْ مَكَّةَ الْيَوْمَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُ نَبِيٌّ، حضرت سلمانؓ فوراً اترے اور فرمایا کہ کیا بات ہے؟ آقا نے زور سے ایک تھپڑ رسید کیا اور کہا کہ تو کون؟ اپنا کام کر! کہا کہ میں تو ایسے ہی پوچھ رہا تھا، اس راہب نے حضور اکرم ﷺ کی علامات بتلائی تھیں کہ وہ صدقہ نہیں کھاتے ہیں، ہدیہ

Maktaba Tul Ishaat.com



قبول کرتے اور کھاتے ہیں اور ان کے شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے، حضرت سلمان فارسیؓ نے موقع دیکھا اور آنحضور ﷺ کی خدمت میں کچھ لیکر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کے ساتھ جو لوگ ہیں وہ مساکین ہیں میں کچھ صدقہ کے طور پر لایا ہوں، سرور عالم ﷺ نے لیکر صحابہؓ کی طرف بڑھادیا اور خود دست کش ہوگئے، حضرت سلمانؓ نے اپنے جی میں کہا کہ یہ ایک علامت ہوگئی، پھر اس کے بعد ایک دوسرے موقع پر کچھ لیکر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کو دیکھا کہ صدقہ نہیں کھاتے ہیں اس لئے میں بطورِ ہدیہ کے لایا ہوں، سرور عالم ﷺ نے تناول فرمایا، سلمانؓ نے اپنے جی میں کہا کہ یہ دوسری علامت ہوگئی، اتفاق سے بقیع میں آنحضور ﷺ ایک جنازے میں تشریف لے گئے تھے حضرت سلمانؓ وہاں جا پہنچے وہ ادھر ادھر دیکھتے رہے، حضور اکرم ﷺ کے شانۂ مبارک سے چادر مبارک اتر گئی انہوں نے آپ کی مہر نبوت کو دیکھ لیا بس کیا تھا تیسری علامت بھی پوری ہوگئی، سامنے آئے اور اپنا سارا ماجرا کہہ سنایا، دستِ شریف پر مسلمان ہوگئے۔

آپ نے حضرت سلمانؓ سے فرمایا کاتِبْ عقدِ کتابت کرلو، عقد کتابت بڑا لمبا چوڑا تھا اس میں جہاں بہت سے زر کا مطالبہ تھا وہیں اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک مطالبہ تھا کہ سلمانؓ تین سو درخت لگادیں اور ان میں جب پھل آجائیں تب یہ آزاد ہوں گے، سرکار دو عالم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ سلمان کی مدد کرو، صحابہؓ نے امداد کی اور چھوٹے چھوٹے کھجور کے پودے دیئے، اور حضرت سلمانؓ سے فرمایا کہ تم سب گڑھے کھود ڈالو، انہوں نے بڑا مجاہدہ کیا، تین سو گڑھے کھودے اور اس کے بعد حضور اکرم ﷺ ایک وقت پر تشریف لے گئے اور سارے پودے اپنے دستِ شریف سے نصب فرمادئے، شمائل ترمذی کی روایت میں ہے کہ ایک پودا حضرت عمرؓ نے لگادیا سارے پودے اسی سال بارآور ہوگئے لیکن وہ ایک رہ گیا، حضور ﷺ کو جب معاملہ معلوم ہوا تو آپ نے اکھاڑ کر اپنے دستِ شریف سے لگادیا وہ بھی اسی سال بارآور ہوگیا، اب وہ باغِ سلمانؓ کہلاتا ہے، حضرت سلمانؓ آزاد ہوگئے۔

بخاری شریف کی اسی جلد کے آخر میں خود حضرت سلمانؓ کی روایت آرہی ہے عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ أَنَّهُ تَدَاوَلَهُ بِضْعَةَ عَشَرَ مِنْ رَبٍّ إِلَى رَبٍّ دس سے زائد آقاؤں کے ہاتھ یکے بعد دیگرے بکتے رہے ہیں، بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ وصیِ عیسیٰ سے بھی ان کی ملاقات ہوئی ہے، عمرِ سلمانؓ کے بارے میں بھی بہت مختلف اقوال

Maktaba Tul Ishaat.com



ہیں اسی جلد کے آخر میں ایک مستقل باب بَاب إِسْلَامِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ آرہا ہے میں وہاں ان شاء اللہ تعالیٰ تھوڑا سا کلام کروں گا۔

وَسُبِيَ عَمَّارٌ وَصُهَيْبٌ وَبِلَالٌ: عمارؓ اور صہیبؓ اور بلالؓ قید کئے گئے، حضرت عمارؓ کی قید کا تذکرہ بڑا مشکل بنا ہوا ہے اس واسطے کہ عمارؓ عربی تھے اور عَنَس قبیلہ سے تعلق تھا ان کے والد یاسر مکہ آگئے تھے اور بنو مخزوم سے انہوں نے عقدِ حلف کر لیا تھا، بنو مخزوم نے اپنی باندی سمیہ سے ان کا نکاح کر دیا تھا ان کے بطن سے حضرت عمارؓ پیدا ہوئے، حافظ ابن حجر، علامہ کرمانی کی اتباع میں یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ ممکن ہے مشرکین نے حضرت عمارؓ کے ساتھ قیدیوں جیسا معاملہ کیا ہو اس لئے کہ ان کی والدہ ان کی موالی میں تھیں۔

حضرت صہیبؓ عربی تھے، نمر بن قاسط جو عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے اس خاندان سے ان کا تعلق تھا اور موصل کے قریب یہ لوگ رہتے تھے کسریٰ کی حکومت کے تحت، ان کے والد کسریٰ کی طرف سے گورنر تھے جب رومیوں نے کسریٰ کے ملک پر حملہ کیا تو اتفاق سے ان کا علاقہ رومیوں کی زد میں آگیا اور یہ پکڑے گئے مگر سمجھ دار تھے اپنے خاندان کو جان اور پہچان چکے تھے، رومی اپنے یہاں لے گئے وہاں اتفاق سے ساتھ رہتے ہوئے ان کی زبان بدل گئی اسی لئے حضرت عمرؓ کو ان کے بارے میں شک ہوتا تھا جیسا کہ اگلے صفحہ پر آرہا ہے، لیکن انہوں نے عذر ظاہر کیا کہ میری زبان کی تبدیلی اور زبان میں عربیتِ فصحیٰ نہ ہونے کا سبب میرا قید ہو جانا ہے، عبداللہ بن جدعان نے حضرت صہیبؓ کو خرید کر آزاد کیا تھا۔

حضرت بلالؓ غلام تھے ابو جہل کے خاندان والے اور اسی طرح سے امیہ بن خلف ان کو بڑی اذیت پہنچاتے تھے، ایک مرتبہ صدیق اکبرؓ گزر رہے تھے امیہ ان کو ستا رہا تھا حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ ارے تو اس مسکین پر رحم نہیں کرتا؟ امیہ نے کہا کہ تم جس چیز سے چاہو بچا سکتے ہو تو بچا لو، حضرت صدیقؓ نے حضرت بلالؓ سے زیادہ طاقتور ایک غلام دے کر حضرت بلالؓ کو خریدا اور اس کے بعد اللہ کے لئے آزاد فرما دیا۔

ان سب باتوں سے یہ معلوم ہوا کہ کفار کے ساتھ معاملہ کرنا صحیح ہے اور کفار کے تصرف میں جو چیزیں ہیں اگر چہ وہ بے ضابطہ اور بے قاعدہ ہوں بہر حال وہ مالکانہ تصرف کر سکتے ہیں اور وہ تصرفات معتبر ہوں گے۔

فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ: مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ سے امام بخاری نے

Maktaba Tul Ishaat.com



اپنا ترجمہ ثابت فرمایا ہے، معلوم ہوا کہ کفار کے ملک یمین کا اعتبار ہے۔

**هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِسَارَةَ:** حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق حرّان کے رہنے والے تھے وہاں سے وہ ملکِ شام کی طرف چلے، ایک بستی پر ان کا گزر ہوا جہاں ایک ظالم بادشاہ رہتا تھا، علامہ یعقوب حموی نے لکھا ہے کہ قریہ کا مصداق مصر ہے اور وہ بادشاہ طوطیس بن مالیا بن حربتا ہے۔

**فَقِيلَ دَخَلَ إِبْرَاهِيمُ بِامْرَأَةٍ هِيَ مِنْ أَحْسَنِ النِّسَاءِ:** اس کو یہ اطلاع کی گئی کہ ابراہیم ایک بڑی خوبصورت عورت کے ساتھ یہاں آئے ہوئے ہیں اس نے پیغام بھیجا کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا أُخْتِي میری بہن ہے، یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت سارہ کو اپنی بہن کیوں کہہ دیا؟ یہ کہہ دیتے کہ میری بیوی ہے جب اسے یہ معلوم ہو جاتا کہ زوجہ ہے تو چھوڑ دیتا۔

بعض علماء نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اصل میں یہ ظالم بادشاہ عجیب قانون رکھتا تھا اگر کوئی شخص اپنی بیوی لیکر آئے تو وہ اس کے خاوند کو قتل کر کے اس کی بیوی کو قبضہ میں لے لیا کرتا تھا اس لئے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے بچنے کی یہ صورت اختیار کی، اور اگر یہ بات بھی نہ ہو تب بھی یہ ممکن ہے کہ وہ یہ سوچتا کہ اس کا خاوند موجود ہے اور یہ مدافعت کی کوشش کرے گا ہر طرح سے اپنی بیوی کو بچانے کی فکر کرے گا لہذا اس کا کام پہلے تمام کر دیا جائے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمادیا أُخْتِي۔

بعضوں نے یہ کہا ہے کہ اصل میں یہ مجوسی مسلک کا بادشاہ تھا اور ان کا مسلک یہ ہے کہ بھائی اپنی بہن کا زیادہ حقدار ہوتا ہے لہذا ابراہیم علیہ السلام نے أُخْتِي اس لئے کہا تھا تا کہ یہ اپنے مسلک کی رعایت کرتے ہوئے حضرت ابراہیم کی بیوی سے تعرض نہ کرے لیکن وہ کسی کے مسلک کی کوئی رعایت نہیں کرتا تھا، بہر حال حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام واپس ہوئے اور حضرت سارہ سے فرمایا کہ دیکھو میری بات مت جھٹلانا میں نے کہہ دیا ہے کہ تم میری بہن ہو اور اس وقت اس روئے زمین پر یعنی خاص وہاں اس علاقہ میں میرے اور تمہارے علاوہ کوئی مؤمن نہیں اور مؤمن مؤمن کا بھائی ہوا کرتا ہے، حضرت سارہ اس کے پاس گئی وہ بدنیتی کے ارادہ سے اٹھا انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھی اب اللہ جانے کہ اس وقت کی نماز کس طرح کی ہوگی، اور پھر دعا کی کہ اے اللہ! میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی ہے سوائے اپنے خاوند کے تو اس کافر کو مجھ پر

Maktaba Tul Ishaat.com



مسلط مت کرنا۔

**فَغُطَّ حَتّٰى رَكَضَ بِرِجْلِهِ:** بس کیا تھا اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ اس کا گلا گھٹ گیا، پاؤں زمین پر رگڑنے لگا، حضرت سارہ کہنے لگی کہ اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو میرے اوپر الزام آئے گا، تو چھوٹ گیا، پھر ارادہ کیا پھر وہی دعا کی حضرت سارہ نے تو اس کو پھر وہی مصیبت طاری ہوئی غرضکہ تین مرتبہ یہ قصہ پیش آیا، کہنے لگا وَاللهِ مَا أَرْسَلْتُمْ إِلَيَّ إِلَّا شَيْطَانًا ارْجِعُوهَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ شیطان بھیج رکھا ہے، لوٹاؤ ابراہیم کے پاس، وَأَعْطُوهَا آجَرَ اور آجر ان کے حوالہ کر دو، اور دوسری روایت میں ہے هَاجَرَ، یہ ہاجر حضرت اسماعیلؑ کی والدہ ہیں۔

بظاہر اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہاجرہ مملوک اور باندی تھیں لیکن بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ اس بادشاہ کی لڑکی تھی اور وہ سام بن نوح کی اولاد میں سے تھا اور مصری لوگ حام بن نوح کی اولاد میں سے ہیں، وہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے خاندان کے کسی آدمی کو اپنی بیٹی دے، جب ابراہیم علیہ السلام کی بیوی پر وہ قادر نہیں ہوا تو اس کے دل میں خیال آیا کہ یہ کوئی مقرب آدمی ہے اور اونچے خاندان اور اپنے خاندان سے تعلق رکھتا ہے لہذا اس نے اپنی بیٹی ان کو دے دی، اور یہ ایسا ہی ہے جیسے لوگ تواضع میں کہتے ہیں کہ میری بیٹی تمہاری خادمہ ہے اور مقصود اس سے تزویج ہوتی ہے هكذا قيل۔

**فَرَجَعَتْ إِلَى إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:** حضرت ابراہیم کے پاس تشریف لائیں اور کہنے لگیں کہ آپ کو پتہ بھی چلا کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے کافر کے مکر کو توڑ دیا أَنَّ اللهَ كَبَتَ الْكَافِرَ یعنی اس کو خائب وخاسر فرمادیا۔

**وَأَخْدَمَ وَلِيدَةً:** اور ایک باندی بھی خدمت کے لئے دی ہے اس سے مصنف نے اپنا ترجمہ ثابت کیا ہے وَأَعْطُوهَا آجَرَ وَأَخْدَمَ وَلِيدَةً۔

**عَنْ عَائِشَةَ:** امام بخاری نے یہ حدیث اسی سند کے ساتھ کتاب الفرائض میں تخریج فرمائی ہے، ویسے یہ حدیث کتاب البیوع میں گزر چکی ہے اور اس پر کلام ہو چکا ہے اور کتاب المغازی میں بھی آرہی ہے اور اس پر کلام بھی آئے گا، یہاں مقصود یہ لفظ ہے هَذَا أَخِي يَا رَسُولَ اللهِ، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِي مِنْ وَلِيدَتِهِ، ولیدہ کی نسبت زمعہ کی طرف کی گئی اور زمعہ کافر تھا آنحضور ﷺ نے اس کی تقریر فرمائی، معلوم ہوا کہ کافر کے تصرف میں جو چیز ہو وہ اس کا مالک ہوتا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**فَنَظَرَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِلَى شَبَهِهِ:** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ مشابہت تو عتبہ کے ساتھ ہے مگر چونکہ عبد کہہ رہے تھے کہ یہ میرے باپ کی باندی سے پیدا ہوا ہے اور اس کے فراش پر پیدا ہوا ہے تو آپ نے فرمایا ہُوَ لَکَ یَا عَبْدُ! اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ ولد فراش کے لئے ہوتا ہے اور عاہر کے لئے پتھر ہے یعنی خائب و خاسر ہوتا ہے۔

**قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ لِصُهَيْبٍ اتَّقِ اللهَ:** حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضرت صہیبؓ سے فرمایا کہ ارے صہیب! خدا سے ڈر اور اپنے باپ کے غیر کی طرف نسبت نہ کر، چونکہ یہ اپنے آپ کو نمر بن قاسط کی طرف منسوب کرتے تھے جو عرب کا خاندان اور قبیلہ ہے اور زبان ان کی رومی اور عجمی تھی اس لئے لوگوں کو شک و شبہ ہوتا تھا، حضرت صہیبؓ نے فرمایا کہ میں اپنے نسب کی تبدیلی پر کسی صورت میں بھی راضی نہیں ہوں چاہے مجھے دنیا کا مال و دولت بھی مل جائے تب بھی میں خواہ مخواہ غلط بات نہیں کہہ سکتا ہوں، لیکن در حقیقت بات یہ ہوئی ہے کہ میں چرالیا گیا تھا یعنی رومیوں نے مجھے بچپن میں پکڑ لیا تھا اس وجہ سے میری زبان میں تبدیلی آگئی ہے۔

میں ابھی بتلا چکا ہوں کہ رومیوں نے ان کو قید کر لیا تھا اس کے بعد ان سے قبیلۂ سلب نے خرید لیا اور ان سے عبداللہ بن جدعان نے خرید کر ان کو آزاد کر دیا اس سے ترجمہ ثابت ہو گیا، حاکم وغیرہ کی روایات میں وارد ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت صہیبؓ سے یوں کہا کہ صہیب! تمہارے اندر اور تو کوئی خرابی معلوم نہیں ہوتی مگر ایک بات یہ ہے کہ تم اسراف کرتے ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ تمہاری زبان عجمی ہے اور تم اپنے آپ کو عرب کی طرف منسوب کرتے ہو، حضرت صہیبؓ نے کثرتِ خرچ کے بارے میں جواب یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمایا ہے وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ جو خرچ کرو گے اللہ اس کا بدل دے دیں گے اور رہا نسب کا مسئلہ تو اس کا سبب اور علت یہ ہے کہ رومیوں نے جس وقت مجھے قید کیا میں اپنے خاندان اور قبیلہ کو پہچان چکا تھا مگر ان کے ساتھ رہنے کی وجہ سے میری زبان میں تبدیلی آگئی۔

**يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ أُمُورًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ أَوْ أَتَحَنَّتُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ:** یہ حدیث اسی سند سے کتاب الادب میں آرہی ہے اور ویسے کتاب الزکوۃ میں گزر چکی ہے اور بحیثیتِ روایت میں وہاں کلام کر چکا ہوں،

Maktaba Tul Ishaat.com



یہاں مقصود بالترجمہ یہ لفظ ہے أَرَأَيتَ أُمُورًا كُنتُ أَتَحَنَّثُ أَوْ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صِلَةٍ وَعَتَاقَةٍ وَصَدَقَةٍ هَلْ لِي فِيهَا أَجْرٌ؟ جاہلیت میں میں کچھ اعمال بطور عبادت کے کیا کرتا تھا، صلہ رحمی کرتا تھا، غلام آزاد کرتا تھا، صدقہ دیتا تھا تو کیا مجھے اجر ملے گا؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ جو خیر تم سے صادر ہوئی تم اس کے ساتھ مسلمان ہوئے ہو، یعنی وہ تمہارے لئے نفع بخش ہوگا، یہ تقریر ان لوگوں کے مسلک پر ہے جو یہ کہتے ہیں کہ طاعاتِ کافر اسلام کے بعد اس کے حق میں آخرت میں مفید ہوں گی۔

## (ص ۲۹۶) بَابُ جُلُودِ الْمَيْتَةِ قَبْلَ أَنْ تُدْبَغَ

۲۲۲۱. حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ ثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ ثَنِي ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ بِشَاةٍ مَيِّتَةٍ فَقَالَ: هَلَّا اسْتَمْتَعْتُمْ بِإِهَابِهَا؟ قَالُوا: إِنَّهَا مَيِّتَةٌ، قَالَ: إِنَّمَا حُرِّمَ أَكْلُهَا.

**ترجمہ:** باب، دباغت سے قبل مردار کی کھال کے حکم کا بیان۔

**تشریح:** اس ترجمہ سے متعلق کچھ کہنے سے پہلے ایک مسئلہ سن لو اس کے بعد میں ترجمہ کی وضاحت کروں گا، مسئلہ یہ ہے کہ میتہ کی کھال آیا پاک ہے یا ناپاک؟ اور اگر وہ ناپاک ہے تو دباغت سے پاک ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر پاک ہو سکتی ہے تو بالکلیہ پاک ہوگی یا اس میں کچھ استثناء ہے؟ اس میں سات مذہب ہیں۔

(۱) ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ میتہ کی کھال پاک ہے، (۲) اس کے بالمقابل امام احمد بن حنبل ایک روایت میں اور امام مالک دوسری روایت میں فرماتے ہیں کہ مطلقًا ناپاک ہے، (۳) جمہور علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر دباغت دے دی جائے تو پاک ہو جاتی ہے اور دباغت سے پہلے ناپاک ہوتی ہے، پھر جمہور میں اختلاف ہے کہ ہر جانور کی کھال پاک ہو جاتی ہے یا کوئی تفصیل ہے؟ قاضی ابو یوسف، داؤد ظاہری اور امام مالک ایک روایت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ مطلقًا پاک ہو جاتی ہے، (۴) امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ خنزیر اور آدمی کے علاوہ سب کی کھالیں پاک ہو جاتی ہیں، (۵) امام شافعی فرماتے ہیں يطهر إلا جلد الخنزير والكلب والمتولد من أحدهما، (۶) ابن مبارک اور اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ ماکول اللحم جانور کی کھال پاک ہو جائے گی اور غیر ماکول اللحم

Maktaba Tul Ishaat.com



کی پاک نہیں ہوگی، (۷) امام مالک مشہور قول میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ظاہر پاک ہوتا ہے باطن نہیں، یابسات میں اس کا استعمال جائز ہے مائیات میں نہیں۔

امام بخاری فرماتے ہیں بَاب جُلُودِ الْمَيْتَةِ قَبْلَ أَنْ تُدْبَغَ دباغت سے پہلے جلود میتۃ کا کیا حکم ہے؟

روایت جو پیش کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا استعمال جائز ہے اس لئے کہ حضرت میمونہؓ کی ایک بکری مرگئی تھی اسے پھینک دیا گیا تھا آپ نے فرمایا هَلَّا اسْتَمْتَعْتُمْ بِإِهَابِهَا؟ جواباً عرض کیا گیا إِنَّهَا مَيْتَةٌ آپ نے فرمایا إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا، معلوم ہوا کہ میتۃ کا کھانا ناجائز ہے البتہ اس کی کھال سے انتفاع کیا جاسکتا ہے تو اس کی بیع بھی جائز ہے کیوں کہ كُلَّ مَا يَنْتَفِعُ بِهِ يجوز إيراد العقد عليه، یہی ابن شہاب زہری اور لیث بن سعد کی رائے ہے۔

لیکن جو حضرات کہتے ہیں کہ مطلقاً میتۃ کی کھال پاک ہی نہیں ہوتی ہے چاہے دباغت دے دی جائے ان کے یہاں اس کی بیع ناجائز ہے، اور جو حضرات دباغت سے پاک مانتے ہیں ان کے نزدیک قبل الدباغت تو جائز نہیں مگر بعد الدباغت اس کی بیع جائز ہے کیوں کہ اب وہ پاک مال ہوگئی ہے۔

امام بخاری نے جیسے یہاں بَاب جُلُودِ الْمَيْتَةِ کا ترجمہ منعقد کیا ہے ایسے ہی کتاب الذبائح میں بھی منعقد کیا ہے لیکن یہاں قَبْلَ أَنْ تُدْبَغَ کی قید لگی ہوئی ہے اور کتاب الذبائح میں یہ قید ذکر نہیں فرمائی ہے، وہاں امام بخاری نے بحیثیتِ ذبائح کے مسئلہ ذکر فرمایا ہے اور یہ بتلایا ہے کہ میتۃ کا کھانا جائز نہیں ویسے اس کے جلود سے انتفاع حاصل کرنا جائز ہے۔

**إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا:** روایت کا اطلاق اس بات کو چاہتا ہے کہ میتۃ کی کھال سے انتفاع حاصل کرنا قبل الدباغت جائز ہے لیکن حنابلہ عبد اللہ بن عُکیمؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں كَتَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى جُهَيْنَةَ أَنْ لَا تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ وَلَا عَصَبٍ رواه النسائی وابو داؤد وغیرهما۔

جمہور علماء اس روایت کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ منسوخ ہوگئی، اور بعض کہتے ہیں کہ اہاب کہتے ہیں کچی کھال کو، تو حضور اکرم ﷺ نے کچی کھال سے انتفاع حاصل کرنے سے منع کیا ہے، اور روایت الباب کا جواب یہ ہے کہ اس روایت کے طرق میں دباغت کی بھی قید وارد ہوئی ہے هَلَّا أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا فَدَبَغْتُمُوهُ فَانْتَفَعْتُمْ بِهِ؟ مسلم شریف میں یہ قید وارد ہوئی ہے، اس لئے جمہور فرماتے ہیں کہ میتۃ کی کھال بعد الدباغۃ پاک ہو جاتی ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



# (ص ۲۹۶) بَابُ قَتْلِ الْخِنْزِيرِ

وقال جابر: حرّم النبي ﷺ بيع الخنزير.

۲۲۲۲. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشَكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ.

**ترجمہ:** باب، خنزیر کے قتل کا بیان، حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے خنزیر کی بیع کو حرام کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! قریب ہے کہ تمہارے درمیان عیسیٰ بن مریم عادل حکمران بن کر آسمان سے اتریں گے وہ صلیب کو توڑ دیں گے خنزیر کو قتل کریں گے جزیہ کو موقوف کریں گے مال کی بہتات ہوگی یہاں تک کہ کوئی مال کو قبول نہیں کرے گا۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ خنزیر کا قتل کرنا جائز ہے اور جب قتل کرنا جائز ہے تو معلوم ہوا کہ اس کی بیع جائز نہیں ہے، اس واسطے کہ جس چیز کی بیع جائز ہوتی ہے تو وہ مال ہے اور مال کی اضاعت جائز نہیں ہے، معلوم ہوا کہ خنزیر مال نہیں لہٰذا اس کی بیع ناجائز ہوگی، بعض شافعیہ فرماتے ہیں کہ خنزیر میں اگر ضراوت ہو یعنی حملہ آور ہوتی ہو تب اس کو قتل کیا جائے گا ورنہ قتل نہیں کیا جائے گا، جمہور علماء مطلقاً قتل کے جواز کے قائل ہیں، حضرات حنفیہ فرماتے ہیں کہ خنزیر ذمی اس سے مستثنیٰ ہے اس لئے کہ ہم اہل ذمہ سے تعرض کرنے کے مکلف نہیں ہیں بلکہ اس بات کے مکلف ہیں کہ اہل ذمہ جو دین رکھتے ہیں ان سے اس مسئلہ میں تعرض نہ کریں۔

خنزیر کے بال سے جوتا گانٹھنا جائز ہے؟ خنزیر کی بیع کا ناجائز ہونا تو ایک متفقہ اور مجمع علیہا مسئلہ ہے، ایک مسئلہ اور ہے کہ خنزیر کے بال سے جوتا گانٹھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور آیا اس کو فروخت کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۱) امام مالک اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ خنزیر کے بال سے جوتا گانٹھنا جائز ہے، (۲) امام شافعی فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے، (۳) امام احمد بن حنبل کی دونوں روایتیں ہیں، اب اگر یہ مان لیا جائے کہ خنزیر کے بال سے جوتا گانٹھنا جائز ہے تو اس پر یہ متفرع ہوتا ہے کہ اس کی فروختگی بھی جائز ہونی چاہئے، چنانچہ امام اوزاعی، بعض مالکیہ اور قاضی ابویوسف فرماتے ہیں کہ خنزیر کا تھوڑا سا بال جوتا گانٹھنے کی ضرورت سے خریدنا اور بیچنا جائز ہے، لیکن

Maktaba Tul Ishaat.com



صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ شعر خنزیر کی فروختگی مطلقاً جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو یوں ہی مفت مل جایا کرتا ہے، علامہ عینی البنایہ شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں کہ اگر کسی جگہ پر مفت نہ ملتا ہو تو صاحبِ ہدایہ کے بیان کا تقاضہ یہ ہے کہ وہاں جائز ہونا چاہئے، چنانچہ فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے لکھا ہے کہ جوتا گانٹھنے والوں کو شعر خنزیر بغیر خریدے نہ ملتا ہو فینبغی أن یجوز لهم الشراء ان کے لئے خریدنا جائز ہونا چاہئے۔

**وَقَالَ جَابِرٌ حَرَّمَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْعَ الْخِنْزِيرِ:** حضرت جابرؓ کی یہ حدیث ص ۲۹۸ پر آ رہی ہے۔

**وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ:** حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کے نزول کے باب میں احادیث کثیرہ شہیرہ متواترہ وارد ہوئی ہیں، امام ابن جریر طبری اور ابو حسین بن عطیہ المفسر اور حافظ ابن کثیر وغیرہ نے ان کے تواتر کی تصریح کی ہے۔

**حَكَمًا مُقْسِطًا:** حاکم ہوں گے منصف، صلیب توڑ دیں گے، صلیب توڑ کر یہ ثابت کر دیں گے کہ عیسائی غلط عقیدہ پر تھے جو صلیب کی پرستش کرتے تھے اور خنزیر کو قتل کریں گے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ عیسائیوں کا یہ خیال غلط ہے کہ خنزیر مذہب عیسوی میں حلال ہے۔

**وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ:** اور جزیہ ساقط کر دیں گے، یہاں ایک اشکال ہے کہ شریعت محمدیہ آخری شریعت ہے کوئی شریعت اس کے لئے ناسخ نہیں ہو سکتی ہے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت اسلامیہ کے ایک حکم جزیہ کو کیسے ساقط کر دیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم خود شریعت اسلامیہ کے اندر موقت ہے مؤبد نہیں ہے، حضور اکرم ﷺ نے اس کا ایک وقت اور اس کی ایک تاریخ متعین کر دی ہے کہ نزول عیسیٰ تک یہ حکم ہے تو نزول عیسیٰ کے بعد جزیہ کا حکم ساقط ہو گا اور حضرت عیسیٰ آ کر اس کو ساقط کریں گے۔

حضرت عیسیٰ اس کو کیوں ساقط کریں گے؟ علامہ ابن بطال وغیرہ فرماتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت مال کی فراوانی ہو جائے گی، ہم جو جزیہ لیتے ہیں ضرورتِ مال کی بناء پر لیتے ہیں اس وقت ضرورت ہی نہیں رہے گی لہٰذا جزیہ ساقط ہو جائے گا، بس ان سے یہ مطالبہ ہو گا کہ یا اسلام قبول کر و یا تلوار کی گھاٹ اتر جاؤ۔

علامہ ولی الدین ابو زرعہ العراقی جو حافظ زین الدین عراقی کے بیٹے اور حافظ ابن حجر کے ہم درس اور استاذ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اصل میں ہم اسلئے جزیہ لیتے ہیں کہ انکے پاس کتاب ہے اور وہ اپنے آپ کو کتاب سماوی کا پابند

Maktaba Tul Ishaat.com



مانتے ہیں، تو گویا انکے پاس ایک شبہ موجود ہے جس کی وجہ سے ہم ان سے جزیہ لیکر ان کی جاں بخشی کرتے ہیں۔ مگر علامہ ولی الدین عراقی کا یہ جواب ناقص ہے صرف امام شافعی واحمد کے مسلک پر چل سکتا ہے اس واسطے کہ شافعی واحمد کے یہاں جزیہ صرف کتابی سے لیا جاسکتا ہے یا ان بعض لوگوں سے لیا جاسکتا ہے جن کا احادیث میں تذکرہ وارد ہوا ہے، عبدالرحمن بن عوفؓ کی روایت میں ابواب جزیہ میں آئے گا کہ حضرت عمرؓ مجوس سے جزیہ لینے کے قائل نہیں تھے یہاں تک کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے انہیں یہ اطلاع دی أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَخَذَهَا مِنْ مَجُوسِ هَجَرَ مجوسیوں کے بارے میں ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ کتابی ہیں، اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مطلقاً ہر کافر سے جزیہ لیا جائے گا عجمی ہو یا عربی، کتابی ہو یا غیر کتابی جیسے امام مالک، ان کے مسلک پر یہ جواب نہیں چل سکتا ہے اسی طرح جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عرب میں صرف کتابی سے جزیہ لیا جائے گا اور عجم میں سارے کفار سے جیسے حنفیہ، ان کے مسلک پر بھی یہ جواب نہیں چل سکتا ہے۔

## (ص ۲۹۶) بَابُ لَا يُذَابُ شَحْمُ الْمَيْتَةِ وَلَا يُبَاعُ وَدَكُهُ

رواه جابر عن النبي ﷺ.

۲۲۲۳. حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ ثَنَا سُفْيَانُ ثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَخْبَرَنِي طَاوُسٌ أَنَّه سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: بَلَغَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَنَّ فُلَانًا بَاعَ خَمْرًا فَقَالَ: قَاتَلَ اللّٰهُ فُلَانًا أَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُودَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ فَجَمَلُوهَا فَبَاعُوهَا.

۲۲۲٤. حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَنَا عَبْدُ اللهِ أَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: قَاتَلَ اللّٰهُ يَهُودًا حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ فَبَاعُوهَا وَأَكَلُوا أَثْمَانَهَا. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ لَعَنَهُمْ، قُتِلَ لُعِنَ ﴿ الْخَرَّاصُونَ ﴾ الْكَذَّابُونَ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ مردار کی چربی اور اس کے گوشت کی چکنائی کو پگھلایا نہ جائے۔

اس مضمون کی مرفوع حدیث حضرت جابرؓ نے روایت کی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ کو یہ خبر ملی کہ فلاں شخص نے شراب فروخت کی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ ان کو سمجھ دے! کیا وہ نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود پر اللہ کی لعنت ہو، ان کے اوپر چربی کو حرام کیا گیا تو انہوں

Maktaba Tul Ishaat.com



نے اس کو پگھلا کر تیل بنالیا اور اس کو فروخت کیا۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ یہود کو تباہ کرے، ان پر چربی کو حرام کیا گیا تو انہوں نے چربی کو فروخت کیا اور اس کا ثمن کھایا، امام بخاری فرماتے ہیں کہ قاتلھم اللہ کے معنی لعنھم اللہ اللہ ان پر لعنت کرے، قُتِل کے معنی لُعِن، الخراصون کے معنی الکذابون جھوٹے۔

**تشریح:** میتہ کی چربی کو پگھلایا نہ جائے اور اس کی چربی فروخت نہ کی جائے۔

میتہ کی چربی کا فروخت کرنا اور اس کا خریدنا بالاجماع جائز نہیں ہے لیکن آیا شحم میتہ سے انتفاع حاصل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مثلاً اس کو چراغ میں جلایا، یا اور کسی کام میں استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔

(۱) امام شافعی فرماتے ہیں کہ جائز ہے، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے، (۲) جمہور علماء جس میں حنفیہ اور حنابلہ بھی ہیں فرماتے ہیں کہ اس سے انتفاع حاصل کرنا بھی جائز نہیں۔

منشاء اختلاف یہ ہے کہ حضرت جابرؓ حضور اکرم ﷺ کی حدیث نقل کرتے ہیں إِنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ، فَقِيلَ يَارَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ فَإِنَّهَا يُطْلَى بِهَا السُّفُنُ وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُودُ وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ؟ فَقَالَ لَاهُوَ حَرَامٌ، اب اس میں اختلاف ہے کہ هُوَ حَرَامٌ میں ھو کی ضمیر کس کی طرف عائد ہو رہی ہے؟ امام شافعی اور ان کے اتباع کرنے والے جن میں ابن تیمیہ بھی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ بیع کی طرف عائد ہو رہی ہے لہٰذا میتہ کی شحوم اور ودک کی بیع ناجائز ہے لیکن انتفاع جائز ہے، اور جمہور علماء فرماتے ہیں کہ انتفاع کی طرف عائد ہو رہی ہے جو کلام سابق سے سمجھ میں آتا ہے فَإِنَّهَا يُطْلَى بِهَا السُّفُنُ ایک نفع، وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُودُ دوسرا نفع، وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ تیسرا نفع، آپ نے فرمایا هُوَ حَرَامٌ یہ سب حرام ہیں۔

**رَوَاهُ جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ:** حضرت جابرؓ کی یہ حدیث ص ۲۹۸ پر موصولاً آرہی ہے۔

**بَلَغَ عُمَرَ أَنَّ فُلَانًا بَاعَ خَمْرًا:** فلاں کا مصداق حضرت سمرہ بن جندبؓ ہیں، چنانچہ عبدالرزاق، امام احمد بن حنبل، امام مسلم، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ نے یہی روایت مختلف طریقوں سے بطریق سفیان بن عیینہ تخریج کی ہے اور سب کی روایت میں فلانًا کی جگہ حضرت سمرہ بن جندبؓ کا نام وارد ہوا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری نے عمدًا اس شریف صحابی کے نام کا ابہام کیا ہے کیوں کہ بخاری کے استاذ حمیدی نے یہی روایت اپنی مسند میں تخریج کی ہے اور اس میں أَنَّ فُلَانًا کے بجائے أن سمرة صاف طور سے لکھا ہے، امام بخاری نے آگے چل

Maktaba Tul Ishaat.com



کر یہی روایت بطریقِ علی بن مدینی بھی تخریج کی ہے وہاں بھی سمرہؓ کے نام کا ابہام کیا ہے۔

مگر اس میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ابن الجارود نے المنتقی میں یہی روایت تخریج کی ہے اور اس میں سمرہؓ کے نام کی تصریح نہیں ہے، تو اب بہت ممکن ہے کہ کبھی راوی نام لیتے ہوں اور کبھی ابہام سے کام لیتے ہوں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام بخاری نے جیسے ابہام سے کام لیا ابن جارود نے بھی ابہام کیا ہو تاکہ صحابی کی طرف صراحتاً بیع خمر کی نسبت نہ ہو۔

پھر سوال یہ ہوتا ہے کہ حضرت سمرہؓ تو سمجھ دار صحابی تھے انہوں نے شراب کیسے فروخت کی؟

(۱) امام ابو سلیمان خطابی فرماتے ہیں کہ اصل میں حضرت سمرہ بن جندبؓ نے شراب لیکر اس کی تخلیل کر لی تھی یعنی اس کا سرکہ بنالیا تھا اور پھر اس کو فروخت کیا، حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ تخلیل خمر بھی جائز نہیں گویا انہوں نے خمر کا نام بدل کر خمر فروخت کی اس لئے ناراض ہوئے۔

(۲) دوسری توجیہ امام خطابی نے یہ کی ہے کہ اصل میں عصیرِ عنب کو فروخت کیا تھا اور عصیر چونکہ بعد میں چل کر خمر بن جاتی ہے اس لئے اس پر مجازاً خمر کا اطلاق کر دیا گیا۔

(۳) تیسری توجیہ علامہ ابن جوزی نے اپنے شیخ ابن ناصر سے نقل کی ہے کہ اصل میں حضرت سمرہؓ نے اہل کتاب سے شراب بطورِ جزیہ کے لی تھی اور پھر خود ہی اس شراب کو اہل کتاب کے ہاتھوں فروخت کر دیا یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ تو جزیۃً ہم نے اہل کتاب سے لی ہے لہذا اس کی فروختگی میں کیا مضائقہ ہے؟ حالانکہ مسلمان کو شراب بیچنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے اگر اہل کتاب سے جزیۃً لیا ہے تو کسی کتابی کو فروخت کرنے میں وکیل بنادیتے، علامہ ابن جوزی نے اسی جواب کو راجح قرار دیا ہے اور قرطبی کا میلان بھی اسی طرف ہے۔

(۴) حافظ ابن حجر نے ایک چوتھا جواب یہ دیا کہ ممکن ہے حضرت سمرہؓ کو یہ معلوم ہو کہ خمر حرام ہے لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ خمر کی تجارت اور اس کی بیع و شراء بھی حرام ہے اس لئے سیدنا عمر بن خطابؓ نے حضرت سمرہؓ کو سخت بات قاتَلَ اللہُ ہی کہہ دیا اور آگے اس پر کوئی سزا نہیں دی، یہ جواب حافظ ابن حجر نے ابو بکر اسماعیلی سے نقل کیا ہے اور حضرت سمرہ بن جندبؓ جیسے جلیل القدر صحابی کی شان کے مطابق بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۹۶) بَابُ بَيْعِ التَّصَاوِيرِ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا رُوحٌ وَمَا يُكْرَهُ مِنْ ذَلِكَ

۲۲۲۵. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ ثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ثَنَا عَوْفٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا أَبَا عَبَّاسٍ إِنِّي إِنْسَانٌ إِنَّمَا مَعِيشَتِي مِنْ صَنْعَةِ يَدِي وَإِنِّي أَصْنَعُ هَذِهِ التَّصَاوِيرَ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لاَ أُحَدِّثُكَ إِلاَّ مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ: مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فَإِنَّ اللهَ مُعَذِّبُهُ حَتَّى يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيهَا أَبَدًا، فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيدَةً وَاصْفَرَّ وَجْهُهُ، فَقَالَ: وَيْحَكَ إِنْ أَبَيْتَ إِلاَّ أَنْ تَصْنَعَ فَعَلَيْكَ بِهَذَا الشَّجَرِ كُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيهِ رُوحٌ.

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَعَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدَةَ عَنْ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّضْرَ بْنَ أَنَسٍ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: سَمِعَ سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ مِنَ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ هَذَا الْوَاحِدَ.

**ترجمہ:** باب، ان تصویروں کی بیع کا بیان جن میں روح نہ ہو اور اس بات کا بیان جو اس میں مکروہ ہے۔

حضرت سعید بن ابی الحسن نے بیان کیا کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس تھا کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ اے ابو عباس! میں ایسا شخص ہوں کہ جس کا معاش ہاتھ کی کاریگری ہے اور میں یہ تصاویر بناتا ہوں، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں تم سے وہی کہوں گا جو میں نے پیغمبر ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کوئی تصویر بنائی اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دے گا یہاں تک کہ وہ اس میں روح پھونکے اور وہ اس میں روح کبھی بھی پھونک نہیں سکتا، یہ سن کر وہ شخص دم بخود رہ گیا اور اس کا چہرہ زرد ہو گیا، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تمہارا بھلا ہو! اگر تم کو تصویر کشی کا پیشہ ترک کرنا منظور نہیں ہے تو ان درختوں اور کسی بھی غیر ذی روح کی تصویر بنالو۔

امام بخاری کہتے ہیں کہ سعید بن ابی عروبہ نے نضر بن انسؓ سے یہی ایک حدیث سنی ہے۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ غیر ذی روح کی تصویر کی بیع جائز ہے اور ذی روح کی تصویر کی بیع ناجائز ہے، ذی روح کی تصویر کشی حرام ہے کبائر میں سے ہے اور اسکی بیع کا عدم جواز مجمع علیہا ہے، ہاں غیر ذی روح کی تصویر بنانا اور اس کو فروخت کرنا جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے، صرف مجاہد سے یہ منقول ہے کہ شجرِ مثمر کی تصویر بنانا جائز نہیں ہے، قاضی عیاض ارشاد فرماتے ہیں کہ مجاہد کے علاوہ کوئی بھی اس قول کا قائل نہیں ہے۔

امام بخاری نے باب میں جو روایت پیش کی ہے اس سے جمہور ہی کا مسلک ثابت ہوتا ہے کہ ذی روح کی تصویر بنانا اور اس کا فروخت کرنا ناجائز ہے البتہ غیر ذی روح کی تصویر بنا کر فروخت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com



عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ: سعید بن ابی الحسن، یہ حسن بن ابی الحسن البصری کے بڑے بھائی ہیں ان سے پہلے وفات پاچکے ہیں، بخاری شریف میں ان کی یہی ایک موصول روایت ہے۔

فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيدَةً وَاصْفَرَّ وَجْهُهُ: آدمی نے ایک لمبا سانس لیا اور چہرہ زرد ہو گیا۔

فَقَالَ وَيْحَكَ إِنْ أَبَيْتَ إِلَّا أَنْ تَصْنَعَ: اللہ تجھ پر رحم کرے! اگر تجھے یہی فن آتا ہے تو درختوں کی تصویر بنالیا کر اور غیر ذی روح کی تصویریں بنالیا کر۔

## (ص ۲۹۷) بَابُ تَحْرِيمِ التِّجَارَةِ فِي الْخَمْرِ

وقال جابر: حرّم النبي ﷺ بيع الخمر.

٢٢٢٦. حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ ثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا نَزَلَتْ آيَاتُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ آخِرِهَا خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: حُرِّمَتِ التِّجَارَةُ فِي الْخَمْرِ.

**ترجمہ:** باب، شراب کی تجارت کی حرمت کا بیان۔

**تشریح:** شراب کی بیع وشراء بالاتفاق حرام ہے، ابن منذر وغیرہ نے اس پر اتفاق نقل کیا ہے البتہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا مسلمان کسی حربی کافر کو بیع خمر کا وکیل بنا سکتا ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے اور جمہور علماء کے نزدیک ممنوع ہے، ہم نے ابھی حضرت سمرہ بن جندبؓ کے فعل کی توجیہ کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ اگر خود نہ فروخت کرتے بلکہ کسی ذمی یا حربی کو وکیل بنادیتے تو یہ حنفی مسلک کے مطابق تو صحیح ہو سکتا جمہور کے مسلک پر نہیں۔

لَمَّا نَزَلَتْ آيَاتُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ عَنْ آخِرِهَا: یہ روایت ماقبل میں گزر چکی ہے اور آئندہ کتاب تفسیر میں آرہی ہے اور میں بار بار اس پر کلام کر چکا ہوں اور آئندہ بھی کلام آئے گا۔

## (ص ۲۹۷) بَابُ إِثْمِ مَنْ بَاعَ حُرًّا

٢٢٢٧. حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَرْحُومٍ ثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي

Maktaba Tul Ishaat.com



هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: قَالَ اللّٰهُ: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِ أَجْرَهُ.

**ترجمہ:** باب، آزاد کو فروخت کرنے والے کے گناہ کا بیان۔

**تشریح:** امام بخاری نے سیاق ترجمہ میں تغییر اس کی شدت بیان کرنے کے لئے فرمائی ہے کہ حُر (آزاد) کا فروخت کرنا بڑا سخت کام ہے اور اللہ کے یہاں بڑا اجرم اور گناہ کا عمل ہے، حر کی بیع بالا جماع ناجائز ہے، ابن منذر فرماتے ہیں کہ بیع حر کے جواز میں کچھ اختلاف قدیم زمانہ میں تھا لیکن اس کے بعد اختلاف مرتفع ہو گیا، ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ بالاجماع حر کی بیع جائز نہیں۔

**ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ:** حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تین آدمیوں کا میں قیامت کے دن خصم ہوں گا، ایک وہ شخص جس نے میرے نام پر عہد کیا اور پھر بد عہدی کی، دوسرا وہ شخص جس نے کسی حر کو فروخت کر کے اس کے پیسے کھالئے، تیسرا وہ شخص جس نے کوئی اجیر رکھا اور اس سے کام پورا کرایا اور اس کا بدلہ یعنی اس کی اجرت نہیں دی، ابن ماجہ کی ایک روایت ہے أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ اجیر کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی اجرت دے دو۔

## (ص ۲۹۷) بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الْيَهُودَ بِبَيْعِ أَرْضِيهِمْ

**فيه المقبري عن أبي هريرة.**

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ نبی اکرم ﷺ نے جب یہود کو جلاوطن کیا تو ان کو اپنی اراضی فروخت کرنے کا حکم دیا، اس بارے میں ابو سعید مقبری نے ایک روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کی ہے۔

**تشریح:** یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہودیوں کو ان کی زمین کی فروختگی کی اجازت دی تھی جب ان کو جلاوطن کیا تھا۔

امام بخاری کا مقصد اس ترجمہ سے یہ بتلانا ہے کہ زمین کو بیچنا جائز ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، البتہ علامہ سیوطی وغیرہ نے جامع صغیر میں ایک روایت نقل کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی زمین

Maktaba Tul Ishaat.com



فروخت کرکے اس کی قیمت زمین میں نہ لگائے تو اس کو نفع نہیں ہوتا ہے، میرا خیال یہ ہے کہ یہ کاشت کار کے متعلق ہے، کاشت کار زمین فروخت کرکے زمین نہ خرید لے تو اس کو نقصان ہی رہتا ہے، اور باقی کوئی آدمی زمین خرید کر پھر اس کو فروخت کرکے کوئی اور چیز لیتا اور مختلف تجارتیں کرتا ہے تو شاید وہ اس حکم میں داخل نہ ہو۔

امام بخاری کے ترجمہ پر یہ اشکال ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے جب یہود کو جلاوطن کیا تھا تو ان کو زمین فروخت کرنے کی اجازت نہیں دی تھی بلکہ یہ ارشاد فرمادیا تھا کہ تم اپنے اونٹوں پر جو کچھ لاد کرلے جاسکتے ہو لے جاؤ، اعْلَمُوا أَنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُولِهٖ زمین اللہ اور اللہ کے رسول کی ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ نے اوّلاً زمین کی فروختگی کی اجازت دے دی تھی جب تک کہ یہودی حضور ﷺ سے محارب نہیں بنے تھے لیکن جب انہوں نے بدعہدی کی اور درپردہ کفار سے سازش کی اور آنحضور ﷺ کے محارب بن گئے تو پھر آنحضور ﷺ نے صاف کہہ دیا تھا اعْلَمُوا أَنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُولِهٖ اور اس کے علاوہ جو کچھ تم لاد کرلے جانا چاہتے ہو لے جاسکتے ہو، حضور ﷺ نے ان کے اس فعل سے تعرض نہیں کیا اور جو کچھ وہ لے جاسکے اس کی اجازت دی لیکن زمین کے متعلق صاف فرمادیا کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی ہے۔

فِيهِ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: مقبری عن ابی ہریرہؓ والی روایت کو امام بخاری نے کتاب الجہاد ص ۴۴۹ پر تخریج فرمایا ہے، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ انْطَلِقُوا إِلَى الْيَهُودِ اسی حدیث میں ہے إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُجْلِيَكُمْ فَمَنْ وَجَدَ مِنْكُمْ بِمَالِهٖ شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ۔

بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ: یہاں اشکال یہ ہوتا ہے کہ اس میں جن یہودیوں کی جلاوطنی کا تذکرہ ہے وہ ہیں بنونضیر، اور بنونضیر کی جلاوطنی جنگ احد کے بعد ہوئی ہے سن ۴ھ میں اور حضرت ابوہریرہؓ سن ۷ھ میں فتح خیبر کے بعد آئے ہیں تو وہ جلاء بنونضیر میں کہاں شریک ہوسکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے بَيْنَا نَحْنُ سے مجازاً مراد بَيْنَا نَحْنُ المسلمون ہو، بعینہ یہی توجیہ حنفیہ مسئلہ کلام فی الصلوۃ والی روایت میں کرسکتے ہیں بينما أنا أصلّي، لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ جمع کا صیغہ ہے اور وہ مفرد کا، کہاں مفرد اور کہاں جمع؟ مفرد میں احتمال نہیں ہوتا ہے اور جمع میں مختلف احتمالات ہوا کرتے ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۹۷) بَابُ بَيْعِ الْعَبِيدِ بِالْعَبْدِ وَالْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً

واشترى ابن عمر راحلة بأربعة أبعرة مضمونة عليه يوفيها صاحبها بالربذة. وقال ابن عباس: قد يكون البعير خيرا من البعيرين. واشترى رافع بن خديج بعيرا ببعيرين فأعطاه أحدهما وقال: آتيك بالآخر غدا رهوا إن شاء الله. وقال ابن المسيب: لا ربا في الحيوان، البعير بالبعيرين والشاة بالشاتين إلى أجل. وقال ابن سيرين: لا بأس بعير ببعيرين نسيئة ودرهم بدرهم.

۲۲۲۸. حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةُ فَصَارَتْ إِلَى دَحْيَةَ الْكَلْبِيِّ ثُمَّ صَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ.

**ترجمہ:** باب، غلاموں کی غلاموں کے عوض اور جانور کی جانور کے عوض ادھار بیع کا بیان۔

حضرت ابن عمرؓ نے سواری کی ایک اونٹنی چار اونٹوں کے عوض خریدی، یہ سواری کی اونٹنی (نقد نہیں تھی بلکہ) بائع کے ذمہ میں تھی کہ بائع اس کو ربذہ نامی مقام پر حوالے کرے گا، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ بسا اوقات ایک اونٹ دو اونٹوں سے بہتر ہوتا ہے، حضرت رافع بن خدیجؓ نے ایک اونٹ دو اونٹوں کے عوض خریدا، حضرت نے ایک تو نقد حوالے کر دیا اور دوسرے کے بارے میں یہ کہا کہ اس کو کل آرام سے لیکر آؤں گا، حضرت ابن مسیب نے بیان کیا کہ جانور میں سود نہیں، ایک اونٹ کو دو کے عوض اور ایک بکری کو دو کے عوض ادھار بیچنا درست ہے، حضرت ابن سیرین نے فرمایا کہ ایک اونٹ کو دو کے عوض اور ایک درہم کو دو درہم کے عوض ادھار بیچنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ قیدیوں میں حضرت صفیہؓ بھی تھیں وہ حضرت دحیہ کلبیؓ کو مل گئی تھیں مگر پھر نبی کریم ﷺ کے حرم میں آئیں۔

**تشریح:** غلام کا غلام کے اور حیوان کا حیوان کے بدلے میں نقداً فروخت کرنا مطلقاً جائز ہے لیکن ادھار جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، (۱) امام شافعی، امام احمد بن حنبل ایک روایت میں فرماتے ہیں کہ جائز ہے اور بخاری کا رجحان اور میلان بھی یہی ہے، (۲) امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر اختلاف جنس ہو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں اور انکے یہاں اختلاف جنس کا مطلب یہ ہے کہ انکے منافع اور اوصاف مختلف ہوں مثلاً ایک بار برداری کے کام آتا ہے اور دوسرا رکوب کے کام آتا ہے لہذا جنسین مختلف ہو جائیں گی اور اگر اتحاد جنس ہو تو جائز نہیں ہے، (۳) امام ابو حنیفہ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ مطلقاً جائز نہیں ہے چاہے اتحادِ جنس ہو یا اختلافِ جنس۔

Maktaba Tul Ishaat.com



امام بخاری جیسا کہ میں نے بیان کیا کہ امام شافعی کے ہم خیال ہیں اور ان کی رائے یہ ہے کہ حیوان کی بیع حیوان کے ساتھ نسیئتًا جائز ہے، امام بخاری نے اس کی دلیل میں حضرت صفیہؓ کا قصہ پیش کیا ہے کہ حضرت صفیہؓ حضرت دحیہ کلبیؓ کے حصہ میں آگئیں پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سات رؤس کے بدلے میں خریدا تھا، مگر واقعہ یہ ہے کہ حضرت صفیہؓ کے قصہ کی ساری روایات پر نظر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں حقیقی بیع وشراء نہیں تھی، خود شراح شافعیہ نے اس کا اعتراف کیا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت دحیہؓ نے آکر یہ کہا تھا کہ مجھے ایک جاریہ قیدیوں میں سے دے دیں آپ نے فرمایا کہ جاکر لے لو، انہوں نے جو انتخاب کیا وہ حضرت صفیہؓ کا، لوگوں نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ تو سردار کی لڑکی اور سردار کی بیوی ہے سوائے آپ کے کسی اور کو زیب نہیں دیتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہؓ کو بلوایا دیکھا تو واقعۃً مسئلہ قابل اشکال تھا اس لئے کہ حضرت دحیہؓ جیسے لشکر میں بہت سے تھے بلکہ ان سے بھی افضل تھے، اب اگر صفیہؓ ان کے حوالے کردی جاتی تو دوسروں کے قلوب میں اشکال ہوسکتا تھا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لے لینے پر کوئی اشکال نہ ہوتا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کے بدلے میں ایک دوسری جاریہ دی، غالب گمان یہ ہے کہ حضرت دحیہؓ کو کچھ اثر ہوا تو آپ نے ان کو خوش کرنے کے لئے اور بڑھا دیا حتی کہ سات تک عدد پہنچ گیا اسی کو راوی نے اشتراء سے تعبیر کردیا، لہٰذا یہاں حقیقی اشتراء نہیں تھا تو اس سے بیع الحیوان بالحیوان اور بیع العبد بالعبد نسیئتًا پر استدلال کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

البتہ امام بخاری نے جو آثار صحابہ کے ذکر فرمائے ہیں اس سے واقعۃً امام بخاری کا مدعا ثابت ہوتا ہے لیکن آثارِ صحابہ امام بخاری کے یہاں حجت بھی ہیں یا نہیں یہ مسئلہ خود اپنی جگہ غور طلب ہے، کوئی کہتا ہے کہ امام بخاری احتجاج بالموقوف کے قائل ہیں اور کوئی کہتا ہے کہ قائل نہیں ہیں، اگر قائل نہیں ہیں تو پھر استدلال کیسا؟

اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ امام بخاری نے صحابہ کے آثار یہ بتلانے کے لئے پیش کئے ہیں کہ حضراتِ صحابہؓ جو خیر القرون کے لوگ ہیں وہ اس کو جائز سمجھتے تھے تو معلوم ہوا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

لیکن جو لوگ بیع الحیوان بالحیوان نسیئۃً کے عدم جواز کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد ایسی روایات وارد ہوئی ہیں جن میں بیع الحیوان بالحیوان نسیئۃً سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ اصحاب سنن اربعہ، ابن جارود، دارمی اور بیہقی وغیرہ نے بطریق حسن بن سمرہ نقل کیا ہے أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى عن بَيعِ الحَيَوانِ

Maktaba Tul Ishaat.com



بالحیوانِ نسیئۃً قال الترمذیُ ھذا حدیث حسن صحیح۔

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حسن کا سماع سمرہ سے مختلف فیہ ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ واقعہ یہ ہے کہ حسن کے سمرہ سے سماع میں علماء کے تین قول ہیں، (۱) علی بن مدینی، بخاری، امام ترمذی، ابوداؤد سماع کے قائل ہیں اور (۲) ابن حبان وغیرہ انکار کرتے ہیں، (۳) امام دار قطنی اور نسائی کی رائے ہے کہ صرف حدیثِ عقیقہ سنی ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور حدیث نہیں سنی ہے۔

اب پہلے مسلک کے پیش نظر کوئی اعتراض نہیں ہوتا ہے بخاری کے مسلک پر وہ روایت مستند ہونی چاہئے، اور غالباً امام ترمذی نے اسی لئے اس کے حسن صحیح ہونے کا فیصلہ کیا ہے کیوں کہ باقی رجال اس کے ثقات ہیں، نیز اس روایت کے متعدد شواہد بھی ہیں، حضرت ابن عباسؓ سے عبد الرزاق نے المصنف میں ابن جارود نے المنتقیٰ میں بزار نے اپنی مسند میں اور طحاوی نے معانی الآثار میں برجال ثقات یہی روایت نقل کی ہے، لیکن اسکے وصل وارسال میں اختلاف ہے، امام بخاری اسکے ارسال کو راجح قرار دیتے ہیں، ترمذی میں حضرت جابرؓ سے اور عبد اللہ بن احمد نے زیادات مسند میں حضرت جابر بن سمرہؓ سے طحاوی نے ابن عمرؓ سے یہی مضمون نقل کیا ہے۔

جو لوگ بیع الحیوان بالحیوان نسیئتًا کے جواز کے قائل ہیں وہ اس مسئلہ پر ایک خاص روایت پیش کرتے ہیں جس کو امام ابوداؤد اور دار قطنی وغیرہ نے نقل کیا ہے، عبد اللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کو ایک لشکر تیار کرنے کا حکم دیا انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اونٹ نہیں مل رہے ہیں، آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ کے اونٹ آنے تک کی مدت پر تم اونٹ ادھار لے لو فابتاع البعیرَ بالبعیرَین ایک اونٹ انہوں نے دو اونٹوں کے بدلے میں خریدے، واقعہ یہ ہے کہ یہ روایت جواز کی نہایت واضح دلیل ہے اور حاکم فرماتے ہیں إسنادہٗ صحیح علی شرط مسلم مگر علامہ ابن الحسن القطان الفاسی فرماتے ہیں کہ اس روایت میں اضطراب ہے اور ضعیف بھی ہے، حق یہ ہے کہ اس مسئلہ میں روایات متعارض سی ہیں اور ہر فریق کو کچھ نہ کچھ کہنے کا حق حاصل ہے کسی کی زبان کو قطعًا بند نہیں کیا جاسکتا ہے۔

وَاشْتَرَی ابْنُ عُمَرَ رَاحِلَۃً بِأَرْبَعَۃِ أَبْعِرَۃٍ مَضْمُونَۃٍ عَلَیْہِ: ابن عمرؓ نے راحلہ خریدا، راحلہ وہ اونٹنی کہلاتی ہے جو سواری کے کام آئے، اونٹ تو بہت سے ہوتے ہیں لیکن ہر اونٹ سواری کے کام نہیں آتا ہے اسی

Maktaba Tul Ishaat.com



لئے حدیث میں وارد ہوا ہے إِنَّمَا النَّاسُ كَالْإِبِلِ الْمِائَةِ لَا تَكَادُ تَجِدُ فِيهَا رَاحِلَةً لوگوں کی مثال سو اونٹوں جیسی ہے جس میں سواری کے قابل ایک بھی نہیں، تو انہوں نے ایک راحلہ خرید اچار اونٹوں کے بدلے میں۔

**مَضْمُونَةٍ عَلَيْهِ:** حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مَضْمُونَةً صفت ہے راحلہ کی، اس صورت میں رَاحِلَةً کی طرح مَضْمُونَةً منصوب پڑھا جائے گا اور مطلب یہ ہے کہ وہ بائع کے ضمان میں ہے۔

**يُوفِيهَا صَاحِبُهَا بِالرَّبَذَةِ:** یعنی وہ راحلہ کو صاحب راحلہ مشتری کے حوالے کرے گا ربذہ میں، دوسرا ایک احتمال یہ بھی ہے کہ مَضْمُونَة؛ أَبْعِرَةٍ کی صفت ہو اور عَلَيْهِ کی ضمیر ابن عمرؓ کی طرف عائد ہو اور اپنے ذمہ یہ بات لی تھی کہ وہ چار اونٹ صاحب الراحلہ کو ربذہ میں دیں گے، بہر حال اس سے اشتراء الحیوان بالحیوان نسیئتًا کا ثبوت ہوتا ہے۔

**فَأَعْطَاهُ أَحَدَهُمَا وَقَالَ آتِيكَ بِالْآخَرِ غَدًا رَهْوًا إِنْ شَاءَ اللهُ:** ایک تو دے دیا اور دوسرے کے بارے میں کہا کہ ان شاء اللہ کل بسہولت پیش کردوں گا۔

**لَا بَأْسَ بَعِيرٌ بِبَعِيرَيْنِ نَسِيئَةً وَدِرْهَمٌ بِدِرْهَمٍ:** حاشیہ کا نسخہ ہے لَا بَأْسَ بِبَعِيرٍ بِبَعِيرَيْنِ وَدِرْهَمٍ بِدِرْهَمَيْنِ نَسِيئَةً، علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ بیع الدرہم بالدرہم نسیئتًا بالاجماع ناجائز ہے اس لئے شاید اس کا تعلق لَا بَأْسَ بِبَعِيرٍ بِبَعِيرَيْنِ سے ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ ابن سیرین کا یہ اثر عبد الرزاق نے المصنف نے نقل کیا ہے اور اس کے الفاظ یہی ہیں لَا بَأْسَ بَعِيرٌ بِبَعِيرَيْنِ وَدِرْهَمٌ بِدِرْهَمٍ نَسِيئَةً، فَإِنْ كَانَ أَحَدُ الْبَعِيرَيْنِ نَسِيئَةً فَهُوَ مَكْرُوهٌ اور اس پوری عبارت کا کوئی واضح مطلب سمجھ میں نہیں آتا ہے، حافظ ابن حجر نے سعید بن منصور کے حوالے سے بھی یہ اثر ایک اور طرح سے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حیوان کی بیع حیوان سے ہو اور دراہم نسیئہ ہوں تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر دراہم نقد ہوں اور حیوان نسیئہ ہو تو یہ مکروہ ہے۔

## (ص ۲۹۷) بَابُ بَيْعِ الرَّقِيقِ

۲۲۲۹. حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ مُحَيْرِيزٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ

Maktaba Tul Ishaat.com



بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نُصِيبُ سَبْيًا فَنُحِبُّ الْأَثْمَانَ فَكَيْفَ تَرَى فِي الْعَزْلِ، فَقَالَ: أَوَإِنَّكُمْ تَفْعَلُونَ ذَلِكَ؟ لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا ذَلِكُمْ، فَإِنَّهَا لَيْسَتْ نَسَمَةٌ كَتَبَ اللهُ أَنْ تَخْرُجَ إِلَّا هِيَ خَارِجَةٌ.

**ترجمہ:** باب، غلام کی بیع کا بیان۔

حضرت ابوسعید خدریؓ نے بیان کیا کہ اس دوران جب کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم باندیوں سے مباشرت کرتے ہیں لیکن ان کے ثمن کی بھی فکر ہوتی ہے تو عزل کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم عزل کرتے ہو؟ عزل کرنا تمہیں نقصان نہیں دے گا کیوں کہ ایسا کوئی نفس نہیں ہے جس کا پیدا ہونا اللہ نے لکھ دیا ہو اور وہ پیدا نہ ہو۔

**تشریح:** غلام کی بیع بالاجماع جائز ہے۔

## (ص ۲۹۷) بَابُ بَيْعِ الْمُدَبَّرِ

۲۲۳۰. حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ ثَنَا وَكِيعٌ ثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: بَاعَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُدَبَّرَ.

۲۲۳۱. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ: بَاعَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ.

۲۲۳۲. حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ ثَنَا يَعْقُوبُ ثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ وَأَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُولَ اللهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ تَزْنِي وَلَمْ تُحْصَنْ قَالَ: اجْلِدُوهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا ثُمَّ بِيعُوهَا بَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ.

۲۲۳۳. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ.

**ترجمہ:** باب، مدبر غلام کی بیع کا بیان۔

حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مدبر غلام کو فروخت کیا۔

Maktaba Tul Ishaat.com



حضرت زید بن خالدؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث کا ترجمہ حدیث نمبر ۲۱۵۳ و ۲۱۵۴ کے تحت گزر چکا ہے۔

آخری حدیث کا ترجمہ حدیث نمبر ۲۱۵۲ کے تحت گزر چکا ہے

**تشریح:** یہی ترجمہ ابواب عتق میں ص ۳۴۴ پر آرہا ہے، بیع مدبر کا مسئلہ مختلف فیہ مسائل میں سے ہے، امام شافعی واحمد جواز کے قائل ہیں، امام ابوحنیفہ اور مالک فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے، امام بخاری نے مجوزین کی موافقت کی ہے اور حضرت جابرؓ کی حدیث بَاعَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُدَبَّرَ سے استدلال کیا ہے اور اسی طرح بعض روایاتِ مطلقہ سے استدلال کیا ہے، حضراتِ حنفیہ اور مالکیہ روایاتِ مطلقہ کا جواب یہ دے سکتے ہیں کہ اس کا تعلق مدبر سے ہے ہی نہیں بلکہ قِن سے ہے، اور حضرت جابرؓ کی روایت کے ان لوگوں نے چار جوابات دیئے ہیں۔

(۱) پہلا جواب جو سب سے زیادہ مشہور ہے کہ وہ مدبر مقید تھا، علامہ جمال الدین زیلعی فرماتے ہیں کہ یہ جواب ہمارے اصحاب کے یہاں مشہور ہے اور مخالف اس بات پر قادر نہیں کہ وہ اس بات کو ثابت کردے کہ یہ مدبر مطلق تھا۔

(۲) دوسرا جواب کہ یہاں بیع سے مراد بیع خدمة المدبر ہے جس کا مطلب ہے اس کو اجارہ پر دے دینا، اور اس کی تائید دار قطنی کی ایک مرسل روایت سے ہوتی ہے جو انہوں نے ابوجعفر باقر سے نقل کی ہے بَاعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ خِدْمَةَ الْمُدَبَّرَةِ، علامہ ابن قطان فاسی فرماتے ہیں کہ اس مرسل روایت کی سند صحیح ہے اور امام طحاوی نے اسی کو اختیار کیا ہے علامہ ابن الترکمانی نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔

(۳) تیسرا جواب ھذا واقعة حال یہ ایک اتفاقی واقعہ ہے اس سے قاعدۂ کلیہ اخذ کرنا مشکل ہے، لیکن مجھ کو یہ جواب پسند نہیں ہے اس لئے کہ بہت سی احادیث میں واقعاتِ اتفاقیہ ہی نقل کئے جاتے ہیں تو حضرات محدثین کرام اور فقہاء عظام اس سے قوانین کلیہ مستنبط کرتے ہیں۔

(۴) چوتھا جواب قاضی ابوبکر بن عربی مالکی نے دیا ہے کہ ممکن ہے یہ سفیہ اور مجور ہو لہٰذا اسکا یہ تصرف غیر معتبر سمجھا گیا ہو اسلئے حضور اکرم ﷺ نے اسکی تدبیر کا اعتبار نہ کیا ہو اور اسکو فروخت کر دیا ہو، لیکن یہ جواب انہی لوگوں کے مسلک پر منطبق ہو سکتا ہے جو حجر علی السفیہ کے جواز کے قائل ہیں جیسے ائمۂ ثلاثہ اور صاحبین، امام ابوحنیفہ حجر علی السفیہ کے جواز کے قائل نہیں اور یہ مسئلہ باب اذا قال فی البیع لا خلابة میں گزر چکا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



ثُمَّ بِيعُوهَا بَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ: بیعوھا کے عموم سے امام بخاری نے اپنا ترجمہ اخذ کیا ہے اور وَلَمْ تُحْصَنْ کی قید پر میں کلام کر چکا ہوں۔

## (ص ۲۹۷) بَابُ هَلْ يُسَافِرُ بِالْجَارِيَةِ قَبْلَ أَنْ يَسْتَبْرِئَهَا

ولم ير الحسن بأسا أن يقبلها أو يباشرها. وقال ابن عمر: إذا وهبت الوليدة التي توطأ أو بيعت أو عتقت فلتستبرأ رحمها بحيضة ولا تستبرأ العذراء. وقال عطاء: لا بأس أن يصيب من جاريته الحامل ما دون الفرج. وقال الله تعالى ﴿إِلَّا عَلَىٰٓ أَزْوَٰجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَـٰنُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ﴾.

٢٢٣٤. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ ثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوسًا، فَاصْطَفَاهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِنَفْسِهِ فَخَرَجَ بِهَا حَتَّى بَلَغْنَا سَدَّ الرَّوْحَاءِ حَلَّتْ فَبَنَى بِهَا ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطَعٍ صَغِيرٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: آذِنْ مَنْ حَوْلَكَ، فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيمَةَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عَلَى صَفِيَّةَ، ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ قَالَ: فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يُحَوِّي لَهَا وَرَاءَهُ بِعَبَاءَةٍ ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيرِهِ فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ فَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلَى رُكْبَتِهِ حَتَّى تَرْكَبَ.

**ترجمہ:** باب، کیا استبرائے رحم (حیض کی آمد) سے پہلے باندی کے ساتھ سفر کیا جاسکتا ہے؟

حضرت حسن بصری کے نزدیک باندی سے بوس و کنار میں اور اس کے جسم سے جسم ملانے میں کوئی مضائقہ نہیں، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اگر کسی کو ایسی باندی ہبہ کی جائے جو جماع کے قابل ہو یا ایسی باندی فروخت کی جائے یا وہ آزادی حاصل کرے (اور کوئی اس سے نکاح کرے) تو ایک حیض کے ذریعہ استبراء کرنا چاہئے اور کنواری باندی میں استبراء ضروری نہیں، حضرت عطاء نے فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اپنی حاملہ باندی سے شرمگاہ کے علاوہ سے استمتاع کرے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا" لیکن اپنی بیویوں اور باندیوں کے ساتھ وطی کی جاسکتی ہے"۔

روایت کا ترجمہ باب مایذکر فی الفخذ میں گزر چکا

**تشریح:** بعض اوقات آدمی باندی خرید تا ہے اور اس کے بعد ایک دم سفر پیش آجاتا ہے، اب اگر کسی آدمی نے باندی خریدی تو استبراء سے پہلے پہلے اس کو لیکر سفر کر سکتا ہے یا نہیں؟ یہ سوال اس لئے اٹھا کہ باندی

Maktaba Tul Ishaat.com



سے قبل الاستبراء انتفاع کرنا جمہور علماء کے نزدیک جائز نہیں ہے اور سفر مظنہ ملامست و مباشرت ہوتا ہے اور قبل الاستبراء ملامست و مباشرت کی اجازت ہے نہیں، تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا آدمی سفر کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام بخاری کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ جائز ہے۔

**وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَأْسًا أَنْ يُقَبِّلَهَا أَوْ يُبَاشِرَهَا:** حسن بصری فرماتے ہیں کہ استبراء سے پہلے مباشرت و تقبیل میں کوئی مضائقہ نہیں، یہ مسئلہ مختلف فیہ مسائل میں سے ہے، حضرت حسن بصری جواز کے قائل ہیں یہی عکرمہ اور ابو ثور فرماتے ہیں، ابن سیرین، امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے، امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اگر صغیرہ ہو تو جائز ہے اور بالغہ ہو تو مکروہ ہے اسی کو علامہ موفق بن قدامہ حنبلی نے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اختیار کیا ہے، علامہ ابن قیم نے اس مسئلہ میں حضرت حسن بصری کا قول اختیار فرمایا ہے جو امام بخاری کا رجحان ہے۔

**وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا وُهِبَتِ الْوَلِيدَةُ الَّتِي تُوطَأُ:** حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر قابل وطی باندی کو فروخت کیا گیا یا آزاد کیا گیا تو جس کے قبضہ میں آئے وہ اس کے رحم کا ایک حیض سے استبراء کرلے۔

جمہور علماء کے نزدیک مشتری اور موہوب لہ کے ذمہ استبراء واجب ہے، داؤد ظاہری اور عثمان بتی فرماتے ہیں کہ واجب نہیں ہے، قاضی ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر مشتری کو یہ یقین ہو کہ اس کا رحم ماء بائع سے فارغ ہے تو پھر اس پر استبراء واجب نہیں كذا نقله ابن عابدين الشامی۔

**وَلَا تُسْتَبْرَأُ الْعَذْرَاءُ:** اگر باندی بکر اور کنواری ہو تو اس کا استبراء ضروری نہیں۔

جمہور علماء فرماتے ہیں کہ باندی چاہے کنواری ہو یا غیر کنواری بہر حال استبراء واجب ہے، البتہ ابن جریج فرماتے ہیں کہ عذراء پر استبراء نہیں ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے تلمیذ علامہ ابن قیم نے اسی کو راجح قرار دیا ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ اگر چہ یہ جمہور کے خلاف ہے لیکن یہی قول من حیث الدلیل قوی ہے اس لئے کہ استبراء رحم کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے تاکہ ایک کا پانی دوسرے کے پانی سے مخلوط نہ ہونے پائے لِئَلَّا يَسْقِيَ مَاءَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ، اور عذراء میں یہ صورت بالاحتمال البعید ہے جو غیر مستند الی دلیل ہے لہذا اس کا اعتبار ہی نہیں ہے۔

**وَقَالَ عَطَاءٌ:** عطاء فرماتے ہیں کہ اگر حاملہ ہو تو فرج کو چھوڑ کر باقی بدن سے استمتاع کر سکتا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالَی إِلاَّ عَلَی أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَکَتْ أَیْمَانُهُمْ: بہر حال بخاری نے جتنے آثار پیش کئے ہیں سب کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ اگر کسی آدمی نے باندی خریدی ہو یا اس کو ہبہ کی گئی ہو تو وہ قبل الاستبراء ساتھ لیکر سفر کر سکتا ہے اور اس کے لئے انہوں نے حضرت صفیہؓ کے واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ سرور عالم ﷺ کے قبضہ میں جب حضرت صفیہؓ آئیں تو آپ ان کو لیکر چلے اور جب سدِ روحاء پر پہنچیں تب وہ حلال ہوئیں یعنی تب ان کا استبراء ہوا، معلوم ہوا کہ قبل الاستبراء سفر میں کوئی مضائقہ نہیں، جو لوگ استبراء کو ضروری کہتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ سفر کرنے میں تو کوئی حرج نہیں باقی ایسا استمتاع جو استبراء پر موقوف ہے وہ نہ کرنا چاہیے۔

حَتّٰی بَلَغْنَا سَدَّ الرَّوْحَاءِ: اس روایت میں ہے حَتّٰی بَلَغْنَا سَدَّ الرَّوْحَاءِ اور کتاب المغازی میں ص۶۰۶ پر آرہا ہے حَتّٰی بَلَغْنَا سَدَّ الصَّهْبَاءِ، صحیح یہاں پر سدِ صہباء ہے اس لئے کہ روایت میں وارد ہے أدنی خیبر خیبر کے قریب اور خیبر کے قریب سدِ صہباء ہے، اور سدِ روحاء مکہ اور مدینہ کے بیچ میں واقع ہے۔

حَلَّتْ: أَيْ طَهُرَتْ مِنْ حَيْضِهَا۔

فِي نِطَعٍ صَغِيرٍ: چھوٹے سے چمڑے کے دستر خوان میں۔

فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيمَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم: یہ ولیمہ تھا جو ایک دستر خوان پر تھوڑا سا حلوہ رکھ دیا گیا، لوگ آئے اور اس میں سے تھوڑا تھوڑا کھالیا، آج کل ولیمہ کی تفسیر یہ ہے کہ جتنا لمبا سے لمبا قرض ہو سکے لیا جائے اور لمبے سے لمبا ولیمہ کیا جائے۔

يُحَوِّي لَهَا وَرَاءَهُ بِعَبَاءَةٍ: حضور ان کے لئے اپنے پیچھے عباء سے بیٹھنے کی جگہ بنا رہے تھے۔

## (ص ۲۹۸) بَابُ بَيْعِ الْمَيْتَةِ وَالْأَصْنَامِ

۲۲۳۵. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ: إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ فَإِنَّهُ تُطْلَى بِهَا السُّفُنُ وَتُدْهَنُ بِهَا الْجُلُودُ وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ، فَقَالَ: لَا هُوَ حَرَامٌ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ ذٰلِكَ: قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُودَ إِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَرَّمَ

Maktaba Tul Ishaat.com



شُحُومَهَا أَجْمَلُوهُ ثُمَّ بَاعُوهُ فَأَكَلُوا ثَمَنَهُ.

۲۲۳۶. قَالَ أَبُو عَاصِمٍ: ثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ ثَنَا يَزِيدُ قَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ عَطَاءٌ سَمِعْتُ جَابِرًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

**ترجمہ:** باب، مردار اور بتوں کی بیع کا بیان۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ کے سال - جب کہ آپ مکہ ہی میں تھے - یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام کیا ہے، عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! مردار کی چربی کے بارے میں کیا حکم ہے کہ اس کو کشتیوں پر ملا جاتا ہے چمڑوں پر ملا جاتا ہے اور لوگ اس کے ذریعہ چراغ روشن کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، چربی بھی حرام ہے، پھر اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ یہود کو برباد کرے جب اللہ نے ان پر چربی حرام کی تو انہوں نے اس کو پگھلایا پھر بیچا اور اس کے ثمن کو کھایا۔

**تشریح:** میتہ کی بیع بالاجماع ناجائز ہے البتہ اس سے دو چیزیں مستثنیٰ ہیں سمک اور جراد، اس لئے کہ بعض روایات میں وارد ہوا ہے أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ السَّمَكُ وَالْجَرَادُ، اور اصنام کی بیع ناجائز ہے اس پر بھی اجماع ہے اور علت اس کی یہ ہے کہ اس سے انتفاعِ مباح کی کوئی صورت نہیں ہے۔

البتہ اگر اصنام کے رُضاض یعنی چورے ہوں اس کے ٹکڑے ہوں تو اس کی بیع کو بعض شافعیہ اور بعض حنفیہ فرماتے ہیں کہ جائز ہے، جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اس کی بھی بیع ناجائز ہے اس لئے کہ بیع دلالت کرتی ہے مبیع کی کرامت اور شرافت پر، آدمی وہی چیز لیتا ہے جس کی انسان کے دل میں قدر و قیمت ہو، اور بت اور اس کے اجزاء کی اللہ کے یہاں کوئی قدر و قیمت نہیں لہذا اس کی بیع اور فروختگی سے پرہیز کرنا چاہئے، اب اگر آدمی کو لینا ہو تو کیا کرے؟ اس کو ایسے توڑ دے اور کچل دے کہ صنم کی شکل نہ رہے مثلاً ناک اور منھ ایسا توڑ دے اور کچل دے کہ وہ ایک ٹکڑا سونے کا یا چاندی کا بن جائے بہر حال صنم نہ رہے۔

إِنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ: اس حدیث کا میں ابھی حوالہ دے چکا ہوں اور اس کے ٹکڑوں کی طرف خود مصنف اشارہ کر چکے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے جب تحریم بیع میتہ کا اعلان فرمایا تو آپ سے یہ کہا گیا کہ یا رسول اللہ! شحوم میتہ سے کشتیاں ملی جاتی ہیں کھالوں کو لگایا جاتا ہے اور لوگ اس سے چراغ جلاتے ہیں فرمایا لَا، هُوَ حَرَامٌ، میں بتلا چکا ہوں کہ اس میں اختلاف ہے کہ هُوَ کی ضمیر کس کی طرف عائد ہے؟ امام شافعی اور ان کے متبعین کہتے ہیں کہ بیع کی طرف عائد ہے اور باقی انتفاعات جائز ہیں اور اسی کو شیخ

Maktaba Tul Ishaat.com



الاسلام ابن تیمیہ نے اختیار کیا ہے، لیکن اکثر علماء یہ فرماتے ہیں کہ یہ ضمیر انتفاع کی طرف عائد ہے جو کلام سابق سے مستفاد ہوتا ہے اور میتہ سے کسی طرح کا انتفاع حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

ایک مسئلہ اور بھی ہے کہ پاک چیز کسی ناپاک چیز سے مخلوط ہو جانے سے ناپاک ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ آیا اس سے انتفاع حاصل کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ جمہور کہتے ہیں کہ انتفاع کی اگر کوئی صورت ہو تو اس سے انتفاع حاصل کر سکتے ہیں، لیکن امام محمد فرماتے ہیں کہ اس سے انتفاع حاصل کرنا جائز نہیں۔

## (ص ۲۹۸) بَابُ ثَمَنِ الْكَلْبِ

۲۲۳۷. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ.

۲۲۳۸. حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ أَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: رَأَيْتُ أَبِي اشْتَرَى حَجَّامًا فَأَمَرَ بِمَحَاجِمِهِ فَكُسِرَتْ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ وَثَمَنِ الْكَلْبِ وَكَسْبِ الْأَمَةِ، وَلَعَنَ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَآكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ.

**ترجمہ:** باب، کتے کے ثمن کا بیان۔

ابو مسعود انصاریؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کے ثمن، زانیہ کی اجرت اور نجومی کے نذرانے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عون بن ابی جحیفہؒ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ انہوں نے ایک حجام یعنی پچھنے لگانے والا غلام خریدا پس اس کو پچھنے لگانے کے آلات توڑنے کا حکم دیا اور وہ توڑ دیئے گئے، میں نے ان سے اس بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے پچھنے لگانے کی اجرت، کتے کے ثمن اور باندی کی کمائی سے منع فرمایا اور جسم گودنے والی عورت اور گودوانے والی عورت پر لعنت فرمائی، سود کھانے والے، سود کھلانے والے اور تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی۔

**تشریح:** حضور اکرم ﷺ نے ثمن کلب سے منع فرمایا ہے لہٰذا مصنف نے اس پر ثمن کلب کا ترجمہ منعقد کر دیا، کتے کی بیع جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، (۱) امام شافعی واحمد فرماتے ہیں کہ مطلقاً ناجائز ہے یہی امام مالک کی ایک روایت ہے، (۲) امام مالک کی دوسری روایت یہ ہے کہ اگر کتا منتفع بہا ہو یعنی معلَّم ہو تو اس کی بیع جائز ہے ورنہ جائز نہیں یہی حنفیہ کا ایک قول ہے جس کو سرخسی نے اختیار کیا ہے، (۳) صاحب ہدایہ فرماتے

Maktaba Tul Ishaat.com



ہیں کہ بیع الکلب والفہد والسباع جائز ہے، نیز صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ معلّم اور غیر معلم سب برابر ہیں، لیکن (۴) قاضی ابویوسف فرماتے ہیں کہ کلب عقور کی بیع جائز نہیں ہے، (۵) امام مالک کا ایک قول یہ ہے کہ بیع کلب ماذون فی الاتخاذ تو جائز ہے اور باقی ناجائز ہے۔

امام بخاری اس مسئلہ میں امام شافعی واحمد کے ہم خیال معلوم ہوتے ہیں اسی لئے انہوں نے نَهَى رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ والی روایت کو پیش فرمایا ہے، جو حضرات بیع کلاب کے جواز کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ نسائی شریف میں معلّم کا استثناء وارد ہوا ہے مگر امام نسائی نے اس استثناء پر کلام کیا ہے اور اسے منکر قرار دیا ہے، بعض لوگوں نے ایک دلیل یہ پیش کی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ایک آدمی کے اوپر ایک شخص کے کتے کو مار دینے کی وجہ سے اس کی قیمت دینے کا فیصلہ کیا تھا، مگر دوسرے حضرات اس پر کلام کرتے ہیں، جمہور علماء روایت کو اپنے ظاہر پر رکھتے ہیں، مجوزین کہتے ہیں کہ اس نہی کا ایک مخصوص محمل ہے اور مطلب یہ ہے کہ کتا بھلا ایسی چیز ہے جس کی قیمت لی جائے؟ اس کو مفت ہی دے دینا چاہئے، مطلب یہ ہے کہ یہ نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں اور اس کے متعلق مختصر سا کلام ماقبل میں گزر بھی چکا ہے۔

**نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ:** مهر البغی زانیہ کا مہر، اس زانیہ کے مہر سے مراد وہ اجرت ہے جو بغاء پر حاصل کرتی ہے، اور اگر وہ اپنے ہاتھ سے کما کر کوئی اجرت حاصل کرے تو وہ حلال طریقہ سے حاصل شدہ اجرت ہے اس کے جواز میں کلام نہیں۔

**وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ:** کاہن جو کہانت پر اجرت لیتا ہے، اس کو حلوان سے اس لئے تعبیر کیا گیا کہ بس بیٹھے بٹھائے دو لفظوں میں مزے میں اجرت آجاتی ہے اور بڑی لذت لیکر کاہن اس کو استعمال کرتا ہے۔

**نَهَى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ:** یہ روایت ماقبل میں گزر چکی ہے۔

**فَكَسِرْتُ:** اس سے براعت اختتام کا ثبوت ہوتا ہے۔

---

## کتاب البیوع پورا ہوا

Maktaba Tul Ishaat.com



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# (ص ۲۹۸) كِتَابُ السَّلَمِ

**تشریح:** سَلَمْ بیوع کے اقسام میں سے ایک بیع ہے، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دام پیشگی دے دیئے جاتے ہیں اور سامان بعد میں لیا جاتا ہے اسی لئے فقہاء نے اس کی تفسیر کی ہے بیع اجل بعاجل ایک اجل متاخر چیز کی بیع عاجل یعنی ثمن معجل کے بدلے میں کرنا، اس بیع کے جواز پر سنتِ نبوی دال ہے اور اس کی مشروعیت پر امت کا اتفاق ہے، صرف سعید بن مسیب کا انکار نقل کیا جاتا ہے، اس بیع کی مشروعیت کی عقلی دلیل یہ ہے کہ بعض اوقات فوری طور پر مبیع حاضر نہیں کی جاسکتی ہے اور اگر عین مبیع کے زمانہ میں اس کو خرید اجائے تو بعض وقت مشتری کے پاس پیسے نہیں رہتے ہیں لہذا مشتری بائع کو پیشگی پیسے دے دیا کرتا ہے کہ مجھے فلاں وقت میں اتنا غلہ دے دینا۔

سلم کے لئے بہت سے شروط ہیں، بعض شروط کی طرف مصنف نے اشارہ کیا وہاں کلام آئے گا۔

## (ص ۲۹۸) بَابُ السَّلَمِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ

۲۲۳۹. حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ ثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ ثَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ وَالنَّاسُ يُسْلِفُونَ فِي التَّمْرِ الْعَامَ وَالْعَامَيْنِ - أَوْ قَالَ عَامَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً شَكَّ إِسْمَاعِيلُ - فَقَالَ: مَنْ سَلَّفَ فِي تَمْرٍ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ ثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ بِهٰذَا: فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ بیع سلم متعین پیمانے میں ہونی چاہیے۔

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے؛ جب کہ لوگ پھلوں میں ایک سال اور دو

Maktaba Tul Ishaat.com



سال کے لئے بیع سلم کرتے تھے، یا یہ کہا کہ دو سال یا تین سال کے لئے بیع سلم کرتے تھے، یہ شک اسماعیل کی طرف سے ہے، پھر فرمایا کہ جو کھجور میں بیع سلم کرنا چاہے وہ متعین پیمانے اور متعین وزن میں کرے۔

**تشریح:** مصنف کا مقصد یہ ہے کہ اگر چیز کیلی ہو مکیلات کے قبیل سے ہو تو اس میں بیع سلم کیل معلوم کے ساتھ ہونی چاہیے، اگر کیل غیر معلوم ہو تو یہ بیع سلم صحیح نہیں ہوگی اس لئے کہ مفضی الی المنازعۃ ہوگی۔

**قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ:** حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ بیع سلف ایک ایک دو دو سال کی کر لیا کرتے تھے، آپ نے فرمایا مَنْ سَلَّفَ فِي تَمْرٍ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ جو آدمی بیع سلف کرے یعنی بیع سلم کرے تمر میں تو وہ کیل معلوم میں کرے اور وزنِ معلوم میں کرے۔

علامہ کرمانی، عینی اور برماوی فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں وارد ہوا ہے مَنْ سَلَّفَ فِي ثَمْرٍ بالثاء الْمُثَلَّثَة، ظاہر یہ ہے کہ ان حضرات نے امام نووی کا اتباع کیا ہے انہوں نے شرح مسلم میں یہ لکھ دیا و فی بعضھا بالمثلثة لیکن یہاں گفتگو بخاری کی روایت کے بارے میں ہو رہی ہے اور بخاری کے کسی طریق میں فِي تَمْرٍ کے بجائے فی ثمر وارد نہیں ہوا ہے۔

اس کے بعد علامہ بدرالدین دمامینی نے ایک اشکال کیا کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی دیکھو آپ جواب میں ارشاد فرماتے ہیں فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ حالانکہ تمر کا معیار شرعی کیل ہے وزن نہیں ہے۔

علامہ سندی فرماتے ہیں کہ بدر دمامینی کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ مناسب یہ ہے کہ پھر تمر کے بجائے ثمر کا لفظ ہونا چاہیے جو اپنے عموم کی وجہ سے کیلی و وزنی ثمار سب کو شامل ہو جائے، ورنہ اگر تمر کا لفظ ہوگا تو یہاں پر کچھ عبارت مقدر ماننی پڑے گی مثلاً یوں کہنا پڑے گا مَنْ سَلَّفَ فِي تَمْرٍ یا یوں کہنا پڑے گا مَنْ سَلَّفَ فِي تَمْرٍ أو غیرہ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ۔

علامہ قسطلانی ارشاد فرماتے ہیں کہ واؤ أو کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ کیلی چیز اگر ہو تو کیل معلوم کے ساتھ سلف ہونا چاہیے اور وزنی ہو تو وزن معلوم کے ساتھ ہونا چاہیے، اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ روایت میں تمر کا ذکر ہے اور تمر بہر حال کیلی ہے اس لئے علامہ سندی نے جو توجیہ کی ہے وہی راجح معلوم ہوتی ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۲۹۸) بَابُ السَّلَمِ فِي وَزْنٍ مَعْلُومٍ

۲۲۴۰. حَدَّثَنَا صَدَقَةُ أَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ أَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يُسْلِفُونَ بِالثَّمَرِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ فَفِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ.

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ ثَنَا سُفْيَانُ ثَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ وَقَالَ: فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ.

۲۲۴۱. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ثَنَا سُفْيَانُ ثَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ، وَقَالَ: فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ.

۲۲۴۲. حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ ثَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ ح وَحَدَّثَنِي يَحْيَى ثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ ح وحَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ ثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ أَوْ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ قَالَ: اخْتَلَفَ عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ وَأَبُو بُرْدَةَ فِي السَّلَفِ فَبَعَثُونِي إِلَى ابْنِ أَبِي أَوْفَى فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: إِنَّا كُنَّا نُسْلِفُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ وَالتَّمْرِ.

۲۲۴۳. وَسَأَلْتُ ابْنَ أَبْزَى فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ اگر بیع سلم موزونی چیز میں ہو تو وزن کی مقدار متعین ہونی چاہئے۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اگر وزنی چیز میں بیع سلم کی جائے تو وہاں وزنِ معلوم ہونا چاہئے۔

مصنف نے یہ دو ترجمے منعقد کئے ہیں بَابُ السَّلَمِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ اور بَابُ السَّلَمِ فِي وَزْنٍ مَعْلُومٍ یہ دونوں مسئلے اجماعی ہیں اگر مکیل میں سلم ہو تو کیل کا معلوم ہونا مجمع علیہا ہے اور اگر موزون میں سلم ہو تو وزن کا معلوم ہونا مجمع علیہا ہے۔

ایک مسئلہ اور ہے کہ اگر کوئی چیز کیلی ہو تو اس میں وزناً بیع سلم ہو سکتی ہے یا نہیں؟ یا کوئی چیز وزنی ہو تو اس میں کیلاً بیع سلم ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس میں ہمارے فقہاء اور امام احمد کے دو قول ہیں اور ویسے کل تین قول ہیں، (۱) ہمارے یہاں فتویٰ جواز کا ہے یہی قاضی ابو یوسف سے مروی ہے امام طحاوی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور صاحب ہدایہ نے اسی کی تصریح فرمائی ہے اور یہی شافعیہ کا اصح قول ہے، (۲) شافعیہ کا ایک قول یہ ہے کہ جائز نہیں، (۳)

Maktaba Tul Ishaat.com



امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر عرف تبدیل ہو جائے تو پھر کوئی مضائقہ نہیں مثلاً کیلی کا عرف بدل جائے اور وہ وزنی بن جائے یا وزنی کا عرف بدل جائے اور وہ کیلی بن جائے تو پھر وزنی میں کیلاً اور کیلی میں وزناً بیع سلم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، علامہ موفق الدین بن قدامہ حنبلی اور حنفیہ میں سے صاحبِ کافی نے اسی کو اختیار فرمایا ہے۔

**ثَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ:** یہ عبداللہ بن کثیر کون ہیں؟ امام ابونصر کلاباذی، حافظ شرف الدین دمیاطی اور ابوالفضل ابن طاہر کہتے ہیں کہ یہ عبداللہ بن کثیر بن مطلب ہیں، اور ابوالحسن قابسی، عبدالغنی مصری، حافظ جمال الدین مزی اور حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ عبداللہ بن کثیر المقری ہیں، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاری کا اپنی تاریخ میں جو طرز ہے وہ اسی پر دلالت کرتا ہے۔

**عَنِ ابْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ:** ابن ابی المجالد کی بخاری شریف میں کل یہی ایک روایت ہے، ان کے نام میں اختلاف ہے، امام بخاری نے اگلی جو سند نقل کی ہے اس میں محمد نام مذکور ہے اور اس سے اگلی جو سند نقل کی ہے اس میں محمد اور عبداللہ تردد کے ساتھ مذکور ہے، امام ابوداؤد اور ابن حبان وغیرہ ان کا نام عبداللہ بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مجاہد کے داماد تھے مگر امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ان کو محمدین میں ذکر کیا ہے۔

**اخْتَلَفَ عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ وَأَبُو بُرْدَةَ فِي السَّلَفِ:** عبداللہ بن شداد اور ابو بردہ میں سلم کے بارے میں اختلاف ہوا، یعنی آیا ایسے شخص سے بیع سلم کا معاملہ کیا جاسکتا ہے جس کے پاس مسلم فیہ فی الحال موجود نہ ہو؟ ان حضرات نے معاملہ کی تحقیق کے لئے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ کے پاس ابن ابی المجالد کو بھیجا، انہوں نے جاکر سوال کیا تو ابن ابی اوفیٰؓ نے فرمایا إِنَّا كُنَّا نُسْلِفُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ وَالتَّمْرِ یعنی ان چیزوں میں ہم معاملہ کیا کرتے تھے اور ہم پوچھتے نہیں تھے کہ آیا تمہارے پاس اصل موجود ہے یا نہیں؟

امام بخاری پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ حضرت امام نے ترجمہ منعقد کیا ہے **السلم فی وزن معلوم** کا اور اس روایت میں جو چاروں چیزیں ذکر کی گئی ہیں حنطہ، شعیر، زبیب اور تمر یہ سب کیلی ہیں تو مصنف کا ترجمہ کیسے ثابت ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگلے باب میں اسی روایت میں زبیب کے بجائے زیت کا ذکر آرہا ہے اور زیت وزنی ہے تو ممکن ہے کہ امام بخاری نے اس کی طرف اشارہ کیا ہو۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**وَسَأَلْتُ ابْنَ أَبْزَى فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ:** ابن ابزیٰ سے مراد عبد الرحمن بن ابزیٰ الخزاعیؓ ہیں جو صغار صحابہ میں سے ہیں۔

## (ص ۲۹۹) بَابُ السَّلَمِ إِلَى مَنْ لَيْسَ عِنْدَهُ أَصْلٌ

۲۲۴۴. حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ثَنَا الشَّيْبَانِيُّ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ قَالَ: بَعَثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ وَأَبُو بُرْدَةَ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى فَقَالَا: سَلْهُ هَلْ كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ يُسْلِفُونَ فِي الْحِنْطَةِ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: كُنَّا نُسْلِفُ نَبِيطَ أَهْلِ الشَّامِ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ، قُلْتُ: إِلَى مَنْ كَانَ أَصْلُهُ عِنْدَهُ؟ قَالَ: مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذٰلِكَ.

۲۲۴۵. ثُمَّ بَعَثَانِي إِلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ يُسْلِفُونَ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَلَمْ يَسْأَلْهُمْ أَلَهُمْ حَرْثٌ أَمْ لَا؟

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ ثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي مُجَالِدٍ بِهٰذَا وَقَالَ: فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ. وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ سُفْيَانَ ثَنَا الشَّيْبَانِيُّ وَقَالَ: وَالزَّيْتِ.

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ وَقَالَ: فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ.

۲۲۴۶. حَدَّثَنَا آدَمُ ثَنَا شُعْبَةُ ثَنَا عَمْرٌو قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْبَخْتَرِيِّ الطَّائِيَّ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يُؤْكَلَ مِنْهُ وَحَتَّى يُوزَنَ فَقَالَ الرَّجُلُ: وَأَيُّ شَيْءٍ يُوزَنُ؟ فَقَالَ رَجُلٌ إِلَى جَانِبِهِ: حَتَّى يُحْرَزَ.

وَقَالَ مُعَاذٌ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو: قَالَ أَبُو الْبَخْتَرِيِّ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ مِثْلَهُ.

ترجمہ: باب، جس کے پاس مسلم فیہ نہ ہو اس سے بیع سلم کرنے کا بیان۔

روایت کا ترجمہ ابھی اوپر گزرا

ابو البختری نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کھجور کی بیع سلم کا مسئلہ دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ پیغمبر ﷺ نے کھجور کی بیع سے منع فرمایا یہاں تک کہ وہ کھانے کے لائق ہو جائے اور یہاں تک کہ وہ تولی جائے، ایک شخص نے کہا کہ کھجور کہاں تولی جاتی ہے؟ تو اس کے پاس والے نے کہا کہ اس سے محرز ہونا یعنی حفاظت میں آنا مراد ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



معاذ نے یہی حدیث اس سند سے بیان کی حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ أَبُو الْبَخْتَرِيِّ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ۔

**تشریح:** ایک مسئلہ یہ ہے کہ مسلم الیہ کے پاس مسلم فیہ کا عقدِ سلم کے وقت ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ میری معلومات میں کسی کے نزدیک بھی یہ ضروری نہیں ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ عقدِ سلم کے وقت آیا مسلم فیہ کا فی نفسہ موجود ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اور اس کا انقطاع قبل حلول الاجل مضر ہے یا نہیں؟ (۱) جمہور علماء فرماتے ہیں کہ عقد کے وقت نہ اس کا وجود ضروری ہے اور نہ بیچ میں انقطاع مضر ہے البتہ حلول اجل کے وقت اس کا ہونا ضروری ہے، (۲) امام ابو حنیفہ، سفیان ثوری، اوزاعی ارشاد فرماتے ہیں کہ جس وقت عقدِ سلم ہو رہا ہو اس وقت مسلم فیہ کا بازار میں ہونا ضروری ہے چاہے مسلم الیہ کے پاس ہو اور چاہے نہ ہو، اسی طرح بیچ میں اس کا انقطاع مضر ہے، سلم کے وقت سے لیکر اجل کے وقت تک وجود کا تسلسل ہونا چاہئے تب جاکر یہ معاملہ صحیح ہوگا۔

امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے کس کی تائید فرمائی ہے؟ ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری نے اپنے ترجمہ سے ان لوگوں کی تائید فرمائی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ مسلم الیہ کے پاس اصل کا ہونا ضروری نہیں ہے، لیکن یہ مسئلہ میری معلومات میں اختلافی نہیں ہے اس واسطے یہ کہا جائے گا کہ امام بخاری یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ عقدِ سلم کے وقت مسلم الیہ کے پاس مسلم فیہ کا موجود ہونا ضروری نہیں اور ویسے بھی موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس باب میں دو قسم کی روایتیں ذکر کی ہیں ایک عبد اللہ بن ابی اوفیؓ کی اور دوسری ابن عباسؓ کی، عبد اللہ بن ابی اوفیؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم الیہ کے پاس مسلم فیہ کا عقدِ سلم کے وقت ہونا ضروری نہیں، اس مسئلہ میں جیسا کہ میں نے بتلایا کہ میرے علم میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

رہی یہ بات کہ آیا فی نفسہ عقدِ سلم کے وقت مسلم فیہ کا وجود ضروری ہے یا نہیں؟ عبد اللہ بن ابی اوفیؓ کی روایت اس سے ساکت معلوم ہوتی ہے، دوسرے ابن عباسؓ کی روایت ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے ابو البختری طائی نے سلم فی النخل المُعَیَّن کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے اس کے جواب میں نہی عن بیع النخل قبل بدو الصلاح والی روایت ذکر فرمادی، یہ روایت بظاہر ترجمہ سے جوڑ نہیں کھاتی ہے جیسا کہ علامہ ابن بطال وغیرہ کی رائے ہے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ کی روایت کاتب نے اس جگہ غلطی سے نقل کر دی

Maktaba Tul Ishaat.com



ہے، اگلے باب سے اس کا تعلق تھا اٹھا کر اس جگہ درج کر دیا۔

مگر علامہ ابن منیر فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے ترجمہ ابن عباسؓ کی روایت کے مفہوم سے ثابت کیا ہے، حاصل اس کا یہ ہے کہ سائل نے ابن عباسؓ سے جب یہ پوچھا کہ نخل معین میں بیع سلم کی جاسکتی ہے؟ تو انہوں نے اس پر نہی عن بیع النخل قبل بدو الصلاح والی روایت ذکر فرمادی، گویا یہ بتلادیا کہ نخل معین میں بیع سلم؛ بیع قبل بدو الصلاح کے باب میں داخل ہے، تو اس کا مفہوم یہ نکلا کہ اگر غیر معین نخل میں بیع سلم کی جاتی ہے تو یہ بیع قبل بدو الصلاح کے باب میں داخل نہیں ہے، یہاں غرر کا احتمال نہیں ہے لہذا یہ بیع صحیح ہو جائے گی، خلاصہ یہ نکلا کہ امام بخاری جمہورِ علماء کی تائید فرماتے ہیں۔

لیکن عجیب بات ہے کہ امام بخاری بقول ابن منیر ابن عباسؓ کی روایت سے یہ ثابت فرمارہے ہیں کہ جس کے پاس اصل یعنی مسلم فیہ موجود نہ ہو اس سے بیع سلم کی جاسکتی ہے، مگر ہمارے فقہاء صاحبِ ہدایہ وغیرہ نے اسی روایت سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ عقدِ سلم کے وقت مسلم فیہ کا موجود ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ جب حضرت ابن عباسؓ سے یہ پوچھا گیا کہ کیا نخل میں بیع سلم کی جاسکتی ہے؟ تو انہوں نے اس کے جواب میں حضور اکرم ﷺ کی حدیث نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يُؤْكَلَ مِنْهُ وَحَتَّى يُوزَنَ پیش کر دی، اس سے معلوم ہوا کہ بیع قبل بدو الصلاح ممنوع ہے اور اس بیع کے عموم میں بیع سلم بھی داخل ہے، تو معلوم ہوا کہ بیع سلم قبل بدو الصلاح یعنی پھل کے وجود سے پہلے پھل کے اندر نہیں کی جاسکتی ہے۔

جب اس روایت میں یہ بھی احتمال پیدا ہو گیا تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری نے ترجمہ مجمل رکھ کر دو متعارض روایتیں پیش کر دیں، ایک روایت ابن ابی اوفیؓ کی جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلم فیہ کا موجود ہونا ضروری نہیں اور دوسری ابن عباسؓ کی روایت جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلم فیہ کا موجود ہونا ضروری ہے۔

اب اس ترجمہ میں تین احتمال ہیں، (۱) امام بخاری نے اپنی طرف سے کوئی فیصلہ کرنے کے بجائے مجتہد کے حوالے کر دیا کہ وہ خود فیصلہ کرلے، (۲) اور بہت ممکن ہے کہ امام بخاری نے حنفیہ کی تائید کی ہو اس واسطے کہ ابن ابی اوفیؓ کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلم الیہ کے پاس مسلم فیہ کا ہونا ضروری نہیں باقی اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ فی نفسہ مسلم فیہ کا وجود عند السلم ضروری ہے یا نہیں؟ اور ابن عباسؓ کی روایت سے یہ معلوم

Maktaba Tul Ishaat.com



ہو گیا کہ مسلم فیہ کا عند السلم ہونا ضروری ہے کیوں کہ اگر مسلم فیہ موجود نہ ہو تو یہ بیع قبل بدو الصلاح میں داخل ہے، (۳) اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام بخاری نے جمہور علماء کی تائید کی ہو اور ابن ابی اوفیؓ کی روایت سے یہ ثابت فرمایا ہو کہ مسلم فیہ کا عند السلم ہونا ضروری نہیں ہے۔

**كُنَّا نُسْلِفُ نَبِيطَ أَهْلِ الشَّامِ:** نبیط اور بعض روایات میں أنباط ہے، یہ عرب کی ایک قوم تھی جو عجم اور روم میں داخل ہوئی تو ان کے انساب مختلط ہو گئے ان کی زبانیں بھی خالص عربی نہ رہیں، وہ لوگ عام طور سے کھیتی کا کام کرتے تھے غلہ وغیرہ فروخت کرتے تھے، اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ نبیط کو انباط اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ انباط الماء کی معرفت رکھتے تھے یعنی پانی نکالنے کی مہارت رکھتے ہیں چونکہ کثرت سے وہ لوگ کھیتی وغیرہ کا کام کرتے تھے اس لئے انہیں انباط اور نبیط کہتے ہیں۔

**وَالزَّبِيبِ:** اسی طرح بعض نسخوں میں ہے اور بعض نسخوں میں ہے الزَّيتِ، یہی حافظ ابن حجر نے اپنی شرح میں لیا ہے۔

**حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِي حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي مُجَالِدٍ بِهٰذَا:** مطلب مصنف کا یہ ہے کہ خالد بن عبد اللہ نے یہ روایت شیبانی سے نقل کی ہے اور انہوں نے زیت کا ذکر نہیں کیا اور عبد الواحد نے زیت کا ذکر کیا ہے۔

**حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ وَقَالَ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ:** مصنف نے یہ بتلا دیا کہ جس طرح عبد الواحد؛ شیبانی سے اس روایت میں زیت کا ذکر کرتے ہیں ایسے ہی عبد اللہ بن ولید؛ سفیان ثوری سے نقل کرتے ہیں اور وہ شیبانی سے یہ روایت نقل کرتے ہیں اور وہ زیت کا تذکرہ کرتے ہیں، لہٰذا زیت کا تذکرہ کرنے میں عبد الواحد منفرد نہیں بلکہ سفیان ثوری ان کے متابع موجود ہیں۔

**فَقَالَ الرَّجُلُ وَأَيُّ شَيْءٍ يُوزَنُ:** جب حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے بیع نخل قبل الاکل اور قبل الوزن سے منع کیا ہے تو فوراً اس پر سوال پیدا ہوا کہ آیا نخیل کے پھل جب تک نخیل پر لگے ہوئے ہیں اس وقت تک ان کے وزن کرنے کا کیا مطلب ہے؟ کیسے وزن کیا جائے گا؟

**قَالَ رَجُلٌ إِلَى جَانِبِهِ حَتّٰى يُحْرَزَ:** ایک آدمی سائل کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا اس نے اس کو مطلب

Maktaba Tul Ishaat.com



بتلایا کہ یہاں وزن سے مراد حرز، تخمین اور خرص ہے، اندازہ لگانا ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ نہ سائل کا نام معلوم ہوسکا اور نہ تفسیر کرنے والے کا نام معلوم ہوسکا، البتہ علامہ کرمانی فرماتے ہیں کہ سائل ابوالبختری طائی ہیں۔

قَالَ أَبُو الْبَخْتَرِيِّ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم مِثْلَهُ: حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت بظاہر ترجمہ کے مطابق نہیں تھی اس کے متعلق کلام ابھی تم لوگ سن چکے ہو۔

## (ص ۲۹۹) بَابُ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ

۲۲۴۷. حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ، فَقَالَ: نُهِيَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَصْلُحَ وَعَنْ بَيْعِ الْوَرِقِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ.

۲۲۴۸. وَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يُؤْكَلَ مِنْهُ أَوْ يَأْكُلَ مِنْهُ وَحَتَّى يُوزَنَ.

۲۲۴۹. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ثَنَا غُنْدَرٌ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَصْلُحَ وَنَهَى عَنِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ.

۲۲۵۰. وَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَأْكُلَ أَوْ يُؤْكَلَ وَحَتَّى يُوزَنَ، قُلْتُ: وَمَا يُوزَنُ؟ قَالَ رَجُلٌ عِنْدَهُ: حَتَّى يُحْرَزَ.

**ترجمہ:** باب، کھجور کی بیع سلم کا بیان۔

تمام حدیثوں کا ترجمہ اوپر گزر چکا ہے

**تشریح:** امام بخاری یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ نخیل میں سلم جائز ہے، یہ بات تو بڑی مجمل سی ہے مقصد یہ ہے کہ ثمار نخیل میں جائز ہے لیکن یہاں بھی پھر وہی بات پیدا ہوتی ہے کہ آیا قبل بدو الصلاح یا بعد بدو الصلاح؟ یہ مسئلہ باب گزشتہ میں نمٹ چکا ہے اس لئے ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری اس ترجمۃ الباب سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ نخیل معین میں اگر بیع سلم کی جاتی ہے بدو صلاح کے بعد تو یہ جائز ہے، اس لئے کہ حضرت ابن عباسؓ سے جب یہ پوچھا گیا کہ نخیل معین میں بیع سلم کی جاسکتی ہے؟ تو انہوں نے نہی عن بیع قبل بدو الصلاح والی روایت پیش کردی اور یہ بتلادیا کہ نخل معین میں بیع سلم کرنا بیع قبل بدو الصلاح کے حکم میں داخل ہے اور بیع قبل بدو الصلاح ممنوع

Maktaba Tul Ishaat.com



ہے اس لئے کہ اس میں غرر کا اندیشہ ہوتا ہے، اور یہی صورتِ حال بعینہ نخل معین میں بیع سلم کرنے میں ہے لہذا اس سے معلوم ہو گیا کہ اگر غرر کا اندیشہ نہ رہے تو پھر بیع سلم کی جاسکتی ہے، اور اس کی شکل یہ ہے کہ نخل معین میں پھل آچکے ہوں اور بدو صلاح ہو چکا ہو، اب بدو صلاح کے بعد غرر کا اندیشہ نہیں رہتا ہے لہذا اس میں بیع کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، شراح شافعیہ روایت الباب کو سلم حال پر محمول کرتے ہیں لیکن جمہور کے یہاں سلم کے لئے مؤجل ہونا ضروری ہے سلم حال ان کے یہاں جائز نہیں۔

## (ص ۳۰۰) بَابُ الْكَفِيلِ فِي السَّلَمِ

**۲۲۵۱. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ ثَنَا يَعْلَى ثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اشْتَرَى رَسُولُ اللهِ ﷺ طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ بِنَسِيئَةٍ وَرَهَنَهُ دِرْعًا لَهُ مِنْ حَدِيدٍ.**

**ترجمہ:** باب، بیع سلم میں کفیل لینے کا بیان۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ عقدِ سلم میں کفیل لیا جاسکتا ہے، سلم کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مشتری دام پیشگی دیتا ہے اور بائع مبیع کو ایک وقت معین پر مشتری کے حوالہ کرتا ہے، مثلاً ایک آدمی کو کسی شخص سے دس من گیہوں خریدنے ہیں وہ اس کو اس کے دام مثلاً دو سو روپے ابھی دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ ٹھیک ایک ماہ بعد میں آپ سے دس من گیہوں لوں گا، لیکن بعض وقت مشتری کو یہ خوف ہوتا ہے کہ کہیں بائع میرا دام لیکر چلا نہ جائے اور میرے یہ روپے ضائع نہ ہو جائیں تو اب وہ مسلم الیہ سے یہ کہتا ہے کہ آپ کوئی اپنی طرف سے کفیل پیش کیجئے جو اس بات کی ذمہ داری لے کہ آپ مسلم فیہ دیں گے اور میرے روپے ضائع نہیں ہوں گے، امام بخاری فرماتے ہیں کہ عقدِ سلم میں مشتری مسلم الیہ سے کفیل لے سکتا ہے، یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔

جمہور علماء جواز کے قائل ہیں البتہ حضرت حسن بصری، اوزاعی اور امام احمد ایک روایت میں اس کے عدم جواز کے قائل ہیں، امام بخاری نے جمہور علماء کی تائید فرمائی ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی سے غلہ خریدا تھا ادھار اور داموں کے بدلے میں آپ نے اپنی زرہ اس کے پاس رہن رکھی تھی، اور رہن کس لئے رکھا تھا؟ وثیقہ کے لئے اعتماد کے لئے، اور کفیل بھی وثیقہ اور اعتماد کے لئے لیا جاتا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**اشْتَرَى رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ بِنَسِيئَةٍ:** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس صاع جو ایک یہودی سے جس کا نام ابوالشحم تھا وفات سے پیشتر خریدا تھا اور چونکہ فی الوقت حضرت والا دام ادا نہیں کر سکتے تھے اس لئے زرہ مبارک اس کے پاس رہن رکھ دی تھی۔

## (ص ۳۰۰) بَابُ الرَّهْنِ فِي السَّلَمِ

**۲۲۵۲ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَفِ فَقَالَ: حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ وَارْتَهَنَ مِنْهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ.**

**ترجمہ:** باب، بیع سلم میں رہن رکھنے کا بیان۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ جیسے مشتری مسلم الیہ سے سلم میں کفیل لے سکتا ہے ایسے ہی اس سے رہن بھی لے سکتا ہے، اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے، (۱) جمہور علماء فرماتے ہیں کہ مشتری نے جب پیسے ادا کردیئے تو اب وہ مسلم الیہ سے یہ کہہ سکتا ہے کہ آپ میرے پاس کوئی چیز رہن رکھ دیں، جب آپ مسلم فیہ ادا کردیں گے میں آپ کی شیٔ مرہون واپس کردوں گا، (۲) سعید بن جبیر، حسن بصری، اوزاعی اور امام احمد بن حنبل ایک روایت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ سلم میں رہن لینا جائز نہیں ہے، امام بخاری نے جمہور علماء کی تائید فرمائی ہے اور فریق ثانی پر رد کیا ہے اور دلیل میں وہی حضرت عائشہؓ والی روایتِ بالا پیش کی ہے۔

استدلال یوں کیا ہے کہ ابراہیم نخعی کے سامنے رہن فی السلف کا تذکرہ ہوا اور یہی روایت کتاب البیوع میں گزری ہے وہاں رہن فی السلف کے بجائے رہن فی السلم کا لفظ گزرا تھا جیسا کہ میں خود وہاں تنبیہ کر آیا ہوں تو ابراہیم نخعی نے اس کے جواب میں حضرت عائشہؓ کی روایتِ بالا پیش فرمائی، معلوم ہوا کہ جیسے ادھار کے بدلے میں رہن لیا جاسکتا ہے ایسے ہی عقدِ سلم میں مشتری مسلم الیہ سے رہن لے سکتا ہے، کیوں کہ اس کے یہ پیسے گویا ایک طرح کا ادھار ہے جو مسلم الیہ کو دیا جارہا ہے، اب اس کو یہ کیا معلوم کہ مسلم الیہ اس کے یہ پیسے ادا کرے گا یا مار کر بیٹھ جائے گا؟ لہٰذا وہ بعض وقت خطرے کی وجہ سے یہ کہتا ہے کہ صاحب! آپ اپنا کوئی سامان ہمارے ان

Maktaba Tul Ishaat.com



پیسوں کے بدلے میں رہن رکھ دیجئے جب آپ مسلم فیہ ہمارے حوالے کر دیں گے تو ہم آپ کو آپ کا سامان اور شیٔ مرہون واپس کر دیں گے۔

حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ: سلف کہتے ہیں ادھار کو اور یہ روایت کتاب البیوع ص ۲۷۷ پر گزری ہے اس کے الفاظ ہیں تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ، وہاں سارے شراح حافظ ابن حجر، علامہ عینی اور علامہ قسطلانی وغیرہ حضرات نے یوں کہہ دیا کہ سلم سے مراد سلم عرفی یعنی بیع العین بالدین نہیں ہے بلکہ سلم لغوی یعنی بیع الدین بالعین ہے، میں نے یہ کہا تھا کہ امام بخاری نے سلم سے مراد سلم عرفی لی ہے اور کتاب السلم کے اس باب کا حوالہ دیا تھا، دیکھو امام بخاری نے یہاں پر رہن فی السلف کا لفظ ذکر کیا اور ترجمہ منعقد کیا ہے رہن فی السلم کا اور یہ باب لا رہے ہیں ابواب سلم میں، معلوم ہوا کہ امام بخاری نے اس سے سلم عرفی یعنی بیع الدین بالعین مراد لی ہے، اور بیع سلم کو جیسے سلم کہا جاتا ہے ایسے ہی اس کا دوسرا نام بیع سلف بھی ہے۔

امام بخاری بھی عجیب ہیں کہ جو لفظ صراحتاً ترجمہ کے مطابق تھا اس کو تو کتاب البیوع میں ذکر فرما دیا اور اس پر ترجمہ بَابُ شِرَاءِ النَّبِيِّ ﷺ بِالنَّسِيئَةِ منعقد کر دیا اور جو لفظ محتمل تھا اس کو اٹھا کر حضرت امام نے کتاب السلم میں ذکر فرما دیا گویا یہ بتلا دیا کہ یہاں سلف سے مراد سلم ہے۔

## (ص ۳۰۰) بَابُ السَّلَمِ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ

وبه قال ابن عباس وأبو سعيد والأسود والحسن. وقال ابن عمر: لا بأس بالطعام الموصوف بسعر معلوم إلى أجل معلوم ما لم يك ذلك في زرع لم يبد صلاحه.

۲۲۵۳. حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ ثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يُسْلِفُونَ فِي الثِّمَارِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ فَقَالَ: أَسْلِفُوا فِي الثِّمَارِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ.

وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْوَلِيدِ ثَنَا سُفْيَانُ ثَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ وَقَالَ: فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ.

۲۲۵۴ و ۲۲۵۵. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَنَا عَبْدُ اللهِ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ قَالَ: أَرْسَلَنِي أَبُو بُرْدَةَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى وَعَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى فَسَأَلْتُهُمَا

Maktaba Tul Ishaat.com



عَنِ السَّلَفِ فَقَالَا: كُنَّا نُصِيبُ الْمَغَانِمَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَكَانَ يَأْتِينَا أَنْبَاطٌ مِنْ أَنْبَاطِ الشَّامِ فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّيْتِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى، قَالَ: قُلْتُ: أَكَانَ لَهُمْ زَرْعٌ أَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ زَرْعٌ؟ قَالَا: مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذَلِكَ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ بیع سلم متعینہ میعاد تک ہونی چاہئے، حضرت ابن عباسؓ، ابو سعیدؓ، اسودؒ اور حسنؒ نے بھی یہی فرمایا ہے، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جس غلہ کا وصف بیان کر دیا گیا ہو ان کو معین قیمت پر، معین مدت تک کے لئے خریدنے میں کوئی مضائقہ نہیں البتہ وہ ایسی کھیتی میں نہ ہو جو آفت سے محفوظ نہ ہوئی ہو۔

**تشریح:** شافعیہ فرماتے ہیں کہ سلم کی دو قسمیں ہیں سلم حال اور سلم مؤجل، سلم حال یہ ہے کہ مسلم الیہ سے فی الفور مسلم فیہ کا مطالبہ ہو، اور سلم مؤجل یہ ہے کہ اس کی ایک مدت مقرر ہو۔

جمہور علماء سلم حال کے قائل نہیں، وہ یہ فرماتے ہیں کہ سلم کی ضرورت پیش آتی ہے اس وقت جب کہ مسلم فیہ فی الوقت مل نہ رہا ہو، اور جب فی الوقت چیز موجود ہے تو پھر سلم کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر تو سیدھا سیدھا بیع کا معاملہ کیا جائے گا۔

پھر جمہور جو سلم مؤجل کے قائل ہیں اور اسی طرح امام شافعی یہ سب حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ اجل کا معلوم ہونا ضروری ہے۔

کم سے کم کتنی مدت مقرر کی جاسکتی ہے؟ (۱) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ایک ماہ یا اس کے قریب، (۲) مالکیہ فرماتے ہیں کہ کم از کم نصف ماہ ہونی چاہئے، حنفیہ کے اقوال اس میں مختلف ہیں، ایک امام احمد کی طرح ہے، (۳) دوسرا قول یہ ہے کہ کم از کم تین دن ہونا چاہئے، (۴) تیسرا قول یہ ہے کہ نصف یوم سے زائد ہونا چاہئے، امام بخاری نے سلم إلی أجل معلوم کا ترجمہ منعقد فرما کر جمہور علماء کی تائید کی ہے اور یہ بتلایا ہے کہ سلم مؤجل ہوگی، اس لئے کہ امام نے سلم معجل کی نہ کوئی صورت ذکر فرمائی اور نہ کوئی ترجمہ منعقد فرمایا۔

**وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَا بَأْسَ فِي الطَّعَامِ الْمَوْصُوفِ بِسِعْرٍ مَعْلُومٍ:** ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر غلہ موصوفہ ہو اور اس کا بھاؤ بھی معلوم ہو اور اجل بھی معلوم ہو تو اس طرح کے معاملہ میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ کسی ایسی کھیتی کے متعلق یہ معاملہ نہ ہو جس کا صلاح ظاہر نہیں ہوا اس لئے کہ اس میں غرر کا اندیشہ ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۰۰) بَابُ السَّلَمِ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانُوا يَتَبَايَعُونَ الْجَزُورَ إِلَى حَبَلِ الْحَبَلَةِ فَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ. فَسَّرَهُ نَافِعٌ أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ مَا فِي بَطْنِهَا.

**ترجمہ:** باب، بیع سلم میں اونٹنی کے بچہ جننے کو میعاد بنانے کا بیان۔

**تشریح:** اگر بیع سلم کی مدت ایسی مقرر کر دی جائے جس میں تقدم و تاخر ہوتا ہے تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ امام بخاری نے اس کے ذیل میں حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ذکر کی ہے کَانُوا یَتَبَایَعُونَ الْجَزُورَ إِلَى حَبَلِ الْحَبَلَةِ فَنَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَنْهُ حضور اکرم ﷺ نے اس بیع سے منع فرمایا جس میں حبل الحبلہ کو غایت قرار دیا جاتا تھا، اور یہ ممانعت حضور کی اس لئے ہے کہ اس میں غرر ہوتا ہے، نیز اس اجل میں تقدم و تاخر ہوتا رہتا ہے، ہو سکتا ہے کہ بین المتبایعین منازعت ہو جائے لہذا امام بخاری نے اس سے اخذ فرمالیا کہ سلم میں ایسی اجل مقرر نہیں کرنی چاہئے جس میں تقدم و تاخر ہوتا رہتا ہے، یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے، جمہور علماء اسی بات کے قائل ہیں، البتہ امام مالک اور امام احمد ایک روایت میں فرماتے ہیں کہ اس طرح سلم کی اجل مقرر کی جاسکتی ہے مثلاً یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہم تم سے غلہ اس وقت لیں گے جب گیہوں کٹنے لگیں، یہ اختلاف ان تمام آجال میں چلے گا جس میں تقدم و تاخر ہوتا رہتا ہے۔

**کَانُوا یَتَبَایَعُونَ الْجَزُورَ إِلَى حَبَلِ الْحَبَلَةِ فَنَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَنْهُ:** حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ لوگ آپس میں اونٹ کی بیع کرتے تھے اور اس کی غایت حبل الحبلہ قرار دیتے تھے، حضور اکرم ﷺ نے اس سے منع کیا ہے، نافع نے اس کی تفسیر یہ کی کہ حبل الحبلۃ سے مراد یہ ہے کہ ناقہ کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ پیدا ہو جائے۔

---

## کتاب السلم پورا ہوا

Maktaba Tul Ishaat.com



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# (ص ۳۰۰) كِتَابُ الشُّفْعَةِ

## (ص ۳۰۰) بَابُ الشُّفْعَةُ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ فَلَا شُفْعَةَ

٢٢٥٤. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: قَضَى النَّبِيُّ ﷺ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ حق شفعہ اس مال میں ہوتا ہے جو تقسیم نہ ہوا ہو اور جب حد بندی ہو جائے تو پھر شفعہ نہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر اس چیز میں شفعہ کا فیصلہ فرمایا جو تقسیم نہ ہوئی ہو اور جب حدود قائم ہو جائیں اور راستے الگ الگ ہو جائیں تو پھر شفعہ نہیں۔

**تشریح:** بعض نسخوں میں یہاں پر عنوان بسم اللہ الرحمن الرحیم، کتاب الشفعۃ ہے۔

شفعہ شفع سے ماخوذ ہے جس کے معنی لغت میں ضم اور ملا دینے کے ہیں اور اصطلاح میں شفعہ کہتے ہیں تملک البقعۃ جبرًا علی المشتری بما قام علیہ یعنی بقعہ کا ان داموں کے بدلہ میں جس سے مشتری نے خریدا ہے جبرًا مالک ہو جانا، مثلًا ایک مکان ہے اس کو ایک آدمی دس ہزار میں خرید تا ہے، اور دوسرا شخص حق شفعہ رکھتا ہے وہ مقدمہ دائر کر کے بغیر بائع اور مشتری کی رضا کے دس ہزار میں وہ مکان لے لیتا ہے۔

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ شفعہ جائز ہے یا نہیں؟ جمہور امت جس میں ائمۂ اربعہ اور تمام اسلاف واخلاف ہیں جواز کے قائل ہیں، لیکن ابو بکر بن کیسان الاصم نے اس کا انکار کیا ہے اور غالبًا انہوں نے یہ علت سامنے رکھی ہے کہ بیع میں تجارت عن تراضٍ ہونی چاہئے اور یہاں تراضی ہوتی نہیں ہے لہذا یہ بیع جائز نہیں ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



جمہور علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ شفعہ اس قانون سے مستثنیٰ ہے اور دلیل اس کی احادیث نبویہ ہیں۔

پھر اس مسئلہ میں تو اتفاق ہے کہ شفعہ غیر منقولات یعنی زمینوں میں جائز ہے لیکن آیا منقولات میں شفعہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، (۱) حضرات ائمۂ اربعہ فرماتے ہیں کہ زمین کے تابع ہو کر تو شفعہ ہو سکتا ہے بالاستقلال نہیں، لہٰذا مکان میں شفعہ زمین کے تابع کیا جاسکتا ہے یعنی بناء اور تعمیر میں، اور اشجار میں شفعہ زمین کے تابع کر کے کیا جاسکتا ہے، (۲) عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ ہر چیز میں شفعہ دائر کیا جاسکتا ہے چاہے وہ عمارت ہو یا اشجار وغیرہ ہوں، یہی امام مالک کی ایک روایت ہے، (۳) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ منقولات میں صرف حیوانات میں عقدِ شفعہ کیا جاسکتا ہے اور کسی چیز میں نہیں۔

امام بخاری فرماتے ہیں بَابُ الشُّفْعَةِ فِيمَا لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ فَلَا شُفْعَةَ، شفعہ شیٔ غیر منقسم یعنی مشترک چیز میں ہے اور جب حدود واقع ہو جائیں تو اب شفعہ نہیں رہتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ شریک کیلئے حق شفعہ دائر کرنا جائز ہے اور وہ شفعہ دائر کر کے لے سکتا ہے بلکہ یوں کہئے کہ شفعۃ الشریک میں سب کا اتفاق ہے۔

کیا جار کو بھی حق شفعہ ہے؟ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آیا جار کو بھی حق شفعہ دائر کرنے کا اختیار ہے یا نہیں؟ حضرات ائمۂ ثلاثہ شفعۃ الجار کا انکار کرتے ہیں، امام ابو حنیفہ اور ان کے موافقین شفعۃ الجوار کے قائل ہیں، منکرین نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ انصاری کی حدیث قَضَى رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ سے استدلال کیا ہے، یعنی یہ کہ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے شفعہ کا فیصلہ ایسے مال میں کیا ہے جو غیر منقسم ہو اور جب حدود واقع ہو جائیں راستے بدل جائیں تو پھر حق شفعہ نہیں رہتا ہے۔

جو حضرات شفعۂ جوار کے جواز کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو رافعؓ حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد نقل کرتے ہیں سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُولُ الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ جار اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ حقدار ہوتا ہے، امام خطابی اور امام بغوی فرماتے ہیں کہ اس روایت سے شفعۂ جوار پر استدلال کرنا صحیح نہیں اس واسطے کہ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ مستحق ہے کہ اس کا خیال رکھا جائے اس کی رعایت کی جائے اس پر صدقہ کیا جائے۔

لیکن یہ توجیہ صحیح نہیں اس لئے کہ حضرت ابو رافعؓ ہی کی اسی روایت کے بعض طرق میں أَحَقُّ بِسَقَبِهِ کے

Maktaba Tul Ishaat.com



بجائے أَحَقُّ بِشفعته وارد ہوا ہے كذا رواه إسحاق بن راهويه في مسنده، امام شافعی کی کتاب اختلاف الحدیث کے نسخ میں اختلاف ہے بعض نسخوں میں أَحَقُّ بِسَقَبِهِ ہے اور بعض میں أَحَقُّ بشفعته ہے یہ دوسرا نسخہ خطابی وغیرہ کی تردید کرتا ہے، امام شافعی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اصل میں اس حدیث پاک میں جار سے مراد جارِ ملاصق نہیں ہے بلکہ اس سے شریک مراد ہے، امام شافعی فقیہ مجتہد ہیں انہوں نے خطابی سے نہایت اونچا جواب دیا خطابی کا جواب تو ٹوٹ گیا اس لئے کہ لفظ حدیث جیسے أَحَقُّ بِسَقَبِهِ ہے جو محتمل ہے ایسے ہی أَحَقُّ بشفعته بھی ہے جس میں کوئی احتمال نہیں، مگر امام شافعی نے صاف یہ کہہ دیا کہ جار سے مراد شریک ہے تو اب مطلب یہ نکلا کہ جار یعنی شریک اپنے شفعہ کا زیادہ حقدار ہے۔

لیکن حنفیہ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ أحق افعل التفضیل کا صیغہ ہے اور افعل التفضیل کا قاعدہ یہ ہے کہ مفضل اور مفضل علیہ نفسِ فضیلت میں شریک ہوتے ہیں، تو جب شریک شفعہ کا زیادہ حقدار ہے تو کوئی ایسا بھی شفیع ہونا چاہئے جو اس سے کم حقدار ہو، اب وہ کم حقدار کون ہے؟ وہ جار ہی ہو سکتا ہے، اب اگر آپ نے جار سے مراد شریک لے لیا تو اس صورت میں وہ کون شخص ہے جو شریک کے بعد حق شفعہ رکھتا ہے؟

جیسا کہ لفظِ أحق اس پر دلالت کرتا ہے شافعیہ بعینہ یہی اعتراض احناف پر بھی کر سکتے ہیں کہ صاحب! اگر ہم جار سے پڑوسی مراد لے لیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نکلے گا کہ جار الدار شفعہ کا زیادہ حقدار ہے حالانکہ یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ شریک مقدم ہے جار پر، احناف کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر یہ کہا گیا ہے الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ أي بقربه، مطلب یہ ہے کہ وہ پڑوسی جو قریب ہو وہ اپنے قرب کی وجہ سے اس پڑوسی سے جو بعید ہو شفعہ کے مسئلہ میں زیادہ حقدار ہے، مزید بات یہ ہے کہ امام شافعی ابو رافعؓ کی حدیث کی تاویل کر رہے ہیں اور ابو رافعؓ کی حدیث کا مکمل قصہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہاں مسئلہ ہی جوار کا تھا۔

ابن بطال وغیرہ نے ابو رافعؓ کی حدیث کے متعلق یہ کہہ دیا کہ ابو رافعؓ حضرت سعدؓ کے بیتین میں شریک تھے، لیکن علامہ ابن منیر فرماتے ہیں کہ ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابو رافعؓ حضرت سعدؓ کے گھر میں یوں شریک نہیں تھے جیسے دو شریک دو بھائی ہوتے ہیں کہ بالکل ہر ہر جزء میں اشتراک ہو بلکہ اس کی شکل یہ تھی کہ مکان حضرت سعدؓ کا تھا اور دو کوٹھریاں الگ مستقل حضرت ابو رافعؓ کی تھیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جار

Maktaba Tul Ishaat.com


تھے، اس سے بھی زیادہ واضح بات یہ ہے کہ عمر بن ابی شبّہ نے تاریخ مدینہ میں یہ نقل کیا ہے کہ حضرت سعدؓ نے دو مکان بلاط میں خریدے تھے اور دونوں آمنے سامنے تھے اور دونوں میں دس گز کا فاصلہ تھا، جو مسجد کے دائیں طرف تھا وہ ابورافعؓ کا تھا اس کو حضرت سعدؓ نے ابورافعؓ سے خریدا تھا، پھر اس کے بعد عمر بن شبّہ نے تاریخ مدینہ میں یہی ابورافعؓ والی مکمل روایت جو بخاری میں آگے تم پڑھو گے پیش کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابورافعؓ حضرت سعدؓ کے جار تھے اور انہوں نے اس سلسلہ میں یہ حدیث اَلْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهٖ پیش کی تھی، معلوم ہوا کہ حضرت ابورافعؓ حدیث کو شفعۂ جوار پر محمول کر رہے ہیں۔

اس سے بھی واضح دلیل یہ ہے کہ امام نسائی، ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ اور بزار نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے کہا یَا رَسُولَ اللّٰہِ أَرْضِي لَيْسَ لِأَحَدٍ فِيهَا شِرْكَةٌ وَلَا قِسْمَةٌ إِلَّا الْجِوَارَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَلْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهٖ یارسول اللہ! میری زمین میں کسی کی کوئی شرکت نہیں اور نہ کسی کا حصہ ہے مگر ایک آدمی مجاور ہے میرا پڑوسی ہے آپ نے فرمایا اَلْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهٖ جار اپنے سقب اور قرب کی وجہ سے زیادہ حقدار ہے۔

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ حضرت جابرؓ کی حدیث میں صاف وارد ہوا ہے فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ جب حدود واقع ہو جائیں اور تقسیم ہو جائیں تو اب شفعہ کا کوئی حق باقی نہیں رہتا ہے اس کا کیا جواب ہوگا؟ احناف کی طرف سے اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اس زیادتی میں محدثین کا اختلاف ہے کہ یہ مرفوع ہے یا موقوف؟ امام احمد، امام بخاری اور ابو محمد بن حزم ظاہری کہتے ہیں کہ یہ مرفوع ہے، لیکن ابن ابی حاتم نے اپنے والد حافظ ابوحاتم محمد بن ادریس الرازی الحنظلی سے نقل کیا ہے کہ یہ موقوف ہے۔

مگر یہ جواب میرے نزدیک ضعیف ہے اس لئے کہ اوّل اس کے رفع اور وقف میں اختلاف ہے، اکثر علماء اس کو مرفوع مانتے ہیں اور اگر بالفرض یہ موقوف بھی ہو تو موقوف حضرات احناف کے یہاں حجت ہے لہٰذا حضرت جابرؓ کا یہ قول حجت ہونا چاہئے، اس کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ یہ موقوف روایت حجت ہو سکتی تھی مگر روایتِ مرفوعہ اَلْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهٖ، اَلْجَارُ أَحَقُّ بِشُفْعَتِهٖ، جار الدار أحق بالدار کے خلاف ہے اس لئے ہم نے اس روایتِ مرفوعہ کی وجہ سے اس قول موقوف کو چھوڑ دیا ہے۔

اور بعض علماء نے اس کی توجیہ و تاویل یہ کی ہے کہ فَلَا شُفْعَةَ کا مطلب یہ ہے لم يبق شفعة الشركة اب

Maktaba Tul Ishaat.com



شرکت کا شفعہ باقی نہیں رہا وضعف هذا التوجيه لايخفى على من له بصر في الحديث۔

اب میں انصاف کی بات کہتا ہوں کہ اصل بات یہ ہے کہ دونوں طرف دلائل موجود ہیں، حضرت جابرؓ کی حدیث ائمہ ثلاثہ کی کھلی ہوئی دلیل ہے اور حضرات احناف جن روایات سے استدلال کرتے ہیں وہ ان کی تائید کرتی ہیں لیکن اس کے باوجود ابو رافعؓ کی روایت میں احتمال ہے، ممکن ہے کہ ابو رافعؓ حضرت سعدؓ کے جار ہوں لیکن وہ شریک فی حق المبیع ہوں اور شفعہ کا حق جیسے شریک فی نفس المبیع کو ہوتا ہے ایسے ہی شریک فی حق المبیع کو بھی ہوتا ہے مثلاً دونوں کا راستہ ایک ہے دونوں کا پانی ایک ہے۔

## (ص ۳۰۰) بَابُ عَرْضِ الشُّفْعَةِ عَلَى صَاحِبِهَا قَبْلَ الْبَيْعِ

وَقَالَ الْحَكَمُ: إِذَا أَذِنَ لَهُ قَبْلَ الْبَيْعِ فَلاَ شُفْعَةَ لَهُ.

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: مَنْ بِيعَتْ شُفْعَتُهُ وَهُوَ شَاهِدٌ لاَ يُغَيِّرُهَا فَلاَ شُفْعَةَ لَهُ.

۲۲۵۵۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ قَالَ: وَقَفْتُ عَلَى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ فَجَاءَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى إِحْدَى مَنْكِبَيَّ إِذْ جَاءَ أَبُو رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا سَعْدُ ابْتَعْ مِنِّي بَيْتَيَّ فِي دَارِكَ، فَقَالَ سَعْدٌ: وَاللّٰهِ مَا أَبْتَاعُهُمَا، فَقَالَ الْمِسْوَرُ: وَاللّٰهِ لَتَبْتَاعَنَّهُمَا، فَقَالَ سَعْدٌ: وَاللّٰهِ لاَ أَزِيدُكَ عَلَى أَرْبَعَةِ آلاَفٍ مُنَجَّمَةٍ أَوْ مُقَطَّعَةٍ، قَالَ أَبُو رَافِعٍ: لَقَدْ أُعْطِيتُ بِهَا خَمْسَمِئَةِ دِينَارٍ، وَلَوْلاَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ مَا أَعْطَيْتُكَهَا بِأَرْبَعَةِ آلاَفٍ، وَإِنَّمَا أُعْطَى بِهَا خَمْسَ مِئَةِ دِينَارٍ فَأَعْطَاهَا إِيَّاهُ.

**ترجمہ:** باب، بیع سے قبل شفیع کے سامنے شفعہ کو پیش کرنے کا بیان، حضرت حکمؒ نے کہا کہ جب شفیع بیع سے قبل اجازت دے دے تو پھر اس کو شفعہ کا حق نہیں، شعبی نے کہا کہ جس کے شفعہ کو اس کے سامنے بیچا جائے اور وہ دیکھ رہا ہو اور پھر بھی اس معاملہ میں آڑے نہ آئے تو اس کے لئے شفعہ نہیں۔

روایت کا ترجمہ تشریح کے ذیل میں آرہا ہے

**تشریح:** امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے ایک مسئلہ بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی آدمی اگر اپنا مکان فروخت کرنا چاہتا ہو اور کسی شخص کو حق شفعہ پہنچتا ہو تو اس کو یہ چاہئے کہ اس شخص کے سامنے پہلے یہ پیش

Maktaba Tul Ishaat.com



کردے کہ مجھے اپنا یہ مکان فروخت کرنا ہے اگر آپ کو لینا ہے تو لے لیجئے، اب اگر اس نے فی الوقت وہ چیز نہیں خریدی اور بعد میں بائع نے اپنا مکان فروخت کر دیا تو کیا اب شفیع اجازت دینے کے بعد یا سکوت کے بعد شفعہ دائر کرنے کا حق رکھتا ہے یا نہیں؟

اس مسئلہ میں اختلاف ہے، (۱) سفیان ثوری، حکم بن عتیبہ، ابن منذر، ظاہریہ اور امام احمد بن حنبل ایک روایت میں فرماتے ہیں کہ جب اجازت دے دی تو اب اس کو شفعہ کا حق نہیں رہا، (۲) امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ شفعہ کا حق تو بیع کے بعد پہنچتا ہے، ہو سکتا ہے کہ پہلے اس کی رائے نہ رہی ہو لیکن جب بائع نے مکان فروخت کر دیا تو اس وقت اس کی رائے تبدیل ہو گئی اور چونکہ بیع کے بعد حقِ شفعہ حاصل ہوتا ہے لہذا وہ شفعہ دائر کر کے لے سکتا ہے، یہی امام احمد کی دوسری روایت ہے جس کو علامہ موفق نے ظاہر مذہب قرار دیا ہے، تو گویا ائمہ اربعہ کے یہاں اجازت دے دینے کے بعد بھی اگر بائع بیع کرے گا تو شفیع حقِ شفعہ دائر کر کے لے سکتا ہے۔

امام بخاری اس مسئلہ میں فریق اول کے ہم خیال معلوم ہوتے ہیں اسی واسطے انہوں نے ترجمہ منعقد کر کے یوں ارشاد فرمایا وَقَالَ الْحَكَمُ إِذَا أَذِنَ لَهُ قَبْلَ الْبَيْعِ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ اور فرماتے ہیں وَقَالَ الشَّعْبِيُّ مَنْ بِيعَتْ شُفْعَتُهُ وَهُوَ شَاهِدٌ لَا يُغَيِّرُهَا فَلَا شُفْعَةَ لَهُ اگر کوئی ایسا مکان فروخت ہو رہا ہو جس میں کسی شخص کو شفعہ دائر کرنے کا حق ہو اور وہ موجود ہو اور کوئی اعتراض نہ کرے تو حقِ شفعہ ساقط ہو گیا، یعنی جیسے اجازت دے دینے سے حقِ شفعہ ساقط ہو جاتا ہے ایسے ہی سکوت سے بھی حقِ شفعہ ساقط ہو جاتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ شعبی کے اثر سے یہ معلوم ہوا کہ شفیع کو فی الفور حقِ شفعہ دائر کرنا چاہئے اگر تاخیر کرے گا تو حقِ شفعہ باطل ہو جائے گا، اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جوں ہی شفیع کو علمِ بیع ہو اسی وقت اس کو حقِ شفعہ دائر کرنا چاہئے یا کچھ تاخیر کی گنجائش ہے؟

اس مسئلہ میں علماء کے تین قول ہیں، (۱) امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ فی الفور حقِ شفعہ دائر کرنا چاہئے الشُّفْعَةُ لِمَنْ وَاثَبَهَا اور الشُّفْعَةُ كَحَلِّ الْعِقَالِ اگر تاخیر کر دی تو باطل ہو گیا یہی امام احمد بن حنبل کا منصوص قول اور امام شافعی کا ایک قول ہے، (۲) امام شافعی کا دوسرا قول اور امام احمد بن حنبل کی روایت یہ ہے کہ شفعہ کے لئے فی الفور

Maktaba Tul Ishaat.com



دعویٰ دائر کرنا ضروری نہیں بلکہ وہ تراخی کے ساتھ دعویٰ کر سکتا ہے، (۳) امام مالک اسی کے قائل ہیں کہ فی الفور شفعہ دائر کرنا ضروری نہیں تراخی ہو سکتی ہے لیکن یہ فرماتے ہیں کہ اگر اتنی مدت گزر جائے جس سے اندازہ ہو جائے کہ شفیع نے شفعہ چھوڑ دیا تو اب اس کے بعد شفعہ دائر کرنے کا حق باقی نہیں رہتا ہے۔

**وَقَفْتُ عَلَى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ:** عمرو بن شرید کہتے ہیں کہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس کھڑا ہوا مسور بن مخرمہؓ آئے انہوں نے اپنا ہاتھ میرے ایک مونڈھے پر رکھ دیا اتنے میں ابو رافعؓ رسول اکرم ﷺ کے مولیٰ تشریف لائے کہنے لگے کہ اے سعد! مجھ سے میرے دونوں حجرے جو تمہارے مکان میں ہیں خرید لو، حضرت سعدؓ نے کہا کہ میں تو نہیں خریدوں گا، مسورؓ نے کہا کہ تمہیں خریدنا پڑے گا، حضرت سعدؓ نے کہا کہ میں چار ہزار سے زائد نہیں دوں گا وہ بھی بالاقساط، حضرت ابو رافعؓ نے فرمایا کہ مجھ کو پانچ سو دینار یعنی پانچ ہزار درہم مل رہے تھے مگر میں تمہیں چار ہزار ہی میں دینے پر راضی ہوں اور وہ بھی بالاقساط، اس لئے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ جار اپنے سقب اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ حقدار ہوتا ہے، چونکہ میں نے حضور کی یہ حدیث سن رکھی ہے اس واسطے میں پہلے تمہارے سامنے اپنے مکانوں کا معاملہ پیش کر رہا ہوں ورنہ میں تمہیں چار ہزار میں کبھی بھی نہ دیتا، مجھے تو اس کے بدلے میں پانچ سو دینار (پانچ ہزار درہم) مل رہے تھے اور پھر حضرت ابو رافعؓ نے وہ مکان دونوں حضرت سعدؓ کو دے دیئے۔

ایک بات غور سے سنو! امام بخاری نے اس روایت پر ترجمہ منعقد کیا ہے عَرْضِ الشُّفْعَةِ عَلَى صَاحِبِهَا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری بھی الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ میں سقب کو شفعہ ہی کے معنی میں لے رہے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جار شفعہ دائر کرنے کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔

ویسے اس روایت میں ایک عجیب و غریب اختلاف ہے کہ یہ مسانیدِ ابو رافعؓ میں سے ہے یا شرید بن سوید ثقفی کے مسانید میں سے؟ یہاں امام بخاری نے اسے مسانید ابو رافعؓ میں قرار دیا ہے لیکن یہی روایت کتاب الحِیَل میں آرہی ہے وہاں شرید بن سوید ثقفی سے نقل کیا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۰۰) بَابٌ أَيُّ الْجِوَارِ أَقْرَبُ

۲۲۵۶. حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنِي عَلِيٌّ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ قَالَ: سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَائِشَةَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ لِي جَارَيْنِ فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِي؟ قَالَ: أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ کون سا پڑوسی زیادہ قریبی ہے؟

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ میں نے کہا کہ یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں میں ان میں سے ہدیہ کس کو دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "ان میں سے جو دروازے کے لحاظ سے زیادہ قریب ہے اس کو دو"۔

**تشریح:** کونسا جوار زیادہ قریب کہلائے گا؟ چونکہ حدیث میں وارد ہوا ہے الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ جار اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ حقدار ہوتا ہے تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا قرب میں کس چیز کا اعتبار ہے؟ کونسا جار زیادہ قریب ہوتا ہے؟ امام بخاری نے اس کی دلیل میں حضرت عائشہؓ کی حدیث پیش کی ہے قُلْتُ یَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ لِي جَارَيْنِ، فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِي؟ قَالَ: إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا جس کا دروازہ تمہارے زیادہ قریب ہو۔

لہٰذا اگر کسی شخص کا مکان پشت پر ہو اور دونوں کی دیواریں ملی ہوئی ہوں لیکن اس کا دروازہ دوسری طرف ہو اور تمہارا دوسری طرف ہو، تمہارا شمال کی طرف ہو اور اس کا جنوب کی طرف ہو تو وہ تمہارا اقرب نہیں بلکہ جس کا دروازہ تمہارے سامنے ہے اگرچہ اس کی دیوار تمہاری دیوار سے ملی ہوئی نہیں ہے وہ اقرب ہے۔

امام بخاری کا اس باب کو ابوابِ شفعہ میں لانا اس بات کی طرف مشیر ہے کہ وہ شفعۂ جوار کے قائل معلوم ہوتے ہیں، علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے شفعۂ جوار کا ثبوت ہوتا ہی نہیں کیوں کہ حضرت عائشہؓ نے یہ پوچھا تھا کہ اپنے پڑوسیوں میں کس کے ساتھ ہدیہ وغیرہ میں ابتداء کریں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اقرب اولیٰ ہے، لیکن ہم نے جو تقریر کی ہے اس تقریر کے بعد یہی نکلتا ہے کہ بخاری کچھ شفعۂ جوار ہی کی طرف مائل نظر آتے ہیں، ارے جب حدیث بالا کا تعلق حق الشفعہ سے ہے اور اس میں یہ وارد ہوا ہے الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ جار اپنے سقب یعنی قرب کی وجہ سے زیادہ حقدار ہے تو اب فوراً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کونسا جار زیادہ قریب ہے جو اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ حقدار ہوگا؟ بخاری نے اس کا جواب حضرت عائشہؓ کی روایت ذکر کر کے پیش کر دیا کہ جس

Maktaba Tul Ishaat.com



کا دروازہ تمہارے دروازے کے قریب ہو وہ تمہارا قریبی پڑوسی ہے وہ زیادہ حقدار ہے۔

ویسے یہ مسئلہ اپنی جگہ پر محتمل ہے، امام بخاری نے اگرچہ اس روایت کے ذریعہ یہ متعین فرمادیا کہ جار اقرب وہ ہے جس کا دروازہ تمہارے قریب ہو اور اَلْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ کی مراد متعین کر دی کہ پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ حقدار ہے اور وہ پڑوسی ہے جس کا دروازہ تمہارے قریب ہو، لیکن بہر حال حضرت عائشہؓ کی روایت شفعہ سے متعلق بالکل معلوم نہیں ہوتی ہے، حضرت عائشہؓ کی روایت سے تو وہی بات ثابت ہوتی ہے جو ابن بطال نے کہی ہے ہاں البتہ امام بخاری نے اس سے صرف یہ ثابت کیا ہے کہ جار اقرب کون ہے؟ جار اقرب وہ ہے جس کا دروازہ تمہارے قریب ہو اور اس کے ثابت کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ابو رافعؓ کی روایت میں یہ وارد تھا اَلْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ جار اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ حقدار ہے، اب سوال پیدا ہوا تھا کہ کونسا جار زیادہ قریب ہوتا ہے تو بخاری نے یہ بتلادیا، بہر حال حضرت عائشہؓ کی روایت کا شفعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

---

## کتاب الشفعہ پورا ہوا

Maktaba Tul Ishaat.com



بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

# (ص ۳۰۱) فی الإجارات

**تشریح:** إجارات جمع ہے اجارۃ کی، اجارہ کی تفسیر صاحبِ ہدایہ نے کی ہے عقد الْمَنَافِعِ بعوض۔ بعض کہتے ہیں تملیک الْمَنَافِعِ بعوض اور بعض کہتے ہیں بیع مَنْفَعَة مَعْلُومَة بِأَجر مَعْلُوم، علامہ عینی کہتے ہیں هٰذَا أحسن۔

اجارہ کا ثبوت قرآن پاک اور احادیث نبویہ سے ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الأَمِين، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجرت پر بکریاں چرائی ہیں، اور امت کا اس پر اجماع ہے، اور قیاس کا بھی یہی تقاضہ ہے اس واسطے کہ بعض وقت آدمی اپنا کام از خود نہیں کر پاتا ہے دوسرے کی اعانت کی ضرورت پڑتی ہے لیکن دوسرا مفت ومجاناً کام کرنے پر تیار نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ اس کے بدلے کا متقاضی ہوتا ہے تو عقل یہ چاہتی ہے کہ یہ معاملہ مشروع ہو۔

## (ص ۳۰۱) بَاب اسْتِئْجَارِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ

وقال الله تعالى ﴿إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ﴾ والخازن الأمين، ومن لم يستعمل من أراده.

۲۲۵۷. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ أَخْبَرَنِي جَدِّي أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: الْخَازِنُ الأَمِينُ الَّذِي يُؤَدِّي مَا أُمِرَ بِهِ طَيِّبَةً نَفْسُهُ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقَيْنِ.

۲۲۵۸. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا يَحْيَى عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ ثَنِي حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ ثَنَا أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: أَقْبَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَمَعِي رَجُلَانِ مِنَ الأَشْعَرِيِّينَ فَقُلْتُ: مَا عَلِمْتُ أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ، قَالَ: لَنْ - أَوْ لَا - نَسْتَعْمِلُ عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَهُ.

Maktaba Tul Ishaat.com



**ترجمہ:** باب، مرد صالح کو اجیر رکھنے کا بیان، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے "بے شک بہترین اجیر جسے آپ رکھنا چاہیں وہ شخص ہے جو قوی اور امین ہو" اور خازن امین کا بیان، نیز اس بات کا بیان کہ جو منصب طلب کرے اس کو عامل نہ بنایا جائے یعنی اس سے کام نہ لیا جائے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ امانت دار خازن جو کہ اپنی ذمہ داری کو خوش دلی کے ساتھ انجام دیتا ہے وہ دو صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میرے ساتھ اشعری قبیلہ کے دو آدمی اور تھے (یہاں روایت میں اختصار ہے ان دونوں آدمیوں نے منصب طلب کیا تھا) میں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ دونوں کام طلب کریں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم کام طلب کرنے والے کو ہرگز کام نہیں دیا کرتے یا یہ فرمایا کہ ہم کام طلب کرنے والے کو کام نہیں دیا کرتے یعنی یا تو آپ نے لَنْ کا لفظ استعمال کیا یا لَا کا)۔

**تشریح:** امام بخاری نے الإجارات فرما کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ عقدِ اجارہ جائز ہے، تمام امت کا اس پر اتفاق ہے، ابو بکر بن کیسان الاصم نے اپنی ایک اینٹ کی مسجد الگ بنالی ہے وہ کہتے ہیں کہ اجارہ جائز نہیں ہے، لیکن ان کے اختلاف کا ذکر کرنا اور نہ کرنا سب برابر ہے اس لئے کہ وہ ہر جگہ مخالفت کرتے چلے آتے ہیں، کہیں کہہ دیا کہ صدقۂ فطر کا ثبوت نہیں اور کہیں کہہ دیا کہ شفعہ جائز نہیں اور کہیں کہہ دیا کہ اجارہ جائز نہیں، اب کہاں تک کوئی آدمی ان سے لڑائی مول لے وہ تو ہر چیز کے متعلق نہیں، نہیں، نہیں، نہیں کرتے چلے آرہے ہیں، بہرحال تنبیہ کردی۔

اس ترجمہ اسْتِئْجَارُ الرَّجُلِ الصَّالِحِ کا مقصود کیا ہے؟ علامہ ابن منیر فرماتے ہیں کہ اصل میں امام بخاری اس سے ایک توہم کا خاتمہ فرمارہے ہیں، وہ یہ کہ نیک آدمی قابل تکریم و تعظیم ہے نہ یہ کہ اس کو اجیر رکھ کر اس کی تکریم کے خلاف کیا جائے تو امام بخاری نے یہ بتلادیا کہ نیک آدمی سے اجارہ پر کام کرانا اس کی اہانت نہیں ہے۔

میرا خیال یہ ہے کہ امام بخاری یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر اجیر رکھو تو نیک کو رکھو اس لئے کہ وہ اجیر پورا حق بھی ادا کرے گا اور تمہاری کسی چیز مال و جان میں خیانت نہیں کرے گا، دیکھو اگر برے قسم کا اجیر رکھ لیا جاتا ہے تو بعض وقت وہ مالی خیانت کرتا ہے اور بعض وقت اس سے آگے اس کی خیانت بڑھ جاتی ہے، کبھی کوئی چیز چرالے جاتا ہے یہ تو بہت آسان اور معمولی چیز ہے لیکن کبھی گھر کی بہن، بیٹیوں کو اغواء کرکے لے جاتا ہے اور یہ ویسی

Maktaba Tul Ishaat.com



بات نہیں ہے بلکہ اس طرح کے واقعات آئے دن پیش آتے ہیں۔

مجھ سے خود ایک صاحب نے بیان کیا کہ فلاں جگہ ایسا قصہ پیش آیا اور میں اس جگہ کا نام لوں تو بعض بچوں کے دل کو تکلیف ہوگی اس واسطے نام نہیں لیتا ہوں، ہوا یہ کہ مزدور کو کام کرنے کے لئے رکھ لیا اور گھر کی لڑکی سامنے نکلتی ہوئی باہر کام کرتی رہی اور مزدور اس سے بات کرتا تھا وہ بھی بات کرتی تھی آٹھ دس دن کے بعد کچھ اور بات کرلی اور لے کر غائب ہوگیا، اس سے ضرورتِ پردہ کا اندازہ ہوتا ہے کہ پردہ کیا چیز ہے؟ پردہ ہم نے عرب میں دیکھا اوپر سے نیچے تک کالا برقعہ پڑا ہوا ہے، بدن کا ایک ذرہ ایک بال نظر نہیں آرہا ہے، میں نے دیکھا ہے کہ دو بچیاں بکریاں چرا رہی تھیں میں موٹر سے گزر رہا تھا اوپر سے نیچے تک کالا برقعہ تھا ان کی کوئی چیز نظر نہیں آرہی تھی نہ آنکھ، نہ کان، نہ ناک، اور وہ جنگل میں میدان میں اپنی بکریاں چرا رہی تھیں، یہ ہے حقیقی برقعہ اور پردہ، اور ہمارے ہندوستان میں جو برقعہ چل پڑا ہے یہ تو خواہ مخواہ اس کا نام برقعہ ہوگیا ہے۔

**وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ:** بہترین آدمی جس کو تم اجیر رکھو طاقتور امانت دار ہے، طاقتور ہوگا تو کام پورا کرے گا اور امانت دار ہوگا تو جان ومال میں خیانت نہیں کرے گا۔

**وَالْخَازِنُ الْأَمِينُ:** خزانچی بھی امانت دار ہونا چاہئے۔

**وَمَنْ لَمْ يَسْتَعْمِلْ مَنْ أَرَادَهُ:** یہ ترجمہ کا ایک دوسرا جزء ہے، امام بخاری فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی اپنے آپ کو اجیر بننے کے لئے پیش کرے اور کوئی شخص اس کو اجیر نہ رکھنا چاہے تو سنت میں اس کی اصل موجود ہے، لیکن امام بخاری نے قاعدۂ کلیہ کے طور پر یہ بات پیش نہیں کی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ سنت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی آدمی اجیر بننا چاہے تو اس کو اجیر نہ بنانا چاہئے۔

حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں دو آدمی حاضر ہو کر درخواست کرتے ہیں کہ آپ ان کے ذمہ عمل کردیں، غالباً صدقات وصول کرنا، آپ نے فرمایا لَا نَسْتَعْمِلُ عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَهُ ہم اس کو استعمال ہی نہیں کریں گے جو اس کا طالب بن کر آئے، کیوں کہ جو طالب بن کر آتا ہے بعض وقت وہ خائن ہوا کرتا ہے، لیکن ہر طالب خائن نہیں ہوتا ہے بلکہ بہت سے طالب غیر خائن ہوا کرتے ہیں، حضرت یوسفؑ نے فرمایا تھا اِجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ مجھے خزائن ارض کا ذمہ دار بنا دو میں نگراں اور محافظ بھی ہوں اور باخبر بھی۔

Maktaba Tul Ishaat.com



دوسری بات یہ ہے کہ بسا اوقات اگر اجیر سامنے ہی نہ آئے تو ہمیں یہ معلوم ہی نہیں ہوگا کہ یہ آدمی ہمارا کام اجرت پر کر بھی دے گا یا نہیں؟ اس لئے امام بخاری نے کوئی قاعدۂ کلی استعمال نہیں کیا بلکہ احتمال کے درجہ میں رکھ دیا گویا یہ بتلا دیا کہ اجیر رکھنے والا اپنی بصیرت کے اعتبار سے فیصلہ کر سکتا ہے، اگر مرید اجارہ کے حال سے خطرہ محسوس ہو تو ایسے شخص کو اجیر نہ بنانا چاہئے اور اگر خطرہ محسوس نہ ہو دل مطمئن ہو اور علامات وحالات سے اندازہ ہو کہ یہ بیچارہ اپنی ضرورت اور مجبوری کی بناء پر اجیر بن رہا ہے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

**الْخَازِنُ الْأَمِينُ الَّذِي يُؤَدِّي مَا أُمِرَ بِهِ طَيِّبَةً نَفْسُهُ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ:** امام اسماعیلی اور داؤدی نے امام بخاری پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث پاک میں کہیں بھی اجارہ کا کوئی ذکر نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ (۱) خزانچی دو قسم کے ہوتے ہیں کبھی اعزازی ہوا کرتا ہے اور کبھی ان کی تنخواہ مقرر ہوتی ہے لہذا روایت کے عموم سے اجارہ کا ثبوت نکلتا ہے، (۲) امام بخاری نے ترجمہ میں یوں ذکر کیا تھا کہ رجل صالح کو اجیر بنایا جائے اور حدیث میں خازن امین کا تذکرہ ہے تو معلوم ہوا کہ خزانچی امانت دار اور صالح رکھنا چاہئے اور اگر غیر امانت دار ہوا تو دس لاوے گا اور پانچ کھاوے گا۔

## (ص ۳۰۱) بَابُ رَعْيِ الْغَنَمِ عَلَى قَرَارِيطَ

**۲۲۵۹. حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ ثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ، فَقَالَ أَصْحَابُهُ: وَأَنْتَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلَى قَرَارِيطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ.**

**ترجمہ:** باب، قیراط کے عوض بکریاں چرانے کا بیان۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی مبعوث فرمایا اس نے بکریاں ضرور چرائیں، آپ کے صحابہؓ نے معلوم کیا کہ آپ نے بھی چرائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! میں چند قیراط کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چراتا تھا۔

**تشریح:** قراریط جمع ہے قیراط کی، قیراط نصف دانق کو کہا جاتا ہے، ایک درہم چھ دانق کا ہوتا ہے تو ایک قیراط ایک درہم کا بارہواں حصہ ہوا، اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ ایک دینار کا بیسواں حصہ اور بعض کہتے ہیں کہ ایک دینار کا چوبیسواں حصہ ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



اس میں اختلاف ہے کہ روایت میں قراریط سے کیا مراد ہے؟ آیا یہی قیراطِ متعارف کی جمع مراد ہے جو درہم یا دینار کا ایک متعین حصہ ہے یا مکہ مکرمہ میں کوئی متعین جگہ ہے؟ سوید بن سعید فرماتے ہیں کہ اس سے یہی قیراطِ متعارف ہے، لیکن ابراہیم حربی، ابن ناصر اور ان کے تلمیذ ابن جوزی کہتے ہیں کہ یہ مکہ میں ایک جگہ ہے، اس پر اشکال یہ ہے کہ اہل مکہ قراریط نامی کوئی مکان اور کوئی جگہ نہیں جانتے ہیں اس لئے سوید بن سعید ہی کی روایت راجح ہے اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اہل مکہ کی بکریاں قیراط کے بدلہ میں چرایا کرتے تھے یعنی ہر بکری پر ایک قیراط لیتے تھے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ بکری چرانے میں کوئی مضائقہ نہیں، اجرت لیکر بکری چرائی جاسکتی ہے اور اس میں بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ انبیاء کی سنت ہے، حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے بکریاں چرانے کی خدمت اس لئے لی گئی کہ ان کے ذمہ امت کی سیاست کا کام ڈالا جانے والا تھا، بکریاں طبعًا کمزور بھی ہوتی ہیں اور ضدی بھی، کوئی اِدھر جارہی ہے کوئی اُدھر جارہی ہے اس کے چرانے والے کو بڑے صبر و تحمل اور بہت برداشت کی ضرورت پیش آتی ہے، نہ وہ مار سکتا ہے اور نہ سختی کر سکتا ہے، تو حضراتِ انبیاء سے بکریاں چرواکر گویا امت کے چرانے کا آئندہ طریقہ سکھایا جارہا ہے کہ امت کے ساتھ نرمی اور سہولت کا معاملہ کیا جائے، ہمارے سید الرسل، فخر عالم ﷺ نے کیسی نرمی کا معاملہ کیا ہے؟ سیرتِ پاک کی کتابوں سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے بیان کی محتاج نہیں، حضور اکرم ﷺ کے بارے میں وہ ذاتِ گرامی جو خود اپنے بارے میں ارشاد فرماتی ہے الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی یہ کہہ رہی ہے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ اور سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ۔

## (ص ۳۰۱) بَابُ اسْتِئْجَارِ الْمُشْرِكِينَ عِنْدَ الضَّرُورَةِ وَإِذَا لَمْ يُوجَدْ أَهْلُ الْإِسْلَامِ

وعامل النبي ﷺ يهود خيبر.

۲۲۶۰. حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى ثَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ:

Maktaba Tul Ishaat.com



وَاسْتَأْجَرَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ رَجُلاً مِنْ بَنِي الدِّيلِ ثُمَّ مِنْ بَنِي عَبْدِ بْنِ عَدِيٍّ هَادِيًا خِرِّيتًا - والْخِرِّيتُ الْمَاهِرُ بِالْهِدَايَةِ - قَدْ غَمَسَ يَمِينَ حِلْفٍ فِي آلِ الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ وَهُوَ عَلَى دِينِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ فَأَمِنَاهُ فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا وَوَعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ فَأَتَاهُمَا بِرَاحِلَتَيْهِمَا صَبِيحَةَ لَيَالٍ ثَلَاثٍ فَارْتَحَلَا وَانْطَلَقَ مَعَهُمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ وَالدَّلِيلُ الدِّيلِيُّ، فَأَخَذَ بِهِمْ طَرِيقَ السَّاحِلِ.

**ترجمہ:** باب، جب ضرورت ہو یا جب مسلمان مزدور میسر نہ ہوں اس وقت مشرکین کو اجیر رکھنے کا بیان، نبی پاک ﷺ نے خیبر کے یہودیوں سے بٹائی کا معاملہ کیا۔

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ پیغمبر ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ نے بنی دیل کے ایک شخص کو اجیر بنایا جو کہ بنی عبد بن عدی کے خاندان سے تھا، رہبر تھا اور راستہ بتانے میں خوب ماہر تھا، خریت اس کو کہتے ہیں جو راستہ بتانے میں ماہر ہوتا ہے، اس نے عاص بن وائل کے خاندان سے پانی میں ہاتھ ڈبو کر عہد وپیمان کیا تھا، اس کا دین ومذہب بھی وہی تھا جو کفار قریش کا تھا تو انہوں نے اس پر اعتماد کیا اور اپنی سواریاں اس کے سپرد کیں اور ان دونوں نے اس سے یہ طے کیا کہ وہ تین راتوں کے بعد غار ثور میں ملے، وہ تیسری رات کی صبح ان کی سواریاں لیکر آیا تو انہوں نے کوچ کیا، ان کے ساتھ عامر بن فہیرہ بھی چلے اور رہبر دیلی شخص تھا، وہ ان کو مکہ مکرمہ کے نشیب سے لے گیا جو کہ ساحلی راستہ ہے۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ ویسے تو صالح آدمی کو اجیر رکھنا چاہئے لیکن ضرورت کے وقت جب مسلمان نہ ملے تو غیر مسلم مشرک کو بھی اجیر رکھا جا سکتا ہے۔

امام بخاری کا ترجمہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک بلا ضرورت مشرک کو اجیر رکھنا جائز نہیں لیکن جمہور علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ بلا ضرورت بھی مشرک کو اجیر رکھا جا سکتا ہے، اور مصنف نے جو روایت پیش کی ہے وہ روایت اتنا تو ثابت کرتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بضرورت مشرک کو اجیر رکھا لیکن اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ ضرورت نہ ہونے کی صورت میں مشرک کو اجیر نہیں رکھا جا سکتا ہے۔

**وَعَامَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَهُودَ خَيْبَرَ:** مطلب یہ ہے کہ آنحضور ﷺ نے یہودِ خیبر سے خیبر کی کاشت اس لئے کرائی تھی کہ وہی لوگ کاشت کے کام سے واقف تھے اور وہاں ایسے مسلمان تھے نہیں جو یہ کام کر سکیں معلوم ہوا کہ بضرورت مشرک کو اجیر رکھا جا سکتا ہے۔

**هَادِيًا خِرِّيتًا:** راستہ بتانے والا جو راستوں کی شاخوں سے پوری طرح واقف ہو، خریت کی تفسیر

Maktaba Tul Ishaat.com



راوی نے کی ہے اَلْمَاهِرُ بِالْهِدَايَةِ، خرّیت کو خرّیت اس لئے کہتے ہیں کہ جنگل کے اخرات یعنی اس کے طرقِ خفیہ سے واقف ہوتا ہے، امام اصمعی فرماتے ہیں سمّي الخرّيت خرّيتا لأنه يهتدى لمثل خَرْتِ الإبرة خریت کو خریت اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ سوئی کے ناکوں جیسے پتلے راستوں سے بھی پوری طرح سے واقف ہوا کرتا ہے۔

**قَدْغَمَسَ يَمِينَ حِلْفٍ فِي آلِ الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ:** یعنی عاص بن وائل کے ساتھ اس کا عقدِ معاہدہ تھا وہ ان کا حلیف تھا، غَمَسَ اس لئے کہا کہ عرب کا دستور یہ تھا کہ جب وہ لوگ معاہدہ کرتے تھے تو فریقین جمع ہوتے تھے اور اپنے ہاتھ کو خلوق (رنگین خوشبو) میں یا خون میں یا پانی میں رنگتے تھے گویا سارے ایک رنگ میں رنگے گئے اور ایک ہو گئے ہیں۔

**وَهُوَ عَلَى دِينِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ:** وہ کفار قریش کا ہم مسلک تھا لیکن ان حضرات نے اس کو مامون سمجھا کہ دھوکہ نہیں دے گا۔

**فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا وَ وَعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ:** اپنی سواریاں دے دیں اور وعدہ کیا کہ غار ثور پر تین راتوں کے بعد وہ سواریاں پیش کرے، چنانچہ وہ تیسری رات کی صبح کو لے آیا اور یہ دونوں حضرات سوار ہو کر چل دیے، عامر بن فہیرہ بھی چلے اور یہ دلیل دِیلی بھی چلے، اس دلیل دِیلی کا نام عبد اللہ بن اُرَیقِط ہے بعضوں نے اَرقط بھی کہا ہے اور بعضوں نے طاء کی جگہ دال أرقد ذکر کیا ہے۔

## (ص ۳۰۱) بَابُ إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا لِيَعْمَلَ لَهُ بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ أَوْ بَعْدَ شَهْرٍ أَوْ بَعْدَ سَنَةٍ جَازَ وَهُمَا عَلَى شَرْطِهِمَا الَّذِي اشْتَرَطَاهُ إِذَا جَاءَ الْأَجَلُ

۲۲۶۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: وَاسْتَأْجَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ رَجُلاً مِنْ بَنِي الدِّيلِ هَادِيًا خِرِّيتًا وَهُوَ عَلَى دِينِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ بِرَاحِلَتَيْهِمَا صُبْحَ ثَلَاثٍ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ کسی کو اس بات پر اجیر بنانا جائز ہے کہ وہ تین دن یا ایک ماہ یا ایک سال بعد کام کرے گا جب کہ میعاد پوری ہونے کے وقت دونوں اس شرط پر قائم ہوں جو انہوں نے مقرر کی تھی۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**تشریح:** امام بخاری اس ترجمۃ الباب سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ عقدِ اجارہ اور عمل میں اتصال ضروری نہیں ہے، بلکہ یہ جائز ہے کہ معاملہ آج ہو اور عمل کچھ دنوں کے بعد شروع ہو۔

یہ مسئلہ تھوڑا سا اختلاف رکھتا ہے، (۱) امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل یہی کہتے ہیں جو امام بخاری فرماتے ہیں، (۲) امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر اجرت نہیں دی گئی ہے تب تو مطلقاً جائز ہے اور اگر اجرت نقد دے دی گئی ہے تو پھر اگر مدت قریب ہو تب جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے، (۳) شافعیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اجارہ کی دو قسمیں ہیں، اجارۂ عین اور اجارۂ ذمہ، اگر اجارۂ ذمہ ہے تب تو جائز ہے مثلاً ایک آدمی کے ذمہ یہ کام کیا جاتا ہے کہ تم ایک ماہ بعد یہ کام کر دینا، میرا یہ بوجھ یہاں سے فلاں جگہ پہنچا دینا، میرا یہ سامان یہاں سے فلاں جگہ منتقل کر دینا، اور دوسرا ہے اجارۂ عین اور وہ یہ ہے کہ اس گھوڑے پر لاد کر میرا یہ سامان تین ماہ بعد فلاں جگہ منتقل کر دینا، پہلی صورت جائز ہے اور دوسری باطل ہے اس لئے کہ یہ گھوڑا زندہ رہے یا نہ رہے، کیا ہو، کیا نہ ہو۔

**حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ:** امام اسماعیلی نے امام بخاری پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس روایت سے ترجمۃ الباب ثابت نہیں ہوتا ہے اس واسطے کہ دلیل دِیلی نے جس دن معاملہ ہوا تھا اسی دن سے کام شروع کر دیا تھا اور وہ سواریاں لیکر چلا گیا تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ اصل معاملہ یہ تھا کہ وہ رہنمائی کرے اور رہنمائی کا معاملہ تین دن کے بعد شروع ہونے والا تھا۔

## (ص ۳۰۱) بَابُ الْأَجِيرِ فِي الْغَزْوِ

۲۲۶۲. حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَكَانَ مِنْ أَوْثَقِ أَعْمَالِي فِي نَفْسِي وَكَانَ لِي أَجِيرٌ فَقَاتَلَ إِنْسَانًا فَعَضَّ أَحَدُهُمَا إِصْبَعَ صَاحِبِهِ فَانْتَزَعَ إِصْبَعَهُ فَأَنْدَرَ ثَنِيَّتَهُ فَسَقَطَتْ فَانْطَلَقَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَهْدَرَ ثَنِيَّتَهُ، وَقَالَ: أَفَيَدَعُ إِصْبَعَهُ فِي فِيكَ تَقْضَمُهَا – قَالَ: أَحْسِبُهُ قَالَ – كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ.

۲۲۶۳. وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ جَدِّهِ بِمِثْلِ هَذِهِ الصِّفَةِ أَنَّ رَجُلًا عَضَّ يَدَ رَجُلٍ فَأَنْدَرَ ثَنِيَّتَهُ فَأَهْدَرَهَا أَبُو بَكْرٍ.

Maktaba Tul Ishaat.com



**ترجمہ:** باب، جہاد میں اجیر رکھنے کا بیان۔

حضرت یعلیٰ بن امیہؓ نے بیان کیا کہ جیش العسرة میں، میں بھی پیغمبر ﷺ کے ہمراہ شریک جہاد ہوا، میرے دل میں وہ میرا سب سے قابل بھروسہ عمل تھا، اس غزوہ میں میرا ایک اجیر بھی تھا اس کی ایک شخص سے لڑائی ہوگئی اور ان میں سے ایک نے دانت سے دوسرے کی انگلی کاٹ لی، اس نے اپنی انگلی اس کے منہ سے کھینچی تو اس کے دانت گر گئے، وہ شخص پیغمبر ﷺ کے پاس گیا مگر آپ ﷺ نے اس کے دانت کا کوئی بدلہ نہیں دلایا اور یہ فرمایا کہ کیا وہ اپنی انگلی تیرے منہ میں چھوڑے رہتا تاکہ تو اسے اونٹ کی طرح چباتا؟ راوی کہتا ہے کہ میرا خیال ہے کہ یہ فرمایا کہ جیسے سانڈ چباتا ہے۔

ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھ سے عبد اللہ بن ابی ملیکہ عن جدہ سے اسی کے مثل نقل کیا کہ ایک شخص نے دانت سے ایک دوسرے شخص کا ہاتھ کاٹ لیا اور اس شخص نے کاٹنے والے کے سامنے کے دانت گرا دیئے تو حضرت ابو بکرؓ نے اس کو دانت کا کچھ عوض نہیں دلایا۔

**تشریح:** چونکہ جہاد اور غزوہ نیکی کا کام ہے اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا ثواب حاصل کرنا ہوتا ہے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ آدمی غزوہ میں اپنا کام خود کرے کسی اور سے کام نہ کرائے اور اجیر وغیرہ نہ رکھے تو امام بخاری نے یہ بتلادیا کہ اگرچہ غزوہ اور جہاد عبادت اور اللہ کی رضا کے لئے کیا جاتا ہے لیکن اگر کوئی آدمی کسی شخص کو اپنی ذاتی خدمت کے واسطے اجیر رکھ لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

**فَكَانَ مِنْ أَوْثَقِ أَعْمَالِي فِي نَفْسِي:** یہاں اور کتاب المغازی میں مِنْ أَوْثَقِ أَعْمَالِي اسی طرح واقع ہوا ہے، حافظ ابن حجر نے کتاب المغازی کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابواب اجارہ میں یہی حدیث گزری ہے اور اس کے الفاظ ہیں مِنْ أَوْثَقِ إِجْمَالِيٍّ جیم کے ساتھ، پھر فرماتے ہیں وَبِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ أَصَحُّ، اسی طرح بدر الدین زرکشی نے ذکر کیا ہے اور علامہ قسطلانی نے کتاب المغازی میں أَعْمَالِي بالعین المہملہ ضبط فرمایا ہے، کتاب الجہاد میں ایک روایت آرہی ہے وہاں دو نسخے ہیں أَوْثَقِ أَعْمَالِي اور أَوْثَقِ إِجْمَالِيٍّ، امام شافعی نے اپنی مسند میں یہ حدیث نقل کی ہے اس کے الفاظ ہیں مِنْ أَوْثَقِ عَمَلِي میرا معتمد عمل ہے۔

**فَأَنْدَرَ ثَنِيَّتَهُ:** اس کے دانت کو توڑ دیا۔ **فَأَهْدَرَ ثَنِيَّتَهُ:** حضور اکرم ﷺ نے ہدر کر دیا یعنی اس پر کوئی ارش ودیت مقرر نہیں فرمائی۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۰۱) بَابُ مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَبَيَّنَ لَهُ الأَجَلَ وَلَمْ يُبَيِّنِ الْعَمَلَ

لقوله تعالى ﴿إِنِّيٓ أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ٱبْنَتَيَّ هَٰتَيْنِ﴾ إلى قوله ﴿وَٱللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ﴾

يأجر فلانا يعطيه أجرا، ومنه في التعزية أجرك الله.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ اگر اجیر مقرر کیا جائے اور مدتِ کار بیان کردی جائے مگر کام بیان نہ کیا جائے تو ایسا معاملہ درست ہے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے "میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کو آپ کے نکاح میں دے دوں" اس آیت میں عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ تک یہی مضمون ہے، يَأْجُرُ فلانًا کے معنی اجرت دینے کے ہیں، اسی سے آجَرَکَ اللہ ہے جو تعزیت کے موقع پر بولا جاتا ہے۔

**تشریح:** اجارہ کے واسطے یہ ضروری ہے کہ وہ معلوم ہو، اجارہ معلوم ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ مدتِ معلومہ کے لئے کوئی اجیر رکھ لیا جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی خاص عمل متعین کردیا جائے اس کی مدت چاہے معلوم ہو چاہے نہ ہو، پہلے کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی کسی شخص کو اجیر رکھتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ تمہیں میرے یہاں ایک ہفتہ کام کرنا ہے وہ آدمی ایک ہفتہ آپ کے یہاں رہے گا آپ جو کام کرائیں گے کرے گا اور ایک ہفتہ کی جو اجرت متعین ہوئی ہے وہ آپ کو دینی پڑے گی چاہے وہ تھوڑا کام کرے چاہے زیادہ کرے۔

دوسرا اجیر وہ ہے جس کو آپ نے کوئی عمل متعین کردیا ہو کہ میری یہ قمیص سی دو، وہ شخص قمیص سی دینے کے بعد اجرت متعینہ کا مستحق ہو جائے گا چاہے وہ قمیص ایک گھنٹہ میں سی دے اور چاہے دو دن میں سی کردے۔

بہرحال امام بخاری یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اجارہ میں یہ ضروری ہے کہ اجارہ معلوم ہو اور اجارہ کے معلوم ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ اجل معلوم ہو چاہے عمل معلوم ہو یا نہ ہو، دوسری صورت یہ ہے کہ عمل معلوم ہو، امام بخاری نے صورتِ اولیٰ کے لئے یہ ترجمہ منعقد کیا ہے اور صورتِ ثانیہ کے لئے آنے والا ترجمہ منعقد فرمایا ہے۔

**لِقَوْلِهٖ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ:** یہاں مدت متعین تھی لیکن عمل متعین نہیں ہوا تھا۔

**يَأْجُرُ فُلَانًا يُعْطِيهِ أَجْرًا وَمِنْهُ فِي التَّعْزِيَةِ أَجَرَكَ اللهُ:** مصنف نے یہ بتلا دیا کہ أَجَرَ - يَأْجُرُ اجرت دینے کے معنی میں آتا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۰۲) بَابُ إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا عَلَى أَنْ يُقِيمَ حَائِطًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ جَازَ

۲۲۶. حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ أَخْبَرَنِي يَعْلَى ابْنُ مُسْلِمٍ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ وَغَيْرُهُمَا قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيدٍ قَالَ: لَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ: ثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: فَانْطَلَقَا فَوَجَدَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ، لَ سَعِيدٌ بِيَدِهِ هٰكَذَا وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَاسْتَقَامَ، قَالَ يَعْلَى: حَسِبْتُ أَنَّ سَعِيدًا قَالَ: فَمَسَحَهُ بِيَدِهِ فَاسْتَقَامَ ﴿ لَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا ﴾، قَالَ سَعِيدٌ: أَجْرًا نَأْكُلُهُ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ اگر کسی کو اس بات پر اجیر رکھے کہ وہ ایسی دیوار کو درست کر دے جو گرنے ، قریب ہو تو ایسا اجارہ جائز ہے۔

حضرت ابی بن کعبؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے (حضرت خضرؑ اور حضرت موسیٰؑ کے قصے میں فرمایا کہ) پھر وہ وں چلے تو انہوں نے ایک ایسی دیوار دیکھی جو گرنے کے قریب تھی، حضرت سعید بن جبیر نے بیان کیا کہ حضرت خضرؑ نے پنے ہاتھ سے اشارہ کیا، اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور دیوار سیدھی ہو گئی، یعلیٰ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ حضرت سعید نے یہ کہا کہ رت خضرؑ نے اپنا ہاتھ اس دیوار پر پھیرا تو وہ درست ہو گئی، حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے تو اس کی اجرت لے سکتے ے، حضرت سعید نے فرمایا کہ ان کی مراد یہ تھی کہ کچھ اجرت لے لیتے جس کو ہم کھاتے۔

**تشریح:** امام بخاری نے یُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ محض آیت کی رعایت کرتے ہوئے ذکر کر دیا ہے، مقصد یہ ہے اگر کسی عمل معلوم کیلئے اجیر رکھا جائے تو اجیر رکھنا جائز ہے، مثلاً یہ کہہ دیا جائے کہ یہ دیوار جو ذرا ٹیڑھی ہو رہی ہے اسے سیدھی کر دو تو میں تمہیں دس روپے دوں گا جائز ہے، اب وہ جس طرح بھی سیدھی کر دے چاہے اپنی امت سے اشارہ کر کے سیدھی کر دے جیسے حضرت خضر نے کیا اور چاہے اسے توڑ پھوڑ کر کے سیدھی کر دے۔

**قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَانْطَلَقَا فَوَجَدَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ:** یہ حدیث ایک حدیث پاک کا ٹکڑا ہے اور مکمل طور پر یہ حدیث اسی سند سے کتاب التفسیر میں ص ۶۸۸ پر آ رہی ہے۔

## (ص ۳۰۲) بَابُ الْإِجَارَةِ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ

۲۲۶۵. حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ ثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَثَلُكُمْ

Maktaba Tul Ishaat.com



وَمَثَلُ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ أُجَرَاءَ فَقَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ غُدْوَةَ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ، ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلاةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ النَّصَارَى، ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنَ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ تَغِيبَ الشَّمْسُ عَلَى قِيرَاطَيْنِ؟ فَأَنْتُمْ هُمْ، فَغَضِبَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى فَقَالُوا: مَا لَنَا أَكْثَرَ عَمَلاً وَأَقَلَّ عَطَاءً؟ قَالَ: هَلْ نَقَصْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَذَلِكَ فَضْلِي أُوتِيهِ مَنْ أَشَاءُ.

**ترجمہ:**　باب،　دوپہر تک اجارہ کرنے کا بیان۔

حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری اور اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے اجیر رکھے اور یہ کہا کہ صبح سے دوپہر تک ایک قیراط کے عوض میرا کام کون کرے گا؟ تو یہود نے کام کیا، پھر اس نے کہا کہ ایک قیراط پر دوپہر سے عصر کی نماز تک میرا کام کون کرے گا؟ تو نصاریٰ نے عمل کیا، پھر اس نے کہا کہ عصر سے سورج غروب ہونے تک دو قیراط پر میرا کام کون کرے گا؟ بس وہ تم ہو، اس پر یہود و نصاریٰ برہم ہوگئے اور کہنے لگے کہ ہمارا کیا قصور ہے کہ ہمارا کام تو زیادہ تھا لیکن بخشش کم ہوئی، اس نے کہا کہ کیا میں نے تمہارے حق میں سے کچھ کم کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، تو اس نے کہا کہ یہ میرا فضل ہے میں جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں۔

**تشریح:**　امام بخاری نے تین ترجمے منعقد کئے ہیں، (۱) بَابُ الْإِجَارَةِ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ، (۲) بَابُ الْإِجَارَةِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ، (۳) بَابُ الْإِجَارَةِ مِنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ، ان تینوں ترجموں میں دو احتمال ہیں۔

یا امام بخاری ان سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اجارہ باجر الی اجل معلوم جائز ہے چاہے اجل قلیل ہو یا کثیر ہو، یا امام بخاری یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اجارہ بعض النہار کا جائز ہے یعنی دن کے بعض حصہ میں اگر اجیر رکھا جائے تو جائز ہے، آدھے دن تک کوئی اجیر رکھ لیا جائے یا عصر تک کے لئے رکھ لیا جائے جائز ہے، عصر سے مغرب تک رکھ لیا جائے جائز ہے، یہ ہے ان تینوں ترجموں کا مقصد۔

## (ص ۳۰۲) بَابُ الْإِجَارَةِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ

۲۲۶۶. حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَالْيَهُودُ وَالنَّصَارَى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ

Maktaba Tul Ishaat.com



عُمَّالاً، فَقَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ، ثُمَّ عَمِلَتِ النَّصَارَى عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ ثُمَّ أَنْتُمُ الَّذِينَ تَعْمَلُونَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغَارِبِ الشَّمْسِ عَلَى قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ، فَغَضِبَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى وَقَالُوا: نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلاً وَأَقَلُّ عَطَاءً، قَالَ: هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا؟ قَالُوا: لَا، فَقَالَ: فَذَلِكَ فَضْلِي أُوتِيهِ مَنْ أَشَاءُ.

**ترجمہ:** باب، عصر کی نماز تک اجارے کا معاملہ کرنے کا بیان۔

حدیث کا ترجمہ ما قبل کی حدیث کے تحت گزر چکا ہے

**تشریح:** امام بخاری نے اس باب کے ذیل میں بھی وہی ابن عمرؓ والی روایت ذکر کی ہے جو بابِ گزشتہ میں گزر چکی ہے اور باب المواقیت میں بھی گزر چکی ہے۔

لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ اس سے اجارہ الی صلوۃ العصر کا ثبوت نہیں ہوتا ہے، اس میں صرف یہ وارد ہے کہ یہود و نصاریٰ اور امت مسلمہ کی ایک مثال دی گئی کہ جیسے ایک آدمی نے کچھ لوگوں کو کام کرنے کے واسطے اجیر رکھا اور یہ کہا کہ نصف النہار تک ایک قیراط پر کون کام کرے گا تو یہودیوں نے کیا، پھر اس کے بعد نصاری کو ایک قیراط پر رکھ لیا، آگے اس میں یہ نہیں ہے کہ نصاری کب تک کے لئے اجیر رکھے گئے؟ تو پھر مصنف نے اجارہ الی صلوۃ العصر روایت الباب سے کیسے ثابت کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آگے روایت میں ہے ثُمَّ أَنْتُمُ الَّذِينَ تَعْمَلُونَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغَارِبِ الشَّمْسِ عَلَى قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ پھر تم لوگ صلوۃ عصر سے مغرب شمس تک کے لئے اجیر مقرر ہوئے ہو تو معلوم ہوا کہ نصاری صلوۃ عصر تک کے لئے اجیر بنائے گئے تھے لہذا اجارہ الی صلوۃ العصر کا ثبوت ہو گیا۔

فَغَضِبَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى: یہود و نصاری ناراض ہوئے، مطلب یہ ہے کہ ان کے دلوں میں ایسا خیال گزرا جیسے ناراض ہونے والے کو خیال گزرتا ہے کہ ہم سے تو کام لیا گیا زیادہ اور اجرت دی گئی تھوڑی تو حق تعالیٰ کی طرف سے کہا گیا کہ یہ بتاؤ کہ جتنا تمہارے لئے مقرر ہوا تھا وہ تو دے دیا اس میں تو کمی نہیں کی؟ کہا کہ نہیں! تو پھر میں امت مرحومہ کو تھوڑے پر زیادہ دوں تو یہ میرا فضل ہے فَذَلِكَ فَضْلِي أُوتِيهِ مَنْ أَشَاءُ۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۰۲) بَابُ إِثْمِ مَنْ مَنَعَ أَجْرَ الْأَجِيرِ

۲۲٦۷. حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُحَمَّدٍ ثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؛ رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ.

**ترجمہ:** باب، مزدور کی مزدوری روکنے کے گناہ کا بیان۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں کہ قیامت کے دن میں ان کے خلاف مدعی بنوں گا، ایک وہ شخص جس نے میرا نام لیکر عہد کیا اور پھر غداری کی، ایک وہ شخص جس نے کسی آزاد کو فروخت کر دیا اور اس کا ثمن کھایا، اور ایک وہ شخص جس نے کوئی مزدور رکھا اس سے پورا کام لیا لیکن اس کی اجرت نہیں دی۔

**تشریح:** یہ بیچ میں ایک ترجمہ مصنف نے بظاہر بے جوڑ ساذکر کر دیا، دو ترجمے تو گزر گئے اور تیسرا ترجمہ بَابُ الْإِجَارَةِ مِنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ کا آرہا ہے مناسب یہ تھا کہ بَابُ الْإِجَارَةِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ کے بعد ہوتا، امام بخاری نے یہ ترجمہ بیچ میں کیوں داخل کر دیا؟ غالبًا علامہ ابن بطال نے اسی عدم تناسب کی وجہ سے یہ ترجمہ بَابُ الْإِجَارَةِ مِنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ والے ترجمہ سے مؤخر کر دیا، لیکن ہمارے حضرت شیخ دامت برکاتہم ارشاد فرماتے ہیں کہ بظاہر امام بخاری نے قصداً ایسا کیا ہے اور بیچ میں یہ ترجمہ لا کر یہ اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ اجیر کو جب کام کرنے کے لئے مقرر کیا جائے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ جتنی مدت کے لئے اس کو اجیر رکھا گیا ہے اس مدت کی تکمیل کے بعد ہی اس کو اجرت کے مطالبہ کا حق ہے بلکہ اس مدت کی تکمیل سے پہلے بھی وہ چاہے تو اجرت کا مطالبہ کر سکتا ہے اور جب وہ مطالبہ کرے تو اس کو اس کی اجرت دینی پڑے گی اور اگر کوئی نہ دے تو وہ آدمی گنہگار ہوگا، ابن ماجہ کی ایک روایت ہے أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کو اس کی اجرت دے دینی پڑے گی۔

**ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ:** یہ روایت کتاب البیوع میں گزر چکی ہے بَابُ إِثْمِ مَنْ بَاعَ حُرًّا میں۔

## (ص ۳۰۲) بَابُ الْإِجَارَةِ مِنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ

۲۲٦۸. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ ثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:

Maktaba Tul Ishaat.com



مَثَلُ الْمُسْلِمِينَ وَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ قَوْمًا يَعْمَلُونَ لَهُ عَمَلاً يَوْمًا إِلَى اللَّيْلِ عَلَى أَجْرٍ مَعْلُومٍ، فَعَمِلُوا لَهُ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ فَقَالُوا: لاَ حَاجَةَ لَنَا إِلَى أَجْرِكَ الَّذِي شَرَطْتَ لَنَا وَمَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ، فَقَالَ لَهُمْ: لاَ تَفْعَلُوا أَكْمِلُوا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمْ وَخُذُوا أَجْرَكُمْ كَامِلاً، فَأَبَوْا وَتَرَكُوا، وَاسْتَأْجَرَ آخَرِينَ بَعْدَهُمْ فَقَالَ: أَكْمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ هَذَا وَلَكُمُ الَّذِي شَرَطْتُ لَهُمْ مِنَ الأَجْرِ، فَعَمِلُوا حَتَّى إِذَا كَانَ حِينُ صَلاَةِ الْعَصْرِ قَالُوا: لَكَ مَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ وَلَكَ الأَجْرُ الَّذِي جَعَلْتَ لَنَا فِيهِ فَقَالَ: أَكْمِلُوا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمْ؛ فَإِنَّ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ شَيْءٌ يَسِيرٌ، فَأَبَوْا فَاسْتَأْجَرَ قَوْمًا أَنْ يَعْمَلُوا لَهُ بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ فَعَمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ وَاسْتَكْمَلُوا أَجْرَ الْفَرِيقَيْنِ كِلَيْهِمَا فَذَلِكَ مَثَلُهُمْ وَمَثَلُ مَا قَبِلُوا مِنْ هَذَا النُّورِ.

**ترجمہ:** باب، عصر سے رات تک اجارے کا معاملہ کرنے کا بیان۔

روایت کا ترجمہ باب من أدرک رکعۃ من العصر میں گزر چکا

**تشریح:** اس ترجمہ کی غرض بیان ہو چکی ہے۔

**عَنْ أَبِي مُوسَى:** حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی یہ حدیث اسی سند اور متن کے ساتھ ابوابِ مواقیت میں ص ۷۹ پر گزر چکی ہے لیکن یہاں ذرا مفصل ہے اور وہاں مختصر ہے بحیثیت روایت میں کلام کر چکا ہوں۔

اس روایت سے قاضی ابوزید دبوسی نے کتاب الاسرار میں اس بات پر استدلال کیا ہے کہ عصر کا وقت مثلین کے بعد شروع ہوتا ہے اس واسطے کہ یہود و نصاریٰ کہتے ہیں نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلاً وَأَقَلُّ عَطَاءً اور ان کا عمل اسی وقت زیادہ ہو سکتا ہے جب کہ ان کی مدت زیادہ ہو، اور نصاریٰ کی مدت کو تشبیہ دی گئی ہے نصف النہار سے لیکر عصر تک، اور اس امت کی مدت کو تشبیہ دی گئی ہے صلوۃ عصر کے وقت سے لیکر مغرب تک، اب اگر عصر کا وقت مثل ثانی سے شروع ہو جاتا ہے تو اس صورت میں اس امت کا وقت عیسائیوں کے وقت کے برابر ہو جائے گا زائد نہیں ہو گا حالانکہ روایت کا مقتضی ہے کہ زائد ہو، اسی لئے تو وہ کہہ رہے ہیں نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلاً وَأَقَلُّ عَطَاءً۔

لیکن میرے نزدیک یہ استدلال ضعیف ہے جیسا کہ میں مفصل طور پر بیان کر چکا ہوں، اول تو اس لئے کہ یہ حدیث بیانِ مواقیت کے واسطے ذکر نہیں کی گئی ہے لہذا مواقیت کے سلسلہ میں جو روایات ہیں اس کو ان کے معارضہ میں پیش نہیں کیا جا سکتا ہے، دوسرے اس لئے کہ یہ بات تحقیقی طور پر ثابت ہے کہ اگر عصر کا وقت مثل

Maktaba Tul Ishaat.com



واحد سے شروع مانا جائے تب بھی زوال سے لیکر مثل واحد تک کا وقت زیادہ ہے، ثالثًا اس لئے کہ ہو سکتا ہے نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلًا وَأَقَلُّ عَطَاءً یہود کا قول ہو، رابعًا اس لئے کہ ممکن ہے یہ دونوں جماعتوں کا قول ہو اور واقعۃً دونوں جماعتوں کا وقت مل کر اس امت کی مدت سے زیادہ ہے۔

ویسے اگر دیکھا جائے تو نصاریٰ کی مدت سے اس امت کی مدت تین گنا زیادہ ہو چکی ہے، نصاریٰ کی کل مدت زیادہ سے زیادہ چھ سو سال ہے اور اس امت کے چودہ سو سال گزر چکے ہیں اور پندرہویں صدی شروع ہو چکی ہے، لامحالہ اس حدیث پاک سے اس مضمون پر استدلال کرنا بظاہر بے محل استدلال ہے، اصل تو یہ بتلانا مقصود ہے کہ ان سے اعمال مجہدہ شاقہ لئے گئے لیکن اجرت ان کو کم دی گئی اور اس امت کے ساتھ تخفیف اور یسر کا معاملہ کیا گیا اور اللہ نے محض اپنے فضل و کرم سے تھوڑے پر زیادہ اجر عطا فرمایا۔

## (ص ۳۰۲) بَابُ مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَتَرَكَ أَجْرَهُ فَعَمِلَ فِيهِ الْمُسْتَأْجِرُ فَزَادَ، وَمَنْ عَمِلَ فِي مَالِ غَيْرِهِ فَاسْتَفْضَلَ

۲۲۶۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: انْطَلَقَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتَّى أَوَوُا الْمَبِيتَ إِلَى غَارٍ فَدَخَلُوهُ فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ، فَقَالُوا: إِنَّهُ لَا يُنْجِيكُمْ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ إِلَّا أَنْ تَدْعُوا اللهَ بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: اللَّهُمَّ كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ وَكُنْتُ لَا أَغْبِقُ قَبْلَهُمَا أَهْلًا وَلَا مَالًا فَنَأَى بِي فِي طَلَبِ شَيْءٍ يَوْمًا فَلَمْ أُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتَّى نَامَا فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوقَهُمَا فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَيْنِ وَكَرِهْتُ أَنْ أَغْبِقَ قَبْلَهُمَا أَهْلًا أَوْ مَالًا فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلَى يَدَيَّ أَنْتَظِرُ اسْتِيقَاظَهُمَا حَتَّى بَرَقَ الْفَجْرُ فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوقَهُمَا، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ، فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَقَالَ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ كَانَتْ لِي بِنْتُ عَمٍّ كَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ فَأَرَدْتُهَا عَنْ نَفْسِهَا فَامْتَنَعَتْ مِنِّي حَتَّى أَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِنَ السِّنِينَ فَجَاءَتْنِي فَأَعْطَيْتُهَا عِشْرِينَ وَمِائَةَ دِينَارٍ عَلَى أَنْ تُخَلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِهَا، فَفَعَلَتْ حَتَّى إِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا قَالَتْ: لَا أُحِلُّ لَكَ أَنْ تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَتَحَرَّجْتُ مِنَ الْوُقُوعِ عَلَيْهَا فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِيَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِي

Maktaba Tul Ishaat.com



أعطيتُهَا، اللّٰهُمَّ إنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ مِنْهَا، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَقَالَ الثَّالِثُ: اللّٰهُمَّ إِنِّي اسْتَأْجَرْتُ أُجَرَاءَ فَأَعْطَيْتُهُمْ أَجْرَهُمْ غَيْرَ رَجُلٍ وَاحِدٍ تَرَكَ الَّذِي لَهُ وَذَهَبَ، فَثَمَّرْتُ أَجْرَهُ حَتَّى كَثُرَتْ مِنْهُ الْأَمْوَالُ فَجَاءَنِي بَعْدَ حِينٍ فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَدِّ إِلَيَّ أَجْرِي، فَقُلْتُ لَهُ: كُلُّ مَا تَرَى مِنْ أَجْرِكَ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالرَّقِيقِ، فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَسْتَهْزِئْ بِي، فَقُلْتُ: إِنِّي لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ، فَأَخَذَهُ كُلَّهُ فَاسْتَاقَهُ فَلَمْ يَتْرُكْ مِنْهُ شَيْئًا، اللّٰهُمَّ فَإِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ فَخَرَجُوا يَمْشُونَ.

**ترجمہ:** باب، ایک شخص نے کوئی مزدور رکھا اس نے اپنی اجرت چھوڑ دی، اس میں مستاجر نے کاروبار کیا جس سے وہ مال بڑھ گیا (تو اس کا کیا حکم ہے؟) اسی طرح اگر کوئی دوسرے کے مال میں کاروبار کرے اور اس میں اضافہ ہو جائے؟

روایت کا ترجمہ باب إذا اشتری شیئا لغیرہ بغیر إذنہ فرضی میں گزر چکا

**تشریح:** امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے ایک مخصوص مسئلہ بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی آدمی کے مال میں تصرف کر کے اس سے نفع حاصل کرلے تو وہ نفع صاحب مال کا ہوگا یا عامل کا ہوگا یا اس میں کوئی تفصیل ہے؟

(۱) امام مالک فرماتے ہیں کہ نفع عامل کا ہوگا لیکن اس کا صدقہ کرنا مستحب ہے، (۲) امام ابو حنیفہ اور امام محمد فرماتے ہیں کہ نفع عامل کا ہوگا لیکن اس کا تصدق واجب ہے اور اس کا استعمال اس کے لئے طیب نہیں ہے، (۳) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ نفع رب المال کا ہوگا اور عامل نے دوسرے کے مال میں جو تصرف کیا ہے اس کا ضامن ہوگا، (۴) امام شافعی فرماتے ہیں کہ تصرف کی دو شکلیں ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ آدمی سامان خریدتا ہے اسی مال معین سے جو دوسرے کا ہے اس صورت میں مال اور نفع دونوں رب المال کا ہوگا، دوسری شکل یہ ہے کہ یوں ہی مطلقاً معاملہ کرتا ہے اور اس کے بعد جب دام دینے کا نمبر آتا ہے تو اٹھا کر دوسرے کے پیسے دے دیتا ہے اس صورت میں نفع عامل کا ہوگا اور رب المال کے مال میں جو تصرف کیا ہے اس کا ضامن ہوگا۔

امام بخاری نے ترجمہ میں استیجار کا ذکر اس لئے فرمایا ہے کہ روایت میں اس کی تصریح وارد ہوئی ہے، ویسے چونکہ ان کا اصل مقصود ایک عام مسئلہ بیان کرنا تھا اس لئے آگے اس کا اضافہ کر دیا وَمَنْ عَمِلَ فِي مَالِ غَيْرِهِ فَاسْتَفْضَلَ اور روایت وہی ذکر فرمائی ہے جس میں تین آدمیوں کے غار میں جانے اور پتھر کے آکر منھ ڈھانک

Maktaba Tul Ishaat.com



دینے کا ذکر ہے، اور اس میں سے ایک شخص نے یہ بیان کیا کہ یا اللہ! میں نے ایک اجیر کو ایک فرق ارز یا ذُرہ پر علیٰ اختلاف الروایات اجیر رکھا تھا جب اس کو اس کی اجرت دی تو وہ ناراض ہو کر چلا گیا میں نے اس کے اجر میں اضافہ کیا اور اس کو بڑھایا حتی کہ اس سے ابل، بقر، غنم اور رقیق وغیرہ سب خرید لئے اس کے بعد وہ آیا اور کہنے لگا کہ مجھے میری اجرت دے دو، میں نے کہا کہ یہ سب تیرا ہے اس نے کہا کہ مذاق نہ کرو میں نے کہا کہ یہ سب تیری اجرت ہی کی پیداوار ہے۔

امام بخاری نے اس سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی کے مال میں تصرف کرے گا تو اس صورت میں وہ مال رب المال کا ہوگا اور جو منافع وغیرہ ہیں وہ سارے کے سارے رب المال ہی کے ہوں گے، اب یا تو امام بخاری نے امام احمد کے مسلک کو اختیار کیا ہے مگر اس میں اشکال یہ ہے کہ امام احمد فرماتے ہیں کہ عامل ضامن ہوگا اور روایت میں ضمان کا کوئی ذکر نہیں ہے، یا پھر یہ کہا جائے کہ امام بخاری نے امام شافعی کے مسلک کو اختیار کیا ہے وہ یہ فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی اگر کسی کے مال سے خاص طور سے نفع حاصل کرتا ہے تو مال اور اس کا اضافہ دونوں رب المال کا ہوگا، اور اگر یوں مطلق معاملہ کرتا ہے اور اس کے بعد ثمن دوسروں کے پیسوں سے اٹھا کر ادا کرتا ہے تو اس صورت میں وہ مالِ رب المال کا ضامن ہوگا اور اضافہ اس کا ہوگا۔

**فَأَعْطَيْتُهَا عِشْرِينَ وَمِائَةَ دِينَارٍ:** یہ آگئی وہ روایت جس کا ماقبل میں حوالہ دیا تھا، یہاں عِشْرِينَ وَمِائَةَ دِينَارٍ ہے اور ماقبل میں صرف مِائَةَ دِينَارٍ کا ذکر ہے، میں وہاں بتا چکا ہوں کہ اس کی طرف سے مطالبہ صرف سو دینار کا تھا مگر اس نے اپنی طرف سے مزید بیس دیئے تھے۔

## (ص ۳۰۳) بَابُ مَنْ آجَرَ نَفْسَهُ لِيَحْمِلَ عَلَى ظَهْرِهِ ثُمَّ تَصَدَّقَ مِنْهُ وَأَجْرِ الْحَمَّالِ

۲۲۷۰. حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقُرَشِيُّ ثَنَا أَبِي ثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الأَنْصَارِيِّ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَمَرَ بِالصَّدَقَةِ انْطَلَقَ أَحَدُنَا إِلَى السُّوقِ فَيُحَامِلُ فَيُصِيبُ الْمُدَّ وَإِنَّ لِبَعْضِهِمْ لَمِئَةَ أَلْفٍ، قَالَ: مَا نُرَاهُ إِلاَّ نَفْسَهُ.

Maktaba Tul Ishaat.com



**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ اگر کوئی شخص اپنی پیٹھ پر بوجھ لادنے کے لئے خود کو اجیر بنائے اور اس اجرت کا صدقہ کرے تو درست ہے، نیز حمال کی اجرت بھی درست ہے۔

حضرت ابو مسعود انصاریؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب صدقہ کا حکم دیتے تو ہم میں سے بعض لوگ بازار جاتے، بار برداری کا کام کرتے اور ایک مُد کماتے، اور آج ان میں سے بعض کے پاس ایک لاکھ درہم ہیں، راوی (ابووائل) نے کہا کہ ہمارا خیال ہے کہ حضرت ابو مسعودؓ نے اس سے اپنے آپ ہی کو مراد لیا ہے۔

**تشریح:** اگر کوئی صدقہ کرنے کے واسطے حمالی کا کام کرے تو جائز ہے۔

اس پر تنبیہ کرنے کی غالباً اس لئے ضرورت پیش آئی کہ اس میں اذلالِ نفسِ مسلم ہے اور اذلال جائز نہیں ہے، مصنف نے یہ بتلادیا کہ اذلالِ نفس میں یہ صورت داخل نہیں ہے، اذلالِ نفس یہ ہے کہ آدمی معصیت میں مبتلا ہو یا ایسی بلاؤں کا سامنا کرے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا ہے۔

ممکن ہے اس پر تنبیہ کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ حدیث میں ہے خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى جب آدمی کو خود غنیٰ حاصل نہیں تو پھر خواہ مخواہ حمالی کر کے تصدق کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد یہی تو ہے أفضلُ الصدقة جُهْدُ المُقِلِّ لہٰذا اگر کوئی آدمی اپنی مشقت اور پسینہ کی کمائی سے صدقہ کرے تو اس میں کیا حرج کی بات ہے۔

رہا خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى تو اس کا مطلب میں بیان کر چکا ہوں یعنی آدمی کو صدقہ کرنے کے بعد اتنا اس کے پاس ہونا چاہئے کہ پھر دوبارہ وہ اسی صدقہ کئے ہوئے مال کا محتاج نہ ہو جائے، لہٰذا اگر ایک آدمی کے پاس ایک کرتہ ہے اور وہ صدقہ کر دے تو بعد میں اسی کرتے کی اس کو احتیاج ہوگی تو یہ پریشانی کا سبب بنے گا۔

**وَأُجْرَةِ الْحَمَّالِ:** میرا خیال یہ ہے کہ امام بخاری کا مقصود اصل یہ جزء ہے اور یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ حمالی کا فعل جائز ہے اور اس پر اجرت لینا جائز ہے۔

**وَإِنَّ لِبَعْضِهِمْ لَمِائَةَ أَلْفٍ:** اس پر ماقبل میں کلام کر چکا ہوں اور آئندہ جلد ثانی میں مفصل کلام آرہا ہے، راوی اپنا ہی حال بیان کر رہے ہیں کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ ہم لوگ حمالی کا کام کر کے اجرت حاصل کرتے اور صدقہ دیا کرتے تھے اور آج اللہ نے ہمیں کتنی فراوانی دی ہے کہ ایک ایک لاکھ ہمارے پاس موجود ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۰۳) بَابُ أَجْرِ السَّمْسَرَةِ

ولم یر ابن سیرین وعطاء وإبراهیم والحسن بأجر السمسار بأسا. وقال ابن عباس: لا بأس أن یقول: بع هذا الثوب، فما زاد علی کذا وکذا، فهو لك. وقال ابن سیرین: إذا قال: بعه بکذا، فما کان من ربح فهو لك أو بیني وبینك، فلا بأس به. وقال النبي ﷺ: المسلمون عند شروطهم.

۲۲۷۱. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِیهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَهَی رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ یَتَلَقَّی الرُّکْبَانُ وَلاَ یَبِیعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ، قُلْتُ: یَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَا قَوْلُهُ لاَ یَبِیعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ قَالَ: لاَ یَکُونُ لَهُ سِمْسَارًا.

**ترجمہ:** باب، دلالی کی اجرت کا بیان۔

حضرت ابن سیرین، عطاء، ابراہیم اور حسن بصری کے نزدیک دلال کی اجرت میں کوئی مضائقہ نہیں، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی شخص یہ کہے کہ اس کپڑے کو فروخت کردو اور فلاں مقدار سے جو زائد ثمن ملے وہ تمہارا ہے، ابن سیرین نے فرمایا کہ اگر یہ کہے کہ اس مال کو اتنے میں بیچ دو اور اس پر جو نفع ہو وہ تمہارا ہے یا وہ نفع میرے اور تمہارے درمیان آدھا آدھا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان جو شرائط باہم مقرر کریں وہ معتبر ہیں۔

روایت کا ترجمہ کتاب البیوع میں کئی بار گزر چکا

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ دلالی پر اجرت لینی جائز ہے، امام بخاری کے یہاں دلالی پر اجرت لینا ایک خاص شرط کے ساتھ جائز ہے اور وہ یہ ہے کہ حاضر بادی کے لئے بیع نہ کرے جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا ہے۔

جمہور علماء امام مالک، امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہیں کہ سمسرہ پر اجرت لینی جائز ہے، ابن منذر نے کوفیین سے کراہت نقل کی ہے، اب معلوم نہیں کہ کوفیین سے کون مراد ہیں؟ ہمارے فقہاء کا مسلک جو حضرت علامہ گنگوہی اور علامہ کشمیری نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ دلالی پر اجرت لی جاسکتی ہے۔

**وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا بَأْسَ أَنْ یَقُولَ بِعْ هٰذَا الثَّوْبَ:** حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی کسی سے یوں کہے کہ یہ کپڑا فروخت کردو اور مثلاً سو روپے پر جو زائد ہوگا وہ تمہارا ہوگا تو جائز ہے، یہی امام اوزاعی، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کا مسلک ہے، لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ چونکہ اجرت مجہول ہے لہذا یہ اجارہ صحیح نہیں ہوگا اور اگر کیا گیا تو اجرۃ المثل لازم آئے گی۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ إِذَا قَالَ بِعْهُ بِكَذَا:** اس صورت میں بھی وہی اختلاف ہے جو ماقبل میں بیان کیا گیا، جمہور علماء فرماتے ہیں کہ چونکہ اس اجارہ میں اجرت مجہول ہے لہذا اجرۃ المثل واجب ہوگی۔

**وَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الْمُسْلِمُونَ عِنْدَ شُرُوطِهِمْ:** مصنف نے جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے امام ترمذی نے بطریق کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف عن أبیه عن جدہ نقل کی ہے اور اس کے آگے یہ بھی اضافہ ہے إِلَّا شرطًا حَرَّمَ حَلَالًا أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا، یہ روایت اسحاق بن راہویہ نے بھی اپنی مسند میں تخریج کی ہے، امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے مگر امام منذری اور ذہبی نے اس پر اعتراض کیا ہے، اس لئے کہ کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف پر محدثین کرام نے بڑا کڑا تنقیدی کلام کیا ہے، امام شافعی اور ابوداؤد نے ان کو متہم بالکذب قرار دیا ہے اور فرماتے ہیں ھو رکن من أرکان الکذب، لیکن امام بخاری، ابن خزیمہ اور امام ترمذی ان کی روایت کو بہت زیادہ گرا ہوا نہیں سمجھتے ہیں استعمال کر لیتے ہیں، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک وہ کذاب نہیں تھے اور اگر ان کی روایتوں میں غلط بیانی واقع ہوئی ہے تو غالب گمان یہ ہے کہ کثرتِ روایت کی وجہ سے ہوئی ہے۔

حنفیہ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں إِلَّا شرطًا حرم حلالًا أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا بھی تو وارد ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ جہالت کی وجہ سے عقد فاسد ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے بیع ملامسہ اور بیع منابذہ منع کی گئیں اور اسی وجہ سے بیع غرر سے منع کیا گیا، تو اجارہ میں اگر جہالت ہوگی تو وہاں بھی فساد ہونا چاہئے، اب جو چیز شریعت کے قانون کے تحت فاسد ہو اس کو حلال سمجھنا خود روایت کی رو سے ممنوع ہے پھر اس صورت کو کیسے جائز قرار دیا جاسکتا ہے؟

## (ص ۳۰۴) بَابٌ هَلْ يُؤَاجِرُ الرَّجُلُ نَفْسَهُ مِنْ مُشْرِكٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ

۲۲۷۲. حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ ثَنَا أَبِي ثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ ثَنَا خَبَّابٌ قَالَ: كُنْتُ رَجُلًا قَيْنًا فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ فَاجْتَمَعَ لِي عِنْدَهُ فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ فَقَالَ: لَا وَاللّٰهِ لَا أَقْضِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ، فَقُلْتُ: أَمَا وَاللّٰهِ حَتَّى تَمُوتَ ثُمَّ تُبْعَثَ فَلَا، قَالَ: وَإِنِّي لَمَيِّتٌ ثُمَّ مَبْعُوثٌ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّهُ

Maktaba Tul Ishaat.com



سَيَكُونُ لِي ثَمَّ مَالٌ وَوَلَدٌ فَأَقْضِيكَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ ﴿ أَفَرَءَيْتَ ٱلَّذِي كَفَرَ بِـَٔايَـٰتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا ﴾.

**ترجمہ:** باب، کیا کوئی مسلمان دار الحرب میں اپنے آپ کو مشرک کا اجیر بنا سکتا ہے؟

ترجمہ باب ذکر القین والحداد میں گزر چکا

**تشریح:** اگر کوئی مسلمان دار الحرب میں کسی مشرک کے یہاں اجرت پر کام کرے تو کیا یہ جائز ہے؟

امام بخاری نے ترجمہ استفہامیہ منعقد کیا ہے اور جو روایت ذکر کی ہے وہ دلالت کرتی ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اس لئے کہ حضرت خباب بن ارتؓ نے مکہ میں عاص بن وائل کے لئے تلوار بنائی تھی جیسا کہ کتاب التفسیر میں اس کی تصریح وارد ہوئی ہے اور مسلمان ہو جانے کے بعد اس کا تقاضہ کیا تھا مگر اس نے دینے سے انکار کر دیا، معلوم ہوا کہ دار الحرب میں مسلمان کسی مشرک کا کام کر سکتا ہے۔

لیکن مصنف نے ترجمہ میں لفظ ھل جو ذکر فرمادیا غالبًا اس وجہ سے کہ ممکن ہے ان کا یہ عمل زمانۂ شرک کا ہو یا اس وقت مجبوری رہی ہو، دار الاسلام تھا ہی نہیں اس واسطے مجبورًا دوسرے مشرک کا کام اجرت پر کیا تھا۔

اور ممکن ہے کہ مصنف نے لفظِ ھل سے مسئلہ میں تھوڑے سے اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہو، بہر حال اس بات پر مذاہب کا استقرار ہے جیسا کہ ابن منیر نے لکھا ہے کہ کسی مشرک کے یہاں اس کی دکان پر کام کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے مگر اس کے گھر رہ کر اس کی بدنی خدمت کرنا، خادموں کی طرح رہنا ممنوع ہے اس واسطے کہ اس میں اذلالِ نفسِ مسلم ہے، جمہور علماء کا یہی مسلک ہے، امام شافعی سے ایک قول جواز کا نقل کیا جاتا ہے۔

**كُنْتُ رَجُلًا قَيْنًا:** سیاق قصہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے عمل حالتِ اسلام میں کیا تھا کذا قالہ الشراح۔

## (ص ۳۰۴) بَابُ مَا يُعْطَى فِي الرُّقْيَةِ عَلَى أَحْيَاءِ الْعَرَبِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

وقال ابن عباس: عن النبي ﷺ: أحقُّ ما أخذتم عليه أجرًا كتابُ الله. وقال الشعبي: لا يَشترط المعلِّمُ إلا أن يعطي شيئا فيقبله. وقال الحكم: لم أسمع أحدا كره أجر المعلِّم. وأعطى الحسن دراهم

Maktaba Tul Ishaat.com



عشرة. ولم یر ابن سیرین بأجر القسّام بأسًا وقال: كان یقال: السحت الرشوة في الحكم، وكانوا یُعطون على الخرص.

۲۲۷۳. حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ ثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: انْطَلَقَ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفْرَةٍ سَافَرُوهَا حَتَّى نَزَلُوا عَلَى حَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوهُمْ فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمْ، فَلُدِغَ سَيِّدُ ذَلِكَ الْحَيِّ فَسَعَوْا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لاَ يَنْفَعُهُ شَيْءٌ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَوْ أَتَيْتُمْ هَؤُلاَءِ الرَّهْطَ الَّذِينَ نَزَلُوا لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ، فَأَتَوْهُمْ فَقَالُوا: يَا أَيُّهَا الرَّهْطُ إِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ وَسَعَيْنَا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لاَ يَنْفَعُهُ فَهَلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْكُمْ مِنْ شَيْءٍ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: نَعَمْ وَاللهِ إِنِّي لأَرْقِي وَلَكِنْ وَاللهِ لَقَدِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضِيفُونَا فَمَا أَنَا بِرَاقٍ لَكُمْ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلاً، فَصَالَحُوهُمْ عَلَى قَطِيعٍ مِنَ الْغَنَمِ، فَانْطَلَقَ يَتْفِلُ عَلَيْهِ وَيَقْرَأُ ﴿ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾ فَكَأَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَانْطَلَقَ يَمْشِي وَمَا بِهِ قَلَبَةٌ، قَالَ: فَأَوْفَوْهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِي صَالَحُوهُمْ عَلَيْهِ، فَقَالَ بَعْضُهُمُ: اقْسِمُوا، فَقَالَ الَّذِي رَقَى: لاَ تَفْعَلُوا حَتَّى نَأْتِيَ النَّبِيَّ ﷺ فَنَذْكُرَ لَهُ الَّذِي كَانَ فَنَنْظُرَ مَا يَأْمُرُنَا، فَقَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَذَكَرُوا لَهُ، فَقَالَ: وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ، ثُمَّ قَالَ: قَدْ أَصَبْتُمُ اقْسِمُوا وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا، فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ.

وَقَالَ شُعْبَةُ: ثَنَا أَبُو بِشْرٍ سَمِعْتُ أَبَا الْمُتَوَكِّلِ بِهَذَا.

**ترجمہ:** باب، عرب قبائل پر سورۂ فاتحہ کے ذریعہ جھاڑ پھونک کرنے پر معاوضہ کے حکم کا بیان.

حضرت ابن عباسؓ نے روایت بیان کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جن چیزوں کی تم اجرت لیتے ہو ان میں کتاب اللہ اس بات کی زیادہ حق دار ہے کہ اس کے ذریعہ جھاڑ پھونک پر اجرت لی جائے، عامر شعبی کہتے ہیں کہ معلم کو معاوضہ طے نہیں کرنا چاہئے ہاں اگر اس کو کچھ دیا جائے تو اس کو قبول کر سکتا ہے، حضرت حکم نے بیان کیا کہ میں نے کسی کے بارے میں نہیں سنا کہ وہ معلم کی اجرت کو مکروہ سمجھتا ہو، حضرت حسن بصری نے معلم کو دس درہم دیئے، حضرت ابن سیرین تقسیم کرنے والے کی اجرت کو مکروہ نہیں سمجھتے تھے انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ قرآن میں جس سحت یعنی مال حرام کا ذکر ہے وہ تو اس رشوت کو کہتے ہیں جو ناحق فیصلہ کرنے میں لی جائے، باغات میں پھلوں کا اندازہ لگانے پر بھی اجرت دی جاتی تھی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ نے بیان کیا کہ اللہ کے نبی ﷺ کے صحابہؓ کی ایک جماعت ایک سفر میں نکلی، انہوں نے ایک عرب قبیلہ کے پاس پڑاؤ کیا اور ان سے ضیافت طلب کی لیکن انہوں نے ضیافت سے انکار کر دیا تبھی اس قبیلہ کے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا، قبیلہ والوں نے اس کے لئے ہر جتن کر لیا لیکن کوئی چیز کام نہیں آئی، کسی نے کہا کہ اس جماعت کے لوگوں سے بھی مل لیتے جو

Maktaba Tul Ishaat.com



یہاں آئے ہوئے ہیں، ہو سکتا ہے ان میں سے کسی کے پاس کوئی ہنر ہو، تو وہ ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے لوگو! ہمارے سردار کو بچھو نے ڈس لیا ہے، ہم نے سب کچھ آزمالیا لیکن فائدہ نہیں ہوا، کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی تدبیر ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا کہ ہاں ہے، بخدا میں جھاڑ پھونک کرتا ہوں؛ لیکن بات یہ ہے کہ ہم نے تم سے ضیافت کے لئے کہا تھا مگر تم نے مہمان نوازی نہیں کی لہذا میں جھاڑ پھونک اس وقت تک نہیں کروں گا جب تک تم ہمارے لئے ایک اجرت مقرر نہ کردو، تو انہوں نے بکریوں کے ایک ریوڑ پر معاملہ طے کرلیا، یہ لوگ وہاں پہنچے اور انہوں نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنا شروع کیا، وہ تو ایسا صحت یاب ہو گیا جیسے کوئی رسے سے بندھا ہوا ہو اور کھول دیا جائے، وہ چلنے لگا اور اس کو کوئی بیماری باقی نہیں رہی، راوی کہتا ہے کہ قبیلہ والوں نے ان کو وہ پوری اجرت دی جس پر معاملہ طے ہوا تھا، پھر ان میں سے بعض کہنے لگے کہ تقسیم کرو، تو جس نے جھاڑ پھونک کی تھی وہ کہنے لگا کہ ایسامت کرو، یہاں تک کہ ہم نبی پاک ﷺ کی خدمت میں پہنچیں اور آپ سے اس ماجرے کا ذکر کریں جو پیش آیا اور پھر دیکھیں کہ آپ کیا فرماتے ہیں، آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ تم کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ رقیہ یعنی جھاڑ پھونک کے لئے بھی مفید ہے؟ پھر فرمایا کہ تم نے ٹھیک کیا، تقسیم کرلو اور اپنے ساتھ ایک حصہ میرا بھی لگاؤ اور یہ فرما کر آپ ﷺ مسکرائے۔

شعبہ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی ابوبشر نے، انہوں نے کہا کہ میں نے یہ حدیث ابو المتوکل سے سنی۔

**تشریح:** اگر عرب کے قبیلوں کو کوئی فاتحۃ الکتاب سے جھاڑ پھونک کردے تو اس پر اجرت لے سکتا ہے، مصنف نے احیاء عرب اور اسی طرح فاتحۃ الکتاب کی قید محض روایت کی رعایت کی وجہ سے لگائی ہے ورنہ مسئلہ یہ ہے کہ اس میں عرب و عجم میں کوئی فرق نہیں اور فاتحۃ الکتاب اور غیر فاتحۃ الکتاب میں کوئی فرق نہیں۔

قرآن پاک کی کسی آیت کو بھی پڑھ کر جھاڑ پھونک کیا جاسکتا ہے، اسماء الٰہیہ کو پڑھ کر جھاڑا اور پھونکا جاسکتا ہے اور اس پر اجرت لینے کا مسئلہ متفق علیہا ہے، رقیہ پر اجرت لینا ائمۂ اربعہ کے یہاں بالاتفاق جائز ہے اس لئے کہ یہ من باب المداواۃ والعلاج ہے اور دوا اور علاج پر اجرت لے سکتے ہیں لہذا اس پر بھی اجرت لے سکتے ہیں۔

**آیا تعلیم پر اجرت لی جاسکتی ہے یا نہیں؟** البتہ امام بخاری نے اس سے ایک اور مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ مسئلہ ہے غور طلب، مسئلہ یہ ہے کہ آیا تعلیم پر اجرت لی جاسکتی ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے، (۱) امام مالک اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ کوئی مضائقہ نہیں، امام احمد بن حنبل کی بھی ایک روایت ہے، (۲) امام ابو حنیفہ کا اصل قول یہ ہے کہ تعلیم پر اور اسی طرح تمام امورِ دینیہ اذان، امامت وغیرہ پر اجرت لینی ناجائز ہے، (۳) امام احمد بن حنبل کی اس مسئلہ میں دونوں روایتیں ہیں جواز کی بھی اور عدم جواز کی بھی، علامہ موفق بن

Maktaba Tul Ishaat.com



قدامہ کے طرز سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے عدم جواز کے قول کو اختیار کیا ہے۔

جو لوگ جواز کے قائل ہیں وہ دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا أَحَقُّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللهِ یہ حدیث ابن عباسؓ نے نقل کی ہے اور امام بخاری نے ابواب الطب میں ص ۸۵۴ پر اس کو موصولاً نقل فرمایا ہے، لیکن حنفیہ وغیرہ کی طرف سے جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ جناب! حضور اکرم ﷺ نے یہ رقیہ کے بارے میں فرمایا تھا اور رقیہ پر اجرت لینے سے ہم بھی منع نہیں کرتے ہیں۔

ان کا دوسرا استدلال حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت سے ہے کہ ایک مرتبہ ایک قافلہ تیس آدمیوں پر مشتمل چلا عرب کے ایک قبیلہ پر ان کا نزول ہوا ان لوگوں نے ان کی ضیافت نہیں کی اتفاق سے ان کے سردار کو سانپ نے کاٹ کھایا بڑی کوشش کی لیکن ناکام رہے کہنے لگے کہ یہ جو جماعت آئی ہوئی ہے انہی سے پوچھ لو شاید یہ کچھ جانتے ہوں، ایک شخص نے ابو سعیدؓ سے تذکرہ کر دیا کہنے لگے کہ ہاں ہمیں آتا ہے لیکن صاف بات یہ ہے کہ جب تک ہم کچھ لیں گے نہیں تب تک ہم جھاڑ پھونک نہیں کریں گے، آخر انہوں نے طے یہ کیا کہ تیس بکریاں لیں گے جب جھاڑ پھونک کریں گے، چنانچہ تشریف لے گئے اور سات مرتبہ سورۂ فاتحۃ الکتاب پڑھ کر دم کر دی وہ آدمی باذن اللہ بالکل اچھا ہو گیا اور تیس بکریاں لیکر آئے اور تیس ہی ساتھی تھے۔

اب یہ مسئلہ غور طلب ہوا کہ آیا کیا کیا جائے بانٹیں یا نہ بانٹیں؟ ابو سعیدؓ نے کہا کہ حضور ﷺ کے پاس چل کر پوچھیں گے، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ اور پھر فرمایا قَدْ أَصَبْتُمْ، اقْسِمُوا وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا تقسیم کرو اور میرا بھی حصہ لگاؤ اور حضور ﷺ خوب ہنسے۔

اس کا یہی جواب ہے کہ یہ استرقاء پر اجرت لی گئی تھی تعلیم پر تھوڑے اجرت لی گئی تھی؟ تعلیم تو من باب العبادۃ ہے، اور ممانعت کے سلسلہ میں دوسری روایات وارد ہوئی ہیں۔

(۱) امام ابوداؤد، ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی وغیرہ نے حضرت عبادہ بن صامت سے ایک روایت نقل کی ہے وہ یہ فرماتے ہیں کہ اہل صفہ کی ایک جماعت کو میں نے قرآن سکھلایا ایک آدمی نے مجھے ایک کمان دے دی میں نے سوچا کہ یہ کوئی بڑا مال نہیں ہے اور میں جہاد میں اس سے تیر ماروں گا فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے میں نے اس کے متعلق استفسار کیا آپ نے فرمایا إِنْ كُنْتَ تُحِبُّ أَنْ تُطَوَّقَ بِهَا طَوْقًا مِنْ نَارٍ فَاقْبَلْهَا اگر تم یہ چاہتے ہو

Maktaba Tul Ishaat.com



کہ آگ کا ایک طوق تمہارے گلے میں پہنایا جائے تو تم اس کو قبول کرلو۔

(۲) حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ سے ترمذی شریف میں روایت ہے إِنَّ مِنْ آخِرِ مَا عَهِدَ إِلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ اتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَا يَأْخُذُ عَلَى أَذَانِهِ أَجْرًا امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

(۳) امام اثرم نے حضرت عبدالرحمن بن شبلؓ سے روایت نقل کی ہے قال سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ ﷺ يقول اقْرَأُوا الْقُرْآنَ وَلَا تَغْلُوا فِيهِ وَلَا تَجْفُوا عَنْهُ وَلَا تَأْكُلُوا بِهِ قرآن کے ذریعہ مت کھاؤ، معلوم ہوا کہ قرآن پاک پر اجرت نہیں لینی چاہئے۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ روایت اگرچہ ابوسعیدؓ اور ابن عباسؓ کی روایتوں کے ہم پلہ نہیں ہے لیکن چونکہ دونوں کا رخ بدلا ہوا ہے اس واسطے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابوسعیدؓ اور ابن عباسؓ کی روایت کو رقیہ کی طرف رکھا جائے اور یہ روایتیں جن رخ سے تعلق رکھتی ہیں یعنی اخذِ اجرت علی التعلیم وغیرہ ان کو اس رخ پر رکھا جائے، لہٰذا اب یہ کہا جائے گا کہ رقیہ پر اجرت لینی تو جائز ہے لحدیثِ أبی سعید و ابن عباس اور تعلیم اور طاعات پر اجرت لینی جائز نہیں ہے لحدیثِ عبادة بن الصامت و عبدالرحمن بن شبل وغیرهم۔

اس مضمون کی اور بھی متعدد روایتیں ہیں کہ جن سے تعلیم پر اجرت لینے کی ممانعت نکلتی ہے مگر اس کے بعد فقہاء احناف نے حالات کی مجبوری کی وجہ سے جواز کا فتویٰ دیا، مشائخ بلخ نے جب یہ دیکھا کہ امورِ دینیہ میں لوگ بہت زیادہ تکاسل سے کام لینے لگے ہیں کہ امامت کرنے کو کوئی تیار نہیں اذان دینے کو کوئی تیار نہیں تعلیم کے لئے کوئی تیار نہیں تو پھر اجرت لینے کا فتویٰ دے دیا اور آج اسی فتوے پر عمل کیا جاتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ اگر یہ فتویٰ نہ ہو تو معلم مفت و مجاناً پڑھانے کے لئے تیار نہیں ہوگا اس واسطے کہ اس کی روزی کا مسئلہ بھی سامنے ہوتا ہے۔

**وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ:** یہ روایتِ معلقہ کتاب الطب میں موصولاً آرہی ہے۔

**وَقَالَ الشَّعْبِيُّ لَا يَشْتَرِطُ الْمُعَلِّمُ إِلَّا أَنْ يُعْطَى شَيْئًا فَلْيَقْبَلْهُ:** امام شعبی فرماتے ہیں کہ معلم کو تو کچھ شرط قرار نہیں دینا چاہئے لیکن اگر معلم کے گھر والے کچھ دے دیں تو اس کے قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اسی طرح سے طاؤس اور قتادہ سے عبدالرزاق نے نقل کیا ہے۔

**وَقَالَ الْحَكَمُ لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا كَرِهَ أَجْرَ الْمُعَلِّمِ:** حکم بن عتیبہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی سے نہیں سنا

Maktaba Tul Ishaat.com



کہ اس نے معلم کی اجرت کو مکروہ سمجھا ہو لیکن یہ حکم اپنے علم کے اعتبار سے کہہ رہے ہیں۔

عبد الرزاق نے المصنف میں ابراہیم نخعی سے کراہت نقل کی ہے اسی طرح سفیان ثوری نے سعید الجریری سے انہوں نے عبد اللہ بن شقیق سے وہ فرماتے ہیں كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يُشَدِّدُونَ فِي بَيْعِ الْمَصَاحِفِ وَيَكْرَهُونَ الْأَرْشَ عَلَى الْغِلْمَانِ فِي التَّعْلِيمِ اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن بیچنے کے سلسلہ میں سختی کرتے تھے یعنی ان کو پسند نہیں کرتے تھے اور بچوں کی تعلیم پر اجرت لینے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

وَأَعْطَى الْحَسَنُ دَرَاهِمَ عَشَرَةً: حسن بصری کے بھتیجے یعنی سعید بن ابی الحسن کے لڑکے کسی معلم کے یہاں پڑھتے تھے، بھتیجے صاحب آئے اور مچل گئے کہنے لگے کہ ہمارے معلم کو کچھ دیجئے، انہوں نے پانچ درہم دیئے تو بھتیجے صاحب راضی نہیں ہوئے کہنے لگے کہ اور دیجئے غرضکہ دس درہم لیکر گئے اور پھر استاذ کی خدمت میں پیش کیا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کہ دے دیا تھا لیکن وہ شرط لگانے کو مکروہ سمجھتے تھے، کوئی اللہ واسطے پڑھائے اور کوئی لاکر کچھ دے دے تو اس میں حنفیہ بھی روک ٹوک نہیں کرتے ہیں۔

وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيرِينَ بِأَجْرِ الْقَسَّامِ بَأْسًا: ابن سیرین نے قسّام کی اجرت میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا، قسام وہ شخص ہے جو زمین کی پیمائش وغیرہ کا کام کرتا ہے، یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے کہ قسام اجرت لے سکتا ہے یا نہیں؟ امام مالک فرماتے ہیں کہ چونکہ اس کو بیت المال سے اجرت ملتی ہے لہذا اسے اجرت لینا مکروہ ہے، ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ اجرت لینا جائز ہے، سحنون مالکی نے فسادِ امور بیت المال کی وجہ سے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

پھر ان لوگوں میں اختلاف ہے کہ اجرت علی قدر الانصبہ (حصوں کے بقدر) ہوگی یا علی عدد الرؤوس ہوگی؟ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ علی عدد الرؤوس ہوگی، جتنے آدمیوں کی زمین ہے ہر ایک سے برابر برابر اجرت لی جائے گی، اور باقی ائمہ فرماتے ہیں کہ علی قدر الانصبہ ہوگی جس کی جتنی زمین ہوگی اس حساب سے اجرت لی جائے گی، لہذا ایک آدمی کی دو ثلث ہے اور دوسرے کی ایک ثلث ہے تو ایک سے دو ثلث اجرت لی جائے گی اور دوسرے سے ایک ثلث اجرت لی جائے گی۔

السُّحْتُ الرِّشْوَةُ فِي الْحُكْمِ: فرمایا ابن سیرین نے کہ یوں کہا جاتا تھا کہ حرام یہ ہے کہ آدمی حکم میں رشوت لے، یعنی قاضی صاحب فیصلہ کرنے میں رشوت لے، تعلیم میں اجرت لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**وَ كَانُوا يُعْطَوْنَ عَلَى الْخَرْصِ:** اور خرص پر ان کو اجرت دی جایا کرتی تھی، یہ بھی ایک دینی عمل ہے اور تعلیم بھی ایک دینی عمل ہے لہذا اس پر بھی اجرت دی جاسکتی ہے۔

**انْطَلَقَ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم فِي سَفْرَةٍ:** حضور ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت سفر میں گئی یہ ایک سریہ تھا جو تیس افراد پر مشتمل تھا جیسا کہ مسند احمد، ابن ماجہ اور دار قطنی وغیرہ میں تصریح وارد ہوئی ہے، اتفاقاً سردار قوم کو سانپ نے کاٹ لیا انہوں نے بڑی تدبیریں کرلیں لیکن ناکامی رہی بعضوں نے کہا کہ ان لوگوں سے معلوم کرلو شاید ان کے پاس کچھ ہو، حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا کہ ہاں! میں جانتا ہوں مگر تم نے ہماری ضیافت نہیں کی اس لئے جب تک ہم بدلہ نہیں لیں گے تب تک ہم جھاڑ پھونک نہیں کریں گے۔

غور سے سنو! ایک قصہ یہ ہے، اور ایک قصہ ابوداؤد شریف میں عمّ خارجہ کا ہے وہاں بھی جھاڑ پھونک کا ذکر ہے لیکن دونوں میں چار فرق ہیں، (۱) ایک یہ کہ وہاں عمّ خارجہ نے جس کو جھاڑا تھا وہ معتوہ تھا یعنی اس کی عقل میں فتور تھا اور یہاں سانپ کے کاٹنے پر جھاڑ پھونک کیا، (۲) دوسرا فرق یہ ہے کہ یہاں پر جھاڑ پھونک کرنے والے حضرت ابو سعید خدریؓ ہیں اور وہاں عمّ خارجہ، (۳) تیسرا فرق یہ ہے کہ یہاں ابو سعید خدریؓ نے ایک دن جھاڑ پھونک کی تھی اور عمّ خارجہ نے تین دن تک مسلسل جھاڑ پھونک کی تھی، (۴) چوتھا فرق یہ ہے کہ ابو سعید خدریؓ کے قصہ میں اجرت تیس بکریاں تھیں اور عمّ خارجہ کے قصہ میں سو اونٹ تھے۔

**عَلَى قَطِيعٍ مِنَ الْغَنَمِ:** فضائل قرآن میں اسی حدیث میں آرہا ہے کہ تیس بکریاں تھیں۔

**وَيَقْرَأُ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ:** مسند احمد وغیرہ میں تصریح ہے کہ سات مرتبہ انہوں نے سورۂ فاتحہ پڑھی تھی اسی لئے سورۂ فاتحہ کا نام شافیہ ہے اور یہ واقعہ ہے کہ اگر حسن اعتقاد سے سات مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا جائے تو فائدہ ضرور ہوتا ہے۔

**فَكَأَنَّمَا نَشِطَ مِنْ عِقَالٍ:** گویا کہ وہ رسی سے چھوٹ گیا اور چلنے لگا اور اسے کوئی تکلیف بھی نہیں تھی، ان لوگوں نے پورا اجرا اٹھا کر دے دیا۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۰۴) بَابُ ضَرِيبَةِ الْعَبْدِ وَتَعَاهُدِ ضَرَائِبِ الْإِمَاءِ

٢٢٧٤. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: حَجَمَ أَبُو طَيْبَةَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ أَوْ صَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَكَلَّمَ مَوَالِيَهُ فَخَفَّفَ عَنْ غَلَّتِهِ أَوْ ضَرِيبَتِهِ.

**ترجمہ:** باب، غلام کے ٹیکس کا بیان اور باندیوں کے ٹیکس پر نظر رکھنے کا بیان۔

**تشریح:** ضریبہ مضروبہ کے معنی میں ہے، ضریبہ کہتے ہیں اس وظیفہ کو جو آقاؤں کی طرف سے غلاموں پر مقرر ہوا کرتا تھا کہ وہ روزانہ یا مہینہ میں اتنا دے دیا کرے، مصنف کا مقصد یہ ہے کہ غلام پر ضریبہ مقرر کرنا جائز ہے لیکن آگے فرماتے ہیں کہ باندیوں پر بھی مقرر کر سکتے ہیں مگر باندیوں کے ضرائب کی نگرانی بھی کرنی چاہیے اس لئے کہ اگر اتفاق سے باندیوں کے ذمہ مطالبہ رکھ دیا گیا زیادہ اور وہ بیچاری اپنی طاقت سے ہوگئی مجبور تو ہو سکتا ہے کہ آقا کے خوف کی وجہ سے بجائے جائز طریقہ سے اجرت حاصل کرنے کے ناجائز طریقہ یعنی فجور کے ذریعہ حاصل کر کے لاوے اس لئے ذرا خیال رکھنا چاہیے کہ ان کے ذمہ زیادہ مطالبہ نہ رکھنا چاہیے۔

یہاں ایک سوال یہ ہے کہ مصنف نے ترجمہ میں دو چیزیں ذکر کی ہیں ضریبۃ العبد اور تعاھد ضرائبِ إماء، اور روایت میں صرف ضریبۃ العبد کا اور یومیہ مقدار میں تخفیف کا ثبوت ہوتا ہے؟

علامہ ناصر بن منیر نے اسی سے تعاہدِ ضرائب الاماء کا مسئلہ بھی اخذ کیا ہے، فرماتے ہیں کہ جب غلاموں کے سلسلہ میں تخفیف کے لئے حضور ﷺ نے گفتگو کی تھی تو باندیوں کے ضرائب کا تو بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہیے اس واسطے کہ وہ تو صنفِ نازک ہے، ان پر اگر زیادہ مطالبہ رکھ دیا گیا تو بہت ممکن ہے کہ وہ مطالبہ پورا نہ کر سکے اور فجور کے ذریعہ کما کر پیش کر دے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے امام بخاری نے اس سے ایک اثر کی طرف اشارہ کیا ہو جس کو اپنی تاریخ میں روایت فرمایا ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے خطبہ دیا اور اس خطبہ میں یوں ارشاد فرمایا تَعَاهَدُوا ضَرَائِبَ إِمَائِكُمْ ضرائبِ اماء کا ذرا خیال رکھنا نگرانی کرتے رہنا کہیں غلط راستہ سے نہ لے آئیں۔

حضرت اقدس گنگوہی فرماتے ہیں کہ اصل میں اگلے جو ابواب آرہے ہیں وہ سب باب فی الباب کی قسم سے ہے اور بَابُ كَسْبِ الْبَغِيِّ وَالْإِمَاءِ سے امام بخاری نے تعاہدِ ضرائبِ اماء کا مسئلہ ثابت فرمایا ہے، اس لئے کہ جب

Maktaba Tul Ishaat.com



کسبِ بغی حرام ہوا تو لامحالہ باندی کے ذمہ اتنا ہی مطالبہ ہونا چاہئے جس سے وہ حرام میں واقع نہ ہو اور حرام طریقہ سے نہ لے آئے۔

## (ص ۳۰۴) بَابُ خَرَاجِ الْحَجَّامِ

۲۲۷۵. حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثَنَا وُهَيْبٌ ثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَه.

۲۲۷۶. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ وَلَوْ عَلِمَ كَرَاهِيَةً لَمْ يُعْطِه.

۲۲۷۷. حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ ثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَحْتَجِمُ وَلَمْ يَكُنْ يَظْلِمُ أَحَدًا أَجْرَهُ.

**ترجمہ:** باب، پچھنے لگانے والے کی اجرت کا بیان۔

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے پچھنے لگوائے اور پچھنے لگانے والے کو اجرت دی، اگر آپ کی نظر میں یہ اجرت منع ہوتی تو آپ کبھی نہ دیتے۔ حضرت انسؓ کی روایت میں مزید یہ ہے کہ: اور کسی کی اجرت میں کمی نہیں کرتے تھے۔

**تشریح:** حجام حجامت کی اجرت لے تو یہ اس کے لئے جائز ہے، جمہور علماء فرماتے ہیں کہ حجامت پر اجرت لینا اور اس اجرت کا استعمال کرنا جائز ہے بلکہ احتراف بالحجامت جائز ہے۔

امام احمد حرّ و عبد کے درمیان فرق کرتے ہیں، اگر غلام احتراف بالحجامت کرتا ہے تب تو کوئی مضائقہ نہیں اور اسکے لئے اس کا کھانا جائز ہے لیکن حر کیلئے مکروہ ہے، اس لئے کہ حضرت محیصہ بن مسعودؓ نے حضور اکرم ﷺ سے اس مسئلہ میں استفسار کیا تو آنحضور ﷺ نے فرمایا اَعْلِفْ نَاضِحَکَ وَأَطْعِمْهُ رَقِيقَکَ اپنی سواری کو کھلا دو اور اپنے غلام کو کھلا دو، یہ روایت امام مالک نے اپنی مؤطا میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں تخریج فرمائی ہے۔

جمہور علماء فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ نے پچھنے لگوائے اور حجام کو اجرت بھی عطا فرمائی، معلوم ہوا کہ پچھنا لگوانا جائز ہے اور پچھنا لگانے والے کو اس کے عمل پر اجرت دینی بھی جائز ہے، اگر اجرت حرام ہوتی تو حضور اکرم ﷺ کیوں اجرت دیتے؟ ابن عباسؓ فرماتے ہیں وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ وَلَوْ عَلِمَ كَرَاهِيَةً لَمْ يُعْطِه،

Maktaba Tul Ishaat.com



اگر حضور کو کوئی کراہیت معلوم ہوتی تو آپ اجرت نہ دیتے اور جن روایتوں سے کراہت معلوم ہوتی ہے جمہور علماء نے اس کو کراہت تنزیہی اور زجر پر محمول کیا ہے، امام طحاوی کی رائے یہ ہے کہ وہ منسوخ ہیں، لیکن نسخ کے لئے تاریخ کی ضرورت ہے بغیر تاریخ کے دعویٰ نسخ منسوخ معلوم ہوتا ہے۔

قاضی ابویعلیٰ نے امام احمد بن حنبل سے یہ نقل کیا ہے کہ اجرت حجامت مباح نہیں اور نہ اس کا کسب مباح ہے، علامہ موفق فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے یہ کہیں بھی تصریح نہیں فرمائی ہے کہ کسبِ حجامت حرام ہے اور اس کی اجرت حرام ہے، امام احمد تو ارشاد فرماتے ہیں نحن نُعْطِيه كما أَعْطَى النبيُّ ﷺ ونقول له كما قال النبيُّ ﷺ اعْلِفْهُ الناضِحَ والرَّقِيقَ ہم حجام کو اجرت دیں گے جیسے حضور نے اجرت دی اور اس سے ہم کہہ بھی دیں گے جیسے حضور نے کہا اعلِفهُ الناضِحَ والرَّقِيقَ سواری کو کھلا دینا، غلام کو کھلا دینا، بہر حال علامہ موفق فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اصل میں حضور اکرم ﷺ کا پورا اتباع کرتے تھے اور ان سے جو ممانعت نقل کی گئی ہے وہ کراہت پر محمول ہے، پھر موفق نے فیصلہ کیا ہے کہ حر کے واسطے کسب حجامت کا کھانا مکروہ ہے اور صنعتِ حجامت کا کھانا بھی مکروہ ہے اور اجارہ کے طور پر اپنے آپ کو اس کام میں ڈالنا بھی مکروہ ہے۔

## (ص ۳۰۴) بَابُ مَنْ كَلَّمَ مَوَالِيَ الْعَبْدِ أَنْ يُخَفِّفُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ

۲۲۷۸. حَدَّثَنَا آدَمُ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: دَعَا النَّبِيُّ ﷺ غُلَامًا فَحَجَمَهُ فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ أَوْ صَاعَيْنِ - أَوْ مُدٍّ أَوْ مُدَّيْنِ - فَكَلَّمَ فِيهِ، فَخُفِّفَ مِنْ ضَرِيبَتِهِ.

**ترجمہ:** باب، غلام کے مالکوں سے یہ گفتگو کرنا کہ وہ اس کے ٹیکس کو کم کر دیں۔

**تشریح:** اگر غلاموں کے آقاؤں سے کوئی یہ کلام کرلے کہ تم نے غلاموں کے ذمہ جو وظیفے اور یومیہ مطالبے مقرر کئے ہیں اس میں کمی کر دو تو سنت میں اس کی اصل موجود ہے، اگر وہ غلام کی طاقت سے باہر نہیں تب تو اس طرح کا کلام کرنا زیادہ سے زیادہ مستحب ہے لیکن اگر اس کی طاقت سے باہر ہے تو کلام کرنا چاہئے اور تخفیف کرنا آقاؤں کے ذمہ واجب ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۰۴) بَابُ كَسْبِ الْبَغِيِّ وَالْإِمَاءِ

وكره إبراهيم أجر النائحة والمغنية. وقول الله ﴿ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا ﴾ إلى قوله ﴿ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴾. وقال مجاهد: ﴿ فَتَيَاتِكُمْ ﴾ إماؤكم.

۲۲۷۹. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ.

۲۲۸۰. حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كَسْبِ الْإِمَاءِ.

**ترجمہ:** باب، زانیہ اور باندیوں کی کمائی کا بیان۔

حضرت ابراہیم نخعی نے نوحہ کرنے والی اور گانا گانے والی عورت کی اجرت کو ناجائز کہا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اپنی باندیوں کو زناکاری پر مجبور نہ کرو جب کہ وہ پاک دامنی بھی چاہتی ہوں؛ صرف اس لئے کہ تم دنیا کی زندگی کا سامان حاصل کرو، اور جو باندیوں کو مجبور کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کو مجبور کرنے کے بعد معاف کرنے والا اور مغفرت کرنے والا ہے"، حضرت مجاہد نے فرمایا کہ فَتَيَاتِكُمْ کے معنی إِمَاؤُكُمْ یعنی باندیوں کے ہیں۔

حضرت ابو مسعود انصاریؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کے ثمن، زانیہ کی اجرت اور کاہن کے نذرانے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی پاک ﷺ نے باندیوں کی کمائی سے منع فرمایا ہے۔

**تشریح:** **بغی:** زانیہ کو کہتے ہیں، زانیہ کی زنا پر جو اجرت ہوتی ہے وہ تو حرام ہے، اور اگر ہاتھ کی کمائی کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

**وَالْإِمَاءِ:** چونکہ عام طور سے باندیاں کچھ تو دست کاری اور ہاتھ کی محنت سے کمایا کرتی ہیں اور بعض اوقات جب عاجز آجاتی ہیں تو حرام طریقہ سے کماتی ہیں اسلئے مصنف نے کسب بغی کے ساتھ کسبِ اماء کو جوڑ دیا۔

**وَكَرِهَ إِبْرَاهِيمُ أَجْرَ النَّائِحَةِ وَالْمُغَنِّيَةِ:** ابراہیم نخعی کا یہ اثر ذکر کر کے مصنف نے اس بات پر تنبیہ فرما دی کہ نائحہ اور مغنیہ کی اجرت مکروہ ہے، لہٰذا نوحہ پر اور معصیت کے عمل پر اجرت لینا مکروہ ہے اور وہ اجرت ناجائز ہوگی۔

**وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ:** اپنی باندیوں کو تم زنا پر مجبور مت کرو اگر

Maktaba Tul Ishaat.com



وہ پاک دامنی کا ارادہ کرتی ہیں، یعنی خواہ مخواہ ان پر اتنا بوجھ رکھ دیا جائے جس کی وجہ سے وہ مجبور ہو کر زنا کریں اس سے ان کو محفوظ کرنا چاہئے بچانا چاہئے۔

## (ص ۳۰۵) بَابُ عَسْبِ الْفَحْلِ

۲۲۸۱. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ.

**ترجمہ:** باب، نر جانور سے گابھن کرانے کی اجرت کا بیان۔

حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی پاک ﷺ نے نر جانور سے گابھن کرانے کی اجرت سے منع فرمایا ہے۔

**تشریح:** عَسْبُ الفحل عین کے فتحہ اور سین کے سکون کے ساتھ ہے، وہ کرایہ جو نر کے جست لگانے پر لیا جاتا ہے، اور اسی طرح نر کے جست لگانے پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے، اور بعضوں نے کہا ہے کہ عسب الفحل سے مراد نر کا پانی ہے اور الفحل سے مراد نر جانور۔

آیا نر جانوروں کے جست لگانے پر اجرت لی جاسکتی ہے یا نہیں؟ ائمۂ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ ناجائز ہے، امام مالک فرماتے ہیں کہ نزواتِ معلومہ ہوں تو اس پر اجرت لی جاسکتی ہے، مثلاً اگر دس مرتبہ جست لگائے تو ہم دو درہم لیں گے یہ جائز ہے، جمہور علماء کا استدلال حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے ہے نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ رواہ البخاری واختارہ، امام بخاری نے بھی جمہور کا قول اختیار کیا ہے۔

جمہور اس کی عقلی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ پانی ایک محتمل چیز ہے، ہو سکتا ہے کہ دس مرتبہ جست لگائے اور ایک مرتبہ بھی پانی نہ نکلے اور اگر نکلے تو ہو سکتا ہے کہ محل میں نہ پہنچے اور ضائع ہو جائے لہٰذا مادہ والے کا اس سے فائدہ کیا ہوا اس لئے ایک موہوم اور محتمل چیز پر اجرت نہیں لی جاسکتی ہے۔

البتہ ایک چیز ہے کرامہ وہ جائز ہے، کرامہ کا مطلب یہ ہے کہ نر والا یوں ہی عاریت کے طور پر نر دے دیتا ہے اور اس کے بعد مادہ والا اس کو خوش کرنے کے لئے کچھ دیدے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ بنی کلاب کا ایک شخص آنحضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا

Maktaba Tul Ishaat.com



کہ یا رسول اللہ! عسبِ فحل کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ نے منع کر دیا اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! إنَّا نُطرِقُ الفحلَ فنُكرِمُ ہم اپنے فحل یوں ہی دیتے تھے اور بطور کرامہ کے ہم کو کچھ دے دیا جاتا ہے ہماری تکریم کے لئے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں فرَخَصَ لهُ فِي الكَرَامَةِ حضور اکرم ﷺ نے اس کی اجازت دے دی، یہ حدیث ترمذی اور نسائی وغیرہ میں موجود ہے۔

کرامت کا مسئلہ ہمارے فقہاء کی کتابوں میں جہاں تک میں نے تلاش کیا ملا نہیں مگر شراح حدیث جیسے شافعیہ سے جواز نقل کرتے ہیں ویسے ہی حنفیہ سے بھی جواز نقل کرتے ہیں، البتہ امام احمد سے منقول ہے کہ وہ کرامہ سے بھی منع کرتے تھے، علامہ موفق فرماتے ہیں کہ امام احمد نے ورع و تقویٰ کے طور پر منع کیا ہے ویسے اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ایک مسئلہ ہے المعروف کالمشروط اگر کہیں یہ عرف بن گیا ہو کہ یوں ہی دیتے ہو عاریت کے نام پر لیکن اس پر ایک معین مقدار ملا کرتی ہے تو یہ جائز نہیں ہونی چاہئے، اس لئے کہ شرط جمہور کے یہاں جائز نہیں تو المعروف کالمشروط بھی جائز نہیں، البتہ ویسے ہی کیف ما اتفق کچھ دے دیا اور کبھی کسی نے نہیں دیا تو کوئی حرج کی بات نہیں۔

## (ص ۳۰۵) بَابُ إِذَا اسْتَأْجَرَ أَرْضًا فَمَاتَ أَحَدُهُمَا

وقال ابن سيرين: ليس لأهله أن يخرجوه إلى تمام الأجل. وقال الحكم والحسن وإياس بن معاوية: تمضى الإجارة إلى أجلها. وقال ابن عمر: أعطى النبي ﷺ خيبر بالشطر فكان ذلك على عهد النبي ﷺ وأبي بكر وصدرا من خلافة عمر. ولم يُذكر أن أبا بكر وعمر جدّدا الإجارة بعد ما قُبِض النبي ﷺ.

٢٢٨٢. حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: أَعْطَى رَسُولُ اللهِ ﷺ خَيْبَرَ الْيَهُودَ أَنْ يَعْمَلُوهَا وَيَزْرَعُوهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا، وَأَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ الْمَزَارِعَ كَانَتْ تُكْرَى عَلَى شَيْءٍ سَمَّاهُ نَافِعٌ لَا أَحْفَظُهُ.

٢٢٨٣. وَأَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ حَدَّثَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ، وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: حَتَّى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ.

Maktaba Tul Ishaat.com



**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ اگر زمین کرایہ پر لینے کے بعد عاقدین میں سے کوئی مر جائے تو کیا حکم ہے؟
ابن سیرین نے فرمایا کہ مالک کے وارثین کو اس بات کا حق نہیں کہ وہ کرایہ دار کو مدت پوری ہونے سے قبل نکالیں، حکم بن عتیبہ، حسن بصری اور ایاس بن معاویہ نے فرمایا کہ اجارہ اپنی میعاد تک جاری رہے گا، حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر کی زمینیں بٹائی پر دی تھیں اور طے ہوا تھا کہ پیداوار کا نصف مزارع کا ہوگا، یہ معاملہ عہد نبوی میں پھر حضرت ابو بکرؓ کی پوری مدت خلافت میں اور پھر حضرت عمرؓ کی ابتدائی خلافت میں اسی طرح رہا، امام بخاری کہتے ہیں کہ یہ منقول نہیں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کی رحلت کے بعد اجارہ کی تجدید کی تھی۔

حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی زمینیں یہود کے حوالہ کیں اور یہ طے کیا کہ یہود ان میں کام کریں، کھیتی کریں اور جو ان میں پیداوار ہو اس کا آدھا ان کا ہوگا، حضرت ابن عمرؓ نے یہ بھی بیان کیا کہ کھیتیاں کرایہ پر دی جاتی تھیں، جویریہ بیان کرتی ہیں کہ نافع نے کسی چیز کا نام لیا تھا کہ اسکے عوض زمینیں کرایہ پر دی جاتی تھیں لیکن مجھے یاد نہیں رہا۔

حضرت رافع بن خدیجؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے کھیتیوں کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا، عبید اللہ نے روایت بیان کی نافع سے، انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے، اس روایت میں صرف یہ ہے "یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے ان کو جلاوطن کیا"۔

**تشریح:** امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے ایک مخصوص مسئلہ بیان فرمایا ہے، وہ مسئلہ یہ ہے کہ آیا عقدِ اجارہ موت احد المتعاقدین سے فسخ ہو جاتا ہے یا نہیں؟ جمہور علماء جس میں ائمۂ ثلاثہ بھی ہیں فرماتے ہیں کہ احد المتعاقدین کے مرنے سے عقدِ اجارہ فسخ نہیں ہوتا ہے، حضرات حنفیہ اور سفیان ثوری ارشاد فرماتے ہیں کہ فسخ ہو جاتا ہے، امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے جمہور کی تائید کی ہے اور دلیل یہ پیش فرمائی ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے یہود خیبر سے اجارہ کا معاملہ کیا تھا کہ وہ وہاں کاشت کرتے رہیں گے اور جتنی پیداوار ہوگی اس کا نصف ان کو دے دیا جائے گا، حضور ﷺ کے بعد یہی معاملہ شیخین کے عہد میں بھی ہوتا رہا، حضرت عمرؓ نے اپنے ابتدائی خلافت میں جب تک خیبر کے یہودیوں کو جلاوطن نہیں کیا تھا یہی کرتے رہے، معلوم ہوا کہ احد المتعاقدین کے مر جانے سے عقدِ اجارہ فسخ نہیں ہوا کرتا ہے۔

علامہ جمال الدین زیلعی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ہمارے فقہاء جو احد المتعاقدین کی موت کے بعد عقدِ اجارہ کے فسخ ہونے کے قائل ہیں یہ اس صورت میں ہے جب اس نے اپنے لئے عقدِ اجارہ کیا ہو، اور اگر وہ کسی کی طرف سے وصی یا وکیل ہو تو اس کے مر جانے کی وجہ سے عقدِ اجارہ فسخ نہیں ہوتا ہے، سرکار دو عالم ﷺ امام

Maktaba Tul Ishaat.com



المسلمین تھے آپ نے مسلمانوں کی طرف سے عقدِ اجارہ کیا تھا آپ اگرچہ اس دنیا سے پردہ فرماگئے اور تشریف لے گئے لیکن بہرحال آپ کے نائبین اور جن کے لئے آپ نے عقد کیا تھا وہ موجود تھے پھر اجارہ کے انفساخ کا کیا سوال ہوتا ہے؟

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ صورۃً اجارہ تھا ورنہ حقیقت میں یہ ان کے ذمہ خراج مقاسمت تھا، اصل بات یہ ہے کہ وہ زمین مسلمانوں نے فتح کرلی تھی اب وہ مسلمانوں کی زمین ہوگئی تھی اور مسلمانوں کی زمین پر اگر کافر بسائے جائیں گے تو ان سے خراج لیا جائے گا، یہاں خراج مقاسمت لیا گیا یعنی ان سے یہ طے کرلیا گیا تھا کہ جو کچھ پیدا ہوگا ہم آدھا لے لیں گے۔

تیسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضراتِ شیخین کے عہد میں یہ عقد فسخ اس لئے نہیں ہوا کہ گویا ان حضرات نے فعلی طور پر اجارۂ نبویہ کی تقریر کی اور اس کو باقی رکھا وہی اجارہ اور معاملہ چلتا رہا۔

**وَلَمْ يُذْكَرْ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ جَدَّدَا الْإِجَارَةَ:** یہ ہے بخاری کا تفقہ، اس کا جواب معلوم ہوچکا کہ تجدیدِ اجارہ کی ضرورت ہی نہیں تھی آپ نے اپنے لئے تھوڑے اجارہ کیا تھا؟ آپ نے تو عامۃ المسلمین کی طرف سے امام المسلمین ہونے کی حیثیت سے عقدِ اجارہ فرمایا تھا، دوسری بات یہ ہے کہ تجدید اجارہ کی دو صورتیں ہوتی ہیں، ایک تجدیدِ قولی اور دوسری تجدید فعلی، جب حضراتِ شیخین نے یہود کو ان کے پرانے عمل پر باقی رکھا تو گویا عملی طور پر اس کی تجدید کردی گو قولی تجدید نہیں ہوئی۔

**أَعْطَى رَسُولُ اللهِ ﷺ خَيْبَرَ أَنْ يَعْمَلُوهَا وَيَزْرَعُوهَا:** یہ حدیث امام بخاری نے اسی سند کے ساتھ چار مواضع میں تخریج فرمائی ہے، یہاں پر اور ابوابِ شرکت اور کتاب الشروط اور کتابِ المغازی میں، لیکن مصنف نے مواضع ثلاثہ باقیہ میں صرف معاملۂ خیبر کو ذکر فرمایا ہے اور باقی چیزوں کو ذکر نہیں فرمایا ہے۔

**حَتّٰى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ:** حافظ فرماتے ہیں کہ اس سے براعتِ اختتام ثابت ہوتی ہے، حضرت شیخ فرماتے ہیں **بَعْدَمَا قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ** میں لفظِ قُبِضَ سے ثابت ہوتی ہے۔

---

کتاب الاجارہ پورا ہوا

Maktaba Tul Ishaat.com



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# (ص ۳۰۵) (كتاب الحوالة)

**تشریح:** حوالہ کے معنی ہیں نقل کر دینا اور اصطلاح میں حوالہ کی تعریف ہے نَقلُ دَینٍ مِنْ ذِمَّةٍ إِلَى ذِمَّةٍ دین ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کی طرف منتقل کرنا، مدیون سے مُحال علیہ کی طرف منتقل کرنا۔

حوالہ میں چار چیزیں ہوتی ہیں، (۱) مُحیل یعنی جو حوالہ ڈالے، مدیون، مقروض، قرض لینے والا، (۲) مُحال جس کو حوالہ ڈالا جائے اس کو محتال بھی کہتے ہیں یعنی دائن، قرض خواہ، قرض دینے والا، (۳) مُحال علیہ جس پر حوالہ ڈالا جائے جس کو محتال علیہ بھی کہتے ہیں، (۴) مُحال بہ جس کا حوالہ ڈالا جائے یعنی دین۔

## (ص ۳۰۵) بَابٌ فِي الْحَوَالَةِ وَهَلْ يَرْجِعُ فِي الْحَوَالَةِ

وقال الحسن وقتادة: إذا كان يومَ أحال عليه مليًّا جاز. وقال ابن عباس: يتخارجُ الشريكان وأهل الميراث فيأخذ هذا عينا وهذا دينا، فإن تَوِيَ لأحدهما لم يرجع على صاحبه.

۲۲۸٤. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: مَطلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، فَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ.

**ترجمہ:** باب، حوالے کا بیان، اور اس بات کا بیان کہ حوالے میں قرض وصول کرنے والا اصل مدیون کی طرف رجوع کر سکتا ہے؟ حضرت حسن اور حضرت قتادہ نے فرمایا کہ اگر وہ شخص جس کی طرف قرض منتقل کیا گیا حوالے کے دن تونگر تھا تو حوالہ درست ہے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ دو شریک یا وارثین صلح کریں اور ایک شخص نقد مال لے لے اور دوسرا قرض والا حصہ لے لے، پھر اگر ان میں سے کسی کا حق مارا جائے تو وہ اپنے ساتھی پر رجوع نہیں کر سکتا۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ غنی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، اور اگر تم میں سے کسی کے ساتھ تونگر سے مطالبہ کے لئے عقدِ حوالہ کیا جائے تو اس کو قبول کر لینا چاہئے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**تشریح:** وَهَلْ يَرْجِعُ فِي الْحَوَالَةِ؟ حوالہ میں مُحال کو محیل پر رجوع کا حق حاصل ہے؟ یعنی اگر محیل مدیون نے محال دائن کو کسی پر حوالہ کر دیا تو اب وہ صرف محال علیہ سے مطالبہ کرے گا یا محیل سے رجوع کر سکتا ہے اور اس سے مطالبہ کر سکتا ہے؟ امام بخاری نے اس سلسلہ میں کوئی فیصلہ نہیں فرمایا ہے اور فیصلہ نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے، علماء کے اس میں چار یا یوں کہئے کہ پانچ مذہب ہیں۔

(۱) امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ حوالہ کر دینے کے بعد رجوع کا کوئی حق نہیں ہے۔

(۲) حسن بصری، قاضی شریح اور امام زفر فرماتے ہیں کہ جس سے چاہے مطالبہ کر سکتا ہے چاہے محیل سے مطالبہ کرے جو اصل ہے اور چاہے محال علیہ سے مطالبہ کرے جس نے ذمہ داری لی ہے۔

(۳) امام مالک، امام احمد ایک روایت میں یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر یوم الحوالہ میں محال علیہ مالدار اور غنی ہو اور حوالہ ڈالا گیا تب تو رجوع کا حق حاصل نہیں اور اگر یوم الحوالہ میں محال علیہ تنگ دست اور فقیر ہو اور محیل کو پتہ بھی تھا مگر بتایا نہیں دھوکہ دیا تو اس صورت میں محال محیل پر رجوع کر سکتا ہے۔

(۴) امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ محال کو محیل پر رجوع کا حق صرف دو صورتوں میں پہنچتا ہے، ایک یہ کہ محال علیہ مفلس ہو کر مر جائے، دوسرے یہ کہ وہ حوالہ کا انکار کر دے اور حاکم کے یہاں قسم کھالے۔

(۵) صاحبین فرماتے ہیں کہ ایک تیسری صورت بھی ہے کہ حاکم محال علیہ کے افلاس کا حکم لگا دے اور اس پر حجر کر دے پابندی عائد کر دے اس کے تصرفات کو غیر معتبر قرار دے دے۔

اب اگر صاحبین کے مسلک کو مستقل بناؤ گے تو پانچ مذہب ہو جائیں گے ورنہ چار مذہب ہوتے ہیں۔

امام بخاری کی اس مسئلہ میں رائے کیا ہے؟ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں چونکہ امام بخاری نے حوالہ کو کفالہ کے ضمن میں ذکر فرمایا ہے اس لئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام کے نزدیک جیسے کفالہ میں مکفول لہ کو حق حاصل ہوتا ہے کہ چاہے تو وہ کفیل سے مطالبہ کرے اور چاہے مکفول عنہ یعنی اصل سے مطالبہ کرے ایسے ہی بابِ حوالہ میں محال کو اختیار ہے چاہے اصل یعنی محیل سے مطالبہ کرے اور چاہے محال علیہ سے مطالبہ کرے۔

عبد ضعیف کی رائے یہ ہے کہ امام بخاری نے اس باب میں قول ثالث کو اختیار فرمایا ہے یعنی اگر محال علیہ حوالہ کے دن غنی تھا تب تو رجوع کا حق حاصل نہیں اور اگر فقیر تھا تو رجوع کا حق حاصل ہے، اور دلیل یہ ہے کہ

Maktaba Tul Ishaat.com



امام نے آگے حسن بصری اور قتادہ کا اثر نقل کیا ہے فرماتے ہیں **وَقَالَ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ إِذَا كَانَ يَوْمَ أَحَالَ عَلَيْهِ مَلِيًّا جَازَ** کہ جب حوالہ کے دن محال علیہ مالدار اور غنی ہو تب یہ حوالہ جائز ہوگا، معلوم ہوا کہ اگر مالدار اور غنی نہیں ہے تو اس حوالہ کا اعتبار ہی نہیں اور جب حوالہ کا اعتبار ہی نہیں تو اس صورت میں محال محیل پر رجوع کر سکتا ہے۔

**وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَتَخَارَجُ الشَّرِيكَانِ وَأَهْلُ الْمِيرَاثِ:** تخارجِ شریکین اور تخارجِ اہل میراث کی صورت یہ ہے کہ مثلاً دو آدمی تجارت کر رہے ہیں اور برابر کے شریک ہیں اس کے بعد رائے یہ ہوئی کہ مال تقسیم کر لیا جائے، کچھ مال نقد تھا اور کچھ دین تھا ایک آدمی عین یعنی نقد لینے پر راضی ہو گیا اور دوسرا دین پر راضی ہو گیا، اس کے بعد دین والا دین وصول نہیں کر پایا اس کا مال ہلاک ہو گیا مثلاً مدیون مفلس ہو کر مر گیا یا اس نے حاکم کے یہاں جا کر انکار کر دیا اور قسم کھالی یا حاکم کی طرف سے اس پر حجر اور پابندی عائد کر دی گئی تو اس صورت میں جو شریک دین لینے پر راضی ہوا تھا وہ دوسرے سے یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ صاحب! ہم کو تو کچھ ملا نہیں، اب جو موجود ہے اس میں ہم اپنا حصہ لیں گے اور آدھا تقسیم کریں گے۔

یہی حال بعینہ میراث کا ہے، ایک آدمی مرتا ہے کچھ نقد چھوڑتا ہے اور کچھ دوسروں کے ذمہ دین چھوڑ کر جاتا ہے، اب اہل میراث باہم تخارج کرتے ہیں اور یہ طے کر لیتے ہیں کہ ایک دین وصول کر لے اور دوسرا شیٔ موجود نقد لے لے، اب اگر اتفاق سے دین ہلاک ہو گیا تو صاحب الدین کو یہ حق نہیں پہونچتا ہے کہ وہ صاحب العین سے مطالبہ کرے، یا اتفاق سے نقد ہی ضائع ہو گیا چور اٹھا لے گئے یا ڈاکہ پڑ گیا تو اس صورت میں اس کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ دین والے سے مطالبہ کرے۔

اب یہ سمجھو کہ امام بخاری نے یہاں حضرت ابن عباسؓ کا اثر امام ابو حنیفہ اور صاحبین پر تردید کرنے کے واسطے ذکر فرمایا ہے، کیوں کہ امام ابو حنیفہ اور صاحبین ارشاد فرماتے ہیں کہ حوالہ ڈال دینے کے بعد محال کو محیل طرف رجوع کرنے کا حق نہیں ہے مگر چند صورتوں میں، ایک صورت یہ ہے کہ محال علیہ مفلس ہو کر مر جائے یا وہ انکار کر دے اور قسم کھالے، نیز صاحبین فرماتے ہیں کہ یا اس پر پابندی اور حجر حاکم کی طرف سے عائد کر دیا جائے، مطلب یہ ہے کہ مُحال کا دین ضائع ہو رہا ہو تو اس ضیاع کی شکل میں وہ محیل کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ جب وہ پہلے ہی راضی ہو گیا کہ وہ محیل سے رجوع کرنے کے بجائے محال علیہ سے

Maktaba Tul Ishaat.com



رجوع کرے گا تو اس صورت میں محیل کی طرف رجوع کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے۔

بہر حال خلاصہ کے طور پر میری رائے ہے کہ امام بخاری مسلک ثالث کے قائل ہیں، یعنی اگر محال علیہ حوالہ کے دن مالدار اور غنی تھا تب تو حوالہ صحیح ہے اور محال کو حق رجوع نہیں اور اگر محال علیہ حوالہ کے دن غنی نہیں بلکہ فقیر تھا اور محیل نے بتلایا نہیں دھوکہ دیا تو اس صورت میں محال محیل سے رجوع کر سکتا ہے، اور اگر غنی تھا اور اس کے بعد اتفاق سے اس کو مال نہیں مل سکا مثلاً مفلس ہو گیا یا حاکم کے یہاں جا کر قسم کھالی اور انکار کر دیا یا حاکم نے پابندی عائد کر دی تو اس صورت میں رجوع کا کوئی حق نہیں ہے، اس لئے کہ وہ تو پہلے ہی راضی ہو گیا تھا کہ محال علیہ سے وصول کرے گا محیل سے نہیں تو اب محیل سے وصول کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے؟ اسی طرح جب اہل میراث تخارج کر لیں یا شریکین تخارج کر لیں تو اس کے بعد اگر کسی کا مال ضائع ہو جائے تو اس کو دوسرے سے حق رجوع نہیں پہنچتا ہے۔

یہ سمجھ لو کہ ہم نے جو ابن عباسؓ کے اثر کی شرح کی ہے یہی اس کی صحیح شرح ہے۔

**مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ:** مطل کے معنی ہیں لوہے کو گرم کر کے پیٹ کر بڑھانا، اس کے بعد اس کا استعمال ٹال مٹول کے معنی میں ہونے لگا اس لئے کہ ٹال مٹول والا بھی اس طرح سے ٹال مٹول کر کے مدت بڑھاتا ہے۔

**الْغَنِيِّ:** یہاں مصدر کی اضافت ہو رہی ہے فاعل کی طرف اور مطلب یہ ہے کہ غنی آدمی غنی ہو کر دوسرے کے دین میں ٹال مٹول کرے اور نہ دے یہ بڑے ظلم کی بات ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے، یعنی اگر دائن غنی ہو تو اس کا غِنا سامنے رکھ کر اس کے دین کو ادا نہ کرنا اور اس میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، اس لئے کہ بعض وقت آدمی غنی تو ہوتا ہے لیکن وہ مجبور ہوتا ہے کہ دوسرے سے اپنے دین کا مطالبہ کرے، تو خواہ مخواہ اس کے غِنا کو سامنے رکھ کر یہ کہنا کہ صاحب! آپ کو کیا ضرورت ہے کل دے دوں گا پرسوں دے دوں گا اس طرح پریشان کرنا اچھی بات نہیں۔

یہ ایک احتمال ضرور ہے لیکن راجح پہلا ہی احتمال ہے اور جمہور علماء نے اسی کو اختیار فرمایا ہے اکثر شراح نے یہی مطلب بیان فرمایا ہے۔

**فَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ:** پس جب تم میں سے کسی آدمی کو کسی غنی کے پیچھے ڈال دیا

Maktaba Tul Ishaat.com



جائے تو اس کے پیچھے ہو جائے اس کے پیچھے لگ جائے، یعنی اگر مدیون کی طرف سے دائن کو کسی مالدار آدمی کے حوالہ کر دیا جائے کہ اس سے تم دین وصول کر لو تو اب دائن کو یہ چاہئے کہ وہ مدیون کا پیچھا نہ کرے بلکہ محال علیہ کا پیچھا کرے اور اس سے مطالبہ کرے۔

فَلْيَتْبَعْ مجرد سے اور فَلْيَتَّبِعْ افتعال سے بھی جائز ہے، یہ امر کیسا ہے اس میں علماء کے تین قول ہیں۔

جمہور علماء فرماتے ہیں کہ امر استحبابی ہے، بعضوں نے کہا ہے کہ امر ارشادی ہے لیکن یہ قول شاذ ہے، اکثر حنابلہ، ابو ثور، ابن جریر طبری، ظاہریہ اور بعض دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ یہ امر ایجابی ہے، بظاہر امام بخاری کا بھی خیال یہی ہے وہ یہ فرماتے ہیں کہ جب حوالہ ڈال دیا گیا تو اب محال کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ محیل سے جا کر مطالبہ کرے، مگر اس وقت جبکہ مَلِیء پر یعنی مالدار پر حوالہ ڈالا گیا ہو، اور اگر ملی نہ ہو فقیر ہو تو کچھ نہیں۔

مَلِیء غَنی کے معنی میں ہے بھرا ہوا آدمی، مراد اس سے یہ ہے کہ وہ مال سے بھرا ہوا ہو، غنی ہو۔

## (ص ۳۰۵) بَابُ إِذَا أَحَالَ عَلَى مَلِيٍّ فَلَيْسَ لَهُ رَدٌّ

**ومن أتبع على مليّ فليتبع، معناه إذا كان لأحد عليك شيء فأحلته على رجل مليّ فضمن ذلك منك، فإن أفلست بعد ذلك فله أن يتبع صاحب الحوالة فيأخذ عنه.**

**۲۲۸۵. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ ذَكْوَانَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ وَمَنْ أُتْبِعَ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتَّبِعْ.**

**ترجمہ:** باب، اگر کوئی مدیون کسی مال دار پر اپنا قرض اتارے اور مال دار سے عقدِ حوالہ کی گزارش کرے تو اس کو رد کرنے کا حق نہیں، نیز جس دائن کو عقدِ حوالہ کے بموجب کسی مال دار سے قرض وصول کرنے کیلئے کہا جائے تو اس کو قبول کرنا چاہئے، اسکے معنی یہ ہیں کہ اگر کسی کا آپکے اوپر کوئی حق ہو اور آپ اس کا حوالہ کسی مال دار پر کر دیں اور وہ اس کا ذمہ دار بن جائے، اگر اسکے بعد آپ مفلس ہو جائیں تو اس کیلئے جائز ہے کہ محتال علیہ سے مطالبہ کرے اور اس سے اپنا حق وصول کرے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مال دار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور جس کو اپنا حق کسی مال دار سے وصول کرنے کے لئے کہا جائے تو اس کو کہنے والے کی یہ درخواست قبول کر لینی چاہئے۔

**تشریح:** جب مدیون نے دائن کو کسی مَلِی پر حوالہ کر دیا تو اب دائن کو رد کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے،

Maktaba Tul Ishaat.com



غور سے سنو! حوالہ میں تین شخص ہوتے ہیں، مُحیل یعنی مدیون، مُحال یعنی دائن، مُحال علیہ یعنی ذمہ داری لینے والا، آیا تینوں کی رضا شرط ہے یا بعض کی شرط ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔

(۱) حنفیہ فرماتے ہیں کہ تینوں کی رضا شرط ہے، (۲) مالکیہ فرماتے ہیں کہ محیل اور محال کی رضا بہر حال شرط ہے اور محال علیہ کی رضا اس وقت شرط ہے جب محال اور محال علیہ میں پہلے سے عداوت ہو، (۳) شافعیہ فرماتے ہیں کہ پہلے دو کی رضا شرط ہے محیل کی اور محال کی، اور محال علیہ کی رضا میں ان کے دو قول ہیں، ایک قول میں شرط ہے اور دوسرے قول میں شرط نہیں، (۴) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ محیل کی رضا شرط ہے نہ محال کی اور نہ محال علیہ کی رضا شرط ہے۔

بظاہر امام بخاری کا مسلک بھی یہی معلوم ہوتا ہے، اور ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک بس مُحال کی رضا شرط نہ ہو اور محیل اور محال علیہ کی رضا شرط ہو، اس لئے کہ وہ یہ فرما رہے ہیں إِذَا أَحَالَ عَلَى مَلِيٍّ فَلَيْسَ لَهُ رَدٌّ جب مدیون نے دائن کو کسی غنی کے حوالہ کر دیا تو اب دائن کو رد کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے، معلوم ہوا کہ جو شخص مجبور ہے جس کی رضا کا کوئی اعتبار نہیں وہ مُحال ہے۔

وَمَنْ أُتْبِعَ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ: جس کو کسی ملی (مالدار) کے پیچھے کر دیا جائے اس کو اس کا اتباع کرنا چاہئے، معناہ اذا کان لأحد علیک شیئ فأحلته علی رجل مَلِيٍّ معنی اس کے یہ ہیں کہ جب کسی شخص کا تیرے ذمہ کوئی مطالبہ ہو فأحلته تو نے اس شخص کو حوالہ ڈال دیا ایک مالدار شخص کے ذمہ اور وہ مالدار شخص ضامن بن گیا یعنی اس نے ضمانت لے لی کہ ہاں میں تمہارا دین ادا کر دوں گا تمہاری طرف سے، فإن افلست بعد ذلک پس اگر تم اس کے بعد مفلس ہو جاؤ تو اس صورت میں فله أن يتبع صاحب الحوالة اس محال کو چاہئے کہ وہ صاحب حوالہ کا اتباع کرے یعنی محال علیہ کا اور اسی سے وصول کرے (محیل سے مطالبہ نہ کرے)۔

مصنف نے جو شرح کی ہے ساری عبارت کی بالکل واضح ہے، اور خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر تم کسی شخص کے مدیون ہو اور تم نے دائن کو ایک تیسرے شخص یعنی ملی اور غنی آدمی پر حوالہ کر دیا اور وہ ضامن بھی ہو گیا تو اس کے بعد اب دائن کو یہ چاہئے کہ صاحب الحوالہ یعنی محال علیہ کا اتباع کرے، محیل سے مطالبہ نہیں کر سکتا ہے۔

مگر یہ بیچ میں جو ایک عبارت لکھ دی ہے فإن أفلست بعد ذلک یہ مشکل بنی ہوئی ہے اور یہ ہندی نسخوں میں

Maktaba Tul Ishaat.com



تو ہے مگر مصری نسخوں میں اس کا کوئی وجود نہیں، اسی طرح شراح؛ علامہ کرمانی، حافظ ابن حجر، علامہ عینی، علامہ قسطلانی اور علامہ سندی کے نسخوں میں بھی نہیں ہے اور بظاہر اس کو ہونا بھی نہیں چاہئے۔

علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ یہاں افلاسِ محیل کے کیا معنی؟ افلاسِ محال علیہ کا اگر تذکرہ ہوتا تو بات بھی ٹھیک تھی کہ افلاس محال علیہ کی صورت میں فقہ میں جزئیات و فروع ملتے ہیں۔

لیکن ہمارے حضرت شیخ دامت برکاتہم نے اس کی حکمت بیان کی کہ محال علیہ کے پیچھے پڑنا اور اسی سے لزوماً مطالبہ کرنا اس وقت ہے کہ محیل مفلس ہو جائے اور اگر محیل مفلس نہ ہو تو اس صورت میں محال چاہے تو محیل سے مطالبہ کرے اور چاہے محال علیہ سے مطالبہ کرے۔

لیکن حضرت والا دامت برکاتہم کی یہ تقریر اس بات پر مبنی ہے کہ امام بخاری کا مسلک رجوع فی الحوالہ کے مسئلہ میں وہ ہو جو حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے یعنی حوالہ مثل الکفالہ ہے، جیسے مکفول لہ کو یہ حق ہے کہ چاہے وہ اصل سے مطالبہ کرے یا کفیل سے، ایسے ہی حوالہ میں بھی دائن کو یہ حق ہے کہ چاہے وہ محیل سے مطالبہ کرے اور چاہے محال علیہ سے مطالبہ کرے، مگر ہم نے امام بخاری کی غرض کی جو تقریر کی ہے اس پر یہ جواب صحیح نہیں ہو سکتا ہے اور فإن افلست بعد ذلک کی عبارت کو زائد اور بے ضرورت ہی ماننا پڑے گا۔

## (ص ۳۰۵) بَابُ إِذَا أَحَالَ دَيْنَ الْمَيِّتِ عَلَى رَجُلٍ جَازَ.

۲۲۸۶. حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ فَقَالُوا: صَلِّ عَلَيْهَا، فَقَالَ: هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟ فَقَالُوا: لَا، قَالَ: فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟ قَالُوا: لَا، فَصَلَّى عَلَيْهِ، ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرَى فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ صَلِّ عَلَيْهَا، قَالَ: هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟ قِيلَ: نَعَمْ قَالَ: هَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟ قَالُوا: ثَلَاثَةَ دَنَانِيرَ فَصَلَّى عَلَيْهَا، ثُمَّ أُتِيَ بِالثَّالِثَةِ فَقَالُوا: صَلِّ عَلَيْهَا، قَالَ: هَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟ قَالُوا: لَا قَالَ: فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟ قَالُوا: ثَلَاثَةُ دَنَانِيرَ، قَالَ: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ، قَالَ أَبُو قَتَادَةَ: صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُولَ اللهِ وَعَلَيَّ دَيْنُهُ، فَصَلَّى عَلَيْهِ.

**ترجمہ:** باب، اگر میت کے قرض کا کسی پر حوالہ کیا جائے تو جائز ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوعؓ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا، لوگوں نے کہا کہ اس

Maktaba Tul Ishaat.com



کی نماز پڑھادیجئے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ نہیں، آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا اس نے کچھ ترکہ چھوڑا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں، تو آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر ایک اور جنازہ لایا گیا، لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس کی نماز جنازہ پڑھادیجئے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا اس پر دین ہے؟ جواب ملا: جی ہاں ہے، آپ نے دریافت کیا کہ کیا کچھ ترکہ چھوڑا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ تین دینار چھوڑے ہیں، تو آپ نے نماز پڑھائی، پھر تیسرا جنازہ لایا گیا، لوگوں نے کہا کہ نماز جنازہ پڑھادیں، آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا اس پر کچھ قرض ہے؟ لوگوں نے کہا کہ تین دینار ہیں، آپ نے فرمایا کہ اپنے ساتھی کی نماز تم ہی پڑھ لو، حضرت ابو قتادہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ ان کی نماز جنازہ پڑھادیں، ان کے قرض کی ذمہ داری میں لیتا ہوں، جب آپ ﷺ نے نماز پڑھائی۔

**تشریح:** اگر میت کے دین کا کسی پر حوالہ کردیا تو یہ بھی جائز ہے، اس پر اشکال یہ کیا گیا ہے کہ اس کا تعلق حوالہ سے ہے ہی نہیں بلکہ کفالت وضمانت سے ہے، حوالہ تو زندہ مدیون کی طرف سے ہوتا ہے اور جو مرچکا ہو اس کی طرف سے کیا حوالہ ہوسکتا ہے؟ ہاں کوئی شخص اس کی طرف سے ضامن اور کفیل ضرور ہوسکتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے مسئلۂ ضمان کو ابواب حوالہ میں اسلئے بیان فرمایا ہے کہ دونوں ایک مضمون میں مشترک ہیں اور وہ یہ ہے کہ مطالبہ ایک شخص کے ذمہ سے دوسرے شخص کے ذمہ کی طرف منتقل کردیا جاتا ہے، حوالہ میں یہ ہوتا ہے کہ مطالبہ محیل کے ذمہ سے محال علیہ کی طرف منتقل ہوجاتا ہے اور جب کوئی آدمی میت کی طرف سے ضامن بن جائے تو اب میت سے مطالبہ ہٹ کر اس ضامن کی طرف منتقل ہوجائے گا۔

باقی رہی یہ بات کہ میت کے دین کی کفالت اور ضمانت جائز بھی ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے، جمہور علماء جواز کے قائل ہیں، امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر میت نے مال چھوڑا ہے تب تو صحیح ہے ورنہ یہ کفالت صحیح نہیں، اور حدیث پاک کو انہوں نے تبرع پر محمول فرمایا ہے۔

**فَصَلّٰی عَلَیْهِ:** یہ ہے براعت اختتام، حافظ ابن حجر کے نزدیک جنازے کی نماز آپ نے پڑھ دی، اور حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ لفظ جنازہ سے براعت اختتام نکلتی ہے۔

---

## کتاب الحوالہ پورا ہوا

Maktaba Tul Ishaat.com



بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

# (ص ٣٠٥) كتاب الكفالة

**تشریح:** یہ عنوان حافظ ابن حجر کے نسخہ میں نہیں ہے ان کے یہاں ہے بَابُ الْكَفَالَةِ فِي الْقَرْضِ وَالدُّيُونِ بِالْأَبْدَانِ وَغَيْرِهَا، کفالت کے معنی لغت میں آتے ہیں ضم اور ملادینے کے، اور اصطلاح میں کفالت کی تعریف ہے ضم ذمة الأصيل إلى ذمة الكفيل جو مطالبہ اصیل کے ذمہ ہے اس کو کفیل کے ساتھ بھی ملا دیا جائے، لہذا دائن کو حق ہے چاہے کفیل سے مطالبہ کرلے اور چاہے اصیل سے مطالبہ کرلے۔

## (ص ٣٠٥) بَابُ الْكَفَالَةِ فِي الْقَرْضِ وَالدُّيُونِ بِالْأَبْدَانِ وَغَيْرِهَا

وقال أبو الزناد عن محمد بن حمزة بن عمرو الأسلمي عن أبيه أن عمر بعثه مصدّقا فوقع رجل على جارية امرأته فأخذ حمزة من الرجل كفلاء حتى قدم على عمر، وكان عمر قد جلده مائة، فصدّقهم وعذره بالجهالة. وقال جرير والأشعث لعبد الله بن مسعود في المرتدين: استتبهم وكفّلهم فتابوا وكفّلهم عشائرهم. وقال حماد: إذا تكفّل بنفس فمات فلا شيء عليه. وقال الحكم: يضمن.

٢٢٨٧. وَقَالَ اللَّيْثُ: ثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلاً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ فَقَالَ: ائْتِنِي بِالشُّهَدَاءِ أُشْهِدُهُمْ، فَقَالَ: كَفَى بِاللهِ شَهِيدًا، فَقَالَ: فَأْتِنِي بِالْكَفِيلِ، قَالَ: كَفَى بِاللهِ كَفِيلاً، قَالَ: صَدَقْتَ، فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ، ثُمَّ الْتَمَسَ مَرْكَبًا يَرْكَبُهَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ لِلْأَجَلِ الَّذِي أَجَّلَهُ فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا، فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ وَصَحِيفَةً مِنْهُ إِلَى صَاحِبِهِ، ثُمَّ زَجَّجَ مَوْضِعَهَا ثُمَّ أَتَى بِهَا إِلَى الْبَحْرِ فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ تَسَلَّفْتُ فُلَانًا أَلْفَ دِينَارٍ فَسَأَلَنِي كَفِيلاً فَقُلْتُ: كَفَى بِاللهِ كَفِيلاً، فَرَضِيَ بِكَ، وَسَأَلَنِي شَهِيدًا فَقُلْتُ: كَفَى بِاللهِ شَهِيدًا، فَرَضِيَ بِكَ، وَأَنِّي جَهَدْتُ

Maktaba Tul Ishaat.com



أَنْ أَجِدَ مَرْكَبًا أَبْعَثُ إِلَيْهِ الَّذِي لَهُ فَلَمْ أَقْدِرْ، وَإِنِّي اسْتَوْدَعْتُكَهَا، فَرَمَى بِهَا فِي الْبَحْرِ حَتَّى وَلَجَتْ فِيهِ ثُمَّ انْصَرَفَ وَهُوَ فِي ذَلِكَ يَلْتَمِسُ مَرْكَبًا يَخْرُجُ إِلَى بَلَدِهِ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا جَاءَ بِمَالِهِ، فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ الَّتِي فِيهَا الْمَالُ فَأَخَذَهَا لأَهْلِهِ حَطَبًا، فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيفَةَ، ثُمَّ قَدِمَ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ فَأَتَى بِالأَلْفِ دِينَارٍ وَقَالَ: وَاللَّهِ مَا زِلْتُ جَاهِدًا فِي طَلَبِ مَرْكَبٍ لآتِيَكَ بِمَالِكَ فَمَا وَجَدْتُ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِي أَتَيْتُ فِيهِ، قَالَ: هَلْ كُنْتَ بَعَثْتَ إِلَيَّ شَيْئًا؟ قَالَ: أُخْبِرُكَ أَنِّي لَمْ أَجِدْ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِي جِئْتُ فِيهِ، قَالَ: فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ أَدَّى عَنْكَ الَّذِي بَعَثْتَ فِي الْخَشَبَةِ فَانْصَرِفْ بِالأَلْفِ دِينَارٍ رَاشِدًا.

**ترجمہ:** باب، قرض اور دین کے معاملوں میں کفالت کا بیان اور کفالت بالنفس اور کفالت بالمال کا بیان۔

محمد بن حمزہ نے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے حمزہ اسلمیؓ کو صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا تو (وہاں معلوم ہوا کہ) ایک شخص نے اپنی بیوی کی باندی سے جماع کر لیا ہے، حضرت حمزہؓ نے اس شخص سے ایک کفیل لیا اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئے، حضرت عمرؓ اس کو سو کوڑے لگا چکے تھے تو انہوں نے ان لوگوں کی تصدیق کی اور اس کو جہالت کی وجہ سے معذور سمجھا۔

جریر اور اشعث نے مرتدین کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے عرض کیا کہ ان سے توبہ کرالیں اور کفیل لے لیں تو انہوں نے توبہ کی اور ان کے خاندان والے ان کے کفیل بنے، حماد کہتے ہیں کہ اگر کفالت بالنفس ہو اور مکفول بہ مر جائے تو کفیل پر کچھ لازم نہیں ہوگا، حضرت حکمؒ فرماتے ہیں کہ وہ ضامن ہوگا۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل میں سے ایک شخص کا ذکر کیا، اس نے کسی سے ایک ہزار دینار قرض مانگا، تو اس نے کہا کہ گواہ لاؤ، اس نے جواب دیا کہ اللہ کافی گواہ ہے، وہ کہنے لگا کہ کفیل لاؤ، تو قرض مانگنے والے نے کہا کہ اللہ کفیل ہے اور وہ کافی ہے، اس نے کہا کہ تم نے سچ کہا؛ چنانچہ اس کو وہ مال ایک مدت مقررہ تک کے لئے دے دیا، وہ سمندری سفر میں نکلا اور اس نے اپنا کام کیا، پھر اس نے کشتی تلاش کی کہ قرض دینے والے کے پاس اس میعاد میں پہنچ سکے جو مقرر کی تھی، لیکن اس کو کوئی کشتی نہیں ملی، تو اس نے ایک لکڑی لی، اس کو اندر سے کھودا، اس میں ایک ہزار دینار ڈالے اور ایک خط لکھا، جو قرض دینے والے کے نام تھا، پھر لکڑی کا منھ بند کر دیا اور اس کو لیکر سمندر کے پاس آیا اور یہ دعا کی کہ اے اللہ! بے شک آپ جانتے ہیں کہ میں نے فلاں سے ایک ہزار اشرفیاں قرض مانگی تھیں، اس نے کفیل طلب کیا تھا تو میں نے کہا تھا کہ اللہ کفیل ہے اور وہ کافی ہے، وہ اس پر راضی ہو گیا تھا، اس نے مجھ سے گواہ مانگا تھا، میں نے کہا تھا کہ اللہ گواہ ہے اور وہ کافی ہے، تو وہ اس پر بھی راضی ہو گیا تھا، پھر میں نے اس کی بہت سعی کی کہ کوئی کشتی مل جائے کہ اس کے پاس اس کا مال بھیجوں؛ لیکن مجھے کشتی نہیں ملی، اب میں اس مال کو آپ کے حوالے کرتا ہوں؛ یہ کہہ کر اس نے وہ لکڑی سمندر میں پھینک دی؛ یہاں تک کہ وہ سمندر میں داخل بھی ہو گئی اور وہ شخص واپس چلا آیا اور پھر وہ اپنے گھر جانے کے لئے کشتی تلاش کرنے لگا، اس دوران قرض دینے والا سمندر کی

Maktaba Tul Ishaat.com



طرف آیا کہ شاید کوئی کشتی اس کا مال لیکر آئی ہو، تو کیا دیکھتا ہے کہ سامنے وہی لکڑی ہے جس میں مال تھا، اس نے وہ لکڑی گھر والوں کے لئے ایندھن کی نیت سے اٹھالی؛ لیکن جب اس کو چیرا تو وہ مال اور خط ہاتھ آیا، پھر وہ شخص بھی آگیا جس کو قرض دیا تھا، وہ دوبارہ ہزار اشرفیاں لایا اور کہنے لگا کہ میں آپ کا مال لیکر حاضر ہونے کے لئے مسلسل کشتی کی تلاش میں رہا؛ لیکن اب جس کشتی میں آیا ہوں، اس سے پہلے کوئی کشتی نہیں ملی، اس نے دریافت کیا کہ کیا تم نے میرے پاس کوئی چیز بھیجی تھی؟ وہ کہنے لگا کہ میں آپ کو سچ بتارہا ہوں کہ مجھے اس کشتی سے پہلے کوئی کشتی نہیں مل سکی تھی کہ تمہارا مال بھجواتا، تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف سے وہ مال پہنچوادیا ہے جو تم نے لکڑی میں ڈالا تھا، اب یہ ایک ہزار اشرفیاں تم دوبارہ دینا چاہتے ہو، اطمینان کے ساتھ لے جاؤ۔

**تشریح: فِي الْقَرْضِ وَالدُّيُونِ:** قرض میں بھی کفالت جائز اور دیون میں بھی، قرض اور دین میں فرق یہ ہے کہ دین کہتے ہیں اس شئ کو جو کسی کے ذمہ واجب ہو جائے کسی وجہ سے بھی، مثلاً کسی سے کوئی چیز خرید لی یا کسی سے قرض لے لیا یا کسی کی کوئی چیز غصب کرلی یا کسی کی کوئی چیز قصداً ضائع کردی اب ان سب صورتوں میں اُس کے ذمہ مطالبہ آئے گا اسی کا نام دین ہے، اور قرض اصطلاح میں کہتے ہیں اس مال کو جو آدمی اپنے مال میں سے کسی کے طلب کرنے پر دیتا ہے کہ میں فلاں وقت تم کو دے دوں گا تو قرض خاص ہے اور دین عام ہے۔

**بِالْأَبْدَانِ وَغَيْرِهَا:** امام بخاری نے بِالْأَبْدَانِ وَغَيْرِهَا بڑھا کر یہ بتلادیا کہ کفالت جیسے بالمال ہوتی ہے ایسے ہی کفالت بالبدن ہوتی ہے اور دونوں جائز ہیں، ویسے کفالت بالابدان کا مسئلہ کچھ مختلف فیہا سا ہے میں آئندہ بیان کروں گا، جمہور علماء جواز کے قائل ہیں اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ **الكفالة بالأبدان ضعيفة**۔

اس **ضعيفة** کا کیا مطلب ہے؟ بعض شراح شافعیہ کہتے ہیں **أي ضعيفة في القياس**، اور بعضوں نے یہ کہا ہے کہ اس میں دراصل امام شافعی کے دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ کفالت بالابدان صحیح ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ کفالت بالابدان صحیح نہیں، امام بخاری نے بالابدان بڑھا کر جمہور علماء کی تائید کی ہے اور یہ بتلایا ہے کہ کفالت بالمال اور کفالت بالبدن دونوں جائز ہیں۔

**وَقَالَ أَبُو الزِّنَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَمْزَةَ:** امام بخاری نے یہ اثر معلقاً اور نہایت مختصر ذکر کیا ہے، امام طحاوی نے یہ اثر موصولاً ذکر فرمایا ہے، علامہ ابو محمد بن حزم ظاہری پر اللہ رحم فرمائے وہ فرماتے ہیں **إنه باطل** یہ اثر باطل ہے، اور فرماتے ہیں کہ عبد الرحمن بن ابی الزناد جو اس کے راوی ہیں وہ اس قابل نہیں کہ اس پر اعتماد کیا

Maktaba Tul Ishaat.com



جائے، لیکن علامہ ابن حزم کی یہ عادت ہے، عبدالرحمن بن ابی الزناد راوی مختلف فیہ ہے حافظ ابن حجر نے فتح الباری کی آخری جلد میں ایک مقام پر فیصلہ کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ وہ راوی اس درجہ کا ہے کہ اس کی روایت حسن قرار دی جائے۔

**أَنَّ عُمَرَ بَعَثَهُ مُصَدِّقًا:** حضرت عمرؓ نے ان کو صدقہ وصول کرنے کے واسطے روانہ فرمایا۔

**فَوَقَعَ رَجُلٌ عَلَى جَارِيَةِ امْرَأَتِهِ:** اس میں اختصار ہے، صورت یہ ہوئی کہ حضرت عمرؓ نے حمزہ بن عمرو اسلمی کو صدقہ وصول کرنے کے لئے بھیجا، اتفاق سے ایک مقام پر گزر ہوا تو انہیں ایک آواز سنائی دی ایک آدمی اپنی بیوی سے یوں کہہ رہا ہے صَدِّقِي مَالَ مَوْلَاكِ اپنے مولیٰ کے مال کا صدقہ دے، بیوی کہہ رہی ہے بَلْ أَنْتَ صَدِّقْ مَالَ ابْنِكَ تم اپنے بیٹے کے مال کا صدقہ دو، حمزہ بن عمرو اسلمی نے فوراً پوچھا کہ یہ قصہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتلایا کہ یہ اس کی بیوی ہے اور اس کی بیوی کی ایک باندی تھی اس نے بیوی کی باندی سے وطی کرلی تھی اور اس سے ایک بچہ پیدا ہوگیا تھا بعد میں اس کی بیوی نے اس باندی کو آزاد کردیا تھا، وہ آزاد شدہ باندی مرگئی اس کی طرف سے اس کے بیٹے کو کچھ مال ملا، اس مال کے سلسلہ میں میاں بیوی میں اختلاف ہو رہا ہے میاں کہہ رہا ہے صَدِّقِي مَالَ مَوْلَاكِ تیری باندی کا لڑکا ہے لہذا تیرا مولیٰ ہے تو تو صدقہ دے، اور یہ کہہ رہی ہے بَلْ أَنْتَ صَدِّقْ مَالَ ابْنِكَ، حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی نے پکڑ لیا اور کہا کہ یہ تو زنا ہوا، لَأَرْجُمَنَّكَ میں تجھ کو رجم کردوں گا، لوگوں نے کہا کہ اس کا قضیہ حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں پیش کیا جاچکا ہے اور انہوں نے اس کو سو کوڑے لگا کر چھوڑ دیا ہے، حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی نے فرمایا کہ اس کا کفیل کوئی آدمی بنے، بعض لوگ کفیل بن گئے کہ ہاں ہم ذمہ داری لیتے ہیں اگر اس کے خلاف ثابت ہوجائے، چنانچہ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئے اور ان سے سارا ماجرا ذکر کیا، حضرت عمرؓ نے تصدیق فرمادی یہ ہے سارا قصہ، امام بخاری نے اس میں انتہائی اختصار کردیا۔

بہر حال اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے اپنی بیوی کی باندی سے وطی کرلی تو کیا حکم ہے؟ مسئلہ یہاں کا تو صحیح ہے اور اصل ہے ابوداؤد شریف کا مسئلہ، امام مالک اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ حد جاری کی جائے گی، امام احمد فرماتے ہیں کہ اس شرط کے ساتھ کہ بیوی نے اس کو حلال نہ کردیا ہو اپنے خاوند کے واسطے، اور اگر حلال کردیا

Maktaba Tul Ishaat.com



ہے تب تو کچھ نہیں، ورنہ سو کوڑے مارے جائیں گے جیسا کہ نعمان بن بشیرؓ کی روایت میں ابوداؤد شریف میں واقع ہوا ہے، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ یہ کہتا ہے کہ میں اسے حلال سمجھا تھا میرا گمان تھا کہ میری بیوی کا مال ہے میرے لئے بھی حلال ہے تب تو وہ معذور سمجھا جائے گا اور اس پر حد نہیں آئے گی، اور اگر وہ یہ کہے کہ میں اسے حرام جانتا تھا اور پھر کیا تو اس صورت میں اس کو رجم کیا جائے گا حد جاری کی جائے گی۔

**وَكَانَ عُمَرُ قَدْ جَلَدَهُ مِائَةَ جَلْدَةٍ:** سوال یہ ہے کہ یہ شخص محصن (شادی شدہ) تھا اور اس نے زنا کیا تھا، حضرت عمرؓ نے صرف سو کوڑے مارنے پر کیوں اکتفاء کیا؟

امام طحاوی اور ابن التین وغیرہ فرماتے ہیں کہ جاہل آدمی تھا بس تعزیر کے لئے سو کوڑے مار دیئے اور ہو گیا، اسی سے ان حضرات نے یعنی طحاوی، ابن التین اور مالکیہ وغیرہ نے اس بات پر یہ استدلال کر لیا کہ تعزیر میں کوئی حد محدود نہیں ہے امام جہاں تک چاہے مار سکتا ہے اور یہی قاضی ابویوسف کی ایک روایت ہے، لیکن قاضی ابویوسف کا مشہور قول اور اسی طرح دوسرے حضرات کا قول یہ ہے کہ اس کی ایک حدِ محدود ہے، امام احمد فرماتے ہیں کہ تعزیر کے کوڑے دس سے زائد نہیں ہوں گے، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اقل حدود سے کم کم رکھا جائے گا، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ممکن ہے حضرت عمرؓ کا مسلک یہ ہو کہ اگر زانی محصن عالم ہو تب رجم کیا جائے گا اور اگر وہ جاہل ناواقف ہو تو اس کو سو کوڑے تعزیر کے لگا دیئے جائیں گے۔

**فَصَدَّقَهُمْ وَعَذَرَهُ بِالْجَهَالَةِ:** حضرت عمرؓ نے ان لوگوں کی تصدیق کی اور اس کو جہالت کی وجہ سے معذور سمجھا، آج بھی اگر کوئی اتفاق سے ایسے فعل کا ارتکاب کر بیٹھے اور واقع میں وہ کسی بادیہ اور جنگل کا رہنے والا ہو اور مسئلہ سے ناواقف ہو یا حدیث العہد بالاسلام ہو تو اس سے حد ساقط ہو گی، علامہ موفق صاحب مغنی فرماتے ہیں فلا حَدَّ عليه في قولِ عامةِ أهلِ العلمِ۔

**وَقَالَ جَرِيرٌ وَالْأَشْعَثُ:** حضرت جریر اور اشعث نے عبداللہ بن مسعودؓ سے مرتدین کے بارے میں یوں فرمایا کہ ان سے توبہ کرائیے اور ان سے کفیلوں کا مطالبہ کیجئے، ان لوگوں نے توبہ کر لی اور ان کے خاندان والے ان کے کفیل ہو گئے، یہ اثر امام بخاری نے بہت مختصر طور پر ذکر فرمایا ہے، امام بیہقی نے اور خطیب بغدادی نے کتاب الموضح میں مفصلاً روایت کیا ہے، ایک آدمی عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آیا اور یہ کہنے لگا کہ میں

Maktaba Tul Ishaat.com



بنو حنیفہ کی مسجد کے پاس سے گزرا تو وہاں ابن نوّاحہ کو میں نے دیکھا کہ وہ اذان پڑھ رہا تھا اور اذان میں کہہ رہا تھا أشھد أن مُسَیلِمَۃَ رَسُولُ اللّٰہِ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فوراً ان سارے لوگوں کو پکڑ بلوایا، ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ وہ ایک سو ستر (۱۷۰) آدمی تھے، ابن مسعودؓ نے ابن نوّاحہ کی گردن اسی وقت اڑادی اور باقیوں کے بارے میں ان کی رائے یہ تھی کہ ان کی بھی گردن اڑادی جائے، لیکن حضرت جریر بجلی اور اشعث نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے یوں فرمایا کہ ان سے توبہ کرالیجئے اور ان سے کفیل لے لیجئے کہ پھر سے گڑبڑ نہیں کریں گے، چنانچہ ان لوگوں نے توبہ کرلی اور ان کے خاندان والے اس کے کفیل بن گئے کہ آئندہ وہ لوگ اس طرح کا جرم نہیں کریں گے۔

یہاں میں نے اسْتَتِبھُمْ پڑھا، ہمارے ہندی نسخہ میں اسْتَبِھِمْ ہے یہ غلط ہے صحیح اسْتَتِبْھُمْ ہے جیسا کہ شروح کے نسخوں میں واقع ہوا ہے۔

اس کے بعد یہ سمجھو کہ امام بخاری نے یہ جو حضرت حمزہ بن عمرو اسلمیؓ کا اور عبد اللہ بن مسعودؓ کا اثر ذکر فرمایا ہے اس سے امام بخاری نے کفالت بالابدان کو ثابت فرمایا ہے، حاصل استدلال یہ ہے کہ جب حدود میں کفالت بالابدان جائز ہے تو اموال اور دیون میں تو بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگی۔

باقی حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ اپنی جگہ پر غور طلب ہے، اس کا تعلق کفالت سے ہے ہی نہیں یہ تو استیثاق ہے اور اعتماد کے لئے یہ صورت حال کی گئی تھی، چونکہ کفالت میں بھی کفیل اعتماد کے لئے لیا جاتا ہے لہٰذا امام بخاری نے ان دونوں اثروں سے کفالت بالابدان کے جواز پر استدلال کرلیا۔

**کفالت بالابدان جائز ہے؟** اگر کسی شخص پر حد واجب ہوتی ہو تو کوئی اس کے بدن کا کفیل بن سکتا ہے یا نہیں؟ بعض علماء فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے، امام ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کا یہی مسلک ہے، امام شافعی اور صاحبین حدود الآدمی اور حدود اللہ میں فرق فرماتے ہیں، امام شافعی فرماتے ہیں کہ حدود اللہ میں تو کفالت نہیں لی جائے گی اور حدود الآدمی جن کا تعلق حق آدمی سے ہے اس میں کفالت لی جاسکتی ہے۔

**وَقَالَ حَمَّادٌ إِذَا تَكَفَّلَ بِنَفْسٍ فَمَاتَ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ:** یہ ایک مستقل مسئلہ ہے، اگر کوئی آدمی کسی شخص کے نفس کا کفیل یعنی کفیل بالبدن بنا کہ اگر یہ نہیں ہوگا تو میں حاضر ہو جاؤں گا یا میں خود حاضر کردوں گا

Maktaba Tul Ishaat.com



اس کے بعد اتفاق سے مکفول عنہ مر گیا تو آیا کفیل کے ذمہ کوئی مطالبہ ہے یا نہیں؟ حنفیہ، امام شافعی، امام احمد، قاضی شریح اور شعبی وغیرہ فرماتے ہیں کہ کفیل کے ذمہ کوئی مطالبہ نہیں، جب اصیل ہی نہ رہا تو کفیل سے کیا مطالبہ؟ حکم بن عتیبہ، امام مالک اور لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ کفیل اس مال کا ذمہ دار ہوگا جو مکفول عنہ کے ذمہ واجب تھا، امام بخاری نے اختلاف نقل کر کے کوئی فیصلہ نہیں کیا لیکن مشہور یہ ہے کہ جب وہ اختلافی مسئلہ میں دو مختلف آثار متعارضہ پیش کریں تو جس اثر کو پہلے لاتے ہیں وہی ان کے نزدیک مختار ہوتا ہے۔

**أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ:** یہ آگیا وہ قصہ جس کو امام بخاری نے سب سے پہلے کتاب الزکوۃ میں مختصراً ذکر فرمایا تھا اور میں نے یہ کہا تھا کہ کتاب الکفالۃ میں مفصل یہ قصہ آرہا ہے۔

امام بخاری نے اس اسرائیلی کی کفالت کے قصہ سے کفالت بالدیون پر استدلال کیا ہے، لیکن یہ استدلال اس بات پر مبنی ہے کہ شرائع من قبلنا شرائع لنا، یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے، جمہور علماء فرماتے ہیں کہ شرائع من قبلنا شرائع لنا، شافعیہ اس کو نہیں مانتے ہیں، حضرات حنفیہ فرماتے ہیں شرائع من قبلنا شرع لنا إذا قصّه الله تعالى ورسوله من غير إنكارٍ متقدمین انبیاء کی شریعتیں ہماری شریعت بنے گی مگر اس شرط کے ساتھ کہ اللہ اور اللہ کے رسول اس کو بیان کریں اور اس پر بعد میں کوئی اعتراض نہ کریں سکوت کریں، یہاں پر حضور ﷺ نے سارا قصہ بیان کیا اور اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی معلوم ہوا کہ اس طرح کی کفالت میں کوئی مضائقہ نہیں۔

**زَجَّجَ:** اس کو بند کر دیا، ڈاٹ لگادی۔

## (ص ٣٠٦) بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ

٢٢٨٨. حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ ثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ إِدْرِيسَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ قَالَ: وَرَثَةً، ﴿وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَٰنُكُمْ﴾ قَالَ: كَانَ الْمُهَاجِرُونَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِينَةَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ يَرِثُ الْمُهَاجِرُ الْأَنْصَارِيَّ دُونَ ذَوِي رَحِمِهِ لِلْأُخُوَّةِ الَّتِي آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُمْ، فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ نَسَخَتْ، ثُمَّ قَالَ: ﴿وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَٰنُكُمْ﴾ إِلَّا النَّصْرَ وَالرِّفَادَةَ وَالنَّصِيحَةَ، وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيرَاثُ وَيُوصَى لَهُ.

Maktaba Tul Ishaat.com



۲۲۸۹. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ عَوْفٍ، فَآخَى رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ.

۲۲۹۰. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا ثَنَا عَاصِمٌ قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَبَلَغَكَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ؟ فَقَالَ: قَدْ حَالَفَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ قُرَيْشٍ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِي.

**ترجمہ:** باب، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان "اور جن سے تم نے عقدِ موالات کیا ہے ان کو ان کا حصہ دو"، حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ آیت کریمہ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ میں موالی کے معنی وارثین کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ہر ایک کے وارث بنائے ہیں اور وَ الَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ کی تفسیر یہ ہے کہ جب مہاجرین مدینہ منورہ پہنچے تو (عقدِ مواخات ہوا، جس کی رو سے) انصاری کا وارث مہاجر ہوتا تھا نہ کہ اس کے رشتے دار، ایسا اس مواخات کی وجہ سے تھا جو پیغمبر ﷺ نے ان کے درمیان کرائی تھی؛ لیکن جب وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ والی آیت نازل ہوئی تو اس نے مواخات کے حکم کو منسوخ کر دیا، پھر فرمایا کہ وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ سے مراد یہ ہے کہ مواخات اور موالات کا حکم مدد، معاونت اور خیر خواہی میں اب بھی باقی ہے البتہ میراث کا حکم ختم ہو گیا، چنانچہ اب وہ اس کو وصیت کر سکتا ہے۔

حضرت عاصمؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ کیا آپ کو یہ بات پہنچی ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ اسلام میں (زمانۂ جاہلیت کے جیسے) معاہدہ کی گنجائش نہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے قریش وانصار کے درمیان معاہدہ میرے گھر میں کرایا۔

**تشریح:** امام بخاری نے اس آیت کو ترجمہ بنا کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کفالت؛ مالِ غیر کا التزام ہے تطوعاً، لہٰذا یہ ایسے ہی لازم ہے جیسے حلف و معاہدہ کی وجہ سے میراث کا استحقاق لازم ہو جایا کرتا تھا۔
اس کی وضاحت یہ ہے کہ پرانے زمانہ میں دستور یہ تھا کہ دو آدمی آپس میں معاہدہ کر لیا کرتے تھے اور یہ کہہ دیتے تھے دمي دمک، ترثني و أرثک اس کے بعد جو مر جاتا تھا دوسرا اس کا وارث ہوا کرتا تھا، تو جیسے اس حلف و معاہدہ کی وجہ سے ایک دوسرے کے ذمہ دار ہو جایا کرتے تھے اور وراثت جاری ہوتی تھی اسی طرح سے کفالت میں جب کفیل ذمہ دار بن گیا ہے تو اب اس کے ذمہ یہ ہے کہ وہ مکفول عنہ کی طرف سے مکفول لہ کو دین ادا کرے۔

**حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ:** یہ حدیث اسی سند کے ساتھ امام بخاری نے کتاب التفسیر میں ص ۶۵۹ پر

Maktaba Tul Ishaat.com



تخریج فرمائی ہے، حضرت ابن عباسؓ نے دو آیتیں تلاوت کیں، پہلے آیتِ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ تلاوت کی اور موالی کی شرح کردی کہ اس سے مراد ورثہ ہیں، یہ آیتِ ناسخہ ہے، اور پھر دوسری آیت تلاوت کی وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ یہ آیتِ منسوخہ ہے، تو ابن عباسؓ نے پہلے آیتِ ناسخہ کی تلاوت کی اور پھر آیتِ منسوخہ کی اور وضاحت کی، فرمایا کہ مہاجرین جب مدینہ آئے تھے تو حضور اکرم ﷺ نے مہاجرین وانصار میں مواخات کرادی تھی، اس مواخات کا اثر یہ ہوا کہ اگر انصار مرجاتا تو اس کا مہاجر بھائی اس کا وارث ہوتا تھا اور اُس انصار کے ذوی الارحام اس کے وارث نہیں ہوا کرتے تھے، یہ تقریر اس صورت میں ہے جب الْمُهَاجِرُ رفع کے ساتھ اور الْأَنْصَارِيَّ نصب کے ساتھ پڑھے اور اگر الْمُهَاجِرَ نصب کے ساتھ اور الْأَنْصَارِيُّ رفع کے ساتھ پڑھا جائے تو مطلب یہ ہے کہ اس مواخات کا اثر یہ ہوتا تھا کہ اگر مہاجر کی وفات ہوگئی تو اس کے مال کا وارث وہ انصاری بھائی ہوا کرتا تھا جس کے ساتھ بھائی چارہ کا عقد ہوا تھا اور مہاجر کے ذی رحم اس کے وارث نہیں ہوتے تھے، لیکن اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہوگیا اور اصل رشتہ دار ہی وارث قرار پائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آیت کریمہ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ کے ذریعہ سے آیت کریمہ وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ منسوخ ہوگئی۔

**ثُمَّ قَالَ وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ إِلَّا النَّصْرَ وَالرِّفَادَةَ وَالنَّصِيحَةَ:** پھر ابن عباسؓ نے مزید وضاحت کی کہ یہ آیت صرف بابِ میراث میں منسوخ ہوئی ہے باقی نصرت، عطیہ اور خیر خواہی میں منسوخ نہیں ہوئی ہے لہٰذا اگر کسی کے ساتھ آدمی معاہدہ کرتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کی مدد کریں گے ایک دوسرے کی اعانت کریں گے ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں گے تو یہ اب بھی باقی ہے یہ منسوخ نہیں ہوا ہے۔

**وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيرَاثُ وَيُوصِي لَهُ:** ہاں میراث ختم ہوگئی البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ جس کے ساتھ عقدِ مؤاخات ہو اس کے لئے وصیت کی جاسکتی ہے اس کی وضاحت کتاب التفسیر میں بھی آرہی ہے۔

**لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ:** نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اسلام میں حلف نہیں ہے یعنی عقدِ حلف کا اسلام میں کوئی اعتبار نہیں، اس پر حضرت انسؓ نے فرمایا کہ حضور نے تو خود میرے مکان میں قریش اور انصار کے درمیان عقدِ حلف کرایا تھا، اصل بات یہ ہے کہ حضور نے دونوں کیا ہے، قریش اور انصار میں حضور ﷺ نے

Maktaba Tul Ishaat.com



مؤاخات بھی کرائی ہے اور لَا حِلفَ فِي الْإِسْلَامِ بھی فرمایا ہے لیکن دونوں کا محمل الگ اور جداگانہ ہے۔

آپ نے معاہدہ اور عقدِ حلف کرایا تھا اعانت اور نصرت وغیرہ کے واسطے جو اسلام میں جائز ہے، البتہ جاہلیت کے طریقہ کا جو معاہدہ تھا حضور نے اس کے بارے میں فرمادیا لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ اسلام میں حلف نہیں ہے جیسے وہ یہ کہتے تھے ترثنی وأرثک دمی دمک ظلم وعدوان میں بلکہ ہر چیز میں وہ ایک دوسرے کی حمایت کرتے تھے اسلام نے اس کا ابطال کیا اور فرمایا لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ۔

یہ حدیث اسی سند اور متن کے ساتھ کتاب الادب میں ص ۸۹۸ پر آنے والی ہے۔

## (ص ۳۰۶) بَابُ مَنْ تَكَفَّلَ عَنْ مَيِّتٍ دَيْنًا فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ

وبه قال الحسن.

۲۲۹۱. حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهَا، فَقَالَ: هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟ قَالُوا: لَا، فَصَلَّى عَلَيْهِ، ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرَى فَقَالَ: هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: فَصَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ، قَالَ أَبُو قَتَادَةَ: عَلَيَّ دَيْنُهُ يَا رَسُولَ اللهِ، فَصَلَّى عَلَيْهِ.

۲۲۹۲. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ ثَنَا سُفْيَانُ ثَنَا عَمْرٌو سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ أَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا، فَلَمْ يَجِئْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتَّى قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَمَرَ أَبُو بَكْرٍ فَنَادَى: مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ عِدَةٌ - أَوْ دَيْنٌ - فَلْيَأْتِنَا، فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِي كَذَا وَكَذَا، فَحَثَى لِي حَثْيَةً فَعَدَدْتُهَا فَإِذَا هِيَ خَمْسُ مِئَةٍ، وَقَالَ: خُذْ مِثْلَيْهَا.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ جو میت کی طرف سے کسی دین کا کفیل بنے، وہ (دین کی ادائیگی کے بعد ترکہ میں رجوع نہیں کرسکتا (یا یہ مطلب کہ اس کیلئے اپنے وعدہ سے مکرنا روا نہیں) حضرت حسن بصری کا موقف بھی یہی ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا: اگر بحرین سے مال آگیا تو میں تم کو اتنا، اتنا اور اتنا دوں گا؛ لیکن بحرین کا مال نہیں آیا اور آپ ﷺ کی وفات ہوگئی، پھر جب بحرین کا مال آیا تو حضرت ابو بکرؓ نے منادی کرائی کہ جس کے ساتھ نبی پاک ﷺ نے کچھ وعدہ کیا ہو یا آپ ﷺ سے متعلق کسی کا کوئی دین ہو تو وہ ہمارے پاس آئے، میں اس کو ادا کروں گا،

Maktaba Tul Ishaat.com



میں نے جاکر عرض کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے ایسا ایسا فرمایا تھا تو حضرت ابو بکرؓ نے مجھے لپ بھر کر دراہم دیئے، میں نے ان کو گنا تو وہ پانچ سو تھے، انہوں نے فرمایا کہ اس کا دوگنا اور لے لو۔

**تشریح:** اگر کوئی آدمی کسی میت کی طرف سے دین کا کفیل بن گیا تو اب اس کو رجوع کرنے کا حق حاصل نہیں، یعنی ۱۔ یہ کفیل کفالت سے رجوع نہیں کر سکتا ہے، اس لئے کہ یہ کفالت لازمہ ہے یا ۲۔ مطلب یہ ہے کہ میت کی طرف سے دین ادا کر کے ترکہ میں سے نہیں لے سکتا ہے، اس ترجمہ میں یہ دو احتمال ہیں۔

ان دونوں احتمالوں میں سے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ احتمال اول مصنف کے مقصود کے زیادہ لائق اور مناسب ہے، علامہ قسطلانی اور زین زکریا نے صرف احتمال اول ہی کو ذکر فرمایا ہے۔

اگر احتمال ثانی ہو تو اس صورت میں مسئلہ مختلف فیہا ہے، (۱) جمہور علماء جس میں صاحبین بھی ہیں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی کسی میت کی طرف سے کفیل بن گیا ہے تو اسے رجوع یعنی میت کے مال سے لینے کا کوئی حق نہیں ہے، (۲) امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر وہ یہ کہتا ہے کہ میں تو رجوع کرنے کی نیت ہی سے کفیل بنا تھا تو اس صورت میں اس کو حق رجوع ہے، (۳) امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر میت نے مال چھوڑا ہے تب تو کفالت اور ضمانت ترکہ کی مقدار کے بقدر جائز ہے ورنہ کفالت کا کوئی اعتبار ہی نہیں۔

**وَبِهٖ قَالَ الْحَسَنُ:** عدم رجوع ہی کے حسن بصری بھی قائل ہیں۔

**حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ:** یہ روایت ثلاثیاتِ بخاری میں سے ہے۔

**قَالَ أَبُو قَتَادَةَ عَلَيَّ دَيْنُهُ يَا رَسُولَ اللهِ:** یہ ہے کفالت، جمہور علماء کفالت عن المیت کے قائل ہیں اور یہی صاحبین کا مسلک ہے، امام ابو حنیفہ اس مسئلہ میں جمہور کے خلاف ہیں، امام طحاوی نے صاحبین کے قول ہی کو اختیار کیا ہے۔

**مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ عِدَةٌ أَوْ دَيْنٌ:** جس کا حضور ﷺ کے ذمہ کوئی وعدہ یا دین ہو وہ ہم سے آکر مطالبہ کرلے، حضور ﷺ وفات پا چکے تھے صدیق اکبرؓ حضور ﷺ کے دین کی ادائیگی کے ذمہ دار بنے اس سے امام بخاری نے کفالتِ دیون عن المیت ثابت فرمایا ہے۔

حاصل استدلال یہ ہے کہ اگر رجوع جائز ہوتا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ یہ تفتیش فرماتے کہ آیا سرکار دوعالم

Maktaba Tul Ishaat.com



صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وعدہ سے رجوع کیا ہے یا نہیں؟

مگر میرا خیال یہ ہے کہ اگرچہ یہ چیز حضرت گنگوہی نے بیان فرمائی ہے لیکن یہ تقریر احتمال ثانی پر مبنی ہے، احتمال ثانی سے اگر قطع نظر کر لیا جائے تو پھر اس صورت میں آگے کی تقریر کی کوئی ضرورت ہی نہیں، بس اتنا کافی ہے کہ صدیق اکبرؓ حضور کے نائب تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کے دین کی ادائیگی کی ذمہ داری لی، یہ نیابت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کے دین کی ادائیگی کی کفالت تھی اور صدیق اکبرؓ نے بہر حال آپ کے دین اور آپ کے وعدوں کے پورا کرنے کا اہتمام فرمایا، تو جب صدیق اکبرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عملی طور سے کفالت کی تھی اور کوئی اس کا انکار نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے اگر کوئی کفیل بن جائے تو اس کو رجوع اور انکار کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے۔

## (ص ٣٠٧) بَابُ جِوَارِ أَبِي بَكْرٍ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم وَعَقْدِهِ

٢٢٩٣. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ قَالَ: ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ قَطُّ إِلاَّ وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ.

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَقَالَ أَبُو صَالِحٍ: ثَنِي عَبْدُ اللهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ قَطُّ إِلاَّ وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ، وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلاَّ يَأْتِينَا فِيهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَعَشِيَّةً، فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُونَ خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا قِبَلَ الْحَبَشَةِ حَتَّى إِذَا بَلَغَ بَرْكَ الْغِمَادِ لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ - وَهُوَ سَيِّدُ الْقَارَةِ - فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ يَا أَبَا بَكْرٍ؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَخْرَجَنِي قَوْمِي وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَسِيحَ فِي الْأَرْضِ وَأَعْبُدَ رَبِّي، قَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ: إِنَّ مِثْلَكَ لاَ يَخْرُجُ وَلاَ يُخْرَجُ؛ فَإِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ، وَأَنَا لَكَ جَارٌ فَارْجِعْ فَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبِلاَدِكَ، فَارْتَحَلَ ابْنُ الدَّغِنَةِ فَرَجَعَ مَعَ أَبِي بَكْرٍ فَطَافَ فِي أَشْرَافِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لاَ يَخْرُجُ مِثْلُهُ وَلاَ يُخْرَجُ أَتُخْرِجُونَ رَجُلاً يَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَيَصِلُ الرَّحِمَ وَيَحْمِلُ الْكَلَّ وَيَقْرِي الضَّيْفَ وَيُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ؟ فَأَنْفَذَتْ قُرَيْشٌ جِوَارَ ابْنِ الدَّغِنَةِ وَآمَنُوا أَبَا بَكْرٍ وَقَالُوا لِابْنِ الدَّغِنَةِ: مُرْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهُ فِي دَارِهِ فَلْيُصَلِّ وَلْيَقْرَأْ مَا شَاءَ وَلاَ يُؤْذِنَا بِذَلِكَ وَلاَ يَسْتَعْلِنْ بِهِ فَإِنَّا قَدْ خَشِينَا أَنْ يَفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا، قَالَ ذَلِكَ

Maktaba Tul Ishaat.com



ابْنُ الدَّغِنَةِ لِأَبِي بَكْرٍ، فَطَفِقَ أَبُو بَكْرٍ يَعْبُدُ رَبَّهُ فِي دَارِهِ وَلَا يَسْتَعْلِنُ بِالصَّلَاةِ وَلَا الْقِرَاءَةِ فِي غَيْرِ دَارِهِ، ثُمَّ بَدَا لِأَبِي بَكْرٍ فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ وَبَرَزَ فَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِينَ وَأَبْنَاؤُهُمْ وَيَعْجَبُونَ مِنْهُ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ حِينَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَأَفْزَعَ ذَلِكَ أَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَأَرْسَلُوا إِلَى ابْنِ الدَّغِنَةِ فَقَدِمَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوا لَهُ: إِنَّا كُنَّا أَجَرْنَا أَبَا بَكْرٍ عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ وَإِنَّهُ جَاوَزَ ذَلِكَ فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ وَأَعْلَنَ الصَّلَاةَ وَالْقِرَاءَةَ وَقَدْ خَشِينَا أَنْ يَفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا، فَأْتِهِ فَإِنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْتَصِرَ عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ فَعَلَ وَإِنْ أَبَى إِلَّا أَنْ يُعْلِنَ ذَلِكَ فَسَلْهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْكَ ذِمَّتَكَ؛ فَإِنَّا كَرِهْنَا أَنْ نُخْفِرَكَ وَلَسْنَا مُقِرِّينَ لِأَبِي بَكْرٍ الِاسْتِعْلَانَ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَأَتَى ابْنُ الدَّغِنَةِ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ: قَدْ عَلِمْتَ الَّذِي عَقَدْتُ لَكَ عَلَيْهِ فَإِمَّا أَنْ تَقْتَصِرَ عَلَى ذَلِكَ وَإِمَّا أَنْ تَرُدَّ إِلَيَّ ذِمَّتِي؛ فَإِنِّي لَا أُحِبُّ أَنْ تَسْمَعَ الْعَرَبُ أَنِّي أُخْفِرْتُ فِي رَجُلٍ عَقَدْتُ لَهُ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنِّي أَرُدُّ إِلَيْكَ جِوَارَكَ وَأَرْضَى بِجِوَارِ اللهِ، وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: قَدْ أُرِيتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ رَأَيْتُ سَبْخَةً ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ وَهُمَا الْحَرَّتَانِ، فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِينَةِ حِينَ ذَكَرَ ذَلِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَرَجَعَ إِلَى الْمَدِينَةِ بَعْضُ مَنْ كَانَ هَاجَرَ إِلَى أَرْضِ الْحَبَشَةِ، وَتَجَهَّزَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: عَلَى رِسْلِكَ فَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُؤْذَنَ لِي، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: هَلْ تَرْجُو ذَلِكَ بِأَبِي أَنْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَحَبَسَ أَبُو بَكْرٍ نَفْسَهُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ لِيَصْحَبَهُ، وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كَانَتَا عِنْدَهُ وَرَقَ السَّمُرِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ.

۲۲۹۴. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُؤْتَى بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفَّى عَلَيْهِ الدَّيْنُ فَيَسْأَلُ هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهِ فَضْلًا؟ فَإِنْ حُدِّثَ أَنَّهُ تَرَكَ لِدَيْنِهِ وَفَاءً صَلَّى وَإِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِينَ: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ، فَلَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ الْفُتُوحَ قَالَ: أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ.

**ترجمہ:** باب، عہد نبوی میں (ایک کافر کا) حضرت ابو بکرؓ کو پناہ دینا اور حضرت ابو بکرؓ کا (اس سے) عہد کرنا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے والدین کو دین اسلام پر ہی پایا، ایک دوسری سند سے بھی یہی مضمون منقول ہے، آگے فرماتی ہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے یہاں صبح وشام نہ آتے ہوں، جب مسلمان آزمائش میں مبتلا کیے گئے تو حضرت ابو بکرؓ حبشہ کی جانب ہجرت کے لئے نکلے یہاں تک کہ جب برک الغماد

Maktaba Tul Ishaat.com



پہنچے تو ان سے ابن دغنہ ملا جو قارہ قبیلہ کا سردار تھا، وہ کہنے لگا کہ اے ابو بکر! کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے میری قوم نے نکال دیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ کہیں اور چلا جاؤں اور اپنے رب کی عبادت کروں، ابن دغنہ نے کہا کہ آپ کے جیسا شخص نہ خود بستی چھوڑ کر جاتا ہے اور نہ اس کو نکالا جاتا ہے کیوں کہ آپ غریبوں کو وہ چیز کما کر دیتے ہو جو ان کے پاس نہیں ہوتی، صلہ رحمی کرتے ہو، دوسروں کا بوجھ اٹھاتے ہو، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہو، حوادث و مصائب میں حق کی مدد کرتے ہو، میں تمہیں اپنی پناہ میں لیتا ہوں، واپس مکہ مکرمہ چلو اور اپنے رب کی عبادت اپنے شہر میں کرو، ابن دغنہ نے بھی سفر کیا اور حضرت ابو بکرؓ کو لیکر مکہ مکرمہ آیا، کفار قریش کے سرداروں کے یہاں گیا اور ان سے کہا کہ حضرت ابو بکرؓ جیسا شخص نہ خود بستی سے جانا چاہئے اور نہ اس کو نکالا جانا چاہئے، کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو غریبوں کو کما کر دیتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، ناداروں کا بوجھ اٹھاتا ہے، مہمانوں کی ضیافت کرتا ہے اور مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتا ہے؟

قریش نے ابن دغنہ کی امان کو منظور کر لیا اور انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کو امان دے دی؛ لیکن انہوں نے ابن دغنہ سے کہا کہ وہ ابو بکرؓ سے کہیں کہ وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کریں، وہاں جتنی چاہیں نماز پڑھیں اور جتنی چاہیں تلاوت کریں، نماز اور تلاوت سے ہمیں تکلیف نہ دیں اور اس کو علانیہ نہ کریں کیوں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں وہ ہمارے بیٹوں اور عورتوں کو اپنے دین کی طرف مائل نہ کر لیں، یہ بات ابن دغنہ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہہ دی، حضرت ابو بکرؓ عبادت اپنے گھر میں کرنے لگے، اپنے گھر کے علاوہ نماز اور قرآن نہیں پڑھتے تھے اور علانیہ بھی نہیں پڑھتے تھے، پھر حضرت ابو بکرؓ کے دل میں کچھ خیال آیا اور انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی اور باہر نکل کر وہاں نماز اور قرآن پڑھنے لگے، مشرکین کی عورتیں اور بیٹے ان کے پاس ہجوم کرنے لگے، وہ تعجب سے ان کو دیکھتے تھے، حضرت ابو بکرؓ رونے والے انسان تھے، قرآن پڑھتے وقت اپنے آنسو نہیں روک پاتے تھے، اس چیز نے مشرکین قریش کو گھبراہٹ میں ڈال دیا۔

انہوں نے ابن دغنہ کے پاس قاصد بھیجا، وہ ان کے پاس آیا، قریش نے اس سے کہا کہ ہم نے ابو بکرؓ کو پناہ دی تھی اور یہ طے ہوا تھا کہ وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کریں گے؛ لیکن انہوں نے اس سے تجاوز کیا اور اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی اور نماز و قرآن علانیہ پڑھنے لگے، ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہمارے بیٹوں اور عورتوں کو اپنے دین کی طرف مائل کر لیں گے، لہذا آپ ان کے پاس جاؤ، اگر وہ چاہتے ہیں کہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کرنے پر اکتفاء کریں تو کرتے رہیں اور اگر ان کو علانیہ کرنے پر اصرار ہے تو ان سے کہئے کہ وہ آپ کی امان واپس کر دیں، ہم نہیں چاہتے کہ آپ کی امان کو توڑیں اور ہم ابو بکرؓ کو علانیہ نماز اور قرآن پڑھنے کی اجازت نہیں دیں گے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ابن دغنہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ کو وہ شرط معلوم ہے جس پر میں نے ذمہ لیا تھا یا تو آپ اس پر قائم رہیں یا میرے ذمہ کو واپس کر دیں، میں نہیں چاہتا کہ عربوں میں یہ چرچا ہو کہ میں نے کسی شخص کو امان دی تھی اور اس امان کو توڑا گیا، حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میں آپ کی امان کو واپس کرتا ہوں اور اللہ

Maktaba Tul Ishaat.com



کی امان پر راضی ہوں۔

رسول اللہ ﷺ اس وقت مکہ مکرمہ ہی میں تھے آپ نے فرمایا کہ مجھے مسلمانوں کا دار الہجرت خواب میں دکھا دیا گیا ہے، میں نے کھجور کے باغات والی ایک کھاری زمین دیکھی جو دو کالی پتھریلی زمینوں کے درمیان میں واقع ہے، اس سے مدینہ منورہ کے حرہ کے دونوں میدان مراد ہیں، جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بیان کیا تو بہت سے لوگوں نے مدینہ منورہ ہجرت کی اور جو حبشہ ہجرت کر گئے تھے ان میں سے بھی بعض مدینہ منورہ آگئے، حضرت ابو بکرؓ نے بھی ہجرت کی تیاری کی تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم رکے رہو امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت ملے گی، حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میرے والد آپ پر قربان! کیا آپ کو اجازت کی امید ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، تو حضرت ابو بکرؓ نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے روکا تا کہ آپ کے ہم راہ ہوں، پھر انہوں نے اپنی دو اونٹنیوں کو جو ان کے پاس تھیں چار ماہ ببول کے پتے کھلائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی ایسے میت کو لایا جاتا تھا جو کہ مقروض ہو تو آپ ﷺ یہ دریافت فرماتے کہ کیا اس نے اپنے قرض کے لئے کچھ مال چھوڑا ہے؟ اگر یہ بتایا جاتا کہ اس نے اپنے قرض کے لئے اتنا مال چھوڑا ہے جو کافی ہے تو اس کی نماز پڑھاتے؛ ورنہ مسلمانوں سے کہہ دیتے کہ اپنے ساتھی کی نماز جنازہ تم ہی پڑھ لو، پھر جب اللہ نے آپ کو فتوحات عطا کیں تو آپ نے فرمایا کہ میں مؤمنین کے زیادہ قریب اور ان کا خود ان سے زیادہ بہی خواہ ہوں، لہٰذا جو ایمان والا وفات پائے اور کوئی دین چھوڑ جائے تو وہ میرے ذمہ ہے اور جو کسی قسم کا مال چھوڑ جائے وہ اس کے ورثہ کا ہوگا۔

**تشریح:** جِوار کہتے ہیں کسی کو پناہ دینا، جوار میں تین آدمی ہوتے ہیں، مُجیر پناہ دینے والا، مُجار جس کو پناہ دی جائے، مُجار منه جس سے پناہ دی جائے، اور کفالت میں بھی تین ہوتے ہیں **کفیل، مکفول له** اور **مکفول عنه**۔

امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب کو یہاں پر ایک خاص امر کے واسطے ذکر فرمایا ہے، وہ یہ ہے کہ اس باب کے تحت جو قصہ ذکر کیا ہے اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قاعدہ یہ تھا کہ مجار کو مجار منہ کی طرف سے مجیر کی وجہ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جاتی تھی اور اس کو ستایا نہیں جاتا تھا، امام بخاری فرماتے ہیں کہ اسی طرح سے کفالت میں مکفول لہ کی طرف سے مکفول عنہ کو کفیل کی وجہ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچنا چاہئے، جب ایک آدمی ذمہ دار بنا ہوا ہے تو تم کو تکلیف پہنچانے کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے۔

**فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:** اسے بڑھا کر یہ بتلا دیا کہ صدیق اکبرؓ نے حضور کے زمانہ میں دوسروں کے عہد و پیمان اور جوار میں داخل ہوئے تھے اور حضور نے تقریر فرمائی تو معلوم ہوا کہ یہ جوار معتبر ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهَا زَوجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: یہ حدیث ہجرت کا ایک ٹکڑا ہے جو اسی جلد اول کے اواخر میں ابوابِ ہجرت میں تین صفحہ میں آئے گی، اس کا ایک ٹکڑا ابوابِ مساجد میں گزر بھی چکا ہے اور میں وہاں اس قصہ کی طرف اشارہ بھی کر چکا ہوں بہر حال اس کے چند جملوں پر میں اشارہ کرتا ہوں۔

وَلَم يَمُرَّ عَلَينَا يَومٌ إِلَّا يَأتِينَا فِيهِ: اور قاعدہ یہ تھا کہ کوئی دن نہیں گزرتا کہ حضور اکرم ﷺ صبح وشام ہمارے یہاں تشریف نہ لاتے ہوں، بظاہر یہ حدیث زُر غِبًّا تزدد حُبًّا کے خلاف ہے، مگر بات یہ ہے کہ جس سے بالکل اتحادِ مزاج ہو اسکے یہاں یہ قاعدہ نہیں، جہاں اتحادِ مزاج نہ ہو وہاں زر غبا تزدد حبا کا قاعدہ ہے۔

جب مسلمانوں پر ابتلاء آیا تو حضرت صدیق اکبرؓ ہجرت الی الحبشہ کے ارادہ سے چلے، مقامِ برک غماد تک پہنچے تھے کہ ابن دغنہ کی ملاقات ہوگئی، وہ قبیلۂ قارہ کا سردار تھا کہنے لگا کہ ابو بکر کہاں جارہے ہو؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ قوم نے نکال دیا ہے میں اللہ کی زمین میں سیر کروں گا اور خدا کی عبادت کروں گا، ابن دغنہ نے کہا إِنَّ مِثلَکَ لَا یَخرُجُ وَلَا یُخرَجُ تمہارے جیسا آدمی نہ تو خود نکلتا ہے اور نہ نکالا جاتا ہے، اور پھر بعینہ وہی اوصاف بیان کئے جو حضرت خدیجہؓ نے ورقہ کے سامنے حضور اکرم ﷺ کے بیان کئے تھے إِنَّکَ تَکسِبُ المَعدُومَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحمِلُ الکَلَّ وَتَقرِي الضَّیفَ وَتُعِینُ عَلَی نَوَائِبِ الحَقِّ۔

معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبرؓ کو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ بہت سے اوصاف میں پوری مناسبت تھی، اسی لئے آپ کو خلافت بلا فصل حاصل ہوئی، اگر کوئی اور خلیفہ بن جاتا تو وہ اعباء خلافت کا تحمل ہرگز نہ کرسکتا، چونکہ مزاج نبوت کے ساتھ صدیق اکبرؓ کا مزاج بالکل قریب تھا بلکہ یوں کہئے کہ متحد تھا اور بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ قلبِ صدیقی قلبِ محمدی پر واقع ہوا تھا، یہی وجہ ہے کہ اساریٰ بدر کے سلسلہ میں جو صدیق اکبرؓ کی رائے تھی وہی رسول اکرم ﷺ کی بھی رائے تھی، اور صلح حدیبیہ کے موقع پر جو حضور ﷺ کی رائے تھی وہی صدیق اکبرؓ کی رائے تھی۔

اس کے بعد ابن دغنہ آیا اور اس نے صدیق اکبرؓ کے اوصاف بیان کئے اور قبائلِ قریش میں پھرا اور یہ کہہ دیا کہ میں ان کا جار ہوں قریش نے ان کے جوار کو تسلیم کرلیا اور صدیق اکبرؓ کو امن دے دیا، اسی سے میں نے وہ مسئلہ اخذ کیا تھا کہ جیسے مجار کو مجار منہ کی طرف سے مجیر کی وجہ سے اذیت نہیں پہنچائی جاتی ہے ایسے ہی مکفول عنہ کو

Maktaba Tul Ishaat.com



مکفول لہ کی طرف سے کفیل کی وجہ سے تکلیف نہ پہنچنی چاہئے اور نہ پہنچانی چاہئے۔

**فَیَتَقَصَّفُ عَلَیْہِ نِسَاءُ الْمُشْرِکِیْنَ وَأَبْنَاؤُھُمْ:** صدیق اکبرؓ رونے والے آدمی تھے مسجد میں نماز پڑھتے قرآن پڑھتے اور روتے تو عورتیں ٹوٹی پڑتی تھیں تعجب سے دیکھتی تھیں، مشرکین کو خطرہ ہو گیا کہ کہیں ہماری آل و اولاد بھی ہمارے ہاتھ سے نہ چلی جائیں تو انہوں نے ابن دغنہ کے یہاں پیغام بھیجا کہ جلدی آؤ، ہم نے ابو بکر کو اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں عبادت کریں اور وہ اس حد سے گزر چکے ہیں، انہوں نے اپنے گھر کے سامنے مسجد بنا رکھی ہے علی الاعلان نماز پڑھتے ہیں قراءت کرتے ہیں ہمیں ڈر ہے کہ ہمارے بال بچے اور ہماری عورتیں ہمارے قبضہ سے نہ نکل جائیں لہذا اگر وہ چاہتے ہیں کہ اپنے گھر میں عبادت کریں تو ٹھیک ہے اور اگر انکار کرتے ہیں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ وہ آپ کے جوار کو آپ کے عہد کو واپس کر دیں، ہم یہ نہیں چاہتے ہیں کہ آپ کے عہد کو توڑ دیں اور ابو بکر کے اعلانیہ نماز پڑھنے کو ہم پسند نہیں کرتے ہیں۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ صدیق اکبرؓ نے جب ابن دغنہ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ گھر میں نماز پڑھیں گے تو اس کے خلاف کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کہیں بھی روایت میں اس طرح کے وعدہ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، دوسری بات یہ ہے کہ یہ ان کا عمل اضطراری تھا اور مضطر مجبور ہوا کرتا ہے۔

ابن دغنہ نے صدیق اکبرؓ سے کہہ دیا کہ یا تو میرا جوار واپس کر دو ورنہ معہود طریقہ پر اپنے گھر میں عبادت کرو، حضرت صدیق اکبرؓ نے صاف فرما دیا إِنِّي أَرُدُّ إِلَیْکَ جِوَارَکَ وَأَرْضَی بِجِوَارِ اللهِ میں اللہ کے جوار پر راضی ہوں، حضور ﷺ اس وقت مکہ مکرمہ میں مقیم تھے، فرمایا کہ مجھے تمہارا دار الہجرت دکھایا گیا ہے ایک شوریلی زمین ہے جہاں کھجوریں ہیں اور جس کے دونوں طرف سنگستانی علاقہ ہے، چنانچہ جب حضور ﷺ نے یہ ذکر کیا تو بہت سے لوگوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، آگے قصہ ظاہر ہے۔

**حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ:** یہاں اس حدیث کے بارے میں نسخ میں چار طرح کا اختلاف ہے۔

(۱) علامہ ابو الحسن بن بطال مالکی نے یہ حدیث پاک بَابُ مَنْ تَکَفَّلَ عَنْ مَیِّتٍ دَیْنًا فَلَیْسَ لَهُ أَنْ یَرْجِعَ کے ذیل میں ذکر فرمائی ہے اور حافظ ابن حجر نے اسی کو الیق یعنی زیادہ لائق و مناسب قرار دیا ہے اس میں تکفل دین عن المیت کا تذکرہ ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



(۲) بعض نسخوں میں باب بلا ترجمہ واقع ہوا ہے، حضرت شیخ دامت برکاتہم نے اس کو راجح قرار دیا ہے، حضرت فرماتے ہیں کہ اصل میں یہ باب بلا ترجمہ رجوع الی الاصل کے قبیل سے ہے، امام بخاری کی عادت شریفہ ہے کہ جب مسلسل تراجم چلتے رہتے ہیں اور بیچ میں ضمناً کوئی ترجمہ آجاتا ہے تو اس کے بعد پھر باب بلا ترجمہ کے ذریعہ سے اصل کی طرف رجوع فرمایا کرتے ہیں، چونکہ امام بخاری کفالت کے تراجم منعقد کر رہے تھے اور بیچ میں بَابُ جِوَارِ أَبِي بَكْرٍ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَعَقْدِهِ کا ترجمہ آگیا تھا اس لئے امام بخاری نے رجوع الی الاصل کی نیت سے یہ باب بلا ترجمہ منعقد کر دیا اور اس سے کفالت عمومی کا ثبوت فرمایا ہے، مطلب یہ ہے کہ جیسے کوئی آدمی کسی خاص شخص کا کفیل بن سکتا ہے ایسے ہی مطلقاً عام لوگوں کی طرف سے بھی کفالت کی ذمہ داری لی جا سکتی ہے۔

(۳) بعض نسخوں میں یہاں پر بَابُ الدَّيْنِ واقع ہوا ہے، لیکن اس صورت میں اشکال یہ ہے کہ یہ ترجمہ یہاں ہونے کے بجائے کتاب القرض میں ہونا چاہئے جس کا بیان آگے آرہا ہے، اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ چونکہ عام طور سے دیون میں کفالت واقع ہوتی ہے اس واسطے امام بخاری نے یہ ترجمہ یہاں پر منعقد فرمایا۔

(۴) چوتھا نسخہ یہ ہے کہ یہ روایت یہاں پر بَابُ جِوَارِ أَبِي بَكْرٍ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَعَقْدِهِ کے ذیل میں واقع ہوئی ہے، یہ نسخہ بہت مشکل ہے اس واسطے کہ اس روایت کا بَابُ جِوَارِ أَبِي بَكْرٍ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس حدیث پاک میں یہ وارد ہوا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں جب کوئی میت حاضر کی جاتی اور اس پر دین ہوتا تو آپ پوچھتے کہ آیا اس نے اتنا مال چھوڑا ہے جس سے اس کا دین پوری طرح ادا ہو جائے؟

وجہ اس کی یہ تھی کہ حدیث میں وارد ہے المیت مَأسُوزٌ بِدَيْنِهِ میت اپنے دین کی وجہ سے ماسور و معلق ہوا کرتا ہے تو حضور ﷺ غالباً یہ نہیں چاہتے تھے کہ حضرت والا ﷺ کی دعا کو اللہ کے یہاں استجابت حاصل نہ ہو اور وہ کسی وجہ سے تھوڑی دیر کے لئے بھی معلق کر دی جائے، لیکن جب حضور ﷺ پر فتوحات کی کثرت ہوئی تو آپ نے فرمایا أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ میں مؤمنین کا ان کی جانوں سے زیادہ مستحق ہوں جو بھی وفات پا جائے اور دین چھوڑے تو میرے ذمہ اس دین کا ادا کرنا ہے، چنانچہ حضور اکرم ﷺ مسلمانوں کے دیون کو بیت المال سے ادا کرایا کرتے تھے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اپنے ذاتی مال سے ادا کرتے تھے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



پھر اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا یہ ادائیگی آپ پر واجب تھی یا آنحضور ﷺ بطور تبرع کے ادا فرمایا کرتے تھے؟ شافعیہ کے یہاں دونوں وجہیں ہیں، بعض نے اس کو اختیار کیا ہے اور بعض نے اس کو۔

پھر یہ اختلاف ہے کہ آیا آنحضور ﷺ کے بعد ائمۃ المسلمین یعنی خلیفۃ المسلمین کے ذمہ یہ ادائیگی ہے یا نہیں؟ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ارشاد فرماتے ہیں کہ حنفیہ کے یہاں حضور اکرم ﷺ قضائے دین بطور تبرع کیا کرتے تھے آپ پر واجب نہیں تھا اور آنحضور ﷺ کے بعد خلیفۃ المسلمین کے ذمہ کچھ بھی نہیں ہے۔

**فَلِوَرَثَتِهٖ:** اس سے مصنف نے براعتِ اختتام کی طرف اشارہ کیا ہے، یہ حدیث کتاب النفقات میں اسی سند و متن کے ساتھ ص ۸۰۹ پر آرہی ہے۔

---

## کتاب الکفالہ پورا ہوا

Maktaba Tul Ishaat.com



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# (ص ۳۰۸) كِتَابُ الْوَكَالَةِ

**تشریح:** وکالت اور کفالت میں مناسبت ظاہر ہے، وکالت کے لغوی معنی تفویض اور حفظ کے ہیں، شریعت میں وکالت کی تعریف ہے إقَامَةُ الشَّخصِ غَيرَهُ مَقَامَ نَفسِهِ مُطلَقًا أَوْ مُقَيَّدًا ایک آدمی دوسرے شخص کو اپنی طرف سے اپنا نائب مقرر کرتا ہے یا تو مطلقاً ہر چیز میں یا کسی خاص چیز میں، وکالت خصوصی بھی ہوتی ہے اور عمومی بھی ہوتی ہے، وکالتِ عمومی کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی ایک شخص سے یوں کہتا ہے کہ آپ ہر چیز میں میری طرف سے وکیل ہیں جو چاہیں کر سکتے ہیں، یہ وکالتِ عمومیہ حنفیہ اور امام مالک کے یہاں جائز ہے البتہ ابو الولید بن رشد نے البدایہ والنہایہ میں امام شافعی کا اختلاف نقل کیا ہے، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں وکالت کی جو تعریف کی ہے إقَامَةُ الشَّخصِ غَيرَهُ مَقَامَ نَفسِهِ مُطلَقًا أَوْ مُقَيَّدًا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شافعیہ کے یہاں بھی وکالتِ عمومی جائز ہے یا بعض صورتوں میں جائز ہے۔

## (ص ۳۰۸) بَابُ وَكَالَةِ الشَّرِيكِ الشَّرِيكَ فِي الْقِسْمَةِ وَغَيرِهَا

وقد أشرك النبي ﷺ عليا في هديه ثم أمره بقسمتها.

۲۲۹۵. حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ ثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِجِلَالِ الْبُدْنِ الَّتِي نُحِرَتْ وَبِجُلُودِهَا.

۲۲۹۶. حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ فَبَقِيَ عَتُودٌ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ضَحِّ بِهِ أَنْتَ.

**ترجمہ:** باب، شریک کا شریک کو تقسیم کرنے میں یا کسی اور کام میں وکیل بنانا۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنی قربانی کے جانوروں میں شریک بنایا اور پھر ان کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

Maktaba Tul Ishaat.com



حضرت علیؓ نے فرمایا کہ رسول ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ ان اونٹوں کی جھولیں اور کھالیں تقسیم کروں جو نحر کئے گئے تھے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ نے بیان کیا کہ پیغمبر ﷺ نے صحابہؓ میں تقسیم کرنے کے لئے مجھے بکریاں دیں، ایک کم عمر والی بکری بچ گئی، میں نے نبی پاک ﷺ کو اس کے بارے میں بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی قربانی تم کرلو۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اگر دو آدمی یا چند آدمی کسی چیز میں شریک ہوں تو ایک شریک اپنے امور میں دوسرے شریک کو چاہے وہ تقسیم کرنا ہو یا اس کے علاوہ کوئی کام ہو وکیل بنا سکتا ہے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ وکالۃ الشریک کا مسئلہ اجماعی ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

امام بخاری نے ترجمہ میں فِي الْقِسْمَةِ اور اس کے بعد وَغَيْرِهَا ارشاد فرمایا ہے، وکالت فی القسمت کا روایت سے صراحۃً ثبوت ہوتا ہے اور غیر قسمت کو امام بخاری نے الحاقاً واستدلالاً ثابت فرمایا ہے، مطلب یہ ہے کہ حدیث پاک میں اگر ایک چیز کا تذکرہ ہو تو اس سے باقی کی نفی نہیں ہوتی بلکہ بعض جزئیات میں اگر ثبوت مل جاتا ہے تو اس نوع کی دیگر جزئیات میں بھی وہی حدیث دلیل بن جایا کرتی ہے۔

**وَقَدْ أَشْرَكَ النَّبِيُّ ﷺ عَلِيًّا فِي هَدْيِهِ:** اس پر بعض علماء نے یہ اشکال کیا ہے کہ یہاں اشراک کی کوئی صورت ہی نہیں پائی گئی بلکہ ہوا یہ تھا کہ سید الرسل ﷺ مدینہ منورہ سے ہدی لیکر چلے تھے اور حضرت علیؓ یمن سے لیکر چلے تھے، مگر میرے نزدیک یہ اشکال صحیح نہیں اس واسطے کہ یمن سے جو کچھ لیکر چلے تھے وہ حضرت علیؓ کی ملک نہیں تھا بلکہ اصلاً اس کے مالک سرکار دو عالم ﷺ تھے تو حضرت سید الرسل ﷺ نے حضرت علیؓ کو یقیناً اپنی ہدی میں شریک فرمایا اور شریک فرمانے کے بعد ان کو تقسیم کا حکم دیا۔

**أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِجِلَالِ الْبُدْنِ:** یہ حدیث اسی سند کے ساتھ کتاب الحج میں گزر چکی ہے اس سے وکالت الشریک الشریک فی التصدق نکل آیا، لہٰذا یہ تقریر بھی کرنے کی ضرورت نہیں رہی کہ شریک کا شریک کو تقسیم میں وکیل بنانا تو منصوص ہے اور غیر میں الحاقی طور پر ثابت کیا ہے۔

**عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ:** یہ حدیث کتاب الاضاحی میں اسی سند اور اسی متن کے ساتھ آرہی ہے۔

عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کو غنم دیے تھے اپنے صحابہ پر تقسیم کرنے کے لئے، کتاب الاضاحی میں اس کے آگے اضافہ ہے عَلَى صَحَابَتِهِ ضَحَايَا یعنی قربانی کرنے کے لئے تقسیم کا حکم دیا تھا۔

**فَبَقِيَ عَتُودٌ:** ایک عتود باقی رہ گیا، عتود عین کے فتحہ اور تاء کے ضمہ کے ساتھ ہے، بکری کا چھوٹا

Maktaba Tul Ishaat.com



بچہ جب قوی ہو جائے جس کو پاٹھ یا پٹھیہ کہتے ہیں، اور بعضوں نے کہا ہے کہ جس کے اوپر سال گزر جائے، اور بعض کہتے ہیں کہ جست لگانے پر قادر ہو جائے۔

**فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ:** حضرت سرور عالم ﷺ سے تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا ضَحِّ بِهِ أَنْتَ تم اس کی قربانی کرلو، بعض شراح فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس سے اپنا ترجمہ ثابت کیا ہے اس واسطے کہ حضرت عقبہ بن عامرؓ ان قربانی کے جانوروں میں صحابہ کے شریک تھے اور انہی کو وکیل بنایا گیا تھا تقسیم کا۔

لیکن یہ تقریر ضعیف ہے اس لئے کہ مسئلہ تو یہ بتلاتا ہے کہ ایک شریک اپنے شریک کو اپنا وکیل بنا سکتا ہے اور اس میں اس تقریر پر شریک کا شریک کو وکیل بنانا ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ غیر شریک کا شرکاء میں سے بعض کو وکیل بنانا ثابت ہوتا ہے، بلکہ اصل تقریر اس کی یہ ہے کہ حضرت سید الرسل ﷺ اس مال میں اور اس غنم میں شریک تھے اور آپ نے عقبہ بن عامرؓ کو تقسیم کرنے کے لئے وکیل بنایا تھا یہ ہے وکالت الشریک الشریک۔

**ضَحِّ بِهِ أَنْتَ:** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقبہ بن عامرؓ کی خصوصیت ہے، بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ ابوبردہ بن نیارؓ کے لئے آپ نے یہ فرمایا تھا وَلَا تَجْزِي جَذَعَةٌ عَنْ أحد بعدک، اب یا تو یہ کہا جائے کہ ایک کی خصوصیت نے دوسرے کی خصوصیت کو منسوخ کر دیا، یا یہ کہا جائے کہ دونوں کو بیک وقت خصوصیت دی گئی، روایات سے چار پانچ آدمیوں کے لئے خصوصیت کا ثبوت ملتا ہے۔

## (ص ۳۰۸) بَابُ إِذَا وَكَّلَ الْمُسْلِمُ حَرْبِيًّا فِي دَارِ الْحَرْبِ أَوْ فِي دَارِ الْإِسْلَامِ جَازَ

۲۲۹۷. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ ثَنَا يُوسُفُ بْنُ الْمَاجِشُونِ عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: كَاتَبْتُ أُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ كِتَابًا بِأَنْ يَحْفَظَنِي فِي صَاغِيَتِي بِمَكَّةَ وَأَحْفَظَهُ فِي صَاغِيَتِهِ بِالْمَدِينَةِ، فَلَمَّا ذَكَرْتُ الرَّحْمَنَ قَالَ: لَا أَعْرِفُ الرَّحْمَنَ كَاتِبْنِي بِاسْمِكَ الَّذِي كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَكَاتَبْتُهُ عَبْدُ عَمْرٍو، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ خَرَجْتُ إِلَى جَبَلٍ لِأُحْرِزَهُ حِينَ نَامَ النَّاسُ فَأَبْصَرَهُ بِلَالٌ فَخَرَجَ حَتَّى وَقَفَ عَلَى مَجْلِسِ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ لَا نَجَوْتُ إِنْ نَجَا أُمَيَّةُ، فَخَرَجَ مَعَهُ فَرِيقٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي آثَارِنَا، فَلَمَّا خَشِيتُ أَنْ يَلْحَقُونَا خَلَّفْتُ لَهُمُ ابْنَهُ لِيَشْغَلَهُمْ فَقَتَلُوهُ، ثُمَّ أَبَوْا حَتَّى يَتْبَعُونَا وَكَانَ

Maktaba Tul Ishaat.com



رَجُلاً ثَقِيلاً، فَلَمَّا أَدْرَكُونَا قُلْتُ لَهُ: ابْرُكْ، فَبَرَكَ فَأَلْقَيْتُ عَلَيْهِ نَفْسِي لأَمْنَعَهُ فَتَخَلَّلُوهُ بِالسُّيُوفِ مِنْ تَحْتِي حَتَّى قَتَلُوهُ، وَأَصَابَ أَحَدُهُمْ رِجْلِي بِسَيْفِهِ، وَكَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ يُرِينَا ذَلِكَ الأَثَرَ فِي ظَهْرِ قَدَمِهِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: سَمِعَ يُوسُفُ صَالِحًا وَإِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ.

**ترجمہ:** باب، اگر کوئی مسلمان کسی حربی کو دار الحرب میں یا دار الاسلام میں وکیل بنائے تو جائز ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے بیان کیا کہ میں نے امیہ بن خلف کو خط لکھا کہ وہ مکہ مکرمہ میں میرے بال بچوں یا مال واسباب کی حفاظت کرے اور میں مدینہ منورہ میں اس کے مال واسباب کی حفاظت کروں گا، میں نے خط میں اپنا نام عبدالرحمن لکھا تھا تو وہ کہنے لگا کہ میں رحمٰن کو نہیں جانتا، مجھے اپنے اسی نام سے خط لکھو جو جاہلیت میں تھا، تو میں نے اس کو عبد عمرو کے نام سے خط لکھا، جب بدر کا دن آیا تو جس وقت لوگ سو گئے تھے، میں پہاڑ کی طرف نکلا تاکہ اس کی جان بچاؤں، اس کو حضرت بلالؓ نے دیکھ لیا، وہ نکلے اور انصار کی ایک مجلس میں پہنچے اور کہنے لگے کہ یہ امیہ بن خلف ہے اگر اب یہ بچ گیا تو میں بالکل ناکام ہوں (یا یہ ترجمہ ہے کہ میری خیر نہیں یا یہ ترجمہ ہے کہ اگر یہ بچ گیا تو میں ہلاک ہو جاؤں یعنی اس کی نجات کی صورت میں خود کو بددعا دینا)، تو ان کے ساتھ انصار کی ایک جماعت ہمارے پیچھے نکلی، جب مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ یہ لوگ ہمیں پکڑ لیں گے تو میں نے ان کے لئے اس کے بیٹے کو پیچھے کر دیا تاکہ وہ اس میں مشغول ہو جائیں، انہوں نے اس کو قتل کر دیا، پھر بھی وہ نہ مانے اور ہمارا تعاقب جاری رکھا، امیہ بھاری بھرکم آدمی تھا (بھاگ نہیں سکا) تو انہوں نے جب ہمیں پکڑ لیا تو میں نے اس سے کہا کہ تو سینے کے بل لیٹ جا، وہ لیٹ گیا تو میں نے خود کو اس کے اوپر ڈال دیا تاکہ اس کو بچاؤں مگر انہوں نے نیچے سے اس کے تلواریں ماریں یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا، ان میں سے ایک کی تلوار میرے پاؤں میں بھی لگی، ابراہیم بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ ہمیں اس کا نشان اپنے پاؤں کی پشت پر دکھاتے تھے۔

**تشریح:** امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب میں دو دعوے ذکر کئے ہیں، پہلا دعویٰ یہ ہے کہ اگر مسلمان کسی حربی کو دار الحرب میں وکیل بناتا ہے تو جائز ہے، یہ چیز روایت الباب سے بالکل کھلے طور پر ثابت ہے اس واسطے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے امیہ بن خلف سے مکاتبت کی تھی بِأَنْ يَحْفَظَنِي فِي صَاغِيَتِي بِمَكَّةَ میرے خواص کی اور آل واولاد کی حفاظت کرنا وَأَحْفَظَهُ فِي صَاغِيَتِهِ بِالْمَدِينَةِ اور مدینہ میں جو اس کی خاص چیزیں ہیں میں اس کی حفاظت کروں گا، یہ توکیل تھی، امیہ بن خلف مکہ میں رہتا تھا اور وہ اس وقت دار الحرب تھا اور عبدالرحمن بن عوفؓ مدینہ پاک میں مقیم تھے اور وہ دار الاسلام تھا، معلوم ہوا کہ مسلمان کسی حربی کو جو دار الحرب میں مقیم ہو اپنی طرف سے وکیل بنا سکتا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



دوسرا دعویٰ مصنف کا ہے أَوْ فِي دَارِ الْإِسْلَامِ جَازَ اگر کوئی مسلمان کسی حربی کو دار الاسلام میں وکیل بنائے تو یہ جائز ہے، دار الاسلام میں اس حربی کو وکیل بنایا جائے گا جو مستأمن ہوگا، علامہ ابن منذر فرماتے ہیں کہ مسلمان کا حربی مستأمن کو وکیل بنانا اور حربی مستأمن کا مسلمان کو وکیل بنانا مسائل مجمع علیہا میں سے ہے اور جائز ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں، مگر انہوں نے وہ مسئلہ نہیں ذکر کیا جس کو بخاری نے اوّلاً ذکر فرمایا تھا اور وہ ہے مسلمان کا کسی حربی کو دار الحرب میں ہوتے ہوئے وکیل بنانا، مصنف نے جو حدیث اس باب میں پیش کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت بھی جائز ہے۔

**كَاتَبْتُ أُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ كِتَابًا:** یہ ہے مقصود بالترجمہ، اور اسماعیلی کی روایت میں ہے عَاهَدْتُ أُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ میں نے امیہ بن خلف سے معاہدہ کیا تھا وَ كَاتَبَهُ اور اس نے مکاتبت کی تھی۔

**فِي صَاغِيَتِي:** صاغیہ کہتے ہیں خواصِّ رجل کو، بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد مال ہے۔

**فَلَمَّا ذَكَرْتُ الرَّحْمٰنَ قَالَ لَا أَعْرِفُ الرَّحْمٰنَ:** امیہ بن خلف نے کہا کہ میں رحمن کو نہیں جانتا ہوں، جیسے صلح حدیبیہ کے وقت بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ لکھنے سے کفار مکہ نے انکار کر دیا تھا اور یہ کہہ دیا تھا کہ باسمک اللھم جیسے پہلے لکھا جاتا تھا اب بھی لکھا جائے گا، حضرت سرور عالم ﷺ نے منظور کر لیا، یہاں پر بھی امیہ بن خلف نے کہا لَا أَعْرِفُ الرَّحْمٰنَ میں رحمٰن کو نہیں پہچانتا ہوں یعنی جس کا تم نے اپنے آپ کو عبد بنایا ہے اس سے میں واقف نہیں جیسا پرانا نام تھا وہی لکھ، چنانچہ انہوں نے مکاتبت میں عبدِ عمرو لکھا۔

اس میں عبد کی اضافت غیر اللہ کی طرف کی گئی ہے، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری نے حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ سے نقل کیا ہے کہ اگر عبد کی اضافت غیر اللہ کی طرف کی جائے تو غیر اللہ کی دو صورتیں ہیں، یا اس کی پرستش کی جاتی ہے یا ایہام پرستش ہوتا ہے، اگر پرستش کی جاتی ہے تب تو نام رکھنا حرام ہے جیسے عبد العزیٰ، اور اگر پرستش نہیں کی جاتی ہے لیکن ایہام ہے تو اس صورت میں نام رکھنا مکروہ ہے جیسے عبد النبی اور عبد الرسول، اور اگر کچھ بھی نہیں ہے تو یہ نام رکھنا جائز ہے جیسے عبد المطلب، البتہ عبد مناف نام رکھنا جائز نہیں اس لئے کہ مناف جاہلیت کے زمانہ میں ایک بت کا نام تھا، اور عبد المطلب کا نام اصل میں شیبۃ الحمد ہے، چونکہ مطلب ان کو اپنے پیچھے مدینہ منورہ سے لاد کر لے آئے تھے اس واسطے ان کو لوگ یہ سمجھے کہ یہ ان کے غلام ہے اور

Maktaba Tul Ishaat.com



عبدالمطلب کہنے لگے اور اسی نام سے وہ مشہور ہوگئے۔

**فَلَمَّا كَانَ فِي يَوْمِ بَدْرٍ:** جب جنگ بدر ہوئی تو میں ایک پہاڑ کی طرف نکلا تا کہ اس کو محفوظ کروں، جب لوگ سو گئے، اتفاق سے بلالؓ نے دیکھ لیا اور انصار کی ایک جماعت پر جا کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے **أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ** یہ امیہ بن خلف ہے، **لَا نَجَوْتُ إِنْ نَجَا أُمَيَّةُ** اگر امیہ نجات پا گیا تو میں نہیں نجات پاؤں گا، وجہ اس کی یہ ہے کہ امیہ بن خلف نے حضرت بلالؓ کو مکی زندگی میں بڑی اذیتیں پہنچائی تھیں اور یہ مسلمانوں کی پہلی جنگ تھی، مسلمان مٹھی بھر تھے اور کفار کی جماعت سہ گنا تھی اس لئے حضرت بلالؓ خائف ہو گئے کہ یہ کم بخت بچنے نہ پائے، یہ کہنا تھا کہ انصار کی ایک جماعت پیچھے لگ گئی، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے امیہ کے بیٹے کو پیچھے چھوڑ دیا تا کہ اس میں مشغول ہو جائیں انہوں نے اس کا کام تمام کر کے باوا کا پیچھا کیا، اب عبدالرحمن بن عوفؓ نے اس کے بچانے کے لئے یہ کیا کہ ارے کم بخت لیٹ جا! وہ لیٹ گیا تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اس پر پڑ گئے تا کہ لوگ چھوڑ دیں مگر لوگوں نے نیچے سے تلوار مار مار کر اس کا کام تمام کر دیا حتی کہ تلوار کا ایک آدھ حصہ عبدالرحمن بن عوفؓ کے ظہر قدم پر لگ گیا جس کا اثر باقی رہا، ظہر قدم پر تلوار کی چوٹ آئی تھی۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے امیہ بن خلف کے ساتھ جو دشمنِ اسلام تھا اتنا نرمی کا برتاؤ کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ تھا کہ اصل میں ان کا اس سے معاہدہ ہوا تھا، ان کا خیال یہ تھا کہ جب میں اس کے ساتھ اس قدر نرمی کا معاملہ کروں گا اور اس کی جان بچانے کی کوشش کروں گا تو بہت ممکن ہے کہ اس کا دل اسلام سے متاثر ہو جائے اور وہ مسلمان ہو جائے مگر اللہ کی تقدیر غالب رہتی ہے۔

## (ص ۳۰۸) بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الصَّرْفِ وَالْمِيزَانِ

وقد وكل عمر وابن عمر في الصرف.

۲۳۰۲-۲۳۰۳. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرَ، فَجَاءَهُمْ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ، قَالَ: أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا؟ قَالَ: إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ.

Maktaba Tul Ishaat.com



فَقَالَ: لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا، وَقَالَ فِي الْمِيزَانِ مِثْلَ ذٰلِكَ.

**ترجمہ:** باب، بیع صرف اور مکیلی چیزوں میں وکالت کا بیان۔

حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ نے بیع صرف میں وکیل بنایا تھا۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ بیع صرف میں بھی وکیل بنایا جاسکتا ہے، مثلاً ایک آدمی کو بیع صرف کرنی ہے وہ خود کسی وجہ سے نہیں جاسکتا ہے تو دوسرے شخص کو اپنا وکیل بنا کر بھیج سکتا ہے، اس وکالت میں کسی کا بھی اختلاف نہیں، ابن منذر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

امام بخاری نے خاص طور سے اس پر جو تنبیہ فرمائی ہے حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اصل میں بیع صرف میں تقابض فی المجلس شرط ہوتا ہے اور بظاہر یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ توکیل جائز نہیں ہونی چاہئے اس لئے کہ موکل اصیل ہے اور وہ مجلس میں موجود نہیں تو تقابض فی المجلس پایا نہیں گیا۔

مصنف نے یہ بتلادیا کہ عقد میں حقوقِ عقد وکیل کی طرف عائد ہوتے ہیں لہذا اس کا قبضہ کرنا حقیقۃً موکل کا قبضہ کرنا ہے اس لئے تقابض فی المجلس پایا گیا اور اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔

**وَالْمِيزَانِ:** یعنی اشیاء وزنیہ میں توکیل جائز ہے، ترجمہ میں وَالْمِيزَانِ اس لئے ذکر فرمایا ہے کہ روایات میں کیلی چیزوں میں توکیل کا ثبوت ملتا ہے اور اس کے آگے ہے فِي الْمِيزَانِ مِثْلَ ذٰلِكَ تو اس کا مطلب یہ نکلا کہ وزنی چیزوں میں بھی توکیل جائز ہے، اور بیع صرف میں معاملہ ثمنین کا ہوتا ہے اور ثمنین وزنیات میں سے ہیں لہذا وہیں سے مصنف نے بالاشارہ یہ اخذ کرلیا کہ بیع صرف میں بھی توکیل جائز ہے اس لئے کہ جب وزنیات میں توکیل جائز ہے اور بیع صرف میں ثمنین ہوتے ہیں اور وہ ہیں موزون تو اس میں بھی توکیل جائز ہوگی۔

**بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ:** مخلوط کو دراہم کے بدلے میں فروخت کرلو اور پھر دراہم کے بدلے میں جنیب کو خرید لو، حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے خیبر کے عامل کو مکیل میں وکیل بنایا تھا اور روایات میں وارد ہے کہ موزون میں بھی یہی صورتِ حال ہے، اور جس چیز میں بیع صرف ہوتی ہے وہ موزونات کے قبیل سے ہے لہذا جب موزون میں توکیل کا ثبوت ہوگیا تو بیع صرف جس میں ہوتی ہے وہ بھی ثابت ہوگئی۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۰۸) بَابُ إِذَا أَبْصَرَ الرَّاعِي أَوِ الْوَكِيلُ شَاةً تَمُوتُ أَوْ شَيْئًا يَفْسُدُ ذَبَحَ وَأَصْلَحَ مَا يَخَافُ عَلَيْهِ الْفَسَادَ

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ سَمِعَ الْمُعْتَمِرَ قَالَ: أَنْبَأَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ كَانَتْ لَهُ غَنَمٌ تَرْعَى بِسَلْعٍ، فَأَبْصَرَتْ جَارِيَةٌ لَنَا بِشَاةٍ مِنْ غَنَمِنَا مَوْتًا فَكَسَرَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهِ، فَقَالَ لَهُمْ: لَا تَأْكُلُوا حَتَّى أَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ أَوْ أُرْسِلَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مَنْ يَسْأَلُهُ وَإِنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ ذَلِكَ أَوْ أَرْسَلَ فَأَمَرَهُ بِأَكْلِهَا. قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: فَيُعْجِبُنِي أَنَّهَا أَمَةٌ وَأَنَّهَا ذَبَحَتْ. تَابَعَهُ عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ.

**ترجمہ:** باب، اگر چرواہا یا وکیل کسی بکری کو مرتا ہوا دیکھے یا کسی چیز کو خراب ہوتے ہوئے دیکھے تو چرواہا بکری کو ذبح کر سکتا ہے اور جس چیز کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو اس کو وکیل درست کر سکتا ہے۔

حضرت کعب بن مالکؓ نے بیان کیا کہ ان کی بکریاں سلع نامی پہاڑ پر چر رہی تھیں کہ اسی اثناء میں ہماری ایک باندی نے ہماری بکریوں میں سے ایک کے اوپر موت کے آثار دیکھے، اس نے ایک پتھر توڑا اور اس سے بکری کو ذبح کر دیا، حضرت کعب بن مالکؓ نے گھر والوں سے کہا کہ اس کو کھانا نہیں یہاں تک کہ میں نبی پاک ﷺ سے پوچھ لوں یا کسی کو بھیجوں جو آپ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھے تو انہوں نے اس بارے میں نبی پاک ﷺ سے پوچھا یا پوچھنے کے لئے کسی کو بھیجا تو آپ ﷺ نے اس کے کھانے کی اجازت دی، راوی حدیث عبید اللہ کہتے ہیں کہ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ وہ باندی تھی اور پھر بھی اس نے بکری کو ذبح کر دیا، معتمر کی متابعت عبدہ نے کی ہے یعنی انہوں نے بھی عبید اللہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

**تشریح:** اس ترجمۃ الباب کی غرض میں دو قول ہیں۔

علامہ ابن منیر فرماتے ہیں کہ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ راعی یا وکیل کوئی ایسا تصرف کر دے جس میں مؤکل کی مصلحت ملحوظ ہو، مثلاً کوئی چیز ضائع ہو رہی ہو تو ضیاع سے بچانے کے لئے تصرف کر دیتا ہے، کوئی بکری ہے اس کے مرنے کا اندیشہ ہے اس کو ذبح کر دیتا ہے تو اس صورت میں راعی اور وکیل پر کوئی ضمان نہیں آئے گا، اور روایت یہ پیش کی ہے کہ حضرت کعب بن مالکؓ کی ایک باندی تھی کہ وہ سلع کے پاس ان کی بکریاں چرایا کرتی تھی اتفاق سے ایک بکری مرنے کے قریب ہوئی اس نے جلدی سے ایک پتھر توڑا اور اس سے ذبح کر دیا، حضرت کعبؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ سے جب تک پوچھ نہ لیا جائے اس کو کھانا مت، حضور ﷺ کی خدمت میں پیغام بھیجا آپ نے فرمایا کہ کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com



علامہ ابن التین فرماتے ہیں کہ یہ جاریہ کعب بن مالکؓ کی باندی تھی ان کی ملک تھی لہذا اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ وکیل اگر کوئی تصرف کرلے اور اس تصرف میں وکیل کی نیت اصلاح کی ہو تو وکیل کے ذمہ ضمان نہیں آئے گا بلکہ امام بخاری صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر وکیل اس طرح کا کوئی تصرف کرتا ہے تو یہ تصرف جائز ہے، مثلاً ایک آدمی نے اپنی بکری یا جانور کا کسی کو وکیل بنادیا کہ یہ فلاں جگہ تک پہنچادو اتفاق سے راستہ میں ایسی صورت پیش آگئی کہ بکری مرنے لگی اب اس نے سوچا کہ اگر یہ مرگئی تو بالکل ہی ضائع ہوجائے گی لہذا جلدی سے اس کو ذبح کردیا فرماتے ہیں کہ یہ صورت جائز ہے اور راعی رعایۃ میں وکیل ہوا کرتا ہے مالک کی طرف سے تو مصنف نے اسی پر وکیل کو بھی قیاس فرمالیا۔

حقیقت یہ ہے کہ دونوں غرضوں کا احتمال ہے اور ابن منیر ایسے شخص نہیں ہے کہ ان کی بات پر اعتراض کر کے آسانی سے نکلا جاسکے، امام بخاری فرماتے ہیں أَوْ شَيْئًا يُفْسِدُ ذَبَحَ وَأَصْلَحَ مَا يَخَافُ عَلَيْهِ الْفَسَادَ یہ سارے الفاظ اس بات کی طرف مشیر ہیں کہ اس طرح کا تصرف کرلینا جس کی مؤکل نے اجازت نہ دی ہو جائز ہے اور وکیل پر کوئی ضمان وغیرہ نہیں آئے گا۔

**فَأَمَرَهُ بِأَكْلِهَا:** اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر مالک کی بلا اجازت کے کسی کا جانور ذبح کردیا جائے تو اس کا کھانا جائز ہے، اس مسئلہ میں اختلاف ہے، جمہور علماء فرماتے ہیں کہ جائز ہے، طاؤس، عکرمہ، اسحاق بن راہویہ اور ان کے تلمیذ امام بخاری اور ظاہریہ نے مخالفت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ جائز نہیں۔

**قَالَ عُبَيْدُ اللهِ فَيُعْجِبُنِي أَنَّهَا أَمَةٌ وَأَنَّهَا ذَبَحَتْ:** یعنی انکو یہ حدیث اچھی اسلئے معلوم ہوئی کہ اس سے ایک مسئلہ معلوم ہوگیا اور وہ یہ کہ باندی اور عورت کا ذبیحہ جائز ہے، یہ مسئلہ تھوڑا سا مختلف فیہا ہے، اکثر علماء کہتے ہیں کہ کوئی حرج نہیں لیکن ابن عبد الحکم نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ یہ ذبیحہ کھانا جائز نہیں مکروہ ہے۔

## (ص ۳۰۹) بَابُ وَكَالَةِ الشَّاهِدِ وَالْغَائِبِ جائزة

وكتب عبد الله بن عمرو إلى قهرمانه وهو غائب عنه أنْ يزكي عن أهله الصغير والكبير.

۲۲۹۸. حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى

Maktaba Tul Ishaat.com



النَّبِيِّ ﷺ سِنٌّ مِنَ الإِبِلِ فَجَاءَهُ يَتَقَاضَاهُ فَقَالَ: أَعْطُوهُ، فَطَلَبُوا سِنَّهُ فَلَمْ يَجِدُوا لَهُ إِلاَّ سِنًّا فَوْقَهَا، فَقَالَ: أَعْطُوهُ، فَقَالَ: أَوْفَيْتَنِي أَوْفَى اللَّهُ بِكَ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً.

**ترجمہ:** باب، حاضر اور غائب کو وکیل بنانے کا بیان۔

حضرت ابن عمرؓ نے اپنے خزانچی کو لکھا اور وہ آپ سے دور تھا کہ انکے چھوٹے اور بڑے بچوں کا صدقۂ فطر ادا کر دے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ ایک شخص کا نبی پاک ﷺ کے اوپر ایک اونٹ قرض تھا، وہ تقاضا کرنے آیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو دے دو، لوگوں نے اس کے اونٹ کی عمر کا اونٹ تلاش کیا لیکن اس عمر کا نہیں ملا، اس سے بڑا ہی ملا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہی دے دو، اس نے کہا کہ آپ نے میرا حق پورا پورا دیا، اللہ آپ کو پوری جزا عطا کرے، نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ تم میں بہتر وہ ہیں جو ادائیگی میں بہتر ہوں۔

**تشریح:** شاہد اور غائب کی وکالت جائز ہے، مقصد یہ ہے کہ مؤکل اگر شہر میں موجود ہو تب بھی وہ اپنی طرف سے کسی کو وکیل بنا سکتا ہے اور اگر وہ کہیں سفر میں گیا ہو تب بھی بنا سکتا ہے۔

جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ غائب کی توکیل جائز ہے، لیکن اس میں تھوڑی سی تفصیل کہہ لو یا اختلاف کہ اگر شہر میں مؤکل موجود ہے تو وہ کسی کو اپنا وکیل بنا سکتا ہے یا نہیں؟

جمہور علماء فرماتے ہیں کہ کوئی حرج کی بات نہیں، امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ عذر کی صورت میں بنا سکتا ہے بلا عذر کے نہیں، اور عذر کا مطلب یہ ہے کہ اس کو کوئی سفر درپیش ہو یا وہ بیمار ہو تو اس صورت میں بنا سکتا ہے، اور ایک صورت یہ ہے کہ خصم راضی ہو جائے کہ ہاں کچہری میں یا حاکم کے یہاں آپ کے جانے کی ضرورت نہیں آپ اپنی طرف سے کسی کو وکیل بنا کر بھیج دیں تو بنا سکتا ہے۔

امام مالک ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر خصم کے درمیان اور وکیل کے درمیان عداوت ہو تو پھر ایسی صورت میں توکیل حاضر جائز نہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ حاضر بالبلد کی توکیل کے منکر نہیں وہ فرماتے ہیں کہ جائز ہے لیکن لازم نہیں، اور لازم نہیں کا مطلب یہ ہے کہ دوسرا فریق اگر یہ کہتا ہے کہ جناب! میں تو اس بات پر راضی نہیں کہ آپ کی طرف سے وکیل گفتگو کرے بلکہ آپ خود کچہری میں تشریف لایئے اور عدالت میں حاضر ہویئے آپ کا حاضر ہونا ضروری ہے تو اس صورت میں اس مؤکل کو عدالت میں حاضر ہونا پڑے گا اور اس کی توکیل کا اعتبار نہیں ہوگا

Maktaba Tul Ishaat.com



اور اگر وہ راضی ہو جاتا ہے تو پھر کوئی اشکال کی بات نہیں، بہر حال امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے اسی اختلاف یعنی وکالۃ الشاہد میں جو اختلاف ہے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

**إلٰی قَهرَمَانِهِ:** قھرمان فارسی زبان کا لفظ ہے اس سے مراد کسی آدمی کا خادم جو اس کے کام وغیرہ کا ذمہ دار ہو، ابن عمرؓ نے اپنے خادم کو کہا کہ وہ ان کے چھوٹے اور بڑوں کی طرف سے زکوٰۃِ فطر ادا کر دے۔

**حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ:** یہ حدیث اسی سند سے ابوابِ استقراض میں ص ۳۲۲ پر آ رہی ہے۔

**كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سِنٌّ مِنَ الْإِبِلِ:** سِنٌّ مِنَ الْإِبِلِ اس لئے کہہ دیا کہ اہل عرب کے یہاں اونٹوں کی عمروں اور سالوں کے اعتبار سے الگ الگ نام ہیں، اگر ایک سال کا ہو تو اس کو بنت مخاض کہتے ہیں اور دو سال کا ہو جائے تو بنت لبون کہتے ہیں وھکذا جیسا کہ کتاب الزکوۃ میں تم پڑھ چکے ہو اور اس کی زیادہ تفصیل ابوداؤد شریف میں وارد ہوئی ہے۔

**قَالَ أَعْطُوهُ:** اس سے امام بخاری نے توکیل الشاہد کو ثابت کیا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے اور پھر اپنی طرف سے ادائیگی میں اپنے صحابہ کو آپ وکیل بنا رہے ہیں اور جب توکیلِ حاضر جائز ہے تو توکیلِ غائب بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگی۔

## (ص ۳۰۹) بَابُ الْوَكَالَةِ فِي قَضَاءِ الدُّيُونِ

**۲۲۹۹. حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ يَتَقَاضَاهُ فَأَغْلَظَ، فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: دَعُوهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا، ثُمَّ قَالَ: أَعْطُوهُ سِنًّا مِثْلَ سِنِّهِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ لَا نَجِدُ إِلَّا أَمْثَلَ مِنْ سِنِّهِ، فَقَالَ: أَعْطُوهُ فَإِنَّ خَيْرَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً.**

**ترجمہ:** باب، دین کی ادائیگی میں وکیل بنانے کا بیان۔

**تشریح:** دین ادا کرنے میں بھی وکیل بنایا جا سکتا ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس سے ایک توہم کا دفعیہ کیا ہے اور وہ یہ کہ قضائے دیون میں توکیل بظاہر جائز نہیں ہونی چاہئے اس واسطے کہ دین کا

Maktaba Tul Ishaat.com



قاعدہ یہ ہے کہ جب دائن مطالبہ کرے اور مدیون ادائیگی پر قادر ہو تو فوراً اس کو دے دینا چاہئے اور توکیل میں دیر ہوتی ہے، امام بخاری نے فرما دیا کہ ایسی توکیل میں کوئی مضائقہ نہیں اور یہ مطلِ منہی عنہ کے باب میں داخل نہیں، حافظ ابن حجرؒ نے ترجمۃ الباب کی جو غرض بیان کی ہے اصلاً یہ علامہ ناصر الدین بن منیر کی ہے۔

ہمارے حضرت شیخ دامت برکاتہم ارشاد فرماتے ہیں کہ چونکہ ابوداؤد وغیرہ میں حضرت سمرہ بن جندبؓ کی روایت میں وارد ہوا ہے علی الیدِ ما أخذت حتی تؤدِيَ جس نے کوئی چیز لی ہو اس کے ذمہ اس کی ادائیگی واجب ہے، اس سے بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ جس نے لیا ہے وہی خود اس کو ادا کرے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ دوسرے کو وکیل بنانا جائز نہ ہونا چاہئے، تو امام بخاری نے یہ بتلا دیا کہ قضائے دیون کی توکیل میں کوئی مضائقہ نہیں، اور علی الیدِ ما أخذت حتی تؤدِيَ کا مطلب یہ ہے کہ جس نے دوسرے کا مال لیا ہے اس کو اس کا مال پہنچانا ضروری ہے اور اصل میں اس روایت کا تعلق ابوابِ غصب سے ہے یعنی اگر کسی نے کسی کا مال غصب کر لیا ہے تو اس صورت میں غاصب بری الذمہ ہو ہی نہیں سکتا تا آنکہ مغصوب منہ کا مال مغصوب اس تک نہ پہنچا دے۔

## (ص ۳۰۹) بَابُ إِذَا وَهَبَ شَيْئًا لِوَكِيلٍ أَوْ شَفِيعِ قَوْمٍ جَازَ

لقول النبي ﷺ لوفد هوازن حين سألوه المغانم فقال: نصيبي لكم.

۲۳۰۷–۲۳۰۸. حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ ثني عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: وَزَعَمَ عُرْوَةُ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَامَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ، وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِهِمْ وَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلاَّ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوا: فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي الْمُسْلِمِينَ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هَؤُلاَءِ قَدْ جَاؤُونَا تَائِبِينَ وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ بِذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ مِنْكُمْ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ، فَقَالَ النَّاسُ: قَدْ طَيَّبْنَا ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ لَهُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّا لاَ نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ

Maktaba Tul Ishaat.com



فِي ذٰلِكَ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ فَارْجِعُوا حَتّٰى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ، فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ اگر کسی وکیل کو یا کسی قوم کے سفارشی کو کوئی چیز ہبہ کی جائے تو جائز ہے، کیوں کہ حضور ﷺ نے قبیلۂ ہوازن کے وفد سے جب کہ انہوں نے غنیمت کے اموال اور قیدیوں کی واپسی کا سوال کیا تو فرمایا کہ میرا حصہ تم لے جاؤ۔

مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہؓ نے بیان کیا کہ جب قبیلۂ ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر آیا اور انہوں نے درخواست کی کہ ان کے مال اور قیدی ان کو واپس کر دیئے جائیں تو آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ مجھے سچی بات سب سے زیادہ پسند ہے اب تم دو میں سے ایک چیز اختیار کر لو: یا تو قیدی لے لو یا مال، میں نے ان کے معاملہ میں انتظار کیا تھا۔ جب ان کو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ ان کو ایک ہی چیز دیں گے۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم قیدیوں کو ترجیح دیتے ہیں، آپ ﷺ مسلمانوں کے درمیان خطبے کے لئے کھڑے ہوئے، آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی جس کا وہ اہل ہے، پھر حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ تمہارے یہ بھائی ہمارے پاس توبہ کر کے آئے ہیں، میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کے قیدی واپس کر دوں، تم میں سے جو خوش دلی سے دینا چاہے وہ پیش کر دے اور جو یہ چاہتا ہے کہ اپنا حصہ باقی رکھے یہاں تک کہ ہم اس کو اس مال غنیمت میں سے دیں جو اللہ تعالیٰ ہمیں آئندہ پہلی فتح میں عطا کرے تو وہ ایسا کر سکتا ہے، لوگوں نے کہا کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کی خاطر خوش دلی سے قیدی واپس کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ (آوازوں کے شور میں) ہمیں معلوم نہیں ہو پا رہا ہے کہ کون اجازت دے رہا ہے اور کون نہیں دے رہا ہے؟ لہٰذا ایسا کریں کہ آپ لوگ واپس چلے جائیں اور تمہارے سردار تمہاری مرضی ہم سے بیان کریں، لوگ واپس چلے گئے، ان سے ان کے سرداروں نے بات چیت کی، پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو بتایا کہ وہ سب راضی ہیں اور انہوں نے اجازت دے دی ہے۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی قوم کی طرف سے وکیل ہو اور کسی آدمی کو کوئی چیز اس قوم کو ہبہ کرنی ہو تو بجائے اس قوم کے دینے کے وکیل کو دیدے تو اس طرح کرنا جائز ہے اور وکیل کا قبضہ کرنا مؤکل ہی کے قبضہ کرنے کے قائم مقام ہو گا۔

**لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِوَفْدِ هَوَازِنَ:** حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں وفد ہوازن اپنی قوم کی طرف سے وکیل و شفیع بن کر حاضر ہوا تھا اور آپ سے درخواست کی تھی کہ ہمارے قیدی چھوڑ دیئے جائیں اور ہمارے اموال واپس کر دیئے جائیں، حضرت والا ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے سچی بات پسند ہے میں نے تمہارا

Maktaba Tul Ishaat.com



انتظار کیا لیکن تم لوگ آئے نہیں، مطلب یہ ہے کہ اب تو سب کچھ تقسیم ہو گیا لہٰذا دو باتوں میں سے ایک بات پر راضی ہو جاؤ، یا تو تم مال لے لو یا اپنے قیدی لے لو، ان لوگوں نے مشورہ کیا اور یہ طے کیا کہ قیدی لے لینا ٹھیک ہے، پھر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ میرا اور بنو ہاشم کا جو حصہ ہے وہ تو تمہارے لئے ہے، رہ گیا دوسروں کا حصہ تو میں اس سلسلہ میں گفتگو کروں گا، چنانچہ سرور عالم ﷺ نے صحابہ کرام کے سامنے یہ بات رکھی کہ یہ تمہارے بھائی تائب ہو کر آئے ہوئے ہیں اور میری رائے یہ ہے کہ ان کے قیدیوں کو واپس کر دیا جائے، اگر کوئی خوشی سے واپس کرتا ہے تو ٹھیک ہے اور اگر کوئی نہیں چاہتا ہے اور اپنا بدلہ ہی چاہتا ہے تو حق تعالیٰ اس کے بعد ہمیں جو فئ عطا فرمائیں گے ہم اس میں سے اس کا بدلہ دے دیں گے، لیکن صحابۂ کرام تو اطاعت کے پتلے تھے سب نے کہہ دیا قَدْ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ، آپ نے فرمایا کہ یہ تو جم گھٹے (مجمع) کی آواز ہے ہر قوم کے سرداران اور چودھری صاحبان آکر بات کریں، چنانچہ چودھری صاحبان نے آکر آپ کی خدمت میں یہ کہہ دیا کہ ہاں سب لوگ راضی ہیں۔

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ: 　یہ حدیث اسی سند کے ساتھ ابوابِ خمس میں ص ۴۴۲ پر آرہی ہے۔

## (ص ۳۰۹) بَاب إِذَا وَكَّلَ رَجُلًا أَنْ يُعْطِيَ شَيْئًا وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ يُعْطِي فَأَعْطَى عَلَى مَا يَتَعَارَفُهُ النَّاسُ

۲۳۰۹. حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ وَغَيْرِهِ - يَزِيدُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَلَمْ يُبَلِّغْهُ كُلُّهُمْ رَجُلٌ وَاحِدٌ مِنْهُمْ - عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَكُنْتُ عَلَى جَمَلٍ ثَفَالٍ إِنَّمَا هُوَ فِي آخِرِ الْقَوْمِ، فَمَرَّ بِي النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: مَنْ هٰذَا؟ فَقُلْتُ: جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، فَقَالَ: مَا لَكَ؟ فَقُلْتُ: إِنِّي عَلَى جَمَلٍ ثَفَالٍ، قَالَ: أَمَعَكَ قَضِيبٌ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: أَعْطِنِيهِ، فَأَعْطَيْتُهُ فَضَرَبَهُ فَزَجَرَهُ فَكَانَ مِنْ ذٰلِكَ الْمَكَانِ مِنْ أَوَّلِ الْقَوْمِ، قَالَ: بِعْنِيهِ، قُلْتُ: بَلٰى هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: بَلْ بِعْنِيهِ، قَالَ: قَدْ أَخَذْتُهُ بِأَرْبَعَةِ دَنَانِيرَ وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ أَخَذْتُ أَرْتَحِلُ، قَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قُلْتُ: تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً قَدْ خَلَا مِنْهَا، قَالَ: فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ؟ قُلْتُ: إِنَّ أَبِي قَدْ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ بَنَاتٍ فَأَرَدْتُ أَنْ أَنْكِحَ امْرَأَةً قَدْ جَرَّبَتْ، وَخَلَا مِنْهَا، قَالَ: فَذٰلِكَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ قَالَ: يَا بِلَالُ اقْضِهِ وَزِدْهُ،

Maktaba Tul Ishaat.com



فَأَعْطَاهُ أَرْبَعَةَ دَنَانِيرَ وَزَادَهُ قِيرَاطًا، قَالَ جَابِرٌ: لَا تُفَارِقُنِي زِيَادَةُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَلَمْ يَكُنِ الْقِيرَاطُ يُفَارِقُ قِرَابَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ اگر کوئی کسی کو کچھ دینے کا وکیل بنائے اور مقدار نہ بتلائے تو وہ اتنا دے سکتا ہے جتنا عرف کے مطابق ہو۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے بیان کیا کہ میں ایک سفر میں نبی پاک ﷺ کے ہم راہ تھا اور میں ایک سست رفتار اونٹ پر سوار تھا جو سب سے پیچھے رہ گیا تھا، اسی اثناء میں میرے پاس نبی پاک ﷺ کا گزر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ کون ہو؟ میں نے کہا کہ جابر بن عبد اللہ، آپ نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ میں ایک سست رفتار اونٹ پر ہوں، آپ نے دریافت کیا کہ تمہارے پاس چھڑی ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں ہے، آپ نے فرمایا کہ مجھے دو، میں نے دے دی، آپ نے اس سے اونٹ کو تنبیہ کی اور اس کو جھڑکا تو وہ اونٹ اسی مقام سے سب سے آگے ہو گیا، آپ نے فرمایا کہ اس کو میرے ہاتھ بیچ دو، میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ آپ کی نذر ہے، آپ نے فرمایا کہ یہ میرے ہاتھ بیچ دو، چلو میں نے یہ چار دینار میں خرید لیا اور مدینہ منورہ تک اس پر تم ہی سوار رہو، جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو میں اپنے گھر جانے لگا، آپ نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کر لیا ہے جس کا شوہر گزر گیا ہے، آپ نے پوچھا کہ کنواری لڑکی سے کیوں نہیں کیا کہ تم اس سے دل لگی کرتے اور وہ تم سے دل لگی کرتی؟ میں نے کہا کہ میرے والد کی وفات ہو گئی اور وہ کئی بیٹیاں چھوڑ گئے ہیں تو میں نے سوچا کہ ایسی عورت سے نکاح کروں جو تجربہ کار ہو اور جس کا شوہر گزر گیا ہو، آپ نے فرمایا کہ تب تو ٹھیک ہے، جب ہم مدینہ منورہ آئے تو آپ نے فرمایا کہ بلال ان کے اونٹ کا ثمن دے دو اور کچھ زیادہ دے دو تو انہوں نے چار دینار ثمن کے دیئے اور ایک قیراط مزید دیا، حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا دیا ہوا اضافہ میرے ساتھ رہتا ہے، چنانچہ وہ قیراط حضرت جابر بن عبد اللہؓ کے توشہ دان میں رہتا تھا۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ توکیل میں بھی عرف پر اعتماد کیا جا سکتا ہے، لہٰذا اگر کسی شخص نے اپنے وکیل سے یہ کہہ دیا کہ فلاں شخص کو کچھ دے دینا اب اس نے کوئی چیز دی تو دیکھا جائے گا کہ عرف کے حدود میں آتی ہے یا نہیں؟ اگر واقعی حدودِ عرف میں آجاتی ہے تو یہ جائز ہے، جیسے حضور اکرم ﷺ نے حضرت بلالؓ سے یوں فرمایا تھا کہ ان کے اونٹ کا دام بھی ادا کرو اور کچھ زائد دے دو، انہوں نے ایک قیراط کا اضافہ کر دیا لہٰذا اب اگر ہمارے یہاں کے عرف میں یہ کہا جائے کہ انہیں کچھ دے دو، تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ دس پیسے دے دو، چار آنے دے دو، آٹھ آنے دے دو، اس کی گنجائش ہوتی ہے۔

حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ وَغَيْرِهِ: ابن جریج یہ روایت

Maktaba Tul Ishaat.com



عطاء بن ابی رباح اور اسی طرح دوسروں سے بھی نقل کرتے ہیں اور بعض کی احادیث میں اضافہ ہے۔

**وَلَمْ یُبَلِّغْهُ كُلُّهُمْ رَجُلٌ وَاحِدٌ مِنْهُمْ:** اس کا مطلب یہ ہے کہ مکمل حدیث سب نے نقل نہیں کی ہے بلکہ صرف ایک آدمی نے مکمل حدیث نقل کی ہے، تو تقدیر عبارت ہوگی وَلَمْ یُبَلِّغْهُ أَيْ لَمْ یَسُقْهُ بِتَمَامِهِ كُلُّهُمْ، بَل بلّغه وساقه بتمامه رجل واحد منهم۔

اور دوسرا نسخہ ہے وَلَمْ یُبَلِّغْهُ كُلَّهُ رَجُلٌ مِنْهُمْ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ حدیث مجموعۂ مشائخ کے کلام سے مرکب ہے، ہر ایک نے الگ الگ مستقل حدیث نقل نہیں کی ہے، حافظ ابن حجر نے اس نسخہ کو پہلے نسخہ سے ارجح قرار دیا ہے۔

**كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِي سَفَرٍ:** یہ سفر غزوۂ ذات الرقاع ہے جو سن ۴ھ میں واقع ہوا ہے۔

**فَكُنْتُ عَلَى جَمَلٍ ثَفَالٍ:** ثفال ثاء اور فاء کے فتحہ کے ساتھ ہے بطیئ السیر، جو چلنے میں گھسٹ گھسٹ کر چل رہا ہو۔

**أَمَعَكَ قَضِيبٌ:** تچی ہے؟ **فَضَرَبَهُ فَزَجَرَهُ:** مارا اور ڈانٹا۔

**فَكَانَ مِنْ ذٰلِكَ الْمَكَانِ مِنْ أَوَّلِ الْقَوْمِ:** پس اس کی برکت یہ ہوئی کہ پھر تو وہ اونٹ سب سے آگے چلنے لگا۔

**قَالَ بِعْنِيهِ:** آپ نے فرمایا کہ بیچ دو، حضرت جابرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہاں وہ آپ کے لئے ہے یعنی بغیر قیمت کے۔ **قَالَ بَلْ بِعْنِيهِ:** فرمایا کہ یہ بات نہیں بلکہ بیچ دو۔

**قَدْ أَخَذْتُهُ بِأَرْبَعَةِ دَنَانِيرَ:** چار دینار میں اسے میں نے لے لیا اور اس کے بعد میں تم کو اپنی طرف سے عاریۃً یہ اجازت دیتا ہوں کہ مدینہ تک اس پر سوار ہو کر تم جاسکتے ہو۔

**فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ:** مطلب یہ ہے کہ جب میں مدینہ کے قریب ہوا تو حضرت والا نے غالباً کسی وجہ سے منزل کی اور میں اپنا آگے چلنے کی فکر میں رہا، فرمایا کہ کیوں؟ کہاں جا رہے ہو؟ قُلْتُ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً قَدْ خَلَا مِنْهَا میں نے ایک ایسی عورت سے نکاح کیا ہے جس کا خاوند اس کو چھوڑ کر مر چکا ہے۔

**قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ:** میاں تم جوان ہو تم نے کیوں نہیں کسی نوعمر لڑکی سے نکاح کیا

Maktaba Tul Ishaat.com



جس سے تم کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی۔

**قُلْتُ إِنَّ أَبِي تُوُفِّيَ وَتَرَکَ بَنَاتٍ:** میرے والد وفات پا چکے تھے اور بچیاں چھوٹی چھوٹی چھوڑ گئے تھے میں نے سوچا کہ ایسی عورت سے نکاح کروں جو تجربہ کار ہو اور دوسرے خاوند کے پاس سے آئی ہو، **قَالَ فَذٰلِکَ** تب تو یہ بات ٹھیک ہے۔

**قَالَ یَا بِلَالُ اقْضِهِ وَزِدْهُ:** ان کو ادا کرو اور کچھ ذرا زیادہ دینا۔

**وَزَادَهُ قِيرَاطًا:** اور ایک قیراط کا اضافہ کر دیا، یہ ہے مقصود بالترجمہ۔

**قَالَ جَابِرٌ لَا تُفَارِقُنِي زِيَادَةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ:** حضرت جابرؓ نے یوں فرمایا کہ بس میں نے بھی یہ طے کر لیا کہ حضور نے اپنی طرف سے جو ایک قیراط عطا فرمایا تھا اسے کہیں نہیں الگ کروں گا، مطلب یہ ہے کہ وہ کسی کو نہیں دوں گا اور وہ حضرت جابرؓ کی میان میں رہتا تھا، یہاں تو اتنا ہی ہے لیکن آگے کتاب الھبہ میں اس کے آگے اضافہ ہے **حَتّٰی أَصَابَهَا أَهْلُ الشَّأْمِ يَوْمَ الْحَرَّةِ** جنگ حرہ کے دن اہل شام نے اسے لے لیا اور مسلم کے الفاظ ہیں **فَأَخَذَهُ أَهْلُ الشَّامِ يَوْمَ الْحَرَّةِ** اہل شام نے جنگ حرہ کے دن اسے لے لیا۔

## (ص ۳۱۰) بَابُ وَكَالَةِ الْمَرْأَةِ الْإِمَامَ فِي النِّكَاحِ

**۲۳۱۰. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي قَدْ وَهَبْتُ لَكَ مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ رَجُلٌ: زَوِّجْنِيهَا يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: قَدْ زَوَّجْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ.**

**ترجمہ:** باب، عورت کا امیر المؤمنین کو نکاح میں وکیل بنانا۔

حضرت سہل بن سعدؓ نے بیان کیا کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اس نے یہ کہا کہ یا رسول اللہ! میں بغیر عوض کے، آپ کے نکاح میں آنے کے لئے اپنے نفس کو پیش کرتی ہوں تو ایک شخص نے کہا کہ اس کا نکاح مجھ سے کر دیجئے، آپ نے فرمایا کہ ہم نے قرآن کی ان سورتوں کی بدولت جو تمہیں حفظ ہیں اس کا نکاح تم سے کر دیا۔

**تشریح:** عورت امام کو نکاح میں اپنا وکیل بنا سکتی ہے کہ آپ میری طرف سے وکیل ہیں جس کے ساتھ چاہے میرا نکاح کر سکتے ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**قَدْزَوَّجْنَاكَهَابِمَامَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ:** علامہ داوٗدی نے امام بخاری پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس میں توکیل کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے بلکہ حضور ﷺ نے اپنے اختیار عام کی بناء پر بحکم خداوندی النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ان کی شادی کردی تھی، اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے سامنے جب اس نے یہ کہہ دیا إِنِّي قَدْوَهَبْتُ لَكَ مِنْ نَفْسِي یہی توکیل ہے، حضور اکرم ﷺ کو اب اختیار ہے چاہے اپنے تصرف میں لائیں اور چاہے دوسرے کے ساتھ ان کو جوڑ دیں، چنانچہ حضور ﷺ نے جوڑ دیا۔

دوسرا جواب بعض علماء نے یہ دیا ہے کہ جب سرور عالم ﷺ نے ان کا دوسرے سے نکاح کر دیا اور اس پر انہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا تو یہ ان کی طرف سے عملی توکیل بن گئی۔

## (ص ۳۱۰) بَابُ إِذَاوَكَّلَ رَجُلًافَتَرَكَ الْوَكِيلُ شَيْئًا

### فَأَجَازَهُ الْمُوَكِّلُ فَهُوَ جَائِزٌ وإن أقرضه إلى أجل مسمّى جاز

۲۳۱۱. وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ أَبُو عَمْرٍو: ثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: وَكَّلَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ فَأَتَانِي آتٍ فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ وَقُلْتُ: وَاللهِ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ وَلِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ، قَالَ: فَخَلَّيْتُ عَنْهُ، فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ؟ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، قَالَ: أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ لِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِنَّهُ سَيَعُودُ، فَرَصَدْتُهُ فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، قَالَ: دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ لَا أَعُودُ، فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ؟ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، قَالَ: أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ، فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهَذَا آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ إِنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُودُ ثُمَّ تَعُودُ، قَالَ: دَعْنِي أُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللهُ بِهَا، قُلْتُ: مَا هُوَ؟ قَالَ: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ، فَإِنَّكَ لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ

Maktaba Tul Ishaat.com



فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ؟ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللهُ بِهَا فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، قَالَ: مَا هِيَ؟ قُلْتُ: قَالَ لِي: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ ﴿اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ وَقَالَ لِي: لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ، وَكَانُوا أَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الْخَيْرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ، تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: ذَاكَ شَيْطَانٌ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ اگر کوئی شخص کسی کو وکیل بنائے اور وکیل کوئی چیز کسی کے پاس چھوڑ دے یعنی اس کو ہبہ کر دے اور موکل اس کی اجازت دے دے تو یہ تصرف درست اور نافذ ہو جائے گا، اور اگر وہ کسی کو وقت مقررہ تک کے لئے قرض دے دے تو یہ بھی درست ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر کی حفاظت کا وکیل بنایا، میرے پاس کوئی آنے والا آیا اور غلے میں سے لپ بھر کر لینے لگا، میں نے اس کو پکڑا اور اس سے کہا کہ واللہ! تجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا، وہ کہنے لگا کہ میں ضرورت مند اور عیال دار ہوں اور مجھے سخت حاجت ہے، تو میں نے اس کو جانے دیا، صبح کو نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ! رات کو تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! اس نے سخت ضرورت اور عیال داری ظاہر کی تو میں نے اس پر ترس کھایا اور اس کو جانے دیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یاد رکھو اس نے جھوٹ بولا اور وہ پھر آئے گا، مجھے یقین ہو گیا کہ وہ پھر آئے گا کیوں کہ حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ وہ آئے گا، تو میں اس کی تاک میں بیٹھا، وہ آیا اور غلے سے لپ بھرنے لگا، میں نے اسے پکڑا اور اس سے کہا کہ میں ضرور تجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا، وہ کہنے لگا کہ مجھے چھوڑ دو، میں ضرورت مند ہوں اور میرے ذمہ عیال داری ہے، اس کے بعد نہیں آؤں گا، مجھے اس پر ترس آ گیا اور میں نے اسے جانے دیا، جب صبح ہوئی تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ! تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! اس نے سخت ضرورت اور عیال داری کا شکوہ کیا، تو مجھے رحم آ گیا اور میں نے اس کو جانے دیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے تم سے جھوٹ بولا، وہ پھر آئے گا، میں تیسری بار اس کی تاک میں بیٹھا، وہ آیا اور غلے سے لپ بھرنے لگا، میں نے اس کو پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ تجھے ضرور حضور ﷺ کے سامنے لے جاؤں گا اور یہ تیسرا واقعہ ہے اور بس یہ آخری ہے، تم یہ کہتے ہو کہ نہیں آؤں گا اور پھر آ جاتے ہو، وہ کہنے لگا کہ مجھے چھوڑ دو، میں تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں گا جو تمہیں فائدہ دیں گے، میں نے کہا کہ وہ کیا ہیں؟

اس نے کہا کہ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو آیت الکرسی آخر تک پڑھو، اللہ کی طرف سے ایک محافظ تمہارے ساتھ برابر رہے گا اور صبح تک کوئی شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا تو میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا، صبح ہوئی تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گزشتہ رات تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! اس نے یہ کہا کہ وہ مجھے چند کلمات سکھائے گا جو مجھے فائدہ دیں

Maktaba Tul Ishaat.com



گے تو میں نے اس کو جانے دیا، آپ نے فرمایا کہ وہ کیا ہیں؟ تو میں نے کہا کہ اس نے یہ کہا کہ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو آیت الکرسی شروع سے آخر تک پڑھو اور اس نے یہ کہا اللہ کی طرف سے ایک محافظ برابر تمہارے ساتھ رہے گا اور صبح تک کوئی شیطان تمہارے نزدیک نہیں آئے گا، صحابہؓ تو خیر کی چیزوں کے طلب گار تھے ہی (لہذا حضرت ابو ہریرہؓ نے اس تعلیم خیر پر اس کو معاف کر دیا) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یاد رکھو کہ اس نے سچ کہا حالانکہ وہ جھوٹا ہے، ابو ہریرہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم تین راتوں سے کس سے بات کر رہے ہو؟ میں نے کہا نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ وہ شیطان ہے۔

**تشریح:** امام بخاری نے دو باب قبل ترجمہ منعقد کیا تھا باب إذا وهب شيئا لوكيل أو شفيع قوم جاز، اُس سے یہ بیان فرمایا تھا کہ وکیل مؤکل کی طرف سے قبضہ کر سکتا ہے اب اس ترجمۃ الباب سے امام فرمارہے ہیں کہ اگر وکیل اپنی طرف سے کچھ چھوڑ دے تو یہ بھی جائز ہے مگر یہاں شرط ہے کہ مؤکل بعد میں اجازت دے دے، مثلاً مؤکل کا کسی پر دین ہے اور اس نے وکیل سے کہہ دیا کہ جاؤ فلاں کے اوپر میرا پانچ ہزار روپے دین ہے وصول کر کے لے آؤ، وکیل گیا اور اس نے مطالبہ کیا اس نے کہا کہ پانچ ہزار مکمل ابھی ہے نہیں، پچاس روپے کی کمی ہو رہی ہے، وکیل نے کہا کہ لاؤ جتنے ہیں دے دو باقی رہنے دو، اب وہ آیا اور اس نے مؤکل کو سارا واقعہ سنا دیا، مؤکل نے کہا کہ چلو بھائی پچاس روپے گئے کوئی بات نہیں رقم تو مل گئی، یہ جائز ہے۔

**وإن أقرضه إلى أجل مسمى جاز:** اور اگر وکیل اجل مسمّیٰ تک قرض دے دے تو یہ بھی جائز ہے، مطلب یہ ہے کہ مؤکل نے اگر وکیل کو کچھ روپے دیئے کسی کام کے لئے اور وکیل نے بمصلحت کسی کو کسی اجل معین تک قرض دے دیا تو یہ جائز ہے، مگر یہاں بھی وہی بات ہے کہ مؤکل اجازت دے دے، مہلب فرماتے ہیں کہ اس ترجمہ کا مفہوم یہ ہے کہ اگر مؤکل اجازت نہ دے تو پھر اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

**وقال عثمان بن الهيثم أبو عمرو:** سیاق حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث معلق ہے اور امام بخاری نے باب صفة إبليس میں یہ حدیث مختصراً اور اسی طرح فضائل قرآن میں بھی یہ حدیث نقل فرمائی ہے، ویسے یہ حدیث دوسرے حضرات جنہوں نے مستخرجات لکھی ہیں موصولاً تخریج فرمائی ہے، چنانچہ امام نسائی، اسماعیلی، ابو نعیم وغیرہ نے عثمان بن ہیثم ہی کے طریق سے یہ روایت موصولاً تخریج کی ہے۔

**وكلني رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر کی حفاظت کا مجھ کو وکیل بنایا۔

**فأخذته:** حدیث کا آخر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس کو پکڑا تھا وہ شیطان تھا۔

Maktaba Tul Ishaat.com



سوال یہ ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کے سامنے نماز میں عفریت من الجن آگیا تھا تو آپ نے اس کو محض اس وجہ سے نہیں پکڑا تھا کہ آپ کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا رَبِّ اغْفِرْلِي وَهَبْ لِي مُلْكاً لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي یاد آگئی اس کی رعایت میں آپ نے اس کو چھوڑ دیا، یہ کیا وجہ ہے کہ سرور عالم ﷺ نے تو ادباً چھوڑ دیا لیکن حضرت ابو ہریرہؓ نے پکڑ لیا اور پکڑنے پر قادر ہو گئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں حضور کو قدرت تھی لیکن ادباً مع سلیمان چھوڑ دیا تھا اور یہاں حضرت ابو ہریرہؓ کو قصہ ہی یاد نہیں آیا وہ تو بس انسان اور کوئی چور سمجھ کر اسے پکڑ بیٹھے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے جو شیطان حضور کے پاس آیا تھا وہ کوئی اتنا بڑا شیطان ہو کہ اس کے پکڑ لینے کے بعد سارے شیطان اس کے تابع ہو کر آجائیں گے بخلاف حضرت ابو ہریرہؓ والے شیطان کے کہ وہ احد من الشیاطین ہو گا اس کے پکڑ لینے سے سب کا حاضر ہونا ضروری نہیں۔

**وَقُلْتُ وَاللهِ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ:** مصنف نے اس سے اپنا ترجمہ ثابت فرمایا ہے کہ ابو ہریرہؓ حضور کی طرف سے صدقۂ فطر کی حفاظت کے وکیل تھے جب دوسرے شخص نے اس میں سے لے لیا تو انہوں نے فوری طور پر اس سے وہ چیز واپس نہیں لی بلکہ اس کو اتنی مہلت دی کہ میں تجھ کو حضور کی خدمت میں پیش کروں گا، چنانچہ حضور ﷺ کی خدمت میں قصہ پیش کر دیا آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ جھوٹا ہے، اعذارِ باردہ پیش کر دیئے کہ میں عیال دار ہوں محتاج ہوں یہ ہے وہ ہے اور وہ پھر آئے گا، بہر حال یہ جو تھوڑی دیر کے لئے تاخیر ہوئی تو اس کے بعد حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے اسے کیوں لے جانے دیا؟ تم نے چیز واپس کیوں نہیں لے لی؟ معلوم ہوا کہ آپ نے اجازت دے دی، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر کوئی کسی کا وکیل ہو اور وکیل کچھ چھوڑ دے اور مؤکل کو خبر پہنچنے کے بعد مؤکل مسامحت کا معاملہ کرے تو گنجائش ہے۔

بعض علماء نے ایک تقریر اور کی ہے کہ صدقۂ فطر کی تقسیم کا وقت متعین ہوتا ہے اس وقت تک کے لئے گویا اس کا معاملہ مؤخر کر دیا گیا تھا۔

**مَافَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ:** حضور نے صبح ہوتے ہی فرمایا مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ؟ رات والا قیدی کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے حاجتِ شدیدہ کی شکایت کی اور اہل و عیال کا تذکرہ کیا مجھے رحم آگیا

Maktaba Tul Ishaat.com



فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ میں نے اس کو چھوڑ دیا، فرمایا کہ وہ جھوٹا ہے اب پھر لوٹ کر آوے گا، یوں کہتے ہیں کہ مجھے یقین ہو گیا کہ آوے گا۔

یہاں اشکال یہ ہے کہ جب سرور عالم ﷺ نے یہ فرمادیا تھا أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ اس نے تجھ سے جھوٹ بولا اور پھر وہ لوٹ کر آئے گا تو پھر حضرت ابوہریرہؓ نے اس کے قول دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ لَا أَعُودُ پر اعتماد کیوں کیا؟ اس کی بات پر اعتماد کرنا رسول اکرم ﷺ کی بات کی گویا تکذیب ہوگئی آپ نے فرمایا کہ وہ جھوٹا ہے نا قابل اعتماد ہے اور حضرت ابوہریرہؓ نے کر لیا اعتماد؟

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اصل میں حضرت ابوہریرہؓ یہ سمجھے کہ یہ بیچارا مجبوری کی وجہ سے جھوٹ بولنے پر تیار ہو گیا چونکہ عیال دار ہے اس لئے یوں کہہ رہا ہے کہ دیکھو بھائی میں محتاج ہوں عیال دار ہوں اب نہیں لوٹ کر آؤں گا اس لئے انہوں نے چھوڑ دیا۔

یا پھر یہ کہا جائے کہ اس کے الحاح وزاری کی وجہ سے حضرت ابوہریرہؓ کو حضور کی بات یاد ہی نہیں رہی، ایسا اس نے شور مچایا اور اصرار شروع کیا کہ ابوہریرہؓ اسی چکر میں آگئے تو اسے چھوڑ دیا۔

چنانچہ تیسری مرتبہ حضور نے پھر پوچھا مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ؟ ابوہریرہ تمہارا قیدی کیا ہوا؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! اس نے بڑی حاجتِ شدیدہ کی شکایت کی، اہل وعیال کا تذکرہ کیا، رحم آگیا، تو اس نے کہا دَعْنِي أُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللهُ بِهَا تو مجھے چھوڑ دے میں تجھے کچھ دعا سکھاؤں گا جس سے تجھے نفع ہو گا، میں نے پوچھا وہ کیا کلمات ہیں؟ کہنے لگا کہ جب لیٹنے لگے تو آیت الکرسی پڑھ لیا کر جس کا اثر یہ ہو گا کہ اللہ کی طرف سے ایک نگران تجھ پر مقرر ہو جائے گا شیطان تیرے قریب نہیں آئے گا تا آنکہ صبح نہ ہو جائے، میں نے چھوڑ دیا، یہ حضرات خیر کے بہت حریص تھے کہیں سے بھی مل جائے، مشہور ہے الحِكْمَةُ ضَالَّةُ المُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا قاله النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوہریرہؓ نے سوچا کہ ٹھیک ہے جھوٹا آدمی ہے لیکن جب ایک بات اچھی سی بتا رہا ہے تو لے لینا چاہئے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ بات تو سچ کہی اس نے مگر ہے وہ جھوٹا۔

بات سچ کہی کا مطلب یہ ہے کہ واقعہ یہ ہے کہ آیت الکرسی پڑھنے کی وجہ سے حق تعالیٰ کی طرف سے محافظ و نگران مقرر ہو جاتا ہے، اور پھر فرمایا کہ پتہ بھی ہے کہ تین راتوں سے کس سے تیری باتیں ہو رہی ہیں؟ ابوہریرہؓ

Maktaba Tul Ishaat.com



نے فرمایا کہ نہیں، فرمایا کہ یہ شیطان ہے جو تجھ سے بات چیت کر رہا تھا۔

مصنف نے اس سے یہ مسئلہ ثابت فرمادیا کہ اگر وکیل کچھ چھوڑ دے اور مؤکل اجازت دیدے تو جائز ہے۔

لیکن آگے سوال یہ ہے کہ مصنف نے ایک اور اضافہ بھی کیا ہے وَإِنْ أَقْرَضَهُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى جَازَ، اور اگر ایک اجل معین تک قرض دیدے اور وکیل اجازت دیدے تو یہ جائز ہے، سوال یہ ہے کہ یہ جزء کیسے ثابت ہوا؟

(۱) علامہ کرمانی فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے یہ جزء یوں ثابت فرمایا ہے کہ ابوہریرہؓ نے اس آنے والے کو اتنی مہلت دی تھی کہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کریں گے تو گویا اتنی دیر کے لئے انہوں نے اسے قرض دے دیا تھا، (۲) علامہ مہلب بن ابی صفرہ فرماتے ہیں کہ اصل میں وہ غلہ جو صدقۂ فطر کے لئے جمع کیا گیا تھا جب سارق نے لے لیا تو گویا اس طعام کو ایک اجل معین تک اس کو قرض دے دیا اور وہ اجل معین وہ وقت ہے جس وقت مساکین کو صدقۂ فطر تقسیم کیا جاتا ہے۔

علامہ مہلب کی اس تقریر کو حافظ ابن حجر نے علامہ کرمانی کی تقریر سے اوجہ وارجح قرار دیا ہے۔

مگر علامہ بدر الدین زرکشی فرماتے ہیں کہ یہ تکلف ہے، حقیقت یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں چونکہ روایت حدیث میں بہت تشدد سے کام لیا ہے اس لئے ان کے پاس مادۂ استدلال بہت محدود ہے اور مسائل بہت ہیں اس لئے استدلال کرنے میں مختلف طریقے اور مختلف انداز اختیار فرماتے ہیں اور بہت سے ایسے اصول سے امام بخاری مسائل اخذ کرتے ہیں جو عام مجتہدین کے یہاں نہیں چلتے ہیں اور وہ نہیں مانتے ہیں۔

مثلاً استدلال بکل محتمل، اب یہاں بھی یہی کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے اس شخص کو الیٰ مدۃ الرفع الی النبی ﷺ مہلت دے دی تھی یہ مہلت دے دینا محتمل ہے دو امروں کو، یا یہ کہ اگر حضرت سرور عالم ﷺ نے تیری معافی کردی تو ٹھیک ہے، اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اگر وکیل کچھ چھوڑ دے اور مؤکل اجازت دے دے تو جائز ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ حضرت سرور عالم ﷺ کے سامنے پیشی تک تجھ کو مہلت دی جاتی ہے اگر حضرت والا نے فوراً مطالبہ کرلیا تو تجھے واپس کرنا پڑے گا، لہذا اس سے اقراض الی اجل مسمی نکل آتا ہے، یہ ہے امام بخاری کے استدلال کا خلاصہ جو اس وقت سمجھ میں آیا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ آیت الکرسی پڑھ کر سونا چاہئے، اللہ ہم سب کو توفیق دے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۱۰) بَابُ إِذَا بَاعَ الْوَكِيلُ شَيْئًا فَاسِدًا فَبَيْعُهُ مَرْدُودٌ

۲۳۱۲. حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ ثَنَا مُعَاوِيَةُ هُوَ ابْنُ سَلَّامٍ عَنْ يَحْيَى قَالَ: سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِ الْغَافِرِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ: جَاءَ بِلَالٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: مِنْ أَيْنَ هَذَا؟ قَالَ بِلَالٌ: كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيٌّ فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ لِنُطْعِمَ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَ ذَلِكَ: أَوَّهْ أَوَّهْ عَيْنُ الرِّبَا عَيْنُ الرِّبَا لَا تَفْعَلْ ذَلِكَ، وَلَكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ آخَرَ ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ.

**ترجمہ:** باب، اگر وکیل کوئی ناجائز بیع کرتا ہے تو وہ بیع فسخ کی جائے گی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ نے بیان کیا کہ حضرت بلالؓ حضور ﷺ کے پاس عمدہ برنی کھجور لیکر آئے، ان سے آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ یہ عمدہ کھجور کیسے لے آئے؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ ہمارے پاس ردی کھجور تھیں میں نے اس کے دو صاع کو ایک صاع عمدہ کھجور کے عوض فروخت کر دیا تاکہ آپ کو عمدہ کھجور کھلاؤں، پیغمبر ﷺ نے اس موقع پر فرمایا کہ اوہ! اوہ! یہ تو بالکل سود ہے، ایسا نہ کرو، اگر عمدہ کھجور خریدنا چاہو تو کھجور کو کسی اور چیز کے عوض بیچو اور پھر اس چیز کے عوض عمدہ کھجور خرید لو۔

**تشریح:** اگر کوئی وکیل بالبیع ہو اور وہ بیع فاسد کر دے تو اس بیع کا کوئی اعتبار نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ وکیل تصرفاتِ صحیحہ کا مختار ہوتا ہے تصرفاتِ فاسدہ کا اسے اختیار نہیں ہوتا ہے، لیکن یہاں اشکال یہ ہے کہ امام بخاری نے اس باب میں جو روایت ذکر فرمائی ہے اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی ہے کہ وکیل بالبیع کی بیع مردود ہے، اس لئے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کے پاس حضرت بلالؓ برنی کھجوریں لائے آپ نے فرمایا کہ کہاں سے آئیں؟ بلالؓ نے کہا کہ ردی تمر تھی میں نے دو صاع کے بدلے میں ایک صاع لے لی تاکہ آپ تناول فرمائیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا أَوَّهْ أَوَّهْ، عَيْنُ الرِّبَا عَيْنُ الرِّبَا، لَا تَفْعَلْ ایسا نہ کرو مگر اس میں کہیں بھی یہ نہیں کہ حضور ﷺ نے اس کو رد فرمایا ہو۔

بعض شراح حافظ ابن حجر وغیرہ نے یہ جواب دیا ہے کہ اصل میں مسلم شریف کی روایت میں بطریق ابی سعید خدریؓ اسی قصہ میں یہ وارد ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا هَذَا الرِّبَا فَرُدَّهُ یہ تو ربا ہے اس کو واپس کرو۔

دوسرا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے اسی روایت سے اپنا مدعا ثابت فرمایا ہے اس لئے کہ جب حضور فرماتے ہیں أَوَّهْ أَوَّهْ ہائے ہائے عَيْنُ الرِّبَا عَيْنُ الرِّبَا لَا تَفْعَلْ ذَلِكَ ایسا نہ کرو، یہ مکرر اور سہ کرر اس کی تشنیع اور

Maktaba Tul Ishaat.com



تقبیح کرنا اسی بات کی طرف مشیر ہے کہ یہ بیع شارع علیہ السلام کی نگاہ میں معتبر نہیں ہے۔

فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ آخَرَ ثُمَّ اشْتَرِهِ: یہ ایسا ہی ہے جیسے آپ نے فرمایا بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا، اس سے ایک مسئلہ معلوم ہوا کہ اس طرح کا حیلہ کرنا کہ آدمی حرام سے بچ جائے جائز ہے اور اسی طرح کے حیل کی حنفیہ نے اجازت دی ہے، باقی ایسا حیلہ اختیار کرنا جس سے حق کا ابطال ہوتا ہو یا باطل کا اثبات ہوتا ہو یہ کسی نے بھی جائز نہیں کہا ہے۔

## (ص ۳۱۱) بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْوَقْفِ وَنَفَقَتِهِ

### وَأَنْ يُطْعِمَ صَدِيقًا لَهُ وَيَأْكُلَ بِالْمَعْرُوفِ

۲۳۱۳. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ فِي صَدَقَةِ عُمَرَ: لَيْسَ عَلَى الْوَلِيِّ جُنَاحٌ أَنْ يَأْكُلَ وَيُؤْكِلَ صَدِيقًا لَهُ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالاً، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ هُوَ يَلِي صَدَقَةَ عُمَرَ يُهْدِي لِلنَّاسِ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ.

**ترجمہ:** باب، وقف میں وکالت کا بیان اور وکیل کے خرچ کا بیان، نیز اس بات کا بیان کہ وکیل وقف کے مال میں سے معروف طریقہ سے اپنے دوست کو بھی کھلا سکتا ہے اور خود بھی کھا سکتا ہے۔

عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے صدقہ کے مال سے متعلق جو تحریر لکھوائی تھی اس میں یہ تھا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ صدقہ کے مال سے متولی خود کھائے یا اپنے دوست کو کھلائے لیکن وہ مال ذخیرہ کرنے والا نہ ہو، حضرت ابن عمرؓ اپنے والد ماجد حضرت عمرؓ کے صدقہ کے متولی تھے، وہ مکہ مکرمہ سے اپنے پاس آنے والے لوگوں کو تحفے دیا کرتے تھے۔

**تشریح:** وکالت جیسے املاکِ خاصہ میں جائز ہے ایسے ہی اوقاف اور اس کے نفقات میں بھی جائز ہے۔

وَأَنْ يُطْعِمَ صَدِيقًا لَهُ وَيَأْكُلَ بِالْمَعْرُوفِ: یعنی اگر مؤکل وکیل سے یہ کہہ دے کہ تم اپنے دوست کو بھی کھلا سکتے ہو اور خود بھی عرف کے مطابق کھا سکتے ہو تو اس کی گنجائش ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْوَلِيِّ جُنَاحٌ أَنْ يَأْكُلَ: یعنی جو صدقہ اور وقف کا ولی ہوگا اسے کوئی گناہ نہیں کہ وہ خود کھائے یا اپنے کسی دوست کو کھلائے لیکن مال جمع نہ کرے، چنانچہ ابن عمرؓ اس کے متولی تھے اور وہ اہل مکہ میں سے جس کے پاس جا کر ٹھہرا کرتے تھے ان کی خدمت میں اس سے ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۱۱) بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْحُدُودِ

۲۳۱۴ – ۲۳۱۵. حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ إِلَى امْرَأَةِ هَذَا، فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا.

۲۳۱۶. حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ أَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: جِيءَ بِالنُّعَيْمَانِ – أَوِ ابْنِ النُّعَيْمَانِ – شَارِبًا، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ كَانَ فِي الْبَيْتِ أَنْ يَضْرِبُوا، قَالَ: فَكُنْتُ أَنَا فِيمَنْ ضَرَبَهُ فَضَرَبْنَاهُ بِالنِّعَالِ وَالْجَرِيدِ.

**ترجمہ:** باب، حدود میں وکالت کا بیان۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انیس! اس شخص کی اہلیہ کے یہاں جاؤ اور اگر وہ زنا کا اعتراف کرلے تو اس کو رجم کردو۔

حضرت عقبہ بن حارثؓ نے بیان کیا کہ نعیمان یا ان کے بیٹے کو شراب کے نشہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا، رسول اللہ ﷺ نے گھر میں موجود لوگوں کو حکم دیا کہ اس کو ماریں، حضرت عقبہؓ کہتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے اس کو مارا، ہم نے اس کو جوتوں اور چھڑی سے مارا تھا۔

**تشریح:** ظاہر ترجمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اقامۃ الحدود میں وکیل بنانا جائز ہے، لہٰذا امام اپنے غیر کو اپنا وکیل بنا سکتا ہے خود امام کو حاضر ہونا ضروری نہیں۔

یہ مسئلہ مختلف فیہ مسائل میں سے ہے، (۱) امام مالک اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ حد کے قائم کرنے کے لئے وہاں امام کا حاضر ہونا لازم نہیں، (۲) حضرات حنفیہ اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اقامۃ الحدود کے وقت امام کا حاضر ہونا ضروری ہے، امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے فریق اول کی تائید کی ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے یہ فرمایا تھا وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ إِلَى امْرَأَةِ هَذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا، انیس! اس کی بیوی کے پاس جاؤ اگر وہ زنا کا اعتراف کرلے تو اسے رجم کردینا، سرور عالم ﷺ خود تشریف نہیں لے گئے۔

حنفیہ اور حنابلہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ حضرت انیسؓ نرے وکیل نہیں تھے بلکہ سرکار دوعالم ﷺ کی طرف سے عامل وحاکم بناکر بھیجے گئے تھے۔

دوسرا احتمال ترجمہ میں یہ بھی ہے کہ امام بخاری یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اثباتِ حدود میں توکیل جائز ہے، مثلاً

Maktaba Tul Ishaat.com



قصاص کا مسئلہ ہے یا زنا یا سرقہ کا مسئلہ ہے، مدعی ایک دوسرے شخص سے یہ کہتا ہے کہ آپ میری طرف سے اس کو وکالۃً ثابت کر دیجئے، آیا یہ توکیل جائز ہے یا نہیں؟

حنابلہ فرماتے ہیں کہ حقوق اللہ میں جائز ہے اور حقوق العباد زنا، سرقہ وغیرہ میں جائز نہیں، امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ مطلقاً جائز نہیں، اسی کو حنابلہ میں سے علامہ ابو الخطاب نے اختیار کیا ہے، ان لوگوں کے پیش نظر یہ ہے کہ الحدود تندرأ بالشبهات، تو بھلا توکیل کی یہاں کہاں گنجائش ہو سکتی ہے۔

**وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ إِلَى امْرَأَةِ هٰذَا:** مصنف نے یہ قصہ یہاں بہت مختصر ذکر فرمایا ہے آئندہ مفصلاً آرہا ہے۔

**فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ كَانَ فِي الْبَيْتِ أَنْ يَضْرِبُوا:** امام بخاری نے اس سے اپنا ترجمہ یوں ثابت فرمایا ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے خود حد قائم نہیں کی بلکہ حاضرین سے اقامۃ الحد کے لئے فرمایا، حنفیہ اور حنابلہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ وہاں موجود تو تھے کوئی اپنے ہاتھ سے مارنا ضروری تھوڑے تھا۔

## (ص ۳۱۱) بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْبُدْنِ وَتَعَاهُدِهَا

**۲۳۱۷. حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ثني مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ عَائِشَةُ: أَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِيَدَيَّ ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِيَدَيْهِ ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي بَكْرٍ، فَلَمْ يَحْرُمْ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللهُ لَهُ حَتّٰى نُحِرَ الْهَدْيُ.**

**ترجمہ:** باب، ہدی کے اونٹوں کو نحر کرنے میں اور ان کی نگرانی کرنے میں وکیل بنانے کا بیان۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ اگر صاحب بدنہ کسی شخص کو بدنات کی نگرانی کا وکیل بنا دے اور ان کی ذمہ داری اس کے حوالے کر دے تو یہ جائز ہے، سرور عالم ﷺ مدینہ منورہ سے ہدایا حرم بھیجا کرتے تھے اور دوسرے شخص کو اس کا وکیل بنا دیا کرتے تھے۔

**فَلَمْ يَحْرُمْ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللهُ لَهُ حَتّٰى نُحِرَ الْهَدْيُ:** اس سے معلوم ہوا کہ محض بعث ہدی کی وجہ سے کسی شخص پر احرام کے لوازمات لازم نہیں ہوتے ہیں مسئلہ کتاب الحج میں گزر چکا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۱۱) بَابٌ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِوَكِيلِهِ ضَعْهُ حَيْثُ أَرَاكَ اللهُ وَقَالَ الْوَكِيلُ قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِينَةِ مَالاً وَكَانَ أَحَبَّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بِيْرُحَاءَ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ، فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَن تَنَالُوا۟ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا۟ مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ اللهَ يَقُولُ فِي كِتَابِهِ ﴿لَن تَنَالُوا۟ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا۟ مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بِيْرُحَاءَ وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللهِ، فَضَعْهَا يَا رَسُولَ اللهِ حَيْثُ شِئْتَ، فَقَالَ: بَخٍ ذَلِكَ مَالٌ رَائِحٌ ذَلِكَ مَالٌ رَائِحٌ، قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ فِيهَا وَأَنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ، قَالَ: أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ.

تَابَعَهُ إِسْمَاعِيلُ عَنْ مَالِكٍ، وَقَالَ رَوْحٌ عَنْ مَالِكٍ: رَابِحٌ.

**ترجمہ:** باب، اگر کوئی شخص اپنے وکیل کو یہ کہے کہ اس مال کو جہاں اللہ آپ کی رہنمائی کرے وہاں صرف کرو اور وکیل یہ کہے کہ میں نے تمہاری بات سن لی تو کیا وکالت منعقد ہو جائے گی؟

روایت کا ترجمہ باب الزکاۃ علی الأقارب میں گزر چکا

**تشریح:** میرا خیال یہ ہے کہ امام بخاری اس ترجمۃ الباب سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ توکیل اور اس کے قبول کرنے کے لئے کوئی معین لفظ ضروری نہیں بلکہ معنٰی پر دار و مدار ہے، یہی امام شافعی اور امام مالک کا مسلک ہے جیسا کہ صاحبِ مغنی اور صاحب مقنع نے ذکر فرمایا ہے، حضراتِ حنفیہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

اس کے بعد یہ سمجھو کہ اگر اس طرح کی توکیل کی گئی اور یوں کہا گیا کہ جہاں چاہو اس کو خرچ کر دو تو وکیل اس کے مصارف میں خرچ کر سکتا ہے، باقی اپنے نفس پر خرچ کر سکتا ہے یا نہیں؟ بلا اذنِ موکل کے اپنے نفس پر خرچ کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

**أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ:** یہ حدیث گزر چکی ہے اور اس پر کلام ہو چکا ہے۔

**ذَلِكَ مَالٌ رَائِحٌ:** یہ چالو مال ہے، امام بخاری نے کتاب الزکوۃ میں ضبط کیا باء تحتانیہ کے ساتھ رَابِح یعنی نفع بخش سودا۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۱۱) بَابُ وَكَالَةِ الْأَمِينِ فِي الْخِزَانَةِ وَنَحْوِهَا

۲۳۱۸. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ ثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: الْخَازِنُ الأَمِينُ الَّذِي يُنْفِقُ - وَرُبَّمَا قَالَ: الَّذِي يُعْطِي - مَا أُمِرَ بِهِ كَامِلاً مُوَفَّرًا طَيِّباً نَفْسُهُ إِلَى الَّذِي أُمِرَ بِهِ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقَيْنِ.

**ترجمہ:** باب، خزانے وغیرہ میں امین کی وکالت کا بیان۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ خزانہ وغیرہ میں امانت دار کو وکیل بنانا چاہیے تاکہ وہ اس کی نگرانی اور حفاظت کرے، رہا یہ کہ کسی کا امانت دار ہونا کیسے معلوم ہوگا؟ اس کا اندازہ تجربہ سے اور حالات سے ہو سکتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

**کتاب الوکالہ پورا ہوا**

Maktaba Tul Ishaat.com



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# (ص ۳۱۱) أبواب الحرث والمزارعة

## وما جاء فيه

## کھیتی اور مزارعت کے ابواب کا بیان

**تشریح:** امام بخاری اب مزارعت کے متعلق تراجم منعقد فرمائیں گے، مزارعت کہتے ہیں کاشت کرنے کو اور اس میں بہت سے مسائل ہیں اس لئے امام بخاری نے مستقل طور پر اس کے لئے الگ عنوان قائم فرمایا ہے۔

## (ص ۳۱۱) بَابُ فَضْلِ الزَّرْعِ وَالْغَرْسِ إِذَا أُكِلَ مِنْهُ

وقول الله ﴿ أَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ۝ ءَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ ٱلزَّٰرِعُونَ ۝ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَٰهُ حُطَٰمًا ﴾.

۲۳۱۹. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ ثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ. وَقَالَ مُسْلِمٌ: ثَنَا أَبَانُ ثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

**ترجمہ:** باب، کھیتی کرنے اور پھل دار درخت لگانے کی فضیلت کا بیان جب کہ اس میں سے کھایا جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بتاؤ تم جو کچھ بوتے ہو اس کو تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اس کو چورہ کر کے رکھ دیں۔

حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان بھی کوئی پھل دار درخت لگاتا ہے یا کھیتی کرتا ہے اور پھر اس میں سے کوئی پرندہ یا انسان یا چوپایہ کھاتا ہے تو اس کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے، یہ روایت ایک دوسرے طریق سے بھی مروی ہے۔ (دوسری سند میں حضرت قتادہ کے سماع کی تصریح ہے)۔

**تشریح:** امام بخاری کی یہ عادت ہے کہ ابتداء میں فضائل اور پھر مسائل بیان کرتے ہیں۔

فضائل ترغیب کے لئے بیان کئے جاتے ہیں، امام بخاری فرماتے ہیں کہ کھیتی کرنا اور درخت لگانا فضیلت کی چیز

Maktaba Tul Ishaat.com



ہے إذا أكل منه جب کہ اس سے کھایا جائے، یعنی زراعت اور غرس میں سے درند، چرند اور پرند اگر کھائیں تو یہ چیز زارع اور غارس کے لئے فضیلت کا سبب ہے، بذاتِ خود زرع اور غرس میں فضیلت نہیں بلکہ اس مخصوص قید کے ساتھ اس میں فضیلت ہے، علامہ ابن منیر فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب کے ذریعہ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ زراعت کرنا مباح ہے اور جہاں کہیں اس سے ممانعت وارد ہوئی ہے جیسے حضرت عمرؓ وغیرہ نے منع کیا ہے تو وہ مخصوص حالات میں جب کہ آدمی کاشت میں لگ کر جہاد سے غافل ہو جائے جو امورِ شرعیہ مطلوبہ میں سے ہے تب منع کیا ہے ورنہ کاشت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

**وَقَوْلِهِ تَعَالَى أَفَرَأَيْتُم مَا تَحْرُثُونَ الآية:** اس آیت شریفہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ کاشت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اگر کاشت کرنا شریعت کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ شانہ مقام امتنان میں اس کا تذکرہ نہ فرماتے۔

میں پہلے یہ مسئلہ بیان کر چکا ہوں کہ کمائی کے مختلف طریقے ہیں، ان میں سے ایک تجارت ہے، دوسرا زراعت، تیسرا صنعت و حرفت ہے، اس میں اختلاف ہے کہ کمائی کے ان طریقوں میں سب سے افضل کیا ہے؟

قاضی ابوالحسن ماوردی ارشاد فرماتے ہیں کہ (۱) امام شافعی کے اصول کے زیادہ قریب تجارت ہے۔

لیکن (۲) میرے نزدیک زیادہ راجح زراعت ہے، اور قاضی ماوردی نے زراعت کی ترجیح کی علت یہ پیش کی ہے کہ اس میں توکل زیادہ ہوتا ہے۔

(۳) حضرات حنفیہ فرماتے ہیں کہ افضل مکاسب جہاد ہے اس کے بعد تجارت ہے پھر زراعت ہے اس کے بعد صنعت و حرفت ہے، ہمارے حضرت شیخ دامت برکاتہم ارشاد فرماتے ہیں کہ جہاد کا طرقِ مکاسب میں شمار کرنا صحیح نہیں، وہ تو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کیا جاتا ہے اس کے متعلق مزید کلام کتاب البیوع میں گزر چکا ہے۔

(۴) امام نووی کی یہ رائے ہے کہ سب سے بہترین مکسبہ صنعت و حرفت ہے اور دلیل میں انہوں نے حضرت مقدام بن معدی کربؓ کی روایت پیش کی ہے مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ۔

یہ روایت بلفظہ کتاب البیوع میں ص ۲۷۸ پر گزر چکی ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۱۲) بَابُ مَا يُحْذَرُ مِنْ عَوَاقِبِ الِاشْتِغَالِ بِآلَةِ الزَّرْعِ أَوْ جَاوَزَ الْحَدَّ الَّذِي أُمِرَ بِهِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ ثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَالِمٍ الْحِمْصِيُّ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ الْأَلْهَانِيُّ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ - وَرَأَى سِكَّةً وَشَيْئًا مِنْ آلَةِ الْحَرْثِ فَقَالَ -: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: لَا يَدْخُلُ هَذَا بَيْتَ قَوْمٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ الذُّلَّ. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَاسْمُ أَبِي أُمَامَةَ صُدَيُّ بْنُ عَجْلَانَ.

**ترجمہ:** باب، زراعت کے آلات میں زیادہ مشغولی یا زراعت کے شغل میں شرعی حد سے تجاوز کا انجام برا ہے۔
حضرت ابوامامہ باہلیؓ نے ہل دیکھا اور زراعت کا اور کچھ سامان دیکھا تو فرمایا کہ میں نے نبی پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ چیزیں جس قوم کے گھروں میں داخل ہوں گی اس قوم میں ذلت آئے گی۔

**تشریح:** اس ترجمۃ الباب سے کاشت کے سلسلہ میں جو بظاہر متضاد سی روایات وارد ہوئی ہیں ان میں امام بخاری نے جمع فرمایا ہے، حضرت انس بن مالکؓ کی روایت جو ابھی ذکر فرمائی اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کاشت کرنے اور باغ لگانے میں کوئی حرج نہیں، جو انسان یا بہیمہ اس سے کھائے گا وہ زارع اور غارس کے لئے صدقہ بنے گا، لیکن حضرت ابوامامہ باہلیؓ نے کہیں کسی کے گھر میں ہل اور آلاتِ حرث میں سے کوئی چیز دیکھ لی تو یوں کہا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے یوں سنا ہے فرمارہے تھے لَا يَدْخُلُ هَذَا بَيْتَ قَوْمٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ الذُّلَّ جس گھر میں یہ داخل ہو جائے گا اس میں ذلت داخل ہو جائے گی اس سے بظاہر کاشت کاری کی مذمت ثابت ہوتی ہے، تو امام بخاری نے ان دونوں روایتوں میں دو طرح سے جمع کیا ہے۔

(۱) اوّل یہ کہ بذاتِ خود کاشت کاری میں کوئی عیب نہیں ہے اس میں عیب خارج سے داخل ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی جب حد سے زیادہ تجاوز کر جاتا ہے اور ہر وقت اسی میں لگ جاتا ہے اور بہت سے ضروری امور کو چھوڑ بیٹھتا ہے تب مذمت ہے، (۲) دوسری صورت جمع کی مصنف نے یہ پیش کی ہے کہ آلۂ زرع میں اشتغال کا انجام ذلت ہوتی ہے اس کے ذمہ سرکاری مطالبات رہتے ہیں کوئی خراج وصول کرنے آرہا ہے کوئی کچھ کہہ رہا ہے اور کوئی کچھ کہہ رہا ہے ایک کام لگا ہی رہتا ہے۔

شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں کہ کھیتی ذلت کا سبب خود نہیں بلکہ اس وقت ہے جب آدمی کھیتی میں بالکلیہ

Maktaba Tul Ishaat.com



منہمک ہو جائے اور جہاد سے غافل ہو جائے، تو ایسی صورت میں دشمن غالب آجاتا ہے اور لوگ ذلیل اور مغلوب ہو جایا کرتے ہیں، اسی طرح شمس الائمہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ نہیں کہ خراج ادا کرنا ذلت کی چیز ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت حسن بن علیؓ اور اسی طرح قاضی شریح وغیرہ ارضِ سواد کی زمینیں کاشت کراتے تھے اور ان کا خراج ادا کیا کرتے تھے اور یہ سب خراجی زمینیں تھیں، اگر خراج کی ادائیگی ذلت کی چیز ہوتی تو حضراتِ صحابہ اور تابعین اس کو کیوں اختیار فرماتے؟ سِكَّةٌ: ہل۔

قَالَ مُحَمَّدٌ: اسْمُ أَبِي أُمَامَةَ صُدَيُّ بْنُ عَجْلَانَ: محمد سے مراد امام بخاری ہیں۔

## (ص ۳۱۲) بَابُ اقْتِنَاءِ الْكَلْبِ لِلْحَرْثِ

۲۳۲۰. حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ ثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ أَمْسَكَ كَلْبًا فَإِنَّهُ يَنْقُصُ كُلَّ يَوْمٍ مِنْ عَمَلِهِ قِيرَاطٌ إِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ أَوْ مَاشِيَةٍ. وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ وَأَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: إِلَّا كَلْبَ غَنَمٍ أَوْ حَرْثٍ أَوْ صَيْدٍ. وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ مَاشِيَةٍ.

۲۳۲۱. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ أَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ أَبِي زُهَيْرٍ - رَجُلًا مِنْ أَزْدِ شَنُوءَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ - قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا لَا يُغْنِي عَنْهُ زَرْعًا وَلَا ضَرْعًا نَقَصَ كُلَّ يَوْمٍ مِنْ عَمَلِهِ قِيرَاطٌ، قُلْتُ: أَأَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: إِي وَرَبِّ هَذَا الْمَسْجِدِ.

**ترجمہ:** باب، کھیتی کے لئے کتا پالنے کا بیان۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کتا رکھے گا اس کے عمل سے یومیہ ایک قیراط کم ہوگا البتہ کھیتی اور مویشی کی حفاظت کے لئے کتا رکھ سکتے ہیں، حضرت ابن سیرین اور حضرت ابو صالح نے حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا انہوں نے حضور ﷺ سے روایت نقل کی آپ ﷺ نے فرمایا کہ بکریوں یا کھیتی کی حفاظت کے لئے کتا پال سکتے ہیں۔

ابو حازم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت بیان کی انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت بیان کی اس میں یہ ہے کہ شکار کے لئے یا ریوڑ کی حفاظت کے لئے کتا پال سکتے ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com



حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایسا کتا پالا جو نہ کھیتی کی حفاظت کرتا ہو اور نہ مویشی کی تو اس کے عمل میں سے ہر دن ایک قیراط کم ہوتا ہے، سائب بن یزیدؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان بن زہیرؓ سے پوچھا کہ کیا آپ نے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں! اس مسجد کے رب کی قسم!

**تشریح:** کھیتی کے لئے کتا پالنا جائز ہے، اصل میں امام بخاری یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ کاشت کاری جائز ہے اس لئے کہ کتا پالنا ایک ممنوع امر ہے مگر شریعتِ مطہرہ نے کاشت کی وجہ سے اس کی اجازت دی ہے، معلوم ہوا کہ کاشت کرنا جائز ہے اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔

حدیث پاک میں کھیتی کی حفاظت کے لئے کتا پالنا، جانوروں کے لئے کتا پالنا اور شکار کے لئے کتا پالنا جائز قرار دیا گیا ہے اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں، حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ سب کا یہی مسلک ہے۔

البتہ ایک مسئلہ اور ہے کہ مکانات کی حفاظت کے واسطے کتا پالنے کا کیا حکم ہے؟ اس میں شافعیہ کے یہاں دو وجہیں ہیں، اصح الوجہین جواز ہے اس واسطے کہ جو مقصود زراعت اور صید اور جانوروں کے لئے کتا پالنے کا ہے یعنی اُس کی حفاظت وہی مقصود یہاں پر بھی ہوتا ہے، امام مالک فرماتے ہیں لا یعجبنی مجھ کو یہ بات پسند نہیں کہ کتے اس لئے پالے جائیں کہ وہ مکان کی حفاظت کریں، یہ کریں وہ کریں۔

**مَنْ أَمْسَکَ کَلْبًا:** جو آدمی بھی کتا پالے گا اس کے عمل سے ہر دن ایک قیراط کم ہو جائے گا۔

یہ کمی جو پیدا ہوتی ہے آیا یہ حقیقت پر محمول ہے یا کنایہ ہے؟ (۱) بعض کہتے ہیں کہ واقعۃً عمل کم کر دیا جاتا ہے، (۲) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ کنایہ ہے عدم توفیق للعمل سے، (۳) بعض کہتے ہیں کہ یہ کنایہ ہے اس گناہ سے جو اس کے پالنے کی وجہ سے پالنے والے کے ذمہ لگ جایا کرتا ہے۔

پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حقیقۃً نقص مراد ہو تو یہ نقص و کمی کیوں ہوتی ہے؟ اور اگر مجازاً ہو تب بھی سوال ہے کہ عمل کی توفیق کیوں سلب ہو جاتی ہے؟

حقیقی بات یہ ہے کہ اس کی حقیقی علت وہی ذاتِ گرامی جانتی ہے جس نے یہ بیان فرمایا ہے، لیکن علماء نے اپنے اپنے فہم و دانش کے اعتبار سے نقص کے مختلف اسباب بیان کئے ہیں، (۱) بعض کہتے ہیں اس وجہ سے کہ فرشتے اس گھر میں نہیں آتے ہیں برکت جاتی رہتی ہے، (۲) بعض کہتے ہیں اس واسطے کہ گزرنے والوں کو وہ کتا بھونکتا ہے تکلیف پہنچاتا ہے، (۳) بعض حضرات کہتے ہیں کہ چونکہ وہ نجاست کھاتا ہے ہو سکتا ہے کہ کہیں برتن

Maktaba Tul Ishaat.com



میں منھ ڈال دے اور برتن ناپاک ہو جائے، (۴) بعض کہتے ہیں کہ اس واسطے کہ ان میں سے بعض شیطان ہوا کرتے ہیں۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ کتنے قیراط کم ہوتے ہیں؟ اس روایت میں یہ ہے کہ ایک قیراط کم ہوتا ہے اور بعض دیگر روایات میں دو کا تذکرہ وارد ہوا ہے، یہ اختلاف کوئی ایسا اختلاف نہیں ہے جو دور نہ کیا جا سکتا ہو، علماء نے مختلف طریقوں سے ان دونوں روایتوں میں جمع کیا ہے، (۱) بعض کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی فضیلت کی وجہ سے وہاں دو قیراط اور باقی اور جگہوں میں ایک قیراط کم ہوتا ہے، (۲) بعضوں نے کہا ہے کہ شہر میں دو قیراط اور بوادی میں ایک قیراط، (۳) ہو سکتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ اگر کلبِ عقور ہو تب دو قیراط ورنہ ایک قیراط، (۴) بعضوں نے یہ کہا ہے کہ یہ دو زمانوں کے اعتبار سے ہے، ابتداءً اس میں تشدید تھی اس کے بعد جب کتوں کے معاملہ میں تخفیف ہوئی تو تخفیف ہو گئی، (۵) اور بعضوں نے اس کا عکس ذکر کیا ہے۔

پھر سوال یہ ہے کہ یہ دو قیراط کونسے عمل میں سے کم ہوتے ہیں؟ اعمال ماضیہ میں سے یا اعمال مستقبلہ میں سے؟ بعض کہتے ہیں کہ ایک قیراط عمل ماضی میں سے اور ایک عمل مستقبل میں سے۔

**ایک اہم نکتہ:** اس روایت میں ہے کہ ایک قیراط کم ہو جاتا ہے اور جنازے کی روایت میں گزرا ہے کہ جو اتباع جنازہ کرتا ہے اور نماز پڑھتا ہے تو اس کو دو قیراط ملتا ہے، وہاں قیراط کی شرح یہ کی گئی کہ ایک قیراط جبلِ اُحد کے برابر ہے کیوں کہ وہ من باب الفضل ہے، لیکن یہاں قیراط سے ایک جزء اور ایک مخصوص حصہ مراد ہے، ایک قیراط نصف دانق کا اور ایک دانق درہم کا سدس ہوتا ہے تو ایک قیراط ایک درہم کا بارہوں حصہ ہوا، چونکہ یہ کمی من باب العقاب ہے اور حق تعالیٰ کریم ہے اور کریم گرفت میں نرم ہوتا ہے اور عطاء میں بڑا وسیع ہوا کرتا ہے اس لئے جنازے والی روایت میں قیراط سے جبلِ احد اور یہاں کم سے کم درجہ مراد ہے۔

## (ص ٣١٢) بَابُ اسْتِعْمَالِ الْبَقَرِ لِلْحِرَاثَةِ

٢٣٢٢۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ثَنَا غُنْدَرٌ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلَى بَقَرَةٍ الْتَفَتَتْ إِلَيْهِ فَقَالَتْ: لَمْ أُخْلَقْ لِهٰذَا خُلِقْتُ لِلْحِرَاثَةِ

Maktaba Tul Ishaat.com



قَالَ: آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَأَخَذَ الذِّئْبُ شَاةً فَتَبِعَهَا الرَّاعِي فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ: مَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَا رَاعِيَ لَهَا غَيْرِي؟ قَالَ: آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ. قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: مَا هُمَا يَوْمَئِذٍ فِي الْقَوْمِ.

**ترجمہ:** باب، زراعت میں گائے بیل کے استعمال کا بیان۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص ایک بیل پر سوار جارہا تھا کہ بیل متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے سواری کے لئے نہیں پیدا کیا گیا مجھے تو کھیتی کے لئے پیدا کیا گیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور ابو بکرؓ و عمرؓ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

اور ایک بھیڑیے نے ایک بکری پکڑی، چرواہے نے اس کا تعاقب کیا (اور اس کو چھڑالیا) بھیڑیا کہنے لگا کہ اس بکری کو "یوم سبع" (یہ ایک عید کا دن تھا جس میں لوگ جشن میں مصروف ہوتے تھے اور بکریوں سے غافل ہوجاتے تھے) میں کون بچائے گا جس دن میرے علاوہ اس کا کوئی چرواہا نہیں ہوگا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور ابو بکر و عمر اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

ابو سلمہ نے کہا کہ اس روز حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ وہاں موجود لوگوں میں نہیں تھے۔

**تشریح:** کاشت میں گائے کو استعمال کیا جاسکتا ہے، امام بخاری نے اس باب میں روایت پیش کر کے یہ بتلادیا کہ بقر کی اصل وضع حراثت ہے اس کو کاشت کے کام میں لانا چاہئے، رکوب اس کی اصل وضع نہیں ہے بخلاف خیل کے کہ اس کا اصل مقصود رکوب ہے۔

آیا بقر پر سوار ہوسکتا ہے؟ اسی طرح سواری کے جانور کو حراثت میں استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

صاحب در مختار کہتے ہیں کہ ثور پر رکوب جائز ہے اسی طرح حنابلہ کی کتابوں میں بھی یہ لکھا ہوا ہے کہ دابہ سے ایسے امور میں انتفاع جائز ہے جس کے لئے وہ پیدا نہیں کی گئی مثلاً بقر پر بوجھ لادا جاسکتا ہے رکوب کیا جاسکتا ہے اور ابل اور حمیر کو کھیتی کے کام میں استعمال کیا جاسکتا ہے، اور حدیث باب میں جو وارد ہوا ہے کہ گائے نے کہا خُلِقْتُ لِلْحِرَاثَةِ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اعظم منفعت یہ ہے۔

**قَالَ آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ:** روایت میں تصریح ہے کہ وہاں پر اور ذئب کے بولنے کے وقت بھی ابو بکرؓ و عمرؓ موجود نہیں تھے، پھر سرکار دوعالم ﷺ نے آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ کیسے ارشاد فرمایا؟ شراح کرام فرماتے ہیں کہ ان کی قوتِ ایمانی پر اعتماد کرکے آپ نے یہ فرمادیا، آپ کو یہ معلوم تھا کہ سرکار دوعالم ﷺ جس کی تصدیق کریں گے ابو بکرؓ و عمرؓ اس کی ضرور تصدیق کریں گے، ہمارے حضرت گنگوہی ارشاد فرماتے

Maktaba Tul Ishaat.com



ہیں کہ اصل میں حضرت رسول اکرم ﷺ کے پاس شیخین کی آمد ورفت اور اٹھک بیٹھک اتنی زیادہ تھی کہ ان کا نام آپ کے منھ پر چڑھا ہوا تھا بے اختیار آنحضور ﷺ کی زبان سے آمنتُ بِہٖ أنا و أبو بکرٍ و عمرُ نکل گیا۔

**مَن لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ:** السبع کے ضبط میں اختلاف ہے، سَبُع بفتح السین وضم الباء ہے یا سَبْع بفتح السین وسکون الباء؟ ابن جوزی نے اکثر محدثین سے السَّبُع نقل کیا ہے درندہ کے معنی میں اور مطلب یہ ہے کہ ایک زمانہ وہ آئے گا کہ ان بکریوں کو چرانے والا میرے علاوہ کوئی نہیں ہوگا میں ہی اس کے قریب ہوں گا پھر کون مجھ سے چھینے گا؟ امام قرطبی فرماتے ہیں کہ غالبًا اس سے ابن جوزی نے ابوہریرہؓ کی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو کتاب فضائل المدینہ میں گزر چکی ہے یَترُکُونَ الْمَدِينَةَ عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ، لَا يَغْشَاهَا إِلَّا الْعَوَافِ يُرِيدُ عَوَافِيَ السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ۔

قاضی ابوبکر بن العربی فرماتے ہیں کہ السَّبُع بفتح السین وضم الباء تصحیف ہے، صحیح السَّبْع بفتح السین وسکون الباء ہے بمعنی اہمال، مہمل چھوڑ دینا، مطلب یہ ہے کہ جب لوگ فتنوں کی کثرت کی وجہ سے اس کو مہمل چھوڑ دیں گے تو اس وقت کون اسکی نگرانی کرنے والا ہوگا؟ میں ہی اس میں متصرف ہوں گا اور جو چاہوں گا کروں گا۔

## (ص ۳۱۲) بَابُ إِذَا قَالَ اكْفِنِي مُؤْنَةَ النَّخْلِ أَوْ غَيْرِهِ وَتُشْرِكُنِي فِي الثَّمَرِ

۲۳۲۳. حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ أَنَا شُعَيْبٌ ثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَتِ الْأَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: اقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا النَّخِيلَ قَالَ: لَا، فَقَالُوا: فَتَكْفُونَا الْمُؤْنَةَ وَنُشْرِكُكُمْ فِي الثَّمَرَةِ، قَالُوا: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا.

**ترجمہ:** باب، اگر کھجور وغیرہ کے باغ کا مالک کسی سے اس طرح معاملہ کرے کہ باغ میں کام کی مشقت تم اٹھاؤ اور پھل میں دونوں شریک ہوں گے تو یہ معاملہ جائز ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ انصار نے نبی پاک ﷺ سے عرض کیا کہ کھجور کے باغات ہمارے اور ہمارے مہاجرین بھائیوں کے درمیان تقسیم فرمادیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، تو انہوں نے مہاجرین سے کہا کہ باغات میں محنت تم کرو اور ہم پھل میں تمہیں شریک بنالیں گے، مہاجرین نے کہا کہ ہم نے سن لیا اور ہم اس پر عمل کریں گے۔

**تشریح:** ایک آدمی کے درخت ہیں یا باغات وہ کسی سے یوں کہتا ہے کہ تم میرے درختوں کی دیکھ بھال

Maktaba Tul Ishaat.com



کرو اور مجھ کو ثمر میں شریک کر لینا، مصنف فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ویسے اس ترجمۃ الباب کے مقصد میں ہمارے حضرت شیخ دامت برکاتہم ارشاد فرماتے ہیں کہ اصل میں امام بخاری نے پہلے یہ ثابت فرمایا تھا کہ مزارعت جائز ہے بلکہ بعض صورتوں میں وہ فضیلت کی چیز بنتی ہے اگر اس سے کوئی انسان یا پرندہ یا بہیمہ کھالے اور پھر بعض مخصوص حالات میں اس کی مذمت بیان کی گئی، اس کے آگے بتلایا کہ کھیتی کے لئے کتا استعمال کیا جاسکتا ہے جانور پالا جاسکتا ہے گائے استعمال کی جاسکتی ہے، اب ترقی کر کے کہتے ہیں کہ آدمی کو بھی اس میں استعمال کیا جاسکتا ہے یعنی انسان سے بھی کھیتی کرائی جاسکتی ہے۔

میرا اپنا خیال یہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم کہ امام بخاری یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مزارعت کے واسطے کوئی خاص صیغہ ضروری نہیں، اگر اوپر والا لفظ کہہ دیا جائے اور دوسرا قبول کر لے تو عقدِ مزارعت منعقد ہو جائے گا۔

پھر یہ سمجھو کہ اس ترجمہ کا تعلق مساقات سے نہیں ہے، اگرچہ مصنف نے نخل کی تصریح روایت میں ہونے کی وجہ سے کر دی ہے ورنہ یہاں ذکر کرنے کے بجائے اس کو آئندہ مساقات کے تحت ذکر فرماتے۔

**قَالَتِ الْأَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:** حضراتِ انصار نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پیش کش اس لئے کی تھی کہ انہوں نے ہجرت کے وقت یہ ذمہ داری لی تھی کہ ہم حضراتِ صحابۂ کرام اور آپ کے ساتھ آنے والوں کی پوری طرح دیکھ بھال کریں گے ان کی رعایت کریں گے، اور پھر جب آپ نے مؤاخات کرادی واقع میں وہ بھائی بن گئے عرب کے دستور کے مطابق تو انہوں نے تقسیم کی پیش کش کر دی آپ نے فرمایا لَا! مقصود یہ تھا کہ ان کا مال محفوظ رہے اور انہیں کی ملک رہے۔

**فَقَالُوا تَكْفُونَا الْمُؤْنَةَ وَنَشْرَكُكُمْ فِي الثَّمَرَةِ:** اس پر حضراتِ انصار نے یہ کہا کہ اچھا! تو پھر مہاجرین یہ کر لیا کریں کہ ہمارے باغات کی دیکھ بھال کر لیا کریں، پانی وغیرہ دے دیا کریں، ان کی صفائی کر دیا کریں اور ثمر میں ہم ان کے ساتھ شریک رہیں گے، حضراتِ مہاجرین نے فرمایا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ہم نے سن لیا اور اطاعت کرلی۔

ہم نے جو ترجمہ کے ذیل میں ضمائر کا اظہار کیا ہے اس کے ذریعہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ اکْفِنِي مؤُنَةَ النَّخلِ کہنے والے کون ہیں اور تشرِكْنِي فِي الثَّمرِ کہنے والے کون ہیں؟ اصل میں حضراتِ انصار کہنے والے ہیں تكفونا

Maktaba Tul Ishaat.com



المُؤْنَةَ وَنشْرَكْكُمْ فِي الثَّمَرَةِ، اور سَمِعْنا وَأَطَعْنا کہنے والے مہاجرین ہیں اس لئے کہ باغ اور زمین والے حضراتِ انصار تھے۔

حضرت گنگوہی نے یہاں ایک عجیب وغریب توجیہ کی، حضرت فرماتے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے کہ تَکْفُونَا المُؤْنَةَ وَنشْرَكْكُمْ فِي الثَّمَرَةِ کہنے والے مہاجرین ہوں اور سَمِعْنا وَأَطَعْنا کہنے والے حضراتِ انصار ہوں، جب حضراتِ انصار نے اپنی طرف سے باغات کی پیش کش کردی تو گویا اب باغات کے مالک حضراتِ مہاجرین ہوگئے اس کے بعد مہاجرین یوں فرمارہے ہیں کہ دیکھو تم لوگ مؤنت کی ہماری طرف سے کفایت کرو، باغات کو سینچو اور پانی دو، سیراب کرو، ان کی نگاہ داشت کرو باقی ثمر میں ہم شریک ہوں گے، حضراتِ انصار نے کہہ دیا سَمِعْنا وَأَطَعْنا، یہ احتمال جو حضرت والا نے بیان کیا ہے اس صورت میں بھی ترجمہ ثابت ہوجائے گا لیکن ظاہر کے قریب پہلا ہی احتمال ہے۔

## (ص ۳۱۲) بَابُ قَطْعِ الشَّجَرِ وَالنَّخْلِ

وقال أنس: أمر النبي ﷺ بالنخل فقطع.

۲۳۲٤. حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَقَطَعَ - وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ - وَلَهَا يَقُولُ حَسَّانُ:

وَهَانَ عَلَى سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍّ حَرِيقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيرُ

**ترجمہ:** باب، عام درخت اور کھجور کے درخت کاٹنے کا بیان۔

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے کھجور کے درخت کاٹنے کا حکم دیا اور وہ حسبِ حکم قطع کئے گئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے بنونضیر کا کھجور کا باغ جلوایا اور کٹوایا، اس باغ کا نام بویرہ تھا، حضرت حسانؓ نے اس شعر میں اسی کا ذکر کیا ہے، ترجمہ: بنو لؤی کے سرداروں پر آسان ہوگئی بویرہ باغ کی ہر چہار سو پھیلنے والی آتش۔

**تشریح:** حافظ ابن حجر اس ترجمہ کی غرض کے بارے میں فرماتے ہیں کہ بضرورت اشجار و نخیل کو کاٹا جاسکتا ہے، مثلاً اگر دشمن کو متاثر کرنے کا یا مجبور کرنے کا راستہ یہی ہو یا یہ کہ وہ اشجار دشمنوں اور لشکر اسلام کے درمیان حائل ہو کہ بغیر کاٹے دشمنوں پر غلبہ نہیں پایا جاسکتا ہے تو جائز ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



لیث بن سعد اور اوزاعی فرماتے ہیں کہ اشجارِ مثمرہ کا کاٹنا ہر حال میں ممنوع ہے، اور روایات میں جن اشجار کا کاٹنا وارد ہوا ہے وہ یا شجر غیر مثمر پر محمول ہے یا دشمن اور لشکر اسلام کے درمیان حائل تھے۔

میرے نزدیک حافظ ابن حجر نے جو بات ابتداء کہی ہے وہی صحیح ہے، اصل میں یہاں پر دو باتیں ہیں۔ اول یہ کہ اگر کاشت کار کو ضرورت پیش آجائے کہ وہ اپنے اشجار و نخیل کو کاٹے تو سنت میں اس کی اصل موجود ہے، اس لئے کہ بسا اوقات باغ والے کو یہ ضرورت پیش آتی ہے کہ بعض درختوں کو کاٹ دیں یا بعض درخت پرانے ہوگئے ہیں زیادہ بار آور نہیں ہوتے ہیں وہ چاہتا ہے کہ ان کو کاٹ کر ان کی جگہ پر دوسرے درخت لگائے یا درخت کاٹ کر وہ زمین دوسرے استعمال میں لائے تو فرماتے ہیں کہ یہ جائز ہے۔

یہاں پر بعض لوگوں نے یہ اشکال کیا ہے کہ اس کو ابوابِ مزارعت سے مناسبت نہیں ہے، لیکن ہم نے جو تقریر کی ہے اس پر کھلی ہوئی مناسبت ہے کہ کاشت کار اور باغ والے کو جیسے ضرورت اس کی ہے کہ وہ کاشت کرے اور درخت لگائے ایسے ہی وہ اس کا بھی ضرورت مند ہوتا ہے کہ اشجار کو کاٹے، پرانے ناکارہ درخت ہٹا دے یا یہ کہ کوئی درخت مثمر ہے لیکن اس سے اتنی آمدنی نہیں ہوتی ہے جتنی اس کی جگہ نئے درخت لگانے سے ہو سکتی ہے ان سب صورتوں میں جائز ہے۔

آگے رہ جاتا ہے یہ مسئلہ کہ فی نفسہ اشجار کو کاٹنے کا حکم کیا ہے؟ اس میں وہ اختلاف ہے جو ابھی ہم نے حافظ ابن حجر سے نقل کیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ جمہور کے یہاں مطلقاً اشجار کو بضرورت کاٹنا جائز ہے چاہے وہ مثمر ہوں یا غیر مثمر، لیث بن سعد اور اوزاعی فرماتے ہیں کہ اشجار مثمرہ کا کاٹنا جائز نہیں ہاں اشجار غیر مثمرہ کو کاٹ سکتے ہیں اور اشجار مثمرہ کو اس صورت میں کاٹ سکتے ہیں جب کہ دشمن تک پہنچنا اس کی وجہ سے مشکل ہو اور احادیث میں جن درختوں کا کاٹنا وارد ہوا ہے اس کا یہی محمل ہے۔

**وَقَالَ أَنَسٌ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالنَّخْلِ فَقُطِعَ:** یعنی جب مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوئی تو وہاں پر جو نخیل تھے حضور ﷺ نے ضرورت کی بناء پر ان کو کٹوا دیا کیوں کہ اب وہاں مسجد کی تعمیر ہونی تھی۔

**وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ:** مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے بنو نضیر کے جس باغ کو کاٹا تھا وہ مقام بویرہ میں واقع ہے اسی کے متعلق حسانؓ فرماتے ہیں

وَهَانَ عَلَى سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍّ　　حَرِيقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيرُ

Maktaba Tul Ishaat.com



هان أي سهل اور سراة جمع ہے سَرِیّ کی جس کے معنی ہیں سردار کے اور بنو لؤی سے مراد قبیلہ قریش ہے، حریق: هان کا فاعل ہے اور مستطیر اس کی صفت ہے، حضرت حسانؓ نے قریش پر طنز کیا تھا اس واسطے کہ بنو نضیر نے قریش ہی کے بھڑکانے کی وجہ سے حضور ﷺ کے ساتھ جو عہد و پیمان تھا اس کو توڑا تھا، فرماتے ہیں کہ آسان ہو گئی بنو لؤی کے سرداروں پر وہ آگ جو مقام بویرہ میں بھڑک رہی ہے۔

## (ص ۳۱۲) باب

۲۳۲۵. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أنا عَبْدُ اللهِ أنا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ الأَنْصَارِيِّ سَمِعَ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ قَالَ: كُنَّا أَكْثَرَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مُزْدَرَعًا، كُنَّا نُكْرِي الأَرْضَ بِالنَّاحِيَةِ مِنْهَا مُسَمًّى لِسَيِّدِ الأَرْضِ، قَالَ: فَمِمَّا يُصَابُ ذَلِكَ وَتَسْلَمُ الأَرْضُ وَمِمَّا تُصَابُ الأَرْضُ وَيَسْلَمُ ذَلِكَ فَنُهِينَا، وَأَمَّا الذَّهَبُ وَالْوَرِقُ فَلَمْ تَكُنْ يَوْمَئِذٍ.

**ترجمہ:** باب، یہ باب عنوان کے بغیر ہے۔

حضرت رافع بن خدیجؓ نے بیان کیا کہ مدینہ منورہ میں سب سے زیادہ کھیت ہمارے تھے، ہم زمین کرایہ پر دیتے تھے اور یہ طے کرتے تھے کہ اس کے ایک معین حصہ کی پیداوار زمین کے مالک کی (ہماری) ہو گی، تو کبھی ایسا ہوتا کہ اس معین حصہ کی پیداوار خراب ہو جاتی اور باقی زمین کی پیداوار محفوظ رہتی اور کبھی ایسا ہوتا کہ باقی زمین خراب ہو جاتی اور وہ معین حصہ محفوظ رہتا، تو ہمیں اس سے منع کر دیا گیا، اور درہم و دینار کے عوض ٹھیکہ دینے کا رواج اس وقت نہیں تھا۔

**تشریح:** یہ باب بلا ترجمہ ہے اور اس باب میں حضرت رافع بن خدیجؓ کی حدیث كُنَّا أَكْثَرَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مُزْدَرَعًا الخ ذکر فرمائی ہے، سوال یہ ہے کہ اس روایت کو باب قَطْعِ الشَّجَرِ وَالنَّخْلِ سے کیا مناسبت ہے؟

(۱) علامہ ابن بطال کی سمجھ میں مناسبت نہیں آئی تو انہوں نے اپنے استاذ علامہ مہلب بن ابی صفرہ المالکی سے سوال کیا انہوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ اصل میں اس روایت میں مزارعت کا ذکر ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ مزارعت ایک اجل معین تک ہوتی ہے، اجل گزر جانے کے بعد صاحب الارض کو یہ اختیار ہے کہ وہ زارع اور کاشت کار سے یہ کہہ دے کہ تم اپنے درخت ہماری زمین سے اکھاڑ لو اور اس کو کاٹ لو اس طرح ترجمہ کے ساتھ یہ روایت مطابق ہو جاتی ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



(۲) علامہ ابن منیر بڑے ذہین آدمی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے پہلے یہ بتلایا تھا کہ اشجار و نخیل کو کاٹ سکتے ہیں اور اس باب بلاترجمہ میں حضرت رافع بن خدیجؓ کی حدیث ذکر فرما کر اس بات پر تنبیہ فرمارہے ہیں کہ یہ سمجھ لو کہ اشجار بضرورت کاٹا جاسکتا ہے بلاضرورت نہیں کاٹا جاسکتا ہے، اس لئے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے زمین کو اس طور پر بٹائی پر دینے سے جس میں خطرہ ہو کہ کبھی اِدھر پیدا ہو گیا کبھی اُدھر پیدا ہو گیا اس طرح اس میں کسی نہ کسی کا نقصان ہوتا ہے، تو جب اس صورت سے حضور نے منع فرمایا ہے حالانکہ یہاں پر منفعت موہوم ہے تو جس چیز کی منفعت یعنی درخت کی منفعت محقق ہو اس کو بلاحاجت کاٹنے کی کیسے گنجائش ہو سکتی ہے؟

(۳) بعض علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ باب رجوع الی الاصل کے قبیل سے ہے۔

لیکن اس پر مجھے اشکال ہے اس لئے کہ ماقبل کے جتنے ابواب ہیں سب کا تعلق ابوابِ مزارعت سے کھلا ہوا ہے اور رجوع الی الاصل کا قاعدہ یہ ہے کہ کتاب مترجم بہا کے متعلق ابواب چل رہے ہوں بیچ میں کوئی ضمنی باب غیر متعلق آجائے تو اس کے بعد باب بلاترجمہ کے ذریعہ سے اصل کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور یہاں پر کوئی باب غیر متعلق بالمزارعت آیا نہیں تو اب رجوع الی الاصل کے معنی کیا ہیں؟ مزید بات یہ ہے کہ ماقبل میں جو تراجم منعقد کئے گئے ہیں بَابُ اقْتِنَاءِ الْكَلْبِ لِلْحَرْثِ، بَابُ اسْتِعْمَالِ الْبَقَرِ لِلْحِرَاثَةِ، بَابُ إِذَا قَالَ اكْفِنِي مُؤْنَةَ النَّخْلِ أَوْ غَيْرِهِ وَتُشْرِكُنِي فِي الثَّمَرِ یہ سب مزارعت کے متعلق تمہید کا درجہ رکھتے ہیں کہ ان چیزوں کو کھیتی کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے تو کیا اب تک کوئی ایسا باب گزرا ہی نہیں جس کو اصل بنایا جائے اور اس کے بعد باب بلا ترجمہ کے ذریعہ اس کی طرف رجوع کیا جائے، اس لئے یہ تقریر میری سمجھ میں نہیں آئی۔

**فَمِمَّا يُصَابُ ذٰلِكَ وَتَسْلَمُ الْأَرْضُ:** مِمَّا یا تو رُبَّمَا کے معنی میں ہے یا كَثِيرًا مَا کے معنی میں ہے، بسا اوقات یہ ضائع ہو جاتی تھی اور زمین محفوظ رہتی تھی اور بسا اوقات زمین کی کھیتی ضائع ہو جاتی تھی اور جو نالی کے اطراف میں ہوتی وہ سالم رہ جاتی، ہمیں اس سے منع کر دیا گیا اس لئے کہ یہ مفضی الی المنازعت ہے اور اس میں کسی نہ کسی کا نقصان ہو جاتا ہے۔

**وَأَمَّا الذَّهَبُ وَالْوَرِقُ فَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ:** یعنی ان ایام میں دراہم و دنانیر کی فراوانی نہیں تھی کہ اس کے بدلے میں زمین کو کرایہ پر دیا جاتا۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۱۳) بَابُ الْمُزَارَعَةِ بِالشَّطْرِ وَنَحْوِهِ

وقال قيس بن مسلم: عن أبي جعفر قال: ما بالمدينة أهل بيت هجرة إلا يزرعون على الثلث والربع. وزارع علي وسعد بن مالك وعبد الله بن مسعود وعمر بن عبد العزيز والقاسم وعروة وآل أبي بكر وآل عمر وآل علي وابن سيرين. وقال عبد الرحمن بن الأسود: كنت أشارك عبد الرحمن بن يزيد في الزرع. وعامل عمر الناس على إن جاء عمر بالبذر من عنده فله الشطر، وإن جاءوا بالبذر فلهم كذا. وقال الحسن: لا بأس أن تكون الأرض لأحدهما فينفقان جميعا فما خرج فهو بينهما. ورأى ذلك الزهري. وقال الحسن: لا بأس أن يُجتنى القطن على النصف. وقال إبراهيم وابن سيرين وعطاء والحكم والزهري وقتادة: لا بأس أن يعطي الثوب بالثلث أو الربع ونحوه. وقال معمر: لا بأس أن تكرى الماشية على الثلث والربع إلى أجل مسمى.

۲۳۲٦. حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ ثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَامَلَ أَهْلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ زَرْعٍ - أَوْ ثَمَرٍ - وَكَانَ يُعْطِي أَزْوَاجَهُ مِائَةَ وَسْقٍ ثَمَانُونَ وَسْقَ تَمْرٍ وَعِشْرُونَ وَسْقَ شَعِيرٍ، وَقَسَمَ عُمَرُ فَخَيَّرَ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ يُقْطِعَ لَهُنَّ مِنَ الْمَاءِ وَالْأَرْضِ أَوْ يُمْضِيَ لَهُنَّ، فَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْأَرْضَ وَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْوَسْقَ، وَكَانَتْ عَائِشَةُ اخْتَارَتِ الْأَرْضَ.

**ترجمہ:** باب، نصف وغیرہ پر بٹائی کا معاملہ کرنے کا بیان۔

قیس بن مسلم نے ابو جعفرؒ سے نقل کیا کہ مدینہ منورہ میں کسی مہاجر صحابی کا گھر ایسا نہیں تھا جو تہائی اور چوتھائی پر زراعت نہ کرتے ہوں۔ حضرت علیؓ، سعد بن مالکؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ، عمر بن عبد العزیزؒ، قاسمؒ، عروہؒ، حضرت ابو بکرؓ کی آل واولاد، حضرت عمرؓ کی آل واولاد، حضرت علیؓ کی آل واولاد اور حضرت ابن سیرین نے بٹائی کا معاملہ کیا۔ حضرت عبد الرحمن بن اسود نے کہا کہ میں زراعت میں عبد الرحمن بن یزید کا شریک رہتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے اس طرح معاملہ کیا کہ اگر تخم حضرت عمرؓ دیں تو ان کا نصف ہوگا اور اگر تخم لوگ دیں تو ان کا اتنا اتنا ہوگا۔ حضرت حسن نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ زمین ایک شخص کی ہو اور دونوں شریک مل کر خرچ کریں اور جو پیدا ہو وہ دونوں کے درمیان نصف نصف ہو۔ امام زہری کا موقف بھی یہی ہے۔ حضرت حسن نے یہ بھی فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ کپڑا یعنی سوت تہائی یا چوتھائی وغیرہ پر دیا جائے۔ حضرت معمر نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ مویشی تہائی یا چوتھائی پر مقررہ میعاد تک کمانے کے واسطے کسی کو دیئے جائیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com



حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی پاک ﷺ نے خیبر کے یہودیوں سے نصف پھل یا نصف کھیتی کے عوض معاملہ کیا، آپ ﷺ امہات المؤمنین کو سو وسق دیا کرتے تھے، اسّی وسق کھجور اور بیس وسق جو، حضرت عمرؓ نے خیبر کی اراضی کو تقسیم کر دیا اور امہات المؤمنین کو اختیار دیا کہ اگر تم چاہو تو تمہیں آب پاشی کے لئے پانی اور زمین دے دوں اور اگر چاہو تو تمہارے لئے وہی طریقہ بر قرار رکھوں جو حضور ﷺ کے زمانہ میں تھا، تو ان میں سے بعض نے زمین کو پسند کیا اور بعض نے وسق کو، حضرت عائشہؓ نے زمین کو پسند فرمایا۔

**تشریح:** امام بخاری نے شطر (نصف) کی تصریح صرف روایتِ مرفوعہ کی مناسبت سے فرمائی ہے ورنہ اگر یوں فرماتے المُزَارَعَةُ بِالْجُزْءِ المعین تو یہ اس سے زیادہ واضح ہوتا، مصنف کا مقصد یہ ہے کہ بٹائی پر کاشت کرنا اور کاشت کرانا جائز ہے، یہ مسئلہ مختلف فیہ مسائل میں سے ہے۔

(۱) امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، قاضی ابو یوسف، محمد بن حسن شیبانی، ابن خزیمہ، ابن جریج، ابن منذر اور خطابی وغیرہ فرماتے ہیں کہ جائز ہے۔

(۲) امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی اس صورت سے منع کرتے ہیں۔

مانعین دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا أَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهِ خَرْجًا مَعْلُومًا آدمی اپنے بھائی کو زمین یوں ہی دے دے یہ بہتر ہے اس سے کہ اس پر خراج معلوم لے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں مجوزین کا قول اقویٰ وارجح ہے اور اسی پر احناف کے یہاں فتویٰ ہے اور اسی کو امام بخاری نے ثابت فرمایا ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں وَقَضَى أَبُو حَنِيفَةَ بِفَسَادِهَا بِلَا حَدٍّ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهَا أَشَدَّ النَّهْيِ كَمَا فِي الْحَقَائِقِ، اور آگے فرماتے ہیں کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے مزارعت کے فروعی مسائل بہت سے بیان فرمائے ہیں، حتیٰ کہ امام محمد فرماتے ہیں أَنَا فَارِسٌ فِيهَا وَرَاجِلٌ فِي الْوَقْفِ میں مزارعت کے مسائل میں تو فارس گھوڑے سوار ہوں اور وقف کے مسائل میں پیدل چل رہا ہوں، وجہ اس کی یہی ہے کہ مزارعت کے متعلق مسائل کو امام محمد نے خوب وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے بخلاف وقف کے مسائل کے، علامہ انور شاہ کشمیری نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

علامہ شرنبلالی نے خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے مزارعت کے مسائل میں مجوزین کے قول پر بناء کر کے تفریعات کی ہیں، اسلئے کہ امام اعظم کو یہ معلوم تھا کہ لوگ ان کی بات نہیں مانیں گے اور ان کے قول

Maktaba Tul Ishaat.com



پر عمل نہیں کریں گے، مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ تعلیل بالکل ہی ضعیف معلوم ہوتی ہے، راجح پہلی ہی بات ہے۔

علامہ ابن التین نے امام ابوالحسن قابسی سے ذکر کیا ہے کہ امام بخاری نے اس باب میں جو آثار ذکر فرمائے ہیں وہ اس لئے کہ ان کو ان کی شرط کے مطابق کوئی ایسی مسند روایت جس سے مزارعت بالشطر کا ثبوت ملتا ہو نہیں ملی لہٰذا انہوں نے آثار سے استدلال کیا ہے، حافظ ابن حجر نے اس پر بڑا ہی تعجب کا اظہار کیا ہے اس واسطے کہ اس باب میں امام بخاری نے آخر میں جو حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ذکر کی ہے اس میں صاف تصریح ہے **عَامَلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ**، حافظ فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے یہاں جو آثار ذکر فرمائے ہیں ان سے ان کا مقصود یہ ہے کہ صحابۂ کرامؓ میں جوازِ مزارعت میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔

**كُنْتُ أُشَارِكُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ فِي الزَّرْعِ:** یعنی مزارعت میں۔

**وَعَامَلَ عُمَرُ النَّاسَ:** حضرت عمرؓ نے کاشت کاروں کے ساتھ معاملہ یوں طے کیا تھا کہ اگر بیج عمر دیں گے تب تو وہ آدھا لیں گے اور اگر بیج کاشت کار دیں گے تو انہیں اتنا ملے گا، جتنا مقرر کیا ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ بھی مزارعت کرتے تھے، مگر اشکال یہ ہوتا ہے کہ یہاں جو صورت ذکر کی گئی ہے وہ مخابرہ کی شکل ہے اور حدیث پاک میں اس سے منع کیا گیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تخییر بین العقدین تو ابتداء میں ہوا کرتی تھی اور اس کے بعد پھر احد الامرین یعنی دو صورتوں میں سے ایک صورت پر عقد واقع ہو جایا کرتا تھا، جیسے گفتگو ہوتی کہ دیکھو میں یہ زمین بٹائی پر دینا چاہتا ہوں، اگر میں نے بیج دیا تو آدھا میں لوں گا اور اگر تم لوگ بیج لائے تو دو ثلث تمہارا اور ایک ثلث میرا ہوگا، پھر فریقین طے کرتے اور معاملہ ایک صورت پر طے ہو جاتا ہے، مثلاً زارعین نے کہہ دیا کہ بیج آپ ہی دیں گے تو پہلی صورت متعین ہوگئی اور اگر زارعین نے یوں کہہ دیا کہ بیج ہم لگائیں گے تو دوسری صورت متعین ہو جاتی۔

**وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ تَكُونَ الْأَرْضُ لِأَحَدِهِمَا:** حسن بصری فرماتے ہیں کہ کوئی مضائقہ نہیں کہ زمین ایک کی ہو اور دونوں خرچ کریں اور جو ان میں سے پیداوار ہو وہ ان کے درمیان تقسیم ہو جائے، اب ظاہر ہے کہ زمین والا تو مالک ہوگا اور دوسرا کاشت کار ہوگا۔

**وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ يُجْتَنَى الْقُطْنُ عَلَى النِّصْفِ:** حسن بصری فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی

Maktaba Tul Ishaat.com



مضائقہ نہیں کہ روئی کو مناصفت کے طور پر چنا جائے مثلاً جس کے روئی کے درخت ہیں وہ دوسروں سے یہ کہتا ہے کہ روئیاں تم لوگ چن لو جتنی جمع ہو جائے گی آدھی تمہاری اور آدھی ہماری ہو جائے گی، اس صورت میں اختلاف ہے، امام احمد جواز کے قائل ہیں اور ائمہ ثلاثہ منع فرماتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ اجرۃ المثل آئے گی، ساری روئی تو روئی والے کی ہوگی اور عامل کو اجرۃ المثل دی جائے گی، مگر مشائخ بلخ نے ضرورت کی بناء پر جواز کا فتویٰ دیا ہے اور علامہ ابن التین نے امام مالک سے بھی جواز کا قول نقل فرمایا ہے۔

**وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ وَابْنُ سِيرِينَ وَعَطَاءٌ وَالْحَكَمُ وَالزُّهْرِيُّ وَقَتَادَةُ:** مقصد یہ ہے کہ کسی نساج کو سوت دے دیا جائے اور کہا جائے کہ دیکھو تم یہ سوت بُن دو اور جو کپڑا بُنے گا ثلث منسوج یا ربع منسوج تمہارا ہوگا اور باقی ہمارا ہوگا، اس صورت میں بھی اختلاف ہے، امام احمد جواز کے قائل ہیں ائمہ ثلاثہ منع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ عامل کو اجرۃ المثل ملے گی، نساج نے جو کپڑا بنا ہے وہ دیکھا جائے گا اتنا کپڑا بننے پر نساج کو کیا اجرت ملا کرتی ہے وہ اجرت اس کو دے دی جائے گی۔

**وَقَالَ مَعْمَرٌ لَا بَأْسَ أَنْ تَكُونَ الْمَاشِيَةُ:** ایک آدمی اپنی سواری کسی کو دیتا ہے کہ لے جاؤ اور اس کو چلاؤ اور جو اجرت حاصل ہوگی وہ ہمارے اور تمہارے درمیان تقسیم ہو جائے گی، مثلاً ایک بٹا تین تمہارا ہو جائے گا اور دو ثلث ہمارا ہوگا، یا ایک بٹا چار تمہارا ہوگا اور تین ربع ہمارا ہوگا، یہ صورت بھی مختلف فیہ ہے، امام احمد جواز کے قائل ہیں، امام ابو حنیفہ، امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ جائز نہیں بلکہ ربح سارا کا سارا رب الدابہ کا ہوگا اور عامل کو اجرۃ المثل دی جائے گی۔

**عَامَلَ خَيْبَرَ:** حضور ﷺ نے اہل خیبر کے ساتھ معاملہ کیا تھا کہ جو کچھ پیداوار ہوگی آدھی آپ ﷺ کی ہوگی اور آدھی زارع کی ہوگی، اس سے امام بخاری نے بٹائی کا مسئلہ ثابت فرمایا ہے، لیکن امام بخاری کے اس استدلال پر مانعین کی طرف سے یہ اعتراض وارد کیا گیا ہے کہ یہ معاملہ بٹائی کا تھا ہی نہیں اور یہ مزارعت تھی ہی نہیں بلکہ یہ تو خراج مقاسمت تھا، حضور اکرم ﷺ نے خیبر فتح کر لیا تھا سارے خیبر کے مالک آپ ہو گئے تھے اب وہاں جو غیر مسلم رہتے تھے ان کے لئے رہنا اسی صورت میں ممکن تھا کہ وہ جزیہ دیں اور خراج دیں اور یہ کسی بھی روایت میں وارد نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے یہودِ خیبر سے کوئی جزیہ لیا ہو، لامحالہ یہ کہا جائے گا کہ آنحضور

Maktaba Tul Ishaat.com



ﷺ نے جو معاملہ کیا تھا یہ اصل میں جزیہ کا معاملہ تھا کہ تم سے آدھی پیداوار لی جائے گی، امام ابو بکر جصاص رازی حنفی اور اسی طرح سے دیگر احناف نے یہی جواب دیا ہے۔

**بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ:** جو پھل پیدا ہوں گے آدھے تمہارے اور آدھے ہمارے ہوں گے، اس سے مساقات کا ثبوت ہوتا ہے، مساقات یہ کہلاتا ہے کہ باغوں کو بٹائی پر دے دیا جائے۔

یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے، جمہور علماء جواز کے قائل ہیں، امام ابو حنیفہ اور زفر منع کرتے ہیں اور جواب وہی دیتے ہیں کہ صاحب! یہ معاملہ مزارعت اور مساقات کا تھا ہی نہیں بلکہ آنحضور ﷺ ان سے علیٰ جہۃ الخراج لیا کرتے تھے، اور جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ نہیں! حضور ﷺ نے مساقات کرائی ہے اور بٹائی کے طور پر آنحضور ﷺ لیا کرتے تھے، صاحبین اس مسئلہ میں جواز کی طرف مائل معلوم ہوتے ہیں۔

ایک اور بات سنو! حضرت عمرؓ نے ازواجِ مطہرات سے یوں فرمایا کہ دیکھو تمہیں اختیار ہے چاہو تو تم زمین لے لو اور تمہیں اس کے پانی کی ذمہ داری نہیں لینی پڑے گی پانی وغیرہ مل جائے گا، اور چاہو تو تمہیں متعینہ غلہ دے دیا جایا کرے، حضرت عائشہؓ وحفصہؓ وغیرہ نے زمین لے لی اور باقی ازواجِ مطہرات نے بس اتنا ہی غلہ لے لیا جو عہد نبوت میں ان کو ملا کرتا تھا۔

## (ص ۳۱۳) بَابُ إِذَا لَمْ يَشْتَرِطِ السِّنِينَ فِي الْمُزَارَعَةِ

۲۳۲۷. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثنا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ثني نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: عَامَلَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ - أَوْ زَرْعٍ.

**ترجمہ:** باب، اگر مزارعت میں سال متعین نہیں کئے تو کیا حکم ہے؟

ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر کی اراضی میں پیدا ہونے والے پھل اور کھیتی کا معاملہ نصف نصف پر کیا۔

**تشریح:** اگر یوں ہی مزارعت کا معاملہ طے ہو جائے اور مدت کا تذکرہ ہی نفیاً واثباتاً نہ آئے تو کیا یہ مزارعت معتبر ہو گی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، (۱) داؤد ظاہری اور امام احمد بن حنبل مشہور قول میں فرماتے ہیں کہ جائز ہے کوئی حرج نہیں اس لئے کہ مزارعت عقود جائزہ میں سے ہے لہذا جب تک چاہے مالک باقی

Maktaba Tul Ishaat.com



رکھے اور جب چاہے فسخ کر دے، (۲) جمہور علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ عقود لازمہ میں سے ہے لہٰذا اس کے لئے مدتِ معلومہ کا ہونا ضروری ہے، یہی امام مالک اور امام شافعی ارشاد فرماتے ہیں، (۳) حضراتِ حنفیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر مدت بیان نہیں کی گئی تو ایک کاشت کے بعد معاملہ ختم ہو جائے گا، (۴) ابو ثور فرماتے ہیں کہ اگر مدت متعین نہیں کی گئی تو ایک سال تک معاملہ سمجھا جائے گا اور اس کے بعد ختم ہو جائے گا۔

امام بخاری نے ایک ترجمہ یہ منعقد کیا ہے یعنی باب إذا لم يشترط السنين في المزارعة اور ایک ترجمہ آگے چل کر منعقد کیا ہے ص ۳۱۴ پر باب إذا قال رب الأرض أقرك ما أقرك الله ولم يذكر أجلا معلوما فهما على تراضيهما ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس ترجمۃ الباب سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر مزارعت من غیر ذکر الاجل ہو تو جائز ہے اور آنے والے باب سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر مزارعت میں اجل مجہول ہو تو اس صورت میں مزارعت جائز ہوگی، أقرك ما أقرك الله میں تم کو رکھوں گا جب تک اللہ رکھنا چاہیں گے، اجل کا ذکر آ گیا لیکن اس کی تحدید و تعیین نہیں ہوئی۔

## (ص ۳۱۳) باب

۲۳۲۸. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ ثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو: قُلْتُ لِطَاوُسٍ: لَوْ تَرَكْتَ الْمُخَابَرَةَ فَإِنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْهُ، قَالَ: أَيْ عَمْرُو فَإِنِّي أُعْطِيهِمْ وَأُعِينُهُمْ، وَإِنَّ أَعْلَمَهُمْ أَخْبَرَنِي - يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ - أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ وَلَكِنْ قَالَ: أَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهِ خَرْجًا مَعْلُومًا.

**ترجمہ:** باب، یہ باب عنوان کے بغیر ہے۔

حضرت عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ میں نے طاؤس سے کہا کہ اگر آپ بٹائی کا معاملہ چھوڑ دیں تو اچھا ہو کیوں کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، حضرت طاؤس نے کہا کہ اے عمرو! میں لوگوں کو زمین دیتا ہوں اور ان کا فائدہ کرتا ہوں اور پھر صحابہ میں جو بڑے عالم ہیں — یعنی حضرت ابن عباسؓ — انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ پیغمبر ﷺ نے بٹائی سے منع نہیں فرمایا، البتہ آپ نے یہ ضرور فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو زمین کھیتی کے لئے بغیر عوض کے دے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس سے پیداوار کی ایک متعین مقدار وصول کرے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**تشریح:** یہ باب بلا ترجمہ ہے، اور باب بلا ترجمہ کو باب گزشتہ سے کوئی نہ کوئی مناسبت ہوا کرتی ہے، اس باب بلا ترجمہ کو کیا مناسبت ہے بَاب: إِذَا لَمْ يَشْتَرِطِ السِّنِينَ فِي الْمُزَارَعَةِ سے اور مزارعت سے کس نوع کا تعلق ہے؟

حافظ ابن حجر ارشاد فرماتے ہیں کہ جب مزارعت کی یہ شکل جائز ہے کہ زمین والا ایک جزء معلوم زارع سے لے سکتا ہے تو دوسری شکل بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگی کہ متعینہ اجرت پر دے دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ میں تمہیں اتنا حصہ زمین کا دے رہا ہوں اور تم مجھ کو اس کے ایک ہزار روپے یا دو ہزار روپے دے دو۔

**قَالَ عَمْرٌو قُلْتُ لِطَاوُسٍ لَوْ تَرَكْتَ الْمُخَابَرَةَ:** مخابرہ بعض کہتے ہیں کہ ماخوذ ہے خیبر سے اس لئے کہ خیبر والوں نے مزارعت کا معاملہ کیا تھا تو مخابرہ بول کر مزارعت مراد ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ یہ خبار سے ماخوذ ہے جس کے معنی زمین کے ہیں، چونکہ زمین پر معاملہ ہوتا ہے اس لئے مزارعت کو مخابرہ کہا جاتا ہے وقیل غیر ذلک۔

مزارعہ اور مخابرہ میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ بعضوں کی رائے یہ ہے کہ کوئی فرق نہیں ہے، شافعیہ میں سے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مزارعت میں بیج مالک کی طرف سے ہوتا ہے اور مخابرہ میں بیج عامل اور کاشت کار کی طرف سے ہوا کرتا ہے۔

یہ دونوں صورتیں جائز ہیں یا دونوں صورتیں ناجائز ہیں یا بعض صورتیں جائز ہیں اور بعض نہیں؟ اس میں تین قول بلکہ یوں کہیے کہ چار قول ہیں۔

(۱) امام احمد ایک روایت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ دونوں صورتیں جائز ہیں، یہی ابن منذر، ابن خزیمہ اور خطابی کی رائے ہے، (۲) ابو العباس بن سریج فرماتے ہیں کہ مزارعت جائز ہے اور مخابرہ سے انہوں نے سکوت کیا ہے، (۳) اکابر شافعیہ میں سے ایک عالم جوری ہیں وہ اس کے عکس کے قائل ہیں انہوں نے مخابرہ کو جائز قرار دیا اور مزارعت سے سکوت فرمایا، یہی امام احمد کی مشہور روایت ہے مطلب یہ ہے کہ زمین اس طرح بٹائی پر دی جاسکتی ہے کہ کاشت کار بیج ڈالے اور کاشت کرے، (۴) دوسرے علماء فرماتے ہیں کہ نہ یہ صورت جائز ہے اور نہ وہ صورت، بٹائی پر دینے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



سوال یہ ہے کہ جن آثار میں بٹائی پر دینے کا ذکر ہے اس کا محمل کیا ہے؟ شافعیہ جو دونوں صورتیں ناجائز کہتے ہیں وہ اس کو مساقات پر محمول کرتے ہیں، ان کے یہاں مساقات جائز ہے اور مساقات کے تابع کر کے مزارعت بھی جائز ہے، البتہ شافعیہ میں سے امام نووی کی رائے یہ ہے کہ مزارعہ اور مساقات مستقلاً الگ الگ دونوں جائز ہیں، یعنی انہوں نے اپنے امام امام شافعی کی اس مسئلہ میں مخالفت کی ہے۔

امام نووی نے بہت سی جگہ امام بیہقی کی طرح امام شافعی کی مخالفت فرمادی ہے۔

## (ص ۳۱۳) بَابُ الْمُزَارَعَةِ مَعَ الْيَهُودِ

۲۳۲۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَنَا عَبْدُ اللهِ أَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَعْطَى خَيْبَرَ الْيَهُودَ عَلَى أَنْ يَعْمَلُوهَا وَيَزْرَعُوهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا خَرَجَ مِنْهَا.

**ترجمہ:** باب، یہود کے ساتھ مزارعت کا معاملہ کرنے کا بیان۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ مزارعت میں اتحادِ ملل شرط نہیں ہے، غیر مسلموں کے ساتھ بھی یہ معاملہ جائز ہے۔

## (ص ۳۱۳) بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الشُّرُوطِ فِي الْمُزَارَعَةِ

۲۳۳۰۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى سَمِعَ حَنْظَلَةَ الزُّرَقِيَّ عَنْ رَافِعٍ قَالَ: كُنَّا أَكْثَرَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ حَقْلاً وَكَانَ أَحَدُنَا يُكْرِي أَرْضَهُ فَيَقُولُ: هَذِهِ الْقِطْعَةُ لِي وَهَذِهِ لَكَ فَرُبَّمَا أَخْرَجَتْ ذِهْ وَلَمْ تُخْرِجْ ذِهْ، فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ.

**ترجمہ:** باب، ان شرطوں کا بیان جو مزارعت میں ممنوع ہیں۔

حضرت ابورافعؓ نے بیان کیا کہ مدینہ منورہ میں سب سے زیادہ کھیت ہمارے تھے، ہم میں سے کوئی اپنی زمین بٹائی پر دیتا تو یہ طے کرتا کہ اس قطعۂ زمین کی پیداوار میری ہوگی اور فلاں حصہ کی پیداوار تمہاری ہوگی، تو کبھی اس حصہ میں پیداوار ہوتی اور دوسرے حصہ میں نہ ہوتی تو پیغمبر ﷺ نے اس سے ان کو منع کر دیا۔

**تشریح:** امام بخاری اس ترجمۃ الباب سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ابو رافعؓ وغیرہ کی روایات میں جو

Maktaba Tul Ishaat.com



مزارعت سے منع کیا گیا ہے وہ ایک مخصوص صورت میں منع کیا گیا ہے اور وہ صورت مخاطرہ ہے۔

مخاطرہ یہ ہے کہ عقد ایسی شرط پر مشتمل ہو جس میں جہالت ہو یا مؤدی الی الغرر ہو، مثلاً زمین والا کاشت کار سے یوں کہتا ہے کہ دیکھو یہ زمین میں تم کو دیتا ہوں کاشت کرنے کے لئے لیکن جو نالیوں کے اطراف میں پیدا ہو گا وہ میرا اور باقی تمہارا، یا یوں کہتا ہے کہ نالیوں کے اطراف میں جو پیدا ہو وہ تمہارا اور باقی میرا، ظاہر بات ہے کہ اس میں جہالت اور غرر کی صورت ہے، کیوں کہ معلوم نہیں کہ ادھر پیدا ہو یا ادھر پیدا ہو، اگر پانی زیادہ آگیا تو نالیوں کی طرف کا حصہ غائب اور دوسری طرف پیداوار ہو گئی، اور اگر پانی کم آیا تو نالیوں کے اطراف میں خوب ہو گی پیداوار اور دوسری طرف سوکھا پڑ جائے گا اور قصہ ختم ہو گیا۔

## (ص ۳۱۳) بَابُ إِذَا زَرَعَ بِمَالِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ وَكَانَ فِي ذَلِكَ صَلَاحٌ لَهُمْ

۲۳۳۱. حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ ثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ ثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَمْشُونَ أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ فَأَوَوْا إِلَى غَارٍ فِي جَبَلٍ، فَانْحَطَّتْ عَلَى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَانْطَبَقَتْ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: انْظُرُوا أَعْمَالاً عَمِلْتُمُوهَا صَالِحَةً لِلَّهِ فَادْعُوا اللهَ بِهَا لَعَلَّهُ يُفَرِّجُهَا عَنْكُمْ، قَالَ أَحَدُهُمْ: اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَ لِي وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ وَلِي صِبْيَةٌ صِغَارٌ كُنْتُ أَرْعَى عَلَيْهِمْ، فَإِذَا رُحْتُ عَلَيْهِمْ حَلَبْتُ فَبَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ أَسْقِيهِمَا قَبْلَ بَنِيَّ، وَإِنِّي اسْتَأْخَرْتُ ذَاتَ يَوْمٍ وَلَمْ آتِ حَتَّى أَمْسَيْتُ فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَيْنِ فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ أَحْلُبُ، فَقُمْتُ عِنْدَ رُؤُوسِهِمَا أَكْرَهُ أَنْ أُوقِظَهُمَا وَأَكْرَهُ أَنْ أَسْقِيَ الصِّبْيَةَ وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُهُ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ، فَفَرَجَ اللهُ فَرَأَوُا السَّمَاءَ، وَقَالَ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ إِنَّهَا كَانَتْ لِي بِنْتُ عَمٍّ أَحْبَبْتُهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ فَطَلَبْتُ مِنْهَا فَأَبَتْ حَتَّى آتِيَهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ فَبَغَيْتُ حَتَّى جَمَعْتُهَا، فَلَمَّا وَقَعْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ: يَا عَبْدَ اللهِ اتَّقِ اللهَ وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَقُمْتُ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُهُ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً، فَفَرَجَ، وَقَالَ الثَّالِثُ: اللَّهُمَّ إِنِّي اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقِ أَرُزٍّ، فَلَمَّا قَضَى عَمَلَهُ قَالَ: أَعْطِنِي حَقِّي، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ فَرَغِبَ عَنْهُ، فَلَمْ أَزَلْ أَزْرَعُهُ حَتَّى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرِعَاءَهَا، فَجَاءَنِي فَقَالَ: اتَّقِ اللهَ، فَقُلْتُ: اذْهَبْ إِلَى ذَلِكَ الْبَقَرِ وَرِعَائِهَا فَخُذْ، فَقَالَ: اتَّقِ اللهَ، وَلَا تَسْتَهْزِئْ بِي،

Maktaba Tul Ishaat.com



فَقُلْتُ: إِنِّي لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ فَخُذْ، فَأَخَذَهُ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ مَا بَقِيَ، فَفَرَجَ اللّٰهُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: وَقَالَ ابْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ: فَسَعَيْتُ.

**ترجمہ:** باب، کسی کے مال کو اسکی اجازت کے بغیر جب کہ اس میں مالک کا فائدہ ہو زراعت میں لگانے کا بیان۔

حدیث کا ترجمہ حدیث نمبر ۲۲۷۲ کے تحت گزر چکا ہے

**تشریح:** اس ترجمۃ الباب کا مقصود کیا ہے؟ علامہ ابن منیر یہ فرماتے ہیں کہ اگر زارع کسی آدمی کا غلہ اس وجہ سے بو دیتا ہے کہ وہ ضائع نہ ہونے پائے تو اس نیک نیتی کی بناء پر وہ معصیت سے خلاصی پا جائے گا اور رہا یہ کہ اس پر ضمان آئے گا یا نہیں؟ علامہ ابن منیر فرماتے ہیں کہ اس سے رفع ضمان لازم نہیں آتا ہے۔

مگر اس پر اشکال یہ ہے کہ امام بخاری نے اس باب میں جو روایت ذکر کی ہے وہ وہی ان تین آدمیوں کی ذکر ہے جو ایک غار میں چلے گئے تھے اور اس میں اس شخص کا ذکر ہے جس نے کچھ اجیر کام کرنے کے لئے ایک فرق پر رکھے تھے، ایک ان میں سے ناراض ہو کر چلا گیا تو اس شخص کے ایک فرق جَو کو بویا اور کاشت کی تو بہت کچھ پیداوار ہو گئی اور گائے، بیل وغیرہ جمع ہو گئے، کچھ دنوں بعد وہ آیا اور کہنے لگا کہ اللہ سے ڈر اور میری اجرت دے دے تو اس نے کہا کہ یہ سب تیرا ہے لے جا، اس نے کہا کہ مذاق نہ کر، اس شخص نے کہا کہ میں تیرے ساتھ مذاق نہیں کر رہا ہوں، واقع میں یہ تیرے اس فرق ذرہ ہی کا ثمرہ ہے سب کچھ لے جا، وہ لے گیا، روایت میں یہ کہیں نہیں کہ اس نے اس فرق ذرہ کے ضمان کا مطالبہ کیا ہو، معلوم ہوتا ہے کہ ضمان نہیں آئے گا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاری یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر کسی آدمی نے کسی کا غلہ بلا اجازت بنیتِ اصلاح بو دیا تو وہ کس کا ہوگا؟ یہ زراعت کس کی ہوگی؟ یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے اس کے متعلق میں ما قبل میں ص ۳۰۲ پر بَابُ مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَتَرَكَ أَجْرَهُ فَعَمِلَ فِيهِ الْمُسْتَأْجِرُ فَزَادَ أَوْ مَنْ عَمِلَ فِي مَالِ غَيْرِهِ فَاسْتَفْضَلَ کے ذیل میں کلام کر چکا ہوں کہ اس طرح کرنے میں آیا مالک کون ہوگا؟ (۱) امام مالک فرماتے ہیں کہ اضافہ جو ہوگا وہ عامل کا ہوگا لیکن اس پر تصدق مستحب ہے، (۲) امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اضافہ عامل کا ہوگا اور اس پر تصدق واجب ہے، (۳) امام احمد بن حنبل ارشاد فرماتے ہیں کہ اضافہ رب المال کا ہوگا اور عامل نے رب المال کا جو مال ضائع کیا ہے اور اس میں تصرف کیا ہے وہ اس کا ضامن ہوگا، (۴) امام شافعی کے مسلک میں تفصیل ہے وہ فرماتے ہیں کہ

Maktaba Tul Ishaat.com



اگر اسی غلہ کو بو دیا ہے جو دوسرے کا ہے تو اس صورت میں اضافہ اور وہ غلہ سب کچھ غلہ والے کا ہو گا، اور رہا بیع کا معاملہ تو اس میں ان کے یہاں تفصیل ہے جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں، ویسے علی التفصیل اس میں مذاہب کا تلاش کرنا اور اس جزئیہ کا فقہ میں اس طرح مل جانا مشکل سا لگتا ہے۔

**فَبَغَيْتُ:** أی طلبت۔

**بِفَرَقِ أَرُزٍّ:** یہاں پر فرقِ ارز کا ذکر ہے اور ص ۲۹۵ پر فرق ذرہ کا ذکر وارد ہوا ہے، ارز کہتے ہیں چاول کو اور ذرہ کہتے ہیں جوار کو، ممکن ہے کہ آدھا اس کا ہو اور آدھا اس کا ہو۔

**قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَقَالَ ابْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ فَسَعَيْتُ:** یعنی فَبَغَيْتُ کی جگہ فَسَعَيْتُ کہا۔

## (ص ۳۱۴) بَابُ أَوْقَافِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم وَأَرْضِ الْخَرَاجِ وَمُزَارَعَتِهِمْ وَمُعَامَلَتِهِمْ

وقال النبي ﷺ لعمر: تَصَدَّقْ بأصله لا يباع ولكن ينفق ثمره فتَصَدَّقَ به.

٢٣٣٢. حَدَّثَنَا صَدَقَةُ أَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ عُمَرُ: لَوْلَا آخِرُ الْمُسْلِمِينَ مَا فُتِحَتْ قَرْيَةٌ إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ أَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ.

**ترجمہ:** باب، صحابۂ کرام کے اوقاف کا بیان اور خراج کی زمین کا بیان اور صحابہؓ کے مزارعت کا معاملہ اور دیگر معاملات کا بیان، نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اصل باغ کو وقف کر دو، وہ فروخت نہیں کیا جائے گا لیکن اس کے پھل کو وقف کے مصرف میں صرف کیا جائے گا تو انہوں نے اس باغ کو وقف کر دیا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر بعد میں آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر مفتوحہ علاقہ کو غانمین میں تقسیم کر دیتا جیسا کہ پیغمبر ﷺ نے خیبر کو تقسیم فرمایا تھا۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ جیسے املاک خاصہ کو مزارعت پر دیا جا سکتا ہے ایسے ہی اراضی موقوفہ اور خراجی زمینوں کو بھی مزارعت پر دیا جا سکتا ہے، مصنف نے اوقافِ اصحاب النبی ﷺ کی تصریح اس لئے فرمائی کہ سب سے پہلے وقف حضراتِ صحابہ نے کیا، حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے وقف کیا ہے۔

امام بخاری نے اوقاف کی مزارعت کا مسئلہ حضرت عمرؓ کی روایتِ معلقہ سے ثابت فرمایا ہے اور اراضی خراجیہ

Maktaba Tul Ishaat.com



کو مزارعت پر دینا حضرت عمرؓ کے قول لَوْلَا آخِرُ الْمُسْلِمِيْنَ مَا فَتَحْتُ قَرْيَةً إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ أَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خَيْبَرَ سے ثابت فرمایا ہے۔

**وَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لِعُمَرَ:** نبی پاک ﷺ نے حضرت عمرؓ سے یوں فرمایا تھا تَصَدَّقْ بِأَصْلِهِ اس زمین کے اصل کا صدقہ کر دو، اس کو بیچا نہیں جائے گا لیکن اس کے ثمر کو خرچ کیا جائے گا، چنانچہ انہوں نے صدقہ کر دیا، وَلٰكِنْ يُنْفَقُ ثَمَرُهُ میں کوئی تصریح نہیں ہے کہ کاشت واقف ہی کرے گا یا دوسرے سے کروائے گا، لہٰذا اس کے عموم میں خود کاشت کرنا اور دوسرے سے کاشت کروانا دونوں داخل ہو گئے۔

**قَالَ عُمَرُ:** یہ حدیث اسی سند سے کتاب الجہاد میں ص ۴۴۰ پر آرہی ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا لَوْلَا آخِرُ الْمُسْلِمِيْنَ مَا فَتَحْتُ قَرْيَةً إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ أَهْلِهَا اگر مسلمانوں کے آخری لوگوں کا خیال نہ ہوتا تو جو بستی بھی فتح ہوتی میں اس کو تقسیم کر دیتا جیسے نبی کریم ﷺ نے خیبر کو تقسیم فرمادیا تھا، غالباً یہ حضرت عمرؓ نے اس وقت فرمایا تھا جب شام فتح ہوا اور فاتحین شام نے حضرت عمرؓ سے یہ مطالبہ کیا کہ جیسے آپ نے دیگر غنائم کو تقسیم کیا ہے ایسے ہی ارض شام کو بھی تقسیم کر دیں، ان مطالبہ کرنے والوں میں حضرت بلالؓ بھی تھے مگر حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ بس جو غنائم منقولہ حاصل ہوئے ہیں وہ غانمین میں تقسیم ہوں گے زمینوں کو تقسیم نہیں کیا جائے گا اس کو علیٰ حالہا باقی رکھا جائے گا، حضرت بلالؓ وغیرہ نے جب اصرار کیا تو حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِلَالًا وَذَوِيْهِ، یا اللہ! بلال اور اس کے موافقین کی طرف سے میری کفایت فرما، حافظ ابن قیم فرماتے ہیں فَمَا حَالَ الْحَوْلُ وَمِنْهُمْ عَيْنٌ تَطْرِفُ سال بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ بلالؓ اور ان کے ساتھی زندہ نہیں رہے، سب وفات پاگئے اور ختم ہو گئے، سیدنا عمر بن خطابؓ کی جو نیت تھی وہ تمام امت کی اصلاح سے متعلق تھی اس لئے ان کی یہ دعا مقبول ہوئی، حضرت عمرؓ یہ چاہتے تھے کہ زمینوں کو علیٰ حالہا باقی رکھا جائے کیوں کہ اگر ان کو تقسیم کر دیا گیا تو اس صورت میں بہت ممکن ہے کہ آئندہ چل کر ایک ہی شخص کو ساری زمینیں مل جائیں اِدھر کی وراثت اُدھر کی وراثت اور بقیہ سارے کے سارے لوگ کنگال ہو جائیں گے اس لئے حضرت عمرؓ نے زمینوں کو تقسیم نہیں کیا۔

اب یہاں ایک مسئلہ ہے جو اصل تو کتاب الجہاد اور کتاب المغازی کا ہے کہ اراضی مغنومہ کا کیا حکم ہے؟ ان کو تقسیم کیا جائے گا یا وہ موقوف ہوں گی یا امام کو اس میں اختیار ہو گا؟

Maktaba Tul Ishaat.com



(۱) امام مالک فرماتے ہیں کہ فتح ہونے کے ساتھ ہی زمین وقف ہو جاتی ہے اس کو تقسیم نہیں کیا جائے گا، (۲) امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس کی تقسیم واجب ہے الا یہ کہ غانمین اس کے وقف کرنے پر راضی ہو جائیں، (۳) حافظ ابن حجر نے امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کا مسلک یہ نقل کیا ہے کہ امام کو اختیار ہے چاہے تقسیم کرے چاہے وقف کرے، (۴) حافظ ابن قیم نے امام ابو حنیفہ کا مسلک نقل کیا ہے کہ امام کو اختیار ہے چاہے وہ اسے وقف کردے اور چاہے تو وہیں کے لوگوں پر کام کرنے کے لئے دے دے یا ان لوگوں کو نکال دے اور دوسروں کو لاکر رکھ دے اور ان سے خراج وصول کرے، (۵) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ امام کو کلی اختیار ہے چاہے سب وقف کردے چاہے سب تقسیم کردے چاہے بعض وقف کرے اور بعض تقسیم کردے جیسا مصلحت کا تقاضہ ہو، مسلمانوں کا جس میں فائدہ ہو اس کو سامنے رکھ کر وہ فیصلہ کر سکتا ہے۔

**كما قسم النبي ﷺ خيبر:** زمین خیبر کچھ تو سرکار دو عالم ﷺ نے تقسیم کردی تھی اور کچھ باقی رکھی تھی اور یہودیوں کو علیٰ وجہ الخراج دے دی تھی اور وہ خراجی زمینیں یہودی کاشت کیا کرتے تھے، اس سے خراجی زمینوں کے مزارعت کو امام بخاری نے اخذ فرمایا ہے۔

## (ص ۳۱۴) باب من أحيا أرضا مواتا

ورأى ذلك علي في أرض الخراب بالكوفة. وقال عمر: من أحيا أرضا ميتة فهي له. ويروى عن عمرو ابن عوف عن النبي ﷺ وقال في غير حق مسلم: وليس لعرق ظالم فيه حق. ويروى فيه عن جابر عن النبي ﷺ.

۲۳۳۳. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ أَعْمَرَ أَرْضًا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ فَهُوَ أَحَقُّ.

قَالَ عُرْوَةُ: قَضَى بِهِ عُمَرُ فِي خِلَافَتِهِ.

**ترجمہ:** باب، غیر آباد زمین کو آباد کرنے کا بیان، حضرت علیؓ نے کوفہ کی غیر آباد اور بنجر زمین کے معاملہ میں یہی موقف اختیار فرمایا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جو غیر آباد زمین کو آباد کرے گا وہ زمین اسی کی ہوگی، حضرت عمرو بن عوفؓ نے نبی کریم ﷺ سے اسی مضمون کی حدیث نقل کی اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ (غیر آباد زمین کو آباد

Maktaba Tul Ishaat.com



کرنے کی ایک شرط یہ ہے کہ) وہ غیر آباد زمین کسی مسلمان کی ملک نہیں ہونی چاہئے، کسی کی زمین میں کسی ظالم کو درخت لگانے کا کوئی حق نہیں، حضرت جابرؓ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اسی مضمون کی روایت نقل کی ہے۔

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ایسی زمین آباد کرے جو کسی کی ملک نہ ہو تو اس کا زیادہ حقدار وہی ہو گا، حضرت عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں اسی کے مطابق فیصلہ فرمایا۔

**تشریح:** امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب میں احیاء موات کا مسئلہ بیان کیا ہے۔

امام قزاز فرماتے ہیں کہ موات وہ زمین کہلاتی ہے جو غیر معمور غیر آباد ہو، عمارۃ کو حیاۃ سے تشبیہ دی گئی ہے اور ترکِ عمارۃ کو فقدِ حیاۃ سے تشبیہ دی گئی ہے، امام بخاری نے حضرت علیؓ کا جو اثر نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موات وہ زمین کہلاتی ہے جو خراب اور ویران پڑی ہوئی ہو، امام طحاوی فرماتے ہیں کہ موات وہ زمین ہے جو کسی کی مملوک نہ ہو اور مرافق بلد میں سے نہ ہو یعنی شہر والوں کے انتفاع کا اس سے تعلق نہ ہو وہاں ان کی چراگاہیں عید گاہ یا اس طرح کی کوئی اور چیز نہ ہو تو ایسی زمین موات کہلاتی ہے۔

احیاء موات یہ ہے کہ کوئی شخص جا کر اس کا احاطہ کر لے، اس کو سینچے اور اس میں کاشت کرنے لگے۔

آیا احیاء موات کی وجہ سے احیاء کرنے والا مالک ہو جائے گا؟ اور امام کے اذن کی ضرورت ہے یا نہیں؟ یا اس میں کوئی تفصیل ہے؟ اس میں علماء کے تین قول ہیں۔

(۱) امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور صاحبین ارشاد فرماتے ہیں کہ محض احیاء موات ہی کی وجہ سے احیاء کرنے والا مالک ہو جائے گا، (۲) امام ابو حنیفہ ارشاد فرماتے ہیں کہ امام کی اجازت کی ضرورت پڑے گی بلا اذنِ امام کے مالک نہیں ہو گا، (۳) امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر شہر کے قریب زمین ہو تب تو وہاں امام کی اجازت کی ضرورت ہے اور اگر بعید ہو تو اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے، اور قریب و بعید میں انہوں نے فرق یہ کیا ہے کہ جن زمینوں کی اہلِ شہر کو چراگاہوں وغیرہ کے لئے ضرورت پڑتی ہے وہ قریب کہلائیں گی اور جہاں ان کے جانور وغیرہ نہیں پہنچتے ہیں وہ بعید کہلائیں گی۔

امام بخاری اس مسئلہ میں قولِ اول کے قائل معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ جن آثار و روایات کو پیش کیا ہے ان سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

قولِ اوّل کے قائلین کا استدلال حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی مَنْ أَحیَا أَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ سے ہے، یہ

Maktaba Tul Ishaat.com



حدیث متعدد صحابہ کرامؓ سے منقول ہے، حضرت عمرو بن عوفؓ سے اسحاق بن راہویہ اور ابن ابی شیبہ نے نقل کی ہے، حضرت جابرؓ سے امام احمد بن حنبل نے تخریج فرمائی ہے، اور بھی اس سلسلہ میں متعدد روایات ہیں حضرت عمرؓ سے بھی امام مالک نے موقوفاً نقل کیا ہے۔

جو لوگ امام کا اذن ضروری قرار دیتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت صعب بن جثامہؓ فرماتے ہیں إنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا حِمَى إلَّا لِلهِ وَلِرَسُولِهِ حمی کا حق اللہ اور اللہ کے رسول کو حاصل ہے لہذا اگر کوئی آدمی کسی زمین کا حمی کرنا چاہتا ہے احیاء کرنا چاہتا ہے احاطہ کرنا چاہتا ہے تو وہ امام سے اجازت لے گا، ایک اور روایت بعض فقہاء احناف پیش کرتے ہیں لَيْسَ لِلْمَرْءِ إلَّا مَا طَابَتْ بِهِ نَفْسُ إمَامِهِ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ عن معاذ بن جبل، لیکن اس کی اسناد انتہائی گری ہوئی اور ساقط ہے حتی کہ علامہ ابو محمد بن حزم ظاہری نے المحلیٰ میں اس کے وضع کا حکم لگا دیا ہے۔

اور جو حضرات تفصیل کے قائل ہیں غالباً ان کے پیش نظر یہ ہے کہ اجازت کی روایات اراضی قریبہ پر محمول ہیں اور جن روایات میں علی الاطلاق یہ وارد ہوا ہے مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهُ وہ اراضی بعیدہ پر محمول ہیں۔

لیکن حنفیہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ روایات دونوں طرح کی ہیں، بعض مطلق ہیں اور بعض سے اذنِ امام مستفاد ہوتا ہے لہذا دونوں کو جمع کرنا چاہئے اور یہ کہنا چاہئے کہ اگر کوئی آدمی احیاء موات کرتا ہے باذن الامام تو اس کا وہ مالک ہو جائے گا۔

وَقَالَ فِي غَيْرِ حَقِّ مُسْلِمٍ: مطلب یہ ہے کہ کسی کی مملوک نہ ہو۔

وَلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ فِيهِ حَقٌّ: کسی عرقِ ظالم کا اس میں حق نہیں، عرق کہتے ہیں درخت کو۔

عِرْقٍ یہاں تنوین کے ساتھ ہے اور ظالم بھی تنوین کے ساتھ ہے یعنی علی وجہ التوصیف مروی ہے یہی اکثر کی روایت ہے اور اس صورت میں ظالم کو عرق کی جو صفت قرار دیا گیا ہے وہ علیٰ حذف المضاف ہے أي لَيْسَ لِذِي عِرْقٍ ظَالِمٍ فِيهِ حَقٌّ کسی ایسے درخت والے کا جو ظالم ہو اس میں حق نہیں، یا لَيْسَ لِعِرْقٍ ذِي ظُلْمٍ فِيهِ حَقٌّ ایسے درخت کا حق نہیں جو ظلم والا ہو یعنی جس کو کسی نے ظالمانہ طور پر لگایا ہو۔

اور بعضوں نے اضافت کے ساتھ نقل کیا ہے لَيْسَ لِعِرْقِ ظَالِمٍ فِيهِ حَقٌّ اس صورت میں عرق سے مراد زمین ہوگی، امام مالک، امام شافعی، ابو منصور ازہری اور ابن فارس وغیرہ نے اول ہی ضبط کیا ہے لِعِرْقٍ ظَالِمٍ۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۱۴) بَاب

۲۳۳٤. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُرِيَ وَهُوَ فِي مُعَرَّسِهِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فِي بَطْنِ الْوَادِي فَقِيلَ لَهُ: إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ. فَقَالَ مُوسَى: وَقَدْ أَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ بِالْمُنَاخِ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُنِيخُ بِهِ يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ أَسْفَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِبَطْنِ الْوَادِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الطَّرِيقِ وَسَطٌ مِنْ ذَلِكَ.

۲۳۳۵. حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ثَنِي يَحْيَى عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اللَّيْلَةَ أَتَانِي آتٍ مِنْ رَبِّي وَهُوَ بِالْعَقِيقِ أَنْ صَلِّ فِي هَذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ، وَقَالَ: عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ.

**ترجمہ:** باب، یہ باب بلا عنوان ہے۔

پہلی روایت کا ترجمہ باب المساجد التی علی طرق المدینۃ میں گزر چکا

دوسری روایت کا ترجمہ باب قول النبی ﷺ العقیق وادمبارک میں گزر چکا

**تشریح:** أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُرِيَ وَهُوَ فِي مُعَرَّسِهِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ: یہ ایک طویل روایت کا ٹکڑا ہے جو ابوابِ مساجد میں بَابُ الْمَسَاجِدِ الَّتِي عَلَى طُرُقِ الْمَدِينَةِ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری اس ترجمۃ الباب سے کیا بتلانا چاہتے ہیں؟ (۱) علامہ مہلب بن ابی صفرہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ جیسے ارض موات احیاء کی وجہ سے مملوک ہو جاتی ہے اسی طرح سے حضور ﷺ جہاں ذوالحلیفہ میں بطن وادی میں اترے تھے چونکہ وہ کسی کی مملوک زمین نہیں تھی لہذا وہ حضور پاک ﷺ کا معرس و مناخ بن گئی، اسی طرح اگر کوئی غیر مملوک زمین کا احیاء کرلے تو وہ اس کا مالک بن جائے گا۔

پھر خود ہی اس پر یہ اعتراض کیا کہ بعض وقت دوسرے کے مکان میں نماز پڑھ لیتے تھے جیسے عتبانؓ کے یہاں نماز پڑھی، حضرت انس بن مالکؓ کے یہاں نماز پڑھی، تو جہاں سرکار دو عالم ﷺ اتر جائیں اور نماز پڑھ لیں بس وہ آپ کا منزل و مناخ بن جائے گا حالانکہ یہ کوئی بھی نہیں کہہ سکتا ہے، اس کا سیدھا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کا نزول آپ کے لئے منزل و مناخ اسی وقت ہو سکتا ہے جب اس سے کوئی مانع موجود نہ ہو اور اگر دوسرے کی ملک

Maktaba Tul Ishaat.com



میں ہو تو دوسرے کی ملک میں ہونا یہ اس سے مانع موجود ہے۔

(۲) علامہ ابن منیر ارشاد فرماتے ہیں کہ امام بخاری اس باب بلا ترجمہ کے ذیل میں یہ روایت ذکر کر کے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ محض کسی جگہ اترنے سے اور رات گزار لینے سے وہ زمین مملوک نہیں ہو جاتی ہے نہ وہ احیاء موات کے باب میں داخل ہوگی جب تک کہ وہاں احاطہ نہ کر دیا جائے۔

(۳) ابن منیر فرماتے ہیں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ امام بخاری اس بات پر تنبیہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں پر نزول فرمایا وہ احیاء کے حکم میں داخل ہے اس لئے کہ اس زمین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خصوصیت حاصل ہوگئی لہذا وہ اب عام مسلمین کا حق بن گئی، اب اس کے احیاء کا کسی اور شخص کو حق نہیں پہنچتا ہے مثلاً جیسے منیٰ ہے وہ کسی شخص کا مملوک نہیں ہو سکتا ہے مِنًى مناخ مَنْ سَبَقَ، گویا امام بخاری بقول حافظ ابن حجر کے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگرچہ وہ زمین من جنس الموات ہو لیکن مکان تعریس اس سے مستثنیٰ ہوگا اس واسطے کہ اس کے ساتھ حقوقِ عامہ کا تعلق ہو گیا ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ علامہ مہلب فرماتے ہیں کہ بخاری یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزول کی وجہ سے ذوالحلیفہ کی وہ جگہ آپ کا معرس و مناخ بن گئی ایسے ہی احیاء موات کی وجہ سے موات محی کا مملوک بن جائے گی، رہ گیا یہ اعتراض کہ حضور تو کہیں کسی کی مملوک زمین میں بھی اتر سکتے ہیں اور نماز پڑھ سکتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ مملوک زمین میں دوسرے کی ملکیت مانع ہے، اور علامہ ابن منیر فرماتے ہیں کہ اس میں دو احتمال ہیں یا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ محض کسی جگہ تعریس کر لینا اور رات گزار لینا یہ احیاء موات نہیں جب تک وہاں تحدید واقع نہ ہو، یا یہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں پر نزول فرمایا اس زمین کو چونکہ آپ کے ساتھ خصوصیت حاصل ہوگئی لہذا اس سے عامۃ المسلمین کے حقوق کا تعلق ہو گیا اس لئے اب کوئی شخص اگر اس کا احیاء کرنا چاہے تو اس کو اس کا حق نہیں پہنچتا ہے۔

**أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم أُرِيَ إلخ:** یہ ٹکڑا اس حدیث طویل میں نہیں گزرا، آگے کا ٹکڑا ہے موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ اور بٹھایا تھا ہم کو سالم نے اس جگہ جہاں عبداللہ بن عمرؓ اپنا اونٹ بٹھاتے تھے اور وہ قصد کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موضع تعریس کا اور وہ نیچے ہے اس مسجد سے جو بطنِ وادی میں ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۱۴) باب إذا قال ربّ الأرض أقرّک ما أقرّک الله

### ولم یذکر أجلاً معلوماً فهما علی تراضیهما

۲۳۳۶. حدّثنا أحمد بن المقدام ثنا فضيل بن سليمان ثنا موسى أخبرني نافع عن ابن عمر قال: كان رسول الله ﷺ ح وقال عبد الرزّاق: أنا ابن جريج ثني موسى بن عقبة عن نافع عن ابن عمر أنّ عمر بن الخطّاب أجلى اليهود والنّصارى من أرض الحجاز، وكان رسول الله ﷺ لمّا ظهر على خيبر أراد إخراج اليهود منها، وكانت الأرض حين ظهر عليها لله ولرسوله ﷺ وللمسلمين فأراد إخراج اليهود منها، فسألت اليهود رسول الله ﷺ ليقرّهم بها أن يكفوا عملها ولهم نصف الثمر، فقال لهم رسول الله ﷺ: نقرّكم بها على ذلك ما شئنا، فقرّوا بها حتّى أجلاهم عمر إلى تيماء وأريحاء.

**ترجمہ:** باب، اگر زمین کا مالک بٹائی کے معاملہ میں کاشتکار سے یہ کہے کہ میں تم کو بٹائی پر اس وقت تک رکھوں گا جب تک اللہ تعالیٰ رکھے اور کوئی متعین مدت ذکر نہ کرے تو جب تک وہ دونوں راضی رہیں گے معاملہ باقی رہے گا۔

حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے یہود و نصاریٰ کو سرزمین حجاز سے جلاوطن کیا، رسول اللہ ﷺ نے جب خیبر فتح کیا تھا تو وہاں سے یہود کو نکالنے کا ارادہ فرمایا تھا، جس وقت رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو فتح کیا تھا اس وقت خیبر کی زمین اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کی تھی، آپ نے یہود کو وہاں سے نکالنے کا ارادہ کیا تو یہود نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ان کو وہاں رہنے دیں وہ کھیتی کا کام کر لیں گے اور آدھے پھل ان کے ہوں گے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جب تک ہم چاہیں گے تم کو اس کام پر رکھیں گے تو وہ اس پر برقرار رہے؛ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے ان کو تیاء اور اریحاء کی جانب جلاوطن کر دیا۔

**تشریح:** یہ وہ باب آگیا جس کا میں نے ص ۳۱۲ پر باب إذا لم یشترط السنین في المزارعة کے ذیل میں حوالہ دیا تھا، امام بخاری فرماتے ہیں کہ اگر یوں ہی زمین والے نے معاملہ اجلِ غیر معلوم پر کر لیا اور یوں کہہ دیا أقرّک ما أقرّک الله تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام بخاری فرماتے ہیں فهما علی تراضیهما جب تک فریقین راضی ہوں تب تک یہ معاملہ باقی رہے گا اور جب فریقین ختم کرنا چاہیں تو یہ معاملہ ختم ہو جائے گا۔

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا مزارعت میں کوئی اجل معلوم ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ امام احمد اور داؤد ظاہری فرماتے ہیں کہ ضروری نہیں، جمہور علماء فرماتے ہیں کہ تعیین اجل ضروری ہے، اصل میں یہ اختلاف مبنی

Maktaba Tul Ishaat.com



ہے اس بات پر کہ آیا معاملۂ مزارعت عقودِ لازمہ میں سے ہے یا عقودِ مباحہ جائزہ میں سے ہے؟ جمہور فرماتے ہیں کہ عقودِ لازمہ میں سے ہے لہٰذا اس کی اجل معلوم ہونی چاہئے، امام احمد سے اثرم نے نقل کیا ہے کہ یہ عقود جائزہ میں سے ہے اور یہی ان کا ظاہر قول ہے لہٰذا جب تک فریقین رکھنا چاہیں رکھ سکتے ہیں اور جب فریقین ختم کرنا چاہیں تو ختم کرسکتے ہیں۔

امام بخاری اس مسئلہ میں امام احمد کے ہم خیال معلوم ہوتے ہیں، اسی لئے صاف فرماتے ہیں **فهما على تراضيهما** فریقین اپنے تراضی پر ہیں جب تک راضی رہیں عقد باقی رکھیں اور جب چاہیں ختم کردیں۔

امام محمد بن حسن شیبانی فرماتے ہیں کہ اگر مدتِ معینہ ذکر نہیں کی گئی تو اس صورت میں عقد تو صحیح ہو جائے گا لیکن ایک کاشت کے بعد معاملہ ختم ہو جائے گا، اور میں یہ بتلا چکا ہوں کہ ابو ثور کے نزدیک ایک سال تک معاملہ چلے گا اور اس کے بعد ختم ہو جائے گا۔

## (ص ۳۱۵) باب ما كان من أصحاب النبي صلى الله عليه وآله وسلم يواسي بعضهم بعضا في الزراعة والثمر

۲۳۳۷. حدثنا محمد بن مقاتل أنا عبد الله أنا الأوزاعي عن أبي النجاشي مولى رافع بن خديج قال: سمعت رافع بن خديج بن رافع عن عمه ظهير بن رافع قال ظهير: لقد نهانا رسول الله ﷺ عن أمر كان بنا رافقا، قلت: ما قال رسول الله ﷺ فهو حق، قال: دعاني رسول الله ﷺ قال: ما تصنعون بمحاقلكم؟ قلت: نؤاجرها على الربيع وعلى الأوسق من التمر والشعير، قال: لا تفعلوا ازرعوها أو أزرعوها أو أمسكوها، قال رافع: قلت: سمعا وطاعة.

۲۳۳۸. حدثنا عبيد الله بن موسى ثنا الأوزاعي عن عطاء عن جابر قال: كانوا يزرعونها بالثلث والربع والنصف، فقال النبي ﷺ: من كانت له أرض فليزرعها أو ليمنحها، فإن لم يفعل فليمسك أرضه.

۲۳۳۹. وقال الربيع بن نافع أبو توبة حدثنا معاوية عن يحيى عن أبي سلمة عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: من كانت له أرض فليزرعها أو ليمنحها أخاه، فإن أبى فليمسك أرضه.

۲۳۴۰. حدثنا قبيصة ثنا سفيان عن عمرو قال: ذكرته لطاوس فقال: يزرع، قال ابن عباس: إن النبي

Maktaba Tul Ishaat.com



ﷺ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ وَلَكِنْ قَالَ: أَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ شَيْئًا مَعْلُومًا.

٢٣٤١. حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ ثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُكْرِي مَزَارِعَهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ مُعَاوِيَةَ.

٢٣٤٢. ثُمَّ حُدِّثَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ، فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى رَافِعٍ وَذَهَبْتُ مَعَهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: قَدْ عَلِمْتَ أَنَّا كُنَّا نُكْرِي مَزَارِعَنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِمَا عَلَى الْأَرْبِعَاءِ وَشَيْءٍ مِنَ التِّبْنِ.

٢٣٤٣. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: كُنْتُ أَعْلَمُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّ الْأَرْضَ تُكْرَى، ثُمَّ خَشِيَ عَبْدُ اللهِ أَنْ يَكُونَ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ أَحْدَثَ فِي ذَلِكَ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ عَلِمَهُ فَتَرَكَ كِرَاءَ الْأَرْضِ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ حضور ﷺ کے صحابہؓ کھیتی اور باغ کے پھلوں کے معاملہ میں ایک دوسرے کی غم خواری کرتے تھے یعنی زمینیں بغیر عوض کے دیتے تھے۔

حضرت رافع بن خدیج بن رافعؓ نے بیان کیا کہ میرے چچا حضرت ظہیر بن رافعؓ نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایسے کام سے منع فرمادیا جو ہمارے لئے فائدہ مند تھا، میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا وہ برحق ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ تم اپنے کھیتوں کا معاملہ کس طرح کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہم زمینوں کو چوتھائی پر (یا اس پر کہ نالیوں کے اوپر جو پیدا ہو وہ مالک کا) اس طرح کھجور اور جو کے چند وسق پر کرایہ پر دیتے ہیں، میں نے کہا کہ ہم اپنے کھیت کرایہ پر دیتے ہیں اور یا تو چوتھائی پیداوار کو یا نالیوں پر ہونے والی پیداوار کو یا کھجور اور جو کے چند وسق کو اجرت بناتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو، یا تو اپنی زمینوں میں خود کاشت کرو یا دوسروں کو کاشت کے لئے دے دو یا خالی پڑی رہنے دو، حضرت رافعؓ نے یہ سن کر کہا کہ ہمیں یہ منظور ہے۔

حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ انصارؓ زمین کو تہائی، چوتھائی اور نصف پر کھیتی کے لئے دیتے تھے تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہو اس کو چاہئے کہ وہ خود کھیتی کرے یا کسی کو بغیر عوض کے دے دے، اگر ایسا نہیں کرتا تو اپنی زمین خالی پڑی رہنے دے۔ اس کے بعد حضرت ابوہریرہؓ اور ابن عباسؓ کی روایت کا ترجمہ تقریباً اوپر جیسا ہے

حضرت ابن عمرؓ عہد نبوی میں، نیز حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت میں اور حضرت معاویہؓ کی امارت کے ابتدائی دنوں میں اپنے اپنے کھیت بٹائی پر دیتے تھے، پھر ان کو حضرت ابورافع بن خدیج کی یہ حدیث سنائی گئی کہ نبی کریم

Maktaba Tul Ishaat.com



ﷺ نے کھیتوں کو بٹائی پر دینے سے منع فرمایا تو حضرت ابن عمرؓ حضرت رافعؓ کے پاس گئے، میں بھی ان کے ہمراہ گیا، انہوں نے حضرت ابو رافعؓ سے اس بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے کھیتوں کو بٹائی پر دینے سے منع فرمایا، تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اپنے کھیت، نالیوں پر پیدا ہونے والے غلے اور کچھ بھس کے عوض بٹائی پر دیتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں یہ سمجھتا تھا کہ زمین بٹائی پر دینا درست ہے، راوی کہتا ہے کہ پھر حضرت ابن عمرؓ کو یہ ڈر ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نبی کریم ﷺ نے بعد میں اس بارے میں کوئی نئی بات ارشاد فرمائی ہو جو ان کے علم میں نہ آئی ہو، بس اس لئے انہوں نے زمین کو بٹائی پر دینا چھوڑ دیا۔

**تشریح:** امام بخاری مزارعت کے قائل ہیں، اور جن بعض روایات سے مزارعت کی ممانعت معلوم ہوتی ہے وہ روایات امام بخاری کے مسلک کے خلاف پڑتی تھیں اس لئے اس کی توجیہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اصل میں سرکار دو عالم ﷺ نے اولیٰ وافضل کی طرف رہنمائی فرمائی ہے، بہتر یہ ہے کہ آدمی غریب کے ساتھ مساوات کا معاملہ کرے نہ یہ کہ زمین بٹائی پر دے۔

**مَاتَصْنَعُونَ بِمَحَاقِلِكُمْ؟** محاقل مَحقِل کی جمع ہے، محقل موضع حقل کو کہتے ہیں اور حقل زراعت کو، اور بعض کہتے ہیں کہ حقل اس زراعت کو کہتے ہیں کہ جو سبز ہو۔

**قُلْتُ: نُؤَاجِرُهَا عَلَى الرَّبِيعِ:** ہم نے کہا کہ ہم اجرت پر دیتے ہیں، عَلَى الرَّبِيعِ نالیوں پر اور چند وسق پر تمر پر اور شعیر پر، آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو یا تو خود بوؤ، یا دوسرے سے بُوالو، یا روک رکھو، ہم نے کہا کہ حضور کی بات ہم مانتے ہیں اور اطاعت کے لئے تیار ہیں۔

**وَقَالَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ:** ربیع بن نافع ابو توبہ کی بخاری شریف میں صرف دو روایتیں ہیں، ایک یہ اور دوسری کتاب الطلاق میں آرہی ہے۔

**قَالَ ذَكَرْتُهُ لِطَاوُسٍ:** ہاء ضمیر کا مرجع یہاں پر محذوف ہے اور وہ سمجھ میں آئے گا اس باب بلا ترجمہ کی روایت سے جو باب إِذَا لَمْ يَشْتَرِطِ السِّنِينَ فِي الْمُزَارَعَةِ کے بعد ص ۳۱۳ پر گزر چکا ہے قَالَ عَمْرٌو قُلْتُ لِطَاوُسٍ لَوْ تَرَكْتَ الْمُخَابَرَةَ؟ فَإِنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْهُ. قَالَ أَيْ عَمْرُو إِنِّي أُعْطِيهِمْ وَأُغْنِيهِمْ وَإِنَّ أَعْلَمَهُمْ أَخْبَرَنِي يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ الخ، تو وہ عمرو بن دینار ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com



أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُكْرِي مَزَارِعَهُ: حضرت رافع بن خدیجؓ نے بٹائی پر دینے کی ممانعت نقل کی ابن عمرؓ رافعؓ کے یہاں تشریف لے گئے اور ساتھ ساتھ ابن عمرؓ کے غلام نافع بھی گئے حضرت ابن عمرؓ نے حضرت رافعؓ سے پوچھا تو حضرت رافعؓ نے فرمایا کہ حضور نے کراء مزارع سے منع کیا ہے ابن عمرؓ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ہم لوگ عہد نبوی میں اپنی زمینوں کو یوں دیا کرتے تھے کہ نالیوں پر جو ہو وہ تو ہے ہمارا اور کچھ بھس بھی ہم لیا کریں گے، حضور ﷺ نے اس میں مخاطرہ ہونے کی وجہ سے منع کر دیا تھا، ایک مخصوص شکل سے منع کیا تھا، یوں بٹائی پر دینے سے تھوڑے منع فرمایا تھا؟ مگر بعد میں حضرت ابن عمرؓ نے غایتِ تقویٰ کی وجہ سے مزارعت کو چھوڑ دیا تھا اور بٹائی پر زمین دینے سے باز آگئے تھے جیسا کہ اگلی روایت میں آرہا ہے اور یہ کہتے تھے کہ ہو سکتا ہے سرکار دوعالم ﷺ نے بعد میں کوئی امر ارشاد فرمایا ہو اور مجھے نہ معلوم ہوا ہو۔

## (ص ۳۱۵) بَاب كِرَاءِ الْأَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

وقال ابن عباس: إن أمثل ما أنتم صانعون أن تستأجروا الأرض البيضاء من السنة إلى السنة.

۲۳۴۶ – ۲۳۴۷. حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَنْظَلَةَ ابْنِ قَيْسٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ حَدَّثَنِي عَمَّايَ أَنَّهُمْ كَانُوا يُكْرُونَ الْأَرْضَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بِمَا يَنْبُتُ عَلَى الْأَرْبِعَاءِ أَوْ بِشَيْءٍ يَسْتَثْنِيهِ صَاحِبُ الْأَرْضِ، فَنَهَانَا النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ، فَقُلْتُ لِرَافِعٍ: فَكَيْفَ هِيَ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ؟ فَقَالَ رَافِعٌ: لَيْسَ بِهَا بَأْسٌ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ.

وَكَأَنَّ الَّذِي نُهِيَ عَنْ ذٰلِكَ مَا لَوْ نَظَرَ فِيهِ ذَوُو الْفَهْمِ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ لَمْ يُجِيزُوهُ لِمَا فِيهِ مِنَ الْمُخَاطَرَةِ.

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: مِنْ هٰهُنَا قَوْلُ اللَّيْثِ "وَكَأَنَّ الَّذِي نُهِيَ عَنْ ذٰلِكَ".

**ترجمہ:** باب، زمین کو سونے اور چاندی کے عوض کرایہ پر دینے کا بیان۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ سب سے بہترین کام جو تم کرنا چاہو یہ ہے کہ اپنی خالی زمین کو سال کے حساب سے کرایہ پر دے دو۔

حضرت رافع بن خدیجؓ نے بیان کیا کہ میرے دونوں چچا نے بیان کیا کہ وہ عہد نبوی میں زمین کو اس پیداوار کے عوض کرایہ پر دیتے تھے جو نالیوں پر اگتی تھی یا اس پیداوار کے عوض جس کا مالک استثناء کرلے، تو نبی کریم ﷺ نے اس معاملہ سے منع فرما

Maktaba Tul Ishaat.com



دیا، حضرت رافعؓ کے شاگردنے دریافت کیا کہ دینار اور درہم کے عوض ہو تو کیا حکم ہے؟ حضرت رافعؓ نے فرمایا کہ دینار اور درہم کے عوض کوئی حرج نہیں۔

لیث بن سعد نے کہا کہ جس معاملہ سے منع کیا گیا ہے اگر حلال وحرام کی فہم رکھنے والے اس میں غور کریں تو اس کی اجازت نہ دیں کیوں کہ اس میں دھوکہ ہے، امام بخاری فرماتے ہیں کہ وکأن الذی نہی عن ذالک سے آخر تک لیث کا قول ہے۔

**تشریح:** اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ زمین کو کرایہ پر دینا اجرت پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ ویسے میں مذاہب کتاب المغازی میں بیان کروں گا اور یہاں بھی بیان کئے دیتا ہوں۔

(۱) طاؤس، حسن بصری، ابو محمد بن حزم ظاہری روایات مطلقہ فی النہی کی وجہ سے مطلقاً زمین کو اجرت پر دینے سے منع کرتے ہیں چاہے وہ دراہم ودنانیر کے بدلے میں دی جائے یا غلہ کے بدلے میں دی جائے یا بٹائی پر دی جائے یا اور کسی طرح دی جائے۔

(۲) لیکن جمہور علماء فی الجملہ جواز کے قائل ہیں اور اس پر متفق ہیں، اور روایات مطلقہ کو مخاطرہ کی صورت پر محمول کرتے ہیں، پھر ان میں یہ اختلاف ہے کہ کوئی مخصوص صورت جائز ہے یا مطلقاً جائز ہے؟ ۱۔ ربیعۃ الرائے فرماتے ہیں کہ صرف دراہم ودنانیر یعنی نقود کے بدلے میں جائز ہے اور باقی غلہ وغیرہ کے بدلے میں جائز نہیں، لیکن اکثر علماء فرماتے ہیں کہ جیسے نقود کے بدلے میں جائز ہے ایسے ہی غلہ کے بدلے میں بھی جائز ہے، ۲۔ البتہ امام مالک فرماتے ہیں کہ ہر شئی کے بدلے میں جائز ہے لیکن طعام وغلہ کے بدلے میں جائز نہیں، ۳۔ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ غلہ کے بدلے میں بھی دے سکتے ہیں بشرطیکہ بٹائی پر معاملہ نہ ہو، یہ شکل نہ ہو کہ زمین سے جتنا پیدا ہوگا اس کا چوتھائی لیں گے یا آدھا لیں گے یا یہ لیں گے اور وہ لیں گے، یہی امام شافعی کا مسلک ہے، ۴۔ اور میں ابھی بتلا چکا ہوں کہ امام ابویوسف، امام محمد، امام احمد بن حنبل، ابن خزیمہ، ابن منذر، ابن سریج اور خطابی وغیرہ فرماتے ہیں کہ مطلقاً زمین کو دینا جائز ہے چاہے نقود کے بدلے میں ہو چاہے طعام کے بدلے میں ہو اور چاہے بٹائی پر ہو اور یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے جو ممانعت نقل کی جاتی ہے وہ یا مخاطرہ پر محمول ہے یا اس صورت پر محمول ہے جبکہ اجرت مجہول ہو، امام بخاری اسی آخری قول کی طرف مائل معلوم ہوتے ہیں۔

**وَكَانَ الَّذِي نُهِيَ عَنْ ذٰلِكَ مَا لَوْ نَظَرَ فِيهِ ذَوُو الْفَهْمِ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ:** مطلب یہ ہے کہ جس صورت سے حدیث پاک میں منع کیا گیا ہے اگر فقہاء جن کو حلال وحرام کا فہم عطا ہوا ہے اس کو دیکھیں تو وہ

Maktaba Tul Ishaat.com



ہرگز جائز قرار نہ دیں اس لئے کہ اس میں مخاطرہ ہے یعنی خطرہ ہے کہ اِس کا مال ضائع ہو جائے یا اُس کا مال ضائع ہو جائے، مثلاً یہ کہہ دیا کہ نالی کے پاس جو ہوگا وہ تو ہمارا اور باقی تمہارا یا اس کا عکس ہو تو اب ہو سکتا ہے کہ اِدھر پیدا ہو اور اُدھر نہ ہو یا اُدھر پیدا ہو اور اِدھر نہ ہو۔

**وَكَأَنَّ الَّذِي نُهِيَ عَنْ ذٰلِكَ:** بخاری فرماتے ہیں کہ وَكَأَنَّ الَّذِي نهى عن ذٰلک سے لیث کا قول ہے، اور یہ اسی طرح مستملی کے نسخہ میں واقع ہوا ہے، بعض نسخوں میں یہ عبارت واقع نہیں ہوئی، اور مشکوۃ کے مؤلف نے یہ عبارت تو نقل کر دی لیکن بخاری کا یہ کلام من ههنا قول اللَّيثِ وَكَأَنَّ الَّذِي نهى عن ذٰلک نقل نہیں کیا، اب شراحِ مشکوۃ اور مصابیح کے شارحین کو فکر ہوئی کہ یہ زیادتی کس کی ہے؟ شارح مصابیح علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ آیا یہ کس کا قول ہے؟ بعض رواۃ کا قول ہے یا بخاری کا قول ہے؟ امام بیضاوی ارشاد فرماتے ہیں کہ بظاہر یہ رافع بن خدیج کا کلام ہے اور علامہ کرمانی نے بیضاوی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ظاہر سیاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بخاری کا کلام ہے، اسی طرح سے محشی نے کرمانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم آیا یہ کرمانی کی صحیح عبارت ہے بھی یا نہیں؟ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اکثر طرق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ لیث بن سعد راوی حدیث کا کلام ہے۔

## (ص ۳۱۵) بَاب

۲۳۴۸. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ ثَنَا هِلَالٌ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ ثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَوْمًا يُحَدِّثُ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ فِي الزَّرْعِ فَقَالَ لَهُ: أَلَسْتَ فِيمَا شِئْتَ؟ قَالَ: بَلَى وَلٰكِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَزْرَعَ، قَالَ: فَبَذَرَ فَبَادَرَ الطَّرْفَ نَبَاتُهُ وَاسْتِوَاؤُهُ وَاسْتِحْصَادُهُ فَكَانَ أَمْثَالَ الْجِبَالِ فَيَقُولُ اللهُ تَعَالَى: دُونَكَ يَا ابْنَ آدَمَ فَإِنَّهُ لَا يُشْبِعُكَ شَيْءٌ، فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ: وَاللهِ لَا تَجِدُهُ إِلَّا قُرَشِيًّا أَوْ أَنْصَارِيًّا؛ فَإِنَّهُمْ أَصْحَابُ زَرْعٍ، وَأَمَّا نَحْنُ فَلَسْنَا بِأَصْحَابِ زَرْعٍ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ

**ترجمہ:** باب، یہ باب عنوان کے بغیر ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ ایک دن پیغمبر ﷺ کے پاس ایک دیہاتی بیٹھا ہوا تھا اور آپ یہ بیان فرما رہے تھے کہ اہل

Maktaba Tul Ishaat.com



جنت میں سے ایک شخص اللہ تعالیٰ سے کھیتی کی اجازت چاہے گا، اللہ تعالیٰ کہے گا کہ وہ سب جو تم نے چاہا تمہیں میسر نہیں؟ وہ کہے گا کہ بالکل ہے؛ لیکن مجھے کھیتی کرنا پسند ہے، راوی کہتا ہے کہ وہ شخص بیج بوئے گا تو پلک جھپکنے میں کھیتی اگ آئے گی، سیدھی ہو جائے گی اور کٹائی کے قابل ہو جائے گی اور پہاڑوں کی برابر چٹا لگ جائے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! یہ پیداوار لے لے، تیرا پیٹ کوئی چیز نہیں بھر سکتی! جو دیہاتی حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھا تھا اس نے یہ سن کر کہا: بخدا! وہ شخص یا تو قریشی ہوگا یا انصاری؛ کیوں کہ یہی لوگ کھیتی کرتے ہیں، ہم تو کھیتی والے ہیں نہیں، تو نبی پاک ﷺ مسکرائے۔

**تشریح:** یہ باب بلا ترجمہ ہے اور اس کے ذیل میں مصنف نے جو روایت نقل فرمائی ہے اس کے ذریعہ سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مزارعت اپنی ذات کے اعتبار سے جائز ہے اور حضور اکرم ﷺ نے اس سے علی وجہ التحریم منع نہیں کیا ہے، ورنہ اگر آپ علی وجہ التحریم منع کئے ہوتے تو جنتی کے دل میں مزارعت کی ایسی خواہش نہ جمی ہوئی ہوتی کہ مرنے کے بعد جنت میں پہنچ جانے کے بعد بھی کاشت کی خواہش کرتا۔

**فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ: وَاللهِ لَا تَجِدُهُ إِلَّا قُرَشِيًّا أَوْ أَنْصَارِيًّا:** اعرابی کے سامنے حضور ﷺ نے یہ حدیث بیان کی تو اعرابی کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! یا تو یہ کوئی قریشی ہو سکتا ہے یا انصاری یہی لوگ کھیتی کا کام کرتے ہیں ہم تو کرتے نہیں ہم تو اپنے اونٹ بکریاں وغیرہ پالا کرتے ہیں آنحضور ﷺ ہنس پڑے۔

مصنف نے یہ حدیث دو سندوں سے نقل فرمائی ہے یہاں سند ثانی کے الفاظ ذکر فرمائے ہیں اور سند اول کے الفاظ کتاب التوحید میں ص ۱۱۲۱ پر آئیں گے۔

## (ص ۳۱۶) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْغَرْسِ

۲۳۴۹. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّهُ قَالَ: إِنْ كُنَّا لَنَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ، كَانَتْ لَنَا عَجُوزٌ تَأْخُذُ مِنْ أُصُولِ سِلْقٍ لَنَا كُنَّا نَغْرِسُهُ فِي أَرْبِعَائِنَا فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ لَهَا فَتَجْعَلُ فِيهِ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيرٍ - لَا أَعْلَمُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: لَيْسَ فِيهِ شَحْمٌ وَلَا وَدَكٌ - فَإِذَا صَلَّيْنَا الْجُمُعَةَ زُرْنَاهَا فَقَرَّبَتْهُ إِلَيْنَا، فَكُنَّا نَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ، وَمَا كُنَّا نَتَغَدَّى وَلَا نَقِيلُ إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ.

۲۳۵۰. حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: يَقُولُونَ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيثَ وَاللهُ الْمَوْعِدُ، وَيَقُولُونَ: مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ؟ لَا يُحَدِّثُونَ مِثْلَ

Maktaba Tul Ishaat.com



أَحَادِيثِهِ، وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِينَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ، وَكُنْتُ امْرَءًا مِسْكِينًا أَلْزَمُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى مِلْءِ بَطْنِي فَأَحْضُرُ حِينَ يَغِيبُونَ وَأَعِي حِينَ يَنْسَوْنَ، وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا: لَنْ يَبْسُطَ أَحَدٌ مِنْكُمْ ثَوْبَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هٰذِهِ ثُمَّ يَجْمَعَهُ إِلَى صَدْرِهِ فَيَنْسَى مِنْ مَقَالَتِي شَيْئًا أَبَدًا، فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَيْسَ عَلَيَّ ثَوْبٌ غَيْرُهَا حَتَّى قَضَى النَّبِيُّ ﷺ مَقَالَتَهُ ثُمَّ جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِي، فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا نَسِيتُ مِنْ مَقَالَتِهِ تِلْكَ إِلَى يَوْمِي هٰذَا، وَاللهِ لَوْلَا آيَتَانِ فِي كِتَابِ اللهِ مَا حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا أَبَدًا ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلْنَا مِنَ ٱلْبَيِّنَٰتِ وَٱلْهُدَىٰ﴾ إِلَى ﴿ٱلرَّحِيمُ﴾.

**ترجمہ:** باب، درخت لگانے کا بیان۔

پہلی روایت کا ترجمہ کتاب الجمعہ باب قول اللہ فإذا قضیت الصلاۃ میں گزر چکا

دوسری روایت کا ترجمہ باب حفظ العلم میں گزر چکا

**تشریح:** امام بخاری یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ درخت لگانے کے بارے میں بھی روایات وارد ہوئی ہیں، چاہے وہ ایسے درخت ہوں جو تنے والے ہوتے ہیں اور چاہے ایسے درخت ہوں جن کا تنا نہ ہوتا ہو زمین کے اندر ہی اندر ہوتے ہوں جیسے چقندر وغیرہ، معلوم ہوا کہ مطلقاً درخت لگانا جائز ہے۔

**إِنْ كُنَّا نَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ:** حضرت سہل بن سعدؓ صغارِ صحابہ میں سے ہیں، یوں فرماتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن بہت خوش ہوا کرتے تھے، یہ فرح ایک طبعی چیز تھی اس کا منشاء حرص نہیں تھا، بچوں کا مزاج ہوتا ہے کہ کھانے پینے کے نام پر خوش ہوا کرتے ہیں یہ طبعی بات ہے، فرماتے ہیں کَانَتْ لَنَا عَجُوزٌ ہماری ایک بڑھیا تھیں وہ چقندر کی جڑیں لے لیا کرتی تھیں جس کو ہم اپنی نالیوں پر لگائے ہوئے ہوتے تھے وہ ہانڈی میں ابالتی تھیں اور اس میں کچھ جَو کے دانے دَل کر ڈال دیا کرتی تھیں نہ اس میں چربی ہوتی تھی اور نہ کوئی دسومت کی چیز ہوتی، جب ہم جمعہ پڑھ کر آتے ان کی زیارت کرتے تو وہ ہمارے سامنے کر دیتی ہم بہت خوش ہوتے تھے اور اسے چاٹتے تھے۔

بعض روایات میں یہ وارد ہوا ہے کہ اصولِ سِلق کے غرس کا کام بئر بضاعہ کے کنارے ہوتا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ بئر بضاعہ کاشت کا کنواں تھا، اب یہیں سے ایک اشکال حل ہو جاتا ہے جو امام طحاوی پر کیا گیا ہے کہ بئر بضاعہ کا پانی ماء جاری تھا، اس پر اشکال کیا گیا کہ کنویں کا پانی بھی کہیں جاری ہوتا ہے؟ مزید یہ اشکال کیا گیا کہ

Maktaba Tul Ishaat.com



مدینہ میں تو ماء جاری ہے ہی نہیں؟ حاصل جواب یہ ہے کہ ماء جاری سے مراد ہے کان ماءہ جاریا في البساتین مطلب یہ ہے کہ اس کا پانی رکا نہیں رہتا تھا ہر وقت سینچنا، نکالنا رہتا تھا، اگر اس میں بارش یا ہوا کی وجہ سے کچھ گندگی چلی بھی جاتی تھی تو ٹھہر نہیں سکتی تھی۔

**إِنَّ أَبَاهُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيثَ، وَاللهُ الْمَوْعِدُ:** اللہ ہی وعدہ کی جگہ ہے، یعنی حق تعالیٰ کے پاس جب جمع ہوں گے تو وہیں میرا اور تمہارا وعدہ ہے، پتہ چل جائے گا کہ میں سچ کہتا ہوں اور صحیح نقل کرتا ہوں یا غلط بیانی سے کام لیتا ہوں۔

**كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ:** وہ اپنی زراعت وکاشت میں لگے ہوتے تھے کوئی کھجور کا درخت لگا رہا ہے کوئی جَو بو رہا ہے اور کوئی کچھ کر رہا ہے، اس سے مصنف نے غرس کو ثابت کیا ہے۔

**عَلَى مِلْءِ بَطْنِي:** بس مجھے تو پیٹ بھر مل جاوے یہی کافی تھا۔

**فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَيْسَ عَلَيَّ ثَوْبٌ غَيْرُهَا:** حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اس سے براعت اختتام نکلتی ہے اس لئے کہ یہ کفن ضرورت ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں مَا نَسِيتُ مِنْ مَقَالَتِهِ تِلْكَ إِلَى يَوْمِي هَذَا یہ آخری دن ہے، گویا اس سے براعتِ اختتام کی طرف اشارہ کیا ہے۔

---

## ابواب الحرث والمزارعہ پورے ہوئے

Maktaba Tul Ishaat.com



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# (ص ۳۱۶) کتاب المساقاۃ

**تشریح:** حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس ترجمہ کی کوئی وجہ نہیں ہے اس لئے کہ آگے جو تراجم آرہے ہیں اکثر کا تعلق احیاء موات سے ہے، مطلب یہ ہے کہ آگے آنے والے تراجم ابوابِ مزارعت ہی سے متعلق ہیں پھر مستقل کتاب المساقاۃ کے عنوان کے کیا معنٰی ہیں؟

بہر حال مساقاۃ ایک مخصوص معاملہ ہے، اہل مدینہ اس کو معاملہ کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ باغات و نخیل بٹائی پر جزء معلوم پر دے دیئے جائیں مثلاً عامل کا آدھا اور مالک کا آدھا، یا عامل کا ایک ثلث اور مالک کے دو ثلث، یہ صورت یعنی مساقاۃ جمہور علماء جس میں ائمۂ ثلاثہ بھی ہیں فرماتے ہیں کہ جائز ہے۔

امام ابو حنیفہ اور زفر ارشاد فرماتے ہیں کہ مساقاۃ جائز نہیں اس لئے کہ یہ اجارہ بثمرۃ معدومۃ ہے یا اجارہ بثمرۃ مجہولۃ ہے، لیکن مجوزین فرماتے ہیں کہ در اصل یہ عقد ہے اور اس میں فی الحال تو عمل ہوتا ہے اس عمل سے جو منفعت حاصل ہوتی ہے اس میں اشتراک ہوتا ہے، جیسے مضاربت میں آدمی روپیہ دے دیتا ہے اور فی الحال عمل ہوتا ہے اور جو منفعت اس سے نکلتی ہے اس میں دونوں شریک ہو جاتے ہیں۔

صاحبین بھی مساقاۃ کے جواز کے قائل ہیں، پھر اس میں اختلاف ہے کہ آیا مطلقاً مساقاۃ جائز ہے یا کسی مخصوص درخت میں جائز ہے، داؤد ظاہری کہتے ہیں کہ صرف نخیل کے ساتھ خاص ہے، امام شافعی قول جدید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ نخیل اور کرم (انگور) کے ساتھ خاص ہے اور اسی کے ساتھ ایک درخت جو عربی میں مقل کہلاتا ہے وہ بھی شامل کیا گیا ہے، اور بعض حضرات کا رجحان تعمیم کی طرف ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۱۶) بَابٌ فِي الشُّرْبِ

وقول الله عز وجل ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ ٱلْمَآءِ كُلَّ شَىْءٍ حَىٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ﴾ وقوله ﴿أَفَرَءَيْتُمُ ٱلْمَآءَ ٱلَّذِى تَشْرَبُونَ ○ ءَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ ٱلْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ ٱلْمُنزِلُونَ ○ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنَٰهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ﴾ ومن رأى صدقة الماء وهبته ووصيته جائزة مقسوما كان أو غير مقسوم، ﴿ثَجَّاجًا﴾ مُنْصَبًّا ﴿ٱلْمُزْنِ﴾ السحاب والأجاج المر ﴿فُرَاتًا﴾ عذبا.

وقال عثمان: قال النبي ﷺ: من يشتري بئر رومة فيكون دلوه فيها كدلاء المسلمين فاشتراها عثمان.

۲۳۵۱. حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ ثَنَا أَبُو غَسَّانَ ثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ أَصْغَرُ الْقَوْمِ وَالْأَشْيَاخُ عَنْ يَسَارِهِ فَقَالَ: يَا غُلَامُ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَهُ الْأَشْيَاخَ؟ قَالَ: مَا كُنْتُ لِأُوثِرَ بِفَضْلِي مِنْكَ أَحَدًا يَا رَسُولَ اللهِ، فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ.

۲۳۵۲. حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّهَا حُلِبَتْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ شَاةٌ دَاجِنٌ، وَهُوَ فِي دَارِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَشِيبَ لَبَنُهَا بِمَاءٍ مِنَ الْبِئْرِ الَّتِي فِي دَارِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، فَأَعْطِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْقَدَحَ فَشَرِبَ مِنْهُ حَتَّى إِذَا نَزَعَ الْقَدَحَ مِنْ فِيهِ وَعَلَى يَسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ عُمَرُ وَخَافَ أَنْ يُعْطِيَهُ الْأَعْرَابِيَّ: أَعْطِ أَبَا بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللهِ عِنْدَكَ، فَأَعْطَاهُ الْأَعْرَابِيَّ الَّذِي عَنْ يَمِينِهِ ثُمَّ قَالَ: الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ.

**ترجمہ:** باب، پانی میں حصے کا بیان۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ہر زندہ شیٔ کو پانی سے پیدا کیا ہے، کیا یہ لوگ اس بات پر ایمان نہیں لاتے؟ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بتاؤ جو پانی تم پیتے ہو، بادل سے اس کو تم نے اتارا ہے؟ یا اتارنے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو کھارا اور کڑوا کر دیں، تو پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے؟ اجاج کے معنی کڑوے کے ہیں اور مزن بادل کو کہتے ہیں، نیز اس موقف کا بیان کہ پانی کو خواہ تقسیم شدہ ہو یا غیر تقسیم شدہ ہو صدقہ کرنا، ہبہ کرنا اور اس کی وصیت کرنا جائز ہے، حضرت عثمانؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کون ہے جو رومہ نامی کنویں کو خریدے اور پھر اس کا ڈول اور دیگر مسلمانوں کے ڈول برابر حقدار ہوں یعنی وہ وقف کر دے اور اس میں سب مسلمانوں کا حق برابر ہو جائے خریدنے والا اسے اپنی ملک میں باقی نہ رکھے، تو حضرت عثمانؓ نے اس کو خریدا۔

حضرت سہل بن سعدؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک پیالہ پانی ملا ہوا دودھ لایا گیا، آپ کے دائیں جانب ایک لڑکا تھا جو سب سے کم عمر تھا، بڑی عمر والے آپ کے بائیں جانب تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے لڑکے! کیا تم مجھے اس کی اجازت

Maktaba Tul Ishaat.com



دوگے کہ میں یہ دودھ بڑی عمر والوں کو دے دوں؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! آپ کے بچے ہوئے دودھ میں جو میرا حصہ ہے اسے میں اپنے سے پہلے کسی کو نہیں دوں گا، تو آپ ﷺ نے دودھ اسی کو دے دیا۔

حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے واسطے ایک پالتو بکری کا دودھ دوہا گیا جو حضرت انسؓ کے گھر کی تھی اور دودھ میں اس کنویں کا پانی ملایا گیا جو حضرت انسؓ کے گھر میں تھا، پھر رسول اللہ ﷺ کو پیالہ دیا گیا تو آپ نے اس میں سے نوش فرمایا یہاں تک کہ جب آپ نے پیالہ منہ سے ہٹایا تو حضرت ابو بکرؓ آپ کے بائیں طرف تھے اور دائیں طرف ایک دیہاتی تھا؛ حضرت عمرؓ نے اس ڈر سے کہ کہیں آپ پیالہ دیہاتی کو نہ دے دیں یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! پیالہ ابو بکر کو دے دیں جو کہ آپ کے پاس ہی بیٹھے ہیں لیکن آپ نے وہ پیالہ اس دیہاتی کو دیا جو دائیں جانب بیٹھا تھا اور پھر یہ فرمایا کہ دائیں طرف والا زیادہ حقدار ہے اور پھر وہ جو اس کے دائیں جانب ہو۔

**تشریح:** شِرْب بکسر الشین جزء من الماء پر بولا جاتا ہے، اور بعضوں نے اس کو شَرْب بفتح الشین ضبط کیا ہے جو مصدر ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ شُرْب بضم الشین مصدر ہے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مصدر میں تینوں حرکات جائز ہیں۔

**وَمَنْ رَأَى صَدَقَةَ الْمَاءِ وَهِبَتَهُ وَوَصِيَّتَهُ جَائِزَةً:** امام بخاری کی اس سے مراد ابن منیر کے بیان کے موافق یہ ہے کہ پانی پر انسان کی ملکیت جاری ہو سکتی ہے، وہ مملوک ہو سکتا ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس سے ان لوگوں پر رد کیا ہے جو یہ کہتے ہیں إِنَّ الْمَاءَ لَا يُمْلَكُ پانی مملوک نہیں ہوتا ہے وہ حقوق عامہ میں سے ہے جو چاہے جس کے گھڑے میں سے چاہے پی لے جس کا گلاس اٹھا کر چاہے پی لے، امام بخاری فرماتے ہیں کہ جب اس میں مالکانہ تصرف کیا جاسکتا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ مملوک بھی ہو سکتا ہے۔

**الْأُجَاجُ الْمُرُّ:** تلخ۔ **فُرَاتًا عَذْبًا:** شیریں۔

**مَنْ يَشْتَرِي بِئْرَ رُومَةَ:** بئر رومہ ایک کنواں تھا اس کا پانی شیریں تھا اور اس کا مالک ایک یہودی تھا جو اس کو مقفل رکھتا تھا، بسا اوقات مسلمانوں کو بڑی پریشانی ہوتی تھی، سرکار دو عالم ﷺ نے جب ارشاد فرمایا مَنْ يَشْتَرِي بِئْرَ رُومَةَ فَيَكُونُ دَلْوُهُ فِيهَا كَدِلَاءِ الْمُسْلِمِينَ اور یہ فرمایا کہ اس کے لئے جنت ہوگی تو حضور ﷺ کے صحابی خاص حضرت عثمانؓ نے اس کو اپنے مالِ خاص سے پینتیس ہزار (۳۵۰۰۰) درہم میں خرید کر وقف کر دیا۔

**فَاشْتَرَاهَا عُثْمَانُ:** اور کتاب الوصایا میں آرہا ہے أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: مَنْ حَفَرَ

Maktaba Tul Ishaat.com



رُومَةَ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَحَفَرَتُهَا حضرت عثمانؓ نے اس کو کھودا تھا، تو یشتری اور حفر ان دونوں میں بظاہر تعارض ہے، لیکن واقع میں کوئی تعارض نہیں، یہاں پر حفر کا اطلاق مجازی ہے اور مطلب یہ ہے کہ جیسے حافرِ بئر حفر کی وجہ سے اس کا مالک ہوتا ہے ایسے ہی خریدنے سے مالک ہوتا ہے، حضرت عثمانؓ نے خرید کر کنویں کو لوگوں کے لئے عام کر دیا تو گویا انہوں نے کنواں خریدا، اور ہو سکتا ہے کہ بعد میں انہوں نے کنویں کی کچھ صفائی کروائی ہو۔

**وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ أَصْغَرُ الْقَوْمِ:** یہ بچہ کون تھا؟ بعض کہتے ہیں کہ فضل بن عباسؓ اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے بھائی عبد اللہ بن عباسؓ، آپ نے فرمایا کہ بچہ! اجازت ہے کہ میں ان بڑے لوگوں کو دے دوں؟ کہنے لگا کہ حضور! آپ کے بچے ہوئے کو میں ہرگز نہیں چھوڑ سکتا، کسی کو آپ کے بچے ہوئے پر ترجیح نہیں دوں گا، آپ نے اس بچہ کو دے دیا۔

امام بخاری نے اس سے اپنا مدعا یوں ثابت کیا ہے کہ محض دائیں طرف بیٹھنے سے اتنا استحقاق ثابت ہو گیا کہ حضور کو اجازت لینی پڑی تو اگر کوئی آدمی پانی کو اپنے تصرف میں کر لے تو پھر تو وہ اس کا ہو ہی جائے گا۔

لیکن میرا خیال یہ ہے کہ امام بخاری نے کچھ اور ہی ثابت کیا ہے، حضور نے دیا یہ ہبۃ الماء نہیں ہوا تو اور کیا ہوا؟ اپنا بچا ہوا پانی حضور ﷺ دے رہے ہیں، نیز حدیث میں ہے أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِقَدَحٍ حضور کی خدمت میں پیالہ پیش ہوا، دینے والے نے حضور کی خدمت میں ہدیۃً پانی کا پیالہ ہی تو پیش کیا تھا۔

**شَاةٌ دَاجِنٌ:** پالتو بکری۔

**الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ:** منصوب بھی پڑھا جا سکتا ہے اور مرفوع بھی، اگر مرفوع پڑھیں تو مطلب ہو گا الْأَيْمَنُ أحق، یا يقدّمُ الأيمنُ فالأيمنُ، اور اگر منصوب پڑھیں تو مطلب یہ ہے أَعطِ الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ، یا قَدِّمِ الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ۔

## (ص ۳۱۷) بَابُ مَنْ قَالَ إِنَّ صَاحِبَ الْمَاءِ أَحَقُّ بِالْمَاءِ حَتَّى يَرْوَى

لقول رسول الله ﷺ "لا يمنع فضل الماء".

۲۳۵۳. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ

Maktaba Tul Ishaat.com



ﷺ قَالَ : لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ.

۲۳۵۴. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَا تَمْنَعُوا فَضْلَ الْمَاءِ لِتَمْنَعُوا بِهِ فَضْلَ الْكَلَإِ.

**ترجمہ:** باب، پانی کا مالک سیراب ہونے یعنی اپنی ضرورت پوری ہونے تک پانی کا زیادہ حقدار ہے اس لئے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زائد پانی سے منع نہ کیا جائے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زائد گھاس سے روکنے کے لئے زائد پانی سے منع نہ کیا جائے۔

اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زائد پانی سے نہ روکو، تم چاہتے ہو کہ اس بہانے لوگوں کو زائد گھاس سے روکو۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص پانی کا صاحب و مالک ہے وہ پانی کا زیادہ حقدار ہے، اس کے سیراب ہونے کے بعد جو بچے گا اس سے دوسرے لوگ انتفاع حاصل کر سکتے ہیں اور جب تک خود اسے ضرورت ہے دوسروں کو اس میں دخل دینے کی گنجائش نہیں، اسلئے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے فضلِ ماء کے منع کرنے سے روکا ہے، معلوم ہوا کہ اگر پانی زائد نہ ہو تو اس سے آدمی کو روکنے کا حق پہنچتا ہے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے جو ذکر کیا ہے اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ نفی خلاف ان لوگوں کے قول پر جائز ہے جو پانی کے مملوک ہونے کے قائل ہیں یعنی جمہور علماء جو یہ کہتے ہیں کہ پانی کسی کی ملک نہیں حقوقِ عامہ کے قبیل سے ہے لیکن جو اس کا قائل ہو کہ جس پانی میں چاہے دوسرا تصرف کر سکتا ہے ان کے مسلک پر خلاف کی نفی نہیں کی جا سکتی ہے۔

**لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ:** نہ روکا جائے پانی کا زائد حصہ تاکہ ان کے ذریعہ گھاس کو روکا جائے، عرب کی زمین عام طور سے ریتیلی ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جہاں پر عام طور سے چشمے ہوتے ہیں وہیں اطراف میں گھاس وغیرہ ہوتی ہے، مویشی والوں کا دستور یہ ہے کہ جہاں گھاس ہوتی ہے وہیں جانور چراتے ہیں اور اس کے بعد پانی پلاتے ہیں، حضور اکرم ﷺ یوں فرماتے ہیں کہ زائد پانی سے نہ روکا جائے ورنہ پانی سے روکنا گھاس سے روکنے کے مرادف ہے، اس واسطے کہ اربابِ مویشی کو جب پانی نہیں ملے گا تو گھاس کیسے چرائیں گے؟ چرنے کے بعد فوراً جانوروں کو پانی کی ضرورت پیش آتی ہے تو ضرورت سے زائد پانی کو روکنا حقیقۃً گھاس سے روکنا ہے، اور اس سے معلوم ہوا کہ گھاس حقوقِ عامہ میں سے ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



یہ ممانعت تحریمی ہے یا تنزیہی؟ اس میں علماء کے دونوں قول ہیں، راجح یہ ہے کہ ممانعت تحریمی ہے یہی امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا مسلک ہے۔

پھر آیا یہ حکم صرف مواشی کے متعلق ہے یا کھیتی کے متعلق بھی ہے؟ شافعیہ اور حنفیہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم صرف مواشی کے متعلق ہے جانوروں کو اگر کوئی پانی پلانا چاہتا ہے تو اس سے صاحب الماء کو روکنے کا حق نہیں ہے، ہاں اگر کوئی آدمی اپنی کھیتی سینچنا چاہتا ہو تو ان حضرات کے یہاں روک سکتا ہے، لیکن امام مالک فرماتے ہیں کہ کھیتی کا بھی یہی حکم ہے آپ کی ضرورت سے اگر زائد پانی ہے اور دوسرا آدمی اپنی کھیتی سینچنا چاہتا ہے تو آپ کو روکنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے۔

اس کے بعد یہ سمجھو کہ حدیث پاک سے یہ بات معلوم ہوئی کہ گھاس حقوقِ عامہ میں سے ہے، گھاس سے کوئی آدمی نہیں روک سکتا ہے، اراضی عامہ میں تو کوئی سوال ہی نہیں ہے روکنے کا لیکن اراضی مخصوصہ مملوکہ میں بھی اگر گھاس ہے تو اس سے روکنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے یہی حضرات حنفیہ کا مسلک ہے۔

البتہ ایک مخصوص صورت میں اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ کسی آدمی نے مستقل طور پر گھاس کی کاشت کی ہے لگائی ہے اس کو سینچا ہے سیراب کیا ہے تو آیا اس سے روک سکتا ہے یا نہیں؟ ہمارے عامۂ مشائخ فرماتے ہیں کہ اس گھاس سے روک سکتا ہے لیکن امام قدوری اس کو بھی حقوقِ عامہ میں شامل فرماتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ محض سقی الماء کی وجہ سے ملکیت حاصل نہیں ہوتی ہے ملکیت کے تحقق کے واسطے احراز ضروری ہے، مگر جمہور علماء اور عامۂ حنفیہ نے پہلے ہی قول کو اختیار کیا ہے اور اسی پر عمل ہے، چنانچہ بہت سے لوگ اپنی زمینوں میں مخصوص قسم کی گھاس لگاتے ہیں اور پھر اسے کاٹ کر فروخت کرتے ہیں۔

پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ کلأ آیا ساق والی گھاس کو بھی کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ امام محمد فرماتے ہیں کہ گھاس وہ ہے جس میں ساق نہ ہو اور جس میں ساق ہو وہ کلأ نہیں، لیکن امام ابو بکر فضلی فرماتے ہیں کہ جس کو مویشی چرتے ہوں وہ گھاس کہلاتی ہے ساق ہو یا نہ ہو۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۱۷) بَابُ مَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِي مِلْكِهِ لَمْ يَضْمَنْ

۲۳۵۵. حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْعَجْمَاءُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ.

**ترجمہ:** باب، اپنی ملک میں کنواں کھودنے والا نقصان کا ضامن نہیں ہوگا۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کان، کنواں اور جانور؛ ان تین چیزوں سے ہونے والے نقصان کا کوئی تاوان واجب نہیں ہوگا اور رکاز یعنی گاڑھے ہوئے اور قدرتی خزانے میں خمس واجب ہوگا۔

**تشریح:** اگر کوئی اپنی مملوکہ زمین میں کنواں کھودے اور کوئی اتفاق سے اس میں جا کر مر جائے، ڈوب مرے، گر پڑے تو صاحب البئر پر کوئی ضمان نہیں آئے گا، اس کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ اگر غیر مملوک زمین میں کسی آدمی نے کنواں کھودا تو اس صورت میں ضامن ہوگا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ جمہور علماء اسی تفریق کے قائل ہیں اور حنفیہ نے اس مسئلہ میں مخالفت کی ہے، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی آدمی نے کوئی کنواں کھودا اور اس میں جا کر کوئی انسان تلف ہو گیا تو دیت اس کے عاقلہ پر واجب ہوگی، امام بخاری اس مسئلہ میں جمہور علماء کے ہم خیال ہیں۔

**حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ:** یہ روایت کتاب الزکوۃ میں گزر چکی ہے اور میں وہاں اس کے الفاظ پر کلام کر چکا ہوں، ایک اور بات پر تنبیہ کر دوں کہ امام بخاری نے اس باب سے اشارۃً یہ ثابت فرمایا ہے کہ صاحب البئر اُس بئر کا اور اس پانی کا مالک ہوگا، اس واسطے کہ جب اپنی ملک میں کھودنے کی وجہ سے اس پر کسی مرنے والے کا ضمان واجب نہیں تو یقینی بات ہے کہ وہ اس کی ملک ہے، ویسے پانی کا مسئلہ تفصیل طلب ہے اور ان شاء اللہ میں یہ مسئلہ آئندہ چل کر بیان کروں گا جہاں بَابُ مَنْ رَأَى أَنَّ صَاحِبَ الْحَوْضِ وَ الْقِرْبَةِ أَحَقُّ بِمَائِهِ کا ترجمہ منعقد کیا ہے۔

## (ص ۳۱۷) بَابُ الْخُصُومَةِ فِي الْبِئْرِ وَ الْقَضَاءِ فِيهَا

۲۳۵۶ – ۲۳۵۷. حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ هُوَ عَلَيْهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ

Maktaba Tul Ishaat.com



تعالى ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ الآيَةَ. فَجَاءَ الأَشْعَثُ فَقَالَ: مَا يُحَدِّثُكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ فِيَّ أُنْزِلَتْ هَذِهِ الآيَةُ كَانَتْ لِي بِئْرٌ فِي أَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِي فَقَالَ لِي: شُهُودَكَ، قُلْتُ: مَا لِي شُهُودٌ، قَالَ: فَيَمِينَهُ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِذَنْ يَحْلِفَ، فَذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ هَذَا الْحَدِيثَ، فَأَنْزَلَ اللهُ ذَلِكَ تَصْدِيقًا لَهُ.

**ترجمہ:** باب، کنویں میں تنازع اور فیصلے کا بیان۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی کا مال ہڑپنے کے لئے قسم کھائے اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہو گا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض دنیا کا تھوڑا مال لیتے ہیں ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں الآیۃ۔

اس کے بعد حضرت اشعث بن قیسؓ آئے اور انہوں نے تلامذہ سے دریافت کیا کہ ابو عبدالرحمن (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ) تم سے کیا بیان کر رہے تھے؟ پھر وہ کہنے لگے کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی، میرا اپنے چچازاد بھائی کی زمین میں ایک کنواں تھا (اس کے متعلق جھگڑے کا فیصلہ کرتے ہوئے) آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اپنے گواہ پیش کرو، میں نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں، آپ نے فرمایا کہ تب تو اس کی قسم معتبر ہو گی، میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! وہ تو قسم کھالے گا، اس وقت آپ ﷺ نے جھوٹی قسم کی وعید ذکر فرمائی (جو اوپر آئی) نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کی تصدیق میں مذکورہ بالا آیت نازل کی۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ بئر مملوک ہوتا ہے اس لئے اگر اس میں اختلاف ہو جائے تو قاضی کے یہاں مقدمہ دائر ہو سکتا ہے اور قاضی قواعدِ شرعیہ کے مطابق فیصلہ بھی کر سکتا ہے۔

**عَنْ عَبْدِ اللهِ:** یہ پہلی جگہ ہے جہاں مصنف نے یہ حدیث ذکر فرمائی ہے، امام بخاری نے یہ حدیث تیرہ جگہ ذکر فرمائی ہے اور جہاں بھی مصنف نے عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث ذکر کی وہیں اشعث کا قصہ بھی ذکر فرمایا ہے سوائے دو جگہوں کے۔

## (ص ۳۱۷) بَابُ إِثْمِ مَنْ مَنَعَ ابْنَ السَّبِيلِ مِنَ الْمَاءِ

۲۳۵۸. حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنِ الأَعْمَشِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ

Maktaba Tul Ishaat.com



عَذَابٌ أَلِيمٌ: رَجُلٌ كَانَ لَهُ فَضْلُ مَاءٍ فِي الطَّرِيقِ فَمَنَعَهُ مِنِ ابْنِ السَّبِيلِ، وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِدُنْيَا فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا رَضِيَ وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا سَخِطَ، وَرَجُلٌ أَقَامَ سِلْعَتَهُ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ: وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ لَقَدْ أَعْطَيْتُ بِهَا كَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ رَجُلٌ ثُمَّ قَرَأَ هَذِهِ الآيَةَ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾.

**ترجمہ:** باب، مسافر کو پانی نہ دینا بڑا گناہ ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین لوگ ایسے ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نہیں دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا، ایک وہ شخص جس کے پاس راہ میں زائد پانی ہو اور وہ مسافر کو پانی نہ دے، دوسرا شخص وہ جس نے کسی امام کی بیعت کی ہو اور فقط دنیا کے فائدہ کے لئے کی ہو کہ اگر وہ اس کو دے تو خوش رہے اور نہ دے تو خفا ہو جائے، تیسرا وہ شخص جو عصر کی نماز کے بعد اپنا سامان بیچنے کے لئے لگائے اور یوں کہے کہ اس اللہ کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں مجھے اس سامان کی اتنی اتنی قیمت مل رہی تھی اور کوئی شخص اس کو سچا سمجھے، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی: جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑے مول کے عوض بیچتے ہیں آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔

**تشریح:** اگر کوئی آدمی مسافر کو پانی سے روکے تو وہ شخص گنہگار ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت سے زائد پانی مسافروں کے لئے خرچ کرنا چاہیے۔

## (ص ۳۱۷) بَابُ سَكْرِ الْأَنْهَارِ

۲۳۵۹ - ۲۳۶۰. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ ثَنَا اللَّيْثُ ثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فِي شِرَاجِ الْحَرَّةِ الَّتِي يَسْقُونَ بِهَا النَّخْلَ، فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ، فَأَبَى عَلَيْهِ، فَاخْتَصَمَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِلزُّبَيْرِ: اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ، فَغَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ: أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ، فَقَالَ الزُّبَيْرُ: وَاللَّهِ إِنِّي لَأَحْسِبُ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي ذَلِكَ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾.

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَبَّاسِ: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: لَيْسَ أَحَدٌ يَذْكُرُ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ إِلَّا اللَّيْثُ فَقَطْ.

Maktaba Tul Ishaat.com



**ترجمہ:** باب، نہروں کا پانی روکنے کا بیان۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے بیان کیا کہ ایک انصاری شخص نے نبی کریم ﷺ کے پاس حرہ کے پانی کی گزرگاہ کے بارے میں حضرت زبیرؓ سے جھگڑا کیا، لوگ اس پانی سے کھجور کے باغات سیراب کرتے تھے، انصاری نے کہا کہ پانی کو چھوڑ دو کہ وہ بہتا چلا آئے، حضرت زبیرؓ نے انکار کر دیا، دونوں نے یہ مقدمہ نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش کیا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا کہ زبیر! تم اپنے باغ کو سینچنے کے بعد پانی اپنے ہمسایہ کے لئے چھوڑ دو، اس پر انصاری غصہ ہو گیا اور اس نے کہا کہ یہ فیصلہ آپ نے اس لئے کیا کہ وہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں، یہ سن کر حضور ﷺ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ زبیر! تم اپنے باغ کو سینچو، پھر پانی کو روکے رکھو یہاں تک کہ وہ منڈیر تک چڑھ جائے۔ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ بخدا میں سمجھتا ہوں کہ یہ آیت فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (یعنی تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے جھگڑوں میں آپ کو فیصل نہ بنائیں) اسی سلسلہ میں نازل ہوئی ہے، محمد بن العباس کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ نے کہا کہ لیث بن سعد کے علاوہ کسی اور نے یہ حدیث عروہ عن عبداللہ کے طریق سے نقل نہیں کی۔

**تشریح:** سکر کے معنی ہیں روکنے کے، مطلب یہ ہے کہ انہار میں روک لگائی جا سکتی ہے۔

امام بخاری کو اس پر تنبیہ کرنے کی اس لئے ضرورت پیش آئی کہ بظاہر یہ صورت مکروہ ہونی چاہئے اس لئے کہ انہار رفاہ عام کی چیزوں میں سے ہے، جس سے عامۃ الناس کا حق متعلق ہو پھر کسی آدمی کو روک لگانے کا کیا حق پہنچتا ہے؟ امام بخاری فرماتے ہیں کہ اگر انہار میں روک اس لئے لگائی جائے تاکہ پانی انسان کے کھیت میں پہنچ جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جو کھیت اُس طرف زیادہ ہوتے ہیں جہاں سے نہریں چلتی ہیں اب اگر وہاں پر پانی نہ روکا جائے تو وہ کھیت پانی سے سیراب نہیں ہو سکتے ہیں، تو کھیت والے نہروں کو روک لیتے ہیں پانی ان کے کھیت میں پہنچ جاتا ہے پھر وہ بند کو توڑ دیا کرتے ہیں، امام بخاری نے اس کا جواز ثابت کیا ہے۔

**أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ:** ایک انصاری نے حضرت زبیرؓ سے حضور پاک ﷺ کے پاس مخاصمت کی حرہ کی نالیوں کے بارے میں جس کے ذریعہ وہ کھجور کے باغات کو سیراب کرتے تھے، انصاری نے حضرت زبیرؓ سے کہا کہ پانی چھوڑ دو، حضور کی خدمت میں مقدمہ دائر ہوا، آپ نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا کہ زبیر! دیکھو تم سیراب کرلو اور پھر اپنے پڑوسی کے لئے پانی چھوڑ دو، انصاری کو غصہ آگیا کہنے لگا أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ، یعنی قضیت بهذا لِأَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ ان کے حق میں آپ نے یہ فیصلہ اس لئے کیا کہ وہ آپ کے پھوپھی زاد

Maktaba Tul Ishaat.com



بھائی تھے، حضور اکرم ﷺ کو ان کی یہ بات ناپسند آئی اور پورے حق کا فیصلہ فرمایا اسقِ یا زبیر، ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتّٰی یَرْجِعَ إِلَی الْجَدْرِ زبیر اپنے کھیت کو سیراب کرو پھر پانی روک لو یہاں تک کہ جدر تک پہنچ جائے۔

جدر کہتے ہیں ڈولوں کو، مینڈوں کو جو کھیتوں کے کنارے ہوا کرتی ہیں، علماء نے اس کا اندازہ یہ لگایا ہے کہ کعب تک پانی پہنچ جائے، حضور اکرم ﷺ نے پہلے ایسا فیصلہ فرمایا تھا جس میں دوسرے کا نفع تھا لیکن جب دوسرے نے اس پر اعتراض کر دیا تو پھر سرکار دوعالم ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو پورا حق لینے کا امر فرمادیا۔

اب یہاں اشکال یہ ہے کہ انصاری نے سرور عالم ﷺ کے حق میں اتنا سخت کلمہ أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ کیسے کہہ دیا؟ امام داؤدی اور ابو اسحاق زجاج کہتے ہیں کہ یہ کوئی منافق آدمی تھا اور انصار میں شمار اس لئے کر دیا گیا کہ وہ قبیلۂ انصار سے تعلق رکھتا تھا، لیکن یہ قول غلط معلوم ہوتا ہے۔

علامہ تورپشتی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ انسان تھے، غلبۂ غضب میں یہ کلمہ ان کی زبان سے نکل گیا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ آئندہ کتاب الصلح میں یہی حدیث آرہی ہے اس میں ہے أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا انصاری تھے اور جنگ بدر میں شریک ہو چکے تھے، تو بھلا ایسا آدمی منافق کہاں ہو سکتا ہے؟ اور یہیں سے ان لوگوں کے قول کی غلطی بھی معلوم ہوگئی جو یہ کہتے ہیں کہ یہ کوئی یہودی تھا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ لَيْسَ أَحَدٌ يَذْكُرُ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ إِلَّا اللَّيْثُ فَقَط: یعنی لیث بن سعد جب یہ روایت نقل کرتے ہیں، تو یہ کہتے ہیں حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ لیکن باقی حضرات جو نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ۔

## (ص ۳۱۸) بَابُ شِرْبِ الْأَعْلَى قَبْلَ الْأَسْفَلِ

۲۳۶۱ . حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَنَا عَبْدُ اللهِ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ: خَاصَمَ الزُّبَيْرُ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : يَا زُبَيْرُ اسْقِ ثُمَّ أَرْسِلْ، فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: إِنَّهُ ابْنُ عَمَّتِكَ؟ فَقَالَ ﷺ : اسْقِ يَا زُبَيْرُ حَتّٰى يَبْلُغَ الْجَدْرَ ثُمَّ أَمْسِكْ، فَقَالَ الزُّبَيْرُ: فَأَحْسِبُ هٰذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي ذٰلِكَ ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ﴾.

Maktaba Tul Ishaat.com



**ترجمہ:** باب، اوپر کے کھیت والا نیچے کے کھیت والے سے پہلے پانی لے گا۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ مجری النہر کے جو قریب ہو گا پہلے وہ اپنے کھیتوں کو سینچے گا اور اس کے بعد اس کے بعد والا وھکذا، یہ ہے ترتیب، جدھر سے نہر چلتی ہے وہ اعلیٰ کہلاتا ہے اور جدھر کی طرف چلتی ہے وہ اسفل کہلاتا ہے اور یہ مسئلہ متفق علیہا ہے۔

## (ص ۳۱۸) بَابُ شِرْبِ الْأَعْلَى إِلَى الْكَعْبَيْنِ

۲۳۶۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ الْحَرَّانِيُّ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّه حَدَّثَهُ أَنَّ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ فِي شِرَاجٍ مِنَ الْحَرَّةِ يَسْقِي بِهَا النَّخْلَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اسْقِ يَا زُبَيْرُ - فَأَمَرَهُ بِالْمَعْرُوْفِ - ثُمَّ أَرْسِلْ إِلَى جَارِكَ، قَالَ الْأَنْصَارِيُّ: أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللهِ ثُمَّ قَالَ: اسْقِ ثُمَّ احْبِسْ حَتَّى يَرْجِعَ الْمَاءُ إِلَى الْجَدْرِ، وَاسْتَوْعَى لَهُ حَقَّهُ، فَقَالَ الزُّبَيْرُ: وَاللهِ إِنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ أُنْزِلَتْ فِي ذٰلِكَ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾.
فَقَالَ لِي ابْنُ شِهَابٍ: فَقَدَّرَتِ الْأَنْصَارُ وَالنَّاسُ قَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ: اسْقِ ثُمَّ احْبِسْ حَتَّى يَرْجِعَ الْمَاءُ إِلَى الْجَدْرِ، فَكَانَ ذٰلِكَ إِلَى الْكَعْبَيْنِ.

**ترجمہ:** باب، اوپر والے کھیت کا مالک اپنے کھیت کو اتنا پانی دے سکتا ہے کہ کھیت ٹخنوں تک بھر جائے۔
(ترجمہ اوپر گزر چکا، آگے یہ ہے) ابن شہاب نے بیان کیا کہ انصار نے اور دیگر لوگوں نے حضور ﷺ کے اس ارشاد اسْقِ ثُمَّ احْبِسْ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ کے پس منظر میں منڈیر تک بھرنے کا اندازہ لگایا تو ٹخنوں کے برابر نکلا۔

**تشریح:** امام بخاری نے پہلے یہ مسئلہ بیان کیا تھا کہ جو اعلیٰ ہو یعنی نہر کے مجریٰ کی طرف ہو وہ پہلے سینچے گا، اب رہی یہ بات کہ اس کو کتنا پانی لینے کا حق ہے؟ امام بخاری فرماتے ہیں کہ اتنا لینے کا حق ہے کہ پانی کعبین یعنی ٹخنوں تک پہنچ جائے، جمہور علماء کی یہی رائے ہے، لیکن ابن کنانہ مالکی فرماتے ہیں کہ یہ حکم صرف کھجور کے درختوں کے ساتھ خاص ہے اور اسی طرح جو درخت؛ کھجور کے حکم میں ہے جیسے آم وغیرہ کا درخت، رہا زراعت تو اس کے لئے تسمہ تک پہنچ جانا کافی ہے اس لئے کہ ہر زمین اور ہر کھیتی کا حکم ایک نہیں ہوتا ہے، ابن جریر طبری

Maktaba Tul Ishaat.com



فرماتے ہیں کہ اراضی مختلف ہوتی ہیں لہذا جیسی زمین ہو ایسا اس کے لئے پانی روکنا چاہئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جدر اور کعبین تک روکنے کی جو اجازت دی تھی وہ وہاں کی زمین کے اعتبار سے دی تھی۔

وَاسْتَوْعَى لَهُ حَقَّهُ: وَاستوفی لہ حقہ پورا حق لے لیا۔

## (ص ۳۱۸) بَابُ فَضْلِ سَقْيِ الْمَاءِ

۲۳٦۳. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ فَنَزَلَ بِئْرًا فَشَرِبَ مِنْهَا ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا هُوَ بِكَلْبٍ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ: لَقَدْ بَلَغَ هَذَا مِثْلُ الَّذِي بَلَغَ بِي فَمَلأَ خُفَّهُ ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيهِ ثُمَّ رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا؟ قَالَ: فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ.

۲۳٦٤. حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ ثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى صَلاَةَ الْكُسُوفِ، فَقَالَ: دَنَتْ مِنِّي النَّارُ حَتَّى قُلْتُ: أَيْ رَبِّ وَأَنَا مَعَهُمْ؟ فَإِذَا امْرَأَةٌ - حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ - تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ، قَالَ: مَا شَأْنُ هَذِهِ؟ قَالُوا: حَبَسَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا.

۲۳٦٥. حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارَ، قَالَ: فَقَالَ: وَاللهُ أَعْلَمُ لاَ أَنْتِ أَطْعَمْتِيهَا وَلاَ سَقَيْتِهَا حِينَ حَبَسْتِيهَا، وَلاَ أَنْتِ أَرْسَلْتِيهَا فَأَكَلَتْ مِنْ خَشَاشِ الأَرْضِ.

**ترجمہ:** باب، پانی پلانے کی فضیلت کا بیان۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص راستہ میں جا رہا تھا کہ اس کو سخت پیاس لگی، وہ ایک کنویں میں اترا اس نے پانی پیا پھر باہر نکلا تو اس نے دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور زبان نکال رہا ہے اور پیاس کی وجہ سے نم مٹی چاٹ رہا ہے تو اس شخص نے دل میں کہا کہ اس کتے کی بھی پیاس کی وجہ سے وہی کیفیت ہو گئی ہے جو میری ہو گئی تھی، اس نے اپنا موزہ بھرا اور اس کو اپنے منھ سے پکڑا پھر اوپر چڑھا اور کتے کو پانی پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس کے عمل کو قبول فرمایا اور اس کی مغفرت کردی، صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا چوپایوں کو پانی پلانے میں بھی اجر ملتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہر تر جگر والی مخلوق کو پانی پلانے میں اجر ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



دوسری اور تیسری روایت کا ترجمہ باب مایقول بعد التکبیر میں گزر چکا

**تشریح:** امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ پانی پلانے میں بڑی فضیلت ہے۔

**فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ:** ہر تر جگر کے اندر اجر ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جو بہائم ایسے ہیں جن کے پالنے کی بھی اجازت نہیں ان کو بھی پانی پلا دینا ثواب کا سبب ہے۔

**تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ:** اس کو پنجے مار رہی تھی۔ **حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا:** بھوک کی وجہ سے مر گئی۔

**عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ:** یہ عورت مسلمہ تھی یا کافرہ؟ یہاں اس روایت میں کوئی تصریح وارد نہیں ہوئی ہے، امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ عورت مسلمہ تھی اور قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ محتمل ہے کہ یہ عورت کافرہ رہی ہو، عبد ضعیف کہتا ہے کہ یہ عورت بنی اسرائیل کی تھی جیسا کہ اس کی تصریح حضرت جابرؓ کی حدیث میں مسلم شریف میں وارد ہوئی ہے امْرَأَةٌ حِمْيَرِيَّةٌ سَوْدَاءُ اور کافرہ تھی جیسا کہ مسند طیالسی میں اس کی تصریح وارد ہوئی ہے اور اس کو جہنم میں عذاب دیا گیا تھا جیسا کہ اسی حدیث میں تصریح وارد ہوئی ہے، لہٰذا قاضی عیاض وغیرہ نے جو احتمال پیدا کیا ہے کہ شاید اس تعذیب سے مراد حساب وکتاب ہو یہ احتمال نداء من بعید کے قبیل سے ہے۔

**خَشَاشِ الْأَرْضِ:** حشرات الارض۔

## (ص ۳۱۸) بَابُ مَنْ رَأَى أَنَّ صَاحِبَ الْحَوْضِ وَالْقِرْبَةِ أَحَقُّ بِمَائِهِ

۲۳۶۶. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: أُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ وَهُوَ أَحْدَثُ الْقَوْمِ وَالْأَشْيَاخُ عَنْ يَسَارِهِ، فَقَالَ: يَا غُلَامُ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ الْأَشْيَاخَ؟ فَقَالَ: مَا كُنْتُ لِأُوثِرَ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا يَا رَسُولَ اللهِ، فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ.

۲۳۶۷. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ثَنَا غُنْدَرٌ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَذُودَنَّ رِجَالًا عَنْ حَوْضِي كَمَا تُذَادُ الْغَرِيبَةُ مِنَ الْإِبِلِ عَنِ الْحَوْضِ. ﴿ تَذُودَانِ ﴾ تَمْنَعَانِ.

۲۳۶۸. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ وَكَثِيرِ بْنِ كَثِيرٍ - يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى الْآخَرِ - عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: يَرْحَمُ اللهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ

Maktaba Tul Ishaat.com



- أَوْ قَالَ: لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ - لَكَانَتْ عَيْنًا مَعِينًا، وَأَقْبَلَ جُرْهُمُ فَقَالُوا: أَتَأْذَنِينَ أَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ وَلاَ حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ، قَالُوا: نَعَمْ.

٢٣٦٩. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ثَلاَثَةٌ لاَ يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ: رَجُلٌ حَلَفَ عَلَى سِلْعَتِهِ لَقَدْ أُعْطِيَ بِهَا أَكْثَرَ مِمَّا أُعْطِيَ وَهُوَ كَاذِبٌ، وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ كَاذِبَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ، وَرَجُلٌ مَنَعَ فَضْلَ مَائِهِ، فَيَقُولُ اللهُ: الْيَوْمَ أَمْنَعُكَ فَضْلِي كَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَاءٍ، لَمْ تَعْمَلْ يَدَاكَ.

قَالَ عَلِيٌّ: ثَنَا سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ أَبَا صَالِحٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ.

**ترجمہ:** باب، حوض اور مشک والا اپنے پانی کا زیادہ حقدار ہے۔

حضرت سہل بن سعدؓ کی حدیث کا ترجمہ ما قبل میں حدیث نمبر ۲۳۵۱ کے تحت گزر چکا ہے

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں کچھ لوگوں کو (اہل بدعت، منافق اور مرتد مراد ہیں) اپنی حوض سے بھگاؤں گا جیسے پرائے اونٹ حوض سے بھگائے جاتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ام اسماعیل پر رحم کرے! اگر وہ زمزم کے پانی کو بہنے دیتیں یعنی اس کے گرد ڈول نہ بناتیں یا یہ فرمایا کہ اگر پانی سے چلو بھر بھر کر نہ لیتیں تو وہ بہتا ہوا چشمہ ہوتا، پھر قبیلہ جرہم کے لوگ ان کے پاس آئے انہوں نے کہا کہ کیا آپ ہمیں یہاں رہنے کی اجازت دیں گی؟ حضرت ام اسماعیل نے جواب دیا کہ بالکل! لیکن پانی پر تمہارا حق نہیں ہوگا، انہوں نے کہا کہ منظور ہے۔

آخری روایت کا ترجمہ باب إثم من منع ابن السبیل من الماء میں گزر چکا

علی بیان کرتے ہیں کہ ہم سے یہ حدیث سفیان نے کئی بار بیان کی، وہ روایت کرتے ہیں عمرو سے، انہوں نے اس حدیث کو صالح سے سنا، وہ اس کو نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے تھے۔

**تشریح:** امام بخاری کی غرض ظاہر ہے کہ حوض والا اور مشکیزہ والا اپنے پانی کا زیادہ حقدار ہے۔

صاحب بدائع نے لکھا ہے کہ پانی کی چار قسمیں ہیں، (۱) اول وہ پانی ہے جس کو آدمی اپنے برتن میں رکھ لے اس کا وہ مالک ہے اور اس میں وہ مالکانہ تصرف کر سکتا ہے، (۲) دوسرا وہ پانی ہے جو کنویں میں ہوتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ پہلے وہ اپنی ضرورت پوری کرے گا اور بعد میں جو اس کی ضرورت سے زائد رہ جائے اس سے کسی کو روکنے کا حق نہیں پہنچتا ہے، (۳) تیسرا انہارِ صغیرہ کا پانی ہے، (۴) چوتھے انہارِ کبیرہ دجلہ و فرات کا پانی ہے اس میں تمام

Maktaba Tul Ishaat.com



لوگ متساوی الحقوق ہیں کوئی کسی کو روکنے کا حق نہیں رکھتا ہے جو پہلے پہنچ جائے لے سکتا ہے، امام بخاری نے یہاں پر غالبًا مسئلہ کی پہلی صورت بیان فرمائی ہے یعنی اگر کسی شخص نے اپنا حوض بھر لیا ہو یا اپنے مشکیزہ میں پانی رکھ لیا ہو تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے دوسرے کا اس میں کوئی حق نہیں۔

**أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِقَدَحٍ:** اس میں اختلاف ہے کہ یہ فضل بن عباسؓ تھے یا عبداللہ بن عباسؓ؟

امام بخاری نے اپنا ترجمہ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ الْأَشْيَاخَ سے ثابت فرمایا ہے اس واسطے کہ جب صرف دائیں طرف بیٹھنے کی وجہ سے قدح کے پانی کا استحقاق نکل آتا ہے تو جو آدمی اپنے برتن میں خود پانی جمع کرلے گا تو وہ تو بدرجۂ اولیٰ اس کا زیادہ حقدار ہوگا۔

**لَأَذُودَنَّ رِجَالًا عَنْ حَوْضِي كَمَا تُذَادُ الْغَرِيبَةُ مِنَ الْإِبِلِ عَنِ الْحَوْضِ:** میں اپنے حوض سے بہت سے لوگوں کو دفع کروں گا جیسے غریب اونٹ یعنی جو ناانجان اونٹ ہو دفع کیا جاتا ہے حوض سے۔

علامہ ابن منیر فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنا ترجمہ كَمَا تُذَادُ الْغَرِيبَةُ مِنَ الْإِبِلِ عَنِ الْحَوْضِ سے ثابت فرمایا ہے اس لئے کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ صاحبِ حوض کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ غیر کے اونٹوں کو اپنے حوض کے پاس سے بھگا دے اور اس سے پانی نہ پینے دے، معلوم ہوا صَاحِبُ الْحَوْضِ أَحَقُّ بِمَائِهِ۔

بعض علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنا ترجمہ لَأَذُودَنَّ رِجَالًا عَنْ حَوْضِي سے ثابت فرمایا ہے حضور فرماتے ہیں کہ بہت سے آدمیوں کو میں اپنے حوض سے دفع کروں گا، اس سے معلوم ہوا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حوض کے زیادہ حقدار ہوں گے، اسی لئے جو آپ کے لوگ نہیں ہوں گے آپ ان کو دفع کردیں گے، یہ تقریر علامہ مہلب اور ان ہی کی اتباع میں علامہ عینی نے کی ہے۔

مگر اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ یہ تو احکام آخرت سے متعلق ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ آخرت کی ایک بات ذکر فرمارہے ہیں لیکن بہرحال اس دنیا میں ذکر کررہے ہیں اور دنیا کے حکم کے متعلق حضور نے کوئی الگ صورت نہیں بیان فرمائی، معلوم ہوا کہ جو بات آخرت میں ہوگی وہی دنیا میں بھی ہوگی۔

مثال کے طور پر یہ سمجھئے کہ حدیث پاک میں یہ وارد ہوا ہے کہ اگر کوئی آدمی عہد کرلینے کے بعد غدر کرے گا تو اس کے پیچھے ایک جھنڈا لگادیا جائے گا اور یہ اعلان ہوگا هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ یہ فلاں بن فلاں کا غدر ہے

Maktaba Tul Ishaat.com



اس میں نسبت کی جارہی ہے فلاں بن فلاں کو باپ کی طرف، فلاں کو باپ کی طرف منسوب کیا جارہا ہے، یہ اعلان آخرت میں ہوگا۔

امام بخاری نے اس سے یہ مسئلہ ثابت کیا ہے کہ لوگوں کو ان کے آباء کی طرف منسوب کرنا چاہئے، یہاں بھی یہی اعتراض ہوسکتا ہے کہ یہ تو احکام آخرت میں سے ہے، بات یہ ہے کہ شارع نے اس کے خلاف دنیا کے لئے کوئی دوسرا حکم تجویز نہیں فرمایا ہے، معلوم ہوا کہ جیسے آخرت میں ہوگا ایسے ہی دنیا میں کرنا چاہئے اور یہاں تو سرکار دوعالم ﷺ نے آخرت کے حکم کو تشبیہ دی ہے دنیا کے حکم کے ساتھ یعنی جیسے دنیا میں ضابطہ ہے کہ آدمی پرائے اونٹوں اور جانوروں کو اپنے حوض سے بھگا دیتا ہے ایسے ہی میں لوگوں کو اپنے حوض سے بھگادوں گا۔

**تذودان، تمنعان:** چونکہ لَأَذُودَنَّ کا لفظ وارد ہوا تھا لہذا قرآن پاک کی آیت تذودان کی طرف ذہن منتقل ہو گیا اور اس کا ترجمہ کر دیا تمنعان سے۔

**قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ:** امام بخاری نے یہاں پر یہ روایت بہت زیادہ اختصار کے ساتھ قدرِ ضرورت پر اکتفاء کرتے ہوئے نقل کی ہے، احادیثِ انبیاء میں ص ۴۷۵ پر مطول و مفصل تقریباً ایک ورق میں آرہی ہے۔

**لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ لَكَانَتْ عَيْنًا مَعِينًا:** حضرت ہاجرا اگر زمزم کو ادھر ادھر احاطہ کر کے حوض کی شکل نہ بنادیتی تو حضور فرماتے ہیں کہ جاری چشمہ ہوتا۔

**وَلَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ:** انہوں نے اعتراف کرلیا کہ ہاں یہ بات صحیح ہے۔

معلوم ہوا کہ صاحب الحوض اپنے پانی کا زیادہ حقدار ہوتا ہے یعنی وہ اس کا مالک ہوتا ہے دوسرے کو مالکانہ تصرف کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے، حضور ﷺ نے یہ بات اگرچہ ملتِ سابقہ کی نقل کی ہے لیکن نقل کرنے کے بعد اس پر سرکار دوعالم ﷺ نے کوئی نکیر نہیں فرمائی، معلوم ہوا کہ یہی ہماری شریعت کا بھی حکم ہے۔

**عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ:** یہ حدیث اسی سند کے ساتھ امام بخاری نے کتاب التوحید میں ۱۱۰۹ پر تخریج فرمائی ہے، یوں فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن تین آدمیوں سے اللہ بات چیت نہیں کریں گے یعنی شفقت وعنایت کی بات چیت اور نہ ان کی طرف نظر فرمائیں گے یعنی کرم واحسان کی نظر، ایک وہ شخص ہے جس نے اپنے سامان پر جھوٹی قسم کھائی کہ جتنا اس کو دیا جارہا تھا اس سے زائد اس کو مل رہے تھے حالانکہ وہ جھوٹا ہے، دوسرا وہ شخص جس

Maktaba Tul Ishaat.com



نے جھوٹی قسم عصر کے بعد کھائی تاکہ اس کے ذریعہ سے کسی مسلمان کے مال کو کاٹ لے یعنی حاصل کر لے، تیسرا وہ شخص ہے کہ جس نے ضرورت سے زائد اپنے پانی کو روک دیا حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج میں تجھ کو اپنے فضل سے روک دوں گا جیسے تو نے اپنے پانی کے زائد حصہ کو روک دیا جس کو تیرے ہاتھوں نے پیدا نہیں کیا تھا۔

**لَمْ تَعْمَلْ يَدَاكَ:** اس سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ اگر اس نے وہ پانی اپنے ہاتھوں سے جمع کر لیا ہے مثلاً اپنے حوض میں یا اپنے برتن میں جمع کر لیا تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

مگر لَمْ تَعْمَلْ يَدَاكَ کا مطلب یہ ہے کہ جس پانی کو تو نے پیدا نہیں کیا ہے ضرورت سے زیادہ پانی کو تو نے روک لیا، اگرچہ پہلے مطلب کی صورت میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ فضل الماء سے مراد چشمہ کا پانی ہے اور چشمہ کے پانی میں انسان کے عمل کو دخل نہیں ہوتا ہے وہ بذات خود نیچے سے ابلتا ہے، اب اگر کوئی آدمی کسی چشمہ پر مقیم ہو اور اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد دوسروں کو وہاں پر پانی نہ لینے دے تو اس نے ایک ایسے پانی سے روکا جو اس کے تصرف سے ظاہر نہیں ہوا تھا بلکہ اللہ کے کرم سے ظاہر ہوا تھا۔

لہٰذا لَمْ تَعْمَلْ يَدَاكَ کا مطلب یہ نکلے گا کہ اگر پانی انسان کے اپنے تصرف سے ظاہر ہوتا ہے یعنی وہ کنویں سے رسی اور ڈول کے ذریعہ نکالے یا نل چلا کر اپنے مشکیزہ میں بھر لے تو اس صورت میں وہ اسکا زیادہ حقدار ہے۔

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر کنواں بھی تو انسان ہی بناتا ہے وہاں اس کے زائد پانی کو روکنے پر وعید کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کنواں وہ ضرور بناتا ہے باقی اس میں پانی پیدا کرنا اور لانا یہ اس کا کام نہیں ہے، وہ رسی کے ذریعہ سے یا کسی چیز کے ذریعہ سے پانی کھینچتا ہے، مگر پانی خود سوت سے آتا ہے اور اللہ تعالیٰ پہنچاتے ہیں۔

## (ص ۳۱۹) بَابُ لَا حِمَى إِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

**۲۳۷۰. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا حِمَى إِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ. وَقَالَ: بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَمَى النَّقِيْعَ وَأَنَّ عُمَرَ حَمَى الشَّرَفَ وَالرَّبَذَةَ.**

**ترجمہ:** باب، چراگاہ محفوظ کرنے کا حق صرف اللہ اور اس کے رسول کو ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چراگاہ کو محفوظ کرنا

Maktaba Tul Ishaat.com



صرف اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے، اور ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے نقیع (ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے بیس میل کی دوری پر ہے) کی چراگاہ کو محفوظ کیا تھا، اور حضرت عمرؓ نے شرف اور ربذہ (یہ بھی جگہوں کے نام ہیں) کی چراگاہ محفوظ کی تھیں۔

**تشریح:** حِمیٰ حاء کے کسرہ اور میم کے فتحہ کے ساتھ ہے مقصورًا، وہ جگہ کہلاتی ہے جس کو محبوس کر دیا جاتا ہے، عرب میں دستور یہ تھا کہ وہاں کے سلاطین اور رؤساء کچھ علاقوں کو محاط اور محفوظ کر لیا کرتے تھے، اس میں جو گھاس اور درخت ہوتے تھے اس میں ان ہی کے جانور چرتے تھے یا جس کو وہ اجازت دے دیں، اور اگر دوسرا اس میں اپنے جانور چرا لیتا تھا تو اس کو سزا دی جایا کرتی تھی، شریعتِ اسلامیہ نے آکر اس تصرف کا خاتمہ کر دیا اور حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جن کی شان وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى ہے ارشاد فرمادیا کہ لَا حِمَى إِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ حمیٰ کا حق اللہ کو ہے اور اللہ کے رسول ﷺ کو ہے نیابةً عن اللہ سبحانہ وتعالیٰ، لہٰذا اگر اللہ کے رسول کسی ضرورت کی بناء پر کسی جگہ کا حمیٰ فرمائیں اور اس کا احاطہ فرمائیں تو وہ توٹھیک ہے، باقی اللہ کے رسول کے اذن کے بغیر کسی کو حمیٰ کا حق نہیں، اور چونکہ خلیفہ اور امیر المؤمنین حضور پاک ﷺ کے نائبین ہوتے ہیں اس واسطے ان کو بھی یہ حق پہنچتا ہے کہ ضرورت کے وقت مسلمانوں کی مصلحت کی وجہ سے حمیٰ کر سکتے ہیں، چنانچہ رسول پاک ﷺ نے نقیع کا حمیٰ فرمایا تھا۔

**أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حَمَى النَّقِيعَ:** نقیع نون کے ساتھ ایک مقام کا نام ہے مزینہ کے شہروں میں مدینہ منورہ سے دورات کی مسافت پر، اور جس نے حَمَى البَقِيعَ باء کے ساتھ ضبط کیا ہے اس نے تصحیف کی ہے۔

اور حضرت عمرؓ نے مقام شرف اور ربذہ کو حمیٰ فرمایا، حضرت صدیق اکبرؓ کے بارے میں بھی منقول ہے کہ انہوں نے بھی یہ کیا ہے اور حضرت عثمانؓ نے بھی بضرورت حمیٰ فرمایا ہے۔

## (ص ۳۱۹) بَابُ شُرْبِ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ مِنَ الْأَنْهَارِ

۲۳۲۰. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: الْخَيْلُ لِرَجُلٍ أَجْرٌ، وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ، وَعَلَى رَجُلٍ وِزْرٌ، فَأَمَّا الَّذِي لَهُ أَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَأَطَالَ لَهَا فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيَلِهَا ذٰلِكَ مِنَ الْمَرْجِ أَوِ الرَّوْضَةِ

Maktaba Tul Ishaat.com



كَانَتْ لَهُ حَسَنَاتٍ، وَلَوْ أَنَّهُ انْقَطَعَ طِيَلُهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ كَانَتْ آثَارُهَا وَأَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَهُ، وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَ كَانَ ذَلِكَ حَسَنَاتٍ لَهُ فَهِيَ لِذَلِكَ أَجْرٌ، وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَتَعَفُّفًا ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِي رِقَابِهَا وَلَا ظُهُورِهَا فَهِيَ لِذَلِكَ سِتْرٌ، وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَنِوَاءً لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَهِيَ عَلَى ذَلِكَ وِزْرٌ، وَسُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْحُمُرِ فَقَالَ: مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا هَذِهِ الْآيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾.

۲۳۲۱. حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَقَالَ: اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَشَأْنَكَ بِهَا، قَالَ: فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ، قَالَ: فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا.

**ترجمہ:** باب، نہروں سے انسانوں اور چوپایوں کے پانی پینے کا بیان۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گھوڑے کسی کے لئے ثواب کا سبب ہوتے ہیں، کسی کے لئے پردہ پوشی کا اور کسی کے لئے گناہ کا، ثواب کا موجب تو اس کے لئے ہوتے ہیں جو گھوڑوں کو جہاد کے لئے باندھے اور ان کی رسی کو کسی چراگاہ میں یا باغ میں لمبی کرے اور اس رسی کے لمبا کرنے سے وہ چراگاہ یا باغ میں چرلیں تو اس کی وجہ سے اس کو نیکیاں ملیں گی اور اگر اس کی رسی ٹوٹ جائے اور وہ ایک یا دو ٹیلوں پر چڑھ جائے تو اس کے قدم اور لید مالک کے لئے نیکیوں کا سبب ہوں گی اور اگر وہ کسی نہر سے گزریں اور اس کا پانی پئیں گو کہ مالک کا ارادہ پانی پلانے کا نہیں تھا تو یہ بھی نیکیوں کا موجب ہوگا، تو یہ گھوڑے کے مالک کے لئے ثواب کا سبب ہیں، اور گھوڑے پردہ پوشی اس شخص کے لئے ہیں جو ان کو مال کمانے یا سوال کے بچنے کی نیت سے پالے پھر ان کی گردن اور پیٹھ میں اللہ کا حق فراموش نہ کرے تو ایسے گھوڑے مالک کے لئے پردہ پوشی کا ذریعہ ہیں، اور گھوڑے وبال اس کے لئے ہیں جو ان کو اترانے، دکھانے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے پالے تو یہ اس کے لئے وبال ہیں۔

رسول اللہ ﷺ سے گدھوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ان کے بارے میں میرے اوپر اس جامع آیت کے علاوہ اور کچھ نازل نہیں ہوا "جو ذرہ برابر بھی نیک کام کرے گا وہ قیامت کے دن اس کو دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر بھی برا کام کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا"۔

آخری روایت کا ترجمہ باب الغضب فی الموعظة والتعلیم میں گزر چکا

**تشریح:** امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ انہار عامہ میں کسی کو تخصیص حاصل نہیں اس میں سے انسان بھی

Maktaba Tul Ishaat.com



پی سکتے ہیں اور دواب بھی پی سکتے ہیں، اس مسئلہ میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں اور یہ مسئلہ متفق علیہا ہے۔

**الْخَيْلُ لِرَجُلٍ أَجْرٌ:** حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ گھوڑا ایک شخص کے حق میں ثواب بنتا ہے اور ایک دوسرے شخص کے حق میں پردے کا سبب بنتا ہے اور تیسرے شخص کے حق میں گناہ ہوتا ہے، وہ شخص جس کے لئے اجر ہوتا ہے یہ وہ شخص ہے جس نے گھوڑے کو تیار کیا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے کے لئے پس اس نے اس کے لئے رسی باندھی کسی سبزہ زار یا باغ میں۔

**فَأَطَالَ لها في مَرْجٍ** کے معنی ہیں شدّها في طِوله، طِوَل طاء کے کسرہ اور واؤ کے فتحہ کے ساتھ اور طِيَل یاء کے ساتھ وہ طویل رسی کہلاتی ہے جو ایک طرف تو کھونٹی میں اور دوسری طرف گھوڑے کے پاؤں میں باندھ دی جاتی ہے، گھوڑا چرتا رہتا ہے اور اس رسی کی جہاں تک پہنچ ہوتی ہے وہاں تک کی گھاس کھاتا رہتا ہے۔

**فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيَلِهَا ذٰلِكَ مِنَ الْمَرْجِ أَوِ الرَّوْضَةِ كَانَتْ لَهُ حَسَنَاتٌ:** پس اپنی رسی کے اندر جو کچھ وہ کھاتا ہے اس سبزہ زار اور باغ سے وہ ساری گھاس اس کے حق میں نیکی بنتی ہے اور اگر وہ رسی ٹوٹ جائے اور پھر وہ ایک دو شوط دوڑے تو اس کے اقدام اور ارواث حسنات بنتے ہیں۔

**نیتِ اجمالیہ کافی ہے:** اس سے معلوم ہوا کہ ثواب حاصل کرنے میں نیتِ اجمالیہ کافی ہے، اس لئے کہ جو مجاہد جہاد کے لئے گھوڑا پالتا ہے تو بسا اوقات اس کے ذہن میں یہ تفصیل بھی نہیں ہوتی کہ میں اس کو رسی میں یوں باندھوں گا اور یوں گھاس چرے گا اور یوں رسی ٹوٹے گی اور یوں دوڑے گا اور یوں بھاگے گا، حضور نے فرمایا کہ یہ سب اس کے حق میں نیکی بن جاتی ہے کیوں کہ اس نے یہ کام ہی اللہ کے لئے کیا پورا گھوڑا ہی اللہ کی رضا کے واسطے پالا ہے لہذا اس گھوڑے سے جتنے آثار ظاہر ہوں گے سب اس کے حق میں اللہ کے یہاں اجر وثواب بنیں گے۔

فرماتے ہیں کہ اگر وہ گزر جائے کسی نہر پر اور اس سے پی لے حالانکہ مالک کا اس سے پلانے کا ارادہ بھی نہ ہو تو یہ بھی اس کے لئے نیکیاں بن جائیں گی، یہی مقصود بالترجمہ ہے **مَرَّتْ بِنَهْرٍ** یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کوئی قید نہیں لگائی کہ اجازت لے کر پیئے۔

**فِي رِقَابِهَا وَلَا ظُهُورِهَا:** اللہ کا حق اس کی گردن میں اور اس کے ظہور میں کیا ہے؟

بعض احناف فرماتے ہیں کہ اس کی گردن میں اللہ کا حق زکوۃ ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ اس حدیث پاک سے

Maktaba Tul Ishaat.com



وجوب زکوۃ کے مسئلہ پر استدلال اگرچہ بہت سے محققینِ احناف نے کیا ہے لیکن یہ استدلال مجھ کو بھاتا نہیں ہے، اس لئے کہ یہ حدیث پاک بیان وجوب زکوۃ کے لئے نہیں ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر ضرورت پیش آجائے تو گھوڑے کو وہ عاریت پر دے دیتا ہے یہ تو ہے حق فی رقابھا کا۔

اور وَلَا ظُهُورِهَا کا مطلب یہ ہے کہ اگر اتفاق سے راستہ میں کوئی ایسا مسافر مل گیا جو عاجز ہے تو اس کو اس پر لاد دیتا ہے یا اس کے سامان کو اس پر لاد لیتا ہے اور دوسری جگہ تک اس کو پہنچا دیتا ہے، پس یہ اس شخص کے واسطے پردہ بنے گا۔

وسئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن الحمر: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا کہ میرے اوپر گدھوں کے بارے میں کوئی آیت نازل نہیں ہوئی سوائے اس جامع آیت کے جو اپنے مضمون میں منفرد ہے فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ جو آدمی ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اس کا بھی اس کو بدلہ ملے گا اور ایک ذرہ برائی کرے گا اس کا بدلہ بھی ملے گا، یَرَہ اس کو دیکھے گا بشرطیکہ شر سے توبہ نہ کرلی ہو۔

تَرِدُ الْمَاءَ: یہ مقصود بالترجمہ ہے پانی پر اترے گا پانی پیئے گا درختوں کو چرے گا۔

## (ص ۳۱۹) بَاب بَيْعِ الْحَطَبِ وَالْكَلَإِ

۲۳۲۲. حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ ثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلًا فَيَأْخُذَ حُزْمَةً مِنْ حَطَبٍ فَيَبِيعَ فَيَكُفَّ اللَّهُ بِهِ عَنْ وَجْهِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أُعْطِيَ أَوْ مُنِعَ.

۲۳۲۳. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ.

۲۳۲۴. حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ قَالَ: أَصَبْتُ شَارِفًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي مَغْنَمٍ يَوْمَ

Maktaba Tul Ishaat.com



بَدْرٍ، قَالَ: وَأَعْطَانِي رَسُولُ اللهِ ﷺ شَارِفًا أُخْرَى، فَأَنَخْتُهُمَا يَوْمًا عِنْدَ بَابِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَحْمِلَ عَلَيْهِمَا إِذْخِرًا لِأَبِيعَهُ وَمَعِي صَائِغٌ مِنْ بَنِي قَيْنُقَاعَ فَأَسْتَعِينَ بِهِ عَلَى وَلِيمَةِ فَاطِمَةَ، وَحَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَشْرَبُ فِي ذَلِكَ الْبَيْتِ مَعَهُ قَيْنَةٌ، فَقَالَتْ: أَلَا يَا حَمْزُ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ، فَثَارَ إِلَيْهِمَا حَمْزَةُ بِالسَّيْفِ فَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا ثُمَّ أَخَذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا - قُلْتُ لِابْنِ شِهَابٍ: وَمِنَ السَّنَامِ قَالَ: قَدْ جَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا فَذَهَبَ بِهَا - قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: قَالَ عَلِيٌّ: فَنَظَرْتُ إِلَى مَنْظَرٍ أَفْظَعَنِي، فَأَتَيْتُ نَبِيَّ اللهِ ﷺ وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، فَأَخْبَرْتُهُ الْخَبَرَ فَخَرَجَ وَمَعَهُ زَيْدٌ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَدَخَلَ عَلَى حَمْزَةَ، فَتَغَيَّظَ عَلَيْهِ فَرَفَعَ حَمْزَةُ بَصَرَهُ وَقَالَ: هَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِآبَائِي؟ فَرَجَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُقَهْقِرُ حَتَّى خَرَجَ عَنْهُمْ، وَذَلِكَ قَبْلَ تَحْرِيمِ الْخَمْرِ.

**ترجمہ:** باب، جنگل سے چنی ہوئی لکڑی اور گھاس بیچنے کا بیان۔

پہلی دو روایت کا ترجمہ باب الاستعفاف عن المسئلة میں گزر چکا

حضرت علیؓ نے بیان کیا کہ مجھے ایک اونٹ غزوۂ بدر کی غنیمت سے ملا تھا اور ایک اونٹ نبی پاک ﷺ نے اور دیا تھا، ایک دن میں نے ان دونوں کو ایک انصاری کے گھر کے دروازے کے پاس بٹھایا، میرا ارادہ یہ تھا کہ ان پر اذخر گھاس لاد کر لاؤں، اس کو بیچوں اور حضرت فاطمہؓ سے نکاح کے ولیمہ میں مدد حاصل کروں، میرے ساتھ بنی قینقاع کا ایک سنار بھی تھا، حضرت حمزہؓ اس گھر میں شراب پی رہے تھے اور ان کے ساتھ ایک گانے والی بھی تھی، اس نے یہ شعر گایا کہ حمزہ اٹھو فربہ اور جوان اونٹنیوں کی طرف، یہ سن کر حضرت حمزہؓ تلوار لیکر لپکے، ان کے کوہان کاٹ دیئے، ان کے پیٹ چاک کر دیئے اور ان کے کلیجے نکال لے گئے، ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب سے پوچھا کہ انہوں نے کوہان کا کیا کیا؟ تو ابن شہاب نے کہا کہ کوہان بھی کاٹ کر لے گئے، ابن شہاب کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے یہ ایسا منظر دیکھا جس سے میں گھبرا گیا، تو میں نبی پاک ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ کے پاس اس وقت حضرت زید بن حارثہؓ بھی تھے، میں نے آپ کو واقعہ کی خبر دی، آپ ﷺ نکلے اور زیدؓ بھی آپ کے ساتھ تھے، میں بھی آپ کے ہمراہ چلا، آپ حضرت حمزہؓ کے پاس پہنچے اور ان پر خفا ہوئے، حضرت حمزہؓ نے جو کہ اس وقت نشہ میں تھے آنکھ اٹھائی اور کہنے لگے کہ تم میرے باپ دادا کے غلام ہی تو ہو، رسول اللہ ﷺ واپس لوٹے یہاں تک کہ ان کے پاس سے نکل آئے، یہ قصہ شراب کی حرمت سے پہلے کا ہے۔

**تشریح:** یہ باب لکڑی اور گھاس کے فروخت کرنے کے بیان میں ہے۔

امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اگر آدمی نے لکڑی اور گھاس کا احراز کر لیا تو ان دونوں کا فروخت کرنا جائز ہے،

Maktaba Tul Ishaat.com



لکڑی چننے گھاس کاٹنے کے بعد وہ ان کا مالک ہو گیا وہ ان کو فروخت کر سکتا ہے۔

مباح لکڑی کا تو یہی حکم ہے، لیکن گھاس کے بارے میں اختلاف ہے کہ اگر کسی آدمی نے اپنی زمین میں گھاس اگائی ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ میں بتلا چکا کہ امام قدوری فرماتے ہیں کہ یہ بھی حقوقِ عامہ میں سے ہے کسی کو روکنے کا حق نہیں ہے، لیکن ہمارے عام مشائخ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر کوئی آدمی گھاس لگاتا ہی ہے تجارت کی نیت سے یا اپنے جانوروں کیلئے تو وہ اس کا مالک ہے اور اس میں وہ مالکانہ تصرف کر سکتا ہے، بہر حال امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی گھاس کاٹ لے یا لکڑی چن لے تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا اور وہ اس کو فروخت کر سکتا ہے۔

یہاں سوال یہ ہے کہ امام بخاری نے یہ باب ابواب الشرب میں کیوں ذکر فرمایا ہے؟ اس کے دو جواب ہیں، ایک جواب یہ ہے کہ اصل میں تین چیزیں ایسی ہیں جو حقوقِ عامہ میں شمار کی گئی ہیں، حطب، کلاء اور ماء، ہر شخص کو اس سے انتفاع حاصل کرنے کا حق پہنچتا ہے اس لئے امام بخاری نے جہاں پانی کا تذکرہ فرمایا وہیں ان دونوں چیزوں کا بھی تذکرہ فرما دیا، اور چونکہ ماقبل میں مصنف یہ بتلا آئے ہیں کہ صاحب الحوض و القربة أحق بمائه تو اب یہاں یہ بتلاتے ہیں کہ حطب و کلاء کا کوئی آدمی احتطاب و احتشاش کرلے یعنی لکڑی چن لیتا ہے گھاس کاٹ لیتا ہے تو اس کا مالک بن جائے گا وہ اس کا زیادہ حقدار ہے وہ اس کو فروخت کر سکتا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ امام بخاری در اصل یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جب احتطاب و احتشاش کی وجہ سے حطب و گھاس کا مالک بن جاتا ہے اور اس میں مالکانہ تصرف کر سکتا ہے اور بیچ سکتا ہے تو احیاء موات کی وجہ سے وہ موات کا مالک بدرجۂ اولیٰ ہو سکتا ہے۔

**فَيَأْخُذَ حُزْمَةً مِنْ حَطَبٍ فَيَبِيعَ:** یہ ہے مقصود بالترجمہ۔

**لَأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ:** آدمی لکڑی کا ایک گٹھڑ اپنی پشت پر لاد کر لیجائے یہ بہتر ہے اس سے کہ دوسرے سے سوال کرے اور وہ نہ دے، یہ روایت اسی سند کے ساتھ کتاب البیوع میں گزر چکی ہے۔

**أَصَبْتُ شَارِفًا:** شارف وہ اونٹنی جو مسنّہ ہو سن والی اور پوری عمر والی ہو۔　**صَائِغٌ:** زرگر۔

**وَحَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَشْرَبُ فِي ذَلِكَ الْبَيْتِ:** شراب اس وقت تک حرام نہیں ہوئی تھی حضرت حمزہؓ انصاری کے مکان میں اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ شراب نوشی سے مصروف تھے اور وہاں ایک قینہ

Maktaba Tul Ishaat.com



گانا گانے والی گا رہی تھی اس نے گانا گاتے ہوئے کچھ اشعار پڑھے

أَلَا يَا حَمْزَ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ　　وَهُنَّ مُعَقَّلَاتٌ بِالْفِنَاءِ

ضَعِ السِّكِّينَ فِي اللَّبَّاتِ مِنْهَا　　وَضَرِّ جْهُنَّ حمزةُ بِالدِّمَاءِ

وَعَجِّلْ مِنْ أَطَايِبِهَا لِشَرْبٍ　　قَدِيدًا مِنْ طَبِيخٍ أَوْ شِوَاءِ

یعنی اے حمزہ! ان اونٹوں کی طرف چلو جو بلند ہیں، نِواء جمع ہے ناویۃ کی بمعنی اونچے کوہان والی اونٹنی، یا ناویہ سے مراد سمینہ موٹی اونٹنی ہے اور یہ گھر کے سامنے بندھی ہوئی ہے رسی میں، اس کے بعد آگے کہا ضَعِ السِّكِّينَ فِي اللَّبَّاتِ مِنْهَا چاقو ان کے لبات پر رکھ کر ان کو ذبح کر دو اور ان کو خون میں لت پت کر دو، اور جلدی سے اس کے اچھے گوشت کو شراب نوشوں کے لئے لے آؤ جو ہانڈی میں پکے ہوئے ہوں یا بھنے ہوئے ہوں، آگے کیا ہوا؟

فَثَارَ إِلَيْهِمَا حَمْزَةُ بِالسَّيْفِ تلوار لے کر ایک دم چلے۔

فَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا: ان کے کوہان کاٹ لئے اور کوکھیں چاک کیں اور ان کے جگر نکال لئے، کلیجیاں۔

قُلْتُ لِابْنِ شِهَابٍ وَمِنَ السَّنَامِ؟ تم کہتے ہو من السنام؟ پورے کوہان کاٹ لئے۔

فَأَخْبَرْتُهُ الْخَبَرَ: حضرت علیؓ نے حضور کو سارا ماجرا سنایا اور رو پڑے، حضور ﷺ حضرت علیؓ کے ساتھ چلے، حمزہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ان پر ناراضگی کا اظہار کیا۔

فَرَفَعَ حَمْزَةُ بَصَرَهُ: انہوں نے اپنی نگاہ اٹھائی، یہاں روایت میں اختصار ہے، تفصیلی روایت میں ہے صَعَّدَ النَّظَرَ ذرا نظر اٹھائی قدم شریف پر ڈالی، ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ پھر ذرا نظر اٹھا کر کمر تک ڈالی ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ اور پھر چہرۂ انور پر نظر ڈالی اور یہ کہنے لگے وَهَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِأَبِي اور بعض الفاظ میں ہے هَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِآبَائِي تم ہمارے آباء کے غلام ہی تو ہو یعنی تم کو ہم پر اعتراض کا کیا حق پہنچتا ہے۔

یہ کلام اپنی جگہ غلط ہے اس لئے شراح نے اس کی تاویل شروع کی، یوں کہتے ہیں کہ اصل میں حضرت حمزہؓ نے حضور ﷺ کو اپنے باپ کا عبد اس لئے قرار دیا کہ عرب میں دادا سید کہلاتا ہے اور چونکہ حمزہؓ کے والد عبد المطلب سرکار دو عالم ﷺ کے دادا تھے اس واسطے انہوں نے حضور ﷺ کو اپنے باپ کا عبد قرار دے دیا۔

مگر یہ یوں ہی پوچ سی نہایت کمزور تاویل ہے دل کو نہیں لگتی ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



شیخ نور الحق بن شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں

این گفتار از مستی وہذیان بودہ، حاجت نیست بتوجیہ ست کہ شارحین کردہ اند

یہ کلام مستی اور بکواس کا ہے کہ اس میں شارحین کی کمزور اور پوچ توجیہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

پھر اس کے بعد مجھے بعینہ یہی بات علامہ ابو محمد بن حزم ظاہری کے کلام میں ملی، ابن حزم المحلّٰی میں فرماتے ہیں کہ حضرت حمزہؓ نے یہ کلام سکر کے عالم میں کہا ہے ولو قالھا صحیحا لکفر بذلک اگر وہ صحت کے عالم میں کہتے تو اسی کلام کی وجہ سے وہ کافر ہو جاتے، مستی کا کلام تھا یوں ہی بد مستی میں نکل گیا، میرے نزدیک یہی توجیہ ارجح ہے اور ہمارے شیخ المشائخ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی بھی یہی رائے ہے۔

**فَرَجَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُقَهْقِرُ:** حضور ﷺ کو یہ اندازہ ہو گیا کہ اس وقت یہ مست ہے، ہوش میں نہیں، ان کو زجر و سرزنش فائدہ نہیں دے گی، یُقَهْقِرُ الٹے قدم لوٹے۔

## (ص ۳۲۰) بَابُ الْقَطَائِعِ

**۲۳۲۵. حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ: أَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُقْطِعَ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: حَتَّى تُقْطِعَ لِإِخْوَانِنَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مِثْلَ الَّذِي تُقْطِعُ لَنَا، قَالَ: سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي.**

**ترجمہ:** باب، جاگیر دینے کا بیان۔

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے انصار کو بحرین کی جاگیریں دینے کا ارادہ فرمایا تو انصار نے کہا کہ ہم اس وقت لیں گے جب آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی ویسی ہی جاگیریں دیں جیسی ہمیں دے رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے بعد دیکھو گے کہ دوسرے لوگوں کو تم پر فوقیت دی جائے گی تو تم صبر کرنا یہاں تک کہ (آخرت میں) مجھ سے ملو۔

**تشریح:** قطائع جمع ہے قطیعۃ کی، قطیعہ زمین کا وہ حصہ کہلاتا ہے جو امام کی طرف سے بطور جاگیر دیا جاتا ہے، پھر جاگیر کی دو قسمیں ہیں ایک قطیعۂ مُملّکہ اور دوسری قطیعۂ مباحہ، قطیعۂ مملکہ کی شکل یہ ہوتی ہے کہ امام کی طرف سے مُقطَع لہ کو اس کا مالک بنا دیا جاتا ہے اور وہ اس کے رقبہ کا مالک ہوتا ہے اس میں جیسے چاہے بیع و شراء، ہبہ وغیرہ کا تصرف کر سکتا ہے، اور قطیعۂ مباحہ یہ ہے کہ امام کی طرف سے مقطع لہ کو اس سے انتفاع کا حق ہوتا ہے

Maktaba Tul Ishaat.com



اس کے منافع حاصل کر سکتا ہے اجارہ پر دے سکتا ہے لیکن بیع وشراء اور فروختگی کا اسکو کوئی حق نہیں پہنچتا ہے۔
اِقطاع کا قاعدہ یہ ہے کہ ایسی زمین کو جاگیر میں دیا جاسکتا ہے جو کسی کی مملوک نہ ہو اور نہ کسی کا مالکانہ تصرف ہو، اور اگر کسی مسلمان کا یا معاہد کا کوئی مملوک حق ہو تو اس صورت میں اقطاع کا حق نہیں پہنچتا ہے، مگر اِقطاع اگر لا علی وجہ التملیک ہو صرف اباحات کے درجہ میں ہو تو امام بعض اوقات اس کا حق رکھتا ہے۔

علامہ ابن التین فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے متعلق جو نقل کیا گیا ہے أَنَّه أَقْطَعَ الدُّورَ بِالْمَدِينَةِ وہ اسی صورتِ ثانیہ پر محمول ہے یعنی اِقطاع لا علی وجہ التملیک پر، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ غالباً ابن التین نے اس سے اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو امام شافعی نے مرسلاً اور طبرانی نے موصولاً نقل کی ہے أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ أَقْطَعَ الدُّورَ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے دور کا اِقطاع فرمایا یعنی مہاجرین کو انصار کے مکانوں میں ان کی رضا سے آنحضور ﷺ نے ٹھہرایا۔

اِقطاع علی وجہ التملیک میں فقہاء احناف کا مسلک یہ ہے کہ اگر مقطع لہ یعنی جس کو جاگیر دی گئی ہے تین سال تک اس کو یوں ہی چھوڑے رکھے اور اس کا احیاء نہ کرے تعمیر نہ کرے تو پھر وہ موات بن جائے گا، کیوں کہ حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا تھا لَيْسَ لِمُحْتَجِرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ سِنِينَ حَقٌّ، رَوَاهُ أَبُو يُوسُفَ وَ حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ فِي كِتَابِ الْأَمْوَالِ۔

امام بخاری نے قطائع کو ابوابِ شرب میں اس لئے ذکر فرمایا کہ جاگیروں کو بھی پانی سینچنے ضرورت پڑتی ہے۔

أَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُقْطِعَ مِنَ الْبَحْرَيْنِ: حضور اکرم ﷺ نے یہ ارادہ فرمایا کہ بحرین میں سے حضراتِ انصار کو کچھ جاگیر عطا فرمائیں، حضراتِ انصار تو انصار تھے جیسا آپ سے وعدہ کیا تھا ویسا ہی پورا کر دکھایا، کہنے لگے حَتَّى تُقْطِعَ لِإِخْوَانِنَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ یعنی مطلب یہ ہے لا تقطع لنا حَتَّى تُقْطِعَ لِإِخْوَانِنَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مِثْلَ الَّذِي تُقْطِعُ لَنَا حضور! ہمیں جاگیر نہ دیجئے تا آنکہ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی ویسے ہی جاگیر عطا فرمایئے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تو تم اس قدر ایثار و ہمدردی کا اظہار کر رہے ہو لیکن ایک زمانہ آئے گا کہ تم دیکھو گے کہ اپنوں اپنوں کو ترجیح دی جائے گی اس وقت مخالفت نہ کرنا، صبر کرنا، یہاں تک کہ مجھ سے تمہاری ملاقات ہو جائے، چنانچہ حضراتِ انصار نے اس پر بھی عمل کر دکھایا۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۲۰) بَابُ كِتَابَةِ الْقَطَائِعِ

۲۳۲۶. وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَنَسٍ: دَعَا النَّبِيُّ ﷺ الأَنْصَارَ لِيُقْطِعَ لَهُمْ بِالْبَحْرَيْنِ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ فَعَلْتَ فَاكْتُبْ لِإِخْوَانِنَا مِنْ قُرَيْشٍ بِمِثْلِهَا، فَلَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي.

**ترجمہ:** باب، جاگیر لکھ کر دینے کا بیان۔

**تشریح:** جاگیروں کی کتابت کا بیان، مطلب یہ ہے کہ اگر امام کی طرف سے جاگیریں ملیں تو اس کا دستاویز لے لینا چاہئے تا کہ وہ مقطع لہ جاگیر دار کے لئے وثیقہ اور اعتماد کی چیز رہے، ایسا نہ ہو کہ بعد میں کوئی انکار کر بیٹھے، امام بخاری نے اس باب میں جو روایت ذکر فرمائی ہے اس میں لفظ یہ وارد ہوا ہے دَعَا النَّبِيُّ ﷺ الْأَنْصَارَ لِيُقْطِعَ لَهُمْ بِالْبَحْرَيْنِ۔

سوال یہ ہے کہ اس سے کتابت کیسے ثابت ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آگے یہ ہے إِنْ فَعَلْتَ فَاكْتُبْ لِإِخْوَانِنَا مِنْ قُرَيْشٍ بِمِثْلِهَا معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ اقطاع علی وجہ الکتابۃ کرنا چاہتے تھے، تحریر لکھوانا چاہتے تھے، اسی لئے حضراتِ انصار نے جواباً یوں کہا إِنْ فَعَلْتَ فَاكْتُبْ لِإِخْوَانِنَا مِنْ قُرَيْشٍ بِمِثْلِهَا اگر حضرت والا کا ارادہ ہے تو آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کے لئے بھی جو قریش میں سے ہیں لکھوا دیجئے، مزید یہ ہے کہ یہی روایت امام بخاری نے ابوابِ جزیہ میں ص ۴۴۸ پر ذکر فرمائی ہے اس میں وارد ہوا ہے دَعَا النَّبِيُّ ﷺ الْأَنْصَارَ لِيَكْتُبَ لَهُمْ بِالْبَحْرَيْنِ تا کہ ان کے لئے بحرین میں جاگیر لکھ دیں۔

فَلَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ: حضور کی یہ رائے نہیں تھی کہ مہاجرین کو دیں۔

## (ص ۳۲۰) بَابُ حَلَبِ الْإِبِلِ عَلَى الْمَاءِ

۲۳۲۷. حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ ثَنِي أَبِي عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مِنْ حَقِّ الْإِبِلِ أَنْ تُحْلَبَ عَلَى الْمَاءِ.

**ترجمہ:** باب، اونٹوں کو پانی کے پاس دوہنے کا بیان۔

Maktaba Tul Ishaat.com



حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اونٹ کا یہ حق ہے کہ اس کو پانی کے پاس دوہا جائے۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ چشموں پر جب اونٹوں کو پانی پلایا جائے اور وہاں مسافر وغیرہ گزریں تو اونٹوں کا دودھ دوہ کر مسافروں اور ضرورت مندوں کو دے دیا جائے۔

## (ص ۳۲۰) بَابُ الرَّجُلِ يَكُونُ لَهُ مَمَرٌّ أَوْ شِرْبٌ فِي حَائِطٍ أَوْ فِي نَخْلٍ

وقال النبي ﷺ: من باع نخلا بعد أن تؤبّر فثمرتها للبائع. وللبائع الممرّ والسقي حتى يرفع، وكذلك رب العريّة.

۲۳۲۸. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا اللَّيْثُ ثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: مَنِ ابْتَاعَ نَخْلاً بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ إِلاَّ أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ، وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلَّذِي بَاعَهُ إِلاَّ أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ. وَعَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ فِي الْعَبْدِ.

۲۳۲۹. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ قَالَ: رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُبَاعَ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا تَمْرًا.

۲۳۳۰. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ ثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمُخَابَرَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَعَنِ الْمُزَابَنَةِ وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهُ وَأَنْ لاَ يُبَاعَ إِلاَّ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ إِلاَّ الْعَرَايَا.

۲۳۳۱. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ ثَنَا مَالِكٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا مِنَ التَّمْرِ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ - أَوْ فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ - شَكَّ دَاوُدُ فِي ذَلِكَ.

۲۳۸۳ - ۲۳۸۴. حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى ثَنَا أَبُو أُسَامَةَ أَخْبَرَنِي الْوَلِيدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ مَوْلَى بَنِي حَارِثَةَ أَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ وَسَهْلَ بْنَ أَبِي حَثْمَةَ حَدَّثَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ إِلاَّ أَصْحَابَ الْعَرَايَا، فَإِنَّهُ أَذِنَ لَهُمْ. قَالَ: وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: ثَنِي بُشَيْرٌ مِثْلَهُ.

**ترجمہ:** باب، اگر کسی شخص کی گزر گاہ کسی کے باغ میں سے ہو یا پانی کسی کے کھجور کے درختوں کے درمیان

Maktaba Tul Ishaat.com



سے آتا ہو تو اس کے لئے یہ دونوں حق ثابت ہیں۔

روایات کا ترجمہ پہلے گزر چکا

**تشریح:** فرماتے ہیں کہ یہ باب اس آدمی کے بیان میں ہے جس کے لئے گزرنے کا حق ہو یا پانی پہنچانے کا حق ہو کسی باغ میں یا کسی کھجور کے درخت میں۔

امام بخاری اس ترجمۃ الباب سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ بسا اوقات ایک ہی چیز میں دو قسم کے حقوق جمع ہو جاتے ہیں، ایک شخص کو حق الملک حاصل ہوتا ہے اور دوسرے شخص کو حق الانتفاع حاصل ہوتا ہے، اور یہ چیز اس طور پر ماخوذ ہوتی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ بَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ اگر کوئی آدمی کش کیا ہوا کھجور کا درخت فروخت کرتا ہے تو ثمر بائع کا ہوگا، اب ظاہر بات ہے کہ اگر مشتری نے بلا شرط کے درختوں کو خرید لیا تو درخت تو مشتری کے ہو گئے باغ مشتری کا بن گیا لیکن پھل بنصِ نبوی بائع کا رہا، اب بائع ان پھلوں کو کیسے حاصل کرے گا؟ اسی طور پر حاصل کر سکتا ہے کہ اس کو اس باغ میں جانے کا حق حاصل ہو، تو معلوم ہوا کہ مشتری کے لئے اس باغ میں حق الملک ہے اور بائع کے لئے حق الاستطراق ہے راستہ بنانے کا اور آنے جانے کا اور پھل توڑنے اور لانے کا، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا کا استثناء فرمایا ہے، اب ربِّ عریہ باغ میں اپنے پھلوں کو توڑنے کے واسطے بہر حال جائے گا۔

**حدثنا عبد اللہ بن یوسف: مَنِ ابْتَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ:**

یہ ٹکڑا کتاب البیوع میں گزر چکا ہے اور اس پر میں وہاں کلام کر چکا ہوں، آگے دوسرا ٹکڑا آرہا ہے۔

**وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلَّذِي بَاعَهُ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ:** جس شخص نے کوئی ایسا غلام فروخت کیا جس کے پاس مال ہو تو غلام کا مال بائع کا ہوگا الا یہ کہ مشتری شرط لگالے۔

اس سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ اگر غلام کو کچھ مال دیا جائے تو وہ مال کا مالک ہو سکتا ہے۔

یہاں پر اختلاف ہے کہ آیا غلام مال کا مالک ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ظاہر یہ کہتے ہیں کہ بلا تملیک کے مالک ہو سکتا ہے، جو مال غلام کے ہاتھ میں پہنچ جائے گا جو کپڑے وہ پہنے گا آقا پہنائے گا وہ غلام کی ملک ہے جو چیز آقا نے اس کو استعمال کے طور پر دے دی اب وہ غلام کی ملک بن گئی۔

Maktaba Tul Ishaat.com



جمہور علماء فرماتے ہیں کہ غلام بغیر تملیک کے مالک نہیں ہو سکتا ہے، لیکن تملیک کے بعد وہ مالک ہو سکتا ہے یا نہیں؟ امام مالک، امام شافعی قول قدیم میں اور امام احمد ایک روایت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر آقا مالک بنادے تو وہ مال کا مالک بن جائے گا، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی قول جدید میں اور امام احمد ایک دوسری روایت میں یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ غلام مالک نہیں بنا کرتا ہے، امام بخاری کا رجحان بظاہر کچھ اسی طرف آرہا ہے اور میں ان شاء اللہ تعالیٰ ص ۴۴۳ پر اس پر تنبیہ بھی کروں گا۔

ظاہریہ نے اس حدیث کے اطلاق سے استدلال کیا وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلَّذِي بَاعَهُ اگر کسی نے کوئی غلام خریدا اور اس کے پاس مال ہو تو مال بائع کا ہے إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ اور امام مالک وغیرہ نے بھی اس سے استدلال کیا، ظاہریہ روایت کے اطلاق کو سامنے رکھتے ہیں اور مالکیہ اس کو تملیک پر محمول کرتے ہیں، لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ وَلَهُ مَالٌ میں لام لام تملیک نہیں بلکہ لام اختصاص ہے جیسے اَلسَّرْجُ لِلْفَرَسِ میں۔

اس کے بعد یہ سمجھو کہ ابن عمرؓ کی اس حدیث پاک میں یہ دونوں جزء مرفوع ہیں اور دونوں جزء بخاری میں مرفوع واقع ہوئے ہیں، اسی طرح سے مسلم شریف میں بھی واقع ہوئے ہیں لہذا یہ دونوں اجزاء متفق علیہ ہیں۔

حافظ عبد الغنی بن عبد الواحد المقدسی کو عمدہ میں وہم ہو گیا اور انہوں نے جزء اول کو متفق علیہ کہہ دیا اور جزء ثانی کو افراد مسلم میں شمار کیا، اسی طرح سے صاحب مشکوۃ کو بھی وہم ہوا، اس وہم کی اصل بنیاد یہ ہے کہ ان حضرات نے بخاری میں یہ روایت اس کے مشہور موقع کتاب البیوع میں تلاش کی اور وہاں صرف جزء اول ہے عبد والا جزء مذکور نہیں وہ ہے کتاب الشرب میں، اس واسطے ان حضرات کو روایت کا پورا استحضار نہیں ہو سکا۔

وَعَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ فِي الْعَبْدِ: مصنف کا مقصد یہ ہے کہ عبد والا مسئلہ حضرت عمرؓ سے امام مالک نے موقوفاً روایت فرمایا ہے، اس میں رفعاً ووقفاً اختلاف ہے، امام مسلم، نسائی اور دار قطنی نے موقوف کو راجح قرار دیا ہے اسی طرح سے امام مسلم سے بعض علماء نے نقل کیا ہے، واللہ اعلم امام مسلم کا طرز تو اس بات پر دال ہے کہ وہ دونوں جزء کو مرفوع سمجھتے ہیں اس لئے کہ اپنی صحیح میں دونوں جزء کو مرفوعاً ذکر فرمایا ہے، امام ترمذی نے جامع ترمذی میں امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے سالم کی روایت مرفوعہ کو راجح قرار دیا ہے اور کتاب العلل میں امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے دونوں جزء کی تصحیح فرمائی ہے یعنی یہ کہ دونوں

Maktaba Tul Ishaat.com



جزء مرفوع ہیں۔

**شَكَّ دَاوُدُ فِي ذَلِكَ:** یہ وہ لفظ آ گیا جس پر میں نے کتاب البیوع میں تنبیہ کی تھی۔

**حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا:** امام بخاری نے اس باب میں جتنی روایتیں ذکر کی ہیں سب میں عریہ کا تذکرہ ہے، مصنف اس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مالک کو حق ملک حاصل ہوتا ہے اور صاحب عریہ کو حق استطراق اور پانی سے سیراب کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔

---

## کتاب المساقاۃ پورا ہوا

Maktaba Tul Ishaat.com



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# (ص ۳۲۱) كِتَابٌ فِي الِاسْتِقْرَاضِ وَأَدَاءِ الدُّيُونِ وَالْحَجْرِ وَالتَّفْلِيسِ

**تشریح:** امام بخاری نے یہاں پر چار مسئلے جمع کئے ہیں، (۱) استقراض- قرض لینا، (۲) اداء الدیون- قرض ادا کرنا، (۳) حجر-پابندی عائد کرنا، (۴) تفلیس- کسی کے افلاس اور مفلس ہونے کا حکم لگا دینا۔

ان سب کو مصنف نے ایک ساتھ اس لئے جوڑ دیا ہے کہ ان کی روایات بہت قلیل ہیں۔

قرض اور دین کا فرق میں ماقبل کتاب الکفالہ میں بیان کر چکا ہوں، حاصل یہ ہے کہ دین کہتے ہیں واجب فی الذمہ کو چاہے وہ کسی وجہ سے بھی واجب ہو جائے، آپ نے کسی سے کوئی چیز خریدی آپ کے ذمہ اس کے دام واجب ہو گئے، آپ نے کسی کی کوئی چیز ضائع کر دی جان بوجھ کر تو اس کا تاوان آپ کے ذمہ واجب ہو گیا، آپ نے کسی کی چیز غصب کر لی اور اس کو ختم کر دیا تو اس کا بدلہ واجب ہو گیا، آپ نے کسی سے قرض لیا اس کا بدلہ واجب ہو گیا یہ سب دین کہلائے گا، اور قرض خاص طور سے وہ مال کہلاتا ہے کہ جو مُقرض اپنے مال میں سے مُستقرض یعنی قرض مانگنے والے کو بدلہ کے وعدہ پر دیتا ہے۔

**وَالْحَجْرِ:** حجر کہتے ہیں منع اور روکنے کو، حجر کو حجر اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ مانع ہوتا ہے اس بات سے کہ اس میں کوئی انگلی چبھا سکے یا کوئی ہلکا سا تصرف کر سکے، اصطلاح میں حجر یہ ہے کہ حاکم کی طرف سے کسی شخص پر پابندی عائد کر دی جائے کہ اس کے تصرفات کا کوئی اعتبار نہیں، پھر اسبابِ حجر میں تین سبب متفق علیہ ہیں، (۱) رقّیت (غلام ہونا)، (۲) جنون، (۳) سِبا (قید ہونا)، اور ایک چوتھا سبب سفہ (عقل چلی جانا) میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ اس کو اسبابِ حجر میں نہیں مانتے ہیں، ائمہ ثلاثہ اور صاحبین مانتے ہیں، مسئلہ آگے آئے گا۔

Maktaba Tul Ishaat.com



وَالتَّفْلِيسِ: فلس سے ماخوذ ہے فلس کہتے ہیں پیسہ کو، تفلیس یہ ہے کہ کسی شخص کے مفلس ہونے کا حکم لگا دیا جائے، جس کی صورت یہ ہے کہ آدمی حکومت میں اپنے افلاس کی درخواست دے دے کہ میرا دیوالیہ نکل گیا ہے اور میرے پاس کوئی چیز نہیں رہی ہے پھر اس کے بعد حکومت کی طرف سے اس کے متعلق اعلان کرا دیا جاتا ہے کہ فلاں شخص دیوالیہ ہو گیا ہے لہذا اس سے کوئی معاملہ نہیں کیا جائے گا۔

## (ص ۳۲۱) بَابُ مَنِ اشْتَرَى بِالدَّيْنِ وَلَيْسَ عِنْدَهُ ثَمَنُهُ أَوْ لَيْسَ بِحَضْرَتِهِ

۲۳۸۵. حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْمُغِيرَةِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: كَيْفَ تَرَى بَعِيرَكَ أَتَبِيعُنِيهِ قُلْتُ: نَعَمْ، فَبِعْتُهُ إِيَّاهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ غَدَوْتُ إِلَيْهِ بِالْبَعِيرِ فَأَعْطَانِي ثَمَنَهُ.

۲۳۸۶. حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ فَقَالَ: ثَنِي الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ.

**ترجمہ:** باب، کوئی شخص ادھار خریدے اور اس کے پاس ثمن نہ ہو یا ثمن اس وقت موجود نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ میں نے پیغمبر ﷺ کی معیت میں جہاد کیا اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا اونٹ کیسا ہے؟ کیا اس کو فروخت کرو گے؟ میں نے کہا جی ہاں، تو میں نے وہ آپ ﷺ کو بیچ دیا، جب آپ مدینہ منورہ آئے تو میں اونٹ لیکر پہنچا آپ نے مجھے اس کا ثمن دیا۔

اعمش کہتے ہیں کہ ہم نے ابراہیم نخعی کی مجلس میں ادھار معاملہ میں رہن رکھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ مجھ سے حدیث بیان کی اسود نے، ان سے حضرت عائشہؓ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے یہودی سے وقت مقررہ تک کے لئے ادھار غلہ خریدا اور لوہے کی زرہ اس کے پاس رہن رکھی۔

**تشریح:** ادھار خریدنا جائز ہے چاہے آدمی کے پاس فی الوقت اس کی قیمت نہ ہو یا قیمت تو ہو لیکن وہاں پر موجود نہ ہو، مکان پر ہو، امام بخاری نے جزء اول کو حدیث ثانی سے ثابت فرمایا ہے کیوں کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک یہودی سے تیس صاع جو خریدا تھا اور دام اُس وقت آپ کے پاس نہیں تھے اس لئے اپنی زرہ مبارک اس کے پاس رہن رکھی تھی، اور جزء ثانی کو پہلی حدیث حضرت جابرؓ سے ثابت فرمایا ہے کہ حضور ﷺ نے سفر میں حضرت جابرؓ کا اونٹ خرید لیا اور مدینہ منورہ پہنچ کر اس کے دام ادا فرمائے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



اس بات پر تنبیہ کرنے کی حکمت کیا ہے؟ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس سے بظاہر ابوداؤد اور حاکم کی ایک روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو انہوں نے بطریق **سماک عن عکرمة عن ابن عباس** رضی اللہ عنہ مرفوعاً نقل کی ہے، پورا واقعہ یہ ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قافلہ سے کچھ غلہ خرید اور پھر وہیں نفع پر فروخت کر دیا اور اس کے نفع کو ارامل بنی عبد المطلب پر خرچ کر دیا اور یہ ارشاد فرمایا **لَا أَشْتَرِي مَا لَيْسَ عِنْدِي ثَمَنُهُ** جس چیز کا ثمن میرے پاس نہیں ہوگا میں اس کو نہ خریدوں گا، اس سے بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اگر کسی چیز کی قیمت انسان کے پاس موجود نہ ہو تو اسے ادھار نہ خریدنا چاہیے، مصنف نے اس کی تردید کر دی اور یہ بتلا دیا کہ ادھار خریدنا جائز ہے چاہے اس وقت بالکل ہی انسان کے پاس قیمت دینے کو موجود نہ ہو یا ہو تو مگر جہاں معاملہ ہو رہا ہے وہاں نہ ہو گھر پر ہو، اور دونوں جزء کو امام بخاری نے باب کی دونوں روایتوں سے ثابت فرمادیا۔

اب سوال یہ ہے کہ ابوداؤد اور حاکم کی روایت کا محمل کیا ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں وہ روایت سندی اعتبار سے متکلم فیہ ہے، سماک عکرمہ سے نقل کرتے ہیں اور سماک کی عکرمہ کے طریق سے جو روایات منقول ہیں اس میں کلام کیا گیا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مخصوص حالت میں یہ بات ارشاد فرمائی تھی، ہوا یہ تھا کہ سرکار نے خریدا اور خریدنے کے بعد وہیں ہاتھ کے ہاتھ فروخت کر دیا اور نفع حاصل ہو گیا، غالباً اس میں شکل وہ بن گئی تھی کہ آپ نے مبیع کو اپنے قبضہ میں نہیں کیا تھا اس لئے یہ ارشاد فرمایا **لَا أَشْتَرِي مَا لَيْسَ عِنْدِي ثَمَنُهُ**۔

**عَنْ عَائِشَةَ:** یہ حدیث اسی سند و متن کے ساتھ کتاب البیوع میں گزری ہے۔

## (ص ۳۲۱) بَابُ مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَهَا أَوْ إِتْلَافَهَا

**۲۳۸۷. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأُوَيْسِيُّ ثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَهَا أَدَّى اللهُ عَنْهُ، وَمَنْ أَخَذَ يُرِيدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللهُ.**

**ترجمہ:** باب، جو شخص دوسروں کا مال ادائیگی کی نیت سے لے اس کا بیان اور جو ہضم کرنے یعنی ادا نہ کرنے کی نیت سے لے اس کا بیان۔

Maktaba Tul Ishaat.com



حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگوں کا مال لے اور نیت واپس کرنے کی رکھتا ہو تو اس کی طرف سے اللہ تعالیٰ ادائیگی کو آسان کرے گا اور جو برباد کرنے کی نیت رکھتا ہو اس کو اللہ برباد کرے گا یعنی ادائیگی کی توفیق نہ دے گا۔

**تشریح:** امام بخاری نے ترجمۂ گزشتہ کے بعد یہ ترجمہ منعقد کرکے اس بات پر تنبیہ کی ہے کہ ادھار خریدنا تو جائز ہے لیکن خریدتے ہوئے اداء کا ارادہ ہونا چاہیے، اور پھر اس بات پر تنبیہ کر دی کہ جو اداء کے ارادہ سے خریدے گا حق تعالیٰ کی طرف سے اس کی معونت ہوگی۔

علامہ ابن منیر فرماتے ہیں کہ امام بخاری اصل میں یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ادھار لینا اس وقت جائز ہے جب کہ آدمی کو اپنے نفس کے متعلق اعتماد ہو کہ وہ اداء کرنے پر قادر ہے اور اگر اس کو یہ اعتماد نہیں اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کے دام ادا نہیں کر سکتا ہے عاجز ہے تو پھر اس کو خریدنا نہ چاہیے۔

حافظ ابن حجر نے اس پر اشکال کیا ہے کہ جب حدیث میں وارد ہے مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَهَا أَدَّى اللهُ عَنْهُ جو ادائیگی کے ارادہ سے لیتا ہے اللہ اس کی طرف سے ادا کر دیں گے تو اب اس کی دو شکلیں ہیں، یا دنیا میں اس کے اسباب مہیا فرمادیں گے اور اگر وہ بیچارا باوجود ادائیگی کی نیت کے اس دنیا میں نہیں دے سکا تو حق تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ آخرت میں صاحبِ قرض کا اپنی طرف سے بدلہ عطا فرمادیں گے کیوں کہ اس نے اپنے رسول کی زبانی یہ وعدہ کیا ہے۔

## (ص ۳۲۱) بَابُ أَدَاءِ الدُّيُونِ

وقول الله تعالى ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾

۲۳۸۸. حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ ثَنَا أَبُو شِهَابٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا أَبْصَرَ - يَعْنِي أُحُدًا - قَالَ: مَا أُحِبُّ أَنَّهُ يُحَوَّلُ لِي ذَهَبًا يَمْكُثُ عِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا دِينَارٌ أُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الْأَكْثَرِينَ هُمُ الْأَقَلُّونَ إِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هَكَذَا وَهَكَذَا - وَأَشَارَ أَبُو شِهَابٍ بَيْنَ يَدَيْهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ - وَقَلِيلٌ مَا هُمْ، وَقَالَ: مَكَانَكَ، وَتَقَدَّمَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَسَمِعْتُ صَوْتًا

Maktaba Tul Ishaat.com



فَأَرَدْتُ أَنْ آتِيَهُ ثُمَّ ذَكَرْتُ قَوْلَهُ مَكَانَكَ حَتَّى آتِيَكَ، فَلَمَّا جَاءَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ الَّذِي سَمِعْتُ - أَوْ قَالَ الصَّوْتُ الَّذِي سَمِعْتُ - قَالَ: وَهَلْ سَمِعْتَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: أَتَانِي جِبْرِيلُ فَقَالَ: مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ، قُلْتُ: وَمَنْ فَعَلَ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَ: نَعَمْ.

۲۳۸۹. حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبِ بْنِ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُونُسَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: ثَنِي عُبَيْدُ اللهِ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا يَسُرُّنِي أَنْ لَا يَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثٌ وَعِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ إِلَّا شَيْءٌ أَرْصِدُهُ لِدَيْنٍ. رَوَاهُ صَالِحٌ وَعُقَيْلٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

**ترجمہ:** باب، قرضوں کی ادائیگی کا بیان۔

ارشاد باری ہے بے شک اللہ تعالیٰ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانتوں کو ان کے مالکوں کو لوٹادو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے کرو، اللہ تعالیٰ تم کو جو یہ نصیحت کرتا ہے وہ بہت اچھی ہے، اللہ تعالیٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

حضرت ابوذرؓ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھا کہ آپ نے احد پہاڑ کو دیکھا اور یہ فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ یہ پہاڑ میرے لئے سونے کا بنا دیا جائے اور اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس باقی رہے سوائے اس دینار کے جس کو میں قرض کی ادائیگی کے لئے روکوں، پھر فرمایا کہ زیادہ مال والے ہی زیادہ محتاج ہیں سوائے اس کے جو مال کو یہاں وہاں (امور خیر میں) خرچ کرے، ابن شہاب نے اس وقت اپنے سامنے، دائیں اور بائیں اشارہ کیا، لیکن ایسے لوگ کم ہیں، پھر حضور نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا کہ اپنی جگہ پر ہی رہنا اور آپ ﷺ آگے تشریف لے گئے، حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک آواز سنی اور میں نے ارادہ کیا کہ حضور کے پاس جاؤں تبھی مجھے آپ کا یہ ارشاد یاد آگیا کہ اپنی جگہ پر ہی رہنا یہاں تک میں تمہارے پاس آجاؤں، جب آپ ﷺ تشریف لائے تو میں نے کہا یا رسول اللہ! وہ کیا تھا جو میں نے سنا؟ یا یہ کہا کہ وہ آواز کیسی تھی جو میں نے سنی؟ (یہ راوی کا شک ہے) آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے وہ آواز سنی؟ میں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس آئے اور انہوں نے یہ مژدہ سنایا کہ آپ کی امت میں سے جو شخص اس حال میں وفات پائے گا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا، میں نے کہا کہ اگرچہ وہ ایسا ایسا کرے؟ (زنا اور چوری وغیرہ کرے) آپ نے فرمایا ہاں۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کی برابر بھی سونا ہوتا تب بھی مجھے اچھا نہ لگتا کہ تین دن گزر جائیں اور اس میں سے کچھ بھی میرے پاس باقی ہو الا یہ کہ قرض کی ادائیگی کے لئے اس میں سے کچھ رکھ چھوڑوں، اس حدیث کو امام زہری سے صالح اور عقیل نے بھی روایت کیا ہے۔

**تشریح:** یہ باب اداء دیون کے باب میں ہے، امام بخاری کا مقصود ظاہر ہے، مطلب یہ ہے کہ آدمی اگر

Maktaba Tul Ishaat.com



کسی سے ادھار لے تو اس کی ادائیگی بھی اس کے ذمہ واجب ہے، اس کے لئے امام بخاری نے یہاں آیت کریمہ ذکر کی ہے إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا۔

سوال یہ ہے کہ آیت میں یہ حکم ہے کہ امانات کو اہل امانات تک پہنچا دو، معلوم ہوا کہ امانت کو صاحبِ امانت تک پہنچانا واجب ہے اس سے مصنف نے اداء الدیون کے وجوب کو کیسے اخذ فرمایا ہے؟ اس کے دو جواب ہیں۔

اول جواب یہ ہے کہ اس آیت شریفہ میں امانت سے مراد وہی امانت ہے جس کا تذکرہ دوسری آیت إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ میں ہے اور وہاں امانت سے مراد خدائے پاک کے اوامر و نواہی ہیں، لہذا اس میں تمام احکام خداوندی جو انسان کے ذمہ واجب ہیں وہ سب داخل ہو گئے اسی میں دَین بھی داخل ہو گیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت شریفہ سے امام بخاری نے اپنا ترجمہ بطریق اولویت ثابت کیا ہے اس واسطے کہ جب اداء امانات کا حکم دیا جا رہا ہے تو دین کی ادائیگی بدرجۂ اولیٰ واجب ہو گی، پہلی توجیہ علامہ ابن منیر کی ہے اور دوسری توجیہ حافظ ابن حجر کی ہے۔

حافظ نے اتنی بات اور فرمائی ہے کہ امانت کا تعلق انسان کے ذمہ سے نہیں ہوتا ہے، اگر اتفاق سے کسی نے کسی کے پاس کوئی امانت رکھی اور بلا تعدی کے وہ فوت ہو گئی تو امین کے ذمہ اس کا ضمان واجب نہیں اور دیون کا تعلق انسان کے ذمہ سے ہوتا ہے اسے بہر حال ادا کرنا ہے، تو جو چیز واجب فی الذمہ نہیں ہے جب اس کی ادائیگی کا حکم ہے تو جو چیز واجب فی الذمہ ہے اس کی ادائیگی کا حکم بدرجۂ اولیٰ ہو گا۔

**أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ:** امانات سے کیا مراد ہے؟ (۱) ایک تفسیر میں کر چکا کہ امانات سے مراد وہ امانات ہیں جس کا تذکرہ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ میں ہے، (۲) اکثر علماء فرماتے ہیں کہ یہ آیت عثمان بن طلحہ حجبیؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب ان سے کلیدِ کعبہ لی گئی تھی تو بعض لوگوں کو بظاہر یہ خیال ہوا کہ اب کلید کعبہ ان کو نہ دی جائے، حق تعالیٰ کا حکم ہوا إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا چنانچہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کلیدِ کعبہ ان کے حوالہ کی اور دیتے ہوئے یہ فرمایا خُذُوْهَا خَالِدَةً تَالِدَةً لو یہ تالیاں ہمیشہ کے لئے اور قدیم زمانہ سے تمہارے پاس رہی ہیں، چنانچہ آج تک کعبہ کے کلید بردار عثمان بن شیبہ حجبیؓ کی اولاد چلی آ رہی ہیں اور یہ لوگ حجبی کہلاتے ہیں، (۳) بعض علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ حکم ولاۃ اور حکام کو ہے،

Maktaba Tul Ishaat.com



(۴) بعضوں نے کہا ہے کہ اس کا تعلق تمام امانات سے ہے۔

**أَنَّهُ يُحَوَّلَ لِي ذَهَبًا يُمْكُثُ عِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا دِينَارًا أَرْصُدُهُ لِدَيْنٍ:** فرماتے ہیں کہ کوہ احد میرے لئے سونا بنادیا جائے تو مجھے یہ پسند نہیں کہ تین دن سے زیادہ اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس رکنے پائے، سوائے اس ایک دینار کے جس کو میں دین کی ادائیگی کے لئے تیار رکھوں، اس سے مصنف نے اپنا ترجمہ ثابت فرمایا ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے دینار دین کو تمام وجوہ خیر پر مقدم فرمایا ہے۔

**قُلْتُ وَإِنْ فَعَلَ كَذَا وَكَذَا قَالَ نَعَمْ:** یعنی وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ آپ نے فرمایا وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ۔

## (ص ۳۲۱) بَابُ اسْتِقْرَاضِ الْإِبِلِ

**۲۳۹۰. حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ ثَنَا شُعْبَةُ أَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بِمِنًى يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا تَقَاضَى رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَغْلَظَ لَهُ فَهَمَّ أَصْحَابُهُ فَقَالَ: دَعُوهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا وَاشْتَرُوا لَهُ بَعِيرًا فَأَعْطُوهُ إِيَّاهُ، قَالُوا: لَا نَجِدُ إِلَّا أَفْضَلَ مِنْ سِنِّهِ، قَالَ: اشْتَرُوهُ فَأَعْطُوهُ إِيَّاهُ؛ فَإِنَّ خَيْرَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً.**

**ترجمہ:** باب، اونٹ قرض لینے کا بیان۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اپنا حق طلب کیا اور سخت گفتگو کی، آپ کے صحابہؓ نے اس کو سبق سکھانا چاہا، آپ نے فرمایا کہ اس سے تعرض نہ کرو کیوں کہ حق والے کو بولنے کا حق ہوتا ہے اس کے لئے ایک اونٹ خریدو اور اس کو دے دو، صحابہؓ نے کہا کہ اس کے اونٹ سے بہتر ہی مل رہا ہے، آپ نے فرمایا کہ اسی کو خریدو اور دے دو کیوں کہ تم میں بہتر وہ ہیں جو حق ادا کرنے میں بہتر ہیں۔

**تشریح:** یہ باب اونٹ کے قرض لینے کے بیان میں ہے۔

مصنف نے اس ترجمۃ الباب سے استقراض حیوان کا مسئلہ بیان فرمایا ہے، یہ مسئلہ مختلف فیہ مسائل میں سے ہے، ائمۂ ثلاثہ جواز کے قائل ہیں، حضرات حنفیہ منع کرتے ہیں، یہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور عبدالرحمن بن سمرہؓ وغیرہ سے منقول ہے۔

مانعین کا استدلال أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً سے ہے جس کے متعلق

Maktaba Tul Ishaat.com



تفصیلی طور پر کتاب البیوع میں کلام گزر چکا ہے، اور استقراض حیوان کی روایات کی وہ حضرات تاویل وتوجیہ کرتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ قرض دراہم ودنانیر کے بدلے میں لیا گیا ہوگا اور پھر انہیں دراہم ودنانیر سے اونٹ خرید کر صاحبِ ابل کو دے دیا ہوگا۔

لیکن علامہ انور شاہ کشمیری کی رائے اس مسئلہ میں یہ ہے کہ اس طرح کے عقود فیما بین الناس اگر مفضی الی المنازعت نہ ہو تو جائز ہیں البتہ قاضی اس طرح کے عقود کو تسلیم نہیں کرے گا اور وہ رد کردے گا۔

اصل میں عقود دو طرح کے ہوتے ہیں، بعض بذات خود معصیت ہوا کرتے ہیں لہذا وہ مطلقاً جائز نہیں اور بعض عقود کی ذات میں کوئی معصیت نہیں ہوتی شارع علیہ الصلوۃ والسلام محض منازعت کی وجہ سے اس سے منع فرمادیتے ہیں، استقراض ابل اور اسی طرح سے بیع الحیوان بالحیوان نسیئۃ سے اسی واسطے منع کیا گیا ہے کہ اس میں منازعت اور جھگڑا ہوتا ہے، اب اگر کسی شخص نے کسی سے جانور قرض لیا اور یہ کہہ دیا کہ اس وقت تم مجھ کو ایک جذعہ دے دو میں تم کو ایک سال کے بعد ایک دوسرا جذعہ دے دوں گا، فریقین اگر راضی ہیں تو اس صورت میں کوئی حرج کی بات نہیں، گویا شاہ صاحب کی رائے یہ ہے کہ دیانۃً تو یہ معاملہ جائز ہے احناف کے اصول پر اور قضاءً جائز نہ ہونا چاہئے، قاضی اس کو تسلیم نہیں کرے گا۔

امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے جمہور علماء کی تائید فرمائی ہے۔

## (ص ۳۲۱) بَابُ حُسْنِ التَّقَاضِي

حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: مَاتَ رَجُلٌ فَقِيلَ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُولُ؟ قَالَ: كُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ فَأَتَجَوَّزُ عَنِ الْمُوسِرِ وَأُخَفِّفُ عَنِ الْمُعْسِرِ فَغُفِرَ لَهُ. قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ: سَمِعْتُهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ.

**ترجمہ:** باب، تقاضے میں نرمی کا بیان۔

**تشریح:** امام بخاری صاحبِ دین کو ادب سکھلاتے ہیں کہ دائن کو یہ چاہئے کہ تقاضہ کرنے میں ذرا اچھا طرز اختیار کرے، تقاضہ عنف اور شدت کے ساتھ نہ کرے، نرمی اور سہولت کے ساتھ کرے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**فَأَتَجَوَّزُ عَنِ الْمُوسِرِ:** میں موسر سے تجاوز کرتا تھا یعنی تقاضہ میں سہولت برتتا تھا اگر وہ ذرا گھٹیا قسم کے نقود دے دیتا تو اسے بھی لے لیتا تھا۔

**وَأُخَفِّفُ عَنِ الْمُعْسِرِ:** اور معسر سے میں تخفیف کرتا تھا یعنی اس کو مہلت دیتا تھا، یا مطلب یہ ہے کہ میں اس کو معاف کر دیتا یا کچھ حصہ معاف کر دیتا تھا۔

## (ص ۳۲۲) بَابُ هَلْ يُعْطَى أَكْبَرَ مِنْ سِنِّهِ

۲۳۹۱. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ ثَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ ﷺ يَتَقَاضَاهُ بَعِيرًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَعْطُوهُ، فَقَالُوا: مَا نَجِدُ إِلاَّ سِنًّا أَفْضَلَ مِنْ سِنِّهِ، قَالَ الرَّجُلُ: أَوْفَيْتَنِي أَوْفَاكَ اللهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَعْطُوهُ، فَإِنَّ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ أَحْسَنَهُمْ قَضَاءً.

**ترجمہ:** باب، قرض کے اونٹ سے زیادہ عمر کا اونٹ واپس کرنے کا بیان۔

**تشریح:** جیسا ابل ادھار لیا تھا کیا اس سے بڑے عمر کا ابل بدلے میں دے سکتا ہے؟ اگر زیادتی مشروط ہے تب تو بالاتفاق حرام ہے کیوں کہ یہ ربا ہے، اور اگر زیادتی مشروط نہیں ہے بلکہ اتفاق سے ایسی صورت پیش آگئی کہ لیا تھا مثلاً ابن مخاض اور موقع پر ابن مخاض نہیں ملا بلکہ ابن لبون مل رہا ہے اور معطی یعنی مدیون دینا چاہتا ہے تو اس صورت میں جمہور علماء فرماتے ہیں کہ ہاں دے سکتا ہے کوئی حرج کی بات نہیں ہے، امام مالک فرماتے ہیں کہ زیادتی کی دو قسمیں ہیں، ایک زیادتی فی الوصف اور دوسری زیادتی فی العدد، زیادتی فی الوصف میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، ابن مخاض کی جگہ ابن لبون دے دیا جائے مگر زیادتی فی العدد کی گنجائش نہیں ہے، مگر صاحب مغنی نے امام مالک کا مسلک جمہور کی طرح سے نقل فرمایا ہے۔

میرا بھی خیال یہی ہے کہ زیادتی فی العدد کا مسئلہ بالکل الگ ہے، یہاں زیادتی فی الوصف ہی کا مسئلہ چل رہا ہے کہ اونٹ کی عمروں کے اعتبار سے ان کے الگ الگ نام ہوا کرتے ہیں، ایک عمر کے اونٹ کا ایک نام ہوتا ہے اس سے آگے عمر ہو جائے تو دوسرا نام اس سے آگے ہو جائے تو تیسرا نام وھکذا چلتا ہے، اب اگر کسی نے کم سن والے اونٹ کو ادھار لیا اور دینے کے وقت وہ مل نہیں رہا اس سے اونچے سن وال مل رہا ہے تو بخاری کہتے ہیں کہ کیا دے

Maktaba Tul Ishaat.com



سکتا ہے؟ ترجمہ ھل کا ذکر کیا حالانکہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دے سکتا ہے، مصنف نے ترجمہ میں ھل محض اس وجہ سے ذکر فرمایا ہے کہ یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے اور وہ تفصیل وہی ہے کہ اگر بڑی عمر کی شرط ہے تو جائز نہیں کیوں کہ یہ زیادتی ربا بن جائے گی اور اگر مشروط نہیں ہے تو پھر اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ھل استفہامیہ ہو اور اس کا جواب یہ ہو کہ ہاں دے سکتا ہے کما دلّ علیه الحدیث۔

**مَانَجِدُ إِلَّا سِنًّا أَفْضَلَ مِنْ سِنِّهِ:** امام ابوداؤد نے اس مقام پر اہل لغت سے اسنانِ ابل کی تفصیل نقل فرمائی ہے کہ (۱) پہلے اونٹ کا بچہ حُوار کہلاتا ہے (۲) پھر فصیل، (۳) اس کے بعد جب ایک سال پورا کر کے دوسرے سال میں داخل ہو جائے تو ابن مخاض وبنت مخاض کہتے ہیں، (۴) دو سال پورے کر کے تیسرے میں داخل ہو جائے تو ابن لبون وبنت لبون کہتے ہیں، (۵) تین سال پورے کر کے چوتھے میں داخل ہو جائے تو حِقّ اور حقّہ کہتے ہیں، (۶) جب چار سال پورے کر کے پانچویں میں داخل ہو جائے تو جذع اور جذعہ کہتے ہیں، (۷) جب پانچ سال پورے کر کے چھٹے میں داخل ہو جائے تو اس کو ثنی یا ثنیہ کہا جاتا ہے، (۸) جب وہ چھ سال پورے کر کے ساتویں میں داخل ہو جائے تو اس کو رَباعی یا رَباعیہ کہا جاتا ہے اس لئے کہ اس کے رباعیتین ظاہر ہو جاتے ہیں، (۹) جب وہ سات سال پورے کر کے آٹھویں میں داخل ہو جائے تو اس کو سدید کہا جاتا ہے، (۱۰) جب وہ آٹھ سال پورے کر کے نویں میں داخل ہو جائے تو اس کو بازل کہتے ہیں، (۱۱) اگر دسویں میں داخل ہو جائے تو مُخلِف کہلاتا ہے، اس کے بعد کوئی نام نہیں، بلکہ پھر سالوں کے اعتبار سے نسبت کرتے ہیں بازل عام، بازل عامین، مخلف عام، مخلف عامین وغیرہ وغیرہ۔

**أَوْفَيْتَنِي أَوْفَاکَ اللهُ:** آپ نے مجھ کو پورا دیا اللہ آپ کو پورا عطا فرمائیں، اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول اس شخص نے اعطاء سے پہلے کہا تھا، لیکن جو حدیث اگلے باب میں آ رہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعطاء کے بعد کہا تھا، اب یہاں دو احتمال ہیں، ہو سکتا ہے کہ اس نے دو مرتبہ کہا ہو ایک مرتبہ أَوْفِنِي بمعنی الطلب کہا ہو أي أوفنی أوفاک اللہ اور دوسری مرتبہ بطور دعا کے کہا ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ تقدم وتاخر رواۃ کی طرف سے ہو، اصل میں اس نے دینے کے بعد ہی دعائیہ کلمہ کہا ہو أَوْفَيْتَنِي أَوْفَاکَ اللهُ۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۲۲) بَابُ حُسْنِ الْقَضَاءِ

۲۳۹۲. حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ سِنٌّ مِنَ الإِبِلِ، فَجَاءَهُ يَتَقَاضَاهُ، فَقَالَ ﷺ: أَعْطُوهُ، فَطَلَبُوا سِنَّهُ فَلَمْ يَجِدُوا لَهُ إِلاَّ سِنًّا فَوْقَهَا، فَقَالَ ﷺ: أَعْطُوهُ، فَقَالَ: أَوْفَيْتَنِي أَوْفَى اللهُ لَكَ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً.

۲۳۹۳. حَدَّثَنَا خَلاَّدٌ ثَنَا مِسْعَرٌ ثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ- قَالَ مِسْعَرٌ أُرَاهُ قَالَ: ضُحًى - فَقَالَ: صَلِّ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لِي عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَضَانِي وَزَادَنِي.

**ترجمہ:** باب، قرض اچھے طریقہ سے واپس کرنے کا بیان۔

حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث کا ترجمہ گزشتہ باب کے تحت گزر چکا ہے

حضرت جابرؓ کی حدیث کا ترجمہ باب الصلاۃ إذا قدم من سفر میں گزر چکا ہے

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ جیسے دائن کو یہ چاہئے کہ مطالبہ میں اچھا طرز اختیار کرے ایسے ہی مدیون کو بھی یہ چاہئے کہ دینے میں اچھا انداز اختیار کرے، جیسا لیا ہے ایسا پورا پورا حق ادا کرے بلکہ اس سے بھی ذرا جھلکتا ہوا دے، مگر بات وہی ہے کہ زیادتی مشروطہ نہ ہونی چاہئے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: یہ حدیث اسی سند سے ابواب المساجد میں ص ۶۳ پر گزر چکی ہے۔

## (ص ۳۲۲) بَابُ إِذَا قَضَى دُونَ حَقِّهِ أَوْ حَلَّلَهُ فَهُوَ جَائِزٌ

۲۳۹۴. حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَنَا عَبْدُ اللهِ أَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ ثَنِي ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ شَهِيدًا وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَاشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِي حُقُوقِهِمْ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ، فَسَأَلَهُمْ أَنْ يَقْبَلُوا ثَمَرَ حَائِطِي وَيُحَلِّلُوا أَبِي، فَأَبَوْا فَلَمْ يُعْطِهِمِ النَّبِيُّ ﷺ حَائِطِي وَقَالَ: سَنَغْدُو عَلَيْكَ، فَغَدَا عَلَيْنَا حِينَ أَصْبَحَ فَطَافَ بِالنَّخْلِ وَدَعَا فِي ثَمَرِهَا بِالْبَرَكَةِ، فَجَدَدْتُهَا فَقَضَيْتُهُمْ وَبَقِيَ لَنَا مِنْ ثَمَرِهَا.

**ترجمہ:** باب، اگر کوئی مدیون اصل قرض سے کم ادا کرے یا قرض خواہ پورا قرض معاف کر دے تو جائز ہے۔

حضرت جابرؓ کی حدیث کا ترجمہ باب الكيل على البائع والمعطی میں گزر چکا ہے

**تشریح:** اگر دائن کے حق سے کم دیا یا اس سے معافی کرالی تو یہ جائز ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



یہاں دو نسخے ہیں، ایک دُونَ حَقِّهٖ أَوْ حَلَّلَهٗ اور دوسرا نسخہ نسفی کا ہے دُونَ حَقِّهٖ وَ حَلَّلَهٗ، علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ یہی دوسرا نسخہ صحیح ہے اس لئے کہ بغیر صاحب حق کے تحلیل یعنی معاف کئے ہوئے اس کے حق سے کم دینا جائز ہی نہیں ہے تو أَوْ حَلَّلَهٗ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ لیکن حافظ ابن حجر اور علامہ ابن منیر وغیرہ فرماتے ہیں کہ متن میں جو نسخہ واقع ہوا ہے اس کی توجیہ یہ ہے دُونَ حَقِّهٖ أي بِرِضَا صَاحِبِ الحَقِّ، أَوْ حَلَّلَهٗ أي صَاحِبُ الدَّيْنِ جَمِيعَ الدَّيْنِ فَهُوَ جَائِزٌ، یعنی صاحب حق نے رضامندی سے اپنے حق سے کم لیا یا پورا دَین معاف کر دیا تو جائز ہے۔

تو یہاں دو صورتیں بیان کی گئی ہیں، لیکن اس توجیہ میں اشکال ہے کہ سارے دین کا جواز بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ یہ تو ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ اگر دائن مدیون کو معاف کر دے اس سے کوئی مطالبہ نہ کرے تو یہ جائز ہی نہیں بلکہ مندوب ہے، اس لئے میرے خیال میں تو حق ابن بطال کے ہاتھ میں ہے ویسے اللہ تعالیٰ أعلم بالصواب۔

**فَسَأَلَهُمْ أَنْ يَقْبَلُوا تَمْرَ حَائِطِي وَيُحَلِّلُوا أَبِي:** حضور نے غرماء سے یہ سوال کیا کہ وہ حضرت جابرؓ کے باغ کے جتنے پھل ہیں وہ لے لیں اور ان کے باپ کو معاف کر دیں، اس سے مصنف نے اپنا ترجمہ اخذ کیا ہے اس لئے کہ انداز سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے باغ کا پھل ان کے باپ کے دین سے کم تھا جب ہی تو حضور ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ باغ میں جتنا موجود ہے وہ لے لو اور باقی معاف کر دو، حضور کا یہ مطالبہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اگر صاحب الدین اپنا کچھ دین لے لے اور بقیہ معاف کر دے تو گنجائش ہے، اب ابن منیریوں کہتے ہیں کہ جب تحلیل البعض جائز ہے تو تحلیل الکل بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا۔

## (ص ۳۲۲) بَابُ إِذَا قَاصَّ أَوْ جَازَفَهُ فِي الدَّيْنِ تَمْرًا بِتَمْرٍ أَوْ غَيْرِهِ

۲۳۹۵. حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ ثَنَا أَنَسٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ عَلَيْهِ ثَلَاثِينَ وَسْقًا لِرَجُلٍ مِنَ الْيَهُودِ، فَاسْتَنْظَرَهُ جَابِرٌ فَأَبَى أَنْ يُنْظِرَهُ، فَكَلَّمَ جَابِرٌ رَسُولَ اللهِ ﷺ لِيَشْفَعَ لَهُ إِلَيْهِ، فَجَاءَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَكَلَّمَ الْيَهُودِيَّ لِيَأْخُذَ ثَمَرَ نَخْلِهِ بِالَّتِي لَهُ فَأَبَى، فَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ النَّخْلَ فَمَشَى فِيهَا ثُمَّ قَالَ لِجَابِرٍ: جُدَّ لَهُ فَأَوْفِ لَهُ الَّذِي لَهُ، فَجَدَّهُ بَعْدَ مَا رَجَعَ رَسُولُ

Maktaba Tul Ishaat.com



اللهِ ﷺ فَأَوْفَاهُ ثَلَاثِينَ وَسْقًا وَفَضَلَتْ لَهُ سَبْعَةَ عَشَرَ وَسْقًا، فَجَاءَ جَابِرٌ رَسُولَ اللهِ ﷺ لِيُخْبِرَهُ بِالَّذِي كَانَ فَوَجَدَهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَخْبَرَهُ بِالْفَضْلِ، فَقَالَ: أَخْبِرْ ذَاكَ ابْنَ الْخَطَّابِ، فَذَهَبَ جَابِرٌ إِلَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: لَقَدْ عَلِمْتُ حِينَ مَشَى فِيهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيُبَارَكَنَّ فِيهَا.

**ترجمہ:** باب، ایک قرض کو دوسرے قرض سے برابری کے ساتھ بے باق کرنے یا اندازے سے بے باق کرنے کا بیان، وہ قرض کھجور ہو یا کوئی دوسری چیز۔

روایت کا ترجمہ باب الكيل على البائع والمعطى میں گزر چکا

**تشریح:** یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ جب دین برابر سرابر دیا یا اندازے سے دے دیا تمر تمر کے بدلے میں یا کوئی اور پھل کے بدلے میں یا کوئی اناج کسی دوسرے اناج کے بدلے میں تو یہ جائز ہے۔

علامہ مہلب بن ابی صفرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ تمام امت کے اجماعی مسئلہ کے خلاف ہے اس لئے کہ یہ تو کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں کہ اگر آدمی کا کسی پر کوئی مقدار تمر کی ہے تو دوسرا اس کو اٹکل اور مجازفۃً دے دے اس لئے کہ اس میں ربا کا احتمال ہے اور اس میں جہل و غرر ہوتا ہے، البتہ یہ صورت جائز ہے کہ آخذ کو یہ معلوم ہو کہ جو دیا جا رہا ہے وہ اس کے حق سے کم ہے اور وہ اس پر راضی بھی ہو جائے تو اس صورت میں یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے کچھ تو لے لیا اور بقیہ کو معاف کر دیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری ایک اور بات بیان کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ایک صورت ہے معاوضات کی اور دوسری صورت ہے اداء دین کی۔

معاوضات میں اموال ربویہ میں مساوات مطلوب ہے، وہاں اٹکل پچو جائز نہیں، اور اداء دیون میں اگر یوں ہی مدیون دائن کو دے دیتا ہے مثلاً ایک ڈھیر لگا ہوا ہے کہ آپ یہ لے جائیے اور اتنے پر راضی ہو جائیے تو یہ جائز ہے یہ معاوضہ کی شکل نہیں ہوتی ہے اور اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ یہی جواب صحیح ہے، معاوضات میں تو مساوات مطلوب ہے، اور جہاں معاوضہ کی شکل نہیں ہے اداء الدیون کی شکل ہے وفاء دیون کی شکل ہے وہاں یہ گنجائش ہے، کسی پر ایک ہزار من گیہوں دین ہے اب ایک ڈھیر لگا ہوا ہے مدیون؛ صاحب الدین سے کہتا ہے کہ صاحب! آپ اپنے ہزار من گیہوں کے بدلے میں یہ ڈھیر لے لیں اور وہ راضی ہو جاتا ہے تو گنجائش ہے اور عام طور سے یہ وہیں ہوا کرتا ہے جہاں ڈھیر کم ہوتا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



وَفَضَلَتْ لَهُ سَبْعَةَ عَشَرَ وَسْقًا: سترہ وسق بچ رہے، آئندہ ص ۳۷۴ پر آرہا ہے وَفَضَلَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ وَسْقًا، ان میں کوئی تعارض نہیں، اصل میں ڈھیر بہت لگے ہوئے تھے بعض ڈھیر میں سے سترہ وسق بچ رہا اور بعض میں سے تیرہ وسق بچ رہا اور جس ڈھیر پر سرکار دو عالم ﷺ بیٹھے تھے حضرت جابرؓ کہتے ہیں كَأَنَّهَا لَمْ تَنْقُصْ تَمْرَةً وَاحِدَةً ایک تمر بھی اس میں سے کم نہیں ہوا۔

أَخْبِرْ ذٰلِكَ ابْنَ الْخَطَّابِ: اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کو دینِ جابر کے بارے میں بہت فکر تھا، یا یہ کہ یہودی کے فعل سے ان کو ناگواری بہت زیادہ ہوئی تھی اب جب انہیں یہ پتہ چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے دین ادا کرا دیا ہے تو وہ خوش ہو جائیں گے راضی ہو جائیں گے، یا اس لئے کہ ان کے ایمان میں اور زیادہ اضافہ ہو اور یہ یقین ہو کہ اللہ کے رسول برحق رسول ہیں اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے کمی میں بھی زیادتی ڈال دیتا ہے۔

## (ص ۳۲۲) بَابُ مَنِ اسْتَعَاذَ مِنَ الدَّيْنِ

۲۳۹۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَدْعُو فِي الصَّلَاةِ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ، فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ: مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيذُ مِنَ الْمَغْرَمِ، قَالَ: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ

**ترجمہ:** باب، قرض سے پناہ مانگنے کا بیان۔

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں یوں دعا مانگتے تھے اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں، کسی کہنے والے نے آپ سے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ قرض سے بہت زیادہ پناہ مانگتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ انسان مقروض ہونے کے بعد بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔

**تشریح:** امام بخاری ارشاد فرماتے ہیں کہ اگرچہ ادھار اور قرض لینا جائز اور مباح ہے لیکن یہ بات سمجھ لو کہ یہ ادھار بہت سے مفاسد کی طرف مفضی ہو جاتا ہے، آدمی کو جھوٹ بولنا پڑتا ہے جھوٹی قسمیں کھانی پڑتی ہیں وعدہ خلافی کرنے لگتا ہے اس لئے بس اس سے پناہ ہی چاہتے رہنا چاہیے۔

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ: اے اللہ میں پناہ چاہتا ہوں گناہ سے اور قرض داری سے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۲۳) بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى مَنْ تَرَكَ دَيْنًا

۲۳۹۷. حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ تَرَكَ مَالاً فَلِوَرَثَتِهِ، وَمَنْ تَرَكَ كَلاًّ فَإِلَيْنَا.

۲۳۹۸. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ ثَنَا أَبُو عَامِرٍ ثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلاَّ وَأَنَا أَوْلَى بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، اقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ ﴿ النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ﴾، فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ مَاتَ وَتَرَكَ مَالاً فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوا، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَلْيَأْتِنِي فَأَنَا مَوْلَاهُ.

**ترجمہ:** باب، جس نے اپنے پیچھے قرض چھوڑا ہو اس کی نماز جنازہ کا بیان۔

**تشریح:** اگر کوئی آدمی مدیون مرا ہو تو اس پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، سرکار دوعالم ﷺ ابتدائے امر میں مدیون کی نماز جنازہ نہیں پڑھا کرتے تھے فَإِنَّ صَاحِبَ الدَّيْنِ مَأْسُوْرٌ بِدَيْنِهِ حَتَّى يُقْضَى عَنْهُ دَيْنُهُ، لیکن جب اللہ نے فتوحات کی کثرت فرمادی تو پھر سرکار دوعالم ﷺ ان کی نماز جنازہ پڑھنے لگے اور اپنی طرف سے آپ ان کے دیون کی ادائیگی کا فکر فرماتے اور اگر چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر مرتے تھے تو ان بچوں کی بھی پرورش بیت المال سے کی جایا کرتی تھی۔

علامہ ابن منیر ارشاد فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ دَین سے جو استعاذہ اور پناہ چاہی گئی ہے وہ اس وجہ سے نہیں کہ ذاتِ دین میں کوئی فساد ہے بلکہ اس وجہ سے کہ دین پر بعض غوائل مرتب ہوتے ہیں جن کے خطرہ کی وجہ سے دین سے پناہ چاہی گئی ہے، چنانچہ دیکھو ابتدائے امر میں سرکار دو عالم ﷺ مدیون کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے، صاف فرما دیا المدیون مَأْسُوْرٌ بِدَيْنِهِ حَتَّى يُقْضَى عَنْهُ دَيْنُهُ مدیون اپنے دین میں مقید ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی طرف سے دین کو ادا کر دیا جائے۔

امام بخاری پر یہ سوال ہے کہ حضرت امام نے ترجمہ میں صلوۃ کا لفظ ذکر کیا ہے لیکن باب کی دونوں روایتوں میں صلوۃ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں یہ روایتیں مختصر ہیں ویسے مفصل طرق میں صلوۃ کا لفظ وارد ہوا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا فَإِلَيْنَا:** جو مال چھوڑے وہ تو اس کے ورثہ کا ہے اور جو کوئی اہل وعیال یا دین چھوڑے اس کی ادائیگی ہمارے ذمہ ہے۔

**كَلًّا:** بوجھ، اور بوجھ کی کیا چیز ہے؟ دین اور چھوٹے چھوٹے بال بچے۔

**مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَى بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ:** جو بھی مسلمان ہو میں خود اس سے بہت زیادہ تعلق رکھنے والا ہوں دنیا اور آخرت میں۔

**النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ:** پیغمبر خود مؤمنوں سے ان سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔

**فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوا:** اس کے ورثہ وارث ہوں گے۔

**وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَلْيَأْتِنِي فَأَنَا مَوْلَاهُ:** اور جو دین چھوڑے یا ضائع ہونے والے بال بچے چھوڑے تو میرے پاس آئے میں اس کا مولیٰ ہوں۔

## (ص ۳۲۳) بَابُ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ

**۲۳۹۹. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَخِي وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ.**

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ مال دار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مال دار کا حیلہ بہانہ کرنا ظلم ہے۔

**تشریح:** غنی آدمی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، یہ حدیث کا لفظ ہے اور جمہور علماء فرماتے ہیں کہ مطل الغنی یہ من قبیلۃ اضافۃ المصدر الی الفاعل ہے یعنی غنی آدمی باوجود غنیٰ کے دین کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرے تو یہ ظلم کی بات ہے، علماء نے لکھا ہے کہ ٹال مٹول کرنے کی وجہ سے آدمی مردود الشہادۃ ہو جاتا ہے۔

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ مفعول کی طرف اضافت ہے اور مطلب یہ ہے کہ غنی کو غنی سمجھ کر اس کا دین نہ دینا اور تاخیر کرنا ظلم کی بات ہے، بعض وقت غنی بھی بعض ایسی پریشانیوں میں گھر جاتا ہے کہ اس کو ضرورت پیش آجاتی ہے ھکذا قیل، والأول أرجح۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۲۳) بَابُ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالٌ

ويذكر عن النبي ﷺ أنه قال: لَيّ الواجد يُحل عِرضه وعقوبته. قال سفيان: عِرضه يقول: مطلتني، وعقوبته الحبس.

۲۴۰۰. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ يَتَقَاضَاهُ فَأَغْلَظَ لَهُ، فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ، فَقَالَ: دَعُوهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالاً.

**ترجمہ:** باب، حق والے کو بولنے کا حق ہوتا ہے، نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ وسعت والے کا ٹال مٹول کرنا اس کی سزا اور اس کی آبرو کو حلال کر دیتا ہے، حضرت سفیان ثوری نے بیان کیا کہ آبرو حلال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یوں کہے کہ تم نے میرے ساتھ ٹال مٹول کا معاملہ کیا اور سزا سے مراد قید کرنا ہے۔

**تشریح:** صاحبِ حق کو کہنے کا حق ہے اگر وہ کچھ باتیں سنائے تو مدیون کو سننا چاہئے۔

**وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ:** یہ روایت احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابو داؤد، نسائی اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں موصولاً روایت فرمائی ہے۔

**لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عُقُوبَتَهُ وَعِرْضَهُ:** لَيُّ، مطل کے معنی میں ہے، پھیرنا، ٹال مٹول کرنا۔ الْوَاجِدِ: پانے والا، غنی، غنی آدمی کا ٹال مٹول کرنا اس کی آبرو اور اس کی سزا کو مباح کر دیتا ہے، اس کی آبرو اور اس کی سزا کے مباح ہونے سے کیا مراد ہے؟ آگے اس کی شرح فرمادی قَالَ سُفْيَانُ عِرْضُهُ يَقُولُ مَطَلْتَنِي وَعُقُوبَتُهُ الْحَبْسُ، آبرو کے حلال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یوں کہے کہ تو نے تاخیر کی، تو نے ٹال مٹول کیا۔

اور عقوبت یہ ہے کہ اس کو قید کیا جاسکتا ہے، عقوبت کی جو تفسیر مصنف نے سفیان سے نقل فرمائی ہے بعینہ یہی تفسیر عبد اللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح سے منقول ہے، ائمہ اربعہ ارشاد فرماتے ہیں کہ دین کی وجہ سے مدیون کو قید کرنا حبس کرنا جائز ہے، لیکن لیث بن سعد، عمر بن عبد العزیز اور عبد اللہ بن جعفر فرماتے ہیں کہ اس کا مال اس کے غرماء میں تقسیم کر دیا جائے گا اور اس کو قید نہیں کیا جائے گا۔

**فَأَغْلَظَ لَهُ:** حضور کی خدمت میں ایک آدمی تقاضہ کرنے آیا اور سخت کلامی اور درشتی سے پیش آیا، صحابہ کرامؓ نے اس کو ادب سکھانا چاہا اور تادیب کرنی چاہی آپ نے فرمایا کہ چھوڑ دو، صاحبِ حق کو کہنے کا حق ہوتا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



# (ص ۳۲۳) بَابُ إِذَا وَجَدَ مَالَهُ عِنْدَ مُفْلِسٍ

## فِي الْبَيْعِ وَالْقَرْضِ وَالْوَدِيعَةِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ

وقال الحسن: إذا أفلس وتبين لم يجز عتقه ولا بيعه ولا شراؤه. وقال سعيد بن المسيب: قضى عثمان من اقتضى من حقه قبل أن يفلس فهو له، ومن عرف متاعه بعينه فهو أحق به.

۲۴۰۱. حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ ثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ هِشَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: - أَوْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ - مَنْ أَدْرَكَ مَالَهُ بِعَيْنِهِ عِنْدَ رَجُلٍ - أَوْ إِنْسَانٍ - قَدْ أَفْلَسَ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ.

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: هَذَا الْإِسْنَادُ كُلُّهُمْ كَانُوا عَلَى الْقَضَاءِ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَأَبُو هُرَيْرَةَ كَانُوا كُلُّهُمْ عَلَى الْمَدِينَةِ.

**ترجمہ:** باب، اگر کوئی شخص کسی مفلس کے پاس اپنا مال پائے خواہ وہ مال بیع سے متعلق ہو یا قرض سے یا ودیعت سے تو وہ شخص اس چیز کا زیادہ حقدار ہے۔

حضرت حسن نے فرمایا کہ جب کوئی شخص مفلس ہو جائے اور اس کا افلاس ظاہر ہو جائے تو اس کا غلام کو آزاد کرنا، بیچنا اور خریدنا جائز نہیں، حضرت سعید بن مسیب نے فرمایا کہ حضرت عثمانؓ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ جو شخص مقروض کے مفلس قرار دیئے جانے سے قبل اپنا حق لے لے تو وہ اسی کا ہوگا، جو شخص اپنا سامان بعینہ پہچان لے تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بعینہ اپنا مال کسی ایسے شخص کے پاس پائے جو دیوالیہ ہو گیا ہو تو وہ دوسرے کے مقابلہ میں اس کا زیادہ حقدار ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس سند کے تمام رواۃ مدینہ میں قضاء کے عہدے پر تھے۔ یحیٰ بن سعید، ابو بکر بن محمد، عمر بن عبد العزیز، ابو بکر بن عبد الرحمن، حضرت ابو ہریرہؓ۔

**تشریح:** یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا مال بعینہ کسی مفلس کے پاس پالیا چاہے معاملہ بیع میں ہو یا قرض میں ہو یا ودیعت میں ہو تو وہ اس مال کا زیادہ حقدار ہے۔

امام بخاری نے اس باب میں کئی مسائل جمع کر دیئے ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com



(۱) ایک صورت ہے بیع کی کہ ایک آدمی نے ایک سامان ایک شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور قیمت ادا نہیں کی اس کے بعد مشتری مفلس ہو گیا اب وہ سامان علی حالہ موجود ہے تو آیا بائع وہ سامان لے سکتا ہے یا وہ سامان میں باقی غرماء کے ساتھ علی قدر الحصص شریک ہوگا؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، حضرات ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ وہ اپنا بعینہ سامان لے سکتا ہے، اسی کو امام بخاری نے بھی اختیار فرمایا ہے، حضرات حنفیہ اور ان کے اصحاب فرماتے ہیں هُوَ أُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ وہ غرماء کے برابر حقدار ہوگا اب وہ مال اس کا نہیں رہا، ضمانِ مشتری میں پہنچ چکا ہے حتی کہ اگر مشتری کے پاس ہلاک ہو جاتا تو مشتری کا مال ہلاک ہوتا بائع کا مال ہلاک نہ ہوتا۔

جمہور علماء دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا مَنْ أَدْرَكَ مَالَهُ بِعَيْنِهِ عِنْدَ رَجُلٍ أَوْ إِنْسَانٍ قَدْ أَفْلَسَ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ جس نے اپنا بعینہ مال کسی انسان کے پاس پالیا جو مفلس ہو چکا ہے تو وہ اس مال کا اس کے غیر سے زیادہ حقدار ہے، امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ مال اس کا کہاں ہے؟ یہ تو مشتری کا مال ہے اس نے خریدا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر ضائع ہو جاتا ہے تو مشتری کا مال ضائع سمجھا جاتا ہے، بلکہ یہ حدیث پاک عواری اور ودائع پر محمول ہے، اگر کسی کی ودیعت کسی کے پاس رکھی ہوئی ہو تو اس وقت ودیعت میں غرماء کا کوئی حق نہیں صاحب الودیعة فهو أحق به، اور اگر کسی نے کسی سے کوئی چیز عاریت لی ہے تو وہ شَئٍ مستعار اس عاریت دینے والے کی ہے، غرماء کو اس میں کوئی حق نہیں پہنچتا ہے۔

لیکن اس توجیہ پر یہ اشکال پیش آتا ہے کہ مسلم شریف میں بیع کی صاف تصریح وارد ہوئی ہے أَنَّهُ لِصَاحِبِهِ الَّذِي بَاعَهُ جس نے بیچا تھا اس کی ہے وہ چیز، إذا جاء نهر الله بطل نهر المعقل، لہذا طحاوی کی توجیہ بالکل ہوا ہو گئی اور اس کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہی۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ احکام دو طرح کے ہیں، بعض کا تعلق دیانت سے ہوتا ہے اور بعض کا تعلق قضاء سے، سرکار دوعالم ﷺ نے دونوں ہی طرح کے احکام بیان فرمائے ہیں، یہاں پر جو حکم بیان فرمایا ہے اس کا تعلق دیانت سے ہے قضاء سے نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ اب مشتری صاحب کو یہ چاہئے کہ چپکے سے وہ چیز بائع کے یہاں پہنچا دے، باقی اگر قاضی کو پتہ چلے گا اور قاضی کے یہاں سارا معاملہ پہنچ جائے گا تو قاضی یہ کہے گا کہ یہ سامان مشتری کا ہے، یہ حضرت شاہ صاحب نے توجیہ فرمائی ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



مگر امام بخاری بہت ہی ذہین معلوم ہوتے ہیں، انہوں نے یہ کیا کہ روایت نقل کرنے کے بعد یہ کہہ دیا هذا الإسناد كلهم كانوا على القضاء، يحى بن سعيد وأبو بكر بن محمد وعمر بن عبد العزيز وأبو بكر بن عبد الرحمن وأبو هريرة كانوا كلهم على المدينة، یہ سارے کے سارے رواۃ قاضی تھے اور یہ روایت نقل کر رہے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے اس کو قضاء پر محمول کیا ہے۔

لیکن شاہ صاحب کی توجیہ کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک ہی حدیث ہوتی ہے اس میں مجتہدین میں نظریاتی اختلاف ہوتا ہے، ایک مجتہد بعض وجوہ سے اس کے کچھ معنی سمجھتا ہے اور دوسرا بعض وجوہ سے اس کے کچھ معنی سمجھتا ہے، اب ہوسکتا ہے کہ ان رواۃ نے اس کو قضاء پر محمول کیا ہو اور دوسرا آدمی آتا ہے اور وہ دیانت پر محمول کرتا ہے۔

(۲) دوسرا مسئلہ مصنف نے قرض کا ذکر کیا ہے کہ اگر کسی آدمی نے کسی سے روپے قرض لئے اور اس کے بعد وہ مفلس ہو گیا لیکن وہ روپے علیٰ حالہ موجود ہیں تو اس صورت میں وہ روپے کس کے ہیں؟ امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہیں کہ قرض دینے والا اس کا زیادہ حقدار ہے، یہی امام بخاری کی رائے ہے، حنفیہ اور مالکیہ فرماتے ہیں هُوَ أُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ۔

(۳) تیسرا مسئلہ مصنف نے ودیعت کا ذکر کیا ہے کہ اگر کسی نے کسی کے پاس ودیعت رکھی اور پھر مستودع فقیر اور مفلس ہو گیا تو یہ ودیعت مودع کے پاس پہنچے گی وہ اس کا زیادہ حقدار ہے، یہ مسئلہ اجماعیہ ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ إِذَا أَفْلَسَ وَتَبَيَّنَ لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ: اگر کوئی آدمی مفلس ہو جائے اور اس کا افلاس ظاہر ہو جائے، (اس کے افلاس کے ظاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حاکم کے پاس اس کا افلاس پہنچ جائے اور حاکم اس کا لوگوں سے اظہار کردے کہ یہ مفلس ہو گیا ہے) تو اس کا عتق جائز نہیں، تبین کے بعد اس کا عتق جائز نہیں، معلوم ہوا کہ قبل التبین جائز ہے، قبل التبین اور حاکم کے حجر اور پابندی عائد کرنے سے پہلے باتفاق ائمہ اربعہ اس کے تمام تصرفات معتبر ہیں، اور ابن قدامہ فرماتے ہیں لَا نَعْلَمُ أَحَدًا خَالَفَهُمْ۔

رہا تبین کے بعد اس کے تصرفات جائز ہیں یا نہیں؟ امام مالک، امام احمد اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ نہ اس کا عتق جائز ہے نہ اس کی بیع اور نہ اس کا شراء، لیکن امام احمد سے ایک روایت یہ منقول ہے کہ اس کا عتق نافذ ہو جائے گا، یہی قاضی ابویوسف، محمد بن حسن کا مسلک ہے اور غالباً وہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عتق تصرفاتِ لازمہ

Maktaba Tul Ishaat.com



میں سے ہے لہذا اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

**وَلَا بَيْعُهُ وَلَا شِرَاؤُهُ:** اور اس کی بیع اور اس کا شراء جائز نہیں، جمہور علماء کا یہی مسلک ہے، البتہ بیع لوفاء الدین جمہور علماء کے یہاں جائز ہے مثلاً وہ اپنا دین ادا کرنے کے لئے اپنا سامان بیچتا ہے تو جمہور فرماتے ہیں کہ جائز ہے، امام شافعی سے منقول ہے کہ اس میں بھی توقف کیا جائے گا حاکم کی اجازت کی ضرورت پڑے گی۔

**قَضَى عُثْمَانُ مَنِ اقْتَضَى مِنْ حَقِّهِ قَبْلَ أَنْ يُفْلِسَ فَهُوَ لَهُ:** حضرت عثمانؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ جس شخص نے اپنا حق مدیون کے مفلس ہونے سے پہلے وصول کر لیا تو وہ اس کا ہے اور جس نے اپنا سامان بعینہ پہچان لیا تو وہ اس کا حقدار ہے یعنی افلاس کے بعد۔

## (ص ۳۲۳) بَابُ مَنْ أَخَّرَ الْغَرِيمَ إِلَى الْغَدِ أَوْ نَحْوِهِ وَلَمْ يَرَ ذَلِكَ مَطْلًا

وقال جابر: اشتدّ الغرماء في حقوقهم في دينِ أبي فسألهم النبيُّ ﷺ أن يقبلوا ثمرَ حائطي فأبوا فلم يعطهم الحائط ولم يكسره لهم، قال سأغدو عليك غدا، فغدا علينا حين أصبح فدعا في ثمرها بالبركة فقضيتهم.

**ترجمہ:** باب، دائن کے دین کی ادائیگی کو کل یا پرسوں تک مؤخر کرنا ٹال مٹول نہیں ہے۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ مطل ایک عرفی چیز ہے ایک دو دن کی تاخیر کا نام مطل نہیں۔

**سَأَغْدُو عَلَيْكَ غَدًا:** حضور ﷺ نے دائنین کا حق ان کے مطالبہ کے دن نہیں دیا بلکہ یوں فرمایا کہ کل میں آؤں گا اور اس کے بعد پھر دینا، ایک دن تاخیر کر دی معلوم ہوا کہ ایک دو دن کی تاخیر مطل اور ٹال مٹول نہیں کہلاتی ہے۔

## (ص ۳۲۳) بَابُ مَنْ بَاعَ مَالَ الْمُفْلِسِ أَوِ الْمُعْدِمِ فَقَسَمَهُ بَيْنَ الْغُرَمَاءِ أَوْ أَعْطَاهُ حَتَّى يُنْفِقَ عَلَى نَفْسِهِ

۲۴۰۲. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ ثَنَا عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ

Maktaba Tul Ishaat.com



**قَالَ: أَعْتَقَ رَجُلٌ مِنَّا غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي؟ فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ فَأَخَذَ ثَمَنَهُ فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ.**

**ترجمہ:** باب، مفلس اور محتاج کے مال کو بیچ کر قرض خواہوں میں تقسیم کرنے اور خود اس کو اپنے اوپر خرچ کرنے کے لئے دینے کا بیان۔

**تشریح:** حاکم کو مفلس کا مال فروخت کرنے کا حق حاصل ہے، پھر آیا حاکم مفلس کا مال فروخت کر کے دائنین کو تقسیم کر سکتا ہے یا نہیں؟ ائمۂ ثلاثہ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ حاکم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مال فروخت کر کے دائنین کو تقسیم کر دے، امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ حاکم کو یہ حق نہیں پہنچتا ہے ہاں حاکم کو یہ حق ضرور پہنچتا ہے کہ مدیون کو قید کر دے اور اس سے یہ کہے کہ تو اپنا مال فروخت کر کے دین ادا کر۔

امام بخاری نے اس مسئلہ میں جمہور علماء کی موافقت فرمائی ہے۔

امام بخاری نے اس ترجمہ میں دو جزء ذکر کئے ہیں، پہلا جزء یہ ہے کہ حاکم مفلس کا مال فروخت کر کے غرماء کو ادا کر سکتا ہے، دوسرا جزء یہ ہے کہ حاکم مُعدِم یعنی فقیر کا مال بیچ کر اسکو دے تاکہ وہ اسے اپنے اوپر خرچ کرے، دوسرا مسئلہ اجماعی ہے اور روایت الباب سے ثابت ہوتا ہے لیکن پہلے مسئلہ کا روایت الباب میں کوئی ذکر نہیں۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ حدیث میں کہیں بھی یہ وارد نہیں کہ جس نے غلام کو مدبر بنا دیا تھا اس پر دین تھا، اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں، علامہ ابن منیر نے یہ جواب دیا ہے کہ محتمل تو ہے ہی، ہو سکتا ہے کہ وہ مدیون ہو اور امام بخاری کا طرز ہے استدلال بکل المحتمل، اور مزید یہ ہے کہ نسائی شریف میں یہ تصریح وارد ہوئی ہے کہ اس کے اوپر دین تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ جب انسان کے اپنے ذاتی حق کیلئے اس کے مال کی فروختگی جائز ہے تو دوسروں کا حق جو اس پر واجب ہے اس کی ادائیگی کے لئے بدرجۂ اولیٰ اس کے مال کو فروخت کرنا جائز ہو گا۔

**أَوِ الْمُعْدِمِ:** فقیر آدمی۔

**أَوْ أَعْطَاهُ حَتَّى يُنْفِقَ عَلَى نَفْسِهِ:** اگر کوئی آدمی فقیر اور مفلس ہو اور اس کے پاس کچھ سامان ہو تو مفلس اور فقیر کا مال فروخت کیا جائے گا تاکہ وہ اپنے نفس پر اور جس کا اس پر نفقہ واجب ہے اس پر خرچ کرے، ائمۂ اربعہ کا یہی مسلک ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۲۳) بَابُ إِذَا أَقْرَضَهُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى أَوْ أَجَّلَهُ فِي الْبَيْعِ

وقال ابن عمر في القرض إلى أجل: لا بأس به وإن أعطي أفضل من دراهمه ما لم يشترط.

وقال عطاء وعمرو بن دينار: هو إلى أجله في القرض.

۲۴۰۳. وَقَالَ اللَّيْثُ: ثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلاً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يُسْلِفَهُ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ.

**ترجمہ:** باب، مقررہ میعاد تک کے لئے قرض دینے یا ادھار بیع کرنے کا بیان۔

حضرت ابن عمرؓ نے قرض کے بارے میں فرمایا کہ مقررہ میعاد تک دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، اور اگر کسی قرض دہندہ کو واپسی میں اپنے دراہم سے بہتر دیئے جائیں تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں جب تک کہ اس کی شرط نہ لگائے، حضرت عطاء اور عمرو بن دینار نے فرمایا کہ قرض میں میعاد کی پابندی لازم ہوگی۔

**تشریح:** اگر کسی نے قرض دیا اور قرض کی وصولیابی کی ایک مدت مقرر کردی کہ ایک مہینہ کے بعد لوں گا تو آیا یہ اجل لازم ہو جائے گی کہ اس سے پہلے وصولی کا مطالبہ نہ کرے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، ائمۂ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ اجل لازم نہیں ہوگی مُقرِض جب چاہے مطالبہ کر سکتا ہے، امام مالک فرماتے ہیں کہ قبل حلول الاجل جائز نہیں اس کو اجل کی پابندی کرنی پڑے گی بظاہر امام بخاری کا رجحان یہی ہے۔

دوسرا مسئلہ امام بخاری نے یہ بیان کیا ہے أَوْ أَجَّلَهُ فِي الْبَيْعِ، بیع میں اجل مقرر کردی، یعنی آدمی نے کسی سے اپنا سامان فروخت کیا اور اس کو مہلت دے دی کہ تم ایک مہینہ پر میرا دام دے سکتے ہو، اس صورت میں بیع بھی جائز ہے بالاتفاق اور اجل بھی لازم ہے بالاتفاق، بائع کو اس سے پہلے مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے۔

**قَالَ ابْنُ عُمَرَ فِي الْقَرْضِ إِلَى أَجَلٍ: لَا بَأْسَ بِهِ إلخ:** قرض میں اجل بھی مقرر کی جاسکتی ہے، اور جو دراہم قرض میں دیئے گئے ہیں اس سے بہتر دیئے جائیں تو دیا جاسکتا ہے بشرطیکہ یہ مشروط نہ ہو، مشروط شکل جائز نہیں اس لئے کہ مشروط ہونے کی صورت میں زیادتی ربا اور سود بن جائے گی۔

**وَقَالَ عَطَاءٌ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ هُوَ إِلَى أَجَلِهِ فِي الْقَرْضِ:** عطاء اور عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ اگر قرض کی کوئی مدت مقرر کی گئی ہے تو مُقرِض کو مدت سے پہلے مطالبہ کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے، میں ابھی بتلا چکا کہ

Maktaba Tul Ishaat.com



امام مالک کا یہی مسلک ہے اور امام بخاری کا رجحان بھی یہی ہے، لیکن جمہور علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ قرض میں اجل لازم نہیں ہوتی ہے لہذا مُقرِض جب چاہے مطالبہ کر سکتا ہے، البتہ حنفیہ فرماتے ہیں کہ دیانۃً اس کو قبل الوقت مطالبہ نہ کرنا چاہئے، جب آپ نے مہلت دی تو اب آپ کو رعایت کرنی چاہئے اور اس کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ: یہ حدیث ابواب کفالت میں مفصل طور پر گزر چکی ہے۔

## (ص ۳۲۴) بَابُ الشَّفَاعَةِ فِي وَضْعِ الدَّيْنِ

۲۴۰۴. حَدَّثَنَا مُوسَى ثَنِي أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ عَامِرٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: أُصِيبَ عَبْدُ اللهِ وَتَرَكَ عِيَالاً وَدَيْنًا، فَطَلَبْتُ إِلَى أَصْحَابِ الدَّيْنِ أَنْ يَضَعُوا بَعْضًا مِنْ دَيْنِهِ فَأَبَوْا، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَاسْتَشْفَعْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا، فَقَالَ: صَنِّفْ تَمْرَكَ كُلَّ شَيْءٍ مِنْهُ عَلَى حِدَةٍ عَذْقَ ابْنِ زَيْدٍ عَلَى حِدَةٍ، وَاللِّينَ عَلَى حِدَةٍ، وَالْعَجْوَةَ عَلَى حِدَةٍ، ثُمَّ أَحْضِرْهُمْ حَتَّى آتِيَكَ فَفَعَلْتُ، ثُمَّ جَاءَ ﷺ فَقَعَدَ عَلَيْهِ وَكَالَ لِكُلِّ رَجُلٍ حَتَّى اسْتَوْفَى، وَبَقِيَ التَّمْرُ كَمَا هُوَ كَأَنَّهُ لَمْ يُمَسَّ.

۲۴۰۵. وَغَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى نَاضِحٍ لَنَا فَأَزْحَفَ الْجَمَلُ فَتَخَلَّفَ عَلَيَّ، فَوَكَزَهُ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ خَلْفِهِ، قَالَ: بِعْنِيهِ وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَلَمَّا دَنَوْنَا اسْتَأْذَنْتُ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ، قَالَ ﷺ: فَمَا تَزَوَّجْتَ بِكْرًا أَوْ ثَيِّبًا؟ قُلْتُ: ثَيِّبًا، أُصِيبَ عَبْدُ اللهِ وَتَرَكَ جَوَارِيَ صِغَارًا فَتَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا تُعَلِّمُهُنَّ وَتُؤَدِّبُهُنَّ، ثُمَّ قَالَ: ائْتِ أَهْلَكَ، فَقَدِمْتُ فَأَخْبَرْتُ خَالِي بِبَيْعِ الْجَمَلِ فَلَامَنِي، فَأَخْبَرْتُهُ بِإِعْيَاءِ الْجَمَلِ وَبِالَّذِي كَانَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَوَكْزِهِ إِيَّاهُ، فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ غَدَوْتُ إِلَيْهِ بِالْجَمَلِ فَأَعْطَانِي ثَمَنَ الْجَمَلِ وَالْجَمَلَ وَسَهْمِي مَعَ الْقَوْمِ.

**ترجمہ:** باب، قرض میں تخفیف کی سفارش کرنے کا بیان۔

پہلی روایت کا ترجمہ باب الکیل علی البائع والمعطی میں گزر چکا

دوسری روایت کا ترجمہ باب الجمعة فی القری والمدن میں گزر چکا

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ اگر مدیون مجبور ہو، پریشان ہو اور کوئی دائن سے اس کی سفارش کردے کہ اس کا دین ساقط کردو تو سنت میں اس کی اصل موجود ہے، یا یوں کہئے کہ امام بخاری اس کا استحباب بیان

Maktaba Tul Ishaat.com



کرنا چاہتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ یہ چیز حالات کے اعتبار سے منقسم ہوتی ہے، مدیون کا جیسا حال ہو ویسے ہی اس کے اعتبار سے سفارش حکم رکھتی ہے، اگر واقع میں مدیون بہت پریشان ہے اور ادائیگی کی کوئی شکل نہیں ہے تو اس صورت میں اس کے لئے سفارش کرنا زیادہ مستحب ہے۔

**صَنِّفْ تَمْرَکَ کُلَّ شَيْءٍ مِنْهُ عَلٰى حِدَتِهٖ:** حضور نے فرمایا کہ تم اپنی کھجوروں کی ہر صنف کو الگ الگ جمع کر دو، عذق ابن زید ایک مخصوص کھجور ہے اس کو الگ کر دو اور لین ایک الگ کھجور ہے اس کو الگ کر دو اور عجوہ الگ رکھ دو، امام نووی نے لکھا ہے کہ تمور مدینہ ایک سو بیس (۱۲۰) قسم کی ہیں اور حافظ ابن حجر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔

**ثُمَّ أَحْضِرْهُمْ حَتّٰى آتِيَکَ:** پھر انہیں بلا لینا میں آؤں گا۔

**فَقَعَدَ عَلَيْهِ:** حضور ﷺ بیٹھ گئے، دوسری روایت میں یہ وارد ہے کہ جو سب سے بڑا ڈھیر تھا اس پر آپ آکر بیٹھ گئے اور حضرت جابرؓ سے فرمایا کِلْ ان کو ناپ ناپ کر دے دو چنانچہ ناپ کر دینے لگے، فرماتے ہیں کہ جس ڈھیر پر سرکار دو عالم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے وہ علی حالہا باقی رہا وَبَقِيَ التَّمْرُ كَمَا هُوَ كَأَنَّهٗ لَمْ يُمَسَّ گویا کہ چھویا نہیں گیا، اور یہ جو بعض روایات میں وارد ہوا ہے فَضَلَتْ لَهٗ سَبْعَةَ عَشَرَ وَسْقًا اور بعض میں ہے ثلاثة عشر وسقا میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ بظاہر یہ دوسرے ڈھیروں کے متعلق ہے جن پر سرکار دو عالم ﷺ نہیں بیٹھے تھے۔

**وَغَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ:** یہ غزوۂ ذات الرقاع سن ۴ھ کا واقعہ ہے۔

**فَتَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا تُعَلِّمُهُنَّ وَتُؤَدِّبُهُنَّ:** حضور! میں نے ایک شادی شدہ عورت سے جس کا زوج مر چکا ہے نکاح کیا ہے کیوں کہ میرے والد نے چھوٹی چھوٹی بچیاں چھوڑی تھیں تو میں نے یہ سوچا کہ ثیبہ آئے گی تو ادب یافتہ ہوگی وہ ان کو آکر تادیب کرے گی تعلیم کرے گی سکھائے گی۔

**فَأَخْبَرْتُ خَالِي بِبَيْعِ الْجَمَلِ:** میں نے اپنے ماموں کو خبر دی کہ میں نے اونٹ بیچ دیا انہوں نے مجھے ملامت کی۔

**فَأَخْبَرْتُهٗ بِإِعْيَاءِ الْجَمَلِ:** میں نے ان کو بتلایا کہ جمل تو بالکل عاجز ہو چکا تھا چل ہی نہیں سکتا تھا مگر سرکار دو عالم ﷺ کے مارنے کی وجہ سے اس میں قوت آگئی اور وہ چلنے لگا۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**فَأَعْطَانِي ثَمَنَ الْجَمَلِ وَالْجَمَلَ:** ثمنِ جمل بھی دیا اور اونٹ بھی دیا، وَسَهْمِي مَعَ الْقَوْمِ اور قوم کے ساتھ برابر کا حصہ بھی عطا فرمایا، یہاں تین چیزیں ذکر کی گئی ہیں ایک چوتھی چیز اس میں مذکور نہیں ہے کہ حضرت بلالؓ سے فرمایا تھا أعطه ثمن الجمل وزده ثمنِ جمل بھی دے دینا اور اس پر مزید اضافہ بھی کر دینا، روایات میں وارد ہے کہ ایک قیراط کا اضافہ کیا تھا۔

## (ص ۳۲۴) بَاب مَا يُنْهَى عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ

وقول الله تعالى ﴿وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ ٱلْفَسَادَ﴾ و﴿لَا يُصْلِحُ عَمَلَ ٱلْمُفْسِدِينَ﴾ وقال: ﴿أَصَلَوٰتُكَ تَأْمُرُكَ أَن نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ ءَابَآؤُنَآ أَوْ أَن نَّفْعَلَ فِيٓ أَمْوَٰلِنَا مَا نَشَٰٓؤُاْ﴾ وقال: ﴿وَلَا تُؤْتُواْ ٱلسُّفَهَآءَ أَمْوَٰلَكُمُ﴾ والحجر في ذلك، وما ينهى عن الخداع.

۲۴۰۶. حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنِّي أُخْدَعُ فِي الْبُيُوعِ فَقَالَ: إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ، فَكَانَ الرَّجُلُ يَقُولُهُ.

۲۴۰۷. حَدَّثَنَا عُثْمَانُ ثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ وَرَّادٍ مَوْلَى الْمُغِيرَةِ عَنِ الْمُغِيرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعًا وَهَاتِ، وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ مال ضائع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا" نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کے عمل کو ٹھیک نہیں کرتا" سورۂ ہود میں ہے "کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم ان بتوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا پوجا کرتے تھے یا اس بات سے منع کرتی ہے کہ ہم اپنے مال میں وہ تصرف کریں جو ہم چاہیں؟ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "بے وقوفوں کو ان کے مال مت دو، نیز کم عقل پر تصرفات کی پابندی کا بیان اور بیع میں دھوکہ دہی کی ممانعت کا بیان۔

حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے بیع میں دھوکہ ہو جاتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم بیع کرو تو یہ کہہ دیا کرو کہ دھوکے کا کام نہیں تو وہ شخص یہی الفاظ کہتا تھا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر یہ باتیں حرام کی ہیں

Maktaba Tul Ishaat.com



اپنی ماؤں کی نافرمانی کرنا، لڑکیوں کو زندہ در گور کرنا، اپنا مال دوسروں کو نہ دینا اور دوسروں کا مال مانگنا، اور ناپسند کیا ہے تمہارے لئے بکواس کو، سوال کی کثرت کو اور مال ضائع کرنے کو۔

**تشریح:** اضاعتِ مال ممنوع ہے، اور بے ضرورت جگہوں پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔

**وَقَالَ: أَصَلٰوتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا الآية:** اللہ میاں نے ارشاد فرمایا کہ قوم شعیب نے حضرت شعیبؑ سے کہا تھا کہ کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم ان کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے آباء پرستش کرتے تھے؟ یا ہم اپنے اموال میں اپنے اختیار سے تصرف کریں؟ اس سے منع کرتے ہو۔

اصل میں یہ اپنے اموال میں افساد کرتے تھے بے ضرورت خرچ کرتے تھے، حضرت شعیب علیہ الصلوۃ والسلام انہیں یہ فرماتے تھے کہ تم ضرورت کے مواقع میں خرچ کرو، اسراف نہ کرو، اپنے اموال کو ضائع نہ کرو، حق تعالیٰ شانہ نے ان کفار کے کلام کو ذکر فرمایا ہے اور اس کے قائلین کی اللہ تعالیٰ نے تنقید کی ہے ان کے قول کو ناپسندیدگی کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مال کو ضائع کرنا نگاہ شارع میں جائز نہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے یہ آیت محض اس لئے ذکر کی ہے کہ یہ کفار کا مقولہ ہے لیکن اس وجہ سے نہیں کہ وہ کافر ہیں بلکہ اس وجہ سے کہ وہ عقلاء ہیں یہ عقلاء کا قول ہے اس لئے ذکر فرمایا ہے۔

یہ کلام بالکل غلط ہے شاہ صاحب نے بظاہر تو کہا نہیں ہوگا اور اگر کہا ہو تو انسان سے غلطی ممکن ہے یا پھر جامع کو غلطی ہوئی ہے، امام بخاری نے کفار کے قول سے بحیثیت عقلاء ہونے کے استدلال نہیں کیا ہے بلکہ استدلال اس طور پر ہے کہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے ان کافروں کے قول کو ذکر کرکے ان پر اعتراض کیا ہے، ناپسندیدگی کے انداز میں اس قول کو ذکر فرمایا ہے۔

**وَالْحَجْرِ فِي ذٰلِكَ:** اور اس میں پابندی عائد کی جاسکتی ہے، اس مسئلہ کی طرف ابھی میں اشارہ کر آیا ہوں، حجر کہتے ہیں پابندی عائد کرنے کو، حاکم کو یہ حق پہنچتا ہے کہ بعض صورتوں میں پابندی عائد کردے کہ فلاں وفلاں تصرفات نہیں کرسکتے ہیں اور ان کے ساتھ تصرفات کا کوئی اعتبار نہیں۔

اسبابِ حجر چار ذکر کئے جاتے ہیں تین متفق علیہ ہیں اور چوتھا مختلف فیہ ہے، (۱) رق۔ غلام ہونا، (۲) صِبا۔ بچہ ہونا، (۳) جنون۔ پاگل ہونا، ان تین اسباب کی وجہ سے حجر اور پابندی عائد کرنا متفق علیہ ہے سب کے یہاں جائز

Maktaba Tul Ishaat.com



ہے اور اس کا اعتبار کیا جائے گا، اور چوتھا سبب ہے سفہ یعنی حماقت۔

اس میں اختلاف ہے کہ آیا سفہ اسباب حجر میں سے ہے یا نہیں؟ ائمۂ ثلاثہ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ اسبابِ حجر میں سے ہے، امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ یہ اسبابِ حجر میں سے نہیں ہے، ابراہیم نخعی، ابن سیرین اور بعض ظاہریہ اسی طرف گئے ہیں، امام بخاری نے اس مسئلہ میں جمہور کی تائید کی ہے، ہمارے یہاں فتویٰ صاحبین ہی کے قول پر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمْ اپنے اموال تم سفہاء اور حمقاء کو نہ دو، اور ارشاد ہے فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ اگر رشد وہدایت ان سے معلوم ہوتی ہو تو دو۔

احناف نے امام ابو حنیفہ کی طرف سے جواب یہ دیا ہے کہ رشد سے مراد یہ ہے کہ آدمی پچیس سال کی عمر کو پہنچ جائے اس کے بعد دے دیا جائے کہ وہ اپنے مال میں جو چاہے کرے۔

**وَمَا يُنْهَى عَنِ الْخِدَاعِ:** دھوکہ دینا ممنوع ہے۔

**حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ:** یہ روایت ابوابِ بیوع میں گزر چکی ہے۔

**إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ:** اللہ نے تم پر ماؤں کے عقوق کو حرام قرار دیا ہے یعنی ان کی ایسی نافرمانی جس سے ان کو ایسی تکلیف ہو جو برداشت کے قابل نہ ہو اولاد کی طرف سے۔

**وَوَأْدَ الْبَنَاتِ** اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے، **وَمَنْعٍ وَهَاتِ** اپنا مال تو منع کرے نہ دے اور دوسرے کے مال کو کہے لاؤ، لے تو سیکھ لیا اور دے سیکھا نہیں۔

**وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ:** قیل وقال کو مکروہ سمجھا، فلاں یوں کہہ رہا تھا، یوں کہا جاتا ہے، اس میں فضولیات میں پڑ کر اوقات ضائع ہوتے ہیں اور ہر آدمی غیبت میں مبتلا ہوتا ہے۔

**وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ:** بلا ضرورت سوال کرنے سے یا عملی سوال کرنے سے، ویسے ہی خواہ مخواہ کے لئے آدمی فضول نکتے اور موشگافیاں کرنے لگے۔

**وَإِضَاعَةَ الْمَالِ:** اور مال ضائع کرنے سے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۲۴) بَابُ الْعَبْدُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَلَا يَعْمَلُ إِلَّا بِإِذْنِهِ

٢٤٠٨. حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ فِي أَهْلِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَهِيَ مَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، قَالَ: وَسَمِعْتُ هَؤُلَاءِ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَأَحْسِبُ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

**ترجمہ:** باب، غلام اپنے آقا کے مال کا نگہبان ہے، وہ آقا کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہ کرے۔

روایت کا ترجمہ باب الجمعۃ فی القری والمدن میں گزر چکا

**تشریح:** امام بخاری کا مقصد ظاہر ہے، غلام اپنے آقا کے مال کا نگراں اور محافظ اور ذمہ دار ہے، آقا کی اجازت کے بغیر اس کو تصرف کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے، امام بخاری نے وَلَا يَعْمَلُ إِلَّا بِإِذْنِهِ کو وَهُوَ مَسْؤُولٌ کے لفظ سے اخذ کیا ہے۔

**وَالْخَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ:** یہ ہے مقصود بالترجمہ، خادم محافظ ہے مالک نہیں لہٰذا اس کو مالکانہ تصرف کا کوئی حق نہیں ہے اور وہ اس کے متعلق مسئول ہے، اگر بلا اجازت تصرف کر لیا تو آقا اس کا سوال کر سکتا ہے۔

**مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ:** اس سے براعت اختتام نکلتی ہے اس لئے کہ سوال آخرت میں بھی ہوگا، بندہ سے اس کے اعمال کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

---

### کتاب الاستقراض پورا ہوا

Maktaba Tul Ishaat.com



بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

# (ص ۳۲۴) کتاب الخصومات

**تشریح:** یہ عنوان بعض نسخوں میں پایا جاتا ہے اور بعض میں نہیں پایا جاتا ہے۔

خصومات جمع ہے خصومة کی جو اسم ہے خاصم یخاصم مخاصمة سے، یہ کوئی مستقل کتاب نہیں ہے اس لئے کہ اس سے پہلے حجر کے مسائل گزرے ہیں اور آئندہ بھی حجر کے مسائل آرہے ہیں۔

## (ص ۳۲۴) بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْإِشْخَاصِ وَالْخُصُومَةِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْيَهُودِ

۲۴۰۹. حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ ثَنَا شُعْبَةُ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ أَخْبَرَنِي قَالَ: سَمِعْتُ النَّزَّالَ بْنَ سَبْرَةَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ آيَةً سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ خِلَافَهَا، فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ فَأَتَيْتُ بِهِ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ: كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ - قَالَ شُعْبَةُ: أَظُنُّهُ قَالَ - لَا تَخْتَلِفُوا فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوا فَهَلَكُوا.

۲۴۱۰. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ ثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: اسْتَبَّ رَجُلَانِ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَرَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ، فَقَالَ الْمُسْلِمُ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُحَمَّدًا عَلَى الْعَالَمِينَ، وَقَالَ الْيَهُودِيُّ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْعَالَمِينَ، فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهُ عِنْدَ ذَلِكَ فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُودِيِّ، فَذَهَبَ الْيَهُودِيُّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرِهِ وَأَمْرِ الْمُسْلِمِ، فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ الْمُسْلِمَ فَسَأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا تُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسَى؛ فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَصْعَقُ مَعَهُمْ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ فَإِذَا مُوسَى بَاطِشٌ جَانِبَ الْعَرْشِ، فَلَا أَدْرِي كَانَ فِيمَنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللهُ.

Maktaba Tul Ishaat.com



٢٤١١. حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثَنَا وُهَيْبٌ ثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ جَالِسٌ جَاءَ يَهُودِيٌّ فَقَالَ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ ضَرَبَ وَجْهِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِكَ، فَقَالَ: مَنْ؟ قَالَ: رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ، قَالَ: ادْعُوهُ، فَقَالَ: أَضَرَبْتَهُ؟ فَقَالَ: سَمِعْتُهُ بِالسُّوقِ يَحْلِفُ وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْبَشَرِ، قُلْتُ: أَيْ خَبِيثُ عَلَى مُحَمَّدٍ؟ فَأَخَذَتْنِي غَضْبَةٌ فَضَرَبْتُ وَجْهَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا تُخَيِّرُوا بَيْنَ الأَنْبِيَاءِ؛ فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الأَرْضُ فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ، فَلَا أَدْرِي كَانَ فِي مَنْ صَعِقَ أَوْ حُوسِبَ بِصَعْقَتِهِ الأُولَى.

٢٤١٢. حَدَّثَنَا مُوسَى ثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ يَهُودِيًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ، فَقِيلَ: مَنْ فَعَلَ هَذَا بِكِ؟ أَفُلَانٌ؟ أَفُلَانٌ؟ حَتَّى سُمِّيَ الْيَهُودِيُّ فَأَوْمَتْ بِرَأْسِهَا، فَأُخِذَ الْيَهُودِيُّ فَاعْتَرَفَ فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ فَرُضَّ رَأْسُهُ بَيْنَ حَجَرَيْنِ.

**ترجمہ:** باب، فریق مخالف کو قاضی کے یہاں حاضر کرنے اور یہودی اور مسلمان کے درمیان خصومت کا بیان۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو سنا کہ اس نے ایک آیت پڑھی جس کو میں نے نبی کریم ﷺ سے اس کے خلاف سنا تھا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ٹھیک پڑھتے ہو، شعبہ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اختلاف نہ کرو کیوں کہ جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اختلاف کا شکار ہوئے اور ہلاک ہو گئے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ دو آدمیوں میں سخت کلامی ہو گئی، ایک مسلمان تھا اور دوسرا یہودی، مسلمان نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو سارے جہانوں پر برتری دی، یہودی نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے موسی علیہ السلام کو سارے جہانوں پر برتری دی، اس پر مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور یہودی کے چہرے پر طمانچہ رسید کیا، یہودی نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچا اور آپ سے وہ قصہ بیان کیا جو اس کے اور مسلمان کے درمیان پیش آیا تھا، نبی کریم ﷺ نے اس مسلمان کو بلایا اور اس سے اس معاملہ کے بارے میں پوچھا، اس نے ماجرا سنا دیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے موسی علیہ السلام پر فضیلت مت دو، کیوں کہ قیامت کے دن تمام لوگ بے ہوش ہو جائیں گے، میں بھی بے ہوش ہو جاؤں گا، پھر سب سے پہلے مجھ کو ہوش آئے گا تو اچانک میں دیکھوں گا کہ موسی علیہ السلام عرش کا کونا تھامے ہوئے ہوں گے، میں نہیں جانتا کہ وہ بے ہوش ہونے والوں میں تھے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آئے یا ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کا اللہ نے استثناء کیا ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک یہودی آیا اور کہنے لگا کہ اے ابو القاسم!

Maktaba Tul Ishaat.com



آپ کے صحابہ میں سے ایک شخص نے میرے چہرے پر مارا ہے آپ نے پوچھا کہ کس نے؟ تو اس نے جواب دیا کہ انصاری شخص نے، آپ نے فرمایا کہ اس کو بلاؤ، پھر آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے اس کو مارا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے بازار میں سنا کہ یہ قسم کھا رہا تھا کہ اس ذات کی قسم جس نے موسی علیہ السلام کو تمام انسانوں پر برتری دی، میں نے کہا کہ اے خبیث! محمد ﷺ پر بھی؟ بس مجھے غصہ آ گیا اور میں نے اس کے چہرے پر مار دیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا انبیاء کو ایک دوسرے پر اس طرح برتری نہ دیا کرو، بے شک قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہو جائیں گے، سب سے پہلے میری قبر کی زمین پھٹے گی اور میں قبر سے نکلوں گا تو اچانک میں دیکھوں گا کہ موسی علیہ السلام عرش کے ستونوں میں سے ایک ستون کو پکڑے ہوں گے، میں نہیں جانتا کہ کیا وہ بے ہوش ہونے والوں میں سے تھے یا (دنیا کی زندگی میں) طور پہاڑ پر جو بے ہوش ہو گئے تھے وہی بے ہوشی کافی ہو گئی؟

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں سے کچل دیا، لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تیرے ساتھ یہ کس نے کیا؟ فلاں نے؟ فلاں نے؟ یہاں تک کہ اس مذکور یہودی کا نام لیا گیا تو اس نے اپنا سر اثبات میں ہلا دیا، اس یہودی کو پکڑ لیا گیا، اس نے اعتراف کیا تو نبی کریم ﷺ نے اس سے قصاص لینے کا حکم دیا چنانچہ اس کا سر دو پتھروں سے کچل دیا گیا۔

**تشریح:** یہ باب اِشخاص اور خصومت بین المسلم والیہود کے بیان میں ہے۔

إشخاص بابِ افعال کا مصدر ہے اس کے معنی ہیں اِذہاب کے، یعنی إِحْضَارُ الْغَرِيمِ مِنْ مَوْضِعٍ إِلَى مَوْضِعٍ، کہا جاتا ہے شَخَصَ فُلَانٌ مِنْ بَلَدٍ إِلَى بَلَدٍ جب کوئی ایک شہر سے دوسرے شہر چلا جائے وَأَشْخَصَ غَيْرَهُ اور جب دوسرے کو لے جائے، مصنف کا مقصود اس ترجمۃ الباب سے دو باتوں پر تنبیہ کرنا ہے۔

اول یہ کہ غریم کو کچہری میں اور حاکم کے یہاں حاضر کیا جا سکتا ہے، دوسرا مسئلہ مصنف نے یہ بیان کیا ہے کہ خصومت کے واسطے اتحادِ ملل شرط نہیں ہے مسلمان اور کافر کے درمیان بھی خصومت ہو سکتی ہے، مصنف نے اس باب میں جو تین روایتیں ذکر فرمائی ہیں ان کے مجموعہ سے مجموعۂ ترجمہ ثابت ہو جاتا ہے۔

**سَمِعْتُ النَّزَّالَ:** نزّال بن سبرہ کی بخاری شریف میں صرف دو روایتیں ہیں، ایک یہ اور ایک حضرت علیؓ سے جو کتاب الاشربہ میں آ رہی ہے۔

**سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ آيَةً:** عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو سنا کہ ایک آیت پڑھ رہا تھا اور حضور ﷺ سے میں نے اس کے خلاف سن رکھا تھا، میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر خدمت والا شان میں حاضر کیا، یہ ہے اِشخاص۔

Maktaba Tul Ishaat.com



جب آیت کے سلسلہ میں حاضر کیا جاسکتا ہے تو اور دوسرے مقدمات میں بھی حاضر کیا جاسکتا ہے۔

**فَقَالَ: كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ:** آپ نے فرمایا کہ دونوں محسن ہیں، اور پھر فرمایا لَا تَخْتَلِفُوا فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوا فَهَلَكُوا، اصل میں سرکار دوعالم ﷺ کی بعثت تمام عالم کے لئے ہوئی تھی اور آپ کے سب سے پہلے مخاطب قریش اور اس کے بعد سارا عرب تھا، عرب کا خطہ اگرچہ عربی بولتا ہے لیکن ان کے لہجے اور اندازِ گفتگو بالکل الگ الگ ہیں، جیسے ہندوستان میں مجموعی طور پر ہندوستانی اور اردو زبان بولی جاتی ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ ہر ایک کی علاقائی گفتگو اور اس کا طرز کلام الگ اور جداگانہ ہے لہذا ہر آدمی ایک ہی طرح بولے یہ ناممکن ہے، حضور ﷺ کی خدمت میں مسلمان ہونے والے مختلف قبائل کے مختلف علاقوں کے لوگ ہوتے تھے، حضور ﷺ کو ابتداءً تسہیل امت کی وجہ سے یہ اجازت دے دی گئی تھی کہ قرآن پاک پڑھنے میں مختلف ادائیگی کی گنجائش ہے، وہ گنجائش کچھ اس طرح کی تھی کہ مثلاً کوئی اخفاء کے ساتھ پڑھتا تو دوسرا اظہار کرسکتا تھا، ایک ادغام کے ساتھ پڑھتا تو دوسرا فکِ ادغام کے ساتھ پڑھتا تھا، ایک صیغۂ جمع بمواقع النجوم پڑھ رہا ہے تو دوسرا بموقع النجوم پڑھ رہا ہے، غرضکہ اس طرح کے اختلافات تھے، ایسے اختلافات نہیں تھے کہ جس کی وجہ سے معنی میں بھی تخالف وتضاد ہوجائے۔

**اسْتَبَّ رَجُلَانِ، رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَرَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ:** اس مسلمان کے بارے میں جامع سفیان بن عیینہ میں اور ابن ابی الدنیا کی کتاب البعث میں یہ واقع ہوا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں، لیکن حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت میں آرہا ہے کہ یہ مسلمان ایک انصاری صحابی تھے رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، اب یا تو یہ کہا جائے کہ صدیق اکبرؓ پر رجل مِنَ الْأَنْصَارِ کا اطلاق لغوی معنی کے اعتبار سے کیا گیا ہے اس لئے کہ وہ سرکار دوعالم ﷺ کے صحابہ میں سب سے بڑے ناصر ومددگار تھے، یا پھر اس کو تعددِ واقعہ پر محمول کیا جائے، لیکن تعدد پر محمول کرنا کچھ بعید معلوم ہوتا ہے، پہلی ہی ترجیح ارجح معلوم ہوتی ہے پھر بعد میں دیکھا تو حافظ ابن حجر نے پہلی ہی صورت جمع کی ذکر فرمائی ہے۔

**وَرَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ:** بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ فنحاص تھا صادسے۔

**قَالَ الْمُسْلِمُ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُحَمَّدًا عَلَى الْعَالَمِينَ:** اس ذاتِ اقدس کی قسم جس نے حضرت

Maktaba Tul Ishaat.com



محمد ﷺ کو سارے عالم پر برگزیدہ بنایا، یہودی کہنے لگا وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْعَالَمِينَ مسلمان نے ایک ہاتھ اٹھا کر ایک طمانچہ رسید کر دیا، یہودی حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکوہ کیا، نبی کریم ﷺ نے مسلمان کو بلایا، یہ ہے خصومت بین المسلم والیہود، نیز اس سے اشارۃً اِشخاص کا مسئلہ بھی نکلتا ہے اس واسطے کہ جب یہودی نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں استغاثہ کیا اور دعویٰ دائر کیا تو رسول پاک ﷺ نے مدعاعلیہ کو بلوالیا یہ بھی اِشخاص کی ایک صورت ہے کہ اس کا دعویٰ سبب بنا مدعاعلیہ کے احضار کا۔

**لَاتُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسَى:** حضور اکرم ﷺ سید المرسلین ہیں آپ خود ارشاد فرماتے ہیں أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ اسی طرح فرماتے ہیں أَنَا سَيِّدُ الْقَوْمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لیکن اس کے باوجود آپ نے تخییر وتفضیل سے منع فرمایا یا تو (۱) اس وجہ سے کہ اس وقت آپ کو اپنی فضیلت کا علم نہیں ہوا تھا یا (۲) بربناء تواضع کے اور اس میں کوئی استعجاب نہیں ہے کہ کوئی بڑا تواضع کا طریقہ اختیار کرے یہ بڑے کے لئے اور زیادہ بڑائی کا سبب بنتا ہے یا (۳) حضور اکرم ﷺ نے ایسی تخییر سے منع فرمایا ہے جو موجب خصومت ہو یا (۴) ایسی تخییر سے منع فرمایا ہے جو مفضی الی تنقیص النبی ہو، اسی طرح ہو سکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بعض مواقع پر ایسی تفضیل سے روکا ہو جس سے کسی دوسرے نبی کی تنقیص نکلتی ہو یا (۵) نفس نبوت میں مفاضلت سے منع کیا ہو۔

نبوت کے مقام میں سارے حضرات برابر ہیں سب اللہ کے برگزیدہ اور اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں لیکن پھر اس کے بعد فواضل وفضائل کے اعتبار سے ان کے درجات میں اختلاف ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ان رسل کو بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے۔

پھر حضور اکرم ﷺ نے وجہ بیان کی فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَصْعَقُ مَعَهُمْ لوگ قیامت کے دن بیہوش ہو جائیں گے میں بھی ان کے ساتھ بیہوش ہو جاؤں گا فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ فَإِذَا مُوسَى بَاطِشٌ جَانِبَ الْعَرْشِ سب سے پہلے مجھے افاقہ ہوگا اور موسیٰ کو جو دیکھوں گا تو عرش کا پایہ پکڑے ہوئے ہوں گے اب نہیں معلوم کہ آیا وہ ان لوگوں میں تھے جن پر بیہوشی طاری ہوئی اور مجھ سے پہلے افاقہ پا گئے یا ان لوگوں میں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے استثناء کر رکھا ہے بہر حال جو صورت بھی ہو بہت بڑی فضیلت ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ جب سب سے پہلے اپنی قبر اطہر سے افاقہ پا کر اٹھیں

Maktaba Tul Ishaat.com



گے تو آپ کی نظر عرش کے کسی اور طرف ہو اتنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اٹھ کر عرش کے پایہ تک پہنچ جائیں، تو حضور کا افاقہ سب سے پہلے ہو گا لیکن آنحضور اپنی امت کی فکر میں ادھر ادھر نظر ڈالیں گے اور موسی سیدھے عرش کے پایے کے پاس پہنچ جائیں گے۔

أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللهُ: اس سے مراد آیت کریمہ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا من شَاءَ اللهُ ہے، سیاق حدیث اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث آیت شریفہ سے مقتبس ہے۔

مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللهُ کی تفسیر میں اختلاف ہے، (۱) بعض کہتے ہیں کہ اس سے سارے موتی کی ارواح مراد ہیں کہ ان روحوں پر صعقہ کا اثر نہیں ہو گا، (۲) بعض کہتے ہیں کہ شہداء ہیں، (۳) بعض کہتے ہیں کہ انبیاء ہیں، (۴) بعض کہتے ہیں کہ ملائکہ اربعہ ہیں، (۵) بعضوں نے حملۃ العرش کو کہا ہے، (۶) بعض کہتے ہیں صرف تین ہیں جبرئیل ومیکائیل اور ملک الموت، (۷) بعض کہتے ہیں کہ تنہا موسیٰ علیہ السلام ہیں، (۸) بعضوں نے کہا ہے کہ ولدان الجنۃ اور حور وغیرہ ہیں، امام احمد سے یہ قول نقل کیا گیا ہے، (۹) بعض کہتے ہیں کہ ولدان جنت، حور، خزّان الجنۃ والنار ومافیہا من الحیّات والعقارب ہیں، (۱۰) بعض کہتے ہیں کہ سارے فرشتے مراد ہیں، یہی علامہ ابو محمد بن حزم ظاہری کی رائے ہے۔

بہر حال اس حدیث کے سیاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آیت شریفہ سے مقتبس ہے، لیکن اس صورت میں اشکال یہ ہے کہ نفخۂ اولیٰ پر جو صعقہ مرتب ہو گا اس کی وجہ سے احیاء مر جائیں گے اور حضرت موسیٰ تو پہلے ہی وفات پا چکے ہیں، سرکار دو عالم ﷺ سے صحیحین کی روایت میں وارد ہوا ہے فَلَوْ كُنْتُ ثَمَّ لَأَرَيْتُكُمْ قَبْرَهُ إِلَى جَانِبِ الطَّرِيقِ عِنْدَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ اگر میں وہاں پر ہوتا تو تمہیں موسیٰ کی قبر کثیب احمر کے پاس سرخ ٹیلہ کے پاس دکھلا دیتا، جب وہ مر چکے ہیں تو پھر دوبارہ مرنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟ نیز ان کا استثناء بھی نہیں ہو سکتا ہے اس لئے کہ جن کا استثناء کیا جائے گا وہ لوگ زندہ ہوں گے اس لئے یہ حدیث مشکلات میں شمار کی گئی ہے۔

(۱) بعض علماء سے قرطبی نے یہ جواب نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہی نہیں ہوئی، لیکن یہ قول غلط ہے، صحیحین میں ان کی وفات کا تذکرہ منقول ہے، علامہ عینی نے یہ قول یعنی موسی لم یمت امام نووی کی طرف منسوب کیا ہے مگر یہ نسبت غلط ہے، امام نووی نے کہیں بھی یہ بات نہیں لکھی ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



(۲) بعض حضرات نے جواب دیا ہے کہ اس سے مراد نفخۂ فزع ہے، قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ نفخۂ فزع جو بعث کے بعد ہوگا جس وقت آسمان اور زمین میں انشقاق ہوگا، اگر یہ مراد لے لیا جائے تو آیات واحادیث میں التیام ہو جاتا ہے اور کوئی اشکال باقی نہیں رہتا ہے۔

لیکن قاضی عیاض کا یہ جواب ان ہی لوگوں کے مسلک پر صحیح ہو سکتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عدد نفخات دو سے زائد تین ہیں، نفخۂ فزع، نفخۂ صعق اور نفخۂ بعث، جیسا کہ قاضی ابو بکر بن العربی، علامہ ابن الحفص، ابن الوردی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، حافظ ابن کثیر، صاحب روح المعانی اور صاحب در مختار کی رائے ہے، پھر ایک اور مزید امر یہ ہے کہ ان حضرات کے کلام سے کچھ یہ معلوم ہوتا ہے کہ نفخۂ فزع پہلے ہوگا جس کی وجہ سے لوگوں پر ایک گھبراہٹ کی کیفیت طاری ہو جائے گی اور اسی کے متعلق وارد ہے وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللهِ شَدِيدٌ اور اسی کے متعلق وارد ہے تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ اور اس میں بڑا امتداد ہوگا، پھر نفخۂ صعق ہوگا اور پھر نفخۂ بعث ہوگا، اور امام ابو یعلیٰ نے جو حدیثِ صور مطول نقل کی ہے اس سے بھی یہی ترتیب معلوم ہوتی ہے۔

قاضی عیاض کے جواب کا مقتضیٰ یہ ہے کہ نفخۂ فزع بعث کے بعد ہوگا، تو اس کا مطلب یہ نکلا کہ پہلے نفخۂ صعق ہوگا پھر نفخۂ بعث اس کے بعد پھر نفخۂ فزع ہوگا، اب اس صورت میں قاضی عیاض کا جواب علامہ ابو محمد بن حزم ظاہری کے مسلک پر درست ہو سکتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ قیامت میں چار نفخات ہوں گے، نفخۂ اماتہ جس کی وجہ سے سارے لوگ مر جائیں گے اور پھر نفخۂ احیاء جس کی وجہ سے سارے لوگ زندہ ہو جائیں گے اور یہ دو نفخے تو ہوں گے گویا دنیا میں، اور دو نفخے اس کے بعد ہوں گے قیامت میں ایک نفخۂ فزع جس کی وجہ سے سارے لوگ مدہوش ہو جائیں گے اور دوسرا نفخۂ افاقہ جس کی وجہ سے سارے لوگ ہوش میں آجائیں گے یہ چار نفخات ہو گئے، اب قاضی عیاض کا یہ جواب علامہ ابن حزم کی اس تحقیق پر منطبق ہو سکتا ہے۔

مگر اس قول کو جمہور تسلیم نہیں کرتے ہیں اور قرطبی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ کل نفخات کی تعداد دو ہیں البتہ نفخۂ اولیٰ کا اثر یہ ہوگا کہ زندہ اس سے مر جائیں گے اور کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن پر غشی کا عالم طاری ہوگا۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ بظاہر جیسے شہداء کو حیات برزخیہ حاصل ہے انبیاء کو بدرجۂ اولیٰ حیات برزخیہ

Maktaba Tul Ishaat.com



حاصل ہے اس واسطے کہ موت عدم محض نہیں ہے بلکہ انتقال من دار الیٰ دار ہے، لہذا جب نفخۂ اولیٰ ہوگا تو اس کی وجہ سے سارے لوگ مر جائیں گے لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام کی ارواح پر غشی طاری ہو جائے گی، پھر جب نفخۂ ثانیہ ہوگا تو اس کی وجہ سے جو مردہ ہوں گے وہ زندہ ہو جائیں گے اور جو لوگ بیہوش ہوئے ہوں گے ان پر ہوش کی حالت طاری ہو جائے گی، اس کے متعلق حضور پاک ﷺ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں سب سے پہلے افاقہ پاؤں گا اور موسیٰ کو جو دیکھوں گا تو پایۂ عرش پکڑے ہوئے ہوں گے اب میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا ان کو مجھ سے پہلے افاقہ ہو گیا یا یہ کہ اللہ نے ان کا استثناء کر دیا تھا، بہر حال جو صورت بھی ہو یہ بہت بڑی فضیلت ہے، لیکن یہ ایک فضیلتِ جزئیہ ہے۔

اور بعض علماء نے اس کا ایک وہ جواب دیا ہے جس کی طرف ابھی میں اشارہ کر آیا ہوں یعنی سرکار دو عالم ﷺ سب سے پہلے افاقہ پائیں گے لیکن آپ کی نظر مبارک کسی اور جانب ہوگی اور حضرت موسیٰ افاقہ پاتے ہی عرش کے پاس پہنچ جائیں گے جب حضور اکرم ﷺ عرش کی طرف نظر ڈالیں گے تو موسیٰ کو پایۂ عرش کے پاس پائیں گے، اب آپ کو اس میں تردد ہو جائے گا کہ آیا موسیٰ کو نفخہ کا اثر ہی نہیں پہنچا یا پہنچا اور پہلے افاقہ پا گئے، واللہ تعالیٰ أعلم۔

مگر علامہ قرطبی کی اس تقریر کا تقاضہ یہ ہے کہ جس طرح سے موت زندوں پر طاری ہوگی ایسے ہی انبیاء کے علاوہ جو دوسری ارواح ہیں ان پر بھی موت طاری ہو جائے گی، لیکن موتِ ارواح کے بارے میں کوئی روایت اور نص ثابت نہیں ہے، اس لئے علامہ ابن قیم کی رائے یہ ہے کہ أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللهُ یہ کسی راوی کا وہم ہے اور یہاں پر محفوظ لفظ یہ ہے فَلَا أَدْرِي أَكَانَ فِيمَنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي أَوْ جُوزِيَ بِصَعْقَةِ الطُّورِ کہ میں یہ نہیں جانتا کہ آیا یہ ان لوگوں میں ہیں جن کو صعقہ کا اثر پہنچا مگر وہ مجھ سے پہلے افاقہ پا گئے یا ان کو صعقۂ طور کے بدلے میں یہاں کے صعقہ سے محفوظ رکھا گیا۔

علامہ ابن قیم نے گویا أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللهُ کو وہم راوی قرار دیا ہے اور پھر ان کی تقریر کا خلاصہ یہ نکلے گا کہ یہ أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللهُ حدیث شریف؛ آیت شریفہ سے مقتبس ہی نہیں ہے۔

ویسے اس کے متعلق تھوڑا سا کلام کتاب التفسیر میں بھی آئے گا۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ:** سب سے پہلے میری قبر پھٹے گی، مطلب یہ ہے کہ نفخۂ اولیٰ سے سارے لوگ مرجائیں گے اور نفخۂ ثانیہ نفخۂ بعث ہوگا تو میری قبر سب سے پہلے پھٹے گی اور موسیٰ کو پایۂ عرش پکڑے ہوئے پاؤں گا، مگر چونکہ علامہ ابن قیم کے نزدیک یہ قصہ یوم قیامت میں پیش آئے گا جو بعد البعث ہوگا جیسا کہ قاضی عیاض کی رائے ہے اسلئے ان کی رائے یہ ہے کہ أَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ یہ کسی راوی کا وہم ہے اور اپنے شیخ حضرت شیخ الاسلام حافظ جمال الدین مزی محدث الشام سے علامہ ابن قیم نے کتاب الروح میں نقل کیا ہے کہ یہ لفظ اس حدیث میں راوی کا وہم ہے اور صواب وہ ہے جو دوسروں کی روایت میں واقع ہوا ہے فأكون أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس حدیث میں فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وہم ہے، ویسے اپنی جگہ یہ بات صحیح ہے اور دوسری روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک ہی سب سے پہلے پھٹے گی اور آپ نکلیں گے مگر وہ اس حدیث میں نہیں ہے اور موسیٰ کے قصہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

**فَلَا أَدْرِي أَكَانَ فِيمَنْ صَعِقَ أَمْ حُوسِبَ بِصَعْقَةِ الْأُولَى:** ابن قیم کی رائے یہ ہے کہ یہ لفظ صحیح ہے فَلَا أَدْرِي أَكَانَ فِيمَنْ صَعِقَ أَمْ حُوسِبَ بِصَعْقَةِ الْأُولَى جس کو دوسرے الفاظ میں أَوْ جُوزِيَ بِصَعْقَةِ الطُّورِ بعض روایات میں ذکر کیا گیا ہے، تو گویا علامہ ابن قیم کے نزدیک حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللهُ وہم ہے اور اِس روایت میں فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وہم ہے۔

علامہ ابن قیم نے یہ اس لئے کیا کہ اصل میں ان کا رجحان موتِ ارواح کی طرف معلوم نہیں ہوتا ہے، اور اگر موتِ ارواح کا مسئلہ مان لیا جائے تو پھر اس صورت میں کوئی اشکال باقی ہی نہیں رہتا ہے، یعنی اگر علامہ قرطبی کی توجیہ لے لی جائے اور میں علامہ قرطبی کی توجیہ میں تھوڑا سا تصرف کر کے یہ کہتا ہوں کہ صعقۂ اولیٰ جب ہوگا تو اس کے دو اثر ہوں گے، ایک اثر یہ ہوگا کہ جو زندہ ہوں گے وہ مرجائیں گے اور جو مرچکے ہوں گے ان کی ارواح پر غشی طاری ہوجائے گی چاہے وہ ارواح انبیاء ہوں یا ارواحِ شہداء ہوں یا فساق وفجار کی ارواح ہوں، اور اس صعقہ کا اثر چالیس سال تک رہے گا اور اس مدہوشی میں معذبین کو عذاب کا احساس نہیں ہوگا، اس کے بعد دوسرا نفخہ نفخۂ بعث ہوگا جس کی وجہ سے مردے زندہ ہوجائیں گے اور جو بے ہوش ہوں گے وہ ہوش میں آجائیں گے، اسی وقت کفار یہ کہیں گے مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْقَدِنَا؟ کس نے ہم کو ہمارے مرقد سے اٹھادیا ہے، چونکہ چالیس سال تک ان کو الم

Maktaba Tul Ishaat.com



عذاب محسوس نہیں ہوگا تو وہ یہ سمجھیں گے کہ وہ رقود میں تھے سوئے ہوئے آرام کر رہے تھے، اب اس صورت میں أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللهُ کے وہم کے دعویٰ کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ أَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ کے وہم کہنے کی کوئی ضرورت پیش آتی ہے، ہوگا یہ کہ نفخۂ ثانیہ پر مُردوں کی قبریں پھٹیں گی اور مدہوشی سے ہوش میں آئیں گے اور سب سے پہلے افاقہ پانے والے سرکار دو عالم ﷺ ہوں گے، لیکن جب موسیٰ کو پایۂ عرش پکڑے ہوئے پائیں گے تو آپ کو اس میں تردد ہو جائے گا کہ آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نفخۂ بعث کا اثر ہی نہیں ہوا اور ان پر صعقہ طاری ہی نہیں ہوا یا یہ کہ طاری تو ہوا تھا لیکن آپ سے پہلے افاقہ پا گئے۔

صعقہ ان پر کیوں طاری نہیں ہوا؟ اس کی گویا علت دوسری روایت میں ہے جُوزِيَ بِصَعْقَةِ الطُّورِ صعقۂ طور کے بدلے میں ان کو مستثنیٰ کر دیا گیا، اور اس صورت میں سارے الفاظِ حدیث اپنی جگہ پر صحیح ہو جاتے ہیں اور کسی کو وہم کہنے کی کوئی ضرورت پیش نہیں آتی ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ صعقۂ اولیٰ سے سارے زندہ مر جائیں گے اور مُردوں کی روح پر بے ہوشی طاری ہو جائے گی، حضور اکرم ﷺ کی قبر اطہر سب سے پہلے پھٹے گی اور آپ کو سب سے پہلے افاقہ ہوگا لیکن حضرت موسیٰ کو پایۂ عرش پکڑے ہوئے پائیں گے تو آپ کو تردد ہوگا کہ حضرت موسیٰ عرش کے پاس پہلے کیسے پہنچ گئے؟ آیا ان کو صعقہ ہوا اور مجھ سے پہلے افاقہ ہو گیا یا ان کو صعقہ ہوا ہی نہیں اللہ نے ان کا استثناء کر دیا، اور یہ استثناء اس لئے کر دیا کہ صعقۂ طور کے بدلہ میں ان کو اس صعقہ سے محفوظ کر دیا گیا اب اس صورت میں سب روایات کے الفاظ اپنی اپنی جگہ پر پہنچ جاتے ہیں اور موتِ ارواح کا قول اختیار کرنے کی بھی کوئی ضرورت پیش نہیں آتی ہے۔

## (ص ۳۲۵) بَابُ مَنْ رَدَّ أَمْرَ السَّفِيهِ وَالضَّعِيفِ الْعَقْلِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ حَجَرَ عَلَيْهِ الْإِمَامُ

ويذكر عن جابر أن النبي ﷺ ردّ على المتصدّق قبل النهي ثم نهاه. وقال مالك: إذا كان لرجل على رجل مال وله عبد لا شيء له غيره فأعتقه لم يجز عتقه. ومن باع على الضعيف ونحوه ودفع ثمنه إليه وأمره بالإصلاح والقيام بشأنه، فإن أفسد بعد منعه؛ لأن النبي ﷺ نهى عن إضاعة المال، وقال للذي يخدع في البيع: إذا بايعت فقل لا خلابة، ولم يأخذ النبي ﷺ ماله.

Maktaba Tul Ishaat.com



۲۴۱۳. حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ ثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ يُخْدَعُ فِي الْبَيْعِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لاَ خِلاَبَةَ، فَكَانَ يَقُولُهُ.

۲۴۱۴. حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ ثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَجُلاً أَعْتَقَ عَبْدًا لَهُ لَيْسَ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ، فَرَدَّهُ النَّبِيُّ ﷺ فَابْتَاعَهُ مِنْهُ نُعَيْمُ بْنُ النَّحَّامِ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ سفیہ اور کم عقل کے معاملہ کو حاکم کی طرف سے پابندی لگنے سے قبل بھی رد کرنا جائز ہے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک صدقہ کرنے والے کا صدقہ واپس کیا اور پھر اسے صدقہ کرنے سے منع فرمایا، امام مالک نے کہا کہ اگر کسی شخص کا کسی کے ذمہ مال ہو اور اس مقروض کے پاس ایک غلام ہو اور اس کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہ ہو پھر وہ اس کو آزاد کرے تو اس کا آزاد کرنا صحیح نہیں، اگر کوئی کمزور عقل والے یا اس کے جیسے شخص کا مال فروخت کرے اور اس کا ثمن اس کے حوالے کردے اور اس کو اپنے مال کی درستگی اور دیکھ بھال کی تاکید کرے مگر وہ پھر بھی مال برباد کرے تو حاکم اس کو تصرفات سے روک سکتا ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے، آپ نے اس شخص سے کہ جس کو بیع میں دھوکہ ہوتا تھا یہ فرمایا تھا کہ جب تم بیع کرو تو یہ کہہ دیا کرو کہ دھوکے کا کام نہیں اور نبی کریم ﷺ نے اس کا مال ضبط نہیں کیا تھا۔

**تشریح:** یہ آگیا دیکھو حجر کا مسئلہ، ابھی امام بخاری نے باب الخصومات سے پہلے ایک باب پیشتر ایک باب منعقد کیا تھا بَابُ مَا يُنْهَى عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ اور اس میں ترجمہ منعقد کیا تھا وَالْحَجْرِ فِي ذٰلِكَ اور اب پھر حجر کا مسئلہ آگیا، اسی لئے ہمارے حضرت شیخ دامت برکاتہم ارشاد فرماتے ہیں کہ خصومات کوئی مستقل کتاب نہیں ہے بلکہ اس کو کتاب در کتاب کہا جاسکتا ہے۔

یہ مسئلہ میں بیان کرچکا ہوں کہ آیا سفیہ پر حجر یعنی پابندی عائد کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ ائمۂ ثلاثہ اور صاحبین قائل ہیں، ابراہیم نخعی، ابن سیرین، بعض ظاہریہ اور امام ابو حنیفہ اس کا انکار کرتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ سفیہ پر پابندی عائد نہیں کی جاسکتی ہے اور حضرت حبان بن منقذؓ یا ان کے والد منقذ بن عمروؓ کا واقعہ ان حضرات کے لئے دلیل بن سکتا ہے سرور عالم ﷺ نے ان پر پابندی نہیں عائد کی تھی۔

جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ سفیہ پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے ان کے نزدیک پابندی اور حجر کے بعد کے

Maktaba Tul Ishaat.com



تصرفات غیر معتبر ہیں، لیکن اب سوال یہ ہے کہ اگر سفیہ نے کوئی ایسا تصرف کر لیا جو اس کے لئے مناسب نہیں تھا اور اب تک اس پر پابندی اور حجر عائد نہیں کی گئی ہے تو آیا وہ تصرف نافذ ہو گا یا اس کو بھی رد کر دیا جائے گا؟ اس میں علماء کے تین بلکہ یوں کہئے کہ چار قول ہیں، (۱) ابن قاسم فرماتے ہیں کہ سفیہ کے سارے تصرفات علی الاطلاق مردود ہیں، (۲) اصبغ مالکی فرماتے ہیں کہ اگر سفہ ظاہر ہو جائے یعنی کھلا ہوا سفہ ہو تب تو مردود ہے ورنہ نہیں، (۳) دوسرے مالکیہ، اور شافعیہ اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ بعد الحجر کے تصرفات مردود ہیں لیکن قبل الحجر کے تصرفات مردود نہیں، (۴) امام ابو حنیفہ کے نزدیک چونکہ سفیہ پر حجر ہی نہیں کیا جاسکتا ہے لہذا ان کے یہاں سفیہ کے سب تصرفات معتبر ہیں۔

**وَيُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ:** حضرت جابرؓ سے یہ منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے متصدق کے تصرف کو جو اس نے نہی سے پہلے کیا تھا رد کر دیا اور بعد میں منع کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک سفیہ اور ضعیف العقل کا وہ تصرف جس میں سفہ ظاہر ہوا ہو اگرچہ امام نے اس پر حجر اور پابندی عائد نہ کی ہو لیکن اس کو رد کر دیا جائے گا، اور اس سے مراد وہ قصہ ہے جو آگے حضرت جابرؓ سے آرہا ہے کہ ایک آدمی نے اپنے ایک غلام کو مدبر بنا دیا تھا اور اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور مال نہیں تھا آنحضور ﷺ نے اس کے تصرف تدبیر کا کوئی اعتبار نہیں کیا اور غلام کو فروخت کر دیا۔

**وَقَالَ مَالِكٌ إِذَا كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى رَجُلٍ مَالٌ:** اگر کسی آدمی کا کسی پر مال ہو یعنی کوئی مدیون ہو اور اس کے پاس غلام ہو اور اس کے سوا کچھ بھی نہ ہو اور وہ اسے آزاد کر دے تو اس صورت میں حق دائن متعلق ہونے کی وجہ سے اس کا عتق نافذ نہیں ہو گا، یہی امام شافعی کا مسلک ہے، صاحبین فرماتے ہیں کہ عتق چونکہ تصرفاتِ لازمہ میں سے ہے اور اس میں جد و ہزل برابر ہے اس واسطے یہ تصرف نافذ ہو جائے گا۔

**وَمَنْ بَاعَ عَلَى الضَّعِيفِ وَنَحْوِهِ:** اگر ضعیف العقل اور سفیہ آدمی کا مال فروخت کر کے اس کی قیمت اس کو دے دی جائے اور اس کو اصلاح کا حکم دیا جائے اور یہ کہ تو اس سے اپنی ضرورتیں پوری کر لے لیکن اس کے بعد بھی اگر وہ افساد کرتا ہو تو اس پر پابندی عائد کی جائے، اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ نے اضاعۃ المال سے منع کیا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



وَقَالَ لِلَّذِي يُخدَعُ فِي الْبَيْعِ: جس شخص کو بیع میں دھوکہ لگتا تھا اس سے فرمایا کہ تم لَا خِلَابَةَ کہہ دینا اور نبی پاک صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس کا مال نہیں لیا، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاری کا طرز اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اگر اضاعت شئ کثیر میں ظاہر ہوتی ہو تب تو اس کے تصرف رد کر دیئے جائیں گے اور اسی پر قصۂ مدبر محمول کیا جائے گا، اور اگر شئ یسیر میں اضاعت ہو یا اس سفیہ نے اپنے لئے شرط قرار دے دی ہو کہ لَا خِلَابَةَ تو اس صورت میں اس کے تصرفات کو رد نہیں کیا جائے گا، اور اسی پر وہ قصہ محمول ہے جس میں ایک شخص کا بیع میں دھوکہ کھانے کا تذکرہ ہے اور یہ کہ حضور نے اس سے فرمایا تھا إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ یہ ایک پانچواں مذہب ہو جائے گا۔

لَيْسَ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ: یہ روایت پہلے بھی گزر چکی ہے لیکن یہ لفظ کہیں نہیں گزرا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری نے چھانٹ کر رکھ لیا تھا اس موقع کے واسطے یعنی مقام حجر کے لئے کہ اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی مال تھا ہی نہیں۔

## (ص ۳۲۶) بَابُ كَلَامِ الْخُصُومِ بَعْضِهِمْ فِي بَعْضٍ

۲۴۱۶-۲۴۱۷. حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ وَهُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. قَالَ: فَقَالَ الْأَشْعَثُ: فِيَّ وَاللهِ كَانَ ذَلِكَ، كَانَ بَيْنَ رَجُلٍ وَبَيْنِي أَرْضٌ فَجَحَدَنِي، فَقَدَّمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَقَالَ لِلْيَهُودِيِّ: احْلِفْ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِذًا يَحْلِفَ وَيَذْهَبَ بِمَالِي، قَالَ: فَأَنْزَلَ اللهُ ﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ ٱللَّهِ وَأَيْمَٰنِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

۲۴۱۸. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ ثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ ثَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ فَنَادَى: يَا كَعْبُ، قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هَذَا، وَأَوْمَأَ إِلَيْهِ - أَيِ الشَّطْرَ - قَالَ: لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ،

Maktaba Tul Ishaat.com



قَالَ: قُمْ فَاقْضِه.

۲۴۱۹. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَؤُهَا، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَقْرَأَنِيهَا وَكِدْتُ أَنْ أَعْجَلَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَمْهَلْتُهُ حَتَّى انْصَرَفَ، ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَجِئْتُ بِهِ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ: إِنِّي سَمِعْتُ هَذَا يَقْرَأُ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَأْتَنِيهَا، فَقَالَ لِي: أَرْسِلْهُ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: اقْرَأْ، فَقَرَأَ، فَقَالَ: هَكَذَا أُنْزِلَتْ، ثُمَّ قَالَ لِي: اقْرَأْ، فَقَرَأْتُ، فَقَالَ: هَكَذَا أُنْزِلَتْ إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَاقْرَؤُوا مِنْهُ مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ.

**ترجمہ:** باب، مدعی اور مدعیٰ علیہ کا ایک دوسرے کے بارے میں کلام کرنا۔

پہلی روایت کا ترجمہ باب الخصومۃ فی البئر و القضاء فیہا میں گزر چکا

دوسری روایت کا ترجمہ باب التقاضی و الملازمۃ فی المسجد میں گزر چکا

حضرت عمرؓ نے بیان کیا کہ میں نے ہشام بن حکیم کو سورۂ فرقان جس طرح میں پڑھتا تھا اس کے علاوہ دوسرے طریقہ سے پڑھتے ہوئے سنا جب کہ مجھے یہ سورت رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی تھی، قریب تھا کہ میں ہشام کے بارے میں جلدی میں کچھ اقدام کر دوں؛ مگر میں نے ان کو مہلت دی یہاں تک کہ جب وہ فارغ ہوگئے تو میں نے ان کے گلے میں چادر ڈال کر ان کو گھسیٹا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس لیکر آیا اور عرض کیا کہ میں نے ان کو سورۂ فرقان اس طریقہ کے علاوہ پڑھتے ہوئے سنا جس طریقہ پر آپ نے مجھے پڑھایا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو، پھر ان سے فرمایا کہ تم پڑھ کر سناؤ، انہوں نے پڑھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے، پھر مجھ سے فرمایا کہ تم پڑھ کر سناؤ، میں نے پڑھا تو آپ نے فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی ہے، بے شک قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اس میں سے جو آسان ہو اس کے مطابق پڑھو۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اگر خصوم ایک دوسرے پر کچھ تبصرہ کریں لیکن وہ تبصرہ نہ حد واجب کرتا ہو اور نہ تعزیر تو یہ تبصرہ غیبتِ محرمہ میں داخل نہیں، خصوم میں اس طرح کی باتیں اور نوک جھونک چلا ہی کرتی ہے۔

**حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ:** یہ حدیث اسی سند کے سے کتاب الشہادات میں ص ۳۶۶ پر آرہی ہے اور ویسے روایت گزر بھی چکی ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ:** یہ حدیث اسی سند سے کتاب الصلوۃ میں ص ۶۵ پر گزر چکی ہے اور میں وہاں اس پر تنبیہ کر آیا ہوں۔

**فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا:** یہی محلِ ترجمہ ہے بلکہ اسکے بعض طرق میں وارد ہوا ہے **فَتَلَاحَيَا** دونوں نے آپس میں ایک دوسرے سے ملاحات و منازعت کی اور منازعت میں ایک دوسرے کو کچھ نہ کچھ سنایا ہی کرتا ہے۔

**سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ:** حضرت عمر بن خطابؓ نے ہشام بن حکیمؓ کو سورۂ فرقان اور طرح پڑھتے سنا اور حضور ﷺ نے انہیں اور طرح پڑھایا تھا، بس غصہ تو آہی گیا قریب تھا کہ بہت جلدی سے ان کو پکڑلیں لیکن مہلت دے دی، جب وہ نماز سے فارغ ہوگئے تو ان کی چادر لبہ یعنی سینہ کے پاس سے پکڑی جیسے غصہ کے وقت گریبان پکڑ کر گھسیٹتے ہیں اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا، حضور نے فرمایا چھوڑ اس کو، حضور ﷺ نے فرمایا اقرأ پڑھو، انہوں نے پڑھا، فرمایا **هٰكَذَا أُنْزِلَتْ**، پھر عمرؓ سے فرمایا اقرأ انہوں نے پڑھا، فرمایا **هٰكَذَا أُنْزِلَتْ** اور پھر فرمایا **إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ** قرآن سات طریقوں پر نازل کیا گیا ہے **فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ** جو آسان ہو وہ پڑھو۔

سوال یہ ہے کہ اس روایت میں **کلام الخصوم بعضھم فی بعض** کا کوئی تذکرہ نہیں ہے پھر امام بخاری نے اس سے یہ مسئلہ کیسے ثابت کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ گریبان پکڑنا سخت بات کہہ دینے سے بہت زیادہ سخت ہے، جب گریبان پکڑنے کی گنجائش ہے تو ایک آدھ بات سنا دینے کی گنجائش ہو ہی جاتی ہے۔

**إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ:** قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، یہ حدیث بڑی طویل الاذیال ہے اور اس میں بڑی بحثیں کی گئی ہیں، کسی نے چالیس اور کسی نے اکتالیس قول نقل کئے ہیں، بہرحال مختلف اقوال ہیں۔

پہلا اختلاف یہی ہے کہ یہ حدیث **متشابہات** کے قبیل سے ہے یا معلوم المعنی ہے؟ ابن سعدان فرماتے ہیں کہ متشابہات میں سے ہے اور دوسرے حضرات معلوم المعنی کہتے ہیں۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ سات کا عدد تحدید کے لئے ہے یا تکثیر کے لئے؟ قاضی عیاض اور شاہ ولی اللہ وغیرہ کی رائے میں یہ تکثیر کے لئے ہے اور ایک دوسری جماعت کہتی ہے کہ تحدید کے لئے ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



پھر تحدیدی والوں میں اختلاف ہے کہ سات احرف سے کیا مراد ہے، (۱) مشہور یہ ہے کہ اس سے عرب کی سات لغات مراد ہیں، مگر اس میں اشکال ہے کہ سات لغات کی کیا تخصیص؟ عرب میں تو لغات بہت ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ عرب کی سات لغات فصیحہ مراد ہیں، (۲) اور بعضوں نے یہ کہا ہے کہ سبعۃ احرف سے مراد یہ ہے کہ قرآن پاک میں سات قسم کے مضامین وارد ہوئے ہیں، امر، نہی، محکم، متشابہ، قصص وامثال وغیرہ، (۳) اور بعضوں نے کہا ہے کہ سبعۃ احرف کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی لفظ کو مختلف طریقوں سے ادا کیا جاسکتا ہے، مثلاً لفظِ اُف ہے اس کو اُفَّ، اُفِّ، اُفُّ، اُفًّا، اُفٍّ، اُفٌّ اور اُفّ سات طرح پڑھ سکتے ہیں، (۴) بعضوں نے کہا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کو مختلف انداز کے ساتھ پڑھا جاسکتا ہے کہیں امالہ کرسکتے ہیں کہیں امالہ چھوڑ بھی سکتے ہیں، اخفاء کرسکتے ہیں یا اظہار، تفخیم کرسکتے ہیں یا ترقیق، وغیرہ وغیرہ، یہ جو صفات ہیں ان صفات معلومہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، (۵) بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ سبعۃ احرف سے مراد یہی قراءت سبعہ ہے، ابن عرفہ سے یہ قول نقل کیا جاتا ہے ویمیل إلینا شیخنا، لیکن اکثر محققین علماء نے اس قول کی تغلیط کی ہے اس واسطے کہ قراءت سبعہ ہی میں قراءات منحصر نہیں ہیں، یہ تو شاطبی نے قراءات سبعہ کو ذکر کردیا اور شہرت پاگئی ورنہ علامہ جزری نے النشر فی القراءات العشر مستقل ایک کتاب لکھی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ قراءات دس میں بھی منحصر نہیں ہیں، (۶) بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ سبعۃ احرف سے مراد سبعۃ اقالیم ہیں، لیکن یہ توجیہ غلط ہے پوری حدیث پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ معنیٰ مراد نہیں۔

## (ص ۳۲۶) بَابُ إِخْرَاجِ أَهْلِ الْمَعَاصِي وَالْخُصُومِ مِنَ الْبُيُوتِ بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ

وقد أخرج عمر أخت أبي بكر حين ناحت.

۲۴۲۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَتُقَامَ ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى مَنَازِلِ قَوْمٍ لَا يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ.

**ترجمہ:** باب، جب حال معلوم ہوجائے تو مجرموں اور جھگڑنے والوں کو گھروں سے نکال دینا چاہیے۔

جب حضرت ابوبکرؓ کی بہن نے نوحہ کیا تو حضرت عمرؓ نے ان کو گھر سے نکال دیا تھا۔

Maktaba Tul Ishaat.com



حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ نماز قائم کرنے کا حکم دوں اور پھر ان لوگوں کے گھروں کو جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوئے اور ان کے گھروں کو سپرد آتش کردوں۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اگر اہل معصیت اور خصوم گھروں میں جاکر گھس جائیں اور ان کا حال معلوم ہو جائے تو ان کو یوں ہی نہیں چھوڑ دیا جائے بلکہ گھروں سے ان کو نکالا جائے اور کچہری میں مقدمہ کے لئے حاکم کے یہاں حاضر کیا جائے گا، یہ ہے امام بخاری کا مقصود۔

بعض علماء نے یہ سمجھ لیا کہ ایسوں کو گھر سے نکال باہر کر دیا جائے، یہ مقصود نہیں، اگر اتنا ہی مقصود ہوتا تو بخاری صرف اتنا کہتے بَابُ إِخْرَاجِ أَهْلِ الْمَعَاصِي مِنَ الْبُيُوتِ گھروں میں معصیت کرے تو نکال باہر کر دو ان کو، مصنف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی ہٹ دھرمی کرے اصرار کرے اور ضد کر کے گھر میں جاکر بیٹھ رہے اور قاضی کے یہاں جانے کے لئے تیار نہ ہو تو فرماتے ہیں کہ اس کا حال معلوم ہو جانے کے بعد اور یہ تحقیق ہو جانے کے بعد کہ واقعی یہ خصم ہے اس کو گھر سے نکالا جائے گا، کیوں؟ اس واسطے کہ وہ دوسروں کا حق نہیں ادا کرنا چاہتا ہے، معصیت والا ہے اور اہل معاصی کا اخراج نصوص سے ثابت ہے لہذا خصم کو بھی نکالا جاسکتا ہے اور نکال کر پیشی کی جاسکتی ہے۔

**بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ:** أَيْ بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ بِأَحْوَالِهِمْ أَوْ بَعْدَ مَعْرِفَتِهِمْ بِالْحُكْمِ۔

**وَقَدْ أَخْرَجَ عُمَرُ أُخْتَ أَبِي بَكْرٍ حِينَ نَاحَتْ:** حضرت ابو بکرؓ کی بہن ام فروہؓ نے کہیں نوحہ کر دیا حالانکہ من المہاجرات تھیں حضرت عمرؓ نے ان کو نکال دیا۔

**فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ:** حضور اکرم ﷺ نے گھروں کے جلانے کا ارادہ اسی لئے کیا تھا تاکہ گھروں میں جو لوگ چھپے ہوئے ہیں اور نماز میں حاضر نہیں ہوتے ہیں وہ نکل کر باہر بھاگیں۔

## (ص ۳۲۶) بَابُ دَعْوَى الْوَصِيِّ لِلْمَيِّتِ

۲۴۲۱. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ ثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فِي ابْنِ أَمَةِ زَمْعَةَ، فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللهِ أَوْصَانِي أَخِي إِذَا قَدِمْتُ أَنْ أَنْظُرَ ابْنَ أَمَةِ زَمْعَةَ فَأَقْبِضَهُ فَإِنَّهُ ابْنِي، وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: أَخِي وَابْنُ أَمَةِ أَبِي وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِي، فَرَأَى

Maktaba Tul Ishaat.com



النَّبِيُّ ﷺ شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ، فَقَالَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ ابْنَ زَمْعَةَ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ، وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ.

**ترجمہ:** باب، میت کی طرف سے میت کا وصی مدعی ہو گا۔

روایت کا ترجمہ باب تفسیر المشبهات میں گزر چکا

**تشریح:** اگر کوئی میت کی طرف سے اس کا وصی ہو یعنی میت نے کسی کو اپنا نائب بنا دیا اور وصیت کر کے مرا ہو تو وہ وصی اس میت کی طرف سے دعویٰ دائر کر سکتا ہے، یہ مسئلہ متفق علیہا اور مجمع علیہا ہے، امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے مستند الاجماع کی طرف اشارہ کیا ہے۔

**حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ:** یہ حدیث ابواب البیوع کی ابتداء میں گزر چکی ہے اور وہاں کلام ہو چکا ہے اور کتاب المغازی میں بھی تھوڑا سا کلام آئے گا۔

## (ص ۳۲۶) بَابُ التَّوَثُّقِ مِمَّنْ تُخْشَى مَعَرَّتُهُ

وقيد ابن عباس عكرمة على تعليم القرآن والسنن والفرائض.

۲۴۲۲. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ سَيِّدُ أَهْلِ الْيَمَامَةِ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟ قَالَ: عِنْدِي يَا مُحَمَّدُ خَيْرٌ - فَذَكَرَ الْحَدِيثَ - قَالَ: أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ.

**ترجمہ:** باب، اگر فساد کا ڈر ہو تو آدمی کو باندھنا درست ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے اپنے غلام عکرمہ کو قرآن کی تعلیم اور سنن و فرائض سکھانے کے لئے باندھ کر رکھا تھا۔

روایت کا ترجمہ باب الاغتسال إذا أسلم میں گزر چکا

**تشریح:** اگر کسی سے شرارت کا خطرہ ہو تو اس کو باندھ دینا بھی جائز ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مجرم اور بڑا شرارتی ہو اس سے خطرہ ہو کہ کچھ گڑبڑ کرے گا اور کوئی فتنہ پھیلا دے گا تو اس کو باندھا بھی جا سکتا ہے۔

**وَقَيَّدَ ابْنُ عَبَّاسٍ عِكْرِمَةَ:** حضرت ابن عباسؓ نے اپنے غلام عکرمہ کو قرآن، سنن اور فرائض سیکھنے کے واسطے بیڑیاں لگا دی تھیں، یہ اثر امام دارمی نے موصولاً روایت فرمایا ہے اور محض اس لئے بیڑیاں لگائی تھیں

Maktaba Tul Ishaat.com



تاکہ یہ شرارت نہ کرے بھاگ نہ جائے پڑھنے سے جی نہ چرائے۔

**حَدَّثنا قتیبۃ:** مکمل حدیث کتاب المغازی میں آرہی ہے۔

## (ص ۳۲۷) بَابُ الرَّبْطِ وَالْحَبْسِ فِي الْحَرَمِ

واشترى نافع بن عبد الحارث دارا للسجن بمكة من صفوان بن أمية على إن عمر رضي بالبيع فالبيع بيعه، وإن لم يرض عمر فلصفوان أربع مائة دينار. وسجن ابن الزبير بمكة.

٢٤٢٣. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ ثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْلاً قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ.

**ترجمہ:** باب، حرم میں قید وبند کا بیان۔

حضرت نافع بن حارثؓ نے مکہ میں صفوان بن امیہؓ سے قید خانے کے لئے ایک گھر (چار ہزار دینار میں) خریدا اور یہ طے کیا کہ اگر حضرت عمرؓ نے قبول کرلیا تو بیع ان کے لئے ہے اور اگر قبول نہیں کیا تو صفوانؓ کو (اتنی مدت قید خانے کے طور پر استعمال کی وجہ سے بطور کرایہ) چار سو دینار دیئے جائیں گے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے لوگوں کو مکہ مکرمہ میں قید کیا تھا۔

روایت کا ترجمہ باب الاغتسال إذا أسلم میں گزر چکا

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ حرم میں باندھا بھی جاسکتا ہے اور قید بھی کیا جاسکتا ہے، اس مسئلہ میں جمہور میں کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ طاؤس سے منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے لَا يَنْبَغِي لِبَيْتِ عَذَابٍ أَنْ يَكُونَ فِي بَيْتِ رَحْمَةٍ رحمت کے گھر میں عذاب کا گھر نہ ہونا چاہئے، مصنف نے اس ترجمۃ الباب سے ان کی تردید کی طرف اشارہ فرمایا ہے، اور طاؤس کا جو اثر ہم نے ذکر کیا ہے اس کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً تخریج فرمایا ہے۔

**وَاشْتَرَى نَافِعُ بْنُ عَبْدِ الْحَارِثِ:** نافع بن عبد الحارث کا یہ اثر عبد الرزاق نے المصنف میں اور ازرقی نے تاریخ مکہ میں موصولاً روایت کیا ہے، عبد الرزاق کی روایت میں ہے کہ نافع بن عبد الحارث نے صفوان بن امیہ سے قید کیلئے ایک مکان تین ہزار میں خریدا تھا اور ازرقی کی روایت میں ہے کہ چار ہزار میں خریدا تھا۔

**عَلَى إِنْ عُمَرُ رَضِيَ:** اس شرط پر کہ اگر عمرؓ راضی ہوگئے بیع پر تب تو ان کی بیع ہے اور اگر نہیں راضی

Maktaba Tul Ishaat.com



ہوئے تو صفوان کو چار سو دینار ملیں گے، دینار کا لفظ بعض نسخوں میں ہے اور بعض میں نہیں، مصنف عبدالرزاق میں ہے فَلِصَفْوَانَ أَرْبَعُمِائَةِ درهمٍ۔

اس پر اشکال یہ ہے کہ یہ تو بیعتان فی بیعۃ کی صورت ہو گئی جس سے ترمذی وغیرہ میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔

اس کا علماء نے جواب یہ دیا ہے کہ بیع یوں مشروط طور پر نہیں ہوئی تھی بلکہ بات یہ ہوئی تھی کہ دیکھو معاملہ کی شکل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ اگر راضی ہیں تب تو وہ ادا کریں گے اور اگر وہ راضی نہیں ہیں تو میں چار سو دینار یا چار سو درہم کا علی اختلاف الروایات دَین دار ہوں گا اور معاملہ مجھ سے ہو جائے گا باقی اصل معاملہ بعد میں طے ہو گا۔

اور یہ اشکال اس وقت ہوتا ہے جبکہ یہ کہا جائے کہ نافع بن عبدالحارث اپنے لئے خریدنا چاہتے تھے، اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ مکان انہوں نے خریدنے کے ارادہ سے لیا تھا مگر چونکہ وہ حضرت عمرؓ کی طرف سے مکہ کے عامل تھے خود خرید نہیں سکتے تھے اس لئے عمرؓ کی رضا ضروری تھی لہذا انہوں نے ان سے گفتگو کی کہ دیکھو! اگر عمرؓ خریدنے پر راضی ہو گئے تب تو جس بات پر وہ طے کریں گے وہ ہو گی بات، اور اگر وہ راضی نہیں ہوئے تو جتنے دن تک تمہارا یہ مکان استعمال میں آئے گا اس کا ہم چار سو درہم کرایہ ادا کریں گے، اب اس صورت میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

**فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ:** لوگوں نے اس کو مسجد میں لا کر باندھ دیا اور مسجد نبوی حرم مدینہ میں واقع ہے لہذا اس سے ربط فی الحرم کا ثبوت ہو گیا، اور جب حرم کی مسجد میں باندھا جا سکتا ہے تو وہاں قید بھی کیا جا سکتا ہے۔

---

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۲۷) بَابٌ فِي الْمُلَازَمَةِ

٢٤٢٤. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرٍ، وَقَالَ غَيْرُهُ: ثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ كَانَ لَهُ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي حَدْرَدٍ الْأَسْلَمِيِّ دَيْنٌ، فَلَقِيَهُ فَلَزِمَهُ فَتَكَلَّمَا حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا، فَمَرَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: يَا كَعْبُ، وَأَشَارَ بِيَدِهِ كَأَنَّهُ يَقُولُ النِّصْفَ، فَأَخَذَ نِصْفَ مَا عَلَيْهِ وَتَرَكَ نِصْفًا.

**ترجمہ:** باب، مدیون کے ہمہ وقت پیچھے لگے رہنے کا بیان۔

روایت کا ترجمہ باب التقاضی والملازمة فی المسجد میں گزر چکا

**تشریح:** بعض نسخوں میں یہاں پر بسم اللہ واقع ہوا ہے اور بعض نسخوں میں یہاں بسملہ نہیں ہے اور ہونا بھی نہیں چاہئے۔

یہ باب ملازمت کے بیان میں ہے، ملازمة باب مفاعلت کا مصدر ہے لزوم سے اور مراد یہ ہے کہ غریم اپنے مقروض کو تصرفات سے روک دے تا آنکہ وہ اس کا حق ادا کرے، مقصد یہ ہے کہ یہ کرنا تعدی اور ظلم کے باب میں داخل نہیں ہے بلکہ غریم کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے مقروض کو، دائن کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے مدیون کو کام وام کرنے سے روک دے اور یہ کہہ دے کہ پہلے میرا حق دو پھر تم کو چھوڑوں گا۔

**حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ:** امام بخاری نے پہلے یحیٰ بن بکیر کی سند ذکر کی ہے اور یہ سند مع المتن کتاب الصلح میں ص ۳۷۳ پر آرہی ہے، آگے وَقَالَ غَيْرُهُ سے روایت تعلیقاً ذکر فرمائی ہے، اور غیرہ کی ضمیر یحیٰ بن بکیر کی طرف عائد ہورہی ہے اور یہ روایت امام اسماعیلی نے موصولاً المستخرج میں تخریج فرمائی ہے۔

**فَلَقِيَهُ فَلَزِمَهُ:** یہ ہے مقصود بالترجمہ اور یہ وہی لفظ ہے جس کی طرف میں نے ابوابِ مساجد میں بَابُ التَّقَاضِي وَالْمُلَازَمَةِ فِي الْمَسْجِدِ میں اشارہ کیا تھا۔

## (ص ۳۲۷) بَابُ التَّقَاضِي

٢٤٢٥. حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ ثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ أَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ

Maktaba Tul Ishaat.com



عَنْ خَبَّابٍ قَالَ: كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَرَاهِمُ، فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ فَقَالَ: لاَ أَقْضِي لَهُ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ، فَقُلْتُ: لاَ وَاللهِ لاَ أَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ ﷺ حَتَّى يُمِيتَكَ اللهُ ثُمَّ يَبْعَثَكَ، قَالَ: فَدَعْنِي حَتَّى أَمُوتَ ثُمَّ أُبْعَثَ فَأُوتَى مَالاً وَوَلَدًا ثُمَّ أَقْضِيكَ، فَنَزَلَتْ ﴿أَفَرَءَيْتَ الَّذِى كَفَرَ بِـَٔايَٰتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا﴾.

**ترجمہ:** باب، قرض کا تقاضا کرنے کا بیان۔

حضرت خبابؓ نے بیان کیا کہ میں زمانۂ جاہلیت میں لوہے کا کام کرتا تھا، اور عاص بن وائل کی طرف میرے کچھ درہم نکلتے تھے، میں اس کے پاس تقاضا کرنے آیا تو وہ کہنے لگا کہ جب تک تم۔نعوذ باللہ۔محمد (ﷺ) کے ساتھ کفر نہیں کروگے اس وقت تک نہیں دوں گا، میں نے کہا کہ نہیں، بخدا! میں محمد ﷺ کے ساتھ کفر نہیں کروں گا یہاں تک کہ اللہ تجھے ہلاک کرے اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرے، تو کہنے لگا کہ تو پھر یہ مطالبہ موقوف کردو، جب میں مروں گا، زندہ اٹھایا جاؤں گا اور مجھے مال اور اولاد ملے گی تب میں تمہارا دین ادا کردوں گا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی "کیا آپ نے دیکھا اس شخص کو جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور یہ کہا کہ مرنے کے بعد مجھے ضرور مال اور اولاد ملے گی"۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ غریم کو مطالبہ کرنے کا حق ہے۔

**حَتَّى أَمُوتَ:** اس سے براعت اختتام ثابت ہوتی ہے۔

---

## کتاب الخصومات پورا ہوا

Maktaba Tul Ishaat.com



بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

# (ص ۳۲۷) كِتَابٌ فِي اللُّقَطَةِ

**تشریح:** لُقَطه بضم اللام وفتح القاف شيئ ملقوط (اٹھائی ہوئی چیز)، یہی مشہور ہے اور تمام اہل لغت نے اس کو اسی طرح ذکر فرمایا ہے اور قاضی عیاض یہاں تک فرماتے ہیں کہ اس کے علاوہ جائز نہیں ہے۔

علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ لُقَطه بضم اللام وفتح القاف ہے وَالْعَامَةُ تُسَكِّنُهَا یعنی عام لوگ قاف کو ساکن پڑھتے ہیں، لیکن خلیل بن احمد فرماتے ہیں کہ لُقَطه بفتح القاف لاقط کے معنی میں ہے اور لُقْطه بسکون القاف ملقوط کے معنی میں ہے، ابو منصور ازہری کہتے ہیں کہ قیاس کا تقاضہ یہی ہے کیوں کہ فُعَلَةٌ فاعل کے معنی میں آتا ہے اور فُعْلَةٌ مفعول کے معنی میں آتا ہے مگر یہاں عرب سے لُقَطه بفتح القاف ہی سنا گیا ہے۔

علامہ موفق الدین بن قدامہ حنبلی نے اصمعی، ابن اعرابي اور فراء سے نقل کیا ہے کہ فتح قاف کے ساتھ مال ملقوط کا بھی نام ہے، اس لفظِ 'بھی' یعنی أيضا کے لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ فاعل اور مفعول دونوں معنی میں مستعمل ہے۔

لقطہ کا التقاط (اٹھالینا) کیسا ہے؟ آیا اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ میں بالکل ابتداء کتاب کتاب العلم میں بیان کر چکا ہوں اور امام بخاری نے ص ۳۲۹ پر ایک مستقل ترجمہ بَابٌ هَلْ يَأْخُذُ اللُّقَطَةَ وَلَا يَدَعُهَا تَضِيعُ منعقد فرمایا ہے لہذا میں اس کے متعلق وہاں کلام کروں گا۔

## (ص ۳۲۷) بَابُ إِذَا أَخْبَرَهُ رَبُّ اللُّقَطَةِ بِالْعَلَامَةِ دَفَعَ إِلَيْهِ

٢٤٢٦. حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ثَنَا غُنْدَرُ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ قَالَ: لَقِيتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَقَالَ: أَخَذْتُ صُرَّةً فِيهَا مِائَةُ دِينَارٍ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ:

Maktaba Tul Ishaat.com



عَرِّفْهَا حَوْلاً، فَعَرَّفْتُهَا فَلَمْ أَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهَا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلاً، فَعَرَّفْتُهَا فَلَمْ أَجِدْ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ ثَلاثًا فَقَالَ: احْفَظْ وِعَاءَهَا وَعَدَدَهَا وَوِكَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلاَّ فَاسْتَمْتِعْ بِهَا، فَاسْتَمْتَعْتُ. فَلَقِيتُهُ بَعْدُ بِمَكَّةَ، فَقَالَ: لاَ أَدْرِي ثَلاثَةَ أَحْوَالٍ أَوْ حَوْلاً وَاحِدًا.

**ترجمہ:** باب، اگر لقطہ اٹھانے والے سے اس کا مالک نشانی اور علامت بتادے تو اس کے حوالے کردے۔

حضرت ابی بن کعبؓ نے بیان کیا کہ میں نے سو دینار کی ایک تھیلی پائی، میں اس کو لیکر نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، آپ نے فرمایا کہ سال بھر اس کا اعلان کرو، میں نے ایک سال اس کا اعلان کیا، مجھے اس تھیلی کو اپنا مال بتانے والا کوئی نہیں ملا، میں پھر اس کو لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں آیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک سال اور اعلان کرو، میں نے ایک سال پھر اعلان کیا؛ لیکن کسی کو نہیں پایا، پھر تیسری بار آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کی تھیلی، اشرفیوں کی تعداد اور منھ باندھنے کی ڈوری ذہن نشین کرلو، اگر اس کا مالک آجائے تو اس کو دے دو، ورنہ اپنے استعمال میں لے آؤ تو میں نے استعمال کرلیں۔

شعبہ کہتے ہیں کہ میں اپنے شیخ سلمہ سے مکہ میں ملا تو وہ کہنے لگے کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ میرے شیخ نے تین سال اعلان کرنے کی بات نقل کی تھی یا ایک سال اعلان کی۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ اگر صاحبِ لقطہ آئے اور وہ لاقط سے اپنی چیز کی علامت بتادے تو لاقط کو وہ چیز اس کے حوالے کردینی چاہیے۔

آیا محض علامت بتادینے پر دے دینا واجب ہے یا نہیں؟

(۱) امام مالک اور امام احمد فرماتے ہیں کہ علامت بتادینے کے بعد دے دینا واجب ہے، (۲) امام ابو حنیفہ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ علامت بتادینے پر دینا واجب نہیں، واجب اس وقت ہے جب وہ بینہ پیش کردے، اور علامت بتادینے پر اگر اس کا دل یہ شہادت دے اور ظن غالب ہوجائے کہ واقعۃً یہ صحیح کہہ رہا ہے اور یہی مالک ہے تو اس صورت میں دینا جائز ہے، اس لئے کہ بعض وقت آدمی یوں ہی اٹکل سے بھی علامت بتادیتا ہے اور وہ علامت منطبق ہوجایا کرتی ہے، امام بخاری بظاہر اس مسئلہ میں قول اول کے قائل معلوم ہوتے ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ جو روایت مصنف نے ذکر فرمائی ہے اس میں علامت بتلانے کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے اس میں تو یہ ہے احْفَظْ وِعَاءَهَا وَعَدَدَهَا وَوِكَاءَهَا فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَاسْتَمْتِعْ بِهَا، اس کا جواب (۱) یہ ہے کہ حضور ﷺ نے وعاء، عدد اور وکاء کی حفاظت کا امر اسی لئے فرمایا تھا کہ صاحب اللقطہ آکر اگر علامت بتائے گا تو

Maktaba Tul Ishaat.com



دے دی جائے گی ورنہ ظاہر بات ہے کہ اس کے حفاظت کی اور عدد اور وکاء کے پہچاننے کی کیا ضرورت پیش آرہی تھی، (۲) دوسرا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے بعض دیگر روایات کی طرف اشارہ کیا ہوگا مسلم شریف میں وارد ہوا ہے فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِعَدَدِهَا وَوِعَائِهَا وَوِكَائِهَا فَأَعْطِهَا إِيَّاهُ۔

**عَرِّفْهَا حَوْلًا:** تعریف یہ ہے کہ جہاں پر وہ لقطہ ملا ہے وہاں اور اسی طرح شوارع اور گلیوں اور کوچوں میں اعلان کیا جائے کہ کسی آدمی کا کوئی مال کھو گیا ہو تو علامت بتا کر لے جائے۔

یہاں حضرت ابیؓ کی روایت میں تین سال کا ذکر ہے لیکن اگلے باب میں زید بن خالد جہنیؓ کی روایت آرہی ہے اس میں صرف ایک سال تعریف کرنے کا ذکر وارد ہوا ہے اس کے الفاظ ہیں عَرِّفْهَا سَنَةً ایک سال تعریف کرو، اب ان دونوں روایتوں میں تعارض ہو گیا، اس تعارض کے متعلق کوئی بات سننے سے پہلے مسئلہ سن لو کہ تعریف کی مدت کیا ہے؟

(۱) جمہور علماء جس میں ائمۂ ثلاثہ مالک، شافعی اور احمد بھی داخل ہیں فرماتے ہیں کہ کل مدت ایک سال ہے، یہی امام محمد نے بلا کسی تفصیل کے کتاب الاصل میں ذکر فرمایا ہے۔

(۲) بعض احناف کی رائے یہ ہے کہ دار و مدار لقطہ کی مقدار پر ہے جیسا لقطہ ہوگا ویسے اس کی تعریف کی جائے گی، اگر دس درہم یا اس سے زیادہ ہیں تو ایک سال تعریف کی جائے گی اور اگر اس سے کم ہے تو پھر اس صورت میں ایک سال تعریف واجب نہیں ہے چند ایام تعریف کر دینا کافی ہو جائے گا، شمس الائمہ سرخسی اور صاحبِ ہدایہ کا رجحان اسی طرف ہے، صاحبِ مضمرات اور صاحبِ جوہرہ کہتے ہیں کہ یہی قول مفتیٰ بہ ہے۔

(۳) حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ تین سال تعریف کی جائے گی، منذری فرماتے ہیں کہ ائمۂ فتویٰ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے صرف حضرت عمرؓ سے نقل کیا جاتا ہے البتہ ماوردی نے بعض فقہاء سے نقل کیا ہے، حنفیہ میں سے محیطِ برہانی کے مصنف نے فقیہ ابو جعفر ہندوانی سے نقل کیا ہے کہ اگر لقطہ بہت بڑا ہو مثلاً کسی تھیلی میں سو دینار ہوں یا ایک ہزار دراہم ہوں تو اس صورت میں تین سال اس کی تعریف کی جائے گی۔

جمہور علماء چونکہ ایک سال کی تعریف کے قائل ہیں اس لئے وہ حضرت زید بن خالد جہنیؓ کی روایت کو اصل بناتے ہیں اور حضرت ابی بن کعبؓ کی روایت کے مختلف جوابات دیتے ہیں، (۱) ابن حزم ظاہری اور ابن جوزی

Maktaba Tul Ishaat.com



کہتے ہیں کہ یہ راوی کی غلطی اور اس کے اوہام میں سے ہے، (۲) بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابیؓ بڑے آدمی تھے اس لئے حضور اکرم ﷺ نے مزید ورع کے واسطے تین سال تعریف کا امر فرمایا تھا، (۳) بعض حضرات ابن جوزی وغیرہ کہتے ہیں کہ ممکن ہے یہ تعریف جیسی ہونی چاہئے تھی ایسی نہ ہوئی ہو اس لئے تکرار تعریف کا امر کیا گیا، مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے، حضرت ابی بن کعبؓ سید القراء اور حضور ﷺ کے مخصوص صحابی ہیں ان سے تعریف علی وجہہ نہ واقع ہو یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں ہے، (۴) بعض علماء نے جواب یہ دیا ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ مال پر دار و مدار ہے چونکہ یہ مالِ کثیر تھا اس واسطے تین سال تک تعریف کرائی گئی، یہ جواب حضرت عمرؓ سے جو مسلک نقل کیا گیا ہے اس پر اور ابو جعفر ہندوانی نے جو اختیار کیا ہے اس پر منطبق ہوتا ہے، اور اس کے مطابق اب دونوں روایتوں کا محمل بالکل الگ ہو جاتا ہے کہ اگر مالِ قلیل ہو تب ایک سال تعریف ہے اور اگر مالِ کثیر ہو تو تین سال تعریف کرائی جائے گی، (۵) پانچواں جواب بعض علماء نے یہ دیا ہے کہ اصل میں زید بن خالد جہنیؓ کے قصہ میں لاقط اعرابی تھا اور وہ محتاج تھا اس لئے اس سے تو بس واجبی تعریف ایک سال کرادی گئی اور حضرت ابیؓ کے قصہ میں لاقط خود حضرت ابیؓ تھے اس لئے ان سے واجبی تعریف سے زائد تین سال تعریف کروائی گئی، لیکن یہ کوئی مستقل جواب نہیں بلکہ یہ وہی دوسرا جواب ہے کہ ورع اور تقویٰ کے لئے ان سے مزید تین سال تعریف کروائی گئی۔

**وَإِلَّا فَاسْتَمْتِعْ بِهَا:** اگر مالک آجائے تو فبہا ورنہ تم اس سے استمتاع کر سکتے ہو، فرماتے ہیں فَاسْتَمْتَعْتُ میں نے اس سے انتفاع حاصل کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ محتاج تھے اور ابو طلحہؓ کے باغ صدقہ کرنے والا قصہ بھی اس کا شاہد ہے، اس لئے کہ جب انہوں نے باغ بیر حاء کا صدقہ کیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اجْعَلْهَا فِي فُقَرَاءِ قَرَابَتِكَ اور انہوں نے حضرت ابیؓ اور حسانؓ وغیرہ کے درمیان اس باغ کو تقسیم کر دیا تھا، لیکن امام شافعی فرماتے ہیں كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ مِنَ الْمَيَاسِيرِ حضرت ابی بن کعبؓ میاسر صحابہ میں سے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے ابتداءً فقیر رہے ہوں اور بعد میں میاسر میں سے ہو گئے ہوں گے۔

اور یہ سارا جواب حنفی اصول پر دینے کی ضرورت ہے کیوں کہ ان کے یہاں فقراء ہی کو استعمال کی گنجائش ہے اور اغنیاء کو لقطہ کے استعمال کی گنجائش نہیں ہے، شافعیہ اور حنابلہ کو یہ جواب دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے

Maktaba Tul Ishaat.com



کیوں کہ ان کے یہاں سبھی استعمال کرسکتے ہیں۔

حنفی اصول پر ایک جواب اور بھی دیا جاسکتا ہے کہ یہ استمتاع باذن الامام تھا، اگر امام اجازت دے دے تو پھر اغنیاء کے لئے بھی احناف کے یہاں گنجائش نکل آتی ہے کما صرح فی الھدایة وغیرھا۔

**فَقَالَ لَا أَدْرِي:** یہ کہنے والے شعبہ ہیں اور فَلَقِيتُهُ کی "ہ" ضمیر سلمہ بن کہیل کی طرف لوٹ رہی ہے اور شک سلمہ کو پیش آیا ہے، ابن بطال، منذری، کرمانی وغیرہ کو توہم ہو گیا اور انہوں نے کہہ دیا کہ شک کرنے والے ابی بن کعبؓ ہیں۔

## (ص ۳۲۷) بَابُ ضَالَّةِ الْإِبِلِ

**۲۴۲۷. حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ رَبِيعَةَ ثَنِي يَزِيدُ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ ﷺ فَسَأَلَهُ عَمَّا يَلْتَقِطُهُ، فَقَالَ: عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِهَا وَإِلَّا فَاسْتَنْفِقْهَا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ ضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ، فَقَالَ: ضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ.**

**ترجمہ:** باب، بھولے بھٹکے اونٹ کو پکڑنے کا بیان۔

روایت کا ترجمہ باب الغضب في الموعظة والتعليم إذا رأى مايكره میں گزر چکا

**تشریح:** گم شدہ اونٹ کے التقاط کا کیا حکم ہے؟ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ اس کا التقاط نہ کرنا چاہئے، کیوں کہ جب رسول اکرم ﷺ سے اس مسئلہ میں استفسار کیا گیا تو آپ ناراض ہو گئے اور فرمایا دَعْهَا فَإِنَّ مَعَهَا حِذَاءَهَا وَسِقَاءَهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَجِدَهَا رَبُّهَا، لیکن حنفیہ فرماتے ہیں کہ ابل کا التقاط بھی جائز ہے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ کے اس اثر سے استدلال کیا ہے جو امام مالک نے مؤطا میں روایت کیا ہے کہ زمانہ سابق میں تو ابل آزاد پھرتے تھے تناتج یعنی بچے ہوتے تھے اور آج وہ ضالہ بن گئے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ زمان اور مکان کے اختلاف سے بھی بعض وقت احکام میں تغیر و تبدل ہو جایا کرتا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



جَاءَ أَعْرَابِيٌّ: بعض کہتے ہیں کہ یہ سوید جہنیؓ ہیں اور اسکے متعلق مزید کلام کتاب العلم میں آچکا۔

ثُمَّ احْفَظْ عِفَاصَهَا: اس کے چیتھڑے کو پہچان لو۔ وِ وِكَاءَهَا: اور اس کے بندھن کو پہچان لو۔

قَالَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ: تیری ہے یا تیرے بھائی کی ہے یا بھیڑیے کی ہے، تم پکڑلو تو تمہیں گنجائش ہے ورنہ تمہارا کوئی بھائی پکڑ لے گا اس کو بھی گنجائش ہے ورنہ تو پھر بھیڑیا تو ہے ہی ان کے واسطے، معلوم ہوا کہ ضالۃ الغنم کے التقاط میں کوئی حرج نہیں ہے آگے ضالۃ الابل کا مسئلہ ہے۔

فَتَمَعَّرَ وَجْهُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم: جب ضالۃ الابل کے بارے میں پوچھا گیا تو چہرۂ انور غصہ کی وجہ سے متغیر ہو گیا، علامہ خطابی وغیرہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے سائل کو سوء فہم پر ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا اس لئے کہ لقطہ وہ چیز کہلاتی ہے جو آدمی سے گر جائے اور پتہ ہی نہ چلے کہ کدھر رہ گیا؟ اور بھلا اونٹ بھی ایسی چیز ہے کہ جس کا پتہ نہ چلے کہ کدھر رہ گیا؟

لیکن علامہ خطابی کی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے، ضوالّ اور چیز ہے اور لقطہ اور چیز ہے حکم میں دونوں ایک ہی ہیں، ضال کہتے ہیں گمراہ ہو جانے والے کو راستہ بھٹک جانے والے کو، اگر انسان کا جانور ضال ہو جائے پتہ نہ چلے تو اس کا بھی وہی حکم ہونا چاہئے جو لقطہ کا حکم ہے، حضور ﷺ کی ناراضگی اس لئے تھی کہ اس زمانہ میں اونٹوں سے تعرض کرنے والا کوئی نہیں تھا اور اونٹ بذات خود اپنا متکفل ہوتا تھا۔

مَعَهَا حِذَاؤُهَا: اس کے جوتے اس کے ساتھ ہیں کہ وہ پہاڑوں پر چڑھتا ہے ریگستانوں میں چلتا ہے۔

وَسِقَاؤُهَا: اور اس کے ساتھ اس کا مشکیزہ ہے کئی کئی دنوں کا پانی پی لیتا ہے۔

تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ: پانی کے چشموں پر اترے گا اور درختوں سے چگتا پھرے گا لہذا تمہیں کیا ضرورت تعرض کرنے کی، چھوڑو اس کو حَتّٰى يَلْقَاهَا رَبُّهَا اس کا مالک آئے اور اس کو پکڑ کر لے جائے۔

## (ص ۳۲۷) بَابُ ضَالَّةِ الْغَنَمِ

۲۴۲۸. حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ يَقُولُ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَزَعَمَ أَنَّهُ قَالَ: اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً

Maktaba Tul Ishaat.com



– يَقُولُ يَزِيدُ: إِنْ لَمْ تُعْرَفِ اسْتَنْفَقَ بِهَا صَاحِبُهَا وَكَانَتْ وَدِيعَةً عِنْدَهُ. قَالَ يَحْيَى: فَهَذَا الَّذِي لاَ أَدْرِي أَفِي حَدِيثِ رَسُولِ اللهِ ﷺ هُوَ أَمْ شَيْءٌ مِنْ عِنْدِهِ – ثُمَّ قَالَ: كَيْفَ تَرَى فِي ضَالَّةِ الْغَنَمِ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ – قَالَ يَزِيدُ: وَهِيَ تُعَرَّفُ أَيْضًا – ثُمَّ قَالَ: كَيْفَ تَرَى فِي ضَالَّةِ الْإِبِلِ؟ قَالَ: فَقَالَ: دَعْهَا فَإِنَّ مَعَهَا حِذَاءَهَا وَسِقَاءَهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَجِدَهَا رَبُّهَا.

**ترجمہ:** باب، بھولی بھٹکی بکری کو بغرض حفاظت پکڑنے کا بیان۔

**تشریح:** ضالۃ الغنم کے بارے میں امام احمد ایک روایت میں کہتے ہیں یتر کھا لیکن اکثر حضرات اس کے التقاط کے قائل ہیں، امام مالک فرماتے ہیں له أخذها و أكلها و لا ضمان، لیکن اکثر حضرات فرماتے ہیں له الأخذ ويجب الضمان إذا جاء صاحبها۔

**قَالَ يَحْيَى: فَهَذَا الَّذِي إلخ:** یعنی و کانت و دیعة عنده کے متعلق فرماتے ہیں کہ مجھ کو نہیں معلوم أَفِي حَدِيثِ رَسُولِ اللهِ ﷺ هُوَ أَمْ شَيْءٌ مِنْ عِنْدِهِ یعنی یہ مرفوع ہے یا غیر مرفوع؟ امام بخاری اس کے مرفوع ہونے کے قائل ہیں۔

## (ص ۳۲۸) بَابُ إِذَا لَمْ يُوجَدْ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ فَهِيَ لِمَنْ وَجَدَهَا

۲۴۲۹. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ ثَنَا مَالِكٌ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَقَالَ: اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلاَّ فَشَأْنَكَ بِهَا، قَالَ: فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ، قَالَ: فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا.

**ترجمہ:** باب، جب لقطہ کا مالک ایک سال کے بعد بھی نہ ملے تو وہ اس کی ہے جو اسے پالے۔

**تشریح:** یہ ترجمہ دو مسائل پر مشتمل ہے، پہلا مسئلہ یہ ہے کہ لقطہ کی تعریف ایک سال ہے، یہی جمہور علماء ائمہ ثلاثہ وغیرہ کا مذہب ہے، حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر دس درہم یا اس سے زائد ہوں تو مدت تعریف ایک سال ہے اور اگر اس سے کم ہوں تو لاقط کی رائے پر دار و مدار ہے، گویا احناف نے ایک سال کی تصریح کو عشرہ وما فوق پر

Maktaba Tul Ishaat.com



محمول کیا ہے لیکن اس کی کوئی صریح دلیل موجود نہیں ہے، بعض حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث پاک میں تین سال تعریف کا ذکر آیا ہے چنانچہ کتاب اللقطہ کی پہلی حدیث میں تین سال کا ذکر ہے راوی کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا عَرِّفْهَا حَوْلًا، فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا، فَلَمْ أَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهَا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا، فَعَرَّفْتُهَا فَلَمْ أَجِدْ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ ثَلَاثًا، فَقَالَ: احْفَظْ وِعَاءَهَا، وَعَدَدَهَا، وَوِكَاءَهَا۔

جمہور علماء کی طرف سے اس کے کئی جوابات دیئے جاتے ہیں، (۱) ابن حزم اور ابن جوزی کہتے ہیں کہ یہ راوی کا وہم ہے، (۲) بعض کہتے ہیں کہ یہ ورع وتقوی پر محمول ہے ابیؓ جیسے لاقط تھے اس لئے ان کو ان کی شان کے مطابق حکم دیا گیا، (۳) ابن جوزی کہتے ہیں کہ بظاہر تعریف جیسی ہونی چاہئے ہو نہ پائی، اس پر اشکال ہے کہ ابیؓ جیسا آدمی ہو اور تعریف میں کوتاہی کرے، (۴) بعضوں نے کہا ہے کہ یہ مال کثیر پر محمول ہے، یہ توجیہ حنفیہ نے کی ہے لیکن حضرت عمرؓ سے ایک غیر مشہور روایت اس طرح کی نقل کی جاتی ہے یا پھر حنفیہ کی طرف سے یہ توجیہ ہے، حضرت ابیؓ کی حدیث کے علاوہ اور کسی حدیث میں ایک سال سے زائد تعریف کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

دوسرا مسئلہ یہاں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ سال بھر تعریف کے بعد لقطہ لاقط کی ملک ہو جائے گا یہی امام شافعی واحمد کا مسلک ہے، امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے یہاں لاقط کی ملک نہیں ہوگا، امام مالک کہتے ہیں کہ ہر حال میں صدقہ کردے اور امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ اگر غنی ہو تو صدقہ کردے اور اگر فقیر ہو تو اس کو خرچ کرنے کی گنجائش ہے، امام بخاری نے قول اول کو اختیار فرمایا ہے۔

## (ص ۳۲۸) بَابُ إِذَا وَجَدَ خَشَبَةً فِي الْبَحْرِ أَوْ سَوْطًا أَوْ نَحْوَهُ

۲۴۳۰. وَقَالَ اللَّيْثُ: ثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ - وَسَاقَ الْحَدِيثَ - فَخَرَجَ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ فَإِذَا هُوَ بِالْخَشَبَةِ، فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا، فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيفَةَ.

**ترجمہ:** باب، اگر سمندر میں لکڑی، کوڑا یا اس جیسی کوئی چیز پائے تو کیا حکم ہے؟

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک اسرائیلی کا ذکر کیا، پھر راوی نے پوری حدیث سنائی جو طویل ہے (جس میں قرض کے لین دین کا ذکر ہے اور تفصیل پیچھے گزر چکی ہے) ایک روز دائن سمندر کی طرف نکلا یہ دیکھنے کے لئے کہ ممکن

Maktaba Tul Ishaat.com



ہے کہ کسی کشتی میں اس کے قرض کا مال آرہا ہو، اس نے دیکھا کہ سمندر میں ایک لکڑی ہے، اس نے وہ لکڑی اپنے گھر والوں کے لئے برائے ایندھن اٹھالی؛ لیکن اس کو چیرا تو اس میں اپنے قرض کا مال اور اس سے متعلق لکھا ہوا خط پایا۔

**تشریح:** امام بخاری نے اس میں اسرائیلی کی حدیث ذکر کی ہے جس میں خشبہ فی البحر کے پائے جانے کا ذکر ہے سوط کا کوئی ذکر نہیں ہے، بظاہر بعض دیگر روایات کی طرف اشارہ کیا ہے، ابوداؤد میں ایک حدیث ہے رَخَّصَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الْعَصَا وَالسَّوْطِ وَالْحَبْلِ وَأَشْبَاهِهِ يَلْتَقِطُهُ الرَّجُلُ يَنْتَفِعُ بِهِ، امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے یہ بیان فرمایا ہے کہ اشیاء قلیلۃ القیمۃ ہوں تو اس کا بھی التقاط جائز ہے، لیکن امام بخاری نے اس کے بارے میں تعریف کی کوئی مدت ذکر نہیں کی ہے، غالب گمان یہ ہے کہ اس جیسے میں وہ تعریف کے قائل نہیں ہے اور دیگر علماء کی بھی یہی رائے ہے کہ ایسی اشیاء حقیرہ کا التقاط اور اس سے انتفاع جائز ہے۔

## (ص ۳۲۸) بَابُ إِذَا وَجَدَ تَمْرَةً فِي الطَّرِيقِ

۲۴۳۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِتَمْرَةٍ فِي الطَّرِيقِ فَقَالَ: لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا.

وَقَالَ يَحْيَى: ثَنَا سُفْيَانُ ثَنِي مَنْصُورٌ ح وَقَالَ زَائِدَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ الْيَامِي ثَنَا أَنَسٌ.

۲۴۳۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَنَا عَبْدُ اللهِ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: إِنِّي لَأَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِي فَأَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي فَأَرْفَعُهَا لِآكُلَهَا، ثُمَّ أَخْشَى أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً فَأُلْقِيهَا.

**ترجمہ:** باب، راستہ میں اگر کھجور پائے تو اس کے اعلان کی ضرورت نہیں۔

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم راستہ میں پڑی ہوئی ایک کھجور کے پاس سے گزرے، آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہوسکتی ہے تو میں اس کو کھالیتا۔

یحیٰی نے اس حدیث کو اپنے طریق سے ذکر کیا ہے اور اس میں منصور سے سفیان کے سماع کی تصریح ہے؛ جب کہ زائدہ نے بھی اس حدیث کو اپنے طریق سے نقل کیا اور اس میں باب کی مسند حدیث کی طرح عنعنہ ہی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے گھر لوٹتا ہوں اور وہاں اپنے بستر پر کھجور پڑی ہوئی پاتا

Maktaba Tul Ishaat.com



ہوں، اس کو کھانے کے لئے اٹھاتا ہوں، پھر مجھے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ صدقہ کی ہو سکتی ہے تو اس کو (صدقہ کے مال میں) ڈال دیتا ہوں۔

**تشریح:** اگر کسی آدمی کو راستہ میں گری ہوئی کھجور مل جائے تو اس کو لیکر کھانا جائز ہے۔

امام بخاری نے یہ جو دو ترجمے ذکر کئے ہیں اس سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اشیاء حقیرہ کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ ہیں جن کا کچھ اہتمام ہوتا ہے لیکن زیادہ اہتمام نہیں ہوتا ہے، اور دوسری اشیاء وہ ہیں جن کا کوئی اہتمام ہی نہیں ہوتا ہے انسان کو فکر ہی نہیں ہوتی ہے جیسے کھجور یا دو چار دانے انار کے، دونوں کو لیکر انتفاع حاصل کرنا جائز ہے اور ایک آدھ کھجور وغیرہ کی کوئی قدر و قیمت نہیں اس لئے بظاہر لاقط پر اس کا تاوان نہیں ہوگا، اور پہلی جو اشیاء ہیں اگر مالک آجائے تو لاقط کو وہ چیز واپس کرنا ہوگی۔

## (ص ۳۲۸) بَاب كَيْفَ تُعَرَّفُ لُقَطَةُ أَهْلِ مَكَّةَ

وقال طاوس عن ابن عباس عن النبي ﷺ: لا يلتقط لقطتها إلا من عرّفها.

وقال خالد عن عكرمة عن ابن عباس عن النبي ﷺ قال: لا تلتقط لقطتها إلا لمعرّف.

٢٤٣٣. وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ ثَنَا رَوْحٌ ثَنَا زَكَرِيَّا ثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: لاَ يُعْضَدُ عِضَاهُهَا وَلاَ يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلاَ تَحِلُّ لُقَطَتُهَا إِلاَّ لِمُنْشِدٍ، وَلاَ يُخْتَلَى خَلاَهَا فَقَالَ عَبَّاسٌ: يَا رَسُولَ اللهِ إِلاَّ الإِذْخِرَ، قَالَ ﷺ: إِلاَّ الإِذْخِرَ.

٢٤٣٤. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى ثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ ثَنَا الأَوْزَاعِيُّ ثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ ثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ: لَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ مَكَّةَ قَامَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللهَ قَدْ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ فَإِنَّهَا لاَ تَحِلُّ لأَحَدٍ كَانَ قَبْلِي، وَإِنَّهَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ وَإِنَّهَا لَنْ تَحِلَّ لأَحَدٍ بَعْدِي، فَلاَ يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلاَ يُخْتَلَى شَوْكُهَا وَلاَ تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا إِلاَّ لِمُنْشِدٍ، وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ إِمَّا أَنْ يُفْدِيَ وَإِمَّا أَنْ يُقِيدَ، فَقَالَ الْعَبَّاسُ: إِلاَّ الإِذْخِرَ فَإِنَّا نَجْعَلُهُ لِقُبُورِنَا وَبُيُوتِنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِلاَّ الإِذْخِرَ، فَقَامَ أَبُو شَاهٍ - رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ - فَقَالَ: اكْتُبُوا لِي يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: اكْتُبُوا لأَبِي شَاهٍ، قُلْتُ لِلأَوْزَاعِيِّ: مَا قَوْلُهُ

Maktaba Tul Ishaat.com



اكْتُبُوا لِي يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: هٰذِهِ الْخُطْبَةَ الَّتِي سَمِعَهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

**ترجمہ:** باب، مکہ مکرمہ کے لقطہ کا اعلان کس طرح کیا جائے؟

حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حرم کا لقطہ صرف وہ اٹھائے جو اس کا اعلان کر سکے، خالد نے عکرمہ کے واسطے سے حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت بیان کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حرم کا لقطہ نہ اٹھایا جائے؛ ہاں اس کو اٹھانے کی اجازت ہے جو اس کا اعلان کر سکے۔

ابن عباسؓ کی روایت کا ترجمہ باب كيف تعرف لقطة أهل مكة میں گزر چکا

آخری روایت کا ترجمہ باب كتابة العلم میں گزر چکا

**تشریح:** اہل مکہ کے لقطہ کی تعریف کی کیا کیفیت ہوگی؟ امام بخاری نے اس باب میں جو حدیثیں ذکر کی ہیں ان سب میں وارد ہے لَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ اور لَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ اور لَا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ، ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ اس کی تعریف ہمیشہ اور دائمًا کی جائے گی، یہی امام شافعی، عبد الرحمن بن مہدی اور ابو عبید القاسم بن سلام فرماتے ہیں اور یہی امام احمد کی ایک روایت ہے جس کو امام ابن تیمیہ اور بہت سے علماء حنابلہ نے اختیار کیا ہے۔

امام مالک اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اس کی مدتِ تعریف عام لقطات جیسی ہے یعنی ایک سال ہے، اور یہی امام احمد کی ایک روایت ہے جو ان کے ظاہر کلام سے سمجھ میں آتی ہے اور یہی ان کے یہاں مشہور و معروف ہے اور یہی شافعیہ کا ایک قول ہے۔

اور یہ حضرات کہتے ہیں کہ چونکہ حرم میں لوگوں کی آمد و رفت رہتی ہے اس لئے اس کے لقطہ کی تعریف میں مبالغہ بتانے کے لئے حدیث میں کہا گیا ہے لَا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ اور جو آدمی انشاد میں مبالغہ نہ کرے ایسے شخص کو لقطۂ حرم کے التقاط سے منع کر دیا گیا ہے یہی مسلم شریف کی ایک حدیث کا محمل ہے جس میں وارد ہے أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ لُقَطَةِ الْحَاجِّ۔

مگر جمہور علماء اس تاویل سے موافقت نہیں کرتے ہیں کیوں کہ حدیث میں جہاں بھی لقطۂ حرم کا ذکر ہے صرف انشاد کا اور صرف تعریف کا ذکر ہے، جہاں بھی التقاط کی اجازت ہے شرط یہ لگائی جا رہی ہے کہ وہی اٹھائے جو انشاد کرے، اگر انشاد دائمۃً مطلوب نہ ہوتا تو صرف إِلَّا لِمُعَرِّفٍ، إِلَّا لِمُنْشِدٍ کہنے کی ضرورت کیا تھی؟

Maktaba Tul Ishaat.com



**وَلَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ:** مُنشِد معرّف کے معنی میں ہے، اس سے پہلی حدیث میں اس کی تصریح وارد ہوئی ہے یہی معنی ابو عبید اور ابن جریر وغیرہ حضرات نے بیان فرمائے ہیں۔

**فَقَامَ أَبُو شَاهٍ:** أبو شاہ ہاء منونہ کے ساتھ ہے، حافظ سلفی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے أبو شاۃ بالتاء المدورہ پڑھ دیا یہ غلط ہے، یہ فارس کے رہنے والے تھے کسریٰ نے ان کو یمن بھیجا تھا۔

**هَذِهِ الْخُطْبَةُ الَّتِي سَمِعَهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ:** یعنی فتح مکہ کے دوسرے دن کا خطبہ۔

## (ص ۳۲۹) بَابُ لَا تُحْتَلَبُ مَاشِيَةُ أَحَدٍ بِغَيْرِ إِذْنٍ

**۲۴۳۵. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَا يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ امْرِئٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِ، أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تُؤْتَى مَشْرُبَتُهُ فَتُكْسَرَ خِزَانَتُهُ فَيُنْتَقَلَ طَعَامُهُ؟ فَإِنَّمَا تَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوعُ مَوَاشِيهِمْ أَطْعِمَاتِهِمْ، فَلَا يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ.**

**ترجمہ:** باب، کسی کے جانور کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہا جائے۔

حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی کے جانور کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہے، کیا تم میں سے کسی کو یہ گوارا ہوگا کہ کوئی شخص اس کے بالاخانے میں آئے، اس کے غلہ کی کوٹھری کو توڑے اور اس کا غلہ لیکر چل دے، اسی طرح جانوروں کے تھنوں میں ان کے مالکوں کے غلے اور کھانے ہی تو جمع ہیں لہذا کوئی شخص اجازت کے بغیر کسی کے جانور کا دودھ نہ دوہے۔

**تشریح:** کسی آدمی کے جانور کا دودھ بلا اذن نہ نکالا جائے، یہی حضرات ائمۂ ثلاثہ اور جمہور علماء کا مسلک ہے ہاں اگر اضطراری کیفیت ہو تو دودھ لے سکتے ہیں، پھر بعض کہتے ہیں کہ ضمان آئے گا اور بعض کہتے ہیں ضمان نہیں آئے گا، امام احمد اصح الروایتین میں اور اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ غیر مضطر کے لئے بھی دودھ نکال لینا جائز ہے اس لئے کہ حضرت سمرہؓ کی روایت میں وارد ہوا ہے کہ اگر کوئی کسی کے مواشی کے پاس سے گزرے اور ان کا مالک موجود ہو تو اس سے اجازت لے لے، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهَا فِيهَا فَلْيُصَوِّتْ ثَلَاثًا فَإِنْ أَجَابَ فَلْيَسْتَأْذِنْهُ فَإِنْ أَذِنَ لَهُ وَإِلَّا فَلْيَحْلُبْ وَلْيَشْرَبْ رواه أبو داؤد والترمذی، اگر مالک نہ ہو تو تین مرتبہ آواز دے اگر جواب دے تو اجازت لے لے ورنہ دودھ دوہ کر پی لے، جمہور علماء اس کو مضطر پر محمول کرتے ہیں یہی امام ابو عبید اور

Maktaba Tul Ishaat.com



بیہقی وغیرہ نے توجیہ فرمائی ہے، اور مسند احمد میں ایک روایت ایسی وارد ہوئی ہے جس میں حاجت کی صراحت وارد ہے، قاضی ابن عربی وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ عرب کے دستور پر ہے وہاں اس طرح کی گنجائش تھی۔

## (ص ۳۲۹) بَابُ إِذَا جَاءَ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ رَدَّهَا عَلَيْهِ لِأَنَّهَا وَدِيعَةٌ عِنْدَهُ

۲۴۳۶. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ اللُّقَطَةِ، قَالَ: عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ فَقَالَ: خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ فَضَالَّةُ الإِبِلِ؟ قَالَ: فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ - أَوِ احْمَرَّ وَجْهُهُ - ثُمَّ قَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا.

**ترجمہ:** باب، اگر ایک سال کے بعد لقطہ کا مالک آجائے تو ملتقط واپس کرے کیوں کہ اس کے پاس لقطہ امانت تھا۔

**تشریح:** اگر لقطہ کا مالک ایک سال کے بعد آجائے تو لقطہ کا واپس کرنا واجب اور ضروری ہے۔

امام بخاری نے دو ترجمے منعقد فرمائے ہیں ایک ترجمہ صفحۂ گزشتہ پر منعقد کیا باب: إِذَا لَمْ يُوجَدْ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ فَهِيَ لِمَنْ وَجَدَهَا کہ اگر ایک سال کے بعد مالک لقطہ نہ ملے تو لقطہ لاقط کی ملک ہے۔

اور دوسرا ترجمہ یہ منعقد فرمایا باب: إِذَا جَاءَ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ رَدَّهَا عَلَيْهِ لِأَنَّهَا وَدِيعَةٌ عِنْدَهُ، اگر صاحبِ لقطہ ایک سال کے بعد آجائے تو لقطہ کو صاحبِ لقطہ کے حوالہ کردے کیوں کہ یہ لقطہ لاقط کے پاس ودیعت ہے، یہ دو مسئلے الگ الگ ذکر فرمائے ہیں۔

ایک مسئلہ یہ ہے کہ سال بھر تعریف کے بعد اگر مالکِ لقطہ کا پتہ نہ چلا تو لقطہ لاقط کی ملک ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ سال بھر تعریف کرنے کے بعد اگر رب اللقطہ آگیا تو لاقط کے ذمہ اس کو واپس کرنا ضروری ہے اس لئے کہ وہ اس کے پاس ودیعت ہے۔

ایک مسئلہ اور سنو! اگر لاقط نے ایک سال تعریف کے بعد لقطہ میں تصرف کرلیا اور پھر صاحبِ لقطہ آیا تو کیا

Maktaba Tul Ishaat.com



حکم ہے؟ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ لقطہ کا بدل واپس کرنا واجب ہے، امام بخاری، حسن بن علی کرابیسی اور داؤد ظاہری وغیرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر لقطہ ختم ہوگیا ہے تو پھر لاقط کے ذمہ ضمان واجب نہیں ہوگا، جمہور علماء نے مسلم شریف کی حدیث ثم کلها فان جاء صاحبها فأدها إليه سے استدلال فرمایا ہے، کھانے کے بعد جو اداء کا حکم ہے ظاہر ہے کہ اس سے اداءِ بدل اور اداءِ عوض مراد ہے۔

## (ص ۳۲۹) بَابٌ هَلْ يَأْخُذُ اللُّقَطَةَ وَلَا يَدَعُهَا تَضِيعُ حَتَّى لَا يَأْخُذَهَا مَنْ لَا يَسْتَحِقُّ

۲۴۳۷۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ: سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ قَالَ: كُنْتُ مَعَ سَلْمَانَ بْنِ رَبِيعَةَ وَزَيْدِ بْنِ صُوحَانَ فِي غَزَاةٍ، فَوَجَدْتُ سَوْطًا فَقَالَا لِي: أَلْقِهِ، قُلْتُ: لَا وَلَكِنْ إِنْ وَجَدْتُ صَاحِبَهُ وَإِلَّا اسْتَمْتَعْتُ بِهِ، فَلَمَّا رَجَعْنَا حَجَجْنَا، فَمَرَرْتُ بِالْمَدِينَةِ فَسَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَقَالَ: وَجَدْتُ صُرَّةً عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فِيهَا مِائَةُ دِينَارٍ، فَأَتَيْتُ بِهَا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا، فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا، فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ الرَّابِعَةَ فَقَالَ: اعْرِفْ عِدَّتَهَا وَوِكَاءَهَا وَوِعَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا اسْتَمْتِعْ بِهَا. حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلَمَةَ بِهَذَا قَالَ: فَلَقِيتُهُ بَعْدُ بِمَكَّةَ فَقَالَ: لَا أَدْرِي ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ أَوْ حَوْلًا وَاحِدًا.

**ترجمہ:** باب، لقطہ اٹھالینا چاہئے اور اسکو ضائع ہونے کیلئے نہ چھوڑے کہیں ایسا شخص نہ اٹھالے جو اسکا مستحق نہ ہو۔

سوید بن غفلہ کہتے ہیں کہ میں ایک غزوے میں سلیمان بن ربیعہؓ (ایک قول کے مطابق یہ صحابی ہیں) اور زید بن صوحان (تابعی) کے ساتھ تھا، میں نے ایک کوڑا پایا ان میں سے ایک نے مجھ سے کہا کہ اس کو ڈال دو، میں نے کہا نہیں اگر مجھے اس کا مالک مل گیا تو اس کو دے دوں گا؛ ورنہ اس سے خود فائدہ اٹھاؤں گا، جب ہم جہاد سے واپس آئے اور حج کو گئے تو مدینہ منورہ میں حضرت ابی بن کعبؓ ملے (پھر وہ حدیث سنائی جو کتاب اللقطہ کے بالکل شروع میں ہے)

**تشریح:** امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے اخذ اللقطہ کا حکم ذکر فرمایا ہے کہ لقطہ کا التقاط کیا جائے یا نہ کیا جائے؟ شافعیہ کے اس میں دو قول ہیں، (۱) ایک قول یہ ہے کہ التقاط واجب نہیں، (۲) دوسرا قول یہ ہے کہ التقاط واجب ہے، (۳) بعض علماء شافعیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر ایسی جگہ ہو جہاں خطرہ ہو لقطہ کے ضائع ہونے کا

Maktaba Tul Ishaat.com



تو ایسی صورت میں اس کا التقاط واجب ہے، بعض علماء شافعیہ محققین فرماتے ہیں کہ ان کا محمل یہی تفصیلی حالت ہے کہ اگر ضیاع کا اندیشہ ہو تو واجب ہے ورنہ واجب نہیں۔

(۴) امام احمد بن حنبل سے نقل کیا گیا ہے الأفضل ترک الالتقاط لیکن ابو الخطاب نے نقل کیا ہے کہ اگر ضیاع کا اندیشہ ہو تو افضل التقاط ہے بلکہ بعض حنابلہ کہتے ہیں کہ التقاط واجب ہے، (۵) حنفیہ اور مالکیہ فرماتے ہیں کہ اگر ضیاع کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں التقاط واجب ہے، (۶) ابن حزم ظاہری کہتے ہیں کہ التقاط فرض ہے، (۷) ربیع بن خیثم اور جابر بن یزید سے کراہت منقول ہے، امام بخاری نے بباب: هَلْ يَأْخُذُ اللُّقَطَةَ کہہ کر تفصیل کی طرف اشارہ کیا ہے اور حاصل اس کا یہ ہے کہ اگر اپنے نفس پر اعتماد ہو تو التقاط کرے ورنہ نہیں۔

## (ص ۳۲۹) بَابُ مَنْ عَرَّفَ اللُّقَطَةَ وَلَمْ يَدْفَعْهَا إِلَى السُّلْطَانِ

۲۴۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ رَبِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ أَنَّ أَعْرَابِيًّا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَقَالَ: عَرِّفْهَا سَنَةً فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِعِفَاصِهَا وَوِكَائِهَا وَإِلَّا فَاسْتَنْفِقْ بِهَا، وَسَأَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْإِبِلِ فَتَمَعَّرَ وَجْهُهُ وَقَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ دَعْهَا حَتَّى يَجِدَهَا رَبُّهَا، وَسَأَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْغَنَمِ فَقَالَ: هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ.

**ترجمہ:** باب، جس نے لقطہ کی خود تعریف کی اور اس کو بادشاہ کے حوالہ نہیں کیا۔

**تشریح:** جمہور علماء فرماتے ہیں کہ لاقط لقطہ کی تعریف کرے گا اٹھا کر بادشاہ تک پہونچانا ضروری نہیں ہے، اوزاعی کہتے ہیں کہ اگر کثیر ہو تو بیت المال پہونچادے اور اگر قلیل ہو تو تعریف کرے۔

بعض مالکیہ وشافعیہ کہتے ہیں کہ اگر مؤتمن ہو تو تعریف کرے ورنہ بیت المال منتقل کردے، بعضوں نے لقطہ اور ضوال میں فرق کیا ہے کہ لقطہ کی تعریف خود کرلے اور ضوال کو بیت المال پہونچادے۔

## (ص ۳۲۹) بَابٌ

۲۴۳۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَنَا النَّضْرُ أَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْبَرَاءُ عَنْ أَبِي بَكْرٍ

Maktaba Tul Ishaat.com



ح وحَدَّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجاءٍ ثنا إسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إسْحاقَ عَنِ الْبَراءِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: انطَلَقْتُ فَإِذَا أَنَا بِرَاعِي غَنَمٍ يَسُوقُ غَنَمَهُ، فَقُلْتُ بِمَنْ أَنتَ؟ قَالَ: لِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَسَمَّاهُ فَعَرَفْتُهُ، فَقُلْتُ: هَلْ فِي غَنَمِكَ مِنْ لَبَنٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَقُلْتُ: فَهَلْ أَنْتَ حَالِبٌ لِي؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَمَرْتُهُ فَاعْتَقَلَ شَاةً مِنْ غَنَمِهِ، ثُمَّ أَمَرْتُهُ أَنْ يَنْفُضَ ضَرْعَهَا مِنَ الْغُبَارِ، ثُمَّ أَمَرْتُهُ أَنْ يَنْفُضَ كَفَّيْهِ - فَقَالَ: هٰكَذَا ضَرَبَ إِحْدَى كَفَّيْهِ بِالْأُخْرَى - فَحَلَبَ كُثْبَةً مِنْ لَبَنٍ وَقَدْ جَعَلْتُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ إِدَاوَةً عَلَى فِيهَا خِرْقَةٌ، فَصَبَبْتُ عَلَى اللَّبَنِ حَتَّى بَرَدَ أَسْفَلُهُ، فَانْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْتُ: اشْرَبْ يَا رَسُولَ اللهِ، فَشَرِبَ حَتَّى رَضِيتُ.

**ترجمہ:** یہ باب عنوان کے بغیر ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بیان کیا کہ (سفر ہجرت کے دوران) میں چلا تو مجھے ایک چرواہا ملا جو اپنی بکریاں ہانک کر لے جارہا تھا، میں نے اس سے دریافت کیا کہ تو کس کا چرواہا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ایک قریشی کا اور اس قریشی کا نام بھی لیا جس کو میں پہچانتا تھا، میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تیری بکریوں میں کچھ دودھ ہے؟ اس نے کہا: ہاں ہے، میں نے کہا: کیا تم میرے لئے اس کا دودھ دوہو گے؟ اس نے کہا: ہاں، میں نے اس سے دودھ دوہنے کے لئے کہا، تو اس نے ایک بکری کو دودھ دوہنے کے لئے پکڑا، میں نے اس سے کہا کہ بکری کا تھن گرد وغبار سے صاف کر دو، پھر میں نے اس سے کہا کہ اپنے ہاتھ بھی جھاڑ لو، اس نے اپنی ایک ہتھیلی دوسری پر ماری اور اس طرح ہاتھ جھاڑے، پھر ایک پیالہ دودھ دوہا، میں نے رسول اللہ ﷺ کے واسطے پانی کا ایک برتن رکھ لیا تھا، اس کا منہ کپڑے سے بندھا ہوا تھا، میں نے وہ پانی اس دودھ پر ڈالا یہاں تک کہ دودھ نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا، میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچا، میں نے کہا: یا رسول اللہ! نوش فرمائیں، آپ ﷺ نے نوش فرمایا یہاں تک کہ میرا دل خوش ہو گیا۔

**تشریح:** امام بخاری نے یہاں یہ حدیثِ ہجرت کا ایک جزء ذکر کیا ہے، ابن منیر فرماتے ہیں کہ اس کی مناسبت بابِ لقطہ سے یہ ہے کہ جو لبن راعی کے شرب کے بعد باقی رہتا ہے وہ ضائع ہو جاتا ہے تو اس کی مثال لقطہ کی سی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اشیاءِ حقیرہ سوط وغیرہ کا التقاط جائز ہے، حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس بات پر تنبیہ فرمائی ہے کہ اگر مالک کا پتہ چل جائے تو اس کو لقطہ نہیں کہا جائے گا۔

---

## کتاب فی اللقطہ پورا ہوا

Maktaba Tul Ishaat.com



بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# (ص ۳۳۰) أبوابُ المَظَالِمِ والقِصَاصِ

**تشریح:** یہ عنوان اسی طرح سے ہمارے ہندی نسخوں میں واقع ہوا ہے، شراح کرام؛ کرمانی، حافظ ابن حجر اور قسطلانی کے نسخوں میں کتاب المظالم، فی المظالم والغصب آیا ہے، نسفی کی روایت میں کتاب الغصب، باب فی المظالم ہے، اس کے علاوہ اور بھی بعض نسخ ہیں۔

مظالم جمع ہے مظلِمة کی جس کے معنی ہیں وہ مال جو ناحق لے لیا گیا ہو، لقطہ کے بعد ابواب مظالم لانے کی وجہ یہ ہے کہ لقطہ کی تعریف نہ کرنا لقطہ کو مظلِمہ بنادے گا کہ دوسرے کے حق پر لاقط ناجائز طور پر قابض ہو گیا۔

قصاص کے معنی برابر سرابر کر دینے کے ہیں، زید کا عمرو پر دین ہو اور عمرو کا زید پر دین ہو، دونوں آپس میں ایک دوسرے کا مقابلہ کر کے دین ختم کر دیں تو یہ قصاص ہے، یہ ماخوذ ہے اقتصاص الأثر سے، کسی کے قدم پر قدم رکھنا، چونکہ یہاں تقابل میں مساوات ہوتی ہے تو گویا آدمی دوسرے کا اتباع کرتا ہے اور دوسرا پہلے کا اتباع کرتا ہے اور ہر ایک اپنا مطالبہ ختم کر دیتا ہے۔

غصب کی تعریف ہے أخذ الشیئ ظلمًا کسی کی چیز کو ناحق لے لینا، اور بعض علماء فرماتے ہیں هو الاستیلاء علی حق غیرہ قهرًا و ظلمًا۔

امام بخاری نے ماقبل میں لقطہ کو بیان کیا تھا اس میں شریعت تعریف کے بعد لاقط کو استعمال کی گنجائش دیتی ہے اب اس کے بعد مظالم کو ذکر کر رہے ہیں اس لئے کہ کسی کا مال بلا اجازت اور زبردستی چھین کر استعمال کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی لہذا اب اس کے احکام ذکر کر رہے ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۳۰) بَابٌ فِي الْمَظَالِمِ وَالْغَصْبِ

وقول الله عز وجل ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ۚ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ۝ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ ﴾ رافعي رؤوسهم، المُقْنِعُ والمُقْمِحُ واحد ﴿ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۖ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ﴾ جُوْفًا لا عقول لهم ﴿ وَأَنذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ﴾ الى قوله ﴿ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ ﴾

وقال مجاهد: ﴿ مُهْطِعِينَ ﴾ مدمني النظر ويقال: مسرعين.

**ترجمہ:** باب، ظلم اور غصب کی قباحت کا بیان۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آپ یہ خیال نہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اُن حرکتوں سے غافل ہے جو ظالم کر رہے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ ان کو ڈھیل دے رہا ہے اس دن کے لئے جس دن آنکھیں پتھرا جائیں گی وہ اپنے سروں کو اٹھاتے ہوئے بھاگتے ہوں گے، مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ کے معنی رَافِعِي رُءُوسِهِمْ کے ہیں کہ وہ اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے ہوں گے، اور مقنع اور مقمح کے ایک ہی معنی ہیں، ان کی نظریں ان کی طرف لوٹ نہیں سکیں گی یعنی وہ پلک جھپکائے بغیر ٹکٹکی باندھے دیکھتے ہوں گے اور ان کے دل بدحواس ہوں گے یعنی عقل وشعور سے خالی ہوں گے، اور آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرائیے جس دن ان پر عذاب آئے گا تو ظالم کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑی مدت کی مہلت دے دے ہم تیری دعوت پر لبیک کہیں گے اور رسولوں کی اتباع کریں گے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب دیا جائے گا کہ کیا تم اس سے پہلے یہ قسم نہیں کھاتے تھے کہ تمہارے لئے زوال نہیں اور تم ان لوگوں کے گھروں میں رہے جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا اور تمہیں خوب معلوم ہو گیا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا کیا تھا اور ہم نے تمہارے سامنے مثالیں بیان کی تھیں اور تحقیق کہ کافروں نے خوب مکر کئے اور اللہ تعالیٰ ان کے مکر سے اچھی طرح باخبر ہے اور ان کے مکر تو ایسے تھے کہ ان سے پہاڑ بھی ہل جاتے (مگر اس کے باوجود ان کے مکر دینِ اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکے)، یا یہ کہ ان کے مکر ایسے نہیں تھے کہ ان سے پہاڑ ہل جاتے (جب کہ دینِ اسلام تو پہاڑ کی طرح محکم وقوی ہے لہٰذا ان کے مکر اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکے) آپ یہ خیال نہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس وعدہ کے خلاف کریں گے جو اس نے رسولوں سے کیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے اور انتقام لینے والا ہے۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ کسی کا مال زبردستی قبضہ کر لینا اور اس پر مستولی ہو جانا حرام ہے، قرآن وحدیث میں اس پر وعید آئی ہے۔

**وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُوْنَ:** اللہ تعالیٰ شانہ نے بتا دیا کہ اللہ

Maktaba Tul Ishaat.com



تعالیٰ ظالموں کے ظلم سے غافل نہیں ہے، تاخیر ہورہی ہے موقع آئے گا تو پکڑے جائیں گے۔

**تَشْخَصُ فِيهِ الأَبْصَارُ:** جس دن آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی، اُٹھی کی اُٹھی رہ جائیں گی، آدمی حیران ہوجائے گا کہ کیا ہوگا۔

**مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ:** مھطع جو ٹکٹکی باندھ کر دیکھے اور بعض کہتے ہیں جو تیزی سے دوڑ رہا ہو، مقنع جو سر کو اٹھائے ہوئے ہو۔

**الْمُقْنِعُ وَالْمُقْمِحُ وَاحِدٌ:** مُقْنِع کا ذکر تو اسی آیت مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ میں ہے اور مقمح کا ذکر سورۂ یٰس میں ہے فَهُمْ مُقْمَحُونَ۔

**لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ:** ان کی پلکیں نہیں جھپکیں گی۔

**وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ:** اور ان کے قلب اڑان ہورہے ہوں گے۔

**جوفًا لَا عُقُولَ لَهُمْ:** جوف ای خالیۃ، اجوف کی جمع ہے اجوف جو خالی ہو اور مراد اس سے عقل سے خالی ہونا ہے یعنی آدمی کے ہوش وحواس ٹھکانے نہ ہوں گے۔

**مُهْطِعِينَ مُدمِنِي النَّظَرِ:** ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہوں گے۔

**وَيُقَالُ مُسْرِعِينَ:** جلدی کررہے ہوں گے، یہ دو تفسیریں مھطعین کی ہیں۔

مصنف نے ان دو آیت سے غصب اور مظالم کی وعید بیان فرمائی ہے اور آیات ہی پر اکتفاء فرمالیا، مگر بعض نسخوں میں اگلا باب باب قصاص المظالم ہے اور بعض نسخوں میں نہیں، اگر باب نہیں ہے تو پھر اگلی روایت اس باب کی دلیل ہے اور روایت سے بھی غصب اور مظالم کی حرمت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

## (ص ۳۳۰) بَابُ قِصَاصِ الْمَظَالِمِ

۲۴۴۰. حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: إِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُونَ مِنَ النَّارِ حُبِسُوا بِقَنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَيَتَقَاصُّونَ مَظَالِمَ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا حَتَّى إِذَا مَا نُقُّوا وَهُذِّبُوا أُذِنَ لَهُمْ بِدُخُولِ الْجَنَّةِ، فَوَالَّذِي

Maktaba Tul Ishaat.com



نَفْسُ مُحَمَّدٍ ﷺ بِيَدِهِ، لَأَحَدُهُمْ بِمَسْكَنِهِ فِي الْجَنَّةِ أَدَلُّ بِمَنْزِلِهِ كَانَ فِي الدُّنْيَا.

وَقَالَ يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ: ثنا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ ثنا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ.

**ترجمہ:** باب، مظالم کے بدلے کا بیان۔

حضرت ابو سعید خدریؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب ایمان والے جہنم سے بچ جائیں گے تو ان کو ایک پل پر روکا جائے گا جو جنت اور جہنم کے مابین واقع ہوگا وہاں یہ لوگ ان زیادتیوں کا تصفیہ کریں گے جو انہوں نے دنیا میں ایک دوسرے پر کی تھیں یہاں تک کہ جب وہ پاک وصاف ہو جائیں گے تب ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت ہوگی، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے ان میں سے ہر شخص اپنے جنت والے گھر کو دنیا کے گھر سے بھی زیادہ جانتا پہچانتا ہوگا، دوسری سند میں شیخ ابوالمتوکل سے قتادہ کے سماع کی تصریح ہے۔

**تشریح:** المظالم جمع ہے مظلوم کی، أی هذا باب فی بیان قصاص المظلوم، أی أخذ المظلوم من الظالم یوم القیامة، المظلوم الذی أخذ منه ظلمًا فی الدنیا یعنی قیامت کے دن مظلوم ظالم سے وہ حقوق وصول کرے گا جو مظلوم سے ظلمًا لے لئے گئے تھے۔

امام بخاری نے تنبیہ فرمادی کہ ظالم کو ڈرتے رہنا چاہئے، معاملہ یہیں ختم نہیں ہو جائے گا بلکہ آخرت میں مظلوم کا بدلہ ظالم سے وصول کرایا جائے گا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کی کوئی چیز ظلمًا لے لی گئی تو اس کو مظلوم تک پہونچانا اور ظالم سے دلوانا چاہئے، کیوں کہ آخرت میں بدلہ دلوانا اس بات کی دلیل ہے کہ مظلوم کا حق ظالم کے ذمہ واجب ہو جاتا ہے اور یہ وجوب فی الآخرہ برائے وجوب فی الدنیا ہے، اگر دنیا میں واجب نہ ہوتا تو آخرت میں بھی واجب نہ ہوتا، لیکن یہ مطلب صرف احتمال و ظن ہے اس لئے کہ ابھی تو امام بخاری صرف ظلم کرنے کی شناعت اور کسی سے کوئی چیز زبردستی لے لینے کی قباحت اور اس کا ضرر وفساد بیان کررہے ہیں۔

امام بخاری نے یہاں ترجمہ منعقد کیا ہے قصاص المظلوم کا اور کتاب الرقاق میں ترجمہ لائے ہیں باب القصاص یوم القیامة، دونوں کا مقصد ایک ہے، یہاں مظالم کی اہمیت بتلانے کے لئے ذکر فرمایا اور وہاں قیامت کے دن حساب وکتاب اور ایفاء حقوق کو بتانے کیلئے ذکر فرمایا اور یہی روایت دونوں جگہ ذکر کی ہے۔

**إِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُونَ مِنَ النَّارِ:** خلوص من النار کے معنی ہے پل صراط سے پار ہو جانا۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**حُبِسُوا بِقَنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ:** ایک پل پر جو جنت اور جہنم کے بیچ ہوگا روک دیئے جائیں گے، بعض کہتے ہیں کہ یہ تتمۂ صراط ہے، پل صراط کا تکملہ ہے، اور قرطبی کہتے ہیں کہ یہ صراط ثانی اور قنطرۂ ثانیہ ہے۔

**فَيَتَقَاصُّونَ مَظَالِمَ:** آپس میں باہم ایک دوسرے پر جو ظلم ہوا ہے اور کسی نے کسی کی چیز دبالی ہے اس کو وہاں بدلہ دلوایا جائے گا اور آپس میں حقوق کو برابر سرابر کرایا جائے گا، تقاصّ اور مقاصّہ کی حقیقت ایک ہی ہے جو ابھی بیان کی جاچکی۔

**حَتّٰى إِذَا نُقُّوا وَهُذِّبُوا الخ:** جب منقی اور مہذب ہوجائیں گے پھر جنت میں داخل ہونے کی اجازت ہوگی۔

معلوم ہوا کہ اہل ایمان کے ساتھ جو کچھ مؤاخذہ ہوگا اس کا مقصد ان کی تہذیب اور تنقیہ ہے اور جنت میں وہی شخص جائے گا جو آراستہ اور مہذب ہوگا، بغیر تہذیب کے کوئی جنت میں نہیں جائے گا۔

حضرت اقدس رائے پوری فرماتے ہیں کہ یا تو یہاں اپنے آپ کا تزکیہ کرلو ورنہ برزخ میں کرایا جائے گا اور وہاں نہ ہوا تو جہنم کی آگ ہے، اور وہ تزکیہ وتہذیب یہی ہے کہ آدمی اپنے اقوال وافعال واحوال کو شریعت کی کسوٹی پر پیش کرے، شریعت جس کو معتبر مانے اس کو معتبر مانے اور باقی کو چھوڑ دے، اور جو قول وفعل کتاب وسنت کے خلاف ہو اس سے اعراض واجب ہے، اور وہ اعراض یہ ہے کہ فی الحال ترک کیا جائے اور ماضی میں جو کوتاہی ہوئی ہے اس پر توبہ کی جائے۔

**لَأَحَدُهُمْ بِمَسْكَنِهِ فِي الْجَنَّةِ أَدَلُّ بِمَنْزِلِهِ كَانَ فِي الدُّنْيَا:** آدمی دنیا کے مکانات کو جانتا اور پہچانتا ہے اس سے زیادہ آخرت کے اپنے مسکن کو پہچانے گا، ہر چیز میں ایک کشش ہوتی ہے اپنی چیز کی طرف کشش طبعی ہوتی ہے، اعمال کی مناسبت سے یہ چیزیں آخرت میں نصیب ہوں گی اس لئے یہ اعمال مقناطیس کا کام دیں گے اور یہ ان مساکن ومنازل کی طرف کھینچ کرلے جائیں گے۔

## (ص ۳۳۰) بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالٰى أَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظَّالِمِينَ

۲۴۴۱. حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثَنَا هَمَّامٌ ثَنِي قَتَادَةُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا أَمْشِي مَعَ

Maktaba Tul Ishaat.com



ابنِ عُمَرَ آخِذٌ بِيَدِهِ إِذْ عَرَضَ رَجُلٌ، قَالَ: كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي النَّجْوَى؟ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ اللهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ وَيَسْتُرُهُ فَيَقُولُ: أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ أَيْ رَبِّ، حَتَّى قَرَّرَهُ بِذُنُوبِهِ وَرَأَى فِي نَفْسِهِ أَنَّهُ هَلَكَ قَالَ: سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ، فَيُعْطَى كِتَابَ حَسَنَاتِهِ، وَأَمَّا الْكَافِرُونَ وَالْمُنَافِقُونَ فَ ﴿ يَقُولُ ٱلْأَشْهَٰدُ هَٰٓؤُلَآءِ ٱلَّذِينَ كَذَبُواْ عَلَىٰ رَبِّهِمْۚ أَلَا لَعْنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلظَّٰلِمِينَ ﴾

**ترجمہ:** باب، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان کہ خوب سن لو! ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

صفوان بن محرز مازنی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ ان کا ہاتھ تھامے ہوئے چل رہا تھا کہ ایک شخص سامنے آیا اور کہنے لگا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے دن نجویٰ یعنی اللہ تعالیٰ کی بندے کے ساتھ سرگوشی کے بارے میں کیا سنا ہے؟ حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ مؤمن بندے کو قریب کرے گا اس پر اپنا پردۂ عزت ڈالے گا اور اس کو چھپالے گا پھر پوچھے گا کہ کیا تجھے فلاں گناہ یاد ہے؟ فلاں گناہ یاد ہے؟ وہ کہے گا اے میرے رب! یاد ہے، جب اس سے گناہوں کا اقرار کرالے گا اور وہ دل میں سوچے گا کہ مجھے تو ہلاک ہی ہونا ہے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تیرے ان گناہوں کو دنیا میں چھپایا اور آج ان کو معاف کرتا ہوں پھر اس کو نیکیوں کا کتابچہ دے دیا جائے گا، رہ گیا منافق وکافر تو ملائکہ، نیک جن اور نیک انسان ان کے خلاف گواہی دیں گے اور کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا، خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

**تشریح:** مقصد ظلم کی قباحت وشناعت بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے اور اللہ کے رسول نے ظالمین پر لعنت کی ہے، لعنت کہتے ہیں رحمت سے دور کردینے کو۔

**كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي النَّجْوَى؟** یعنی اللہ کا بندہ سے نجویٰ کیا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے بارے میں حضور سے آپ نے کیا سنا ہے؟

**كَنَفَهُ:** ستر وجانب، یعنی اللہ اس کو پردہ میں لے لیں گے۔

**سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا:** دنیا میں میں نے تیری ستاری کی تو اب آخرت میں رسوا نہیں کروں گا بخش دوں گا۔

**فَيُعْطَى كِتَابَ حَسَنَاتِهِ:** تو اس کے حسنات کی کتاب دے دی جائے گی یعنی وہ نامۂ عمل دیا جائے گا

Maktaba Tul Ishaat.com



جس میں اس کی نیکیاں لکھی ہوں گی۔

امام بخاری نے یہ جو حدیث یہاں ذکر فرمائی ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کو ابواب غصب میں داخل کرنے کی وجہ یہ اشارہ کرنا ہے کہ أغفِرُهَا لَکَ الْيَوْمَ عام مخصوص منہ البعض ہے، ابو سعید خدریؓ کی حدیث ماضی میں جو مقاصہ کی صورت آئی ہے وہ اس سے مستثنٰی ہے، یعنی صرف حقوق اللہ معاف ہوں گے حقوق العباد معاف نہیں ہوں گے۔

حافظ ابن حجر کی اس تقریر پر حدیث سے ترجمہ کیسے ثابت ہوگا غور کرنے کی بات ہے، صحیح بات یہ ہے کہ امام بخاری نے ترجمہ سے ظلم کرنے سے ڈرایا ہے اور یہ بات حدیث سے ثابت ہوتی ہے، اس طرح کہ حضور اکرم ﷺ نے مؤمنین اور کفار و منافقین کا فرق بیان فرمایا ہے، مؤمنین سے اللہ تعالیٰ در پردہ پوچھ گچھ کریں گے اور کافرین و منافقین کے بارے میں اَشہاد یعنی ملائکہ کہیں گے هٰؤُلاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ أَلا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظَّالِمِينَ اور یہی مضمون ترجمہ میں ذکر کیا گیا ہے، حاصل یہ ہے کہ قرآن وحدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ ظالم پر خدا کی لعنت ہے اس لئے ظلم سے ڈرتے رہنا چاہئے۔

## (ص ۳۳۰) بَاب لَا يَظْلِمُ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ وَلَا يُسْلِمُهُ

۲۴۴۲. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمًا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ ایک مسلمان دوسرے پر نہ خود ظلم کرے اور نہ ہی کسی کو ظلم کرنے دے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، مسلمان بھائی پر نہ تو وہ خود ظلم کرتا ہے اور نہ کسی کو کرنے دیتا ہے، جو شخص اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے، جو شخص کسی مسلمان کی کوئی تکلیف دور کرے اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی تکلیفوں میں سے بڑی تکلیف دور کرے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**تشریح:** مسلمان کو مسلمان پر نہ ظلم کرنا چاہئے اور نہ نصرت کے موقع پر نصرت چھوڑنا چاہئے۔

اس ترجمہ کا مقصد مسلمان پر ظلم کرنے سے روکنا ہے اور مظلوم کو ظالم کے حوالہ کرنے سے بچانا ہے، لَا یَظْلِمُ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ کا لفظ تو بالکل واضح ہے اور لَا یُسْلِمُهُ ماخوذ ہے اسلام سے، کہا جاتا ہے أسلم فلان فلانًا جب کوئی کسی کو ہلاکت میں ڈال دے، کسی ایسے شخص کی طرف ڈال دے جو اس کو ایذاء پہونچائے، تکلیف پہونچائے، تو مسلمان مسلمان کی نصرت کو ترک نہ کرے۔

**الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ:** یہ اخوت دینیہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ جیسے خون کے رشتہ کی اخوت ہوتی ہے اس سے طاقتور دین کے رشتہ کی اخوت ہوتی ہے اس لئے انسان اپنے دینی بھائی کا تعاون کرے۔

**كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ:** یہ جزاء من جنس العمل ہے جب کوئی کسی کی حاجت پوری کرتا ہے تو اللہ اس کی حاجت پوری کرتے ہیں۔

**كُرْبَةً:** کربہ وہ غم کہلاتا ہے جو دل کو پکڑ لیتا ہے۔

**وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا:** اور اگر کوئی کسی مسلمان پر پردہ ڈالتا ہے تو اللہ اس پر قیامت کے دن پردہ ڈال دیں گے، یعنی کسی کے عیب وبرائی کو دیکھ کر چشم پوشی کرنا چاہئے، اس کی اشاعت نہ کرنا چاہئے۔

## (ص ۳۳۰) بَابُ أَعِنْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا

۲۴۴۳۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ثَنَا هُشَيْمٌ أَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ وَحُمَيْدٌ سَمِعَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا.

۲۴۴۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا نَنْصُرُهُ مَظْلُومًا فَكَيْفَ نَنْصُرُهُ ظَالِمًا؟ قَالَ: تَأْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ اپنے بھائی کی مدد کرنی چاہئے، ظالم ہو (تو اس کو ظلم سے روک کر) یا مظلوم ہو (تو اس کو بچا کر)۔

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم، صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ مظلوم ہو تو ہم اس کی مدد کریں گے لیکن ظالم ہو تو کیسے مدد کریں؟ آپ نے فرمایا کہ اس کو ظلم سے روکو۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**تشریح:** ظالمًا أو مظلومًا، مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آتی ہے کہ اس کو ظلم سے بچایا جائے، لیکن ظالم کی مدد کی کیا شکل ہوگی؟ عربوں کا یہ مقولہ تھا أَعِنْ أَخَاکَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا ہر حال میں اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو، اسی کا ساتھ دو، جیسے ہندوستان میں بہت سے خاندان میں یہ طریقہ ہے کہ وہ اپنی برادری کی حمایت کریں گے خواہ حق پر ہو یا باطل پر ہو، حضرت نبی اکرم ﷺ داعیٔ حق بنا کر بھیجے گئے تھے اس لئے جب آپ نے یہ جملہ ادا کیا تو صحابہ نے پوچھا ھذا المظلوم فکیف الظالم مظلوم کا مسئلہ سمجھ میں آتا ہے لیکن ظالم کی نصرت ہم کیسے کریں؟ فرمایا تأخذ فوق یدیه اس کا ہاتھ پکڑ لو کہ وہ ظلم نہ کرنے پائے، یہ ہے اس کی مدد۔

حضور ﷺ نے عرب کے بعض مسلّم جملوں کو اسی حال پر رکھا لیکن حقائق بدل دیئے، وہاں انصر أخاک ظالمًا أو مظلومًا تھا یعنی بہر حال اس کی اعانت کرو، اور یہاں یہ ہے کہ مظلوم کی مدد کرو اور ظالم کو ظلم سے روکو۔

## (ص ۳۳۱) بَابُ نَصْرِ الْمَظْلُومِ

۲۴۴۵. حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ ثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدٍ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ قَالَ: أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ، فَذَكَرَ عِيَادَةَ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعَ الْجَنَائِزِ وَتَشْمِيتَ الْعَاطِسِ وَرَدَّ السَّلَامِ وَنَصْرَ الْمَظْلُومِ وَإِجَابَةَ الدَّاعِي وَإِبْرَارَ الْمُقْسِمِ.

۲۴۴۶. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ ثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا، وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ.

**ترجمہ:** باب، مظلوم کی مدد کا بیان۔

پہلی روایت کا ترجمہ باب الأمر باتباع الجنائز میں گزر چکا

دوسری روایت کا ترجمہ باب تشبیک الأصابع فی المسجد وغیرہ میں گزر چکا

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ مظلوم کی مدد کرنا چاہئے، مظلوم کی مدد فرض کفایہ ہے اور بعض وقت اگر کوئی بھی اس کی اعانت کرنے والا نہ ہو تو فرض عین ہے۔

**الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ:** مؤمن مؤمن کے حق میں عمارت کی حیثیت رکھتا ہے جیسے عمارت کے

Maktaba Tul Ishaat.com



بعض کو بعض سے قوت پہونچتی ہے اسی طرح سے اہل ایمان کا حال ہونا چاہئے کہ ایک دوسرے کا تعاون کرتے رہے اور مظلوم کے حق میں تعاون یہ ہے کہ اس کو ظلم سے بچایا جائے۔

## (ص ۳۳۱) بَابُ الِانْتِصَارِ مِنَ الظَّالِمِ

لقوله عز وجل ﴿ لَا يُحِبُّ ٱللَّهُ ٱلْجَهْرَ بِٱلسُّوٓءِ مِنَ ٱلْقَوْلِ إِلَّا مَن ظُلِمَ ﴾ ﴿ وَٱلَّذِينَ إِذَآ أَصَابَهُمُ ٱلْبَغْىُ هُمْ يَنتَصِرُونَ ﴾ قال إبراهيم: كانوا يكرهون أن يُستَذَلُّوا، فإذا قدروا عفَوْا.

**ترجمہ:** باب، ظالم سے بدلہ لینے کا بیان، ارشاد باری ہے "اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں کہ کوئی شخص بری بات چلّا کر کہے یا بد دعا کرے مگر مظلوم کو بد دعا کرنے کی اجازت ہے، اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے"، ارشاد باری ہے "اور وہ لوگ کہ جب ان پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو انتقام لیتے ہیں"، حضرت ابراہیم نخعی نے بیان کیا کہ سلف اس کو برا سمجھتے تھے کہ ذلت اٹھائیں، اور جب ظالم پر قدرت پالیتے تھے تو معاف کر دیتے تھے۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ ظالم سے انتقام لینا جائز ہے، اگر انتقام لے تو لے سکتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لا يُحِبُّ اللهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ کسی برائی کی تشہیر کو اللہ پسند نہیں کرتے ہیں ہاں اگر مظلوم ظالم کی برائی کا ذکر کرے تو یہ جائز ہے، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ اگر کسی پر ظلم کیا جائے تو وہ لوگ بدلہ لیتے ہیں۔

مصنف نے آیات ہی پر اکتفاء فرمایا کوئی حدیث ذکر نہیں کی لیکن ایک روایت بخاری شریف میں ابوابِ ہبہ میں آرہی ہے اس سے انتقام کا مسئلہ نکلتا ہے، حضرت زینبؓ نے حضرت عائشہؓ کو برا بھلا کہا حضرت عائشہؓ نے اس کا جواب دیا اور حضرت زینبؓ کو خاموش کر دیا، اور امام بخاری نے کتاب الادب المفرد میں اس حدیث پر من انتصر من ظلمه کا ترجمہ منعقد فرمایا ہے لیکن انتصار کے لفظ کے ساتھ، غالباً حدیث نہیں تھی اس لئے بخاری نے اس کو یہاں ذکر نہیں فرمایا۔

**كَانُوا يَكْرَهُونَ أَنْ يُسْتَذَلُّوا:** ہاں ذلیل ہونے کو ناپسند کرتے تھے لیکن قابو پا جانے کے بعد معاف کر دیا کرتے تھے یعنی انتقام لینے پر جب قدرت ہو جاتی تو عفو سے کام لیتے تھے، یہ اثر اسی طرح سے یہاں باب الانتصار من الظالم میں آگیا ہے اس کا یہاں کے بجائے آئندہ باب میں ہونا زیادہ مناسب تھا۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۱۳۳۱) بَابُ عَفْوِ الْمَظْلُومِ

لقوله ﴿ إِن تُبْدُوا خَيْرًا أَوْ تُخْفُوهُ أَوْ تَعْفُوا عَن سُوٓءٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا ﴾، ﴿ وَجَزَٰٓؤُا۟ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۖ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُۥ عَلَى ٱللَّهِ ۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴾ الی قوله ﴿ إِلَىٰ مَرَدٍّ مِّن سَبِيلٍ ﴾

**ترجمہ:** باب، مظلوم کو معاف کردینے کا بیان۔

ارشاد باری ہے "اگر تم صدقہ خیرات علانیہ کرو تو بھی مضائقہ نہیں اور چھپا کر کرو اور ظلم کو معاف کردو تو یہ اور بھی بہتر ہے، بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور قدرت والا ہے"، ارشاد باری ہے "برائی کا بدلہ اسی کے برابر لینا درست ہے لیکن جو معاف کردے اور اپنی اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ کے یہاں ہے بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا، اور جو شخص ظلم ہونے کے بعد اس کا بدلہ لے تو اس پر کوئی حرج نہیں، گناہ تو ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق فساد کرتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور جو صبر کرے اور معاف کردے تو بے شک یہ بڑی بات ہے"، ارشاد باری ہے "اور آپ دیکھیں گے کہ جب ظالموں کو عذاب نظر آئے گا تو وہ کہیں گے کیا واپس دنیا میں جانے کا کوئی راستہ ہے؟"۔

**تشریح:** مصنف ابھی یہ بتا چکے کہ مظلوم ظالم سے انتقام لے سکتا ہے اور انتقام لینا جائز ہے تو اب یہ بتاتے ہیں کہ لیکن مظلوم کا معاف کردینا یہ زیادہ اولیٰ و افضل ہے اور سلف کا یہی عمل تھا کہ وہ ذلیل ہونے کو ناپسند کرتے تھے لیکن جب ظالم پر قابو پاجاتے تو معاف کردیتے تھے۔

## (ص ۱۳۳۱) بَابُ الظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

۲۴۴۷. حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ ثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ الْمَاجِشُونُ أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: الظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

**ترجمہ:** باب، قیامت کے دن ظلم ظالم کے حق میں تاریکیاں بن جائے گا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ظلم کی وجہ سے قیامت کے دن ظالم کو اندھیرے ملیں گے۔

**تشریح:** یہ ایک حدیث کے الفاظ ہیں اس کے اختصار کی وجہ سے مصنف نے اس کو ترجمہ بنادیا، فرماتے ہیں کہ ظلم قیامت کے دن بہت سی تاریکیوں کا سبب ہوگا، ظلم کہتے ہیں وضع الشیئ فی غیر محلہ کو، مراد کسی

Maktaba Tul Ishaat.com



کے مال وجاہ پر زبردستی قبضہ کرلینا، یہ قیامت کے دن ظلمات کا سبب ہوگا، پہلی ظلمت دل کی تاریکی ہے دوسری ظلمت پل صراط پر ہوگی اور تیسری ظلمت اگر پکڑ ہوگئی تو جہنم کی ہوگی۔

## (ص ۱۳۳۱) بَابُ الِاتِّقَاءِ وَالْحَذَرِ مِنْ دَعْوَةِ الْمَظْلُومِ

۲٤٤٨. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى ثَنَا وَكِيعٌ ثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمَكِّيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ: اتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ.

**ترجمہ:** باب، مظلوم کی بددعا سے بچنے اور ڈرنے کا بیان۔

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن روانہ فرمایا تو ان کو یہ تاکید کی کہ مظلوم کی بددعا سے بچنا! کیوں کہ اس کی بددعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔

**تشریح:** مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہنا چاہئے، یہ نہ سوچنا چاہئے کہ یہ مظلوم میرا کیا کرے گا اس کی بددعا بہت جلدی اوپر پہونچ جاتی ہے لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ۔

## (ص ۱۳۳۱) بَابُ مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ عِنْدَ الرَّجُلِ فَحَلَّلَهَا لَهُ هَلْ يُبَيِّنُ مَظْلَمَتَهُ

۲٤٤۹. حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ ثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ ثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ، إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ.

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: قَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ: إِنَّمَا سُمِّيَ الْمَقْبُرِيَّ لِأَنَّهُ كَانَ يَنْزِلُ نَاحِيَةَ الْمَقَابِرِ.

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَسَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ هُوَ مَوْلَى لِبَنِي لَيْثٍ وَهُوَ سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ وَاسْمُ أَبِي سَعِيدٍ كَيْسَانُ.

**ترجمہ:** باب، اگر کسی نے کسی پر ظلم کیا ہو اور اس سے وہ ظلم معاف کرالیا ہو تو کیا اس ظلم کی تفصیل اس کے

Maktaba Tul Ishaat.com



سامنے بیان کرنا ضروری ہے؟

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے شخص پر عزت آبرو یا کسی اور قبیل کا کوئی ظلم کیا ہو تو آج ہی اس سے معاف کرا لے قبل اس کے کہ وہ دن آئے جب نہ کوئی دینار ہوگا نہ درہم؛ ہاں اگر اس کے پاس کوئی نیکی ہوگی تو اس کے قصور کے بہ قدر اس کی نیکی لے لی جائے گی اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو اس کے فریق مخالف کے گناہ لئے جائیں گے اور وہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔

امام بخاری کہتے ہیں کہ اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا کہ سعید کو مقبری اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ قبرستان کے ایک کونے میں رہائش پذیر تھے، امام بخاری کہتے ہیں کہ سعید مقبری بنولیث کے آزاد کردہ غلام ہیں، ان کا نام سعید ہے اور ان کے والد ابو سعید ہیں جن کا نام کیسان ہے۔

**تشریح:** مقصد یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے کسی کا حق دبا لیا تھا اور بعد میں صاحبِ حق سے معافی مانگ لی تو کیا یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ یہ حق فلاں قسم سے تعلق رکھتا ہے مال سے یا آبرو سے؟

یہ مسئلہ ابراء من المجہول سے تعلق رکھتا ہے، اس میں علماء کا اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ ابراء من المجہول صحیح ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ صحیح نہیں، امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی راستہ معرفت کا نہ ہو تو صحیح ہے اور اگر اس کی معرفت ممکن ہو تو صحیح نہیں بلکہ کہنا پڑے گا کہ یہ فلاں قسم کا حق ہے اس کی معافی چاہتے ہیں، امام بخاری بظاہر اسی تفصیل کی طرف مائل معلوم ہوتے ہیں۔

ایسا ہی ہے بچو! آپ اگر کہیں کہ ہم نے جو آپ کا حق دبایا ہے اسے معاف کردیں، کیا پتہ وہ کیسا حق ہے؟ ممکن ہے کہ اگر آپ تفصیل دیں تو صاحب حق معاف نہ کرے اس لئے بیان کرنا پڑے گا، آدمی سو روپے معاف کرے گا لیکن اگر آپ نے دس ہزار روپے دبا لئے تو وہ کیسے معاف کرے گا؟

## (ص ۳۳۱) بَاب إِذَا حَلَّلَهُ مِنْ ظُلْمِهِ فَلَا رُجُوعَ فِيهِ

٢٤٥٠. حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَنَا عَبْدُ اللهِ أَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ فِي هَذِهِ الْآيَةِ ﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا﴾ قَالَتْ: الرَّجُلُ تَكُونُ عِنْدَهُ الْمَرْأَةُ لَيْسَ بِمُسْتَكْثِرٍ مِنْهَا يُرِيدُ أَنْ يُفَارِقَهَا فَتَقُولُ: أَجْعَلُكَ مِنْ شَأْنِي فِي حِلٍّ، فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي ذَلِكَ.

Maktaba Tul Ishaat.com



**ترجمہ:** باب، جب کوئی شخص کسی کا ظلم معاف کردے تو اس میں رجوع کا حق نہیں۔

حضرت عروہؓ نے حضرت عائشہؓ سے آیت کریمہ وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا یعنی اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی جانب سے شرارت یا بے رغبتی محسوس کرے تو صلح کرنے میں حرج نہیں) کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یہ آیت اس سلسلہ میں نازل ہوئی ہے کہ اگر کسی مرد کے نکاح میں کوئی عورت ہو اور وہ اس میں رغبت نہ رکھتا ہو اس کو چھوڑ دینا چاہتا ہو، اس پر وہ عورت یہ پیش کش کرے کہ میں اپنی باری کا حق معاف کرتی ہوں۔

**تشریح:** اگر کسی آدمی نے ظلم کو معاف کر دیا تو اس کے بعد رجوع کا کوئی حق نہیں پھر وہ وصول نہیں کر سکتا ہے، فرض کرو کہ اگر کسی نے کسی کے روپے لے لئے اور صاحبِ حق سے معاف کرالیا تو بعد میں صاحبِ حق یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ میرے روپے واپس لاؤ۔

**لَيْسَ بِمُسْتَكْثِرٍ مِنْهَا:** اس کے ساتھ بہت زیادہ صحبت اور قیام کا خواہش مند نہیں ہے۔

**فَتَقُولُ: أَجْعَلُكَ مِنْ شَأْنِي فِي حِلٍّ:** اگر عورت کہہ دے کہ میری طرف سے تم کو سب حلال ہے آپ جیسے چاہے رہیں اس پر یہ آیت اتری۔

علامہ ابن منیر فرماتے ہیں کہ عورت کا جو آگے حق ہوتا ہے وہ حقِ محتمل حقِ متوقع ہوتا ہے، جب حقِ متوقع کا اسقاط ہو سکتا ہے تو جو حق محقق ہوتا ہے اس کا اسقاط بدرجۂ اولیٰ ہو سکتا ہے، اور جیسے حق متوقع کے اسقاط کے بعد عورت کو رجوع کا حق نہیں وہ یہ نہیں کہہ سکتی کہ میں نے جو اتنے دنوں کی باری معاف کی تھی وہ پوری کروں گی، ایسے ہی حق محقق میں رجوع کا حق نہیں پہونچتا ہے۔

## (ص ۱ ۳۳) بَابٌ إِذَا أَذِنَ لَهُ أَوْ أَحَلَّهُ وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ هُوَ

٢٤٥١. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ الْأَشْيَاخُ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ: أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ؟ فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ لَا أُوثِرُ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا، قَالَ: فَتَلَّهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي يَدِهِ.

**ترجمہ:** باب، اگر کوئی شخص اپنا حق کسی اور کو دے دے یا اپنا حق معاف کردے اور اس کی مقدار بیان نہ

Maktaba Tul Ishaat.com



کرے تو ایسا کرنا درست ہے۔

حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مشروب لایا گیا آپ نے اس میں سے نوش فرمایا اس وقت آپ کی دائیں جانب ایک نو عمر لڑکا تھا اور بائیں جانب بڑی عمر کے لوگ تھے آپ نے لڑکے سے پوچھا کہ کیا تم مجھے اس بات کی اجازت دوگے کہ میں یہ مشروب بڑوں کو دے دوں؟ اس لڑکے نے کہا: نہیں، بخدا یا رسول اللہ! میں آپ کے بچے ہوئے مشروب میں سے اپنا حق کسی کو نہیں دوں گا تو رسول اللہ ﷺ نے وہ مشروب اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

**تشریح:** امام بخاری نے اس سے پہلے باب میں ابراء من المجہول کا مسئلہ بیان کیا اور یہاں اس ترجمہ سے ابراء من المجمل کا مسئلہ بیان کیا ہے، صاحب حق سے اجمالی معافی مانگی جائے اور مقدار نہ بیان کی جائے، اگر اس طرح اجمالی معافی مانگی گئی اور مقدار بیان نہیں کی گئی تو یہ معافی مانگنا جائز ہوگا اور صاحب حق نے جب معاف کر دیا تو اس کا حق معاف ہو جائے گا، دیکھو حضور ﷺ نے دائیں طرف بیٹھے ہوئے بچہ سے فرمایا أتأذن لي أن أعطي هؤلاء کیا تم اجازت دیتے ہو کہ یہ پانی میں ان لوگوں کو دے دوں؟ اگر وہ اجازت دے دیتا تو ظاہر ہے کہ کوئی مقدار بیان کر کے اجازت نہ دیتا اس لئے کہ وہاں مقدار متعین ہی نہیں تھی، یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ وہ کتنا پیئے گا اور کتنا نہیں، تو جب اس کا مجمل اجازت دینا کافی ہے تو اسی طرح سے صاحب حق کا مجملاً معاف کر دینا بھی کافی ہے۔

**فَتَلَّهُ:** أی وضعه فی یده (اس کے ہاتھ میں تھما دیا)، جیسے بچہ ماں سے کسی چیز پر اصرار کرتا ہے اور ماں کا ارادہ دینے کا نہیں ہوتا ہے لیکن مجبور ہو کر بچہ کو دیتی ہے تو ہاتھ میں رکھتے ہوئے اوں کہہ کر رکھتی ہے، اس کا نام ہے تَلّ۔

## (ص ۳۳۱) بَابُ إِثْمِ مَنْ ظَلَمَ شَيْئًا مِنَ الْأَرْضِ

۲۴۵۲. حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ثَنِي طَلْحَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَمْرِو بْنِ سَهْلٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: مَنْ ظَلَمَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ.

۲۴۵۳. حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ ثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ ثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أُنَاسٍ خُصُومَةٌ، فَذَكَرَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ: يَا أَبَا سَلَمَةَ اجْتَنِبِ الْأَرْضَ؛ فَإِنَّ

Maktaba Tul Ishaat.com



النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: مَنْ ظَلَمَ قِيدَ شِبْرٍ مِنَ الأَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ.

٢٤٥٤. حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ ثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَنْ أَخَذَ مِنَ الأَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سَبْعِ أَرَضِينَ.

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: هَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِخُرَاسَانَ فِي كُتُبِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، أَمْلَى عَلَيْهِمْ بِالْبَصْرَةِ.

**ترجمہ:** باب، اس شخص کے گناہ کا بیان جو کسی کی زمین ظلماً لے لے۔

حضرت سعید بن زیدؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو زمین کا معمولی حصہ بھی ظلماً لے لے گا اس کو سات زمینوں میں سے اُتنی زمین کا طوق پہنایا جائے گا۔

محمد بن ابراہیم نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو سلمہؓ نے بیان کیا کہ میرا کچھ لوگوں کے ساتھ زمین کا تنازع تھا میں نے حضرت عائشہؓ سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ دیکھو ابو سلمہ! زمین کے تنازع میں زیادتی سے بچنا؛ کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو ایک بالشت برابر زمین بھی ناحق لے لے گا اسکو سات زمینوں میں سے اُتنی زمین کا طوق پہنایا جائے گا۔

حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ناحق کسی زمین پر قبضہ کرے گا اس کو قیامت کے دن زمین کے ساتویں حصے تک دھنسایا جائے گا، امام بخاری کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن مبارک کی خراسان والی کتاب میں نہیں ہے انہوں نے اپنے تلامذہ کو یہ حدیث بصرہ میں سنائی ہے۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ کسی آدمی کی زمین پر ظلم کرنا گناہ ہے، زمین کا غصب کر لینا جمہور علماء کے نزدیک جائز (ممکن) ہے، امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ غصب منقولات کے ساتھ خاص ہے، غیر منقولات تو اپنی جگہ ہوتی ہیں ان کے غصب کا کیا سوال ہوتا ہے؟

امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے جمہور علماء کی تائید فرمائی ہے اور یہی امام ابو یوسف کا قول اول اور امام محمد کا مذہب ہے، اور دلیل میں حدیث نبوی مَنْ ظَلَمَ مِنَ الأَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ کو پیش فرمایا ہے، ابھی ہم نے کل کے سبق میں غصب کی حقیقت بیان کی تھی أخذ حق الغير بالاستيلاء عليه غیر کے حق کو زبردستی غلبہ پا کر لے لینا، اس تعریف کو اگر سامنے رکھا جائے تو غصب کا زمین میں تحقق ہو گا۔

**طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ:** اللہ تعالیٰ اس کو سات زمینوں کا طوق پہنا دیں گے، اس کے مطلب میں تین قول ہیں، بعض کہتے ہیں کہ معنی یہ ہیں کہ سات زمینوں میں اس کو دھنسا دیا جائے گا، جس زمین سے وہ

Maktaba Tul Ishaat.com



گزرے گا وہ زمین اس کے لئے طوق بنتی چلی جائے گی، اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی گردن کو طویل کر کے قیامت کے دن ساتوں زمینوں کو اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا، اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد اثم کا طوق ہے یعنی اس غصب کا گناہ اس کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا۔

**قِيدَ شِبْرٍ:** بالشت کے بقدر۔

**خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سَبْعِ أَرْضِينَ:** یہ لفظ معنیٰ اول کی تائید کرتا ہے۔

**أَمْلَاهُ عَلَيْهِمْ بِالْبَصْرَةِ:** یہ حدیث گو ابن مبارک کے طریق سے منقول ہے لیکن ابن مبارک سے لکھی ہوئی کتابوں میں نہیں پائی جاتی ہے اس لئے کہ انہوں نے یہ حدیث اپنے علاقہ خراسان میں بیان نہیں کی ہے بصرہ میں میں بیان کی ہے۔

## (ص ۳۳۲) بَابُ إِذَا أَذِنَ إِنْسَانٌ لِآخَرَ شَيْئًا جَازَ

۲۴۵۵. حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَبَلَةَ قَالَ: كُنَّا بِالْمَدِينَةِ فِي بَعْضِ أَهْلِ الْعِرَاقِ فَأَصَابَنَا سَنَةٌ فَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَرْزُقُنَا التَّمْرَ، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ مَا يَمُرُّ بِنَا فَيَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْإِقْرَانِ إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ أَخَاهُ.

۲۴۵۶. حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ ثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ – يُقَالُ لَهُ أَبُو شُعَيْبٍ – كَانَ لَهُ غُلَامٌ لَحَّامٌ، فَقَالَ لَهُ أَبُو شُعَيْبٍ: اصْنَعْ لِي طَعَامَ خَمْسَةٍ لَعَلِّي أَدْعُو النَّبِيَّ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةٍ، وَأَبْصَرَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ الْجُوعَ، فَدَعَاهُ فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ لَمْ يُدْعَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ هَذَا قَدِ اتَّبَعَنَا أَتَأْذَنُ لَهُ؟ فَقَالَ: نَعَمْ.

**ترجمہ:** باب، اگر کوئی انسان دوسرے شخص کو اپنے مال میں تصرف کی اجازت دے دے تو اس کا تصرف کرنا درست ہے۔

حضرت جبلہ نے بیان کیا کہ ہم اہل عراق کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ میں تھے کہ قحط میں مبتلا ہو گئے تو حضرت ابن زبیرؓ ہمیں کھجور دیا کرتے تھے، حضرت ابن عمرؓ ہمارے پاس سے گزرتے تو فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کھجور کو دوسری کھجور کے ساتھ ملا کر ایک ساتھ دو دو کھجور کھانے سے منع فرمایا ہے مگر یہ کہ کوئی شخص اپنے بھائی سے اجازت لے لے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



حضرت ابو مسعودؓ نقل کرتے ہیں کہ ایک انصاری شخص جن کی کنیت ابو شعیب تھی کا ایک غلام تھا جو گوشت فروش تھا، ابو شعیبؓ نے اس سے کہا کہ پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کرو تاکہ میں نبی کریم ﷺ سمیت پانچ افراد کی دعوت کروں، وہ حضور کے چہرے پر بھوک کے آثار دیکھ چکے تھے، انہوں نے آپ ﷺ کو کھانے کیلئے بلایا، ان پانچ مدعوافراد کے ساتھ ایک شخص اور آگیا جو مدعو نہیں تھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص ہمارے پیچھے آگیا ہے کیا تم اس کو بھی اجازت دیتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں۔

**تشریح:** امام بخاری نے جب مظلمہ کی معافی کا تذکرہ کیا جو مظلوم کا حق ہے تو اب یہاں سے یہ بتاتے ہیں کہ اگر صاحبِ حق اپنا حق کسی کو لینے کی اجازت دے دے تو یہ جائز ہے۔

**نَهَى عَنِ الْإِقْرَانِ:** إقران اسی طرح یہاں واقع ہوا ہے، لیکن محققین فرماتے ہیں کہ یہ وہم ہے، قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اسی طرح اکثر روایات میں ہے اور صواب قِران ہے، قران کہتے ہیں دو چیزوں کو جوڑ کر کھانے کو، مثلاً کھجور دو دو ملا کر کھائیں تو حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، علت ممانعت کیا ہے؟ حضرت عائشہؓ اور حضرت جابرؓ کی رائے یہ ہے کہ یہ حرص کی دلیل ہے اس لئے اس سے منع کر دیا گیا ہے، اس تعلیل پر قران ہر حال میں مکروہ ہوگا خواہ اپنی کھجوریں ہوں یا کسی اور کی ہوں۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ ممانعت کی علت یہ ہے کہ اس میں حق مشترک ہوتا ہے اس صورت میں اگر صاحبِ حق اجازت دے دے تو قران جائز ہوگا۔

پھر مسئلۂ قران میں جمہور کراہت کے قائل ہیں، ظاہر یہ حرمت کے قائل ہیں، امام نووی کہتے ہیں کہ اگر اپنی کھجوریں ہیں تو کراہت تنزیہی ہے اور اگر مشترک ہیں تو مالک کی اجازت کے بغیر قران مکروہ تحریمی ہے، اور بعض علماء کہتے ہیں کہ قران کی ممانعت تنگیٔ معاش کی وجہ سے تھی، جب اللہ نے فراخی دے دی تو یہ ممانعت منسوخ ہوگئی، لیکن ممانعت کی روایات صحیح سند سے ثابت ہیں اور نسخ کی روایات صحیح السند نہیں ہیں اس لئے دعویٔ نسخ مشکل ہے، آئندہ پھر یہ مسئلہ آئے گا تو اور بتائیں گے۔

## (ص ۳۳۲) بَاب قَوْلِ اللهِ تَعَالَى وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ

۲۴۵۷. حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ أَبْغَضَ الرِّجَالِ إِلَى اللهِ الْأَلَدُّ الْخَصِمُ.

Maktaba Tul Ishaat.com



**ترجمہ:** باب، اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ (وہ منافق تو سخت جھگڑالو ہے) کا بیان۔

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ شخص وہ ہے جو سخت جھگڑالو ہو۔

**تشریح:** ألدّ الخصام: شدید الخصومۃ۔

امام بخاری نے خصومت کی قباحت اور خصومت پر اصرار کرنے کی شناعت کی طرف توجہ دلائی ہے، بسا اوقات نزاع میں یہ سب پیش آجاتا ہے۔

**إِنَّ أَبْغَضَ الرِّجَالِ إِلَى اللهِ الأَلَدُّ الْخَصِمُ:** اللہ کے یہاں مبغوض ترین انسان وہ شخص ہے جو بہت جھگڑالو اور خصومت کرنے والا ہو، ألدّ ماخوذ ہے لدید سے، لدید کہتے ہیں گلے کی رگ کو، بعض لوگ اتنے جھگڑالو ہوتے ہیں خواہ ان کے سامنے کیسے ہی دلائل پیش کردیئے جائیں وہ اپنی گردن پھیر پھیر کر اپنی بات پر اصرار کرتے رہتے ہیں اور حق سے انکار کرتے رہتے ہیں ایسے ہی لوگ ألدّ کہلاتے ہیں۔

## (ص ۳۳۲) بَابُ إِثْمِ مَنْ خَاصَمَ فِي بَاطِلٍ وَهُوَ يَعْلَمُهُ

۲۴۵۸: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ ثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّهَا أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهَا عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ سَمِعَ خُصُومَةً بِبَابِ حُجْرَتِهِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّهُ يَأْتِينِي الْخَصْمُ فَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ فَأَحْسِبُ أَنَّهُ قَدْ صَدَقَ وَأَقْضِي لَهُ بِذَلِكَ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَإِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ، فَلْيَأْخُذْهَا أَوْ فَلْيَتْرُكْهَا.

**ترجمہ:** باب، اس شخص کے متعلق وعید کا بیان جو اپنے باطل ہونے کو جانتا ہو اور پھر بھی جھگڑا کرے۔

ام المؤمنین حضرت سلمہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرے کے دروازے کے پاس جھگڑے کی آواز سنی، آپ باہر تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ میں بشر ہوں (عالم الغیب نہیں ہوں) میرے پاس خصومت والے آتے ہیں اور ممکن ہے کہ کوئی اپنی بات کہنے پر زیادہ قادر ہو اور میں یہ سمجھ لوں کہ وہ سچا ہے اور فیصلہ اس کے حق میں کردوں، یاد رکھو کہ اگر میں کسی مسلمان کا کوئی حق کسی دوسرے کو دے دوں تو وہ جہنم کی آگ کا ایک ٹکڑا ہے اب یہ اس کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ اس کو لیتا ہے

Maktaba Tul Ishaat.com



یا چھوڑتا ہے۔

**تشریح:** مقصد ظاہر ہے کہ باطل کو باطل جانتے ہوئے خصومت کرنا بہت ہی سخت مذموم ہے۔

**فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ:** یعنی میں ظاہر کے دلائل کی بنیاد پر فیصلہ کروں گا لیکن اس سے حق نہیں بدل جائے گا، اگر کسی کی چرب لسانی کی وجہ سے میں نے اس کی بات کو حق سمجھ کر اس کے حق میں فیصلہ کر دیا تو وہ چیز واقع میں اس کی نہیں بن جائے گی بلکہ جس کی ہے اسی کی رہے گی، اب اگر کوئی یہ سب جاننے کے باوجود اس کو لے لیتا ہے تو میرا فیصلہ اس کے حق میں گو ظاہراً تو مال کا ہے حقیقۃً قطعة من النار کا ہے، اس سے معلوم ہو گیا کہ باطل کو باطل جانتے ہوئے خصومت کرنا سخت گناہ ہے اور موجب نار ہے۔

## (ص ۳۳۲) بَابُ إِذَا خَاصَمَ فَجَرَ

۲۴۵۹. حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا، أَوْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْ أَرْبَعٍ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا، إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ.

**ترجمہ:** باب، خصومت میں سب وشتم کرنا بھی ظلم ہے۔

روایت کا ترجمہ کتاب الایمان، باب علامة المنافق میں گزر چکا

**تشریح:** یعنی اول تو مخاصمت خود مذموم اور مخاصمت میں فجور گالم گلوچ سخت مذموم ہے، اس لئے کہ یہ نفاق کی علامت ہے۔

## (ص ۳۳۲) بَابُ قِصَاصِ الْمَظْلُومِ إِذَا وَجَدَ مَالَ ظَالِمِهِ

وقال ابن سيرين: يقاصه، وقرأ ﴿ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ ﴾.

۲۴۶۰. حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ثَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ بْنِ

Maktaba Tul Ishaat.com



رَبِيعَةَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِسِّيكٌ فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ أَنْ أُطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَهُ عِيَالَنَا؟ فَقَالَ: لاَ حَرَجَ عَلَيْكِ أَنْ تُطْعِمِيهِمْ بِالْمَعْرُوفِ.

٢٤٦١. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قُلْنَا لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ لاَ يَقْرُونَنَا، فَمَا تَرَى فِيهِ؟ فَقَالَ لَنَا: إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأُمِرَ لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوا، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوا فَخُذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ.

**ترجمہ:** باب، مظلوم کو اگر ظالم کا مال مل جائے تو وہ اس میں سے اپنے حق کے برابر لے سکتا ہے۔

محمد بن سیرین نے فرمایا کہ مظلوم اپنے حق کے مثل لے سکتا ہے اور انہوں نے یہ آیت تلاوت کی "اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی لو جتنا تم پر ظلم ہوا"۔

پہلی روایت کا ترجمہ باب من أجری أمر الأمصار علی مایتعارفون میں گزر چکا

حضرت عقبہ بن عامرؓ نے بیان کیا کہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ہمیں مہم پر بھیجتے ہیں ہمیں ایسے لوگوں کے علاقہ میں بھی رکنا پڑ جاتا ہے جو ہماری ضیافت نہیں کرتے تو اس سلسلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ہم سے یہ فرمایا کہ اگر تم کسی بستی میں پڑاؤ کرو اور تمہیں ایسی ضیافت پیش کی جائے جو مہمان کے لئے مناسب ہو تو اسے قبول کر لو اور اگر وہ کچھ پیش نہ کریں تو ان سے مہمان کا حق وصول کرو۔

**تشریح:** اگر کسی آدمی نے ظالمانہ طور پر کسی کا مال لے لیا اور مظلوم کو کوئی موقع مل گیا اپنا حق وصول کرنے کا تو آیا اپنے حق کے بقدر ظالم کے مال میں سے لے سکتا ہے یا نہیں؟ یا اسی طرح کسی شخص نے کسی کا حق لیا اور اس کے بعد نیت بدل گئی اور دینے کا ارادہ نہیں رہا تو کیا اگر صاحبِ حق موقع پا جائے تو اس شخص کے مال میں سے اپنے حق کے بقدر لے سکتا ہے یا نہیں؟ امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب میں یہ مسئلہ بیان کیا ہے۔

فقہاء کی اصطلاح میں یہ مسئلہ "مسئلۃ الظفر" کے لقب سے ملقب ہے، اس میں علماء کے تین بلکہ تفصیلی طور پر چار قول ہیں، (۱) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ لینا جائز نہیں، امام ابو حنیفہ اور امام مالک سے ایک روایت یہی ہے، (۲) امام شافعی فرماتے ہیں کہ اپنے حق کی جنس اگر مل جائے تب لے سکتا ہے اور خلافِ جنس اسی وقت لے سکتا ہے جب اپنے حق کا وصول کرنا متعذر ہو جائے، (۳) امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اپنے حق کی جنس لے سکتا ہے خلافِ جنس سے نہیں لے سکتا ہے إلا فی الثمنین کہ درہم کی جگہ دینار اور دینار کی جگہ درہم لے سکتا ہے،

Maktaba Tul Ishaat.com



لیکن یہ ہمارے متقدمین کا مسلک ہے متاخرین حنفیہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ خلافِ جنس سے بھی لے سکتا ہے گویا اس صورت میں حنفیہ تقریباً شافعیہ کے ہم خیال ہو گئے، (۴) امام مالک سے اس مسئلہ میں تین روایتیں نقل کی جاتی ہیں تینوں مسالک کی طرح سے، ان کے متاخرین ان کے یہاں جو مفتیٰ بہ قول ہے وہ اپنی فروع میں ذکر کرتے ہیں کہ اپنے حق کے بقدر دو شرطوں کے ساتھ لے سکتا ہے ایک یہ کہ لینے پر کسی فتنہ کا خطرہ نہ ہو اور دوسرے یہ کہ اس کی وجہ سے آدمی کسی بری بات یعنی کسی رذیلہ کی طرف منسوب نہ کیا جاتا ہو مثلاً کوئی یہ نہ کہے کہ صاحب! اس نے غصب کر لیا اور اس نے یوں کر لیا اور یوں کر لیا۔

جو حضرات یہ فرماتے ہیں کہ لینے کی گنجائش نہیں ہے انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث أَدِّ الأَمَانَةَ إِلَى مَنْ ائْتَمَنَکَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَکَ سے استدلال کیا ہے رواہ أبوداؤد والترمذی والطحاوی فی مشکل الآثار، اباحت کے قائلین نے (۱) ہند بنت عتبہ کے قصہ سے استدلال فرمایا ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ اس روایت سے استدلال کرنے میں اشکال ہے، اس واسطے کہ وہ تو اپنا اور بچوں کا نفقہ لیتی اور بیوی کا نان نفقہ خاوند پر واجب ہے تو یہاں ان کا کونسا حق تھا جو ابوسفیانؓ نے دبار کھا تھا جو وہ ان کے مال میں سے وصول کر رہی تھیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نان نفقہ ان کا حق تھا اور ابوسفیان اس میں کنجوسی کرتے تھے تو گویا انہوں نے ان کے حق کو دبار کھا تھا۔

(۲) دوسری روایت امام بخاری نے یہ پیش کی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ اگر کسی قوم پر تمہارا نزول ہو اور وہ لوگ تمہاری ضیافت کرے تو قبول کر لو فإن لم یفعلوا فخذوا منھم حق الضیف ان سے حق ضیافت لے سکتے ہو تو جب ضیف کو حق لینے کی گنجائش اور اجازت دے دی گئی ہے تو پھر اس صورت میں جس کا حق واجبی ہو اس کو تو بدرجۂ اولیٰ اپنا حق لینے کی گنجائش ہو گی۔

اب رہ جاتی ہے حدیث أَدِّ الأَمَانَةَ الَی مَنْ ائْتَمَنَکَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَکَ، یہ عجیب عجوبہ ہے کہ حنابلہ اس حدیث کے اوپر عمل کرتے ہیں اور موفق وغیرہ نے اس حدیث سے استدلال بھی کیا ہے کہ مسئلۃ الظفر میں اگر صاحب حق اپنا حق پا جائے تو لینا جائز نہیں ہے، لیکن اس حدیث کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں باطل کذا نقلہ السخاوی، ابو حاتم رازی کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے۔

مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ حدیث چار پانچ صحابہ سے نقل کی جاتی ہے اگرچہ ان کی الگ الگ اسانید میں کلام ہے

Maktaba Tul Ishaat.com



لیکن جمع کرنے کے بعد یہ حدیث قوت حاصل کرلیتی ہے اور اس قابل ہو جاتی ہے کہ اس سے احتجاج کیا جاسکے کماذکرہ السخاوی، اور امام احمد نے باطل ہونے کا فیصلہ غالبًا کسی خاص سند کے اعتبار سے فرمادیا ہوگا۔

پھر اس حدیث کا امام خطابی اور ابو محمد بن حزم ظاہری وغیرہ یہ جواب دیتے ہیں کہ مظلوم جو ظالم سے اپنا حق وصول کرتا ہے وہ خیانت کہاں کرتا ہے؟ خیانت یہ ہے کہ دوسرے کے مال کو آدمی چپکے سے دبالے اور یہ اپنا حق اس کے مال میں سے لیتا ہے یہ خیانت ہے ہی نہیں لہذا یہ حدیث جمہور کے مسلک کے خلاف نہیں پڑتی ہے۔

**وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ يُقَاصُّهُ:** برابر سرابر حق لے سکتا ہے۔

**فَخُذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ:** اس سے معلوم ہوا کہ میزبان کے ذمہ مہمان کی ضیافت واجب ہے حتی کہ اگر میزبانی نہ کرے تو مہمان اپنا حق لے سکتا ہے، امام لیث بن سعد تو مطلقاً وجوب کے قائل ہیں، امام احمد فرماتے ہیں کہ اہل بوادی پر واجب ہے اہل قریٰ وامصار پر نہیں اس لئے کہ وہاں پر ہوٹل ہوتے ہیں کھانا خرید کر آدمی کھا سکتا ہے، جمہور علماء امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ ضیافت کرنا سنتِ مؤکدہ ہے۔

وجوب کے قائلین نے روایت الباب کو دلیل بنایا ہے اور سنیت کے قائلین فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اکرامِ ضیف کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَائِزَتَهُ قَالُوا وَمَا جَائِزَتُهُ؟ قَالَ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ اور جائزہ کسی کے نزدیک بھی واجب نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ ضیافت خود واجب نہیں ہے۔

حدیثِ عقبہ کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں، (۱) سب سے مشہور جواب یہ ہے کہ یہ حدیث پاک مضطرین پر محمول ہے، اب آیا مضطر بسببِ اضطرار لے تو کیا اس کے ذمہ پھر بدلہ دینا بھی ضروری ہوگا یا نہیں؟ اس میں دونوں ہی قول ہیں، (۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے جب تنگی اور پریشانی تھی اور مواسات واجب تھی اس کے بعد یہ حکم مرتفع ہوگیا، (۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ اصل میں یہ عمال مبعوثین کے ساتھ خاص ہے، حضور اکرم ﷺ کی طرف سے زکوۃ وصول کرنے کے لئے جو عمال جایا کرتے تھے ان عمال کا خرچ ان گاؤں والوں پر ہوتا تھا جہاں وہ صدقات وصول کرنے کے لئے جایا کرتے تھے، (۴) چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ اہل ذمہ کے ساتھ خاص ہے، چنانچہ جب حضرت عمرؓ نے نصاریٰ شام پر جزیہ مقرر کیا تو شرط قرار دی تھی کہ جو ہمارے عمال جائیں گے ان کی ضیافت تمہارے ذمہ ہوگی، (۵) پانچواں جواب امام ابوالحسن لخمی مالکی سے منقول ہے وہ

Maktaba Tul Ishaat.com



فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم اس کی آبرو لے سکتے ہو، تو یہاں حقِ ضیف سے مراد اسکے اوپر اعتراض اور تنقید کرنا ہے، بڑا بخیل ہے، بڑا کنجوس ہے، ارے یہاں کے لوگ تو مہمانوں کی بھی خیر خبر نہیں لیتے ہیں۔

## (ص ۳۳۳) بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّقَائِفِ

وجلس النبي ﷺ وأصحابه في سقيفة بني ساعدة.

۲۴۶۲. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ ثَنِي مَالِكٌ ح وَأَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ عَنْ عُمَرَ قَالَ حِينَ تَوَفَّى اللهُ نَبِيَّهُ ﷺ: إِنَّ الْأَنْصَارَ اجْتَمَعُوا فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ، فَقُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ: انْطَلِقْ بِنَا فَجِئْنَاهُمْ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ.

**ترجمہ:** باب، سائبانوں کے حکم کا بیان۔

نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہؓ سے سقیفۂ بنی ساعدہ میں بیٹھنا ثابت ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے ان کو بتایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو وفات دی تو انصار سقیفۂ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے، میں نے ابو بکرؓ سے کہا کہ ہمیں لیکر وہاں چلو تو ہم ان کے پاس سقیفۂ بنی ساعدہ میں پہنچے۔

**تشریح:** سقائف جمع ہے سقیفہ کی، سقیفہ کا ترجمہ علامہ انور شاہ کشمیری نے چوپال سے کیا ہے اور مولانا وحید الزماں صاحب نے تیسیر میں 'منڈوا' کیا ہے، ہوتا یہ ہے کہ دو طرفہ چھپر ڈال دیا جاتا ہے اور لوگ اس کے اندر آکر بیٹھا کرتے ہیں اسی کو یہاں سہارنپور وغیرہ میں چوپال کہتے ہیں، تھوڑی سی جگہ الگ بنالی جاتی ہے جہاں لوگ بیٹھتے ہیں اور آکر حقہ پیتے ہیں اور باتونی آکر باتیں چھانٹتے ہیں ادھر کی ادھر کی، ارانت ترانت کی۔

**حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ:** روایت بڑی مختصر ہے اپنی جگہ جلد ثانی میں مفصلاً و مطولاً آرہی ہے۔

## (ص ۳۳۳) بَابُ لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَهُ فِي جِدَارِهِ

۲۴۶۳. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خُشُبَهُ فِي جِدَارِهِ، ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: مَا لِي أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِينَ، وَاللهِ لَأَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ أَكْتَافِكُمْ.

Maktaba Tul Ishaat.com



**ترجمہ:** باب، پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی رکھنے سے منع نہیں کرنا چاہئے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی پڑوسی اپنے پڑوسی کو دیوار پر لکڑی رکھنے سے منع نہ کرے، پھر حضرت ابوہریرہؓ فرمانے لگے کہ کیا بات ہے تم لوگ اس حدیث سے اعراض کر رہے ہو؟ اللہ کی قسم! میں اس حدیث کو تمہارے سامنے ضرور بیان کروں گا، یا یہ مطلب ہے کہ حدیث میں مذکور لکڑی کو تمہارے مونڈھوں پر ضرور رکھوں گا۔

**تشریح:** اگر کوئی پڑوسی اپنے پڑوسی کی دیوار میں کیل ٹھوکنا چاہے، کھونٹی گاڑنا چاہے تو دیوار میں کھونٹی گاڑنے سے منع کرنے کا حق نہیں پہنچتا ہے۔

آیا مطلقاً کھونٹی گاڑ سکتا ہے یا مالک کے اذن کے بعد گاڑ سکتا ہے؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ مطلقاً بلا اجازت کے گاڑ سکتا ہے یہی امام شافعی کا قول قدیم ہے، امام ابو حنیفہ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ مالک سے اجازت لینی پڑے گی یہی امام شافعی کا قول جدید ہے، امام بخاری بظاہر اس مسئلہ میں قول اول کے قائل معلوم ہوتے ہیں اس لئے صاف طور سے لَا یَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ أَنْ یَغْرِزَ خَشَبَهُ فِي جِدَارِهِ کا ترجمہ منعقد فرمایا ہے، جمہور علماء اس حدیث پاک کو حسنِ اخلاق پر محمول کرتے ہیں۔

امام بخاری اس کو کتاب المظالم میں ذکر کر کے اس بات پر تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ پڑوسی کی دیوار میں کیل ٹھوک دینا یہ ظلم اور غصب کے باب میں داخل نہیں ہے۔

دوسری بات یہ سمجھو کہ کھونٹی گاڑنے کی اجازت تو ہے مگر شرط یہ ہے کہ کھونٹی وغیرہ گاڑنے سے دیوار کو نقصان نہ پہنچتا ہو، اور اگر دیوار کمزور ہو کہ ایک کھونٹی گاڑو گے تو بہت ساری دیوار دھم سے گر پڑے گی تو اس صورت میں گنجائش نہیں ہو سکتی ہے۔

**وَاللّٰهِ لَأَرْمِیَنَّ بِهَا بَیْنَ أَکْتَافِکُمْ:** أکتاف کَتِف کی جمع ہے کتف کہتے ہیں مونڈھے کو، اس کا کیا مطلب ہے؟ (۱) بعض کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ تم یہ بات سن کر اعراض کر رہے ہو میں تمہارے مونڈھوں پر شہتیر رکھ دوں گا، (۲) اور بعضوں نے کہا ہے کہ بَیْنَ أَکْتَافِکُمْ کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہارے منھ پر بیان کروں گا چاہے تمہارا جی اس کو برا ہی کیوں نہ مانے، چنانچہ ابن عبد البر کی روایت میں واقع ہوا ہے لَأُشِیعَنَّ هٰذِهِ الْمَقَالَةَ فِیکُمْ یہ مقالہ میں تمہارے اندر شائع کروں گا بیان کروں گا، حافظ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ اس معنیٰ ثانی کی تائید کر رہا ہے، (۳) ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے لَأَرْمِیَنَّ بِهَا بَیْنَ أَکْتَافِکُمْ تمہارے مونڈھوں میں کیل ٹھوک دوں گا

Maktaba Tul Ishaat.com



تم حدیث سن کر اعراض کر رہے ہو؟ مطلب اس سے زجر ہے سرزنش ہے تہدید ہے کہ مہملو! حدیث سن کر اعراض کر رہے ہو تمہیں تو اس کے سامنے گردن جھکا دینی چاہئے۔

یوں کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے یہ اس وقت کہا ہے جب وہ مروان کی طرف سے مدینہ منورہ کے نائب امیر تھے، اور بعض روایات میں اکتاف کے بجائے اکناف وارد ہوا ہے، أکناف کنف کی جمع ہے اور کنف کہتے ہیں جانب اور کنارہ کو۔

## (ص ۳۳۳) بَاب صَبِّ الْخَمْرِ فِي الطَّرِيقِ

۲٤٦٤. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَبُو يَحْيَى ثَنَا عَفَّانُ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ فِي مَنْزِلِ أَبِي طَلْحَةَ وَكَانَ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ الْفَضِيخَ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مُنَادِيًا يُنَادِي: أَلَا إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ، فَقَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ: اخْرُجْ فَأَهْرِقْهَا، فَخَرَجْتُ فَهَرَقْتُهَا، قَالَ: فَجَرَتْ فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: قَدْ قُتِلَ قَوْمٌ وَهِيَ فِي بُطُونِهِمْ، فَأَنْزَلَ اللهُ ﴿ لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا ﴾.

**ترجمہ:** باب، راستہ میں شراب بہانے کا بیان۔

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ میں (اپنے سوتیلے والد) حضرت ابوطلحہؓ کے گھر پر حاضرین کو شراب پلا رہا تھا اس وقت گدر کھجور کی شراب کا رواج تھا، رسول اللہ ﷺ نے ایک منادی کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ شراب حرام کر دی گئی ہے، ابوطلحہؓ نے مجھ سے کہا کہ باہر جاؤ اور شراب کو انڈیل دو، میں باہر نکلا اور میں نے اس کو انڈیل دیا، وہ مدینہ منورہ کے راستوں میں بہہ گئی، بعض لوگ کہنے لگے کہ بہت سے لوگ اس حال میں شہید ہوئے ہیں کہ ان کے پیٹ میں شراب تھی تو ان کا کیا ہوگا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی "جو لوگ ایمان لائے اور پھر انہوں نے نیک اعمال کئے، ان پر ان چیزوں کے استعمال کی بابت کوئی حرج نہیں جو انہوں نے حرام ہونے سے پہلے استعمال کیں"۔

**تشریح:** امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح کی چیزیں راستہ میں لڑھا دینا بضرورت جائز ہے، گرا دینے میں کوئی حرج نہیں اور یہ ظلم کے باب میں داخل نہیں ہے، لہذا اگر راستوں میں نالیوں وغیرہ کا پانی آتا ہو اور یہ سب چیزیں بہتی ہوں تو یہ چیزیں تعدی اور ظلم کے باب میں داخل نہیں ہوں گی۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۳۳) بَابُ أَفْنِيَةِ الدُّورِ وَالْجُلُوسِ فِيهَا وَالْجُلُوسِ عَلَى الصُّعُدَاتِ

وقالت عائشة: فابتنى أبو بكر مسجدا بفناء داره يصلّي فيه ويقرأ القرآن، فيتقصّف عليه نساء المشركين وأبناؤهم يعجبون منه، والنبي ﷺ يومئذ بمكة.

۲۴۶۵. حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ ثَنَا أَبُو عُمَرَ حفص بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ عَلَى الطُّرُقَاتِ، فَقَالُوا: مَا لَنَا بُدٌّ إِنَّمَا هِيَ مَجَالِسُنَا نَتَحَدَّثُ فِيهِ، قَالَ: فَإِذَا أَبَيْتُمْ إِلاَّ الْمَجَالِسَ فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حقَّهَا، قَالُوا: وَمَا حَقُّ الطَّرِيقِ؟ قَالَ: غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الأَذَى وَرَدُّ السَّلاَمِ وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ.

**ترجمہ:** باب، گھروں کے سامنے آنگن بنانے، ان میں بیٹھنے اور راستوں میں بیٹھنے کے حکم کا بیان۔

حضرت عائشہؓ نے نقل کیا کہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے گھر کے آنگن میں مسجد بنائی جس میں وہ نماز پڑھتے تھے اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے، قریش کی عورتیں اور لڑکے ان کے پاس بھیڑ لگاتے اور تعجب کرتے تھے جب کہ اس زمانہ میں حضور ﷺ مکہ مکرمہ ہی میں تھے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ راستوں میں بیٹھنے سے بچو، لوگوں نے عرض کیا کہ راستوں پر بیٹھنا ہماری مجبوری ہے، راستے ہی تو ہماری مجلس گاہ ہیں جہاں ہم باتیں کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم ایسے ہی مجبور ہو تو پھر راستے کا حق ادا کرو، صحابہؓ نے دریافت کیا کہ راستے کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نگاہ نیچی رکھنا، ایذا رسانی سے بچنا، سلام کا جواب دینا، اچھی بات کا حکم کرنا اور بری بات سے روکنا۔

**تشریح:** أفنية جمع ہے فناء کی، وہ میدان جو دروازے کے سامنے ہوا کرتا ہے یعنی دروازہ کا صحن، جس کو پورب کی زبان میں دوارہ کہا جاتا ہے، الصعدات طرقات، راستوں کے معنی میں ہے۔

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ دروازوں کے سامنے جو کھلی ہوئی زمین اور میدان ہوتا ہے اس میں بیٹھنا اور اسی طرح راستوں پر بیٹھنا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ جار ومار (پڑوسی اور گزرنے والے) کو اس سے اذیت نہ ہوتی ہو، اور اگر دورہ والی جماعت کہیں کسی گلی میں جاکر مجلس جمادے تو بس مصیبت ہو جائے گی نہ کوئی گزرنے والا گزر سکے گا اور نہ جانے والا جاسکے گا، بس جدھر دیکھو غول کے غول ٹڈی دل بیٹھا ہوا ہے۔

**إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ عَلَى الطُّرُقَاتِ إلخ:** راستوں پر نہ بیٹھا کرو، فرمایا کہ حضور! وہاں بیٹھنے سے تو ہمیں

Maktaba Tul Ishaat.com



چارہ ہی نہیں، وہیں بیٹھ کر تو ہم باتیں کیا کرتے ہیں، اچھا! اگر تم بیٹھنے کے علاوہ مانتے ہی نہیں ہو تو پھر سنو! راستہ کا حق ادا کرنا ضروری ہے، صحابہ نے عرض کیا کہ حق طریق کیا ہے؟ فرمایا کہ ایک تو نگاہ نیچی رکھو، غلط جگہ نگاہ نہ پڑے، دوسرے کسی کو اذیت پہنچنے نہ پائے، سلام کا جواب دو، اچھی بات کا حکم کرو، بری بات سے منع کرو۔

## (ص ۳۳۳) بَابُ الْآبَارِ عَلَى الطُّرُقِ إِذَا لَمْ يُتَأَذَّ بِهَا

۲۴٦٦. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ بِطَرِيقٍ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيهَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ، فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هَذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِي كَانَ بَلَغَ مِنِّي، فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهُ مَاءً فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ لَأَجْرًا؟ قَالَ: فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ.

**ترجمہ:** باب، راستوں پر کنویں بنانے میں کوئی حرج نہیں جب کہ ان سے تکلیف نہ ہو۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص راستہ میں جارہا تھا اس کو سخت پیاس لگی، وہ ایک کنویں میں اترا اور اس نے پانی پیا، پھر وہ باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی وجہ سے نم مٹی چاٹ رہا ہے، وہ شخص کہنے لگا کہ پیاس سے اس کتے کی بھی وہی کیفیت ہوگئی ہے جو میری ہوگئی تھی، وہ کنویں میں اترا، اس نے اپنے چمڑے کے موزے میں پانی بھرا اور کتے کو پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو قبول کیا اور اس کی مغفرت کردی، صحابہؓ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ! کیا چوپایوں کو پانی پلانے میں بھی اجر ملتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر تازہ جگر والے جانور کو پانی پلانے میں اجر ہے۔

**تشریح:** اگر کوئی کنواں اپنی ملک میں کھودتا ہے تو مطلقاً جائز ہے، اور دوسرے کی ملک میں کھودے تو مطلقاً ناجائز ہے، اور اراضیٔ عامہ میں اگر کھودتا ہے تو اس میں تفصیل ہے، اگر کسی کو ضرر نہ ہوتا ہو تب تو جائز ہے اور اگر ضرر ہوتا ہو تو جائز نہیں، اصل میں قدیم زمانہ میں دستور و معمول یہ تھا کہ لوگ اپنے مکانات کے سامنے کنواں کھودلیا کرتے تھے، امام بخاری فرماتے ہیں کہ مکان کے سامنے کنواں کھودنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس سے گزرنے والوں کو تکلیف نہ ہوتی ہو، مثلاً راستہ ایک طرف کو ہے اور دروازہ کے سامنے زمین پڑی ہوئی ہے کنواں کھودلیجئے کیا حرج ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرَى: ایک کتا زبان نکالے ہوئے کیچڑ کھا رہا تھا یعنی کیچڑ پر اپنی زبان مار رہا تھا۔

فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ: ہر تر جگر والے میں اجر ہے۔

## (ص ۳۳۴) بَابُ إِمَاطَةِ الأَذَى

وقال همام عن أبي هريرة عن النبي ﷺ: يميط الأذى عن الطريق صدقة.

**ترجمہ:** باب، راستہ سے تکلیف دہ چیز کے ہٹانے کا بیان۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا صدقہ ہے۔

**تشریح:** مصنف کا مقصد یہ ہے کہ اگر راستہ میں کوئی اذیت دہ چیز پڑی ہو تو اس کو ہٹا دینا چاہئے۔

يُمِيطُ الأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ: اماطہ اذی عن الطریق صدقہ ہے۔

## (ص ۳۳۴) بَابُ الْغُرْفَةِ وَالْعِلِّيَّةِ الْمُشْرِفَةِ وَغَيْرِ الْمُشْرِفَةِ فِي السُّطُوحِ وَغَيْرِهَا

٢٤٦٧. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ ثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ مَا قَالَ: أَشْرَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِينَةِ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ.

٢٤٦٨. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمْ أَزَلْ حَرِيصًا عَلَى أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّتَيْنِ قَالَ اللهُ لَهُمَا ﴿إِن تَتُوبَآ إِلَى ٱللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾، فَحَجَجْتُ مَعَهُ فَعَدَلَ وَعَدَلْتُ مَعَهُ بِالإِدَاوَةِ فَتَبَرَّزَ، ثُمَّ جَاءَ فَسَكَبْتُ عَلَى يَدَيْهِ مِنَ الإِدَاوَةِ فَتَوَضَّأَ فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَنِ الْمَرْأَتَانِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّتَانِ قَالَ لَهُمَا ﴿إِن تَتُوبَآ إِلَى ٱللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾؟ فَقَالَ: وَاعَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَ عُمَرُ الْحَدِيثَ يَسُوقُهُ فَقَالَ: إِنِّي كُنْتُ وَجَارٌ لِي مِنَ الأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِينَةِ، وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُولَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَيَنْزِلُ يَوْمًا وَأَنْزِلُ يَوْمًا، فَإِذَا

Maktaba Tul Ishaat.com



نَزَلْتُ جِئْتُهُ مِنْ خَبَرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الأَمْرِ وَغَيْرِهِ، وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَهُ، وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى الأَنْصَارِ إِذَا هُمْ قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ، فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَأْخُذْنَ مِنْ أَدَبِ نِسَاءِ الأَنْصَارِ، فَصِحْتُ عَلَى امْرَأَتِي فَرَاجَعَتْنِي فَأَنْكَرْتُ أَنْ تُرَاجِعَنِي، فَقَالَتْ: وَلِمَ تُنْكِرُ أَنْ أُرَاجِعَكَ فَوَاللهِ إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ لَيُرَاجِعْنَهُ، وَإِنَّ إِحْدَاهُنَّ لَتَهْجُرُهُ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ، فَأَفْزَعَنِي فَقُلْتُ: خَابَتْ مَنْ فَعَلَ مِنْهُنَّ بِعَظِيمٍ، ثُمَّ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ: أَيْ حَفْصَةُ أَتُغَاضِبُ إِحْدَاكُنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ؟ فَقَالَتْ: نَعَمْ، فَقُلْتُ: خَابَتْ وَخَسِرَتْ، أَفَتَأْمَنُ أَنْ يَغْضَبَ اللهُ لِغَضَبِ رَسُولِهِ ﷺ فَتَهْلِكِينَ؟ لَا تَسْتَكْثِرِي عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَلَا تُرَاجِعِيهِ فِي شَيْءٍ وَلَا تَهْجُرِيهِ، وَسَلِينِي مَا بَدَا لَكِ وَلَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ أَوْضَأَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ - يُرِيدُ عَائِشَةَ -.

وَكُنَّا تَحَدَّثْنَا أَنَّ غَسَّانَ تُنْعِلُ النِّعَالَ لِغَزْوِنَا فَنَزَلَ صَاحِبِي يَوْمَ نَوْبَتِهِ فَرَجَعَ عِشَاءً فَضَرَبَ بَابِي ضَرْبًا شَدِيدًا وَقَالَ: أَنَائِمٌ هُوَ؟ فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِ وَقَالَ: حَدَثَ أَمْرٌ عَظِيمٌ، قُلْتُ؟ مَا هُوَ؟ أَجَاءَتْ غَسَّانُ؟ قَالَ: لَا بَلْ أَعْظَمُ مِنْهُ وَأَطْوَلُ! طَلَّقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ نِسَاءَهُ، قَالَ: قَدْ خَابَتْ حَفْصَةُ وَخَسِرَتْ، كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ هٰذَا يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ، فَجَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي فَصَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَدَخَلَ مَشْرُبَةً لَهُ فَاعْتَزَلَ فِيهَا، فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَإِذَا هِيَ تَبْكِي، قُلْتُ: مَا يُبْكِيكِ؟ أَوَلَمْ أَكُنْ حَذَّرْتُكِ؟ أَطَلَّقَكُنَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ قَالَتْ: لَا أَدْرِي هُوَ ذَا فِي الْمَشْرُبَةِ، فَخَرَجْتُ فَجِئْتُ الْمِنْبَرَ فَإِذَا حَوْلَهُ رَهْطٌ يَبْكِي بَعْضُهُمْ، فَجَلَسْتُ مَعَهُمْ قَلِيلًا، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ، فَجِئْتُ الْمَشْرُبَةَ الَّتِي هُوَ فِيهَا فَقُلْتُ لِغُلَامٍ لَهُ أَسْوَدَ: اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ، فَدَخَلَ فَكَلَّمَ النَّبِيَّ ﷺ ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ: ذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ، فَانْصَرَفْتُ حَتَّى جَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِينَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ، فَجِئْتُ فَقُلْتُ لِلْغُلَامِ، فَذَكَرَ مِثْلَهُ، فَجَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِينَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ، فَجِئْتُ الْغُلَامَ، فَقُلْتُ: اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ، فَذَكَرَ مِثْلَهُ، فَلَمَّا وَلَّيْتُ مُنْصَرِفًا فَإِذَا الْغُلَامُ يَدْعُونِي، قَالَ: أَذِنَ لَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلَى رِمَالِ حَصِيرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ قَدْ أَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهِ مُتَّكِئٌ عَلَى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ قُلْتُ: - وَأَنَا قَائِمٌ - طَلَّقْتَ نِسَاءَكَ؟ فَرَفَعَ بَصَرَهُ إِلَيَّ فَقَالَ: لَا، ثُمَّ قُلْتُ: - وَأَنَا قَائِمٌ أَسْتَأْنِسُ - يَا رَسُولَ اللهِ لَوْ رَأَيْتَنِي وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى قَوْمٍ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ، فَذَكَرَهُ، فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ، ثُمَّ

Maktaba Tul Ishaat.com



قُلْتُ: لَوْ رَأَيْتَنِي وَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ: لاَ يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ أَوْضَأَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ - يُرِيدُ عَائِشَةَ - فَتَبَسَّمَ أُخْرَى، فَجَلَسْتُ حِينَ رَأَيْتُهُ تَبَسَّمَ، ثُمَّ رَفَعْتُ بَصَرِي فِي بَيْتِهِ فَوَاللهِ مَا رَأَيْتُ فِيهِ شَيْئًا يَرُدُّ الْبَصَرَ غَيْرَ أَهَبَةٍ ثَلاثَةٍ، فَقُلْتُ: ادْعُ اللهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلَى أُمَّتِكَ، فَإِنَّ فَارِسَ وَالرُّومَ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَأُعْطُوا الدُّنْيَا وَهُمْ لاَ يَعْبُدُونَ اللهَ، وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ أَوَفِي شَكٍّ أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟ أُولَئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ اسْتَغْفِرْ لِي.

فَاعْتَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ الْحَدِيثِ حِينَ أَفْشَتْهُ حَفْصَةُ إِلَى عَائِشَةَ، وَكَانَ قَدْ قَالَ مَا أَنَا بِدَاخِلٍ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا مِنْ شِدَّةِ مَوْجَدَتِهِ عَلَيْهِنَّ حِينَ عَاتَبَهُ اللهُ، فَلَمَّا مَضَتْ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَبَدَأَ بِهَا، فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ: إِنَّكَ أَقْسَمْتَ أَنْ لاَ تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا وَإِنَّا أَصْبَحْنَا بِتِسْعٍ وَعِشْرِينَ لَيْلَةً أَعُدُّهَا عَدًّا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ وَكَانَ ذَلِكَ الشَّهْرُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَأُنْزِلَتْ آيَةُ التَّخْيِيرِ فَبَدَأَ بِي أَوَّلَ امْرَأَةٍ، فَقَالَ: إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا وَلاَ عَلَيْكِ أَنْ لاَ تَعْجَلِي حَتَّى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ، قَالَتْ: قَدْ عَلِمَ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُونَا يَأْمُرَانِي بِفِرَاقِكَ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللهَ تَعَالَى قَالَ ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ﴾ إِلَى ﴿عَظِيمًا﴾ قُلْتُ: أَفِي هَذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ؟ فَإِنِّي أُرِيدُ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الآخِرَةَ، ثُمَّ خَيَّرَ نِسَاءَهُ فَقُلْنَ مِثْلَ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ.

۲٤٦٩. حَدَّثَنَا ابْنُ سَلاَمٍ أَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: آلَى رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ نِسَائِهِ شَهْرًا وَكَانَتِ انْفَكَّتْ قَدَمُهُ، فَجَلَسَ فِي عُلِّيَّةٍ لَهُ، فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ: أَطَلَّقْتَ نِسَاءَكَ؟ قَالَ: لاَ وَلَكِنِّي آلَيْتُ مِنْهُنَّ شَهْرًا، فَمَكَثَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ ثُمَّ نَزَلَ، فَدَخَلَ عَلَى نِسَائِهِ.

**ترجمہ:** باب، مکان کی چھت پر یا نیچے، دوسرے کے گھر میں جھانکنے والا یا نہ جھانکنے والا کمرہ یا بالاخانہ بنانے کا بیان۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ کے قلعوں میں سے ایک پر چڑھے اور فرمایا کہ کیا تم وہ منظر دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ میں تمہارے گھروں میں فتنوں کے اترنے کی جگہوں کو بارش کے اترنے کی جگہوں کی طرح دیکھ رہا ہوں۔

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ میری خواہش تھی کہ میں حضرت عمرؓ سے ازواجِ مطہرات میں ان دونوں ازواج کے بارے میں دریافت کروں جن کی شان میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا "اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو تو بہتر ہے کیوں کہ تم

Maktaba Tul Ishaat.com



دونوں کے دل مائل ہوگئے ہیں" تو میں نے حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کیا وہ ایک مقام پر راستہ سے ایک طرف کو ہٹے تو میں بھی پانی کے چھاگل کے ساتھ اس طرف گیا، انہوں نے قضائے حاجت کی یہاں تک کہ جب تشریف لائے تو میں نے پانی کے چھاگل سے ان کے ہاتھوں پر پانی ڈالا، انہوں نے وضو کیا، میں نے دریافت کیا کہ امیر المؤمنین! ازواجِ مطہرات میں سے وہ دو ازواج کون ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اگر تم توبہ کرو تو بہتر ہے حضرت عمرؓ نے کہا کہ ابن عباس! تم پر تعجب ہے کہ تمہیں ان کا نام معلوم نہیں، وہ عائشہ اور حفصہؓ ہیں، پھر انہوں نے قصہ بیان کرنا شروع کیا اور فرمایا کہ میں اور میرا ایک انصاری ہمسایہ بنی امیہ بن زید کے محلّہ میں رہتے تھے جو مدینہ منورہ کے بالائی علاقہ میں واقع تھا، ہم نبی کریم ﷺ کے یہاں آنے میں باری باری آتے تھے، ایک دن وہ آتے تھے اور ایک دن میں، جب میں آتا تو اس دن کی خبر وغیرہ اس ہمسایہ کو کر دیتا اور جب وہ جاتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتا اور ہم قریشی لوگ عورتوں پر غالب رہتے تھے، جب ہم انصار کے یہاں آئے تو دیکھا کہ ان کی عورتیں ان پر غالب ہیں، ہماری عورتیں بھی انصار کی عورتوں کا طریقہ سیکھنے لگیں، ایک مرتبہ میں اپنی بیوی پر خفا ہوا تو اس نے مجھے جواب دیا، مجھے اس کا جواب دینا برا لگا تو وہ کہنے لگی کہ آپ میرے جواب دینے کا برا کیوں مان رہے ہیں؟ بخدا! بے شک نبی کریم ﷺ کی ازواج ان کو جواب دیتی ہیں اور ان میں سے کچھ تو ایسی ہیں کہ جو پورے دن بلکہ رات تک ان سے الگ رہتی ہیں، میں یہ سن کر گھبرایا اور میں نے کہا کہ ان میں سے جس نے بھی ایسا کیا ہے اس نے بڑی محرومی کا کام کیا ہے، پھر میں نے اپنے کپڑے پہنے اور حفصہ کے یہاں گیا، میں نے کہا کہ حفصہ! کیا تم میں سے کوئی بیوی رسول اللہ ﷺ سے دن سے لیکر رات تک خفا رہتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! میں نے کہا کہ ایسا کرنے والی ناکامی اور خسارہ کا کام کرنے والی ہے، کیا اسے یہ ڈر نہیں کہ اپنے پیغمبر کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہو جائے؟ اگر تم ایسا کروگی تو ہلاک ہو جاؤ گی، رسول اللہ ﷺ سے زیادہ فرمائشیں مت کیا کرو اور ان کی کسی بات کا جواب نہ دیا کرو اور ان سے خفا نہ ہوا کرو اور مجھ سے جو مانگنا ہو مانگو اور تم اس دھوکہ میں نہ رہنا کہ تمہاری ہم جولی تم سے زیادہ خوب صورت اور رسول اللہ ﷺ کی نظر میں زیادہ محبوب ہے، اس سے حضرت عائشہؓ کو مراد لیا۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ہمارے درمیان یہ باتیں ہوئی تھیں کہ قبیلۂ غسان ہم سے جنگ کے لئے گھوڑوں کی نعل باندھ رہے ہیں تو میرا ہمسایہ اپنی باری کے دن حضور ﷺ کے یہاں گیا اور رات کو واپس آیا اور میرا دروازہ زور سے کھٹکھٹایا اور کہنے لگا کہ کیا سوئے ہوئے ہو؟ میں گھبرا گیا، وہ کہنے لگا کہ بڑا حادثہ ہو گیا، میں نے کہا کیا ہوا؟ کیا غسان نے چڑھائی کر دی؟ اس نے کہا نہیں، اس سے بھی لمبی چوڑی بات ہو گئی، رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی، میں نے کہا کہ حفصہ تو تباہ و برباد ہو گئی، میں سمجھتا تھا کہ ایسا عنقریب ہونے والا ہے، میں نے اپنے کپڑے پہنے اور فجر کی نماز نبی کریم ﷺ کے ساتھ ادا کی، نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ اپنے بالاخانہ میں چلے گئے اور وہاں خلوت نشین ہو گئے، میں حفصہ کے پاس گیا تو وہ رو رہی تھی، میں نے کہا اب کیوں روتی ہو؟ کیا میں نے تمہیں چوکنا نہیں کیا تھا؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے تم کو طلاق دے دی ہے؟ وہ کہنے لگی کہ مجھے معلوم نہیں وہ بالاخانہ

Maktaba Tul Ishaat.com



میں ہیں، میں باہر آیا اور منبر کے پاس پہنچا، میں نے دیکھا کہ منبر کے ارد گرد کچھ لوگ ہیں جن میں سے بعض رو بھی رہے ہیں، میں کچھ دیر ان کے پاس بیٹھا، پھر مجھ پر بے چینی کا غلبہ ہوا تو میں بالاخانہ پر پہنچا جس میں حضور ﷺ تشریف فرما تھے، میں نے آپ کے ایک کالے غلام سے کہا کہ عمر کے لئے اندر آنے کی اجازت لو، اس نے نبی کریم ﷺ سے گفتگو کی اور باہر آیا اور کہنے لگا کہ میں نے آپ کا ذکر کیا تھا لیکن حضور ﷺ خاموش رہے، میں واپس آگیا اور منبر کے قریب بیٹھے لوگوں کے پاس بیٹھ گیا لیکن پھر مجھ پر بے قراری کا غلبہ ہوا تو میں پھر آیا مگر غلام نے پھر وہی بات سنائی، میں منبر کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا مگر پھر بے قراری مجھ پر غالب آئی اور میں غلام کے پاس آیا، میں نے کہا جاؤ عمر کے لئے اجازت چاہو، اس نے پھر وہی جواب دیا لیکن جب میں واپس آنے لگا تو دیکھتا ہوں کہ غلام مجھے بلا رہا ہے اور اس نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی ہے۔

میں آپ کے پاس گیا، آپ اس وقت ایک خالی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، اس چٹائی پر کوئی بستر وغیرہ نہیں تھا، آپ کے پہلو پر چٹائی کے نشان پڑ گئے تھے، ایک تکیے پر سہارا لگا رکھا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، میں نے سلام کیا، پھر کھڑے کھڑے کہا کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے اپنی نگاہ میری طرف اٹھائی اور فرمایا کہ نہیں، پھر میں نے کھڑے کھڑے ہی کہا- اور مقصد یہ تھا کہ آپ کا دل بہلاؤں- کہ آپ دیکھئے ہم قریشی لوگ عورتوں پر غالب رہتے تھے لیکن جب ہم ایسے لوگوں کے یہاں آئے جن کی عورتیں ان پر غالب رہتی ہیں تو ہماری عورتوں نے بھی ان کا وتیرہ اختیار کر لیا، اس پر حضور ﷺ مسکرائے، پھر میں نے کہا دیکھئے میں حفصہ کے پاس گیا تھا، میں نے اس سے کہا کہ تو اس دھوکہ میں نہ رہنا کہ تیری ہم جولی تجھ سے زیادہ خوب صورت ہے اور حضور ﷺ کو تجھ سے زیادہ محبوب ہے یعنی حضرت عائشہؓ تو آپ دوبارہ مسکرائے، جب میں نے آپ کو مسکراتے ہوئے دیکھا تو بیٹھ گیا، پھر میں نے آپ کے کمرے میں نظر دوڑائی تو اللہ قسم اس میں ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی جو نظر میں آئے سوائے تین کچی کھالوں کے، میں نے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر وسعت کرے، ایرانیوں اور رومیوں پر مال کی وسعت کی گئی ہے اور ان کو دنیا دی گئی ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے! آپ ﷺ اس وقت ٹیک لگائے ہوئے تھے (سیدھے بیٹھ گئے) فرمانے لگے اے خطاب کے بیٹے! کیا تم ابھی تک شک میں ہو؟ وہ ایسے لوگ ہیں جن کے مزے دنیا کی زندگی ہی میں دے دیئے گئے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لئے استغفار فرمائیں۔

تو نبی کریم ﷺ اس کی وجہ سے ایک ماہ اپنی ازواج سے الگ رہے جب کہ حفصہ نے آپ کا راز عائشہ سے بیان کر دیا تھا، آپ نے یہ فرمایا تھا کہ میں ازواج کے پاس ایک ماہ تک نہیں جاؤں گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے عتاب کی وجہ سے آپ کو ان کی طرف سے تکلیف بہت تھی، جب انتیس دن ہو گئے تو حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے آغاز کیا، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ آپ نے تو یہ قسم کھائی تھی کہ ایک ماہ تک ہمارے پاس نہیں آئیں گے اور ابھی تو ہمارے انتیس دن ہوئے ہیں میں تو باقاعدہ گن رہی ہوں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے اور وہ مہینہ انتیس دن ہی کا تھا، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ پھر

Maktaba Tul Ishaat.com



آیتِ تخییر نازل ہوئی جس میں ازواجِ مطہرات کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ چاہیں تو حضور کے نکاح میں رہیں اور چاہیں تو علیحدگی اختیار کرلیں، سب سے پہلے آپ نے یہ اختیار میرے سامنے رکھا اور فرمانے لگے کہ دیکھو میں تمہارے سامنے ایک چیز رکھنے والا ہوں لیکن اگر تم جلدی جواب نہ دو اور والدین سے مشورہ کرو تو کوئی حرج نہیں، حضرت عائشہؓ کہنے لگیں مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ میرے والدین مجھے آپ کی جدائی کی رائے دینے والے نہیں، پھر آپ نے یہ آیت سنائی "اے پیغمبر! اپنی ازواج سے کہو الٰی آخر الآیہ، میں نے کہا کہ کیا اس معاملہ میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ میں تو اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو ترجیح دیتی ہوں، پھر آپ ﷺ نے باقی ازواج کو اختیار دیا، انہوں نے بھی وہی کیا جو حضرت عائشہؓ نے کیا۔

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج سے ایک ماہ کا ایلاء کیا، اس وقت آپ کا پاؤں اتر گیا تھا تو آپ اپنے ایک بالاخانہ میں تشریف فرما تھے، حضرت عمرؓ آئے اور انہوں نے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں، البتہ میں نے ان سے ایک ماہ کا ایلاء کیا ہے، آپ انتیس دن وہیں ٹھہرے رہے پھر وہاں سے اترے اور اپنی ازواج کے پاس گئے۔

**تشریح:** مصنف نے دو لفظ استعمال کئے ہیں الغرفه اور العلیه، عِلِّیَه کے عین پر ضمہ اور کسرہ دونوں جائز ہیں، امام جوہری کی رائے یہ ہے کہ دونوں کے معنی ایک ہیں تو اس صورت میں یہ عطف تفسیری ہوگا، عِلِّیَه کہتے ہیں بالاخانہ کو۔

**اَلْمُشْرِفَةِ وَغَیْرِ الْمُشْرِفَةِ:** مشرفه یعنی بلند اور غیر مشرفه یعنی غیر بلند۔

بالاخانوں میں لیٹنا، سونا اور رہنا چاہے وہ بلند ہو یا پست ہو جائز ہے، اور غرفه کا اطلاق کبھی روشن دان پر بھی ہوتا ہے، بہت ممکن ہے کہ امام بخاری نے الْعِلِّیَةِ کا لفظ آگے بڑھا کر عطف تفسیری کے طور پر ذکر کیا ہو اور یہ بتلایا ہو کہ یہاں غرفہ روشن دان کے معنی میں نہیں ہے بلکہ غرفہ سے مراد بالاخانہ ہے۔

پھر اَلْمُشْرِفَةِ وَغَیْرِ الْمُشْرِفَةِ کی ایک تفسیر تو وہ ہے جو ابھی ہم نے کی یعنی بلند اور پست۔

دوسرا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اَلْمُشْرِفَة اشراف سے ہے اور اشراف کہتے ہیں جھانکنے کو یعنی ایسا غرفہ ہو کہ وہاں سے دوسروں کا مکان اور اندر کی چیزیں نظر آتی ہوں اور غیر مشرفہ جہاں سے دوسری جگہ کی چیزیں نظر نہ آتی ہوں، امام بخاری فرماتے ہیں کہ سب جائز ہے یعنی سب میں آرام کرنا اور سونا اچھا ہے۔

اب مسئلہ سنو! اگر اتفاق سے کسی کی چھت بلند ہو اور دوسرے گھر کی بے پردگی ہوتی ہو تو آیا خود اس چھت

Maktaba Tul Ishaat.com



والے کو اپنا انتظام کرنا چاہئے یا دوسرے کو پردہ کا انتظام کرنا چاہئے؟ یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔

امام مالک اور امام احمد ارشاد فرماتے ہیں کہ اس شخص کو خود انتظام کرنا چاہئے چنانچہ موفق وغیرہ نے لکھا ہے وإن كان سَطْحُ أحَدِهما أعلى من سَطحِ الآخرِ فليس لِصَاحِبِ الأعلى الصُعُودُ على سَطْحِه على وَجْهٍ يُشرِفُ على سَطحِ جَارِه إلَّا أن يَبْنِيَ سُتْرَةً تَسْتُرُه۔

امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور داؤد ظاہری فرماتے ہیں کہ جائز ہے، خود دوسرا آدمی اپنے پردہ کا انتظام کرے۔

اصل امام ابو حنیفہ کا مسلک یہی ہے اور یہی ظاہر الروایہ ہے، ویسے ہمارے بعض مشائخ یہ فرماتے ہیں کہ ایسا روشن دان کھولنے کی اجازت نہیں دی جائے گی جس سے دوسرے کی بے پردگی ہوتی ہو، اور اس میں ہمارے فقہاء کا اختلاف ہے کہ آیا ظاہر الروایہ پر اعتماد کیا جائے یعنی مطلقاً اجازت دی جائے یا دوسرے قول کو اختیار کیا جائے، دونوں طرح کی باتیں در مختار اور اس کے حواشی میں ملتی ہیں۔

**أشْرَفَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِينَةِ:** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مدینہ کے بلند مکانوں میں سے ایک بلند مکان پر چڑھے، أُطُم قلعہ نما عمارت، اونچی جگہ پر بنی ہوئی عمارت۔

**ثُمَّ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى؟** تم دیکھتے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں، میں فتنوں کے مواقع کو دیکھ رہا ہوں تمہارے گھروں کے بیچ میں ایسے جیسے قطرات گرتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ شیٔ کا اس عالم حدوث میں وجود ہونے سے پہلے پہلے ایک اور وجود ہے اسی کو حضرات صوفیاء عالم مثال سے تعبیر کرتے ہیں، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آنے والے فتنوں کی صورت مثالیہ دکھلادی گئی تھی۔

**فَحَجَجْتُ مَعَهُ فَعَدَلَ وَعَدَلْتُ مَعَهُ بِالْإِدَاوَةِ:** یہ واقعہ حج سے واپسی کے وقت پیش آیا مقام مر الظہران پر جیسا کہ خود بخاری کی دوسری روایت میں تصریح ہے، حضرت عمرؓ اراک (جھاڑیوں) میں قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور ابن عباسؓ سے فرمایا کہ پانی لے آؤ، جب وہ پانی ہاتھ پر ڈالنے لگے تو اس وقت ابن عباسؓ نے موقع غنیمت جان کر آیتِ شریفہ إنْ تَتُوبَا إلَى اللهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا کے متعلق پوچھ لیا کہ یہ دونوں کونسی عورتیں ہیں؟ فرمایا کہ ابن عباس! تجھے تعجب ہے کہ پتہ نہیں چلا ان کا، یہ تو عائشہؓ اور حفصہؓ ہیں۔

**ثُمَّ اسْتَقْبَلَ عُمَرُ الْحَدِيثَ يَسُوقُهُ:** پھر حضرت عمرؓ نے پورا قصہ ہی بیان کرنا شروع کر دیا۔

**فَقَالَ إِنِّي كُنْتُ وَجَارٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ:** یہ جزء کتاب العلم باب التناوب فی العلم میں گزر چکا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ:** قریش کا معاملہ یہ تھا کہ وہ اپنی عورتوں پر غالب تھے لیکن جب ہم انصار کے یہاں پہنچے تو وہاں معاملہ بر عکس تھا ان کی عورتیں غالب تھیں۔

**فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَأْخُذْنَ مِنْ أَدَبِ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ:** ہماری عورتوں نے بھی انصار کی عورتوں کے آداب سیکھنے شروع کر دیئے۔

**فَصِحْتُ عَلَى امْرَأَتِي فَرَاجَعَتْنِي:** میں ایک دن جو اپنی بیوی کو چیخا تو اس نے مجھے جواب دے دیا، اس میں اختصار ہے آئندہ روایت آئے گی یوں کہتے ہیں فبینما أنا في أمر أتأمرہ اپنے ایک معاملہ میں غور کر رہا تھا میری بیوی بولی کہ یوں کر لیتے، میں نے کہا مالکِ و أنت هاهنا؟ تو کون اور تو اس معاملہ میں کیوں دخل دینے والی، تجھے کیا حق ہے، کہنے لگی ناراض ہو کر کہ ابن خطاب! تجھے تو یہ بھی نہیں پسند کہ تیری بات کا جواب دیا جائے اور تیری بیٹی حضور ﷺ سے مراجعت کرتی ہے یہاں تک کہ دن بھر حضور ﷺ ناراض رہتے ہیں۔

**لَا تَسْتَكْثِرِي عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ:** مطالبات کی کثرت مت کر۔

**وَلَا تُرَاجِعِيهِ فِي شَيْءٍ وَلَا تَهْجُرِيهِ:** نہ کسی بات کا جواب دے اور نہ حضور کو چھوڑ۔

**وَلَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ أَوْضَأَمِنْكِ:** اس دھوکہ میں نہ پڑ جا کہ یہ تیری پڑوسن تیرے سے زیادہ حسین و جمیل اور حضور ﷺ کی نگاہ میں محبوب ہیں یُرِيدُ عَائِشَةَ۔

**وَكُنَّا تَحَدَّثْنَا:** ہم آپس میں یہ باتیں کر رہے تھے کہ شاہ غسان گھوڑوں کو نعل پہنا رہا ہے، اس روایت میں ہے تُنْعِلُ النِّعَالَ أي تَسْتَعْمِلُ النِّعَالَ وَهِيَ نِعَالُ الْخَيْلِ اور آئندہ یہی روایت جلد ثانی میں آرہی ہے اس میں ہے تُنْعِلُ الْخَيْلَ، قاعدہ یہ ہے کہ جب لمبا سفر درپیش ہوتا ہے تو گھوڑوں کے نعل دیکھے جاتے ہیں، اگر گھسے ہوئے ہوتے ہیں تو انہیں نکال کر نئے نعل پہنا دیئے جاتے ہیں تاکہ سخت زمین پر ان کے پاؤں نہ گھسنے پائیں۔

**قَالَ: لَا، بَلْ أَعْظَمُ مِنْهُ وَأَطْوَلُ:** ارے غسان کا آجانا کیا چیز ہے اس سے بھی بڑی بھاری بات پیش آگئی ہے حضور نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے، اس سے حضراتِ صحابۂ کرامؓ کے قلب میں حضور کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ غسان کی آمد اور اس کا حملہ کر دینا کوئی چیز نہیں بلکہ حضور اپنی ازواج کو طلاق دے دیں اور ان کو اپنے حبالۂ عقد سے باہر کر دیں یہ امر عظیم ہے، اس روایت میں ہے طَلَّقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ نِسَاءَهُ

Maktaba Tul Ishaat.com



یہ لفظ کتاب النکاح میں بھی آرہا ہے لیکن کتاب التفسیر میں ہے اعْتَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ أَزْوَاجَهُ، امام بخاری نے کتاب النکاح میں پہنچ کر اسی لفظ کو راجح قرار دیا ہے اور واقع میں آپ نے طلاق نہیں دی تھی۔

**فَدَخَلَ مَشْرُبَةً لَهُ:** حضور ﷺ اپنے بالا خانے میں داخل ہوئے اور یکسو ہو گئے، سببِ اعتزال کیا ہے؟ آنحضور ﷺ کیوں مشربہ میں قیام پذیر ہوئے تھے؟ اس میں روایتی بیانات مختلف ہیں۔

(۱) صحیحین سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا سبب عسل والا قصہ ہے، حضور ﷺ حضرت زینبؓ کے یہاں عصر کے بعد شہد کا شربت پیتے تھے، حضرت عائشہ وحفصہؓ پارٹی نے مل کر حضور ﷺ کو قسم کھلوادی اور حرام کروا دیا۔

(۲) طبرانی وغیرہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سبب حضرت ماریہ قبطیہؓ کا قصہ ہے، حضور ﷺ حضرت حفصہؓ کی باری میں تھے وہ اتفاق سے کہیں گئی ہوئی تھیں، حضرت ماریہ قبطیہؓ آئیں آنحضور ﷺ نے ان سے ہم بستری فرمائی حضرت حفصہؓ کو پتہ چلا تو وہ رنجیدہ ہوئیں اور کہنے لگی یا رسول اللہ! میرے مکان میں اور میری باری میں؟ حضور پاک ﷺ نے حضرت حفصہؓ کو راضی کرنے کے لئے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا اور یہ فرمایا کہ کسی کو خبر نہ دینا، مگر ان سے بات ہضم نہ ہوئی اور انہوں نے حضرت عائشہؓ کو خبر پہنچادی۔

(۳) مسلم شریف کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اعتزال کا منشاء ازواجِ مطہرات کا آپ سے نفقات میں زیادتی کا مطالبہ ہے، مختلف اسباب نقل کئے جاتے ہیں۔

(۴) ابن سعد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی ناراضگی کا منشاء یہ ہوا کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ کے پاس کوئی چیز آئی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بکری ذبح ہوئی، آپ نے سب ازواج کے یہاں گوشت بھجوایا، زینبؓ کے یہاں بھجوایا تو انہوں نے واپس کر دیا آپ نے زیادہ دیا پھر واپس بھجوایا آپ نے پھر زیادہ بھیجا انہوں نے پھر واپس کر دیا، اس پر حضرت عائشہؓ نے کہہ دیا لَقَدْ أَقْمَأَتْ وَجْهَكَ تَرُدُّ عَلَيْكَ الْهَدِيَّةَ تو حضور ﷺ ناراض ہو گئے اور فرمایا کہ تم اس سے کم درجہ کی ہو تم میرے چہرہ پر اس طرح کی بات کرو اور ناراض ہو کر آپ نے گوشۂ تنہائی اور یکسوئی کو اختیار کرلیا۔

(۵) بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے حفصہؓ سے یوں فرمایا تھا کہ ابو بکرؓ کے بعد تمہارے باپ

Maktaba Tul Ishaat.com



عمرؓ خلیفہ ہوں گے لیکن یہ بات کسی سے کہنا مت، مگر انہوں نے راز افشاء کر دیا، غرضکہ مختلف اسباب روایات میں وارد ہوئے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے مکارم اخلاق پر نظر کرتے ہوئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ متعدد اسباب پیش آجانے کے بعد ہی آنحضور ﷺ نے اعتزال فرمایا تھا، ویسے مشہور ان میں دو قصے ہیں ایک ماریہ کا اور دوسرے عسل والا قصہ، حافظ ابن کثیرؒ نے عسل والے قصہ کو صحیحین میں وارد ہونے کی وجہ سے راجح قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے ماریۃ القبطیہ کے قصہ کو تکاثرِ طرق کی بناء پر راجح قرار دیا ہے، امام خطابی فرماتے ہیں وعلیہ الأکثر اکثر علماء کی یہی رائے ہے۔

عَلٰی رُمَالِ حَصِیرٍ: چٹائی کی بُناوٹ پر، رُمال چٹائی کا تانا بانا جو ایک دوسرے پر چڑھا ہوا ہوتا ہے، لَیْسَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَهٗ فِرَاشٌ خالی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، کوئی بستر نہیں تھا۔

قَدْ أَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهٖ: آپ کے پہلو میں اس کے بانوں کا اثر آگیا تھا۔

مُتَّكِئٌ عَلٰی وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ: حضور ﷺ چمڑے کے ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے جس میں کھجور کی چھالیں بھری ہوئی تھیں۔

فَقَالَ أَوَفِي شَكٍّ أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟ جب حضرت عمرؓ نے یہ کہا کہ یہ کسریٰ وقیصر تو دنیا کے مزے لوٹ رہے ہیں حالانکہ وہ اللہ کی پرستش نہیں کرتے اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ اس طرح سے تنگی میں ہیں؟ دعا فرمادیجئے تو حضور ﷺ بیٹھ گئے فرمانے لگے أَوَفِي شَكٍّ أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟ ابن خطاب تو شک میں پڑا ہوا ہے، ارے یہ قوم تو ایسی ہے کہ ان کے طیبات ان کی دنیوی زندگی ہی میں دے دیئے گئے ہیں، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ اسْتَغْفِرْ لِي حضور! میرے لئے دعاء مغفرت فرمادیجئے۔

وَكَانَ قَدْ قَالَ مَا أَنَا بِدَاخِلٍ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا مِنْ شِدَّةِ مَوْجِدَتِهٖ: حضور ﷺ نے شدت ناراضگی میں یہ فرمادیا تھا کہ ایک ماہ ان کے پاس نہیں جاؤں گا۔

إِنَّكَ أَقْسَمْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا: آپ نے تو ایک ماہ کی قسم کھائی تھی اور آج انتیسویں کی صبح ہوئی ہے اور میں گنتے چلے جارہی ہوں، یہ ان حضرات کی انتہائی محبت ہے کہ اپنے محبوب کا فراق گراں گزر

Maktaba Tul Ishaat.com



رہا ہے دن گنے جارہے ہیں آج ایک دن، کل دوسرا دن، پرسوں تیسرا دن، یوں انیتس دن گن لئے گئے۔

**فأُنْزِلَتْ آيَةُ التَّخْيِيرِ:** اس کے بعد آیتِ تخییر نازل ہوئی یا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحاً جَمِيلاً وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْراً عَظِيماً۔

**فَبَدَأَ بِي أَوَّلَ امْرَأَةٍ:** حضور ﷺ نے سب سے پہلے مجھ سے ابتداء کی، آیت تخییر کا نزول سن ۹ ھ میں ہوا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تحقیق فرمائی ہے۔

**فَقَالَ إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْراً:** فرمایا کہ ایک بات کہوں گا جلدی نہ کرنا یہاں تک کہ اپنے والدین سے مشورہ کرلینا، حضور ﷺ کو خیال ہوا کہ نوعمر ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ تنگیٔ معیشت کی وجہ سے گھبرا کر فراق کو اختیار کرلے۔

یہ تخییر کس چیز میں تھی؟ دنیا اور آخرت کے درمیان تھی یا طلاق اور حضور ﷺ کے پاس رہنے کے درمیان تھی؟ دونوں قول نقل کئے جاتے ہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ دونوں میں تلازم ہے۔

**آلَى رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ نِسَائِهِ شَهْراً:** حضور اکرم ﷺ نے اپنی ازواج سے ایک ماہ کا ایلاء کرلیا تھا، یہ ایلاء لغوی ہے ایلاء شرعی نہیں ہے۔

**وَكَانَتِ انْفَكَّتْ قَدَمُهُ:** حضور اکرم ﷺ کا قدم مبارک اتر گیا تھا یعنی موچ آگئی تھی، آپ نے اپنے بالاخانہ میں قیام کیا ہوا تھا، روایت کا طرز اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایلاء اور انفکاکِ رِجل کا واقعہ ایک ہی ساتھ پیش آیا ہے، چنانچہ علامہ ابن ملقن نے اسی روایت پر اعتماد کرتے ہوئے یہ لکھ دیا ہے کہ دونوں واقعے سن ۵ ھ کے ہیں لیکن یہ غلط ہے۔

صحیح یہ ہے کہ انفکاکِ رِجل کا واقعہ سن ۵ ھ میں پیش آیا ہے جیسا کہ ابوحاتم ابن حبان البستی نے اپنی تاریخ میں تصریح کی ہے اور اسی طرح "الصحیح" میں بھی تصریح کی ہے اور رزین نے ان کا اتباع کیا ہے، حافظ ابن حجر اور علامہ نور الدین سمہودی نے بھی تصریح فرمائی ہے، اور ایلاء کا واقعہ سن ۹ ھ میں پیش آیا ہے جیسا کہ ابن حبان، رزین، ابن سید الناس، ابن حجر وغیرہ کی رائے ہے۔

اس مقام پر علامہ انور شاہ کشمیری نے حافظ ابن حجر کی طرف یہ منسوب کردیا کہ وہ قصۂ ایلاء کو سن ۵ ھ میں

Maktaba Tul Ishaat.com



مانتے ہیں یہ نسبت وہم ہے۔

**اہم نصیحت:** ہم جب کبھی کسی بڑے کی طرف وہم کی نسبت کرتے ہیں تو یہ ضروری نہیں کہ وہ صحیح ہو، ہوسکتا ہے کہ کسی جگہ حافظ کو چوک ہوئی ہو وہ ان کو مستحضر ہو، اور ہوسکتا ہے کہ ہم نے جو بات حافظ کے کلام سے سمجھی ہو وہ ہماری سمجھ کی کوتاہی ہو، غرضکہ بڑوں پر اعتراض کر دینا یہ چھوٹوں کے لئے کوئی کمال نہیں ہے، باقی اس طرح کی باتیں صرف اس لئے کہی جاتی ہیں تاکہ تم کو تنبیہ رہے اور تم دیکھتے ہوئے وہاں چونکو، یہ نہ ہو کہ یوں ہی اپنا اندھادھن دیکھتے ہوئے چلے جاؤ اور بے تحقیق بات کہہ دو۔

شیخ ابن حجر مکی نے اپنے فتاویٰ کبریٰ میں ایک جگہ لکھا ہے لا زالت التلامیذ یعترضون علی الأساتیذ وکان ذالک لهم زین لا شین، لیکن اعتراض کرنے کا ایک سلیقہ چاہئے، اعتراض بھی ڈھنگ سے ہو تو برا نہیں لگتا ہے اور اگر بے ڈھنگے پن سے اعتراض ہو تو برا معلوم ہوتا ہے۔

## (ص ۳۳۵) بَابُ مَنْ عَقَلَ بَعِيرَهُ عَلَى الْبَلَاطِ أَوْ بَابِ الْمَسْجِدِ

**٢٤٧٠. حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ ثَنَا أَبُو عَقِيلٍ ثَنَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيُّ قَالَ: أَتَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَسْجِدَ فَدَخَلْتُ إِلَيْهِ وَعَقَلْتُ الْجَمَلَ فِي نَاحِيَةِ الْبَلَاطِ، فَقُلْتُ: هَذَا جَمَلُكَ، فَخَرَجَ فَجَعَلَ يُطِيفُ بِالْجَمَلِ فَقَالَ: الثَّمَنُ وَالْجَمَلُ لَكَ.**

**ترجمہ:** باب، پتھر کے فرش پر یا مسجد کے دروازے پر اونٹ باندھنے کا بیان۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے، میں بھی مسجد میں آیا اور میں نے اونٹ کو پتھر کے فرش کے ایک کونے میں باندھ دیا اور حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کا اونٹ یہ رہا، آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور اونٹ کو قریب کرنے لگے اور فرمایا کہ ثمن اور اونٹ دونوں تمہارے ہیں۔

**تشریح:** بَلاط وہ جگہ کہلاتی ہے جو مسجد کے دروازے کے پاس ہوتی ہے اور اس پر فرش بچھا ہوا ہوتا ہے، امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ بلاط پر اونٹ کا باندھ دینا جائز ہے، اگر اتفاق سے مسجد میں داخل ہونے والے کو جانور پاؤں یا دُم مار دے تو کوئی ضمان وغیرہ واجب نہیں ہوگا۔

**أَوْ بَابِ الْمَسْجِدِ:** یا مسجد کے دروازے پر باندھ دیا، روایت جو ذکر کی ہے اس میں ہے وَعَقَلْتُ

Maktaba Tul Ishaat.com



الْجَمَلَ فِي نَاحِيَةِ الْبَلَاطِ اس میں بابِ مسجد کا ذکر نہیں ہے پھر مصنف نے اس کو ثابت کیسے کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر بلاط کی جانبِ داخل میں اونٹ باندھا گیا تھا تو یقینی بات ہے کہ بابِ مسجد کے پاس بندھا ہوا تھا لہذا بلاط پر باندھنا بھی ثابت ہو گیا اور باب مسجد پر باندھنا بھی ثابت ہو گیا۔

## (ص ۳۳۵) بَابُ الْوُقُوفِ وَالْبَوْلِ عِنْدَ سُبَاطَةِ قَوْمٍ

۲۴۷۱. حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ - أَوْ قَالَ لَقَدْ أَتَى النَّبِيُّ ﷺ - سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا.

**ترجمہ:** باب، کسی قوم کی کوڑی کے پاس کھڑے ہونے اور وہاں پیشاب کرنے کا بیان۔

**تشریح:** اگر کوئی آدمی کسی کی کوڑی پر کھڑا ہو جائے اور وہاں پیشاب کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اس قسم کی چیزیں مباحات میں سے ہوتی ہیں، یہ تصرف فی ملک الغیر میں داخل نہیں ہے جس کو ظلم یا غصب میں داخل کیا جا سکے۔

## (ص ۳۳۶) بَابُ مَنْ أَخَذَ الْغُصْنَ وَمَا يُؤْذِي النَّاسَ فِي الطَّرِيقِ فَرَمَى بِهِ

۲۴۷۲. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ أَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخَّرَهُ، فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ.

**ترجمہ:** باب، راستہ میں تکلیف دہ شاخ یا کوئی اور ایسی چیز ہو جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہو تو اس کو ہٹا دینا کار ثواب ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص راستہ میں جا رہا تھا اس نے ایک خاردار شاخ دیکھی اس نے اس شاخ کو ہٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عمل قبول کیا اور اس کی مغفرت فرما دی۔

**تشریح:** اگر کوئی آدمی راستہ سے کسی شخص کے درخت کی شاخ کاٹ کر پھینک دے یا اور کوئی موذی چیز پھینک دے تو یہ چیز غصب اور تصرف فی ملک الغیر نہیں ہے جو منہی عنہ ہو۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۳۶) بَابُ إِذَا اخْتَلَفُوا فِي الطَّرِيقِ الْمِيتَاءِ

وهي الرحبة تكون بين الطريق، ثم يريد أهلها البنيان فترك منها للطريق سبعة أذرع.

۲٤۷۳. حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ خِرِّيتٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَضَى النَّبِيُّ ﷺ إِذَا تَشَاجَرُوا فِي الطَّرِيقِ بِسَبْعَةِ أَذْرُعٍ.

**ترجمہ:** باب، اختلاف کی صورت میں کشادہ راستہ کی تحدید کا بیان۔

میتاء اس کشادہ جگہ کو کہتے ہیں جو راستہ کے درمیان پڑی ہو، اگر اس جگہ پر لوگ تعمیر کرنا چاہیں تو اس میں سے سات ہاتھ زمین راستہ کے لئے چھوڑ دی جائے گی۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ جب کچھ لوگوں کے درمیان راستہ کے سلسلہ میں جھگڑا ہوا تو نبی کریم ﷺ نے سات ہاتھ راستہ چھوڑنے کا فیصلہ فرمایا۔

**تشریح:** المیتاء مفعال کے وزن پر ہے اتیان سے یعنی وہ راستہ جو کثیر الاتیان ہو، کثرت سے لوگ آتے جاتے ہوں، شارع عام ہو، امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا راستہ ہو جہاں عام طور سے آنا جانا ہوتا ہو لیکن وہاں میدان پڑا ہوا ہو، اب لوگ وہاں مکان بنانا چاہتے ہیں اور ہو رہا ہے اختلاف کہ کتنا راستہ چھوڑا جائے؟ تو اس صورت میں سات ذراع راستہ چھوڑ دینا چاہئے۔

امام طحاوی نے بھی اس حدیث پر جس پر مصنف نے یہ ترجمہ منعقد کیا ہے یہی مطلب تجویز فرمایا ہے، اور اگر اختلاف نہ ہو تو پھر جتنا بھی اور جیسا بھی راستہ چھوڑ دیا جائے، تم دیکھتے نہیں کہ دو ہاتھ کی گلی چھوڑ دیتے ہیں تین ہاتھ کی گلی چھوڑ دیتے ہیں، اختلاف کی صورت میں سرکار دو عالم ﷺ نے سات ذراع کا حکم دیا ہے وہ بھی طریق میتاء میں یعنی جو کثیر الاتیان ہو جہاں کثرت سے آمد و رفت ہوتی ہو، اس واسطے کہ سات ذراع میں آنے جانے والے دونوں کے لئے گزرنا آسان ہو جاتا ہے۔

## (ص ۳۳۶) بَابُ النُّهْبَى بِغَيْرِ إِذْنِ صَاحِبِهِ

وقال عبادة: بايعنا النبي ﷺ أن لا ننتهب.

۲٤۷٤. حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ ثَنَا شُعْبَةُ ثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيَّ - وَهُوَ

Maktaba Tul Ishaat.com



جَدُّهُ أَبُو أُمِّهِ- قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ النُّهْبَى وَالْمُثْلَةِ

٢٤٧٥. حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ ثَنَا اللَّيْثُ ثَنَا عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لاَ يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلاَ يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلاَ يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلاَ يَنْتَهِبُ نُهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ حِينَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ.　・　وَعَنْ سَعِيدٍ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ إِلَى النُّهْبَةِ.

قَالَ الْفِرَبْرِيُّ: وَجَدْتُ بِخَطِّ أَبِي جَعْفَرٍ: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: قال ابْنُ عَبَّاسٍ تَفْسِيرُهُ أَنْ يُنْزَعَ مِنْهُ نُورُ الإِيمَانِ.

**ترجمہ:**　باب، مالک کی اجازت کے بغیر مال لوٹنے کا بیان۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ نے بیان کیا کہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے اس پر بیعت کی کہ ہم لوٹ مار نہیں کریں گے۔

حضرت عبد اللہ بن یزید انصاریؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے لوٹ مار اور مثلہ سے منع فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ زانی جب زنا کرتا ہے تو اس کے اندر سے ایمان کا نور نکل جاتا ہے، شرابی سے شراب پیتے وقت ایمان کا نور رخصت ہو جاتا ہے، چور سے چوری کرتے وقت ایمان کا نور رخصت ہو جاتا ہے اور جب کوئی شخص کسی کا مال لوٹتا ہے اور لوگوں کی آنکھیں اس کی طرف اٹھتی ہیں تو اس وقت اس کے اندر ایمان کا نور نہیں ہوتا،

حضرت ابو ہریرہؓ سے اس حدیث کو حضرت سعیدؓ اور حضرت ابو سلمہؓ نے بھی بیان کیا لیکن اس میں النُّهْبَة کا ذکر نہیں ہے۔

صحیح بخاری کے راوی محمد بن یوسف فربری کہتے ہیں کہ میں نے بخاری کے وراق ابو جعفر کی تحریر میں یہ دیکھا کہ امام بخاری نے حدیث کی تشریح میں فرمایا کہ مؤمن نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس سے ایمان کا نور نکال لیا جاتا ہے۔

**تشریح:** بغیر مالک کی اجازت کے لوٹ کھسوٹ ناجائز اور حرام ہے، ایسے شخص کے بارے میں ارشاد یہ ہے کہ نُہبیٰ کے وقت یہ شخص مؤمن نہیں رہتا ہے یعنی اس کے ایمان میں نقص آجاتا ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر مالک کی اجازت سے نُہبیٰ ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، چنانچہ شادیوں کے موقع پر کھجوروں کی جو لوٹ کی جاتی ہے وہ جائز ہے، ویسے اس میں اختلاف ہے۔

حضرات حنفیہ فرماتے ہیں کہ جائز ہے اس میں کوئی حرج کی بات نہیں، یہی امام احمد کی ایک روایت ہے، مالکیہ، شافعیہ اور امام احمد دوسری روایت میں اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں اس واسطے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مالک ایک شخص کے بارے میں یہ چاہتا ہے کہ نہ لے اور دوسرے کے بارے میں چاہتا ہے کہ لے لے اب نکاح میں

Maktaba Tul Ishaat.com



طرح طرح کا مجمع جمع ہو جایا کرتا ہے تو اس میں رضا نہیں پائی جاتی ہے، لیکن حنفیہ فرماتے ہیں کہ عام بکھیرنا یہ خود اذن عام کی دلیل ہے۔

خطیب بغدادی نے ایک روایت حضرت عائشہؓ سے نقل فرمائی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک عورت سے شادی فرمائی تَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ، فَنَثَرُوا عَلَى رَأْسِهِ تَمْرَ عَجْوَةٍ حضور ﷺ کے سر پر تمر عجوہ کی بکھیری گئی تھی، ہمارے یہاں یہی معمول ہے خصوصاً سہارنپور کے علاقہ میں، چھوہارے لٹائے جاتے ہیں اور بچوں کے مزے ہوتے ہیں۔

**حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيدَ الأَنْصَارِيَّ وَهُوَ جَدُّهُ أَبُو أُمِّهِ:** ترمذی شریف میں ایک روایت بطریق عدی بن ثابت عَنْ جَدِّهِ ابوابِ حیض میں منقول ہے، اس جد کی تعیین میں اختلاف ہے، یحیٰ بن معین فرماتے ہیں وهو دينار، امام بخاری نے اس کی طرف کوئی التفات ہی نہیں کیا اور فرمایا لا أعرف اسمه، علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ جدِ عدی سے مراد یہی عبد اللہ بن یزید انصاری ہیں جو عدی بن ثابت کے نانا ہیں۔

**لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ:** زانی جس وقت زنا کرتا ہے تو وہ مؤمن نہیں رہتا ہے۔

یہ حدیث خوارج کا بہت بڑا ہتھیار ہے، انہوں نے اس سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ آدمی معاصی کے ارتکاب کرنے کی وجہ سے ایمان سے خارج ہو جاتا ہے، مرجیہ نے اس کے خلاف ایٹم بم چلایا اور کہنے لگے کہ اس روایت کا کوئی اعتبار ہی نہیں ہے ثابت نہیں ہے، لیکن دونوں قول انصاف کے راستہ سے ہٹے ہوئے ہیں۔

اہل سنت والجماعت نے اس روایت کے متعلق مختلف خیال ظاہر کئے ہیں۔

(۱) ابن شہاب زہری سے منقول ہے کہ یہ حدیث متشابہات میں سے ہے لیکن اکثر علماء اس کو معلوم المعنی مانتے ہیں اور پھر اس کی توجیہ کرتے ہیں۔

(۲) مشہور توجیہ یہ ہے کہ ان معاصی کے ارتکاب کے وقت آدمی کامل الایمان نہیں رہتا ہے، علامہ ابو محمد بن حزم ظاہری نے اس کی وضاحت یوں فرمائی ہے کہ ایمان تین چیزوں کا نام ہے، تصدیق قلب، اقرار زبان اور اعمال جوارح، جس وقت آدمی ان اعمال و معاصی کا ارتکاب کرتا ہے اس وقت اس کے پاس تصدیق قلبی اور

Maktaba Tul Ishaat.com



اقرارِ زبان تو ہوتا ہے لیکن عمل کا فقدان ہوتا ہے، تو یہاں جس ایمان کی نفی کی گئی ہے وہ ایمانِ عملی ہے، امام ابو محمد بن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ یہ اس بات کی دلیل قاطع ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں۔

(۳) حسن بصری اور ابن جریر طبری سے منقول ہے کہ ایسے شخص سے ایسے وقت میں مؤمن جیسا عمدہ لقب چھن جاتا ہے اور اس پر زانی اور سارق جیسے القاب بولے جانے لگتے ہیں۔

(۴) بعض علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث زجر پر محمول ہے۔

(۵) بعض علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ اصل میں ہے لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ أی أمن من العذاب ایسے وقت آدمی عذاب سے مامون نہیں ہوتا ہے۔

(۶) بعضوں نے یہ کہا ہے کہ مؤمن بول کر ایک مخصوص شعبۂ ایمانی یعنی حیاء مراد لیا گیا ہے اَلْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ، تو مطلب یہ ہے کہ ایسے اعمال کے ارتکاب کے وقت آدمی باحیا نہیں رہتا ہے بے حیا ہو جاتا ہے۔

(۷) بعض علماء فرماتے ہیں کہ انسان سے اس وقت نورِ ایمان نکل جاتا ہے، چنانچہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں يُنْزَعُ عَنْهُ نُورُ الْإِيمَانِ، کتاب المحاربین میں یہی روایت بطریق عکرمہ آرہی ہے فرماتے ہیں قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ كَيْفَ يُنْزَعُ الْإِيمَانُ مِنْهُ؟ قَالَ هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ثُمَّ أَخْرَجَهَا، تشبیک کر کے انگلیاں نکال دیں کہ یوں نکل جاتا ہے، اور ابوداؤد شریف میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں یہ وارد ہوا ہے کہ جس وقت آدمی زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل کر اس کے سر پر سائبان کی طرح بن جاتا ہے إِذَا زَنَى الرَّجُلُ خَرَجَ مِنْهُ الْإِيمَانُ فَكَانَ عَلَيْهِ كَالظُّلَّةِ فَإِذَا أَقْلَعَ رَجَعَ إِلَيْهِ الْإِيمَانُ اور جب آدمی زنا سے باز آجاتا ہے تو ایمان اس میں چلا جاتا ہے۔

(۸) مہلب فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ بصیرت فی الطاعات ختم ہو جاتی ہے۔

بہر حال معاصی کی وجہ سے انسان میں ایک نقص، ایک کمی، ایک ظلمت اور تاریکی پیدا ہو جاتی ہے، اسی کو اس روایت میں ذکر کیا گیا ہے کہ آدمی سے ایمان کا نور جاتا رہتا ہے یعنی ایمان کی وجہ سے انسان میں ایک بشاشت اور انشراح قلبی حاصل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے طاعات میں جی لگتا ہے یہ کیفیت چھن جاتی ہے، روئے دھوئے، اللہ اگر اپنا کرم فرمائے تو پھر سب کچھ ہو جاتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ خود ہی تائبین کا استثناء فرماتے ہیں حضور ﷺ فرماتے ہیں اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**قَالَ الْفَرَبْرِيُّ وجدت بِخط أبي جَعْفَر:** فربری کہتے ہیں کہ میں نے خود تو بخاری سے سنا نہیں البتہ وراق بخاری ابو جعفر بن ابی حاتم کے قلم کی تحریر مجھے ملی ہے۔

یہ حدیث آئندہ بھی جلد ثانی میں آئے گی اور میں وہاں اس جگہ کا حوالہ دوں گا آپ لوگ یادرکھیں گے۔

## (ص ۳۳۶) بَابُ كَسْرِ الصَّلِيبِ وَقَتْلِ الْخِنْزِيرِ

۲۴۷۶. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ ثَنَا سُفْيَانُ ثَنَا الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ.

**ترجمہ:** باب، صلیب کو توڑنے اور خنزیر کو قتل کرنے کا بیان۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تمہارے درمیان عیسیٰ بن مریمؑ عادل حکمراں بن کر نازل نہ ہوں، وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ ختم کردیں گے اور مال کی ایسی بہتات ہوگی کہ کوئی لینے والا نہ ہوگا۔

**تشریح:** یہ باب صلیب کے توڑ دینے اور خنزیر کے قتل کردینے کے بیان میں ہے۔

امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب کو یہاں ذکر فرما کر اس بات پر تنبیہ فرمائی ہے کہ صلیب کے توڑ دینے اور خنزیر کے قتل کر دینے میں کوئی ضمان وغیرہ واجب نہیں ہوگا، اس لئے کہ جب کسر صلیب اور قتل خنزیر مامور بہ ہے تو اس پر ضمان کہاں سے آئے گا؟ حضرات حنفیہ فرماتے ہیں کہ اس سے ذمی کی خنزیر مستثنیٰ ہے اس لئے کہ ہمیں اہل ذمہ کی چیزوں سے تعرض کرنے کا حکم نہیں بلکہ ہمیں یہ حکم ہے کہ ہم اہل ذمہ کو ان کے حال پر چھوڑ دیں، حضرات حنفیہ کا یہی مسلک ہے اور میں ماقبل میں بھی اس پر تنبیہ کر آیا ہوں۔

**فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ:** صلیب کو توڑ کر یہ ثابت کر دیں گے کہ صلیب کی تعظیم جو نصاری کرتے ہیں وہ ان کا غلط اعتقاد ہے اور خنزیر قتل کر کے اس بات پر تنبیہ کر دیں گے کہ نصاریٰ نے خنزیر کو جو حلال سمجھ رکھا تھا یہ ان کا دعویٰ باطلہ تھا، اور جزیہ ساقط کر دیں گے، یہ نسخ حکم شریعت محمدیہ نہیں ہے بلکہ یہ حکم ہی مؤقت الی نزول عیسیٰ ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ٣٣٦) بَاب هَلْ تُكْسَرُ الدِّنَانُ الَّتِي فِيهَا الْخَمْرُ وتُخْرَقُ الزِّقَاقُ

فإن كسر صنما أو صليبا أو طنبورا أو ما لا ينتفع بخشبه.

وأتي شريح في طنبور كسر فلم يقض فيه بشيء.

٢٤٧٧. حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى نِيرَانًا تُوقَدُ يَوْمَ خَيْبَرَ، فَقَالَ: عَلَى مَا تُوقَدُ هَذِهِ النِّيرَانُ؟ قَالُوا: عَلَى الْحُمُرِ الإِنْسِيَّةِ، قَالَ: اكْسِرُوهَا وَأَهْرِيقُوهَا، قَالُوا: أَلاَ نُهَرِيقُهَا وَنَغْسِلُهَا، قَالَ: اغْسِلُوا.

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: كَانَ ابْنُ أَبِي أُوَيْسٍ يَقُولُ: الْحُمُرِ الأَنَسِيَّةِ بِنَصْبِ الأَلِفِ وَالنُّونِ.

٢٤٧٨. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ ثَنَا سُفْيَانُ ثَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ وَحَوْلَ الْكَعْبَةِ ثَلاَثُ مِائَةٍ وَسِتُّونَ نُصُبًا، فَجَعَلَ يَطْعَنُهَا بِعُودٍ فِي يَدِهِ وَجَعَلَ يَقُولُ: ﴿جَآءَ ٱلْحَقُّ وَزَهَقَ ٱلْبَٰطِلُ﴾ الآيَةَ.

٢٤٧٩. حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ ثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتِ اتَّخَذَتْ عَلَى سَهْوَةٍ لَهَا سِتْرًا فِيهِ تَمَاثِيلُ، فَهَتَكَهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَاتَّخَذَتْ مِنْهُ نُمْرُقَتَيْنِ، فَكَانَتَا فِي الْبَيْتِ يَجْلِسُ عَلَيْهِمَا.

**ترجمہ:** باب، کیا شراب کے خُم کو توڑنا اور مشکوں کو پھاڑ دینا جائز ہے؟

اگر کوئی شخص بت، صلیب، ستار یا ایسی شئ توڑ دے جس کی ٹوٹی ہوئی لکڑی بھی کارآمد نہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

قاضی شریح کے یہاں ایک ستار کا مقدمہ پیش ہوا تو انہوں نے ضمان واجب نہیں کیا۔

سلمہ بن اکوعؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر والے دن آگ جلتی ہوئی دیکھی تو دریافت فرمایا کہ یہ آگ کس چیز پر جلائی جارہی ہے؟ صحابہؓ نے بتایا کہ پالتو گدھوں کے گوشت پر، آپ نے فرمایا کہ ہانڈیاں توڑ دو اور گوشت انڈیل دو، صحابہؓ نے عرض کیا کہ کیا گوشت انڈیلنا اور ہانڈیوں کو دھونا کافی ہوگا؟ آپ نے فرمایا چلو بس ہانڈیاں دھو لو، امام بخاری کہتے ہیں کہ میرے شیخ اسماعیل بن ابی اویس فرماتے تھے کہ الأَنَسِيَّة میں الف اور نون پر نصب ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ داخل ہوئے تو اس وقت خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت نصب تھے، آپ اپنی چھڑی سے ان پر کچوکا لگاتے جاتے تھے اور آیت کریمہ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (حق آگیا اور باطل مضمحل اور فنا ہوگیا) پڑھتے جاتے تھے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ میں نے الساری کا ایک پردہ بنایا تھا جس میں تصویریں تھیں، نبی کریم ﷺ نے اس کو چاک کر دیا تو میں نے اس پردہ کے دو تکیے بنالئے جو گھر میں رہے اور حضور ﷺ ان پر ٹیک لگا کر بیٹھتے تھے۔

**تشریح:** کیا ان مشکوں کو توڑا جاسکتا ہے جن میں شراب ہو یا ان مشکیزوں کو چاک کیا جاسکتا ہے جن میں شراب ہو، امام بخاری نے یہاں پر کوئی حکم بیان نہیں فرمایا ہے اور کوئی خاص تفصیل نہیں دی، وجہ اس کی یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے، اگر بغیر توڑے پاک ہوسکتے ہوں تو اس صورت میں ان کا پاک کر لینا ہی کافی ہے توڑنا اور پھاڑنا جائز نہیں اس لئے کہ یہ اضاعۃ المال ہے، اور اگر پاکی کی کوئی صورت ہی نہ ہو تو اس صورت میں توڑ دینے اور پھاڑ دینے کی اجازت ہے چنانچہ روایت میں کسر اور خرق کا ذکر وارد ہوا ہے۔

ترمذی میں حضرت ابو طلحہؓ کی روایت ہے أَنَّهُ قَالَ يَا نَبِيَّ اللهِ إِنِّي اشْتَرَيْتُ خَمْرًا لِأَيْتَامٍ فِي حِجْرِي قَالَ أَهْرِقِ الْخَمْرَ وَاكْسِرِ الدِّنَانَ اسی طرح مسند احمد اور تاریخ بخاری میں حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ چھری لی اور بازار تشریف لے گئے اور وہاں پر خمر کے زقاق یعنی مشکیزے تھے جو شام سے آئے ہوئے تھے فَشَقَّ بِهَا مَا كَانَ مِنْ تِلْكَ الزِّقَاقِ سب کو چاک کر کے رکھ دیا، یہ دونوں روایتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ دنان کو توڑ دینا چاہئے اور زقاق کو پھاڑ دینا چاہئے۔

مگر حضرت سلمہ بن اکوعؓ کی روایت میں یہ وارد ہے کہ صحابۂ کرامؓ نے حمر اہلیہ کو پکڑ کر ذبح کر کے پکانا شروع کر دیا، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہانڈیوں کو توڑ دو اور گوشت کو گرادو، صحابۂ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! أَلَا نُهَرِيقُهَا وَنَغْسِلُهَا؟ ہم گوشت گرادیں اور برتنوں کو دھولیں؟ فرمایا اغسِلُوا دھولو۔

تو اب یہاں دونوں روایتیں متعارض ہوگئیں، لہذا دونوں روایتوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ فیصلہ دیا جاسکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جس صورت میں کسر دِنان کا حکم دیا تھا وہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مٹکے اصل میں شراب ہی کے تھے اور شراب ان کے اجزاء میں پیوست ہوگئی تھی حتیٰ کہ ان کے پاک کرنے کی کوئی صورت نہیں تھی اس لئے آپ نے توڑ دینے کا حکم دیا، اور یہاں برتن اصل میں استعمال کے تھے کھانے پینے کے تھے اتفاق سے ان میں لحوم حمر اہلیہ پکا لیا گیا تھا لہذا اس کا کوئی اثر ان کے باطن میں نہیں پہنچا تھا، اس لئے آپ نے فرمایا کہ اچھا دھولو، لہذا وہی تفصیل سامنے رکھی جائے گی کہ اگر ان کو پاک کرنا ممکن ہو تب تو پاک کر لیا جائے اور دھو

Maktaba Tul Ishaat.com



لیا جائے یہ کافی ہے، اور اگر پاک نہ ہو سکتے ہوں تو پھر اس صورت میں توڑ دیا جائے گا اور چاک کر دیا جائے گا۔

اگر کوئی آدمی کسی ذمی کی خمر یا خنزیر کو تلف کر دے تو کیا حکم ہے؟ اس پر کوئی ضمان آئے گا یا نہیں؟

امام شافعی واحمد کہتے ہیں کہ کوئی ضمان نہیں آئے گا، امام مالک اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ ضمان آئے گا، اسی طرح ایک اور مسئلہ ہے کہ اگر شراب کے مٹکے یا مشکیں ہوں تو ان کو توڑنا یا چاک کرنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟ اور ضمان آئے گا یا نہیں؟ یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔

اگر حربی کا ہے تب تو اس کو توڑ دینا اور چاک کر دینا جائز ہے اور باتفاق اس پر کوئی ضمان واجب نہیں ہوگا۔

اگر وہ مٹکا ذمی کا ہو تو حنفیہ فرماتے ہیں کہ ضمان آئے گا اور اہل ذمہ کی چیزوں سے ہمیں تعرض کی اجازت نہیں ہے، امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ غیر متقوم ہے لہذا کوئی ضمان وغیرہ نہیں آئے گا۔

اگر مٹکا کسی مسلمان کا ہے تو اس صورت میں اختلاف ہے، قاضی ابو یوسف اور امام احمد ایک روایت میں فرماتے ہیں کہ ضمان نہیں آئے گا، امام محمد اور امام احمد دوسری روایت میں فرماتے ہیں کہ ضمان واجب ہوگا، امام شافعی فرماتے ہیں کہ کسرِ دِنان کا حکم استحباب پر محمول ہے۔

**فَإِنْ كَسَرَ صَنَمًا أَوْ صَلِيبًا أَوْ طُنبُورًا أَوْ مَا لَا يُنْتَفَعُ بِخَشَبِهِ:** اگر کسی نے بت توڑ دیا یا صلیب توڑ دی یا ساز کو توڑ دیا یا غیر منتفع چیز کو توڑ دیا تو کیا حکم ہے؟ امام بخاری نے شرط ذکر کر دی اور جواب اپنی طرف سے ذکر نہیں فرمایا البتہ مادۃ الجواب پیش کر دیا۔

فرماتے ہیں **وَأُتِيَ شُرَيْحٌ فِي طُنْبُورٍ كُسِرَ فَلَمْ يَقْضِ فِيهِ بِشَيْءٍ** قاضی شریح کی خدمت میں ایک طنبور توڑ دینے کا مقدمہ پیش کیا گیا تو انہوں نے اس میں کوئی فیصلہ ہی نہیں کیا یعنی کوئی تاوان وغیرہ واجب نہیں کیا۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی صنم یا صلیب یا طنبور یا غیر منتفع بخشبہ چیز توڑ دے تو اس میں کوئی ضمان وغیرہ نہیں آئے گا یہ امام بخاری کی رائے ہے۔

حنابلہ فرماتے ہیں کہ صلیب، مزمار، طنبور اور صنم وغیرہ کے توڑ دینے میں کوئی ضمان وغیرہ واجب نہیں ہوگا، یہی حضرات صاحبین کا مسلک ہے، امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ ضمان آئے گا اس لئے کہ ذمی کی چیزوں سے تعرض کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر شکل ایسی ہو کہ لکڑی کو الگ کیا جائے تو الگ نہ ہو اور نا قابل

Maktaba Tul Ishaat.com



انتفاع ہوتب تو توڑ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر لکڑی الگ کی جاسکتی ہے یا اس سے انتفاع حاصل کیا جاسکتا ہو اور اس کے باوجود توڑ دیا تو اس صورت میں یہ حضرات یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ مکسور اور غیر مکسور کے درمیان قیمت کا جو فرق ہوگا اس سے وہ ضمان لیا جائے گا، مثلاً غیر مکسور ہونے کی صورت میں اس کی قیمت دس روپے ہیں اور مکسور ہو جانے کے بعد اس کی قیمت گھٹ گئی پانچ روپے ہو گئی تو اب گویا پانچ روپے کا نقصان کرادیا لہٰذا اتنے کا ضمان دینا پڑے گا۔

**حَدَّثَنَاأَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاکُ بْنُ مَخْلَدٍ:** یہ حدیث ثلاثیاتِ بخاری میں سے نویں حدیث ہے۔

**عَلَى سَهْوَةٍ:** سہوہ کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں، کسی نے سائبان سے کی ہے اور کسی نے طاق سے اور کسی نے مچان سے اور کسی نے تانت سے، غرضکہ مختلف تفسیریں ہیں۔

## (ص ۳۳۷) بَابُ مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ

۲۴۸۰. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ ثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ ثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ.

**ترجمہ:** باب، اپنے مال کے تحفظ کے لئے لڑنے کے حکم کا بیان۔

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔

**تشریح:** امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے اس بات پر تنبیہ کی ہے کہ اگر کسی کے مال سے تعرض کیا جائے تو مال والا مدافعت کرے گا اور اگر اس مدافعت میں قتل کر دیا جائے تو شہید ہوگا۔

**مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ:** جو اپنے مال کی حفاظت میں قتل کیا جائے گا ظلماً تو وہ شہید ہے، اسی سے علامہ انور شاہ کشمیری نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ اگر ملک کے استخلاص کے لئے شہید ہو تو وہ آدمی بھی شہید ہوگا۔

## (ص ۳۳۷) بَابُ إِذَا كَسَرَ قَصْعَةً أَوْ شَيْئًا لِغَيْرِهِ

۲۴۸۱. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ،

Maktaba Tul Ishaat.com



فَأَرْسَلَتْ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ مَعَ خَادِمٍ بِقَصْعَةٍ فِيهَا طَعَامٌ، فَضَرَبَتْ بِيَدِهَا فَكَسَرَتِ الْقَصْعَةَ، فَضَمَّهَا وَجَعَلَ فِيهَا الطَّعَامَ وَقَالَ: كُلُوا، وَحَبَسَ الرَّسُولَ وَالْقَصْعَةَ حَتَّى فَرَغُوا، فَدَفَعَ الْقَصْعَةَ الصَّحِيحَةَ وَحَبَسَ الْمَكْسُورَةَ. وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: نَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ ثَنَا حُمَيْدٌ ثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

**ترجمہ:** باب، دوسرے کا پیالہ یا اور کوئی چیز توڑنے کے حکم کا بیان۔

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اپنی ایک زوجہ کے یہاں تھے کہ ایک دیگر زوجہ نے خادم کے ہاتھ ایک پیالہ بھیجا جس میں کھانا تھا تو اس زوجہ نے پیالہ پر اس طرح ہاتھ مارا کہ وہ ٹوٹ گیا، نبی کریم ﷺ نے اس کو جوڑا، اس میں کھانا رکھا اور فرمایا کہ اس کو کھاؤ، حضور ﷺ نے اس پیالہ کو کھانا کھانے تک روکے رکھا یہاں تک کہ جب گھر والے کھانا کھا چکے تو اس ٹوٹے ہوئے پیالہ کو روک کر سالم پیالہ دیا، یہی روایت ایک دیگر طریق سے بھی مروی ہے۔

**تشریح:** اگر کسی آدمی نے کسی کا پیالہ یا اور کوئی چیز توڑ دی تو آیا ضمان بالمثل لیا جائے گا یا ضمان بالقیمۃ؟

ائمۂ اربعہ اور جمہور علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر شیٔ مکسور ذوات القیم میں سے ہے تب قیمت آئے گی اور اگر ذوات الامثال یعنی مکیلات وموزونات میں سے ہے تو اس صورت میں مثل واجب ہوگا۔

ہمارے فقہاء احناف نے عددیۂ متقاربہ کو ذوات الامثال سے ملحق قرار دیا ہے، اس صورت میں حدیث پاک کی ایک مناسب توجیہ نکل آئی اور وہ یہ کہ حضور ﷺ حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف فرما تھے اتفاق سے حضرت زینبؓ نے ایک پیالہ میں کھانا بھیجا حضرت عائشہؓ کو غیرت آئی انہوں نے زور سے پیالہ پر ہاتھ مارا وہ ٹوٹ گیا، حضور ﷺ نے کھانے کو جمع کیا اور ٹوٹا پیالہ رکھ لیا اور صحیح پیالہ خادمہ کو دے کر واپس کر دیا، یہ دونوں پیالے حضور ﷺ کے گھر میں حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام ہی کے تھے اس لئے آپ نے پیالہ کے بدلہ میں پیالہ بھیجا، اور ظاہر یہ ہے کہ یہ متماثل پیالے تھے ورنہ اگر متماثل نہ ہوتے تو حضرت زینبؓ کو اشکال ہوا ہوتا کہ میرا پیالہ کیا ہوا؟ واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم۔

**كَانَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ:** بَعْضِ نِسَائِهِ کا مصداق حضرت عائشہؓ ہیں۔

**فَأَرْسَلَتْ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ:** یہ حضرت زینب بنت جحشؓ ہیں جیسا کہ علامہ ابو محمد بن حزم ظاہری نے المحلی میں بطریق لیث بن سعد عن جریر بن حازم عن حمید عن أنس اسی قصہ میں نقل کیا ہے، ویسے اس جیسا قصہ حضرت ام سلمہؓ اور حفصہؓ وغیرہ کے ساتھ بھی پیش آیا ہے لیکن وہ اس کے علاوہ دوسرے قصے

Maktaba Tul Ishaat.com



ہیں، یہاں إحدَى أمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ سے مراد حضرت زینبؓ ہی ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: یہ طریق ابن ابی مریم والا امام مزی نے کتاب الاطراف میں نقل کیا ہے اور بخاری کی کتاب النکاح کی طرف منسوب کیا ہے، حافظ ابن حجرؒ نے "النکت علی صحیح البخاری" میں اس پر اعتراض کیا ہے کہ بخاری میں یہ طریق کتاب المظالم میں تخریج فرمایا ہے۔

## (ص ۳۳۷) بَابُ إِذَا هَدَمَ حَائِطًا فَلْيَبْنِ مِثْلَهُ

٢٤٨٢. حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: كَانَ رَجُلٌ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ يُقَالُ لَهُ جُرَيْجٌ يُصَلِّي، فَجَاءَتْهُ أُمُّهُ فَدَعَتْهُ فَأَبَى أَنْ يُجِيبَهَا، فَقَالَ: أُجِيبُهَا أَوْ أُصَلِّي؟ ثُمَّ أَتَتْهُ فَقَالَتْ: اللَّهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتَّى تُرِيَهُ وُجُوهَ الْمُومِسَاتِ، وَكَانَ جُرَيْجٌ فِي صَوْمَعَتِهِ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ: لَأَفْتِنَنَّ جُرَيْجًا، فَتَعَرَّضَتْ لَهُ فَكَلَّمَتْهُ فَأَبَى، فَأَتَتْ رَاعِيًا فَأَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا، فَوَلَدَتْ غُلَامًا، فَقَالَتْ: هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ، فَأَتَوْهُ وَكَسَرُوا صَوْمَعَتَهُ وَأَنْزَلُوهُ وَسَبُّوهُ، فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى ثُمَّ أَتَى الْغُلَامَ فَقَالَ: مَنْ أَبُوكَ؟ يَا غُلَامُ، قَالَ: الرَّاعِي، قَالُوا: نَبْنِي صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: لَا إِلَّا مِنْ طِينٍ

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ اگر کوئی دیوار گرادے تو اس کے مثل تعمیر کر کے دے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا کہ بنی اسرائیل میں جریج نامی ایک شخص تھے، ایسا ہوا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی ماں نے آکر ان کو پکارا، انہوں نے جواب نہیں دیا اور نماز میں یہ سوچنے لگے کہ ماں کی بات کا جواب دوں یا نماز میں مشغول رہوں؟ ماں دوبارہ آئیں اور کہنے لگیں کہ اے اللہ! اس کو طوائفوں کا منھ دکھائے بغیر موت نہ دے، جریج اپنی عبادت گاہ میں تھے کہ ایک عورت نے طے کیا کہ میں جریج کو فتنہ میں ڈالوں گی، وہ سامنے آئی اور ان سے گناہ کے بارے میں بات کی لیکن جریج نہیں مانے، وہ ایک چرواہے کے پاس گئی، اس کو اپنے اوپر قدرت دی اور ایک لڑکے کو جنم دیا اور یہ دعویٰ کیا کہ وہ جریج کا ہے، لوگ جریج کے پاس آئے اور ان کی عبادت گاہ منہدم کر دی، ان کو نیچے اتارا اور گالی گلوچ کی، جریج نے وضو کیا، نماز پڑھی اور لڑکے کے پاس آکر کہا کہ بتا تیرا باپ کون ہے؟ لڑکے نے کہا چرواہا، لوگ کہنے لگے کہ ہم آپ کی عبادت گاہ سونے سے بنائیں گے، جریج نے کہا کہ نہیں گارے ہی سے بنادو۔

**تشریح:** اگر کوئی آدمی کسی کی دیوار گرادے تو اسی جیسی بنادے، جمہور علماء یہی فرماتے ہیں، لیکن مالکیہ

Maktaba Tul Ishaat.com



فرماتے ہیں کہ اس کی قیمت واجب ہوگی، امام بخاری نے جمہور کی تائید کی ہے اور مالکیہ کی تردید فرمائی ہے۔

**فَقَالَ: أُجِيبُهَا أَوْ أُصَلِّي؟** اپنے دل ہی دل میں کہنے لگے کہ جواب دوں یا نماز میں مشغول رہوں؟ ان کی شریعت میں نماز میں کلام کرنا جائز تھا مگر انہوں نے نماز کو ترجیح دی، ان کی ماں نے بددعا کر دی، اے اللہ اس کی موت نہ آئے جب تک زانیہ عورتوں کے چہرے نہ دیکھ لے، اور وہ مقبول ہوگئی۔

**فَقَالَتِ امْرَأَةٌ لَأَفْتِنَنَّ جُرَيْجًا:** ایک عورت بولی کہ میں جریج کو فتنہ میں ڈال کر رہوں گی۔

**فَأَتَوْهُ وَكَسَرُوا صَوْمَعَتَهُ فَأَنْزَلُوهُ وَسَبُّوهُ:** لوگ آئے اور ان کا گرجا توڑ ڈالا اور ان کو نیچے اتار دیا اور خوب گالی دی۔

**فَقَالَ مَنْ أَبُوكَ يَا غُلَامُ؟** اور بعض الفاظ میں ہے یا بَابُوس! مَنْ أَبُوكَ؟ بابوس بابو کا معرب ہے او بچے! تیرا باپ کون ہے؟ بچے نے بتا دیا میرا باپ چرواہا ہے، بس اب کیا تھا ان کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے، کہنے لگے کہ ہم تمہارا گرجا سونے کا بنا دیں گے چاندی کا بنا دیں گے یہ کریں گے اور وہ کریں گے، کہنے لگے **لَا إِلَّا مِنْ طِينٍ** بس مٹی کا بنا دو۔

---

## ابوابُ المظالم والقصاص پورا ہوا

Maktaba Tul Ishaat.com



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# (كِتَابُ الشِّرْكَةِ)

## شرکت سے متعلق ابواب

### (ص ۳۳۷) بَابُ الشِّرْكَةِ فِي الطَّعَامِ وَالنَّهْدِ وَالْعُرُوضِ

وكيف قسمة ما يُكال ويُوزن مجازفةً أو قبضةً قبضةً، لما لم ير المسلمون في النهد بأسًا أن يأكل هذا بعضًا وهذا بعضًا، وكذلك مجازفة الذهب والفضة، والقِران في التمر.

۲۴۸۳. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَعْثًا قِبَلَ السَّاحِلِ فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ وَهُمْ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَأَنَا فِيهِمْ، فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا كُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ فَنِيَ الزَّادُ، فَأَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ ذَلِكَ الْجَيْشِ فَجُمِعَ ذَلِكَ كُلُّهُ فَكَانَ مِزْوَدَيْ تَمْرٍ، فَكَانَ يُقَوِّتُنَا كُلَّ يَوْمٍ قَلِيلاً قَلِيلاً حَتَّى فَنِيَ فَلَمْ تَكُنْ تُصِيبُنَا إِلاَّ تَمْرَةً تَمْرَةً - فَقُلْتُ: وَمَا تُغْنِي تَمْرَةٌ؟ فَقَالَ: لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَنِيَتْ - قَالَ: ثُمَّ انْتَهَيْنَا إِلَى الْبَحْرِ فَإِذَا حُوتٌ مِثْلُ الظَّرِبِ، فَأَكَلَ مِنْهُ ذَلِكَ الْجَيْشُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ لَيْلَةً، ثُمَّ أَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِضِلَعَيْنِ مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنُصِبَا ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتْ ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا فَلَمْ تُصِبْهُمَا.

۲۴۸۴. حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَرْحُومٍ ثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ: خَفَّتْ أَزْوَادُ الْقَوْمِ وَأَمْلَقُوا، فَأَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فِي نَحْرِ إِبِلِهِمْ فَأَذِنَ لَهُمْ، فَلَقِيَهُمْ عُمَرُ فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ: مَا بَقَاؤُكُمْ بَعْدَ إِبِلِكُمْ؟ فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا بَقَاؤُهُمْ بَعْدَ إِبِلِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: نَادِ فِي النَّاسِ يَأْتُونَ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ، فَبُسِطَ لِذَلِكَ نِطَعٌ وَجَعَلُوهُ عَلَى النِّطَعِ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَدَعَا وَبَرَّكَ عَلَيْهِ، ثُمَّ دَعَاهُمْ بِأَوْعِيَتِهِمْ فَاحْتَثَى النَّاسُ حَتَّى فَرَغُوا، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَشْهَدُ أَنْ

Maktaba Tul Ishaat.com



لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ.

۲۴۸۵. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ ثَنَا أَبُو النَّجَاشِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْعَصْرَ فَنَنْحَرُ جَزُورًا فَتُقْسَمُ عَشْرَ قِسَمٍ فَنَأْكُلُ لَحْمًا نَضِيجًا قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ.

۲۴۸۶. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ (عَنْ أَبِي مُوسَى) قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ الْأَشْعَرِيِّينَ إِذَا أَرْمَلُوا فِي الْغَزْوِ أَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِينَةِ جَمَعُوا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اقْتَسَمُوا بَيْنَهُمْ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ، فَهُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ.

**ترجمہ:** باب، غلہ میں، زادِ راہ میں اور عروض میں شرکت کا بیان، نیز اس بات کا بیان کہ ناپ تول والی اشیاء کو کیسے تقسیم کیا جائے گا؟ اندازے سے یا برابر برابر؟ (اٹکل اور اندازے سے تقسیم کرنا جائز ہونا چاہئے) کیوں کہ مسلمان زادِ راہ کے معاملہ میں اس کو برا نہیں سمجھتے کہ ایک شخص کچھ حصہ کھائے اور دوسرا شخص دیگر حصہ کھائے، یہی حکم سونے اور چاندی میں اٹکل سے معاملہ کرنے کا ہے، اور یہی حکم ایک سے زائد کھجور ملا کر کھانے کا ہے۔

حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ساحل سمندر کی جانب ایک مہم بھیجی حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو امیر مقرر فرمایا، کل تین سو نفر تھے، میں بھی ان میں تھا، ہم روانہ ہوئے، ابھی راستہ ہی میں تھے کہ توشہ ختم ہو گیا، حضرت ابوعبیدہؓ نے لشکر کا پورا توشہ جمع کرنے کا حکم دیا، چنانچہ سارا توشہ حاضر کر دیا گیا، باقی ماندہ توشہ کل دو تھیلے کھجور نکلیں، حضرت ابوعبیدہؓ ہمیں ہر دن تھوڑی تھوڑی کھجور دیتے تھے یہاں تک کہ جب وہ ختم ہونے کے قریب ہو گئیں تو پھر تو ہمیں ایک آدھ کھجور ہی نصیب ہوتی تھی، شاگرد نے پوچھا کہ ایک کھجور سے کیا ہوتا ہوگا؟ حضرت جابرؓ نے جواب دیا کہ اس کا احساس اس وقت ہوا جب کھجور بالکل ہی ختم ہو گئیں، کہتے ہیں کہ ہم اسی حال میں تھے یہاں تک کہ سمندر پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ پہاڑ جیسی مچھلی سامنے ہے، اس مچھلی کو لشکر نے اٹھارہ یوم کھایا، حضرت ابوعبیدہؓ نے اس کی دو پسلیاں کھڑی کرائیں، پھر ان کے نیچے سے اونٹنی گزارنے کو کہا، حسبِ حکم اونٹنی چلائی گئی تو وہ ان کے نیچے سے گزر گئی اور ان پسلیوں سے مس نہیں ہوئی۔

حضرت سلمہؓ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مجاہدین کا توشہ ختم ہو گیا اور وہ فاقہ کا شکار ہو گئے، انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آکر اپنے اونٹ نحر کرنے کی اجازت مانگی، آپ ﷺ نے اجازت دے دی، ان کو حضرت عمرؓ مل گئے، انہوں نے ماجرا سنا دیا، حضرت عمرؓ کہنے لگے کہ اونٹ ختم ہونے کے بعد تم کیسے زندہ رہو گے؟ وہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور یہی عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ان کے اونٹ ختم ہو گئے تو یہ کیسے زندہ رہیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں اعلان کرو کہ وہ اپنے باقی ماندہ توشے لے آئیں، اس کے لئے چمڑے کا ایک دستر خوان بچھایا گیا اور وہ توشہ اس پر رکھ دیا گیا، رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے، آپ نے برکت کی دعا فرمائی، پھر ان کو برتن لیکر آنے کو کہا، لوگوں نے ہاتھ بھر بھر کر توشہ لیا یہاں تک کہ جب وہ فارغ

Maktaba Tul Ishaat.com



ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

حضرت رافع بن خدیجؓ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز پڑھتے تھے، پھر اونٹ نحر کرتے تھے، پھر اس کے دس حصے کئے جاتے تھے اور ہم سورج غروب ہونے سے قبل پکا ہوا گوشت کھاتے تھے۔

حضرت ابو موسی اشعریؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اشعری خاندان والوں کی خوبی یہ ہے کہ اگر ان کو سفر جہاد میں کھانے کی تنگی ہو جائے یا اپنے مقام پر رہتے ہوئے ہی کھانے کی قلت ہو جائے تو وہ اپنا سارا غلہ ایک کپڑے میں جمع کرتے ہیں، پھر اس کو ایک برتن سے ناپ کر برابر برابر تقسیم کر لیتے ہیں، وہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔

**تشریح:** یہ باب شرکت کے بیان میں ہے اور یہ باب بابِ جامع کی حیثیت رکھتا ہے جیسے کتاب ہوتی ہے، امام بخاری نے اس میں شرکت فی الطعام، شرکت فی العروض وغیرہ کے مسائل ذکر فرمائے ہیں۔

ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ شرکت کی دو قسمیں ہیں، (۱) شرکت الاملاک اور (۲) شرکت العقود۔

شرکت الاملاک یہ ہے کہ دو آدمی ایک چیز میں مشترک ہیں مثلاً وراثت میں دونوں کو ایک چیز مل گئی یا بلا ارادہ ہی دونوں کی چیزیں مخلوط ہو گئیں یا اور کوئی صورت کہ ایک چیز مشترک طور پر دو آدمیوں کو ہبہ کر دی۔

اور شرکت فی العقود یہ ہے کہ کسی معاملہ میں دو آدمی شریک ہو جائیں۔

پھر شرکت فی العقود کی فقہاء نے چار قسمیں بیان کی ہیں، (۱) شرکتِ ابدان، (۲) شرکتِ وجوہ، (۳) شرکتِ مفاوضہ، (۴) شرکتِ عنان، فقہ میں ان کی الگ الگ تعریفیں کی گئی ہیں جو کتب فقہ سے معلوم کی جائیں۔

**الشِّرْكَةِ فِي الطَّعَامِ وَالنَّهْدِ:** یہ باب شرکت فی الطعام اور شرکت فی النہد کے بیان میں ہے۔

نہد نون کا کسرہ اور فتحہ دونوں جائز ہے، نَہد اور نِہد کہتے ہیں اس خرچ کو جو رفقاء سفر کے اندر نکالتے ہیں اور پھر خلط ملط کر دیتے ہیں اور ساتھ بیٹھ کر کھایا کرتے ہیں، اسی کا ترجمہ صاحبِ تیسیر نے سفر خرچ سے کیا ہے۔

**وَالْعُرُوضِ:** اور سامانوں میں شرکت کا بیان۔

**وَكَيْفَ قِسْمَةُ مَا يُكَالُ وَيُوزَنُ مُجَازَفَةً أَوْ قَبْضَةً قَبْضَةً:** اور مکیل اور موزون کی تقسیم کیسے ہوگی؟ آیا اٹکل سے یا برابر سرابر؟

**لَمَّا لَمْ يَرَ الْمُسْلِمُونَ فِي النَّهْدِ بَأْسًا:** اس واسطے کہ مسلمانوں نے نہد میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا کہ بعض یہ کھائے اور بعض یہ کھائے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



مصنف فرماتے ہیں کہ مکیلات وموزونات کی تقسیم جیسے مساویا جائز ہے ایسے ہی مجازفۃ بھی جائز ہے، اس لئے کہ نہد کے بارے میں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ سب رفقاء اپنا کھانا، غلہ اور طعام لا کر اکٹھا کر دیتے ہیں اور اس کے بعد سب بیٹھ کر کھاتے ہیں، کوئی کچھ کھاتا ہے اور کوئی کچھ، یہ کوئی نہیں دیکھتا ہے کہ ہر چیز میں ہر طرف سے مساوات ہو رہی ہو، معلوم ہوا کہ اگر مجازفۃ تقسیم کی جائے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

**وَكَذٰلِكَ مُجَازَفَةُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ:** اسی طرح سونے اور چاندی کی تقسیم میں بھی مجازفت جائز ہے، یہ ان تراجم میں سے ہے جس پر ابن بطال نے اپنے استاذ مہلب کی اتباع میں خلافِ اجماع ہونے کا حکم لگایا ہے، اس لئے کہ مکیلات وموزونات اور اسی طرح ذہب وفضہ اموال ربویہ میں سے ہیں اور اموال ربویہ میں مساوات مطلوب ہے لہٰذا اس میں مجازفت کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ ہاں اگر ذہب کا مقابلہ فضہ سے ہو یا فضہ کا ذہب سے ہو تو اس صورت میں یداً بید ہو تو مجازفت میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اتفاق جنس کی صورت میں مجازفت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

امام بخاری کی رائے یہ ہے کہ گنجائش ہے، امام بخاری بھی اتنا سمجھتے ہیں کہ یہ چیزیں اموالِ ربویہ میں سے ہیں اور اس کے باوجود جو گنجائش دے رہے ہیں تو یقیناً اس کا کوئی منشاء ہوگا؟

اصل بات یہ ہے کہ ابن بطال اور مہلب نے صرف اس بات پر نظر فرمائی کہ یہ چیزیں اموالِ ربویہ میں سے ہیں اور اموال ربویہ میں مساوات مطلوب ہے، اور اس پر نظر نہیں فرمائی کہ کہاں مطلوب ہے؟ بابِ معاوضات میں مساوات مطلوب ہے، اور یہ بابِ معاوضہ نہیں ہے بلکہ بابِ مقاسمہ ہے، اور تقسیم میں بسا اوقات چشم پوشی ہوتی ہے، وہاں تبادل مقصود ہوتا ہی نہیں، وہاں تو اِفراز کے معنی مطلوب ہوتے ہیں یعنی جدا کر دینا کہ اِس کا حصہ الگ ہو جائے اور اُس کا حصہ الگ ہو جائے، جب اس میں معاوضہ نہیں ہوتا ہے تو ربا کا تحقق کہاں ہوگا؟

اصل بات یہی ہے کہ تقسیم میں دونوں معنی پائے جاتے ہیں، مبادلہ کے معنی بھی پائے جاتے ہیں اور افراز کے معنی بھی، اب اس میں اختلاف ہے کہ آیا اِفراز کے معنی غالب ہیں یا مبادلہ کے معنی؟ جو یہ کہتے ہیں کہ مبادلہ کے معنی غالب ہیں ان کی رائے میں تقسیم مجازفۃ جائز نہیں ہوگی اس لئے کہ یہ من باب المعاوضہ ہو جائے گا، اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس میں اِفراز کے معنی غالب ہیں ان کے نزدیک قسمت مجازفۃ جائز ہوگی۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**وَالْقِرَانُ فِي التَّمْرِ:** اور قران فی التمر کے بیان میں، قران فی التمر کا مسئلہ اور ترجمہ آگے آرہا ہے۔

**بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَعْثًا:** یہ بعث جس کا تذکرہ اس روایت میں ہے اس کو سریہ سیف البحر کہا جاتا ہے جو کتاب المغازی میں آرہا ہے، علی المشہور یہ رجب سن ۸ھ میں پیش آیا ہے اور اس پر مشہور اشکال ہے اس کا جواب وہیں کتاب المغازی میں آئے گا۔

**فَجُمِعَ ذٰلِكَ كُلُّهُ:** یہ ہے مقصود بالترجمہ، سب لشکر کے توشے ایک ساتھ جمع کر لئے گئے۔

**فَكَانَ يَقُوتُنَا كُلَّ يَوْمٍ قَلِيلًا قَلِيلًا:** ہر دن تھوڑا تھوڑا ہمیں دیتے تھے۔

**لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَنِيَتْ:** جب بالکل ختم ہو گیا تب ہمیں پتہ چلا کہ وہ ایک تمرہ کیا کام دیتا تھا۔

**فَإِذَا حُوتٌ مِثْلُ الظَّرِبِ:** ٹیلہ جیسی ایک مچھلی۔

**فَأَكَلَ مِنْهُ ذٰلِكَ الْجَيْشُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ لَيْلَةً:** لشکر نے اس سے اٹھارہ رات تک کھایا، بعض حضرات نے اس سے ترجمہ کا اثبات کیا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ بعض قلیل کھاتے تھے اور بعض کثیر کھاتے تھے، لیکن اس سے اثبات میں اشکال ہے اس واسطے کہ وہ تو خدا کی طرف سے دیا ہوا ایک عطیہ تھا، وہ کوئی ایسی چیز تھی نہیں کہ جہاں تقسیم اور مساوات اور مبادلہ وغیرہ جیسی صورتیں محقق ہوتی ہوں۔

**ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتْ:** ایک آدمی جو لشکر میں سب سے لمبا تھا قیس بن سعد وہ سب سے لمبے اونٹ پر سوار ہوا اور اس کی پسلیوں کے نیچے سے گزر گیا مگر ان کا سر نہیں لگا اتنی بڑی وہ مچھلی تھی۔

**وَأَمْلَقُوا:** تنگ دست ہو گئے۔

**نَادِ فِي النَّاسِ فَيَأْتُونَ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ:** سب کے توشے جمع کر لئے گئے، یہ ہوا مناہدہ، اور اس کے بعد حضور پاک ﷺ نے دعاء برکت فرمائی اور فرمایا کہ اپنے برتن بھر لو، لوگوں نے لپیں بھر بھر کر بھرنا شروع کر دیا، کونسی مساوات کا لحاظ یہاں کیا گیا تھا، معلوم ہوا کہ تقسیم مجازفۃً میں کوئی حرج کی بات نہیں۔

اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، نبی کی دو شانیں ہوتی ہیں ایک شانِ نبوت اور ایک شانِ آدمیت، بحیثیتِ آدمیت کے وہ مکلف ہوتا ہے کہ وہ اپنی نبوت کی حقانیت کا اعتراف کرے اس لئے آپ ﷺ نے توحید کی شہادت دینے کے بعد اپنی رسالت کی بھی شہادت اور گواہی دی۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**فَتُقَسَمُ عَشَرَ قِسَمٍ:** دس ٹکڑے کردیئے جاتے تھے اور پھر غروب شمس سے پہلے پہلے ہم پکا ہوا گوشت کھالیتے تھے، امام بخاری نے اس سے اپنا ترجمہ ثابت کیا ہے اس لئے کہ گوشت بغیر وزن کے تقسیم ہوتا تھا اور بغیر وزن کے جب تقسیم ہوا تو ظاہر بات ہے کہ کسی کے پاس کچھ زیادہ گیا ہوگا اور کسی کے پاس کم گیا ہوگا، معلوم ہوا کہ تقسیم میں اس طرح کی مساوات ملحوظ نہیں ہوتی ہے، اور اسی سے تعجیل عصر کے مسئلہ پر استدلال کیا گیا ہے۔

**إِنَّ الْأَشْعَرِيِّينَ إِذَا أَرْمَلُوا فِي الْغَزْوِ:** اشعریین جب جہاد میں تنگ دست ہو جاتے ہیں یعنی ان کا زاد فناء ہو جاتا ہے یا مدینہ میں ان کے عیال کا طعام قلیل ہو جاتا ہے تو جو کچھ سب کے پاس ہوتا ہے سب لا کر جمع کر لیتے ہیں اور پھر آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں علی السواء، اس سے مساویًا تقسیم کرنا بھی ثابت ہو گیا، مصنف نے ترجمہ میں مُجَازَفَةً أَوْ قَبْضَةً قَبْضَةً دونوں کا تذکرہ فرمایا تھا۔

## (ص ۳۳۸) بَابُ مَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ فِي الصَّدَقَةِ

**۲۴۸۷. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُثَنَّى ثَنِي أَبِي ثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهُ فَرِيضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ: وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ.**

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ اگر وہ مال جس کی زکوۃ وصول کی گئی ذو شریکوں کا ہو تو وہ دونوں برابر ایک دوسرے سے رجوع کرلیں گے۔

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ حضرت ابو بکرؓ نے ان کو فریضۂ زکوۃ کا وہ حکم لکھ کر دیا جو رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا تھا اور اس میں یہ بھی تھا کہ جو مال دو شریکوں کا ہو تو وہ اس میں باہم برابری کے ساتھ رجوع کرلیں گے۔

**تشریح:** یہ گویا ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ جب مناہدہ اور مجازفہ میں لوگ جمع ہوتے ہیں اور تقسیم ہوتی ہے اور تقسیم میں مساوات ملحوظ نہیں رکھی گئی تو پھر اس صورت میں جس کی طرف زیادہ گیا ہو اس کو زائد حصہ اس شخص کو پہونچانا پڑے گا جس کو کم پہنچا ہے، کیوں کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں مَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ جو شریک ہوں وہ آپس میں برابر سرابر ایک دوسرے سے رجوع

Maktaba Tul Ishaat.com



کریں گے، لہٰذا اگر ایک کی طرف زیادہ ہو گیا تو دوسرا جس کی طرف کی رہ گئی وہ اس سے وصول کرے گا، مصنف فرماتے ہیں کہ میاں صاحب! اس حدیث پاک کا تعلق ابواب شرکت سے نہیں ہے بلکہ ابوابِ صدقہ سے ہے۔

## (ص ۳۳۸) بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَمِ

۲۴۸۸. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ الْأَنْصَارِيُّ أَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَأَصَابَ النَّاسَ جُوعٌ فَأَصَابُوا إِبِلاً وَغَنَمًا قَالَ: وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي أُخْرَيَاتِ الْقَوْمِ فَعَجِلُوا وَذَبَحُوا وَنَصَبُوا الْقُدُورَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْقُدُورِ فَأُكْفِئَتْ، ثُمَّ قَسَمَ فَعَدَلَ عَشَرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِيرٍ، فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيرٌ فَطَلَبُوهُ فَأَعْيَاهُمْ، وَكَانَ فِي الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيرَةٌ فَأَهْوَى رَجُلٌ مِنْهُمْ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللّٰهُ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ لِهٰذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هٰكَذَا، فَقَالَ جَدِّي: إِنَّا نَرْجُو - أَوْ نَخَافُ - الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَتْ مَعَنَا مُدًى، أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ قَالَ: مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلُوهُ لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ، وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ.

**ترجمہ:** باب، بکریوں کی تقسیم کا بیان۔

حضرت رافع بن خدیج کے پوتے عبایہ بن رفاعہ بن رافع نقل کرتے ہیں کہ ان کے دادا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ لشکر کے پیچھے رہا کرتے تھے، (حنین کے موقع پر) لوگوں نے عجلت سے کام لیا، بکریاں ذبح کیں اور ہانڈیاں چڑھادیں، نبی کریم ﷺ نے ہانڈیوں کو انڈیلنے کا حکم دیا، پھر مالِ غنیمت تقسیم کیا اور دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا، ایک اونٹ بدک کر بھاگ نکلا، لوگوں نے اس کو تلاش کیا مگر وہ ان کے قابو میں نہیں آیا، لشکر میں گھوڑے کم تھے، ایک شخص نے تیر سادھا، اللہ نے اس تیر سے اونٹ کو روک دیا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان پالتو جانوروں میں بھی جنگلی جانوروں کی طرح بدکنے والے ہوتے ہیں، ان میں سے اگر کوئی تم کو قابو نہ دے تو اس کے ساتھ یہ معاملہ کرسکتے ہو، میرے دادا نے عرض کیا کہ ہمیں توقع ہے یا یہ کہ ہمیں اندیشہ ہے (راوی کو شک ہے) کہ کل دشمن کا سامنا ہو سکتا ہے اور ہمارے پاس تلواریں زیادہ نہیں ہیں، کیا ہم بانس سے ذبح کرسکتے ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو چیز بھی خون بہادے اور جانور پر اللہ کا نام لیا جائے تو اس کو کھاسکتے ہو علاوہ دانت اور ناخن کے اور اس کی وجہ میں بیان کرتا ہوں کہ دانت تو ہڈی ہے اور جہاں تک ناخن کی بات ہے تو حبشیوں کی چھری ہے۔

**تشریح:** اگر بکریاں تقسیم کرنی ہوں تو آیا بلا قیمت لگائے تقسیم کی جاسکتی ہیں یا قیمت لگا کر تقسیم کرنا

Maktaba Tul Ishaat.com



پڑے گا، یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے، امام مالک اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ بلا تقویم کے جائز ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ حیوانات کی تقسیم بلا تقویم کے جائز نہیں۔

**كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِذِي الْحُلَيْفَةِ:** اور ص ۳۴۱ پر آرہا ہے بِذِي الْحُلَيْفَةِ مِنْ تِهَامَةَ، اس سے معلوم ہوا کہ یہ ذوالحلیفہ مدینہ کا میقاتِ مشہور مراد نہیں بلکہ ایک دوسری جگہ ہے۔

**فَأَمَرَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِالْقُدُورِ فَأُكْفِئَتْ:** چونکہ بلا اذن لوگوں نے ذبح کرکے پکانا شروع کردیا تھا اس لئے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہانڈیاں الٹوا دیں اور یہ عمل تعزیری طور پر کرایا گیا تھا، اور بعض مالکیہ نے جواب دیا کہ چونکہ بلا اذن امام ذبح کیا گیا تھا اس لئے میتہ ہوا تو ہانڈیاں پلٹوا دیں، اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ ممکن ہے ابتداءً ہانڈیاں پلٹوائی گئی ہوں لیکن گوشت اٹھوالیا گیا ہو۔

**ثُمَّ قَسَمَ، فَعَدَلَ عَشَرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِيرٍ:** دس بکریاں ایک اونٹ کے برابر رکھی گئیں، یہ قیمت پر نظر کرکے کیا گیا ہوگا۔

**إِنَّ لِهَذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ:** أوابد جمع ہے آبدۃ کی، آبدۃ کہتے ہیں متنفر ہونے والے وحشی کو، ان بہائم میں بعض وحشی ہوتے ہیں جیسے وحشی بھاگنے والے جانور ہوتے ہیں۔

**فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هَكَذَا:** ان اوابد میں سے جو تم پر غالب آجائے جس کو تم پکڑ ہی نہ سکو اس کے ساتھ ایسا ہی کیا کرو۔

**فَقَالَ جَدِّي:** عبایہ بن رفاعہ کہتے ہیں کہ میرے دادا رافع بن خدیجؓ نے کہا إِنَّا نَرْجُو أَوْ نَخَافُ الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَتْ مَعَنَا مُدًى حضور! کل دشمن سے ہمارا مقابلہ ہے اور چھریاں ہیں نہیں، أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ تو کیا ہم بانس کے ذریعہ سے ذبح کرلیا کریں؟

**قَالَ مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ فَكُلُوهُ:** جو خون کو بہادے اور اللہ کا نام اس پر لیا جائے اس کا کھانا جائز ہے سوائے سن و ظفر کے، دانت نہ ہو، ناخن نہ ہو۔

دانت اور ناخن سے ذبح کرنا امام شافعی واحمد کے یہاں مطلقاً ناجائز ہے، امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر غیر مقلوع ہو تو ناجائز ہے اور اگر مقلوع ہو تو جائز ہے، امام مالک کی اس میں مختلف روایتیں ہیں ایک فریق اول جیسی اور

Maktaba Tul Ishaat.com



دوسری فریق ثانی جیسی اور اس کے علاوہ بھی ان کی بعض روایات ہیں۔

**وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ:** میں اس کی وجہ بیان کروں گا، سِن تو ہڈی ہے یعنی اگر اس سے ذبح کیا گیا تو اصل میں جو مقصود ہے انہارِ دم وہ حاصل نہیں ہو گا بلکہ یہ موقوذہ بن جائے گا، اور ظفر تو حبشہ کی چھری ہے وہ لوگ اپنے ناخونوں سے کام لیتے ہیں۔

کیوں بھائی! (کسی حبشی طالب علم سے سوال کیا) تمہارے یہاں حبشیوں کے ناخن بڑے بڑے ہوتے ہیں؟ جواب دیا کہ نہیں، تو اِس وقت نہیں ہوتے ہوں گے لیکن سرکار نے جس وقت کی بات نقل کی ہے اُس وقت ایسے ہی ہوتے ہوں گے۔

## (ص ۳۳۸) بَابُ الْقِرَانِ فِي التَّمْرِ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ حَتَّى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ

٢٤٨٩. حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى ثَنَا سُفْيَانُ ثَنَا جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَقْرِنَ الرَّجُلُ بَيْنَ التَّمْرَتَيْنِ جَمِيعًا حَتَّى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ.

٢٤٩٠. حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَبَلَةَ قَالَ: كُنَّا بِالْمَدِينَةِ فَأَصَابَتْنَا سَنَةٌ، فَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَرْزُقُنَا التَّمْرَ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمُرُّ بِنَا فَيَقُولُ: لَا تُقْرِنُوا؛ فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْإِقْرَانِ إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ أَخَاهُ.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ شرکاء دو دو کھجور نہ کھائیں یہاں تک کہ ساتھیوں سے اجازت لے لیں۔

روایت کا ترجمہ باب إذا أذن إنسان لآخر شيئا جاز میں گزر چکا

**تشریح:** علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ سیاق کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں پر مصنف نے ایک مضاف چھوڑ دیا ہے، اصل عبارت ہے بَابُ تَرْكِ الْقِرَانِ فِي التَّمْرِ، مصنف نے مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کی جگہ قائم کر دیا اس لئے کہ اگلا کلام اس کے لئے دلیل ہے یعنی حَتَّى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ۔

مطلب یہ ہے کہ چند شرکاء بیٹھ کر مشترک طور پر کھجور یا اور کوئی چیز اس طرح کی کھا رہے ہوں تو کسی آدمی کے لئے قِران کی یعنی جوڑ کر کھانے کی گنجائش نہیں یہاں تک کہ اپنے ساتھی سے اجازت لے لے، اس لئے کہ

Maktaba Tul Ishaat.com



سارے مِلک میں برابر شریک ہیں تو پھر اس صورت میں سب کا حق برابر ہے لہذا مقارنت جائز نہیں۔

امام بخاری نے یہ جو صورت بیان فرمائی ہے یہ بظاہر اتفاقی ہونی چاہئے، یہ مسئلہ ماقبل میں بیان ہو چکا ہے کہ آیا قران فی التمر فی نفسہ کیا حکم رکھتا ہے؟ (۱) ظاہر یہ فرماتے ہیں کہ حرام ہے، (۲) جمہور علماء فرماتے ہیں کہ مکروہ تنزیہی ہے، (۳) امام نووی نے اس مسئلہ میں تفصیل کو اختیار فرمایا ہے کہ اگر مشترک ہوں تو بلا اجازت قران کرنا ناجائز ہے، اور اگر مشترک نہیں تو پھر اس صورت میں قران کی بظاہر گنجائش ہونی چاہئے اور بعض صحابہ کرامؓ سے ہتھیلی میں کھجوریں لے لے کر ایک ساتھ کھانا نقل کیا گیا ہے۔

مگر حافظ ابو موسیٰ المدینی نے حضرت عائشہؓ اور حضرت جابرؓ سے نقل کیا ہے کہ قران سے ممانعت کی علت شرہ اور طمع ہے کیوں کہ یہ حرص پر دال ہے اس واسطے حضور ﷺ نے منع کیا ہے، لہذا اگر ملک مشترک نہ بھی ہو تب بھی اس میں کچھ نہ کچھ ناپسندیدگی اور غیر مرضی ہونا پایا جانا چاہئے، کراہت کے لفظ کا میں اطلاق نہیں کرنا چاہتا، باقی اگر یہ کہا جائے کہ کراہت تنزیہی ہے تو شاید کوئی مضائقہ نہ ہو۔

بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ابتداء میں جب تنگی تھی تو حضور پاک ﷺ نے ساتھیوں کی رعایت کی وجہ سے قران سے منع کر دیا تھا لیکن جب اللہ نے فراخی اور وسعت دے دی تو یہ ممانعت اٹھالی گئی، امام محمد نے کتاب الآثار میں اسی کو اختیار کیا ہے، فرماتے ہیں کہ نہی عن القران زمن اول میں تھی، بزار، طبرانی اور ابن شاہین نے ناسخ و منسوخ میں حضرت بریدہؓ سے ایک روایت نقل کی ہے كُنتُ نَهَيْتُكُمْ عَنِ الْقِرَانِ فِي التَّمْرِ وَأَنَّ اللهَ وَسَّعَ عَلَيْكُمْ فَاقْرِنُوا أو کما قال ﷺ، ابن شاہین فرماتے ہیں کہ ممانعت والی حدیث صحیح ہے، اور یہ روایت اُس درجہ کی نہیں ہے اس کی سند میں اختلاف واضطراب ہے۔

امام حازمی فرماتے ہیں کہ بات تو یہی ہے مگر اس کا تعلق حرام و حلال سے نہیں ہے یہ تو امور اخلاقیہ سے متعلق ہے لہذا اس روایتِ ثانیہ کو سامنے رکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ قران کی ممانعت مرتفع ہوگئی۔

امام بخاری نے اپنے اس ترجمہ سے غالبًا اسی تفصیل کی طرف اشارہ کیا ہے جو ہم امام نووی سے نقل کر آئے ہیں کہ اگر مشترک ہوں تب تو بلا اجازت قران کرنا ممنوع اور ناجائز ہے اور اگر تمر مشترک نہیں ہے تو اس صورت میں جائز ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۳۹) بَابُ تَقْوِيمِ الْأَشْيَاءِ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ بِقِيمَةِ عَدْلٍ

۲۴۹۱. حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ أَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ مِنْ عَبْدٍ - أَوْ شِرْكًا أَوْ قَالَ: نَصِيبًا - وَكَانَ لَهُ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَهُ بِقِيمَةِ الْعَدْلِ فَهُوَ عَتِيقٌ وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ.

قَالَ: لَا أَدْرِي، قَوْلُهُ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ قَوْلٌ مِنْ نَافِعٍ أَوْ فِي الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

۲۴۹۲. حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَا عَبْدُ اللهِ ثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ شَقِيصًا مِنْ مَمْلُوكِهِ فَعَلَيْهِ خَلَاصُهُ فِي مَالِهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ قُوِّمَ الْمَمْلُوكُ قِيمَةَ عَدْلٍ ثُمَّ اسْتُسْعِيَ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ.

**ترجمہ:** باب، ایک عادل شخص سے شرکاء کے درمیان مشترک اشیاء کی قیمتیں مقرر کرانے کا بیان۔

حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے غلام کا ایک حصہ آزاد کیا۔ یہاں راویٔ حدیث ایوب سختیانی کو شک ہے کہ حضرت نافعؒ نے شِقْصًا کا لفظ کہا یا شِرْکًا کا یا نَصِیبًا کا۔ اور اس کے پاس اتنا مال ہو جو۔ ایک عادل شخص کی لگائی ہوئی قیمت کے حساب سے۔ غلام (کے باقی حصہ) کی قیمت کے بقدر ہو تو وہ پورا آزاد ہو جائے گا ورنہ وہ جتنا آزاد ہو گیا اتنا ہی آزاد مانا جائے گا، راویٔ حدیث ایوب سختیانی کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ نافع کا قول ہے یا نبی کریم ﷺ کی مرفوع حدیث کا حصہ ہے؟

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے غلام کا ایک حصہ آزاد کرے تو غلام کو اپنے مال کے ذریعہ مکمل آزادی دلانا اسے کے ذمہ ہو گا، اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو غلام کی عادلانہ قیمت لگائی جائے گی، پھر غلام کو مکلف کیا جائے گا کہ وہ اتنا مال کما کر دے، البتہ اس کو مشقت میں نہیں ڈالا جائے گا۔

**تشریح:** امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب میں یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر کچھ چیزیں مشترک ہوں اور ان کو تقسیم کرنی ہوں تو اس صورت میں ان کی قیمت لگائی جائے گی اور قیمت ایک عادل آدمی لگائے گا اور اس کے بعد وہ تقسیم کی جائے گی۔

مصنف نے اس ترجمۃ الباب میں دو مسئلوں کی طرف اشارہ کیا ہے، اول اس بات کی طرف کہ تقویم کی جائے گی اور دوسرے یہ کہ ایک عادل کا اعتبار ہو گا، تقویم کی صورت میں بالاتفاق تقسیم جائز ہے البتہ تقسیم بغیر تقویم

Maktaba Tul Ishaat.com



میں اختلاف ہے، علامہ ابن بطال نے اکثر علماء سے جواز نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام شافعی نے منع کیا ہے۔

ہمارے حضرت شیخ دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب میں امام شافعی کی تائید فرمائی ہے اس لئے کہ امام بخاری نے مطلقاً تقویم الاشیاء کا ترجمہ منعقد فرمایا ہے کوئی تفصیل نہیں کی ہے۔

**بِقِيمَةِ عَدْلٍ:** یہ دوسرا مسئلہ ہے، اس میں اختلاف ہے کہ تقویم میں ایک عادل آدمی کا قول معتبر ہو جائے گا یا دو تقسیم کرنے والے اور دو عادل آدمی ہونے چاہئیں؟ امام بخاری فرماتے ہیں کہ ایک عادل آدمی کی تقویم کافی ہے، حنابلہ فرماتے ہیں کہ اگر تقسیم میں تقویم ہے تو دو قاسم دو تقسیم کرنے والوں کا ہونا ضروری ہے اس واسطے کہ یہ تقسیم شہادت بالقیمۃ ہے اور شہادت کا نصاب دو ہیں لہذا دو ہونے چاہئیں، اب ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے اس لفظ بِقِيمَةِ عَدْلٍ سے حنابلہ پر رد کیا ہے۔

**حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ:** امام بخاری نے حدیث باب سے یوں استدلال فرمایا ہے کہ حضور نے فرمایا کہ اگر کوئی آدمی غلام کا ایک حصہ یا ایک جزء آزاد کرتا ہے اور اس کے پاس مال ہے جو اس کی قیمت کو پہنچتا ہے اور عادل آدمی قیمت لگائے تو پورا غلام آزاد ہو جائے گا اور اس سے ضمان لیا جائے گا، معلوم ہوا کہ ایک عادل کا قیمت لگانا معتبر ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ قیمت لگائی جائے گی بغیر قیمت لگائے یوں ہی اٹکل سے تقسیم نہیں ہو گی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام کی تقسیم بغیر تقویم کے جائز نہیں ہے یہی امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا مسلک ہے، امام مالک اور صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر شرکاء راضی ہو جائیں تو بلا تقویم بھی جائز ہے۔

**قَالَ: لَا أَدْرِي قَوْلُهُ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ قَوْلٌ مِنْ نَافِعٍ أَوْ فِي الْحَدِيثِ:** قال کی ضمیر ایوب سختیانی کی طرف عائد ہے، وہ فرماتے ہیں کہ وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتا ہوں کہ یہ نافع کا قول ہے یا حدیث پاک ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، عنقریب کتاب العتق میں یہ حدیث آنے والی ہے وہیں پر کلام کیا جائے گا۔

**فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ، قُوِّمَ الْمَمْلُوكُ قِيمَةَ عَدْلٍ:** یہ ہے مقصود بالترجمہ، یہ دوسری روایت بھی کتاب العتق میں آگے آ رہی ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۳۹) بَابُ هَلْ يُقْرَعُ فِي الْقِسْمَةِ وَالِاسْتِهَامِ فِيهِ

۲۴۹۳. حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ ثَنَا زَكَرِيَّا قَالَ: سَمِعْتُ عَامِرًا يَقُولُ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَثَلُ الْقَائِمِ عَلَى حُدُودِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالْوَاقِعِ فِيهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوا عَلَى سَفِينَةٍ، فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا، فَكَانَ الَّذِي فِي أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوا عَلَى مَنْ فَوْقَهُمْ، فَقَالُوا: لَوْ أَنَّا خَرَقْنَا فِي نَصِيبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا، فَإِنْ يَتْرُكُوهُمْ وَمَا أَرَادُوا هَلَكُوا جَمِيعًا، وَإِنْ أَخَذُوا عَلَى أَيْدِيهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيعًا.

**ترجمہ:** باب، مال کی تقسیم میں اور اپنے اپنے حصے لینے میں قرعہ اندازی کا بیان۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے اور ان کی خلاف ورزی کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ لوگ کشتی میں اوپر اور نیچے کے درجہ میں سوار ہونے کے لئے قرعہ اندازی کریں، بعض کا نام اوپر کے درجہ میں آئے اور بعض کا نیچے کے درجہ میں، زیریں درجہ والے جب پانی لانے کے لئے اوپر جائیں تو ان کا گزر اوپر والوں کے پاس سے ہو، اس پر وہ یہ سوچیں کہ اگر ہم اپنے حصہ ہی میں سوراخ کھول لیں اور اوپر والوں کو تکلیف نہ دیں تو بہتر ہو، تو اگر اوپر والے نیچے والوں کو ان کے ارادے پر عمل کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیں تو سب ہلاک ہوں اور اگر وہ ان کے ہاتھ پکڑ لیں گے تو سب بچے رہیں گے اوپر والے بھی اور نیچے والے بھی۔

**تشریح:** هَلْ يُقْرَعُ فِي الْقِسْمَةِ؟ کیا تقسیم میں قرعہ اندازی کی جاسکتی ہے؟ وَالِاسْتِهَامِ فِيهِ اور مال میں قرعہ اندازی کا بیان، استہام کے ایک معنی ہیں قرعہ اندازی کے اور دوسرے معنی ہیں سہم اور نصیب لینے کے، یہاں دونوں معانی کا احتمال ہے۔

اگر وَالِاسْتِهَامِ فِيهِ کے معنی الِاقْتِرَاع فیه ہو تو بظاہر اشکال یہ ہوتا ہے کہ فیہ کی ضمیر قرعہ کی طرف لوٹے گی تو مطلب یہ بن جائے گا کہ کیا تقسیم میں قرعہ اندازی اور قرعہ میں قرعہ اندازی کی جاسکتی ہے؟ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ قرینۂ مقام سے لفظِ فیہ کی ضمیر مال کی طرف عائد ہو رہی ہے۔

امام بخاری نے ترجمہ میں لفظِ هل ذکر فرمایا ہے، یہ ایک استفہامی ترجمہ ہے، روایت سے اس کا جواب معلوم ہوگیا کہ ہاں! قرعہ اندازی کی جاسکتی ہے۔

**قرعہ اندازی کا حکم:** قرعہ اندازی کرنا جمہور علماء کے یہاں حجت ملزمہ ہے، لیکن حضرات حنفیہ فرماتے

Maktaba Tul Ishaat.com



ہیں کہ حجت ملزمہ نہیں ہے ہاں اس سے تطییب قلب کا فائدہ ہوتا ہے، ورنہ اگر تقسیم کئے بغیر کیف ما اتفق یہ کہہ دیا جائے کہ تم یہ لے لو، تم یہ لے لو، تو اس صورت میں باقی شرکاء کو اشکال ہو سکتا ہے کہ صاحب! فلاں کو یہ کیوں دے دیا اور فلاں کو یہ کیوں دے دیا؟ اس لئے دل خوش کرنے کے واسطے قرعہ اندازی کی جاتی ہے۔

**مَثَلُ الْقَائِمِ عَلَى حُدُودِ اللهِ وَالْوَاقِعِ فِيهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ:** فرماتے ہیں کہ جو حدود الٰہیہ کی رعایت کرتا ہو اور جو حدود الٰہیہ میں واقع ہوتا ہو یعنی منکرات کا ارتکاب کرتا ہو ان کی مثال اس قوم کی مثال ہے جنہوں نے کسی کشتی میں قرعہ اندازی کر کے سواری کی، بعضوں کو اوپر کا حصہ مل گیا اور بعضوں کو نیچے کا، جو لوگ نیچے والے تھے جب پانی لینے کیلئے جاتے تو اوپر سے گزر ہوتا، کہنے لگے کہ اگر ہم نیچے ہی اپنے حصہ میں سوراخ کر لیں اور اوپر والوں کو تکلیف نہ پہنچاویں تو بہتر ہے، اب اگر اوپر والے نیچے والوں کو سوراخ کرنے دیں اور ان کو چھوڑ دیں تو سارے ہلاک ہو جائیں گے کیوں کہ جب نچلے حصہ میں پانی آجائے گا تو کشتی پانی کے بوجھ سے بوجھل ہو کر اندر بیٹھ جائے گی، اور اگر وہ ان کا ہاتھ پکڑ لیں تو خود بھی نجات پائیں گے اور دوسرے بھی نجات پا جائیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اطاعت شعار ہوتے ہیں ان کو محض اپنی اطاعت شعاری پر اکتفاء نہ کرنا چاہئے بلکہ جن لوگوں سے جرم اور غلطی ہوتی ہے ان کو ان کی غلطیوں پر تنبیہ کرتے رہنا چاہئے اور روکتے رہنا چاہئے۔

## (ص ۳۳۹) بَابُ شَرِكَةِ الْيَتِيمِ وَأَهْلِ الْمِيرَاثِ

۲۴۹۴۔ حَدَّثَنَا الْأُوَيْسِيُّ ثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ ح وَقَالَ اللَّيْثُ: ثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ قَالَتْ: يَا ابْنَ أُخْتِي هِيَ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا تُشَارِكُهُ فِي مَالِهِ فَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا فَيُرِيدُ وَلِيُّهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ أَنْ يُقْسِطَ فِي صَدَاقِهَا فَيُعْطِيَهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيهَا غَيْرُهُ، فَنُهُوا أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ وَيَبْلُغُوا بِهِنَّ أَعْلَى سُنَّتِهِنَّ مِنَ الصَّدَاقِ وَأُمِرُوا أَنْ يَنْكِحُوا مَا طَابَ لَهُمْ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ.

قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ: ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعْدَ هَذِهِ الْآيَةِ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ ۖ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ﴾

Maktaba Tul Ishaat.com



إِلَى قَوْلِهِ ﴿ وَتَرْغَبُونَ أَن تَنكِحُوهُنَّ ﴾ وَالَّذِي ذَكَرَ اللهُ أَنَّهُ يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ الْآيَةُ الْأُولَى الَّتِي قَالَ فِيهَا ﴿ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ ﴾ قَالَتْ عَائِشَةُ: وَقَوْلُ اللهِ فِي الْآيَةِ الْأُخْرَى ﴿ وَتَرْغَبُونَ أَن تَنكِحُوهُنَّ ﴾ هِيَ رَغْبَةُ أَحَدِكُمْ لِيَتِيمَتِهِ الَّتِي تَكُونُ فِي حَجْرِهِ حِينَ تَكُونُ قَلِيلَةَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ فَنُهُوا أَنْ يَنْكِحُوا مَا رَغِبُوا فِي مَالِهَا وَجَمَالِهَا مِنْ يَتَامَى النِّسَاءِ إِلَّا بِالْقِسْطِ مِنْ أَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ.

**ترجمہ:** باب، یتیم کی دیگر وارثین کے ساتھ شرکت کا بیان۔

حضرت عروہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے آیت کریمہ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى (اگر یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف نہیں کروگے اور ان کو معمولی مہر دے کر اپنے نکاح میں رکھ لوگے تو ان کو چھوڑ کر دیگر عورتوں کو نکاح میں لاؤ جو تمہیں پسند ہوں دو یا تین یا چار) کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ بھانجے! اس آیت میں یتیم لڑکی مراد ہے، ہوتا یہ تھا کہ وہ اپنے ولی کی پرورش میں ہوتی تھی (جس سے نکاح جائز ہو جیسے چچازاد بھائی، ماموں زاد بھائی اور خالہ زاد بھائی وغیرہ) اس کا مال ولی کے مال سے مشترک ہوتا، ولی کو اس کا مال اور جمال بھا جاتا تو وہ چاہتا کہ اس سے نکاح کرلے؛ مگر وہ اس کو انصاف والا مہر کہ جتنا دوسرے لوگ دیتے اتنا بھی نہ دیتا، تو ان کو اس سے منع کردیا گیا کہ وہ ان یتیم بچیوں سے نکاح کریں الا یہ کہ مہر میں انصاف کریں اور اعلیٰ قسم کا مہر دیں جیسا کہ ان جیسی لڑکیوں کا ہوتا ہے اور ان سے کہہ دیا گیا کہ (اگر وہ ایسا نہیں کرنا چاہتے تو) ان کے علاوہ دیگر عورتوں میں سے جن سے چاہیں نکاح کرلیں۔

حضرت عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے حضور ﷺ سے عورتوں کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ والی آیت نازل کی وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ تک (یعنی لوگ آپ سے یتیم لڑکیوں سے نکاح کے بارے میں سوال کر رہے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اللہ تمہیں عورتوں کے بارے میں وہی حکم دیتا ہے جو سابق میں ایک آیت میں بیان کرچکا ہے اور وہ آیت بھی- جو کہ قرآن میں تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی ہے- وہی حکم بیان کرتی ہے یعنی وہی سابقہ آیت وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ، یہ حکم ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں ہے جن کو تم معقول مہر نہیں دیتے اور ان سے ان کے مال اور جمال کی وجہ سے نکاح کرنا چاہتے ہو یا بدصورتی کی وجہ سے ان سے نکاح تو نہیں کرنا چاہتے؛ لیکن ان کو دوسرے سے نکاح بھی نہیں کرنے دینا چاہتے تاکہ ان کا مال تمہاری دسترس سے باہر نہ جائے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آیت میں جو وَمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ آیا ہے اس سے پہلی آیت مراد ہے جس میں اللہ نے ارشاد فرمایا وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ دوسری آیت میں جو اللہ پاک نے یہ فرمایا غبون أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یتیم لڑکی مال اور جمال میں کم ہوتی تو اس کی پرورش کرنے والا اس سے نکاح

Maktaba Tul Ishaat.com



کرنے سے اعراض کرتا تھا (مگر اس کو دوسری جگہ بھی نکاح نہ کرنے دیتا کہ پھر اس کا مال شوہر کی دیکھ ریکھ میں چلا جائے گا) تو اللہ تعالیٰ نے ان یتیم لڑکیوں سے بھی نکاح سے منع کر دیا جن کے مال اور جمال میں اولیاء کو دلچسپی ہوتی الا یہ کہ وہ انصاف کرنے والا معاملہ کریں، (مال و جمال والی یتیم لڑکیوں سے نکاح کی) یہ ممانعت اسلئے کی گئی کہ وہ مال و جمال میں کمی والی لڑکیوں سے اعراض کرتے تھے (تاکہ وہ اپنے طرز عمل میں تبدیلی لائیں اور دونوں طرح کی یتیم لڑکیوں کے ساتھ معاملہ میں اعتدال پیدا ہو)۔

**تشریح:** یہاں وأهل الميراث میں واؤ "مع" کے معنی میں ہے، امام بخاری فرماتے ہیں کہ یتیم اور اہل میراث میں مشارکت جائز ہے، لیکن علماء نے یہ لکھا ہے کہ یتیم کے مال کو اپنے مال کے ساتھ اسی وقت شریک کیا جاسکتا ہے جب اس میں یتیم کی مصلحت مضمر ہو اور بعض وقت ہوتا بھی یہی ہے کہ اگر الگ اس کی روٹی پکادی گئی تو وہ تو کھائے گا تھوڑی سی، بقیہ ضائع ہوگی، اور اگر اس کے مال کو شریک کرکے پھر پکایا جائے گا تو یتیم کا مقصود بھی حل ہوتا رہے گا اور اس کا حساب بھی لگاتے رہیں گے کہ اس نے اتنا کھانا کھایا ہے لہذا اس کا اتنا بچ رہا۔

**حَدَّثَنَا الْأُوَيْسِيُّ:** امام بخاری نے یہاں یہ حدیث دو سندوں سے ذکر فرمائی ہے، سند اول یعنی اویسی کے الفاظ کتاب التفسیر میں ص ۶۵۸ پر آرہے ہیں، اور یہاں سندِ ثانی کے الفاظ ذکر کئے ہیں جس کو مصنف نے معلقاً روایت کیا ہے اور ابن جریر طبری نے موصولاً روایت کیا ہے۔

غور سے سنو! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے یہ آیت نازل فرمائی وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ، اس کے بعد لوگوں نے استفتاء کیا تو یہ آیت نازل ہوئی وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتٰمَى النِّسَاءِ اللّٰتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ سے مراد وہی آیت سابقہ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر تم یتیم عورتوں کے بارے میں یہ خطرہ محسوس کرتے ہو کہ تم ان کے حقوق ادا نہ کر پاؤگے تو ان کو چھوڑو اور جو عورتیں تمہیں ان کے علاوہ اچھی لگیں ان سے نکاح کرلو، دو سے، تین سے، چار سے، تمہیں گنجائش ہے۔

اور دوسری آیت میں جو ارشاد فرمایا گیا ہے وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ حضرت عائشہؓ نے اس کی وضاحت فرمائی اور فرمایا کہ اصل ہوتا یہ تھا کہ جب کوئی یتیمہ کسی کے زیر اثر ہوتی تھی اور قليلة المال والجمال ہوتی تھی تو وہ اس سے اعراض کرتے تھے اور اگر کثیرۃ المال والجمال ہوتی تھی تو اس سے نکاح کی خواہش کرتے تھے لیکن اس کا

Maktaba Tul Ishaat.com



مہر پورا نہیں دیتے تھے، اب اللہ تعالیٰ شانہ نے یہ فرمادیا کہ جب یتیمہ قلیلۃ المال والجمال ہوتی ہے تب تو تم اعراض کرتے ہو اور جب کثیرۃ المال والجمال ہوتی ہے تو تم رغبت کرتے ہو لہٰذا کثیرۃ المال والجمال ہونے کی صورت میں نکاح کرنے کی تم کو اجازت نہیں الایہ کہ تم ان کے ساتھ قسط کرو یعنی ان کا حق پورا ادا کرو اور ان کا پورا مہر دو۔

اسی کو فرمارہی ہیں ھِيَ رَغْبَةُ أَحَدِكُمْ لِيَتِيمَتِهِ، یہاں پر اسی طرح لِيَتِيمَتِهِ وارد ہوا ہے اور کشمیہنی کے نسخہ میں عَنْ يَتِيمَتِهِ وارد ہوا ہے اور یہی صواب ہے اس لئے کہ عَنْ اعراض بتانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، رغبت کا صلہ جب عَنْ آتا ہے تو اس کے معنی اعراض کرنے کے آتے ہیں اور یہی معنی مراد ہے۔

**مِنْ أَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ:** کتاب التفسیر میں اس کے آگے اضافہ ہے إِذَا كُنَّ قَلِيلَاتِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ، مطلب یہ ہے کہ جب قلیلۃ المال والجمال ہوتی ہیں تو تم اعراض کرتے ہو اور کثیرۃ المال والجمال ہونے کی صورت میں خواہش کرتے ہو لہٰذا تمہیں کثیرۃ المال والجمال ہونے کی صورت میں بھی یتامیٰ عورتوں سے نکاح کی اجازت نہیں الایہ کہ قسط اور انصاف کرو۔

## (ص ۳۳۹) بَابُ الشِّرْكَةِ فِي الْأَرَضِينَ وَغَيْرِهَا

**۲۴۹۵. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ ثَنَا هِشَامٌ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: إِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ.**

**ترجمہ:** باب، زمین وغیرہ جائداد میں شرکت کا بیان۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے غیر منقسم جائداد میں حق شفعہ مقرر فرمایا ہے اور جب (جائداد تقسیم ہو جائے اور) حدود قائم ہو جائیں اور راستے تبدیل ہو جائیں تو پھر (شرکت کی بنیاد پر) حق شفعہ نہیں ہوگا۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ زمینوں اور باغات میں مشارکت جائز ہے، جمہور علماء مطلقاً جواز کے قائل ہیں البتہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ایسی زمینیں جو تقسیم کر دینے کے بعد ناقابل انتفاع ہو جائیں ان میں مشارکت کی اجازت نہیں، امام بخاری نے تعمیم فی الترجمہ کر کے جمہور کی تائید کی ہے اور جو لوگ تقسیم کے بعد ناقابل انتفاع ہو جانے والی زمین میں مشارکت سے منع کرتے ہیں ان پر تردید فرمائی ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**إِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ:** حضور ﷺ نے ہر غیر منقسم چیز میں شفعہ کی اجازت دی ہے اور شفعہ زمینوں کے اندر ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ زمینوں میں اشتراک جائز ہے، یہ حدیث اسی سند سے کتاب الحیل میں آرہی ہے۔

## (ص ۳۳۹) بَابُ إِذَا اقْتَسَمَ الشُّرَكَاءُ الدُّوْرَ وَغَيْرَهَا فَلَيْسَ لَهُمْ رُجُوعٌ وَلَا شُفْعَةٌ

**۲۴۹۶. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَضَى النَّبِيُّ ﷺ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ.**

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ جب شرکاء گھر وغیرہ تقسیم کرلیں تو ان کو نہ رجوع کا حق ہوگا اور نہ ہی شفعہ کا۔

**تشریح:** شرکاء نے جب تقسیم کرلئے باغات اور مکانات وغیرہ تو اب تقسیم ہوجانے کے بعد نہ تو رجوع کا حق پہنچتا ہے کہ کوئی کہنے لگے کہ نہیں نہیں صاحب! میں اس تقسیم کو نہیں مانتا ہوں اور نہ ایک شریک کو دوسرے شریک پر شفعہ دائر کرنے کا حق ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمادیا ہے فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ شفعہ دائر کرنے کا حق نہیں ہے، اور اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ تقسیم میں دو باتیں پائی جاتی ہیں، ایک مبادلت کے معنی دوسرے افراز کے معنی، تقسیم سے پہلے فریقین ہر ہر جزء میں شریک ہوتے ہیں اور جب تقسیم ہوجاتی ہے تو گویا ہر ایک آپس میں ایک دوسرے سے اپنے اجزاء کا مبادلہ کرتے ہیں اور دوسرے معنی اس میں افراز کے پائے جاتے ہیں کہ ہر ایک اپنے حصہ کو الگ کرلیتا ہے دوسرے کے حصہ سے۔

تو اب ہوسکتا ہے کہ کوئی آدمی معنیٰ اول پر نظر کرتے ہوئے یہ کہے کہ تقسیم کی صورت میں بھی حق شفعہ دائر کیا جاسکتا ہے، مصنف نے دلیل منقول کے ذریعہ سے یہ ثابت فرمادیا کہ تقسیم میں شفعہ دائر کرنے کا حق نہیں، اس لئے کہ اس میں افراز کے معنی غالب ہیں اور اسی ترجمہ کی بناء پر میں نے یہ کہا تھا کہ مصنف فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ کو مرفوع مانتے ہیں جیسا کہ امام محمد اور ابو محمد بن حزم کی رائے ہے، اور ابن

Maktaba Tul Ishaat.com



ابی حاتم نے اپنے والد ابو حاتم رازی سے نقل کیا ہے کہ یہ غیر مرفوع ہے۔

حضرت جابرؓ کا قول ہے کتاب الشفعہ میں گزر چکا ہے۔

## (ص ۳۳۹) بَابُ الِاشْتِرَاكِ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمَا يَكُونُ فِيهِ الصَّرْفُ

۲۴۹۷ - ۲۴۹۸. حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ ثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ عُثْمَانَ يَعْنِي ابْنَ الْأَسْوَدِ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِي مُسْلِمٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الْمِنْهَالِ عَنِ الصَّرْفِ يَدًا بِيَدٍ فَقَالَ: اشْتَرَيْتُ أَنَا وَشَرِيكٌ لِي شَيْئًا يَدًا بِيَدٍ وَنَسِيئَةً، فَجَاءَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ: فَعَلْتُ أَنَا وَشَرِيكِي زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ، فَسَأَلْنَا النَّبِيَّ ﷺ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: مَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَخُذُوهُ وَمَا كَانَ نَسِيئَةً فَرُدُّوهُ.

**ترجمہ:** باب، سونے چاندی اور بیع صرف والی اشیاء میں شرکت کا بیان۔

سلیمان بن ابی مسلم کہتے ہیں کہ میں نے ابو المنہال سے نقد بیع صرف کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے اور میرے ایک شریک نے ایک چیز کچھ نقد اور کچھ ادھار خریدی تھی پھر ہمارے یہاں حضرت براء بن عازبؓ آئے تو ہم نے ان سے سوال کیا انہوں نے کہا کہ میں نے اور میرے ایک شریک حضرت زید بن ارقمؓ نے ایسا ہی کیا تھا اور ہم نے نبی کریم ﷺ سے مسئلہ معلوم کیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ جو نقد ہو اس کو تولے لو اور جو ادھار ہو اس کو چھوڑ دو۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ اموالِ ربویہ میں بھی اشتراک جائز ہے اگر جنس کا اتفاق ہو۔ مثلاً ایک طرف سے ذہب ہو اور دوسری طرف بھی ذہب ہو یا ایک طرف سے فضہ ہو اور دوسرے طرف بھی فضہ ہو تب تو بالاتفاق جائز ہے، اور اگر اختلافِ جنس ہو کہ ایک طرف سے ذہب ہو اور دوسری طرف فضہ ہو تو اس صورت میں امام شافعی اور امام مالک فی المشہور اور حنفیہ نے منع کیا ہے، سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ اختلافِ جنس کی صورت میں بھی جائز ہے۔

امام بخاری نے اپنے ترجمہ میں تعمیم فرما کر سفیان ثوری کے قول کی تائید فرمائی ہے۔

**وَمَا يَكُونُ فِيهِ الصَّرْفُ:** اور اسی طرح اشتراک ان چیزوں میں جن میں بیع صرف ہوتی ہے، بیع صرف حنفیہ کے یہاں صرف ثمنین کے ساتھ خاص ہے، امام شافعی سے نقل کیا گیا ہے کہ ان کے یہاں ہر چیز میں بیع صرف چلتی ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۴۰) بَابُ مُشَارَكَةِ الذِّمِّيِّ وَالْمُشْرِكِينَ فِي الْمُزَارَعَةِ

۲۴۹۹. حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: أَعْطَى رَسُولُ اللهِ ﷺ خَيْبَرَ الْيَهُودَ أَنْ يَعْمَلُوهَا وَيَزْرَعُوهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا.

**ترجمہ:** باب، ذمی مشرک اور دیگر مشرکین کے ساتھ شراکت داری کا بیان۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ مزارعت میں مشرکین اور ذمی کے ساتھ مشارکت جائز ہے، اس میں مختلف اقوال ہیں، (۱) امام احمد اور اسحاق بن راہویہ مشرک کے ساتھ مشارکت کو مطلقاً ناجائز کہتے ہیں، (۲) امام مالک فرماتے ہیں کہ ہے تو ناجائز لیکن اگر مسلم کے سامنے عمل کرتا ہو تو پھر جائز ہے، اور وجہ اس کی وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مشرک کا کیا اعتبار، حلال حرام میں گڑبڑ کردے، ناجائز چیزیں داخل کردے، (۳) امام ابوحنیفہ اور امام محمد فرماتے ہیں کہ شرکتِ مفاوضہ میں تو چونکہ اتحادِ ملتین شرط ہے اس واسطے وہاں جائز نہیں باقی میں جائز ہے، (۴) قاضی ابویوسف مفاوضہ میں بھی جواز کے قائل ہیں۔

مصنف کا رجحان اس مسئلہ میں مطلقاً جواز کی طرف معلوم ہوتا ہے لیکن انہوں نے فی المزارعۃ کی قید لگا کر یہ بتلا دیا ہے کہ صرف مزارعت میں مشارکت کر سکتے ہیں، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ باقی اور اشیاء میں وہ مشارکت کے قائل نہیں ہے۔

**حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ:** امام بخاری نے یہ حدیث اسی سند سے کتاب الشروط اور کتاب المغازی میں تخریج فرمائی ہے، تو یہ حدیث بیک سند والمتن تین جگہ مکرر ہے۔

## (ص ۳۴۰) بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَمِ وَالْعَدْلِ فِيهَا

۲۵۰۰. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ ضَحَايَا، فَبَقِيَ عَتُودٌ، فَذَكَرَهُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: ضَحِّ بِهِ أَنْتَ.

**ترجمہ:** باب، بکریوں کی تقسیم اور اس میں عدل کا بیان۔

Maktaba Tul Ishaat.com



**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ بکریوں کی تقسیم جائز ہے لیکن اس میں یوں ہی اٹکل پچو سے کام نہ لیا جائے، انصاف کیا جائے۔

آیا یہ عدل واجب ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ اگر بکریاں مشترک ہوں تب تو اس صورت میں عدل ملحوظ رکھنا پڑے گا، اور اگر بکریاں مشترک نہ ہوں جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ حضور پاک ﷺ کے پاس مالِ غنیمت میں بکریاں آئی ہوئی تھیں آپ نے صحابہؓ پر ان کو تقسیم کرا دیا تو وہاں پر عدل واجب نہیں، اس لئے کہ یہ تو اعطاء اور تصدق کے باب سے ہے اس کا قسمت فی الحقوق سے کوئی تعلق نہیں۔

مگر روایت میں غنم کا تذکرہ ہے، اب اگر یہ غنم غنیمت کی تھیں تو ظاہر ہے کہ اس میں حضرات صحابہؓ کا بھی حق تھا جیسے جنابِ رسول اکرم ﷺ کا حق تھا اس لئے امام بخاری کا ترجمہ قِسْمَةُ الْغَنَمِ وَ الْعَدْلِ فِيهَا منعقد کرنا صحیح ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر شرکاء غنم میں شریک ہوں اور بکریاں تقسیم کی جارہی ہوں تو اس میں عدل ملحوظ رکھا جائے گا، امام بخاری نے اس بات کی طرف باب وَ كَالَةِ الشَّرِيكِ الشَّرِيكَ میں اشارہ کیا تھا اور وہاں بھی یہی روایت ذکر کی تھی۔

عَتُودٌ: پٹھیا۔ فَقَالَ ضَحِّ بِهِ أَنْتَ: تم اس کی قربانی کرلو۔

## (ص ۳۴۰) بَابُ الشَّرِكَةِ فِي الطَّعَامِ وَغَيْرِهِ

ويذكر أن رجلا سَاوَمَ شيئًا فغمزه آخر فرأى عمر أن له شركة.

۲۵۰۱ – ۲۵۰۲. حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدٌ عَنْ زُهْرَةَ ابْنِ مَعْبَدٍ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ هِشَامٍ – وَكَانَ قَدْ أَدْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ – وَذَهَبَتْ بِهِ أُمُّهُ زَيْنَبُ بِنْتُ حُمَيْدٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ بَايِعْهُ، فَقَالَ: هُوَ صَغِيرٌ، فَمَسَحَ رَأْسَهُ وَدَعَا لَهُ.

وَعَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ أَنَّهُ كَانَ يَخْرُجُ بِهِ جَدُّهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ هِشَامٍ إِلَى السُّوقِ فَيَشْتَرِي الطَّعَامَ، فَيَلْقَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ فَيَقُولَانِ لَهُ: أَشْرِكْنَا، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ فَيَشْرِكُهُمْ، فَرُبَّمَا أَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِيَ فَيَبْعَثُ بِهَا إِلَى الْمَنْزِلِ.

Maktaba Tul Ishaat.com



قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ: أَشْرِكْنِيْ، فَإِذَا سَكَتَ فَيَكُونُ شَرِيكَهُ بِالنِّصْفِ.

**ترجمہ:** باب، غلہ وغیرہ میں شرکت کا بیان، نقل کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے کسی چیز کا بھاؤ کیا تو ایک دوسرے شخص نے اس کی طرف آنکھ سے یا اور کسی طرح اشارہ کیا، حضرت عمرؓ نے اس سے یہ سمجھا کہ اس کی بھی شرکت ہوگی۔

حضرت زہرہ بن معبد اپنے دادا عبداللہ بن ہشامؓ سے روایت کرتے ہیں ان کے دادا نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے ان کی ماں زینب بنت حمیدؓ ان کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لیکر گئیں اور کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ! اس کو بیعت فرمالیجئے، آپ نے ارشاد فرمایا یہ تو بچہ ہے، پھر آپ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔

زہرہ بن معبد بیان کرتے ہیں کہ ان کے دادا عبداللہ بن ہشامؓ ان کو لیکر بازار جاتے تھے اور غلہ خریدتے تھے راستہ میں حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن زبیرؓ سے ملاقات ہوتی، وہ دونوں فرماتے کہ ہمیں بھی شریک کرلو کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے آپ کو برکت کی دعا دی ہے تو وہ ان کو شریک کرلیا کرتے تھے، دعاء کا یہ اثر تھا کہ کبھی کبھی پوری اونٹنی کے غلے کا نفع ہو جاتا تھا چنانچہ نفع کی پوری اونٹنی گھر بھیجتے تھے۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ غلہ وغیرہ جملہ متملّکات میں اشتراک جائز ہے، جمہور علماء فرماتے ہیں کہ جو چیز بھی ایسی ہے کہ اس کا تملک کیا جاسکتا ہے یعنی وہ ملک بن سکتی ہے ان سب میں مشارکت جائز ہے، شافعیہ کا اصح قول یہ ہے کہ مشارکت مثلیات کے ساتھ خاص ہے، اور اگر غیر مثلیات میں شرکت کرنی ہو تو اس کی شکل یہ ہے کہ ایک آدمی اپنا سامان دوسرے کے ساتھ دوسرے کے سامان کے بدلے میں نصفا نصف بیچ دے مثلاً اپنے آدھے سامان کو دوسرے کے ہاتھ بیچ دے اور اس کے آدھے سامان کو خود خرید لے اب اس کے بعد دونوں شریک ہو جائیں گے، مالکیہ فرماتے ہیں کہ مشارکت مکروہ ہے مگر اصح قول ان کے یہاں جواز کا ہے۔

**وَيُذْكَرُ أَنَّ رَجُلًا سَاوَمَ شَيْئًا:** ایک آدمی نے بھاؤ تاؤ کیا دوسرے نے اس کو اشارہ کر دیا حضرت عمرؓ نے اس اشارہ ہی کو موجبِ شرکت قرار دے دیا، علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں غمز کی وجہ سے شرکت حکم قضاء میں ثابت نہیں ہوگی اور دیانۃً یہ خود دونوں کی اپنی رائے پر موقوف ہے، اگر دوسرا یہ سمجھتا ہے کہ واقعی اس نے شرکت کے لئے اشارہ کیا ہے اور دونوں راضی ہیں تو پھر کیا کرے گا قاضی۔

**فَيَشْرَكُهُمْ:** علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ محض سکوت کافی نہیں ہے، یہ دیانۃً تو معتبر ہے قضاءً اس کا اعتبار نہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۴۰) باب الشركة في الرقيق

۲۵۰۳. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي مَمْلُوكٍ وَجَبَ عَلَيْهِ أَنْ يُعْتِقَ كُلَّهُ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ قَدْرَ ثَمَنِهِ، يُقَامُ قِيمَةَ عَدْلٍ وَيُعْطَى شُرَكَاؤُهُ حِصَّتَهُمْ وَيُخَلَّى سَبِيلُ الْمُعْتَقِ.

۲۵۰۴. حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ ثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ فِي عَبْدٍ أُعْتِقَ كُلُّهُ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ وَإِلاَّ يُسْتَسْعَى غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ.

**ترجمہ:** باب، غلام کی شرکت کا بیان۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ غلام میں اشتراک جائز ہے، یہ مسئلہ اتفاقی ہے۔

## (ص ۳۴۰) باب الاشتراك في الهدي والبدن

وإذا أشرك الرجل رجلا في هديه بعد ما أهدى.

۲۵۰۵ - ۲۵۰۶. حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ أَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ. وَعَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالاَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ صُبْحَ رَابِعَةٍ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ لاَ يَخْلِطُهُمْ شَيْءٌ، فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَنَا فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً وَأَنْ نَحِلَّ إِلَى نِسَائِنَا، فَفَشَتْ فِي ذَلِكَ الْقَالَةُ، قَالَ عَطَاءٌ: قَالَ جَابِرٌ: فَيَرُوحُ أَحَدُنَا إِلَى مِنًى وَذَكَرُهُ يَقْطُرُ مَنِيًّا، فَقَالَ جَابِرٌ بِكَفِّهِ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَامَ خَطِيبًا فَقَالَ: بَلَغَنِي أَنَّ أَقْوَامًا يَقُولُونَ كَذَا وَكَذَا، وَاللهِ لأَنَا أَبَرُّ وَأَتْقَى لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهُمْ، وَلَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ، وَلَوْلاَ أَنَّ مَعِي الْهَدْيَ لأَحْلَلْتُ، فَقَامَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ هِيَ لَنَا أَوْ لِلأَبَدِ؟ فَقَالَ: لاَ بَلْ لِلأَبَدِ، قَالَ: وَجَاءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ - فَقَالَ أَحَدُهُمَا - يَقُولُ: لَبَّيْكَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ - وَقَالَ الآخَرُ - لَبَّيْكَ بِحَجَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُقِيمَ عَلَى إِحْرَامِهِ وَأَشْرَكَهُ فِي الْهَدْيِ.

Maktaba Tul Ishaat.com



**ترجمہ:** باب، ہدی اور بدنہ میں اشتراک کا بیان، اور اگر کوئی شخص کسی کو اپنے جانور میں ہدی کی نیت کے بعد شریک کرے تو کیا حکم ہے؟

حضرت جابرؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ (حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ مکرمہ) چار ذی الحجہ کی صبح کو آئے، صحابہؓ حج کا احرام باندھے ہوئے تھے، انہوں نے حج کے احرام کے ساتھ عمرہ کا کو شامل نہیں کیا تھا، جب ہم مکہ مکرمہ پہنچ گئے تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم حج (کے احرام) کو عمرہ (کا احرام) بنادیں اور اپنی بیویوں کے لئے حلال ہو جائیں، لوگوں میں اس کا چرچا ہوا، حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ لوگوں میں اس طرح کی باتیں ہوئیں کہ ہم منیٰ میں اس حال میں جائیں گے کہ ذکر سے منی ٹپکتی ہوگی (یعنی جماع کا خیال دامن گیر ہوگا) حضرت جابرؓ نے اپنی ہتھیلی سے منی کے ٹپکنے کا اشارہ بھی کیا، اس چہ می گوئی کا علم نبی کریم ﷺ کو ہوا تو آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ لوگ ایسا ایسا کہہ رہے ہیں، اللہ کی قسم میں ان سے زیادہ نیک اور متقی ہوں اور اگر مجھے وہ بات پہلے معلوم ہو جاتی جو بعد میں معلوم ہوئی تو ہدی نہ لاتا اور اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں احرام کھول دیتا، سراقہ بن مالکؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! یہ حکم خاص ہمارے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہمیشہ کے لئے ہے، ادھر حضرت علیؓ یمن سے آئے، حضرت جابرؓ تو یہ نقل کرتے ہیں کہ وہ یوں کہہ رہے تھے کہ میں نے اسی احرام کی نیت کی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے باندھا ہے اور حضرت ابن عباسؓ نقل کرتے ہیں کہ وہ یوں فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ والے حج کا احرام باندھا ہے تو نبی کریم ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنا احرام باقی رکھیں اور آپ نے ان کو اپنی ہدی میں شریک فرمالیا۔

**تشریح:** یہ باب ہدی اور بدنات میں اشتراک کے بیان میں ہے، ہدی میں اشتراک جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، امام مالک فرماتے ہیں کہ واجب ہدی میں مطلقاً اشتراک جائز نہیں **لا فی الثمن ولا فی الأجر**، رہا نفلی ہدی تو اس میں اختلاف ہے، ایک قول جو ان کا مشہور ہے وہ یہی ہے کہ ناجائز ہے اور دوسرا قول ان کا جواز کا ہے، جمہور علماء فرماتے ہیں کہ ہدی اور قربانی میں مطلقاً اشتراک جائز ہے۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ آیا مشارکت کرنے والوں کا متقرِّب ہونا یعنی سب کی تقرب کی نیت ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں کہ تقرب کی نیت ضروری نہیں، ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی قربانی کی نیت کرے اور دوسرا آدمی محض لحم کی نیت کرے، امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ سب کا متقرِّب ہونا ضروری ہے اگرچہ جہتِ تقرب متحد نہ ہو، امام زفر فرماتے ہیں کہ جہتِ تقرب کا بھی متحد ہونا ضروری ہے۔

**قربانی میں کتنے لوگ شریک ہو سکتے ہیں؟** اس میں تھوڑی سی تفصیل اور اختلاف ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



(۱) جمہور علماء جس میں امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد وغیرہ سبھی شامل ہیں یہ فرماتے ہیں کہ جزور اور بقر دونوں میں سات ہی آدمی شریک ہوسکتے ہیں۔

(۲) سعید بن مسیب ایک روایت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ بقر میں سات اور ابل میں دس لوگ شرکت کر سکتے ہیں، یہی اسحاق بن راہویہ، ابن خزیمہ اور ابو محمد بن حزم ظاہری کی رائے ہے۔

یہ لوگ دلیل میں یہ پیش کرتے ہیں کہ حدیث پاک میں وارد ہوا ہے **فَعَدَلَ عَشَرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِيرٍ** حضور ﷺ نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا اور ایک بکری کی قربانی جائز ہے تو دس بکری جب ایک اونٹ کے برابر ہوگئی تو معلوم ہوا کہ ایک اونٹ میں دس آدمی شریک ہوسکتے ہیں۔

لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ مسلم شریف کی روایت میں وارد ہوا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضراتِ صحابۂ کرامؓ کو یہ حکم دیا تھا کہ بقر اور جزور میں سات سات آدمی شریک کریں، اور جس روایت میں دس بکریوں کو ایک جزور کے برابر قرار دینا وارد ہوا ہے اس سے مراد تقویم ہے، اضحیہ میں برابری مراد نہیں ہے، چنانچہ امام بخاری نے بھی اس بات کی طرف بڑے لطیف طرز سے اشارہ کیا ہے اور آگے چل کر ایک ترجمہ منعقد کیا ہے **بَابُ مَنْ عَدَلَ عَشْرًا مِنَ الْغَنَمِ بِجَزُورٍ فِي الْقَسْمِ** تقسیم کے اندر، نہ کہ اضحیہ میں۔

**وَإِذَا أَشْرَكَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي هَدْيِهِ بَعْدَمَا أَهْدَى:** اگر کسی آدمی نے ہدی کی نیت کرلی تو اس کے بعد دوسرے شخص کو اس میں شریک کرسکتا ہے یا نہیں؟ حنفیہ کہتے ہیں کہ ہدیِ تطوع میں مشارکت جائز نہیں اس لئے کہ جب تطوع کی نیت کرلی تو ساری اس متطوع کی طرف سے ہدی ہوگئی اور اسی کی طرف سے ساری کی ساری ہدی بن گئی، ہاں ہدیِ واجب میں اشتراک کرسکتے ہیں اس لئے کہ اس میں ایک حصہ واجب ہوتا ہے۔

**الْقَالَةُ:** چہ می گوئی۔ **هِيَ لَنَا أَوْ لِلْأَبَدِ؟** ھِیَ کا اشارہ فسخ الحج والعمرۃ کی طرف ہے یا اعتمار فی اشہر الحج کی طرف؟ دونوں قول ہیں۔

**وَأَشْرَكَهُ فِي الْهَدْيِ:** علامہ مہلب فرماتے ہیں کہ حدیث سے ترجمہ ثابت ہوتا ہی نہیں ہے، اس واسطے کہ حدیث سے اشتراک فی الہدی کا کوئی ثبوت ہی نہیں ہوتا ہے یعنی اشتراک بعد ما اھدیٰ کا ثبوت نہیں ہوتا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com



اس کا جواب یہ ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ ترجمہ کے دو جزء ہیں، اول جزء ہے اشتراک فی الھدی، اس کا تو ثبوت ہو گیا، ہاں اشتراک بعد ما اھدیٰ کا ثبوت محلِ تأمل ہے، بلکہ مہلب فرماتے ہیں کہ ہدی بھیجنے کے بعد اشتراک جائز ہی نہیں، نہ اس کا ہبہ جائز ہے اور نہ اس کی بیع جائز ہے، اب اس صورت میں اشتراک فی الھدی سے مراد یہ ہے کہ حضرت علیؓ حضور ﷺ کی طرف سے جو ہدایا لیکر آئے تھے حضور نے ان ہدایا میں حضرت علیؓ کو شریک کر لیا۔

## (ص ۳۴۱) بَابٌ مَنْ عَدَلَ عَشْرًا مِنَ الْغَنَمِ بِجَزُورٍ فِي الْقَسْمِ

۲۵۰۷. حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِذِي الْحُلَيْفَةِ مِنْ تِهَامَةَ، فَأَصَبْنَا غَنَمًا وَإِبِلاً، فَعَجِلَ الْقَوْمُ فَأَغْلَوْا بِهَا الْقُدُورَ، فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَمَرَ بِهَا فَأُكْفِئَتْ، ثُمَّ عَدَلَ عَشْرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِجَزُورٍ، ثُمَّ إِنَّ بَعِيرًا نَدَّ وَلَيْسَ فِي الْقَوْمِ إِلاَّ خَيْلٌ يَسِيرَةٌ، فَرَمَاهُ رَجُلٌ فَحَبَسَهُ بِسَهْمٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ هٰذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هٰكَذَا، قَالَ: قَالَ جَدِّي: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نَرْجُو - أَوْ نَخَافُ - أَنْ نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَ مَعَنَا مُدًى أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ فَقَالَ: اعْجَلْ - أَوْ أَرِنْ - مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ فَكُلُوا لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ، وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ، أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ.

**ترجمہ:** باب، اس شخص کا بیان جس نے تقسیم میں دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا۔

حدیث کا ترجمہ باب قسمۃ الغنم میں گزر چکا

**تشریح:** یہ آگیا وہ باب جس کی طرف ابھی میں نے اشارہ کیا تھا، یعنی اگر کوئی آدمی تقسیم میں دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر دے تو سنت میں اس کی اصل موجود ہے، مگر چونکہ یہ کوئی ضروری نہیں، ہو سکتا ہے کہ بکریوں کی قیمت گھٹ جائے اور ہو سکتا ہے کہ اونٹ کی قیمت گھٹ جائے اس لئے امام بخاری نے یہ بتلا دیا کہ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے البتہ سنت میں اس کی اصل موجود ہے کوئی کرے تو کر سکتا ہے، لیکن اگر قیمتیں گھٹتی بڑھتی رہیں تو قیمتوں کا لحاظ کیا جائے گا۔

Maktaba Tul Ishaat.com



دوسری بات امام بخاری نے بتلائی ہے فِي الْقَسْمِ، کہ دس بکریاں ایک اونٹ کے برابر تقسیم میں قرار دی گئی ہیں ہدی اور قربانی میں نہیں کی گئی ہیں، لہذا جن لوگوں نے اس روایت سے اس بات پر جو استدلال کیا ہے کہ قربانی اور ہدی میں ایک اونٹ میں دس شریک ہو سکتے ہیں ان کا استدلال فی غیر موضعہ ہے۔

**اَعْجَلْ أَوْ أَرِنْ:** بعض علماء فرماتے ہیں کہ أَرِنْ اصل میں ائْرَنْ ہے، خطابی کی یہی رائے ہے کہ یہ ائْرَنْ ہے اِعْجَلْ کے وزن پر اور اسی معنی میں ہے، اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ أَرِنْ ہے أَغِثْ کے وزن پر أَرَانَ يُرِينُ إِرَانَةً سے، اور بعض یوں کہتے ہیں کہ یہ أَزِنْ ہے أَعْطِ کے وزن پر أَعْطَى يُعْطِي إِعْطَاءً سے۔

---

## کتاب الشرکۃ مکمل ہوا

Maktaba Tul Ishaat.com



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# كِتَابُ الرَّهْنِ

## (ص ۳۴۱) بَابٌ فِي الرَّهْنِ فِي الْحَضَرِ

وقول الله تعالى ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَقْبُوضَةٌ﴾

۲۵۰۸. حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ثَنَا هِشَامٌ ثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: وَلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ ﷺ دِرْعَهُ بِشَعِيرٍ، وَمَشَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِخُبْزِ شَعِيرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: مَا أَصْبَحَ لآلِ مُحَمَّدٍ ﷺ إِلاَّ صَاعٌ وَلاَ أَمْسَى، وَإِنَّهُمْ لَتِسْعَةُ أَبْيَاتٍ.

**ترجمہ:** باب، حالتِ حضر میں رہن کی مشروعیت کا بیان۔

ارشاد باری ہے اگر تم سفر میں ہو اور کاتب میسر نہ آئے تو رہن رکھ لیا کرو اور اس پر قبضہ کر لیا کرو۔

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے جو کے بدلے اپنی زرہ رہن رکھی تھی اور (اس کی نوبت بھی آئی کہ) میں جو کی روٹی اور ایسی چربی لیکر آپ کی خدمت میں آیا جس کی بو میں تغیر آگیا تھا اور میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ محمد (ﷺ) کے گھر میں ایک صاع سے زیادہ غلہ نہیں ہوتا تھا، نہ صبح کو اور نہ شام کو جب کہ نو گھر تھے۔

**تشریح:** رَهْن راء کے فتحہ کے ساتھ مصدر ہے، کبھی اس کا اطلاق مرہون کے معنیٰ میں بھی ہوتا ہے، لغت میں رہن کے معنیٰ ہیں احتباس (روکنے) کے، اور شریعت میں رہن کہتے ہیں کسی مال کو بطور وثیقہ کے دین کے مقابل دے دینا۔

مصنف نے الرَّهْنِ فِي الْحَضَرِ کا ترجمہ منعقد کیا ہے اور آیت جو ذکر کی ہے اس میں سفر کا ذکر ہے، اصل بات یہ ہے کہ رہن فی السفر تو متفق علیہ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں کیوں کہ قرآن پاک میں وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَقْبُوضَةٌ وارد ہوا ہے اور رہن فی الحضر میں اختلاف ہے، ضحاک و مجاہد اور داؤد ظاہری کہتے ہیں کہ رہن فی الحضر جائز نہیں کیوں کہ قرآن میں سفر کی قید لگی ہوئی ہے، امام بخاری نے ان لوگوں پر

Maktaba Tul Ishaat.com



تردید کی ہے اور جمہور کی تائید فرمائی ہے۔

جو یہ کہتے ہیں کہ جیسے سفر میں رہن رکھنا جائز ہے حضر میں بھی جائز ہے وہ دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی زرہ جو کے بدلے میں رہن رکھی تھی اور یہ واقعہ مدینہ کا ہے چنانچہ روایت الباب کے بعض طرق میں کتاب البیوع میں وارد ہوا ہے وَلَقَدْ رَهَنَ دِرْعًا لَهُ بِالْمَدِينَةِ عِنْدَ يَهُودِيٍّ۔

**وَ إِهَالَةٍ سَنِخَةٍ:** اہالہ مَا يُؤْتَدَمُ بِهِ یعنی جو بطور سالن استعمال ہو اور سخنہ جو طول مکث کی وجہ سے بدبودار ہو جائے۔

**مَا أَصْبَحَ لِآلِ مُحَمَّدٍ ﷺ إِلَّا صَاعٌ وَلَا أَمْسَى:** یہ لفظ اسی طرح مسلم بن ابراہیم نے اس روایت میں نقل کیا ہے، اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ آلِ محمد ﷺ کے پاس صبح وشام میں ایک ہی صاع تھا حالانکہ نو مکانات تھے، بھلا نو مکانات کے لئے ایک صاع کیا کافی ہو سکتا ہے؟

لیکن اس روایت کا مشہور لفظ مَا أَمْسَى عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ صَاعُ بُرٍّ وَلَا صَاعُ حَبٍّ ہے کتاب البیوع میں یہ لفظ گزر چکا ہے اور اسی طرح دوسری جگہوں پر بھی یہ لفظ اسی طرح آئے گا۔

## (ص ۳۴۱) بَابُ مَنْ رَهَنَ دِرْعَهُ

**۲۵۰۹. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ وَالْقَبِيلَ فِي السَّلَمِ، فَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: ثَنَا الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ.**

**ترجمہ:** باب، زرہ رہن رکھنے کا بیان۔

**تشریح:** امام بخاری فرماتے ہیں کہ زرہ کے رہن رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں، چونکہ یہ آلۂ حرب ہے اس لئے بظاہر یہ شک ہوتا ہے کہ اس کو رہن نہ رکھنا چاہئے مبادا جنگ کی ضرورت پیش آجائے تو آلۂ حرب اپنے پاس نہ ہوگا، امام بخاری فرماتے ہیں کہ موقع اور حال دیکھ کر اگر اس کو رہن رکھا جائے تو مضائقہ نہیں سرکار دو عالم ﷺ نے زرہ کو رہن رکھا ہے۔

**وَالْقَبِيلَ فِي السَّلَفِ:** قبیل ای الکفیل۔

Maktaba Tul Ishaat.com



## (ص ۳۴۱) بَاب رَهْنِ السِّلَاحِ

۲۵۱۰. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ ثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ؟ فَإِنَّه قَدْ آذَى اللهَ وَرَسُولَهُ، فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ: أَنَا، فَأَتَاهُ فَقَالَ: أَرَدْنَا أَنْ تُسْلِفَنَا وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ، قَالَ: ارْهَنُونِي نِسَاءَكُمْ، قَالُوا: كَيْفَ نَرْهَنُكَ نِسَاءَنَا وَأَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ؟ قَالَ: فَارْهَنُونِي أَبْنَاءَكُمْ، قَالُوا: كَيْفَ نَرْهَنُكَ أَبْنَاءَنَا فَيُسَبُّ أَحَدُهُمْ فَيُقَالُ: رُهِنَ بِوَسْقٍ أَوْ وَسْقَيْنِ، هَذَا عَارٌ عَلَيْنَا، وَلَكِنَّا نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ - قَالَ سُفْيَانُ: يَعْنِي السِّلَاحَ - فَوَعَدَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ فَقَتَلُوهُ، ثُمَّ أَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرُوهُ.

**ترجمہ:** باب، ہتھیار رہن رکھنے کا بیان۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچائی ہے، محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ اس کام کے لئے میں حاضر ہوں، وہ کعب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ سے ایک وسق یا دو وسق قرض چاہتے ہیں، اس نے کہا کہ اپنی خواتین کو رہن رکھو، وہ کہنے لگے کہ ہم اپنی خواتین کو کیسے رہن رکھ سکتے ہیں جب کہ آپ عربوں میں سب سے حسین ہیں، وہ کہنے لگا کہ اپنے بیٹوں کو رہن رکھ دو، انہوں نے کہا کہ بیٹوں کو کیسے رکھ دیں، ان کو گالی دی جایا کرے گی کہ وہ ایک وسق یا دو وسق کے عوض گروی رکھے گئے تھے، یہ تو ہمارے لئے شرم کی بات ہے، ہاں ہم آپ کے یہاں لأمۃ یعنی ہتھیار رکھیں گے، محمد بن مسلمہؓ نے رات کو آنے کا وعدہ کیا اور رات میں اس کو قتل کر دیا، پھر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو اس کی خبر سنائی۔

**تشریح:** جیسے زرہ کو رہن رکھا جا سکتا ہے ایسے ہی ہتھیار بھی رہن رکھا جا سکتا ہے۔

اس میں اشکال ہے کہ زرہ بھی تو ہتھیار ہے پھر اس کو الگ کیوں بیان کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زرہ ہتھیار نہیں ہے بلکہ آلہ ہے قالہ ابن المنیر، یا یہ کہا جائے کہ یہ تعمیم بعد التخصیص ہے۔

پھر یہاں پر امام بخاری کے ترجمہ پر اشکال یہ کیا کہ امام نے حضرت جابرؓ کی جو حدیث اس کے ذیل میں ذکر فرمائی ہے اس سے ترجمہ ثابت نہیں ہوتا ہے، اس واسطے کہ محمد بن مسلمہؓ وغیرہ جو لوگ کعب بن اشرف کے پاس گئے تھے ان لوگوں کا کعب کے پاس ہتھیار رہن رکھنے کا ارادہ تھوڑے تھا؟ انہوں نے تو ایک تدبیر کی تھی تاکہ اس کے قتل پر قادر ہو جائے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہتھیار رہن رکھنے کا دستور نہ ہوتا تو صحابہ کرامؓ یہ پیش کش

Maktaba Tul Ishaat.com



کیوں کرتے اور کعب بن اشرف اس پر راضی کیوں ہوا ہوتا؟ اس سے معلوم ہوا کہ ہتھیار رہن رکھنے کا دستور تھا اور صحابہ کرامؓ نے یہ پیش کش کی تھی اور ظاہر یہ ہے کہ سرور عالم ﷺ کے اذن سے چونکہ ساری بات ہوئی تھی اس لئے ان لوگوں نے آکر تفصیلی طور پر حضور ﷺ سے بات کہی بھی ہوگی۔

**اللَّأْمَة:** ہتھیار۔ کتاب المغازی میں قتل کعب بن اشرف کا بیان تفصیل سے آرہا ہے۔

## (ص ۳۴۱) بَابُ الرَّهْنِ مَرْكُوبٌ وَمَحْلُوبٌ

**وقال المغيرة عن إبراهيم: تُركب الضَّالّةُ بقدر علفها وتُحلب بقدر علفها، والرهن مثله.**

**٢٥١١. حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ ثنا زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: الرَّهْنُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ وَيُشْرَبُ لَبَنُ الدَّرِّ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا.**

**٢٥١٢. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَنَا عَبْدُ اللهِ أَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا، وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا، وَعَلَى الَّذِي يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ.**

**ترجمہ:** باب، رہن کے جانور پر سواری کرنے اور اس کا دودھ استعمال کرنے کا بیان۔

ابراہیم نخعی نے کہا کہ گم شدہ جانور پر اس کے چارے کے بہ قدر سواری بھی کی جاسکتی ہے اور دودھ بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور رہن کا حکم بھی اس کے مثل ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ رہن کے جانور پر خرچ کے عوض سواری کی جاسکتی ہے اور دودھ دینے والے مرہون جانور کا دودھ پیا جاسکتا ہے۔ اور بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رہن کے جانور پر اس کے خرچ کے عوض سواری کی جاسکتی ہے اور رہن کے جانور کا دودھ اس پے خرچ کے عوض پیا جاسکتا ہے اور جو سواری کرے گا اور دودھ پیئے گا خرچ اسی کے ذمہ ہوگا۔

**تشریح:** امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ اگر رہن ایسے جانور کا رکھا جائے جس پر سواری کی جاسکتی ہے تو اس پر سواری کرنا جائز ہے اور اگر ایسے جانور کو رہن رکھا جائے جو دودھ والا ہے تو اس کا دودھ بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، امام بخاری نے ترجمہ تو مجمل رکھا ہے لیکن ابراہیم نخعی کا جو اثر ذکر

Maktaba Tul Ishaat.com



فرمایا ہے اس سے اس اجمال کی توضیح کر دی۔

**وَقَالَ الْمُغِيرَةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ تُرْكَبُ الضَّالَّةُ بِقَدْرِ عَلَفِهَا وَتُحْلَبُ بِقَدْرِ عَلَفِهَا وَالرَّهْنُ مِثْلُهُ:**

فرماتے ہیں کہ اگر کسی آدمی نے کوئی گم شدہ جانور پکڑا حفاظت کی نیت سے تو جتنا چارا دے گا اس کے بدلے میں لاقط ضالہ سے انتفاع حاصل کر سکتا ہے، اگر وہ مرکوب ہے تو سواری کر سکتا ہے اور اگر محلوب ہے تو اس کا دودھ دوہ سکتا ہے۔

آگے فرماتے ہیں وَالرَّهْنُ مِثْلُهُ، رہن کی بھی یہی حیثیت ہے، اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا شیٔ مرہون سے راہن یا مرتہن کو انتفاع حاصل کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ (۱) امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ مرتہن کو مرکوب اور محلوب جانور سے رکوب اور حلب کا انتفاع حاصل کرنا جائز ہے اگرچہ راہن نے اجازت نہ دی ہو، البتہ مرتہن کو اس رکوب اور حلب کے بدلے میں اس کا نفقہ اور چارا دینا پڑے گا، (۲) امام مالک اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ ناجائز ہے، (۳) حنفیہ کے مسلک میں اختلاف ہے، تین قول ہیں، ایک قول امام احمد جیسا ہے، دوسرا قول امام مالک وشافعی جیسا ہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر راہن اجازت دے دے تب تو انتفاع حاصل کرنا جائز ہے ورنہ جائز نہیں، یہی قول صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے مگر شرط یہ ہے کہ یہ رکوب اور حلب مشروط ومعروف نہ ہو، اور اگر مشروط ہو یا معروف ہو تو اس صورت میں گنجائش نہیں ہے بلکہ مکروہ تحریمی ہے۔

امام بخاری کا طرز اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے مسلکِ اول کو اختیار کیا ہے اور دلیل میں حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی الرَّهْنُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ وَيُشْرَبُ لَبَنُ الدَّرِّ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا پیش کیا ہے۔

جو لوگ منع کے یا تفصیل کے قائل ہیں وہ اس روایت کے مختلف جوابات دیتے ہیں۔

(۱) پہلا جواب امام شافعی ومالکیہ کا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس سے راہن کو مراد لیا ہے، چونکہ راہن نے مرکوب ومحلوب کو رہن رکھا ہے تو اس کے ذمہ اس کا نفقہ ہے، آخر مرتہن تھوڑے اس پر اپنا خرچ کرے گا؟ راہن کا جانور ہے وہ اس کے جانور کا نظم کرے گا اور جب وہ اس کے جانور کا نظم کرے گا تو وہ اس سے انتفاع بھی حاصل کر سکتا ہے، مگر امام طحاوی نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ بعض روایات میں مرتہن کی تصریح

Maktaba Tul Ishaat.com



وارد ہوئی ہے یعنی مرتہن رکوب کر سکتا ہے اور اس کا دودھ دوہ سکتا ہے۔

(۲) اس لئے امام طحاوی نے ایک دوسرا جواب دیا کہ اصل میں یہ حدیث منسوخ ہے اور اس کے لئے ناسخ حضرت ابوہریرۃؓ کی حدیث ہے قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَا یُغلَقُ الرَّھْنُ مِنْ صَاحِبِہِ الَّذِي رَھَنَہُ، لَہُ غُنْمُہُ وَعَلَیْہِ غُرْمُہُ، قال الحافظ ابن القیم فی إعلام الموقعین حَدِیثٌ حَسَنٌ، یوں فرماتے ہیں لَا یُغلَقُ الرَّھْنُ رہن کا غلق نہیں کیا جا سکتا ہے بند نہیں کیا جا سکتا ہے روکا نہیں جا سکتا ہے بلکہ اس کا صاحب جس نے اس کو رہن رکھا ہے اسی کو اس کا نفع پہنچے گا اور اسی کے ذمہ اس کا تاوان بھی ہے، یعنی جو اخراجات وغیرہ عائد ہوتے ہیں وہ راہن کے ذمہ ہوں گے اور اس سے جو نفع حاصل کرے گا وہ راہن نفع حاصل کرے گا۔

مگر اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ دعویٔ نسخ کے لئے تاریخ کا ہونا ضروری ہے اور یہاں تاریخ معلوم نہیں الا یہ کہ یہ کہا جائے کہ حدیثِ باب اباحت پر دلالت کرتی ہے اور دوسری حدیث تحریم پر دلالت کرتی ہے، اور جب اباحت وحرمت میں تعارض ہو جائے تو اس صورت میں تحریم کو ترجیح ہوا کرتی ہے۔

رہی یہ بات کہ دوسری روایت حرمت پر کیسے دلالت کرتی ہے؟ وہ اس طور پر کہ جب دوسری روایت میں یوں کہہ دیا کہ صاحب رہن ہی مرہون کے غنم وغرم کا مالک ہے تو معلوم ہوا کہ مرتہن کو اس کی اجازت نہیں ہے، اس کے واسطے جائز نہیں۔

لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ یہ روایت زیادہ سے زیادہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مرتہن شئ مرہون سے انتفاع حاصل نہیں کر سکتا ہے، اور حضرت ابوہریرۃؓ کی روایت الباب اَلرَّھْنُ یُرْکَبُ بِنَفَقَتِہِ، وَیُشْرَبُ لَبَنُ الدَّرِّ إِذَا کَانَ مَرْھُونًا اپنے منطوق کے اعتبار سے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مرتہن انتفاع حاصل کر سکتا ہے، اور جب منطوق ومفہوم میں تعارض ہو جائے تو منطوق کو ترجیح ہوا کرتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ روایت الباب مجمل ہے اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ راہن مراد ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ مرتہن مراد ہو، لیکن اس جواب پر یہ اشکال ہے کہ اس کے بعض طرق میں مرتہن کی تصریح وارد ہوئی ہے اس لئے نسخ کا جواب بھی کچھ مشکل ہی معلوم ہوتا ہے۔

(۳) بعض علماء نے ایک تیسرا جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر راہن مرکوب ومحلوب پر انفاق نہ

Maktaba Tul Ishaat.com



کرے، چارہ نہ دے، خرچ نہ دے تو ظاہر بات ہے کہ اگر مرتہن نے جانور کو یوں ہی چھوڑ دیا تو وہ مر جائے گا لہٰذا اس پر تاوان عائد ہوگا، تو وہ اس محلوب و مرکوب کو چارہ دے سکتا ہے اور چارے کی جتنی قیمت ہو اس قیمت کے مقابل میں مرکوب و محلوب سے انتفاع حاصل کر سکتا ہے، یہ جواب بعض شافعیہ نے دیا ہے۔

بعض احناف فرماتے ہیں کہ اس میں شرط یہ ہے کہ راہن اجازت دے دے کہ ہاں صاحب! آپ خرچ کرلیں اور جتنا آپ خرچ کریں اس کے مقابل میں آپ جانور سے اتنا انتفاع حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی نے اس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے الفلک المشحون بانتفاع الراھن بالمرھون انہوں نے اس میں اس مسئلہ پر تفصیل سے کلام کیا ہے، طالب علمی کے زمانہ میں دو آنے کا خرید اتھا اب معلوم نہیں کہ کہاں چلا گیا۔

## (ص ۳۴۲) بَابُ الرَّهْنِ عِنْدَ الْيَهُودِ وَغَيْرِهِمْ

۲۵۱۳. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ: اشْتَرَى رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ.

**ترجمہ:** باب، یہود وغیرہ کے پاس رہن رکھنے کا بیان۔

**تشریح:** پچھلے ابواب میں اس کے جواز کا مضمون گزر چکا ہے۔

## (ص ۳۴۲) بَابُ إِذَا اخْتَلَفَ الرَّاهِنُ وَالْمُرْتَهِنُ وَنَحْوُهُ

### فَالْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ

۲۵۱۴. حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى ثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَكَتَبَ إِلَيَّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضَى أَنَّ الْيَمِينَ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ.

۲۵۱۵ - ۲۵۱۶. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالاً وَهُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ، ثُمَّ أَنْزَلَ اللهُ تَصْدِيقَ ذَلِكَ ﴿ إِنَّ

Maktaba Tul Ishaat.com



الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا ﴾ فَقَرَأَ إِلَى ﴿ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ ثُمَّ إِنَّ أَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ خَرَجَ إِلَيْنَا فَقَالَ: مَا يُحَدِّثُكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ قَالَ: فَحَدَّثْنَاهُ، قَالَ: فَقَالَ: صَدَقَ، لَفِيَّ أُنْزِلَتْ، كَانَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ خُصُومَةٌ فِي بِئْرٍ، فَاخْتَصَمْنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِينُهُ، قُلْتُ: إِذَنْ يَحْلِفَ وَلَا يُبَالِي، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا وَهُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ، قَالَ: فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَصْدِيقَ ذٰلِكَ ثُمَّ اقْتَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾.

**ترجمہ:** باب، اس بات کا بیان کہ اگر راہن اور مرتہن وغیرہ میں اختلاف ہو جائے تو بینہ مدعی پر آئے گا اور یمین مدعا علیہ پر۔

حضرت ابن عباسؓ نے ابن ابی ملیکہ کو لکھا کہ نبی کریم ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ یمین مدعی علیہ پر آئے گی۔

روایت کا ترجمہ باب الخصومة فی البئر و القضاء فیھا میں گزر چکا

**تشریح:** اگر راہن اور مرتہن میں اختلاف ہو جائے تو قاعدۂ مشہورہ اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ پر عمل کیا جائے گا، اختلاف ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً راہن کہتا ہے کہ میں نے دس دینار میں رہن رکھا تھا اور مرتہن کہتا ہے کہ نہیں صاحب! آپ نے بیس دینار میں رہن رکھا تھا لہٰذا اب بیس دینار لائیے تو اب اس صورت میں کیا ہوگا؟ کس کا قول معتبر ہوگا؟

(۱) امام بخاری فرماتے ہیں کہ اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ پر عمل کیا جائے گا، لہٰذا جو زائد کا دعوے دار بینہ پیش کرے ورنہ منکر قسم کھائے گا اور اس کے حق میں فیصلہ ہو جائے گا۔

(۲) سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں راہن کا قول معتبر ہے اس لئے کہ وہ زیادتی کا منکر ہے اور قاعدہ ہے اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي اور مدعی یہاں مرتہن ہے۔

(۳) حسن بصری اور قتادہ فرماتے ہیں کہ مرتہن کا قول معتبر ہے بشرطیکہ اس کا دَین رہن کی قیمت سے متجاوز نہ ہو، اور اگر شیٔ مرہون کی قیمت سے دین متجاوز ہو جائے مثلاً جو چیز رہن رکھی تھی وہ تھی دس دینار کی اور دعویٰ کیا بیس دینار کا تو اعتبار نہیں کیا جائے گا، امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے جمہور علماء کی تائید کی ہے۔

مدعی اور مدعا علیہ کسے کہتے ہیں؟ (۱) امام قدوری فرماتے ہیں کہ مدعی وہ شخص ہے کہ اگر اپنا

Maktaba Tul Ishaat.com



دعویٰ چھوڑ دے تو اسے چھوڑ دیا جائے اور مدعا علیہ وہ ہے کہ اگر وہ چھوڑنا بھی چاہے تو نہ چھٹے، صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں ھذا حدٌ عام صحیح یہ حد عام ہے اور صحیح ہے، (۲) بعض علماء نے تعریف یہ کی ہے کہ مدعی وہ ہے جو ظاہر کے خلاف کہتا ہو اور مدعا علیہ وہ ہے جو ظاہر کے موافق کہتا ہو، مثلاً یہ گھڑی میرے ہاتھ میں ہے اور عزیز (طالب علم کا نام ہے) کہتا ہے کہ یہ گھڑی میری ہے تو وہ ظاہر کے خلاف دعویٰ کر رہا ہے اس لئے کہ جس کے ہاتھ میں ہے ظاہر یہ ہے کہ گھڑی اس کی ہوگی، یہ ہے مدعی اور مدعا علیہ کی پہچان، اور واقعہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ بڑا نازک ہے، بہت سی جگہ اشتباہ ہو جاتا ہے اور مدعی اور مدعا علیہ کی تعیین مشکل ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد یہ سمجھو کہ اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ حدیثِ نبوی ہے، سنن میں اسی طرح وارد ہوا ہے، بیہقی میں ہے اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ۔

آیا ہر مدعا علیہ سے یمین لی جائے گی یا اس میں کوئی تفصیل ہے؟ جمہور کہتے ہیں کہ یہ قاعدہ عام ہے ہر جگہ چلے گا، مالکیہ فرماتے ہیں کہ اگر مدعی اور مدعا علیہ میں پہلے سے کچھ ربط وارتباط ہو تب تو مدعا علیہ سے یمین لی جائے گی ورنہ یوں ہی خواہ مخواہ اس سے قسم نہیں لی جائے گی، ورنہ تو پھر جو چاہے گا شریف آدمی کو کچہری میں لے جا کر کھڑا کر دے گا، جھوٹا دعویٰ دائر کر دے گا اور کہے گا کہ چلو قسم کھاؤ۔

**قَضَى أَنَّ الْيَمِينَ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ:** معلوم ہوا کہ یمین مدعا علیہ کا حق ہے مدعی کا حق نہیں۔

یہیں سے امام بخاری اور حنفیہ وغیرہ نے یہ اخذ کیا ہے کہ قضاء بشاہدٍ ویمینٍ کوئی چیز نہیں۔

کہتے ہیں کہ سب سے پہلے امیر معاویہؓ نے شاہد ویمین کے مطابق فیصلہ کیا ہے وقیل عبدالملک بن مروان مگر متعدد روایات میں جو تقریباً ایک درجن سے زائد ہیں أن النبی ﷺ قضی بشاهد ویمین کا لفظ وارد ہوا ہے اس لئے جمہور علماء نے اس مسئلہ میں قضاء بشاہدٍ ویمینٍ کا قول اختیار کیا ہے وھو مذھب الشافعي وأحمد، اور عنقریب امام بخاری کتاب الشہادات میں اس سے تعرض کریں گے وہاں اس جگہ کی طرف اشارہ کروں گا۔

**شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِينُهُ:** یہ ہے مقصود بالترجمہ۔

اور براعتِ اختتام اس آیت کے آخری جزء أولئك لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ سے ثابت ہوتی ہے۔

---------- کتاب الرہن پورا ہوا ----------

Maktaba Tul Ishaat.com



الفیض الجاری کی آٹھویں جلد پوری ہوئی

اور انشاء اللہ نویں جلد کتاب العتق سے شروع ہوگی

واللہ الموفق للإتمام

Maktaba Tul Ishaat.com

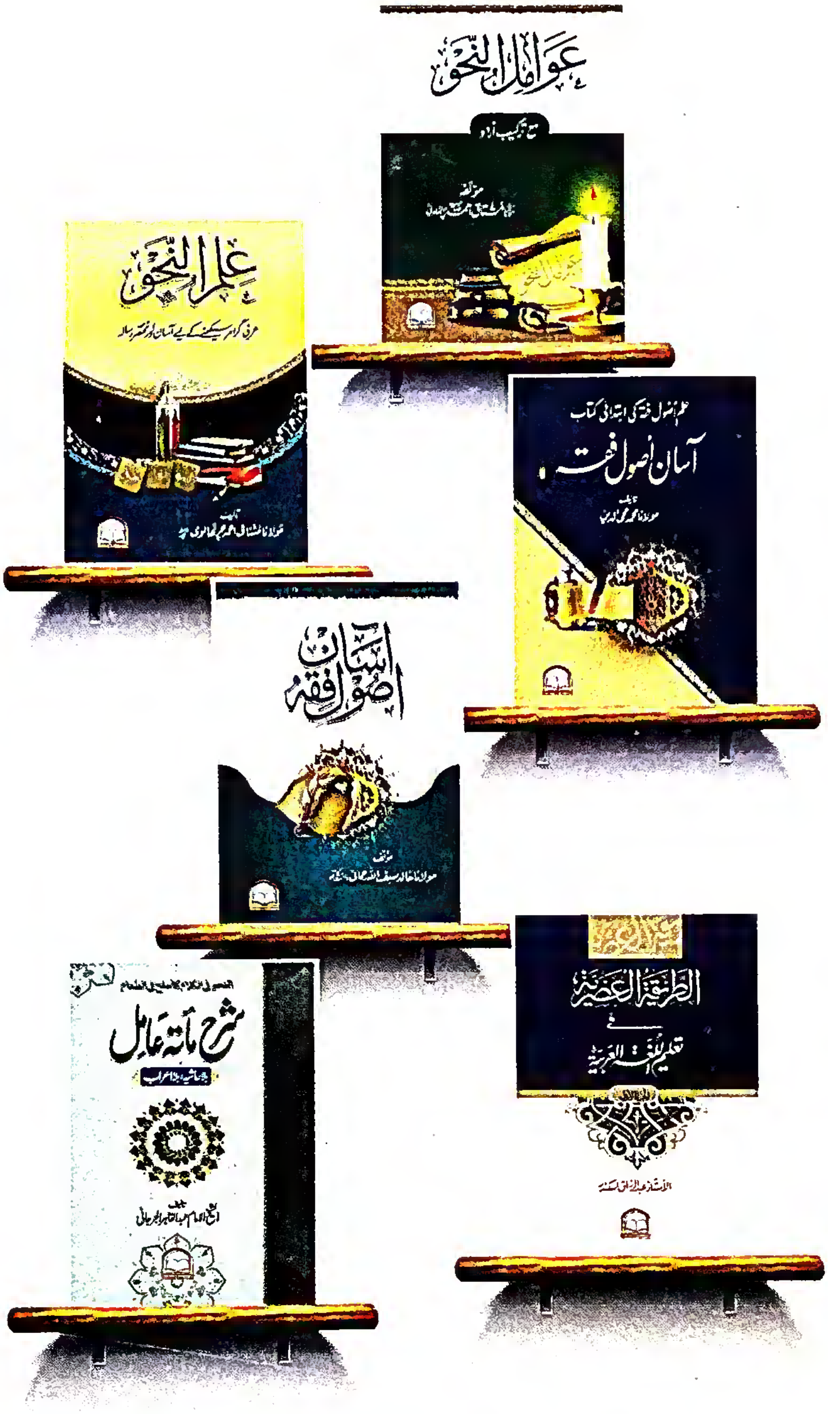


مکتبہ رحمانیہ
اِقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون: 042-7224228-7355743
MAKTABA-E-REHMANIA